

انوار البکایا

فی حیل

لغات القرآن

حصہ دوم

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس۔ ایڈیٹر و پبلشر (ریٹائرڈ)

القائم

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انوار البکایا

مدرسہ

فی حِلِّ

لغات القرآن

حصہ سوکری

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکسیریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

دُعائی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جا رہی ہے کہ
مؤلف انوار البیان فی حل لغات القرآن
جلد ثالث و رابع کی طباعت کے وقت
دار آخرت کی طرف رجعت کر چکے ہیں
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف

جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے لئے ضرور بالضرور دعا مغفرت کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور
دار آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین

یارب العالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

وَمَنْ يَقْنُتْ (٢٢)

الْأَحْزَابُ ، سَبَأُ ، فَاطِرُ ، يَسَّ :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

وَمَنْ يَقْنُتْ مِنْكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

۳۱:۳۳ = وَمَنْ يَقْنُتْ : میں واؤ عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے مَنْ شرطیہ ہے يَقْنُتْ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب۔ مذکر کا صیغہ مَنْ کی رعایت سے لایا گیا ہے۔ قَنْتَ يَقْنُتْ (باب نصر) قَنْوْتَا خَشَوْعَ وَخُضُوعَ کرنا۔ خاکساری کرنا۔ مطیع ہونا۔ اطاعت کرنا۔ نمازیں دعا کرنا۔ (دعاے قنوت) وَمَنْ يَقْنُتْ اور جو تابعداری کرے گی = مِنْكُمُ۔ مِنْ بیانیہ ہے تبعیض کے لئے نہیں ہے۔ کُنْ ضمیر جمع مؤنث حاضر تم میں ہے۔

= وَتَعْمَلْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَعْمَلْ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب، صیغہ تَنْتِ رعایت معنی کے لحاظ سے۔ تَعْمَلْ کا عطف يَقْنُتْ پر ہے۔ اور جو عمل کرے گی۔ وَتَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا اور جو تم میں سے نیک عمل کرے گی! = نُوْتِمَا۔ مضارع جمع متکلم ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جواب شرط تو ہم اس کو دیں گے۔ اِيتَاءُ (افعال) مصدر۔

= اَجْرَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر نُوتِ کا مفعول۔ اس عورت کا ثواب۔ اس عورت کے عمل کا اجر۔

= مَرَّتَيْنِ۔ دو مرتبہ۔ دو بار۔ دو چند، دہرا اور دوسروں کی نسبت دوگنا، مثلی ثواب غیر تھا۔

= اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِعْتَادُ (افعال) مصدر سے۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

عد دماذہ۔ اِعْتَادُ اصل میں اعداد تھا۔ دال اول کو تا میں بدل دیا گیا ہے۔

الاعداد (افعال) کے معنی ہیں تیار کرنا۔ مہیا کرنا یہ اَعْدُّ سے ہے جیسے سَقَى سے اِسْقَاءُ۔ اور اَعْدَدْتُ لَكَ هَذَا کے معنی ہیں۔ میں نے یہ چیز تمہارے لئے تیار کر دی ہے۔

کہ تم اسے شمار کر سکتے ہو اور جس قدر چاہو حسب ضرورت اس سے لے سکتے ہو۔

أَعَدَّ اور أَعْتَدَ ہم معنی ہیں مثلاً وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ (۹۱: ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں اور وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۴۱: ۱۸) ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

أَعْتَدْنَا (أَعْتَدُ) مادہ ع ت د سے بھی مشتق ہو سکتا ہے أَلْعَتَادُ کے معنی ضرورت کی چیزوں کا ذخیرہ کر لینا ہے اور یہی معنی ہیں إِعْدَادُ کے اور أَعْتَدْنَا کا عطف نوٹھا پر ہے۔

== رِزْقًا كَرِيمًا۔ موصوف و صفت عمدہ نعمت۔ عزت والی روزی۔

صفت موصوف مل کر أَعْتَدْنَا کا مفعول۔ رِزْقٌ سے مراد محض کھانے پینے والی شیا ہی نہیں یہ ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ اور ہر قسم کی نعمتوں کو شامل ہے۔

نُؤْتِيهَا۔ أَجْرَهَا اور أَعْتَدْنَا لَهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔

۳۳: ۳۲ = يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ۔ یا حرف نداء نِسَاءَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ کر منادی۔

== لَسْتُنَّ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ لَیْسَ سے۔ تم نہیں ہو۔

لَیْسَ فعل ناقص ہے ماضی کا معنی رکھتا ہے ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے لیکن مضارع امر اسم فاعل، اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے غیر منصوب کہلاتا ہے۔ دوسرے افعال ناقصہ کی طرح اس کا اسم بھی مرفوع اور خبر منصوب آتی ہے۔

== كَأَحَدٍ مِنَ النِّسَاءِ، عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح ای لیس کل واحد ممکن كشخص واحد من نساء عصوركن تم میں سے کوئی ایک اپنے وقت کی عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہے (یعنی تم ان سے افضل ہو بوجہ شرف زوجت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

== إِنَّ الْقِيَاتِ إِنَّ حَرْفِ شَرْطِ ہے الْقِيَاتِ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ اِتِّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ اگر تم سب پرہیزگاری کرو۔ اگر تم سب ڈرتی رہو۔

== فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ۔۔۔ فاء سببیت کا ہے لَا تَخْضَعْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ پس تم نرمی اختیار مت کرو۔ تم ملائمت نہ کرو۔ خَضُوعٌ مصدر

باب فتح: نرمی کرنا۔ تواضع اختیار کرنا۔ یہاں مراد بات چیت میں ملائمت اختیار کرنا ہے ای ان استقبالتی احذا من الرجال فلا تخضعن۔ اگر تم کسی آدمی سے دوچار ہو تو کلام میں نرمی اختیار مت کرو

رف: ان القینت جملہ شرطیہ ہے اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ لسنن کا حد من النساء جواب شرطیہ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اگر تم نے پرہیزگاری اختیار کی تو تم دوسری عورتوں میں سے کسی دوسری عورت کی مانند نہیں ہو
یعنی اس صورت میں تم اس سے افضل ہوگی)

یا۔ ۲۔ اس جملہ شرطیہ کا جواب: فلا تخضعن ہے ای ان اردن التقویٰ فلا

تخضعن یعنی اگر تم پرہیزگاری اختیار کرنا چاہو تو پھر کلام میں ملائمت اختیار مت کرو۔

فیطمع ف تعقب یا سبیت کا ہے یطمع مضارع واحد مذکر غائب طمع مصدر

باب فتح: مضارع کا نصب بوجہ جواب نہی کے ہے۔ (مبادا) وہ طمع کرنے لگے۔ لالچ

کرنے لگے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الذی فی قلبہ موصی وہ شخص جس کے دل میں روک

ہے۔

== قُلْنَ۔ فعل امر جمع مؤنث ماضی۔ قول مصدر (باب نصر) تم بات کرو، تم

کلام کرو،

== قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ۔ القول المعروف الذی لا تنکرة الشرعیة ولا

النفوس سے قول معروف وہ ہے کہ نہ شرعیت ناپسند کرے اور نہ لوگوں کی دل آزاری

کا باعث ہو۔

۳۳: ۳۳ = وَقَرْنَ۔ واؤ عطف کا ہے۔ قَرْنَ۔ قَرَّ یَقِرُّ (باب سمع) قرار

سے امر کا صیغہ جمع مؤنث ماضی۔ قَرْنَ اصل میں اقَرَرْنَ تھا۔ راء اول کو حذف کیا

اور اس کی فتح ماقبل کو دی ق کی حرکت سے سہزہ وصل کی ضرورت نہ رہی لہذا اُسے گرا

دیا گیا۔ قَرْنَ ہو گیا۔ تم عورتیں قرار پکڑو یا ٹھہری رہو۔

بعض نے اسے باب ضرب سے لیا ہے اس صورت میں امر کا صیغہ جمع مؤنث

ماضی اقَرَرْنَ ہوگا۔ اور قررات قَرْنَ ہوگی۔

علامہ زنجیزی رحمہ اللہ نے ابوالفتح ہمدانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یہ

قَارَ یَقَارُ قَوْرٌ سے امر ہے قَوْرٌ کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا کے ہیں

اور القَارَةُ اس چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں جو دوسری پہاڑیوں کے سلسلہ سے علیحدہ ہو الگ تھلگ اور منقطع ہو پس قَرْنٌ فِيْ بُيُوتِكُنَّ کے معنی ہوئے، تم اپنے گھروں میں ہی رہو اور باہر مت نکلو۔

== لَا تَبْرَجْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ تم آرائش و نمائش نہ کرو۔
تَبْرَجٌ (تفعل) مصدر جس کے معنی ہیں نمایاں ہونا۔ ابھرنا اور کھل کر سامنے آنا۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لئے عرب لفظ بَرَج استعمال کرتے ہیں بُوج کو بوج اس کے ظہور اور ارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے بادبانی کشتی کے لئے بارجہ کا لفظ بھی اسی لئے بولا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دور سے نمایاں ہوتے ہیں۔

ثَوْبٌ مُّبْرَجٌ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس پر ربڑوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پھر اس میں معنی حسن کا اعتبار کر کے تبرجت المرأة کا محاورہ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا۔

بعض کے نزدیک محاورہ کا معنی ہے عورت اپنے قصر سے ظاہر ہوئی۔ پس وَلَا تَبْرَجْنَ تَبْرَجٌ الْجَاهِلِيَّةُ الْأُولَى۔ کا معنی ہوا، جس طرح عورتیں جاہلیت کے پہلے زمانہ میں اظہار تجمل کر کے اپنے محلات سے نکلا کرتی تھیں اسی طرح اب مت نکلو اور زینت نہ دکھاؤ۔

تَبْرَجْنَ اصل میں تَتَبَرَّجْنَ تھا۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

== الْجَاهِلِيَّةُ الْأُولَى۔ موصوف و صفت، سابق دور جاہلیت، موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ تَبْرَجٌ مصدر (خود نمائی) مضاف، مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول۔
== اَقِمْنَ فعل امر جمع مؤنث حاضر، اِقَامَةٌ (باب افعال) مصدر تم قائم کرو۔ تم درست کرو
== اَفْتَيْنَ۔ امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر، اطاعة (افعال) مصدر۔ تم اطاعت میں رہو۔
تم حکم مانو۔

== لِيَذْهَبَ۔ لام تعلیل کا ہے یَذْهَبُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔
اِذْهَابٌ (افعال) مصدر مضارع کا نصب بوجہ لام تعلیل کے ہے۔ تاکہ لے جائے زائل کر دے۔ دور کر دے۔

== اَلرَّجْسِ۔ ناپاکی۔ گندگی، پلیدی۔ عقوبت، عذاب، اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) طبیعت کی جہت سے مثلاً مردار، (۲) شرعی لحاظ سے

مثلاً جوار، شراب، (۳) عقلی جہت سے مثلاً شرک، (۴) ہر سہ کی رو سے مثلاً مردار،
 = اَهْلُ الْبَيْتِ۔ مضاف مضاف الیہ، اس سے قبل یا حرفِ ندا محذوف ہے جس کی
 وجہ سے مضاف منصوب ہے۔

اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ لیکن لفظ کے عموم
 میں ازواج بنی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں۔
 = يُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا۔ يُطَهِّرُ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تغلیل۔ واحد مذکر غائب
 کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اہل بیت کی طرف راجع ہے، تَطْهِيرًا مصدر منصوب تاکیدی
 لایا گیا ہے۔ اول تو باب تغیل خود مبالغہ کو متضمن ہے اس پر تاکید مزید کے لئے مصدر منصوب
 لاکر فعل کی کیفیت کو بدرجہ اتم بیان کیا گیا ہے۔ یعنی تم کو خوب ہی پاک و صاف کر دے
 اور طہارت کا درجہ کامل و اعلیٰ نصیب کر دے۔

۳۳: ۳۲ = اَذْكُرْنَ۔ ذِکْرُ سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر (باب نصر) تم یاد کرو
 مَا اسم موصول ہے اور اذکون کا مفعول۔ یُثَلِّیْ مضارع مجہول واحد مذکر غائب
 اس کا مفعول ما لم یسم فاعل ما ہے مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ میں مِنْ بتعین کا ہے مِنْ
 اٰیٰتِ اللّٰهِ سے مراد القرآن ہے وَالْحِکْمَةِ اِیْ وَ مِنَ الْحِکْمَةِ حکمت کی باتیں۔
 ترجمہ یوں ہوگا،

اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی
 ہیں ان کو یاد رکھو (اور مت بھولو)

اذکون سے مراد اذکون للناس بھی ہو سکتا ہے یعنی خود بھی عمل کرو
 اور دوسروں تک بھی اسے پہنچاؤ۔

= لَطِيفًا (بہت باریک بین، صفت مشبہ کا صیغہ ہے)
 = خَبِيرًا۔ (بہت خبر والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں بوجہ کَانَ کی خبر کے منصوب ہیں
 ۳۳: ۲۵ = الْقَنِیْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر قَانِتٌ واحد قَنِتٌ جمع قَنُوْثٌ
 سے اطاعت گزار۔ فرمانبردار۔

= الْخٰشِعِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُشُوْعٌ سے فروتنی کرنے والا۔ عاجزی کرنے والے
 خُشُوْعٌ خضوع کرنے والے۔ ڈرنے والے۔ خَاشِعٌ واحد خِشَعٌ جمع خِشَعٌ
 = الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر الْمُتَصَدِّقُ واحد۔ الْمُتَصَدِّقَاتِ جمع

مَوْت، خیرات یا صدقہ دینے والے۔ مرد (عورتیں)

= الصَّائِمِينَ۔ روزہ دار، روزہ رکھنے والے اسم فاعل جمع مذکر صوم سے۔

الصَّائِمَاتِ۔ اسم فاعل جمع مَوْت۔

= الْحَفِظِينَ جمع مذکر اسم فاعل نگہبانی کرنے والے۔ حفاظت کرنے والے نگراں

کرنے والے۔ حِفْظ سے حافظ واحد حَفِظْتُ جمع مَوْت

= فُرُوجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی شرم گاہیں۔ فُرُوجٌ واحد فَرْجٌ

فَرْجاً (باب ضرب) کشادہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان

فاصلہ کو بھی فرج کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ہے وَمَالُهَا مِنْ فُرُوجٍ

(۶:۵۰) اور اس میں کہیں شکاف تک نہیں۔ فَرْج بمعنی شرم گاہ کنایہ کے طور پر بولا جاتا ہے

اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

= وَالْحَفِظَاتِ اِی وَالْحَفِظَاتِ فُرُوجَهُنَّ۔

= اَعَدَّ اللَّهُ۔ یہ اِن کی خبر ہے۔ اَعَدَّ اُعِدَّ اَعْدَادُ (افعال) سے ماضی کا صیغہ

واحد مذکر غائب ہے اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

۲۶:۲۲ = مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ۔ مؤمن مرد کا حق نہیں ہے۔ مؤمن مرد کے لئے یہ درست

نہیں ہے۔

= قَضَى۔ ماضی واحد مذکر غائب، قَضَا وَقَضَاءٌ مصدر۔ قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ

کر دینا۔ اس کی چار اقسام ہو سکتی ہیں۔

۱۔ قَضَاءُ قَوْلٍ (الہی)۔

۲۔ قَضَاءُ قَوْلٍ بَشَرِيٍّ

۳۔ قَضَاءُ عَمَلٍ (الہی) قَضَاءُ ارَادِيٍّ (الہی بھی ہو سکتا ہے

۴۔ قَضَاءُ عَمَلٍ بَشَرِيٍّ

۱۔ قَضَاءُ قَوْلٍ (الہی) کی مثال۔ وَقَضَى رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ (۲۳:۱۷)

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲۔ قَضَاءُ قَوْلٍ بَشَرِيٍّ کی مثال قَضَى الْحَاكِمُ بِكَذَا۔ حاکم نے فلاں فیصلہ کیا۔

۳۔ قَضَاءُ عَمَلٍ (الہی) کی مثال : وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ

مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ (۲۰:۴۰) اور خدا سچائی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے

اور جن کو یہ لوگ بھارت میں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔

۴ :- قضاء عملی (بشری) فَإِذَا قُضِيَتْهُ مِّنَ سِکِّمُکُمْ (۲۰۰:۲) پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کر چکو!

اور بعض نے اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں تصور کی ہیں!

مثلاً (۱۷۱:۲۳) مِمَّا (ب) یعنی الخبر مثلاً وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِیْلَ فِي الْکِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَیْنِ (۱۷۱:۲۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ خبر کر دی تھی کہ تم ملک میں دو بار بڑی خرابی پیدا کرو گے۔

(ج) صفة الفعل اذا تم: فعل کی صفت جب اس فعل کو ختم کر دیا جائے یا اس کے متعلق آخری فیصلہ کر دیا جائے۔ مثلاً فَقَضَهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي یَوْمَئِذٍ () پھر دو روز میں اس نے سات آسمان بنائیے (صلوات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں)۔

وَإِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا جِبِ اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا

فیصلہ فرمادے۔

= الْخِیْرَةُ - اختیار۔ خَارَ یَخِیْرُ کا مصدر ہے (باب ضرب) انتخاب کرنا۔ دو چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار ہونا۔ الْخِیْرَةُ مَوْثِقٌ غَیْرُ حَقِیْقَتِی ہے لہذا اس کا فعل یَکُونُ (بصیغہ مذکر) آیا ہے۔ گو بعض قراتوں میں تَکُونُ (تاریف کے ساتھ بھی آیا ہے)۔
= لَہُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ہے جو مومن و مومنہ کی طرف راجع ہے۔ چونکہ مومن اور مومنہ سے مراد (جملہ مومنین) مومنین مومنات ہیں اس لئے معنی کی رعایت سے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

= أَمْرُهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حکم، ان کا فیصلہ۔ ان کا معاملہ۔ هُمْ ضمیر کا مرجع اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جمع کا صیغہ تعظیماً لایا گیا ہے جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا:

جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرمادیں تو کسی مومن مرد یا مومن عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کے فیصلہ میں اپنی مرضی سے کام لیں۔ یا اپنا اختیار استعمال کریں۔
= مَن شَرَطِیْہَ ہے۔ یُعْصِ مضارع مجزوم (اصل میں یُعْصِی تھا۔ مَن شَرَطِیْہَ کی وجہ سے مَن ساقط ہو گئی) صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَن یُعْصِ۔ جو نافرمانی کرے گا۔ عَصِیَا

مصدر (باب ضرب)

== فَقَدْ ضَلَّ ضَلَاً مُبِينًا۔ میں ف سببیت کے لئے ہے قد حرف ہے اور ماضی پر آکر اُسے ماضی قریب کے معنوں میں کر دیتا ہے۔ نیز ماضی کے ساتھ یہ تحقیق کے معنی دیتا ہے ضَلَاً لَدَیْ ضَلٍّ کا مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے !

مُبِينًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِبَانَةٌ مصدر ہے۔ بین مادہ صریح۔ ظاہر۔ ظاہر کرنا والا۔ کھول دینے والا۔ یہاں ضَلَاً لَدَیْ کی صفت میں آیا ہے اور موصوف کی مناسبت منصوب ہے۔ تو وہ بے شک صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

۳۳، ۳۴ = اِذْ تَقُولُ۔ یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اِیْ اُذْکُرْ وَقْتَ قَوْلِكَ۔ وہ وقت یاد کرو جب تو نے کہا :

== الَّذِیْ۔ اسم موصول ہے (مراد یہاں حضرت زید بن حارثہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو آپ نے متبنیٰ بنایا تھا اور جن کے ساتھ آپ نے اپنی بھو بھیڑا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا تھا جو بعد میں بوجہ اختلاف طبائع و دیگر وجوہ آپس میں علیحدگی پر منسجع ہوا۔

ان حضرت زینب کو بعد میں منشاۃ ایزدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں

داخل فرمایا

== اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِ جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا (کہ حضرت زینب زید بن حارثہ کو غلامی سے آزاد کرایا۔ اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور خصوصاً بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کی توفیق دی)۔

== اَنْعَمْتُ عَلَیْہِ۔ جس پر تو نے بھی احسان کیا کہ ان کو اپنی قربت میں لیا۔ ان کو اپنا متبنیٰ قرار دیا۔ اور ان پر خصوصی احسانات فرمائے اور احسن طور پر اس کی تربیت فرمائی اور سب سے بڑھ کر احسان یہ کہ ان کا نکاح اپنے خاندان کی اور قریبی معزز خاتون سے کرادیا

== اَمْسِکْ عَلَیْکَ نَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ (یہ وہ فرمان ہے جو حضرت زید سے آپ نے فرمایا)

اَمْسِکْ اَمْسَاکُ سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو روک رکھ اپنے پاس اپنی بیوی کو یعنی اسے طلاق نہ دے۔

اِتَّقِ۔ اِتِّقَاءُ (باب افتعال) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو ڈر۔ مادہ وقی۔

== وَ تَخْفِيْ وَادَّ عَاطِفَہٗ جملہ کا عطف تَقْوِلُ پر ہے (یہ اللہ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے) اور تو چھپاتا ہے اور تو مخفی رکھتا ہے۔ یا چھپائے ہوئے ہے۔ مخفی رکھے ہوئے ہے۔

== مَا اللّٰهُ مُبْدِيْہٖ۔ مَا موصولہ ہے مُبْدِيْ اسم فاعل واحد مذکر مضاف کو ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے اِبْدَاءُ (افعال) مصدر، جس کو اللہ تعالیٰ عنقریب ظاہر فرمانے والا ہے۔

مَا موصول سے کیا مراد ہے مفسرین نے اس کی وضاحت میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے اتفاق کیا ہے والموارد بالموصول: مَا وحي اللہ تعالیٰ بہ الیہ ان من ینب سیطلقہا زید ویتزوجہا بعدہ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مَا اسم موصول سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وہ وحی ہے کہ زید عنقریب زینب کو طلاق دیدیں گے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔

حضرات قاضی عیاض، زہری، ابوبکر العسکری، قاضی ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر متفق ہیں۔

اس وحی الہی کے باوجود قدرتی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ چونکہ ینکاح عسرف عام اور رواج کے خلاف ہوگا۔ اور اہل قوم و قبیلہ طنز کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا۔ اسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ لوگوں سے مت ڈیئے ان سے کہیں زیادہ حقدار اللہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

== وَ تَخْشٰی النَّاسَ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَخْشٰی مضارع واحد مذکر حاضر خَشِیَہ مصدر و باب سمع / نوڈرتا ہے

== اَنْ تَخْشٰہُ میں اَنْ مصدر یہ ہے تَخْشٰہُ تو اس سے ڈرے۔
وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

== قَضٰی مِنْہَا وَطَرًا۔ قَضٰی کے لئے ملاحظہ ہو ۳۳: ۳۶ مذکورہ بالا۔

== وَ طَرًا۔ اسم مفرد حاجت، ضرورت اَوْ طَارُ جمع۔ (جب) زید نے اس سے یعنی حضرت زینب سے اپنی حاجت کو ختم کر لیا۔ یعنی جب زید کا زینب سے کوئی تعلق نہ رہا یعنی اس نے

طلاق دیدی اور مدتِ عدت بھی ختم ہو گئی۔ قضاء و طر کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بھی واسطہ فریقین میں باقی نہ رہے۔ اور یہ صورت تبھی وقوع پذیر ہوتی ہے جب طلاق پر مدتِ عدت بھی گزر جائے۔

= زَوْجُكُمْ هَا - زَوْجُنَا ماضی جمع متکلم لک ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول ثانی، ہم نے وہ تیرے نکاح میں دیدی۔
= حَرَجٌ مضافہ تنگی، گناہ، حرج۔

= فِی - سے یہاں مراد فی حق تزوج۔ زوجیت میں لینے کے حق کے متعلق۔
= اَزْوَاجِ اَدْعِيَاہُمْ۔ اَدْعِيَاہُ (بروزن فعل) کی جمع ہے معنی مفعول: دَعْوَا ناقص وادی سے ہے۔ دَعِيٌّ معنی مَدْعُو جس کو پکارا گیا ہو۔ یعنی جس کو بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہو۔ منہ بولا بیٹا۔ لے پالک۔

اَدْعِيَاہُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَزْوَاجِ مضاف کا مضاف الیہ۔
فِی اَزْوَاجِ اَدْعِيَاہُمْ ان کے لے پالک بیٹوں کی بیویوں کو زوجیت میں لینے کے بارہ میں۔

= اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا جب وہ لے پالک (اپنی بیویوں سے بالکل قطع تعلق کر لیں) یعنی طلاق دیدیں اور پھر مدتِ عدت بھی گزر جائے تاکہ رجوع کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

= وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (یہ تھا اللہ تعالیٰ کا حکم کہ لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح جائز ہے) اور اللہ کا (یہ حکم) پورا ہو کر (ی) پہننے والا تھا۔

۳۳: ۳۸ = فَرَضَ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَرَضُ مصدر باب ضرب، اَلْفَرَضُ کے معنی سخت چیز کو کاٹنے اور اس میں نشان ڈالنے کے ہیں۔ مثلاً لکڑی کاٹنا یا لکڑی چھید کرنا۔ قرآنی اصطلاح میں اس کے کئی معنی آئے ہیں۔

مقرر کرنا معین کرنا۔ مثلاً وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیضَةً (۲۳۷: ۲) لیکن تم ان کے لئے کچھ نہ مقرر کر چکے ہو۔

۲۔ کسی چیز کا کسی پر واجب کرنا۔ (اگر مفعول دائم پر علی آئے) مثلاً اِنَّ اِلٰہِی فَرِیضَ عَلَیْكَ الْفَرِیضَ (۲۸: ۸۵) اے پیغمبر! جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے یعنی اس پر عمل کرنا تجھ پر لازم کیا ہے۔

۳۔ عزم کرنا۔ اپنے اور لازم کر لینا۔ مثلاً فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (۲: ۱۹۷) اور ان میں جو کوئی اپنے اور حج لازم کر لے تو پھر حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرے کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے ۴۔ کسی چیز سے بندش دور کرنا اور اسے مباح کر دینا۔ اجازت دینا بشرطیکہ اس کے بعد لام آئے) مثلاً آتِہَا مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ (۳۸: ۳۳) جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اجازت دیدی یعنی اس پر سے بندہ دور کر کے اسے مباح کر دیا اس کے کرنے میں نبی کو کوئی مضائقہ نہیں۔
روح المعانی میں : فیمافرض اللہ لہ معنی کئے ہیں قسم لہا۔ اس کے لئے مقرر کر دیا اور لکھا ہے ومنہ فروض العسا کو اور اسی سے ہے فوج کی تنخواہیں مقرر کرنا۔
مارماڈیوک پکٹھال نے ترجمہ کیا ہے

وہ جسے اللہ نے اس کا حق مقرر کر دیا ہے !
آیہ شریفہ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ (۲: ۶۶) میں بھی فرض لہ اجازت دینے کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی قسموں کا کفارہ ادا کر کے ان کی پابندیوں سے خلاصی کی اجازت دیدی ہے۔

فرائض اللہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کے متعلق قطعی حکم دیا گیا ہے۔
== سُنَّةَ اللَّهِ - اسی سُنَّ اللہ تعالیٰ ذلک سُنَّة یہ اللہ کا مقرر کردہ طریقہ ہے سُنَّة منصوب۔ فعل مقدر کا مصدر ہے۔

== خَلَوْا - خَلَا یَخْلُو اُخْلُو ارباب نصر، سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔
خَلَوْا وہ گزر چکے۔ وہ ہو چکے۔ ضمیر جمع مذکر غائب اسم موصول الذین کی طرف راجع ہے مراد پیغمبر ان علیہم السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے تھے۔ اسی من قبلک من الانبیاء علیہم السلام یعنی یہی سنت انبیاء سابقہ کی تھی کہ انہیں جس امر کی اجازت ہوتی وہ بلا تامل کر گزرتے۔

== قَدْ رَأَوْا مَقْدُورًا - قَدْ رَأَوْا سے مراد کسی چیز کی ماہیت کے متعلق ارادۂ ازلی۔
مَقْدُورًا کو قَدَر کی صفت میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (۴: ۵۷) اور ان کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔
قَدْ رَأَوْا مَقْدُورًا ایسا اندازہ شدہ امر کہ اس کے کسی پہلو کسی مصلحت کسی ضرورت کو نظر انداز

نہیں کیا گیا۔ جلد کا مطلب ہوگا۔ اور اللہ کا حکم خوب تجویز کیا ہوا ہوتا ہے :

۳۹:۳۳ = الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ إِلَّا اللَّهُ بِهِ الَّذِينَ خَلَوْا كِ صِفَت
ہے يُبَلِّغُونَ مضارع جمع مذکر غائب یعنی کاتوا يُبَلِّغُونَ - تَبْلِغٌ (تفعیل) مصدر وہ
پہنچا کرتے تھے۔ (اللہ کے احکام)

= يَخْشَوْنَہُ۔ مضارع جمع مذکر غائب کا ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے !
اور وہ اسی سے ڈرتے تھے خَشِيَہُ مصدر (باب سمع)

= رِسَالَتِ۔ رِسَالَةٌ کی جمع ہے پیغامات۔ احکامات۔

= كَفَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب ضرب) کَفَى ماضی کا صیغہ مراد استمرار ہے کِفَايَةٌ
مصدر اسم۔ اس کے معنی وہ چیز جو ہر ضرورت پوری کرے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔
کافی ہے۔

= حَسِيبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ حِسَابٌ مصدر بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل
ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔

۴۰:۳۳ = أَبَا أَحَدٍ رَسُولَ اللَّهِ۔ خَالَتِ النَّبِيِّينَ مِیْنِ أَبَا۔ رَسُولَ۔ اور خَالَتِ
منصوب بوجہ خبر کان کے ہیں۔

۴۲:۳۳ = سَبَّحُوْا۔ سَبَّحُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر کا ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع
اللہ ہے۔ اس کی تسبیح کرو! اس کی پاکی بیان کرو۔

= تُكْرَهُ۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔ اسی رعایت سے نوجوان گائے جس نے ابھی بچھڑا نہ دیا ہو
اے بکرو کہتے ہیں۔ لا فارض ولا بکرو (۶۸:۲) نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی۔ دو شیرہ۔

کنواری کو بھی بکرو کہا جاتا ہے جیسے اِنَّا اَلْشَّائِنَا هُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَا هُنَّ اَلْبَكَارَا (۵۶:۵۶)
۴۶ ہم نے ان حوروں کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا۔

= اَصِيْلًا۔ اَلْاَصِيْلُ وَالْاَصِيْلَةُ کے معنی عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے، یعنی
شام۔ بُكْرَةٌ وَاَصِيْلًا صبح و شام۔ اسی طرح بِالْغُدُوِّ وَالْاَصَالِ۔ (۲۵:۴) صبح اور شام
اَصَالٌ اَصِيْلٌ کی جمع ہے۔

تُكْرَهُ وَاَصِيْلًا بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں۔

۴۳:۳۳ = هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ مِیْنِ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ
ہے يُصَلِّي۔ صَلَّی يُصَلِّي تَصْلِيَةً (تفعیل) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

صلو ماذہ سے مشتق ہے الصَّلٰوۃ کے معنی دعا دینے، تحسین و تہریک کرنے کے ہیں چنانچہ محاورہ صَلَّیْتُ عَلَیْہِ میں نے اسے دعا دی، نشوونما دی اور بڑھایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ صَلَّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلٰوَتَكَ سَكَنٌ لَّہُمْ (۹: ۱۰۳) اور (اے رسول) آپ ان کے حق میں دعا کریں آپ کے دعا ان کے حق میں باعث تسکین ہے اسی طرح فرشتوں کی طرف سے صَلٰوۃ کے معنی دعا و استغفار ہی آتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا کے معنی ہیں نشوونما دینا۔ بڑھانا، خیر و برکت عطا کرنا۔ چنانچہ آیت شریفہ اِنَّ اللہَ وَ مَلَائِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِیْمًا (۲۲: ۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی برکت اور رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے نبی علیہ السلام پر خدا کی رحمت اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان کے لئے اللہ سے رحمت اور برکت کی دعا کیا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو، میں یہی معنی ہیں۔

الصَّلٰوۃ (نماز) بھی چونکہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے اسے صَلٰوۃ کہا جاتا ہے اور یہ تسمیۃ الشئی باسم الجزء کے قبیل سے ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ضمنی مفہوم کے نام سے موسوم کرنا۔ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَ مَلَائِکَتُہُ کے معنی ہوئے:

وہ (اللہ) ایسی ذات ہے کہ تم پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں۔

== لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔ میں لام تغلیل کا ہے، خدا کی رحمتیں اور اس کے فرشتوں کی دعائیں اس لئے ہوتی ہیں کہ تمہیں (ظلم و عصیان کی) تاریکیوں سے نکال کر (دین و ایمان کے) نور کی طرف لے آئے۔

۳۳: ۴۴ = تَجِیَّتْہُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا سلام، ان کی دعائے خیر، ان کی دعائے زندگی۔ یہ حیاۃ سے ماخوذ ہے حَیٌّ یَّحِیُّ تَحِیَّةٌ (باب تفعیل) مصدر۔ سلام کہنا، دعا کرنا، حیات کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وَ اِذَا جَاؤُكَ حَیَّوْلَکَ بِمَا لَمْ یُحِیْکَ بِہِ اللہُ (۵۸: ۸) اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ میں سلام کرتے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔

تَحِیَّة کے معنی کسی حیاک اللہ کہنے کے ہیں یعنی اللہ تجھے زندہ رکھے۔ حَیَّاک اللہ اصل میں حبلہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے لہذا تَحِیَّة کے معنی دعائے حیات کے ہوتے ہیں پھر ہر دعا کے لئے آنے لگا اور سلام کے معنی دینے لگا۔ اس کی جمع تَحِیَّات و تَحَیَّایا (سلام و تعظیم) ہے۔

= كَيَوْمٍ - مفعول فیہ - (ظرف زمان)

= يَلْقَوْنَهُ وہ اس سے ملیں گے (یعنی اللہ رب العزت سے قیامت کے روز ملائی ہوں گے)

تَحِيَّتُهُمْ كَيَوْمٍ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ - تَحِيَّتُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

سَلَامٌ خبر۔ یوم یلقونہ متعلق خبر۔ جس دن وہ اپنے اللہ سے ملائی ہوں گے تو السلام علیکم کہہ کر ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

= اَعَدَّ رَافِعٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

= اَجْرًا كَرِيْمًا - موصوف و صفت (معزز صلہ - باعزت اجر) مل کر اَعَدَّ کا مفعول۔

۳۳: ۴۵ = شَاهِدًا ۱۔ بطور گواہ کے۔ مُبَشِّرًا الْبُكْرَى مَنُونِ کو جنت کی خوشخبری دینے والے کے

نَذِيرًا کافروں کو دوزخ کی آگ سے ڈرانے والے کے دَاعِيًا لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والا

سِرَاجًا مُنِيرًا بطور ایک روشن چراغ کے۔ جس کے نور ہدایت سے ہر کوشش کرنے والا

سیدھی راہ پا سکے۔

سب بویہ مال ہونے کے منصوب ہیں۔

= سِرَاجًا مُنِيرًا - ترکیب تو صافی ہے۔ السِّرَاجُ کے معنی ہیں وہ چیز بوتیل اور بتی سے

روشن ہوتی ہے (مراد چراغ) مجازاً ہر روشن چیز کو سراج کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ

جَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا (۱۶: ۱۲) اور اس نے سورج کو چراغ (کی مانند) روشن بنایا ہے

= مُنِيرًا - اسم فاعل واحد مذکر سِرَاجًا کی صفت ہو کر موصوف کی رعایت سے منصوب آیا

یہ انارۃ ۱ افعال مصدر (مادہ نور) سے ہے۔

باب افعال کا ابتدائی ہمزہ کبھی متعدی بنانے کے لئے آتا ہے اور کبھی صاحب ماضی ہونے

کو ظاہر کرتا ہے مثلاً اَشْرَكَتِ التَّعْلٰی میں نے جوئی شرک دار (شرعی) بنائی۔ اسی لئے انارۃ

کے معنی روشن کرنا بھی ہے اور روشنی والا بھی۔ اسی بنا پر مُنِيرًا کے معنی ہوئے خود روشن

اور دوسروں کو روشن کرنے والا بھی۔

اور سِرَاجًا مُنِيرًا - ایسا چراغ جو خود بھی روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرے والا بھی ہو۔

اسی سلسلہ میں صاحب ضیاء القرآن نے مولانا ثناء اللہ پالی پتی کا حوالہ نقل کیا ہے :-

انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بلسانہ داعیًا الی اللہ تعالیٰ و بقلبہ و قالہ

کان مثل السراج یتلون المؤمنون بالوائتہ و یتتبعون بالفوارہ - یعنی حضور

اپنی زبان فیضِ تہمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالبِ منور کی وجہ سے سراجِ منیر

تھے اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے تھے اور اس کے انوار سے درختاں و تباہاں ہوتے ہیں
تفسیر ماجدی میں ہے کہ:-

مفسرین قدیم نے لکھا ہے کہ بجائے آفتاب کے چراغ سے تشبیہ دیے میں یہ نکتہ ہے کہ نور آفتاب گو
تیز و قوی ہوتا ہے لیکن اس کا فیضان ضعیف ہے اپنا سا کسی کو نہیں بنا سکتا بخلاف اس کے چراغ سے
صد ہا ہزار ہا چراغ جلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فیضان رسول سے قیامت تک امت میں اولیاء
و اہل بیت ہوتے رہیں گے۔

۱۳۳، ۴ = وَ لَبِشِرِ الْمُؤْمِنِينَ دَاوُماً طہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے اسی فراق
احوال امتک (اپنی امت کے احوال کی نگہداشت فرمائیے اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری
سنائیے)

اَنْ لَّهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا۔ فضلًا کبیرًا مرفوع و صفت مل کر اسم اَنْ لَّهُمْ خبر
مِنَ اللّٰهِ خبر کا متعلق۔ اَنْ اپنے اسم اور خبر دونوں سے مل کر بتاویل مفرد مصدر ہے۔ ترجمہ ہوگا:
اور آپ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر کی بشارت دیجئے۔

مثال:- لَتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۲:۶۵) تاکہ تم کو ہر شے پر
اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو جائے۔ یا ذٰلِكَ لَتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِی الْاَرْضِ ط (۹:۵) یہ اس لئے کہ زمین و آسمان میں ہر شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کا تم
کو یقین ہو جائے۔ یا بَلِّغْنِیْ اَنْ زُیْدًا قَائِمٌ۔ مجھ کو زید کے قیام کی خبر پہنچی۔

فَضْلًا كَبِيرًا۔ بہت بڑا فضل۔ اس کی تعریف اور جگہ یوں کی گئی ہے:-
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضَتِ الْجَنَّةِ لَهُمْ مَا لَشَآءُوْنَ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ۔ (۲۲:۴۲) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک
عمل کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جس چیز کو بھی چاہیں گے ان کے پروردگار کے
پاس انہیں ملے گی۔ پس یہی تو فضل کبیر ہے (بہت بڑا انعام)

۳۳:۴۸ = لَا تَطِعْ فَعْلُ نَہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنا نہ مان۔ اِطَاعَةٌ مصدر
کَعَج۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو چھوڑے۔ دَعَج مصدر۔ (مثال وادی۔

= اَذْنٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ستانا۔ ان کی ضرر رسانی۔ اَذٰی ہر وہ ضرر یا ایذا
جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوْا
صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲۶۴:۲) اپنے صدقوں کو احسان (جفا کر) اور اذیت

(پہنچا کر) باطل نہ کرو۔

== کَفَىٰ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) کفایۃ مصدر۔ وہ کافی ہے، نیز ملاحظہ ہو ۳۳: ۳۹ مذکورہ بالا۔

== وَكَيْلًا۔ وَكَلُّ سے صفت مشبہ ہے منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ وَكَيْلًا اور اللہ کافی ہے از روئے کار ساز ہونے کے۔ بطور کار ساز اللہ ہی کافی ہے۔

۳۳: ۴۹ = اَنْ تَمْسُوْهُنَّ۔ میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَمَسَّوْا فعل مضارع منصوب (بوجہ مل اَنْ، سقوط نون اعرابی) جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب مِنْ قَبْلُ اَنْ تَمْسُوْهُنَّ۔ بیشتر اس کے کہ تم ان کو چھوؤ یا ہاتھ لگاؤ۔ هُنَّ مصدر باب سمع، اَنْ تَمْسُوْهُنَّ مضاف الیہ ہے اور قَبْلُ اس کا مضاف ہے۔

== فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ۔ لَكُمْ تمہارے لئے عَلَيْهِنَّ ان کے ذمہ۔ تو تمہارے لئے ان پر (عدت گزارنا) ضروری نہیں ہے۔

== تَعْتَدُوْنَهَا۔ تَعْتَدُوْنَ جمع مذکر حاضر اِعْتَدَاؤُ (افتعال) مصدر کم تم اس کو شمار کرو۔ کہ تم اس کی گنتی پوری کراؤ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب عِدَّة کے لئے ہے۔ فَمَتَّعُوْهُنَّ۔ ف ترتیب کا ہے فَمَتَّعُوا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْتِيْعُ (باب تفعیل) مصدر تم متودو، تم کچھ مال متاع دو۔

== سَرَّحُوْهُنَّ سَرَّحُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تَسْرِيْحُ (تفعیل) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کرو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۸: ۲۲ مذکورۃ الصدر۔

۳۳: ۵۰ = اَحْلَلْنَا۔ ماضی جمع مستکم۔ اِحْلَالُ (افعال) مصدر۔ ہم نے حلال کر دیا۔

== اَتَيْتَ۔ اَتَاؤُ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر تونے دیا۔ تونے ادا کر دیا۔

== اُجُوْرًا هُنَّ اَجْرُكِي جمع مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا حق۔ ان کا مہر۔

== وَ مَا مَلَكَتْ فِيْ وَاوٍ عَاطِفٌ اَحْلَلْنَا بِهٖ اٰی وَاَحْلَلْنَا لَكَ مَا مَلَكَتْ اور حلال کر دی ہیں ہم نے تجھ پر

== مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ میں ما موصولہ ہے جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملک میں ہے یعنی کنیز یا مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا سے۔ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے اور ما موصولہ۔ اس میں کجی

== اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ - اَفَاءَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے لوٹایا - اس نے ہاتھ لگوا یا - اس نے فے میں عطا کیا - اَلْفَيْئُ وَالْفَيْئَةُ کے معنی ابھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَفِيْئَ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِ (۹: ۴۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے - اور جو مال بحالت جنگ کفار سے بزورِ شمشیر حاصل کیا جائے وہ مال غنیمت ہے اور جو مال غنیمت یا مستقت حاصل ہو وہ فے کہلاتا ہے مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ جو اللہ تعالیٰ نے تجھے فے میں دلوائیں -

فائدہ :- آیہ نہا میں عَمَّ (جمع اعمام) اور خال (جمع اخوال) واحد آیا ہے اور عَمَّت (واحد عَمَّة) اور خَلَّت (واحد خالَة) جمع آیا ہے - حالانکہ عرب ہمیشہ جمع کے مقابلے میں جمع لاتے ہیں - سو جانتا چاہئے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جس مصدر میں ہاء نہ ہو وہ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال واحد، تثنیہ، جمع تینوں صورتوں میں جائز ہے - مثلاً خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) یہی حال ایسے اسماء کا ہے جو ان مصادر کے وزن پر ہوں اور جن میں ہاء نہیں ان کا اسم جنس کے طور پر استعمال جائز اور مستحسن ہے -

چونکہ العَمَّ الضمّ (مصدر) کے وزن پر ہے اور الخال - القال کے وزن پر ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن ہے اس کے برخلاف العمة اور الخالة میں ھا ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن نہیں (روح البیان)

== وَامْرَاةٌ مُّؤْمِنَةٌ - موصوف و صفت ایک مومن عورت -

واو عاطفہ ہے وَامْرَاةٌ مُّؤْمِنَةٌ معطوف ہے اس کا عطف اَحْلَلْنَا پر ہے یا یہ فعل معذون کا مفعول ہے اسی وَاَحْلَلْنَا لَكَ امْرَاةً مُّؤْمِنَةً اور ہم نے حلال کر دی وہ مومن عورت جو

== اِنْ وَهَبْتَ لِنَفْسِكَ لِنَبِيٍّ اِنْ شَرَطِيْہِے وَهَبْتَ ماضی واحد مؤنث غائب - هِبَةٌ (فتح) مصدر ہے - اس عورت نے بخشا - اگر وہ عورت اپنے آپ کو بلا مہر نکاح کے لئے بنی کو دے دے -

اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا - اِنْ شَرَطِيْہِے اَنْ مصدریہ - يَسْتَنْكِحَهَا (باب الاستفعال وہ اس کے نکاح کی طلب کرے) یہاں معنی اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا (باب ضرب) وہ اس سے

(یہ دوسری شرط ہے۔ یعنی اول یہ کہ خود عورت اپنے آپ کو نبی کی زوجیت میں بلاحق مہر دینا چاہے اور دوسری شرط یہ کہ خود نبی بھی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رعایت سے استفادہ نہیں فرمایا بلکہ ہر ایک کا مہر ادا کیا !
== خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ : (یہ اجازت صرف آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔

== قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ .
 قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے مَا موصولہ ہے فی بمعنى متعلق۔ لفظی ترجمہ جملہ کایوں ہوگا !
 تحقیق ہمیں معلوم ہے جو (احکام و حقوق) ہم نے (مومنوں پر) ان کی بیویوں کے متعلق اور ان کی کنیزوں کے متعلق عائد کئے ہوئے ہیں۔

یہ جملہ معترضہ ہے درمیان (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ) کے اور درمیان لَکَیْلَا لَیْکُنْ عَلَیْکَ حَرْجٌ کے اور کَیْلَا بیان سابق سے متعلق ہے یعنی دیگر مومنوں کے لئے یہ احکام کہ وہ پار سے زیادہ بیویاں نہیں کر سکتے۔ نہ مہر کے بغیر نکاح باندھ سکتے ہیں و دیگر حقوق زوجیت (ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرنا۔ وقت، توجہ میں یکسانیت وغیرہ کی بندش) کے متعلق احکام جو ہم نے عائد کئے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

یہ خصوصی مراعات اس لئے ہم نے عطا کی ہیں لَکَیْلَا لَیْکُنْ عَلَیْکَ حَرْجٌ تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو (اور آپ کے پیغمبرانہ مقاصد و مصالح کی تکمیل و تحصیل میں کوئی حرج واقع نہ ہو)
== لَکَیْلَا لَیْکُنْ . تاکہ ایسا نہ ہو۔

لام تعلیل کا ہے کئی یہاں ناصب مضارع ہے اور معنی و عمل میں اَنْ مصدر یہ کی طرح ہے !
 لَیْکُنْ مضارع منصوب بوجہ عمل کئے ہے۔

== عَفْوًا : (مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِيمًا) (مبالغہ کا صیغہ بڑا مہربان نہایت رحم والا) دونوں کَانَ کی خبر ہیں لہذا منصوب ہیں۔

۵۱:۳۳ = تَرْجًی۔ مضارع واحد مذکر حاضر اَرْجَاءُ (افعال) مصدر، توڑ پھیل دیوے،
 تو پیچھے رکھے۔ رَجَوْ۔ مَادَّہ۔ اَرْجًی یَرْجًی کسی معاملہ کو مؤخر کرنا۔ اَرْج فعل امر۔ تو مؤخر کر۔ تو ٹال دے۔ تو تاخیر کر۔ تو التوا میں رکھ۔ قَالُوا اَرْجِہُ وَاَخَاہُ (۱۱: ۷) وہ بولے
 اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو۔

الاتقان میں اس کے معنی دیئے ہیں: تَرْجًی ای تَوَخَّرَ (پیچھے ڈال دو، علیحدہ کر دو)

روح المعانی میں ہے کہ:-

ای توخر من تشاء من نسائك وتترك مضاجعتها اپنی بیویوں سے جس کو چاہو علیحدہ رکھو اور اس کے ساتھ لیٹنے کو ترک کر دو۔

== تَنُوْنِي اِلَيْكَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر اِيْوَاءُ افعال، مصدر تَوَجَّهَ دیتا ہے تو جگہ دیگا اُوْی مادہ۔ اُوْی..... الی البیت۔ گھر میں ٹھکانہ دینا۔ گھر میں اتارنا۔ تَنُوْنِي اِلَيْكَ تو اپنے پاس جگہ دے تَضَاجَعَهَا۔ اس کو اپنے ساتھ لٹا۔

== وَ مَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ مِنْ مَنْ شَرْطِیْہِ ہے اور مَنْ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ جواب شرط ہے۔ یعنی جن بیویوں کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہو اب ان میں سے کسی کو اگر آپ طلب کریں تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں۔

== ذٰلِكَ اِیْ تَقْوِیْضِ الْاَمْرِ اِلٰی مَشِیئَتِكَ اس امر کا آپ کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دینا۔ یعنی کسی بیوی کو مضاجعت سے دور رکھنا یا مضاجعت کے لئے طلب کرنا یا جن سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہو ان میں سے کسی کو دوبارہ طلب کر لینا۔

== اَدْنٰی۔ دنی مادہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اگر یہ دَانِ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے تو اس صورت میں اس کے معنی اقرب یعنی زیادہ قریب، زیادہ نزدیک کے ہوں گے۔ اور اگر دَنٰی سے ہے تو اس کے معنی اَرْدَل کے ہوں گے یعنی نسبتاً چھوٹا۔ کم، رذیل، حقیر۔ یہاں بمعنی قریب تر مستعمل ہے۔

== اَنْ۔ یہاں مصدر یہ ہے۔

== تَقَرَّرَ مضارع واحد مؤنث غائب۔ قُرْرَةً وَقُرُورٌ (باب سمع) مصدر سے، بمعنی خوشی سے آنکھوں کا روشن ہو جانا۔ یا ٹھنڈی ہونا۔ قَرَّارٌ مصدر سے بمعنی سکون پانا۔ یا قرار پکڑنا۔ تَقَرَّرَ وہ ٹھنڈی ہو وہ پُر سکون ہو۔ تَقَرَّرَ اَعْيُنُهُنَّ۔ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ ٹھنڈی ہوں گی۔

== وَلَا یَحْزَنَنَّ۔ واو عاطفہ ہے لَا یَحْزَنَنَّ۔ مضارع منفرد جمع مؤنث غائب ضمیر فاعل ازواج النبی کی طرف راجع ہے حُزْنٌ مصدر باب سمع۔ حُزْنٌ وہ غمگین نہ ہونگی۔ یَرْضَیْنَنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب رضی مصدر (باب سمع) وہ راضی رہیں گی۔ ضمیر فاعل کا مرجع ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

== بِمَا بَسْبِيَّةٍ اور مَا موصولہ ہے بِمَا اَتَيْتَهُنَّ ۔ بسبب اس کے جو آپ ان کو عطا کریں گے،

== كَلَّهُنَّ ۔ وہ سب تائید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ذَلِكَ اَدْنٰی..... كَلَّهُنَّ اِی تفویض الامر ائی مشیتك اقرب الی فترة عیونہن وقلۃ حزنہن ورضاہن جمیعاً لانہن اذا علمن ان هذا تفویض من عند اللہ اطمانت نفوسہن وذهب التغایر و حصل الرضا وفترة العیون كَلَّهُنَّ۔ اس امر کا آپ کی مشیت پر تفویض کر دینا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قلت حزن اور ان سب کی رضا کا موجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان لیں گی کہ یہ تفویض (سپردگی۔ حوالگی) من جانب اللہ ہے سو وہ اس پر مطمئن ہوں گی (ان کی آپس کی) مغایرت (غیریت) دور ہو جائیگی اور باہمی رضامندی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ان سب کو حاصل ہوگی۔

== عَلِيْمًا (بڑا دانائیت جاننے والا۔ مبالغہ کا صیغہ) حَلِيْمًا۔ (بردار۔ تحمل والا، باوقار، صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہیں۔

۵۲:۲۳ = لَا يَحِلُّ۔ حَلَّ يَحِلُّ حَلٌّ سے ہنی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل النساء ہے جو جمع مؤنث غیر حقیقی ہے اور اس کے لئے فعل واحد مذکر لانا جائز ہے پھر یہ فصل کے ساتھ واقع ہوا ہے حالانکہ بلا فصل بھی تذکیر جائز ہے!

== مِنْ بَعْدُ اِی من بعد النسخ اللاتی فی عصمتك الیوم۔ یعنی ان نوبیوں کے علاوہ جو آپ کے نکاح میں اس وقت ہیں دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں۔

== وَلَا اَنْ تَبْدَلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ۔ وَاَدْ عاطفہ ہے تَبْدَلَ اصل میں تَبَدَّل تھا ایک تار تخفیفاً حذف کی گئی تَبْدَلَ تَفَعَّلُ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو بدل ڈالے تو تبدیل کر لے۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ازواج حاضرہ کی طرف راجع ہے مِنْ اَزْوَاجٍ تاکید نفی اور ازواج بالتحريم کے استغراق کے لئے ہے۔

جملہ کے معنی ہوتے اِی وَلَا يَحِلُّ لَكَ اِنْ تَطْلُقَ وَاحِدَةً مِنْهِنَّ وَتَنْكِحَ بِهَا أُخْرٰی۔ اور یہ بھی آپ کے لئے حلال نہیں ہوگا کہ آپ ان میں سے ایک کو طلاق دیدیں اور اس کے بدلہ میں دوسری سے نکاح کر لیں۔

== وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ضمیر فاعل تَبْدَلَ سے حال کے موضع میں ہے۔ خواہ ان کا حَسَن سچے بھلا ہی لگے۔

أَعْجَبَكَ - أَعْجَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔
إِعْجَابٌ (إِفْعَالٌ) سے جس کے معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں اور مجازاً بھانے اور خوش گننے کے بھی ہیں لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔

حاصلہ ولا تبدل بہن من ادواج علی کل حال - اپنی بیویوں کو کسی حال میں بھی تبدیل نہ کیجئے ۔

== رَقِيبًا - خبر رکھنے والا - مطلع - اطلاع رکھنے والا - نگاہ رکھنے والا - نگہبان ۔
یہ فعلیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے - حق تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے ۔
یعنی وہ ذات جو اپنی مخلوق سے غافل نہیں اور کوئی چیز اس سے غائب نہیں ۔

فَايِدَكُ؟ آیات ۵۰، ۵۱، ۵۲ کے مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے کسی مستند تفسیر کی طرف رجوع کریجئے ۔

== ۵۳:۳۳ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِئِنَّهُ ۔

لَا تَدْخُلُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - بُيُوتَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول
لَا تَدْخُلُوا - إِلَّا حرف استثناء اَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ (فی معنی الظرف) ای وقت مستثنیٰ
إِلَى طَعَامٍ متعلق بِيُؤْذَنَ - غَيْرِ نفی کے لئے آیا ہے نَظِيرِئِنَّهُ ای مُنْتَظِرِئِنَّهُ اسم فاعل
جمع مذکر - بحالت جر - إِنَّهُ مضاف مضاف الیہ - اِلَیْ - پکنا - پک کر تیار ہونا - اِنِّی الشَّیْءُ - یَا اِنِّی
اِنَّا وَاِنَّا - فہو اِنِّی - غِنِی کے وزن پر حَانَ وَاَدْرَکَ یعنی بلغ غایتہ او نضجہ - یعنی کھانے
کے پک کر تیار ہو جانے کو اِنِّی کہتے ہیں - غَيْرَ نَظِيرِئِنَّهُ - یعنی بغیر اس حالت کے کہ اس
کھانے کے پکنے کا (بیٹھ کر) انتظار کرنے والے ہو ۔

یہ جملہ لَا تَدْخُلُوا کا حال ہے اور اِلَّا استثنائیہ وقت اور حال دونوں پر واقع ہے تقدیر
کلام یوں ہے لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا وَقْتُ الْاُذْنِ وَلَا تَدْخُلُوهَا إِلَّا غَيْرَ
نَظِيرِئِنَّهُ - تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ تم کو کھانے
کے لئے (داخل ہونے کی) اجازت نہ دی جائے - اور نہ ہی تم ان گھروں میں داخل ہو ماسوائے
اس کے کہ تمہاری حالت کھانا پکنے کے انتظار کرنے والوں کی نہ ہو ۔

مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں صرف اس وقت داخل ہو کہ جب کھانے

کے لئے تمہیں اندر بلایا جائے۔ محض کھانا پکنے کی انتظار کے لئے اندر داخل ہو کر بیٹھنے والے نہ ہو۔
 = اِذَا دُعِیْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر دُعَاءُ مصدر۔ تم بلائے گئے۔ تم پکائے گئے
 بمعنی حال تم بلائے جاؤ، تم مدعو کئے جاؤ۔

= وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ۔ مُسْتَأْنِسِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔
 مُسْتَأْنِسٌ واحد۔ اِسْتِنَسَ (استفعال) مصدر۔ دل لگانے والے۔ دلچسپی لینے والے
 لِحَدِيثٍ باتوں کے لئے۔ گپ شپ کے لئے اس کا عطف لَا تَدْخُلُوْا پر ہے اِی لَا
 تَدْخُلُوْهَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ بَعْدَ الطَّعَامِ۔ کھانے کے بعد گپ شپ میں دل لگا کر
 مت بیٹھے رہو۔

= ذَلِكُمْ۔ ذَا۔ اسم اشارہ ہے کُم حرف خطاب ہے جمع مذکر حاضر کا صیغہ۔ بمعنی یہ یہی
 یہاں مراد تمہارا یہ باتوں میں مشغول اندر ٹھہرے رہنا۔ یا اس سے مراد بلا اذن نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے گھروں میں داخل ہونا۔ کھانا پکنے کی انتظار میں بیٹھے رہنا اور کھانے کے بعد باتوں میں
 مشغول رہنا وغیرہ سبھی امور ہیں۔

= یُؤْذِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْذَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ ایذا دیتا ہے۔
 وہ تکلیف دیتا ہے۔

= یَسْتَحِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتَحْيَاءُ (استفعال) مصدر۔ وہ حیا کرتا ہے۔
 وہ شرم کرتا ہے۔

ای لیستحی من اخراجکم بان یقول لکم اخرجوا۔ یعنی زبان سے کہہ کر
 کہ باہر چلے جاؤ۔ اس طرح تمہیں باہر کرنے سے حیا کرتا ہے۔

= سَأَلْتُمُوهُنَّ۔ سَأَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔
 وَاَوَّاشِبَاعُ کاہے تم نے ان عورتوں سے سوال کیا (جب) تم ان عورتوں سے مانگو۔ هُنَّ
 ضمیر نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ یعنی جب تم ازواج بنی علیہ الصلوٰۃ و
 السلام سے کوئی چیز مانگو۔

= وَرَآءُ۔ وَرَآءُ مصدر ہے اور کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے:-

۱۔ پیچھے یا بعد۔ مثلاً ذَا اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیْ مِنْ وَرَآءِ اِنِّیْ (۱۹: ۵) اور میں اپنے بعد
 یا اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں۔

۲۔ آگے، پیچھے، ہر طرف، مثلاً وَاللّٰهُ مِنْ وَرَآئِهِمْ مُحِیْطٌ (۸۵: ۲) اور اللہ تعالیٰ

ان کے آگے پیچھے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۳۔ علاوہ۔ مثلاً قَالُوا لَتُؤْمِنُنَّ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ لَنُكْفِرُونَّ بِمَا وَرَأَىٰ آءَا (۹۱:۲) وہ کہتے ہیں ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل ہوا ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے یہ انکار کرتے ہیں۔

۴۔ آگے۔ سامنے۔ مثلاً وَمِنْ وَرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ۔ (۱۰:۴۵) ان کے آگے جہنم ہے یا مِنْ وَرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (۱۰۱:۳۳) اور ان کے آگے ایک آرہے دوبارہ اٹھا جانے کے وقت تک۔

یہاں اس آیت میں مراد پیچھے ہے۔ مِنْ وَرَآئِهِ حِجَابٌ پردہ کے پیچھے سے۔

= اَطْهَرُ۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَهَارَةٌ مصدر
= مَا كَانَ لَكُمْ نہیں ہے صحیح تمہارے لئے۔ یعنی تمہارے لئے یہ جائز نہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا۔

= اَنْ تُوْذُوْا۔ کہ تم ستاؤ یا اذیت پہنچاؤ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔
= ذَلِكُمْ۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے اور آپ کے بعد ازواج النبی سے نکاح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

= عَظِيْمًا۔ کَانَ کی خبر ہے۔ عِنْدَ اللّٰهِ متعلق خبر۔ عَظِيْمًا۔ اِیْ ذَنْبًا عَظِيْمًا۔
گناہ عظیم۔

۵۴: ۳۳ = تُبْذَرُ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءً (اِفْعَالٌ)
مصدر۔ (اگر تم کسی شے کو مٹا کر دو۔

= تَخْفَوْهُ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب
جس کا مرجع شے ہے (خواہ) تم اس کو چھپاؤ

۵۵: ۳۳ = وَ لَاجِنَا حَ عَلِيْهِنَّ فِيْ اَبَائِهِنَّ۔ لَا اِنَّهِنَّ عَلِيْهِنَّ فِيْ تَرْكِ الْجَبَابِ
مِنْ اَبَائِهِنَّ۔ یعنی باپ بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے کے لئے منہ سے نکال دینا
لوندیاں بلا حجاب آجاسکتی ہیں۔

= نِسَائِهِنَّ ان کی (شریک دین) عورتیں۔ عام مسلمان عورتیں۔

= اِلْقَيْنِ۔ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ (اتقاء، افتعال) مصدر۔ وَقِيْ مَا دَه۔ تم عورتیں
ڈرتی رہو۔ پرہیزگار بنی رہو۔ خطاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے غیبت سے خطاب

کی طرف التفات تقویٰ کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے ۔

= شہید اکان کی خبر ہے ۔ گواہ ، شاہد ۔ نگران ۔

۵۶:۳۳ = یُصَلُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب صَلَّی لُیَصَلِّی (تفعیل) مصدر

وہ درود بھیجتے ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۴۳:۳۳ -

= سَلِّمُوا تَسْلِيمًا - سَلِّمُوا امر کا صغیر جمع مذکر حاضر تَسْلِيمًا (تفعیل) مصدر سے

تَسْلِيمًا مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے ۔

ای قولوا السلام علیک ایہا النبی ۔ جب علی کے صلہ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کا مطلب سلام کرنا یا سلام بھیجنا ہوتا ہے ۔

السَّلَامُ وَالسَّلَامَةُ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنے کے ہیں ۔ اور جب السلام بطور یکے از اسماء الحسنی استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو عیوب و آفات مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے :

سَلَامٌ مَعْنٰی سَلَامٌ اَمَانٌ

= یُؤْذُونَ - مضارع جمع مذکر غائب ، وہ ایذا دیتے ہیں

۱) یُؤْذُونَ اللہ وہ اللہ کو ایذا پہنچاتے ہیں ۔ کفر و عصیان کے ارتکاب سے یا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں ید اللہ مَغْلُوبَةٌ (۶۴:۵) اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے الْمَسِيحُ ابْنُ اللہ (۳۰:۹) حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں ۔ یا الْمَلِئْکَةُ بَنَاتُ اللہ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیَجْعَلُونَ لِلّٰہِ الْبَنَاتِ (۵۷:۱۶) اور اللہ تعالیٰ کے لئے انہوں نے بیٹیاں قرار دے رکھی ہیں (روایت ہے کہ قریش کے قبائل بنی خزاعہ اور بنی کنانہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے ۔ وغیرہ ۔

۲) دَ (لِیُؤْذُونَ) رَسُولَهُ ۔ وہ اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ۔ مثلاً ۔ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا ۱) اَمْ یَقُولُونَ شَاعِرٌ تَتَرَبَّصُّ بِہِ رَایِبَ الْمُنُونِ (۳۰:۵۲) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے بارہ میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں ۔

۲) فَذَکِرْنَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِکَافٍ وَلَکَ مَجْنُونٌ (۲۹:۵۲) تو (اے پیغمبر) آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاف ہیں اور نہ مجنون (دیوانے) وغیرہ ۔

= عَذَابًا مُّهِينًا - موصوف و صفت رسوا کن عذاب ، ذلیل کر دینے والا عذاب ،

نصب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔

فائدہ ۵ اللہ کو اذیت پہنچانے کے یہ بھی معنی ہیں کہ ایسا فعل کرنا جو اسے ناپسند ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں مراد صرف رسول کو ایذا پہنچانا ہو اور اللہ کا لفظ کمال اتحاد کو ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے یعنی مقصود کلام ایذا رسول ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ عطف رسول کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے۔

۳۳: ۵۸ = بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا۔ باء حرف جر ما موصولہ ہے۔ اِكْتَسَبُوا صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب یہاں مومنین و مومنات کے لئے آیا ہے۔ اِكْتَسَبَ وَكَسَبَ دونوں کَسَبَ سے مشتق ہیں۔ پہلا باب افتعال سے (اِكْتَسَبَ) مصدر اور دوسرا باب ضرب سے کَسَبَ مصدر۔ دونوں معنی کمانا۔ حاصل کرنا۔ فائدہ میں پانا کے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ کسب سے مراد جو فعل خیر یا جلب نفع کے قبیل سے ہو اور اِكْتَسَبَ سے مراد ہر وہ نفع ہے جو انسان اپنی ذات کے لئے حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس کا حصول اس کے لئے جائز ہو۔

اول الذکر میں کامیابی و ناکامی کی صورت میں کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور مؤخر الذکر میں ناکامی کی صورت میں دبا ل کرنے والے پر ہوگا۔

بعض کے نزدیک کسب اچھے فعل کے لئے اور اِكْتَسَبَ فعل مذہوم کے لئے ہے لیکن قرآن مجید میں دونوں طرح کے کام انجام دینے کے لئے باب افتعال سے استعمال ہوا ہے۔

باب افتعال کے خواص میں سے ایک خاصیت تَصَرُّفٌ ہے یعنی تحصیل ما خذ میں کوشش کرنا۔ مثلاً اِكْتَسَبَ الْعِلْمَ۔ اس نے کوشش سے علم حاصل کیا۔ یعنی تحصیل علم میں اس کے ارادہ و قدرت کو بھی دخل ہے۔ لہذا نیک کام خواہ بلا ارادہ و قدرت کیا جائے موجب ثواب؛ لیکن فعل مذہوم صرف اس صورت میں موجب سزا ہوگا جب اس کی انجام دہی میں ارادہ و قدرت کو بھی دخل ہو۔ اسی طرح آیت لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۲۸۶: ۲) کے معنی ہوں گے ہر نفس جو اچھے کام کرے (ارادہ یا غیر ارادی طور پر) اس کا اُس کو ثواب ملے گا اور ہر نفس جو بُرا کام (ارادہ اور کوشش کر کے) کرے گا۔ اس کا مال اس کے خلاف ہوگا!

آیت ہذا میں مَا اكْتَسَبُوا کے معنی ہوں گے وہ فعل جو انہوں نے کوشش سے ارادہ کیا ہو۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ اور جو لوگ مومنین اور مومنات کو ایذا دیتے

ہیں بغیر ان کے کسی ایسے فعل کے ارتکاب کے جو انہوں نے ارادۂ کیا ہو اور جس کی وجہ سے وہ اس انداز کے مستحق ہو گئے ہوں۔

== اِحْتَمَلُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب احتمال (افتعال) مصدر۔

انہوں نے اٹھایا۔ انہوں نے اپنے سر لیا۔

== بُهْتَانًا۔ بَهْتٌ يَبْهَتُ۔ باب فتح کا مصدر ہے۔ منصوب بوجہ ضمیر فاعل اِحْتَمَلُوا کا مفعول ہونے کے ہے۔ کسی پر بہتان لگانا۔

بَهْتٌ يَبْهَتُ (باب سمع) حیران و ششدر رہ جانا۔ بہکا بہکا رہ جانا یا کر دینا۔ مثلاً فَبَهْتِ الَّذِي كَفَرَ (۲۵۸:۲) (یہ سن کر) وہ کافر حیران رہ گیا۔ بہتان ای الکذب الذی یبہت الشخص لفظاً عتہ ایسا جھوٹ جو اپنی قباحت سے سننے والے کو ہکا بکا کر دے۔

اِحْتَمَلُوا بُهْتَانًا وہ بہتان کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ اٹھاتے ہیں۔

== وَ اِلْمَا مُبِينًا۔ واو عاطفہ ہے اِلْمَا مُبِينًا موصوف و صفت مل کر بُهْتَانًا کا مفعول اور ظاہر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

۳۳: ۵۹ = يَدْ نَيْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اِذْنًا (افعال) مصدر دنو مادہ وہ نیچے کر لیا کریں۔

دَلَّ يَدْلُو اِذْنًا۔ باب نصر فعل لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قریب ہونا یا قریب کرنا۔ نیچا ہونا یا نیچا کرنا۔ اِذْنًا قریب تر۔ کم تر۔ اور اس سے مؤنث دینا۔

== جَلَا يَجْلُو۔ مضارع مضارع الیہ جَلَا بیب جلباب کی جمع ہے بڑی چادریں جو قبض یا کرتے کے اوپر اوڑھی جاتی ہیں۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع اِذْوَاجُک و بَنَاتُک و لَسَاءُ الْمُؤْمِنِینَ ہے

== اِذْنًا۔ نزدیک تر، قریب تر۔ (اوپر ملاحظہ ہو،

== اَنْ يُعْرِفَنَّ۔ میں اَنْ مصدر یہ ہے يُعْرِفَنَّ مضارع مجہول جمع مؤنث غائب۔

عِرْفَانُ (باب ضرب) سے مصدر کہ وہ پہچانی جائیں۔ پہچانی جاسکیں۔ کہ ان کی شناخت ہو جائے۔

== لَا يُؤْذِنَنَّ۔ مضارع منفی مجہول جمع مؤنث غائب۔ اِذْنًا (افعال) مصدر

ان کو انداز نہ دی جائے۔

== غَضُوْرًا (مبالغہ کا صیغہ) بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِيْمًا (بروزن فعل) مبالغہ کا صیغہ ہے رَحْمَةً مصدر۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ منصوب بوجہ خیر کَانَ کے۔

۶۰:۳۳ = لَئِنْ - اس میں لام نازدہ ہے اِنْ حرف شرط ہے۔ اگر

== لَمْ يَنْتَه مَضَارِعُ نَفْيِ جَدْبَلَمْ واحد مذکر غائب (افتعال) مصدر۔ يَنْتَه اصل میں يَنْتَهِي تھا لَمْ کے عمل سے سی گر گئی۔ وہ نہیں رُکا۔ وہ باز نہ آیا۔ یہاں آیت میں جمع کے لئے آیا ہے۔ وہ نہ کے۔ وہ باز نہ آئے۔ نہی ماڈہ (ناقض یائی)

لَئِنْ لَمْ يَنْتَه الْمُتَفِقُونَ۔ اگر منافقین (اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے۔

== وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ وَاَوْ حَرْفِ عطف ہے۔ الَّذِيْنَ کا عطف

الْمُتَفِقُونَ پر ہے مَرَضٌ قلب سے مراد وہ ہیں جن کا ایمان کمزور ہے۔

== وَالْمَرْجِفُونَ اس کا عطف بھی المنافقون پر ہے اس کا واحد المرحف ہے الزَّ

مصدر (باب نصر) کے معنی اضطراب شدید ہے۔ اور مرجفت الارض کے معنی زمین میں زلزلہ

آنے کے ہیں بَخْرٌ رِجَافٌ متلاطم سمندر قرآن مجید میں ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ

(۱۲:۷۳) جب کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے!

الار جاف (باب افعال) تھوٹی افواہ پھیلا کر یا کسی کام کے ذریعے اضطراب پھیلانا ہے

الار جاف اى اشاعة الكذب والباطل۔

المرحفون - اسم فاعل جمع مذکر۔ تھوٹی افواہیں پھیلانے والے۔

== لَنْغَرِيْنِكَ۔ لام تاکید کا ہے نَغْرِيْنٌ فعل مضارع بانون ثقیلہ تاکید صیغہ جمع متکلم۔

اَعْوَاءُ (افعال) مصدر۔ اغوی ب مسلط کرنا۔ سردار بنانا لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم

تجھ کو ضرور (ان پر) مسلط کر دیں گے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

== ثُمَّ (پھر) حرف عطف ہے۔ ما قبل سے مابعد کے متاثر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ

یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یہاں ترتیب کا فائدہ دیتا ہے یعنی نہ صرف ہم آپ کو ان پر

مسلط کر دیں گے بلکہ مزید برآں یہ لوگ مدینہ میں بس قدر قلیل رہنے پائیں گے!

== لَا يُجَادِرُ وَنَكَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مجاورۃ (مفاعلة) مصدر

پڑوس میں رہنا۔ جَادِرٌ پڑوسی۔ جَوَادٌ پڑوس۔ لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تمہارے

پڑوس (یعنی مدینہ) میں نہیں رہیں گے۔

== قَلِيْلًا۔ کم، تھوڑا۔ قَلِيْلٌ، قَلِيْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی یہاں دو

صورتیں ہیں۔

۱، ضمیر فاعل یجاورون کا حال ہے۔ ای لا یجاورونک الا فی حال قلة۔ وہ صرف اقلیت کی حالت میں رہیں گے۔

۲، یہ وقت محذوف کی صفت ہے ای لا یجاورونک الا وقتاً قلیلاً وہ صرف قلیل عرصہ رہیں گے اس کے بعد ان کو یہاں سے نکال دیا جائے گا۔

۳۱۱۳۳ = مَلْعُونَيْنِ۔ اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصب مَلْعُونٌ واحد۔ لعنت کئے ہوئے۔ پھٹکائے ہوئے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱، اگر ملعونین پر وقف کیا جائے تو یہ جملہ سابقہ کے ساتھ ہوگا۔ اس صورت میں یہ ضمیر فاعل لا یجاورونک کا حال ہے یعنی وہ جو وقت یا مدت بھی آپ کے پُرس میں رہیں گے ملعونین کی حالت میں رہیں گے ہر طرف سے ہر وقت ان پر پھٹکار ہوگی!

۲، اگر قلیلاً پر وقف کیا جائے گا تو ملعونین اگلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا۔ اس صورت میں یہ اَیْنَتَ مَا تَقِفُوا کی ضمیر ھُذ سے حال ہوگا۔ جہاں بھی پائے جائیں گے وہ مورد لعن و پھٹکار ہوں گے!

= اَیْنَمَا۔ اَیْن شرطیہ ہے اور مَا موصولہ ہے جہاں کہیں۔

= تَقِفُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب تَقَفٌ پالینا۔ وہ پائے گئے (جہاں کہیں) وہ ملیں یہاں مستقبل کے معنی میں ہے جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے!

= اُخْذُوا۔ وہ پکڑے جائیں گے۔ وَ قَتَلُوا اور مار ڈالے جائیں گے۔

تَقْتِیلًا۔ مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے۔

۶۲:۳۳ = سَتَّۃَ اللّٰہِ مصدر مؤکدہ۔ اسی سَتَّ اللّٰہ فی الذین ینافقون الانبیاء

ان یقتلوا حیثما تقفوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور یا طریقہ جاریہ ہے ان کے لئے جنہوں نے منافقت کی انبیاء سے کہ جہاں بھی وہ پائے جائیں قتل کر دیئے جائیں۔

= خَلَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خَلَوْا (باب نصر) سے مصدر وہ پہلے ہو چکے۔ پہلے ہو گئے۔

۶۲:۳۳ = السَّاعَةِ۔ القیامۃ

= مَا یُدْرِیْکَ۔ مَا موصول استفہامیہ۔ موضع رفع میں بتدار یُدْرِیْکَ خبر۔ مضارع

واحد مذکر غائب اِذْ رَاَہُ مصدر (افعال) دَرَاہُ مادہ۔ ثلاثی مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے (مصدر۔ ذرّ ایتہ اِذْ رَاَہُ تبتلانا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر تجھے کون بتلائے

تجھے کون چیز اطلاع دے۔ یعنی تجھ کو کیا معلوم ہے۔ تجھے کوئی چیز نہیں سمجھا سکتی۔ تو کیا جانے:
= لَعَلَّ شَايِد

= قَرِيبًا۔ اسی فی وقت قریب۔ یعنی شاید (روز قیامت) قریب الوقت ہی ہو۔ آنے ہی والا ہو۔ طرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور اس طرح کا استعمال کلام عرب میں اکثر ہے۔

۶۴:۳۳ = اَعَدَّ مَاضِيًا وَاحِدًا مَذْكُورًا غَائِبًا۔ اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔
= سَعِيرًا۔ دھکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعَرْتُ سے جس کے معنی آگ کے بھڑکانے کے ہیں۔ بروزن فاعلہ بمعنی مفعول ہے۔ آگ جو دھکائی گئی ہو۔ منصوب بوجہ مفعول کے ہے!
۶۶:۳۳ = تَقَلَّبُ مَضَارِعَ مُجْهُولٍ وَاحِدًا مَوْثُوثًا غَائِبًا۔ تَقَلَّبُ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیر کرنے اور پلٹنے کے ہیں تَقَلَّبُ وَجُوهُهُمْ ان کے چہرے الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔

= يَقُولُونَ اطْعِنَا اللَّهَ وَاَطْعِنَا الرَّسُولَ۔ وَجُوهُهُمْ فِي ضَمِيرِهِمْ مِنْ حَالٍ هِيَ
یعنی ان کے چہرے (آگ میں) الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور حال یہ ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں
اے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول کی (صلی اللہ
علیہ وسلم)

= يَلِيْتَنَّا۔ یا حرف نداء۔ کَيْتَ حرف مشبہ بالفعل (متنا کے لیے مستعمل ہوتا ہے) نَا اَم
اے کاش ہم۔

= اَطْعِنَا۔ ماضی جمع متکلم اطاعة (افعال) مصدر۔ طوع مادہ
ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی!

= الرَّسُولَ۔ میں آخر کا الف اشباع کا ہے اصل میں الرَّسُولَ تھا۔ نیز ملاحظہ ہو
الظُّنُونَا (۱۰:۳۳)

۶۷:۳۳ = سَادَتْنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے سردار۔ سَادَةُ سَيِّدٍ کی جمع ہے
ناضمیر جمع متکلم۔

= كُبَرَاءُنَا۔ مضاف مضاف الیہ کُبَرَاءُ کَبِيرٍ کی جمع ہے ناضمیر جمع متکلم۔ ہمارے
بڑے لوگ۔ یعنی ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا۔

= اَضَلُّونَا۔ ماضی جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر۔ ناضمیر جمع متکلم۔ انہوں نے
ہم کو گمراہ کیا۔

= السَّبِيلُ ای عن طریق الحق۔ صحیح راستے سے۔ آخر میں الف اشباع کا ہے جیسا کہ اوپر السُّؤْلُ میں آیا ہے یہ الف بامعنی نہیں ہے بلکہ محض اصلاح لفظ اور اشباع کے لئے آیا ہے جیسا کہ بعض اشعار کے آخر میں ہوا کرتا ہے۔

۳۳: ۶۸ = اَتَتْهُمْ اِيتَاءُ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دے۔

= ضَعْفَيْنِ۔ ضِعْفُ کا تثنیہ۔ دو گنا۔ دو چند۔

= اِلَعْنَهُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (لَعْنٌ) سے باب فتح۔ تو ان پر لعنت بھیج۔

= لَعْنًا كَبِيرًا۔ موصوف و صفت۔ بڑی لعنت۔ لَعْنٌ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۳۳: ۶۹ = لَا تَكُونُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔

= اَذُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِذَّاءُ (افعال) مصدر انہوں نے ستایا۔ انہوں نے اذیت دی۔

= فَتَبَرَّأَ۔ تَبَرَّأُ تَبَرُّیَّةً (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰ (علیہ السلام) ہے

= كَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا۔ ای کان موسیٰ..... وَجِيهًا منصوب بوجہ خبر کان ہے وَجِيهًا صیغہ صفت ہے وَجَاهَةٌ مصدر سے۔ قدر و منزلت والا۔ وجاہت والا۔

۳۳: ۷۰ = قَوْلًا سَدِيدًا۔ موصوف و صفت سچی بات، درست بات، ٹھکانہ کی بات۔

سَدِيدٌ بر وزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَدَدٌ سَهْمَةٌ تیر کو نشانہ پر لگایا۔ تیر کو سیدھا بدن پر پھینکا۔ کہ اپنے نشانہ سے ادھر ادھر نہ جائے۔ اور کہتے ہیں هُوَ لَسَدٌ فِیْ قَوْلِهِ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے اور قُلْتُ لَهُ سَدَدًا مِنَ الْقَوْلِ وَ سَدَدًا میں نے اس کے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔

۳۳: ۷۱ = یُصْلِحْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ وہ

درست کر دے گا۔ وہ قبول کر لے گا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اوپر آیا ہے اَتَقُوا

اللہ) مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ تم اللہ سے ڈرو اور درستی اختیار کرو۔ تمہارے اعمال

درست کرنے کا یا قبول کر لے گا۔

= یَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ (تمہارے گناہ) معاف کر دیا

== فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۖ فَازَ ماضی واحد مذکر غائب فَوْزٌ مصدر۔ وہ کامیاب ہوا۔ اس نے کامیابی حاصل کر لی۔ اس نے اپنا انتہائی مقصد پالیا۔ اس نے فتح پائی۔ عَظِيمًا فَوْزًا کی صفت ہے بہت بڑی کامیابی۔

۳۳:۲۲۔ عَوَضْنَا۔ ماضی جمع مستکلم۔ ہم نے پیش کیا۔

== اَلْاَمَانَةُ۔ اَلْاَمْنُ کے اصل معنی نفس کے مطمئن ہونے کے ہیں۔ اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ اَمَانٌ یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور اَمَانٌ کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے یہاں الامانة سے مراد بار امانت ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں حَمَلَ اَلْاَمَانَةَ یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کر دیا اور اس کا بوجھ اٹھالیا۔

== اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ اَشْفَقْنَ ماضی صیغہ جمع مَوْت غائب ہے (سَمَوَاتِ دَالِ اَرْضِ وَالْجِبَالِ کے لئے آیا ہے۔ اَشْفَقَ (افعال) مصدر۔ الا شفاق اصل میں کسی کی خیر خواہی کے ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کے ہیں۔ جب یہ فعل حرف من کے واسطے سے متعدی ہوتا تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے مثلاً اَشْفَقُوا مِنْهَا (۲۲:۱۸) وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ وہ (آسمان اور زمین اور پہاڑ اس (کا بوجھ اٹھانے) سے ڈر گئے۔

== ظَلَوْا مَا۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا اور ای وضع الشئ فی غیر محلہ (ظلم) فعل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا ظالم۔ نہایت ستمگار، بڑا بے انصاف، بڑا بے باک، بڑا بے ترس۔ ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے مثلاً کفر و شرک وغیرہ جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّ الشُّرَكَاءَ لَظُلُمٌ عَظِيمٌ۔ (۱۳:۳۱) بے شک شرک بہت بھاری ظلم ہے۔

۲۔ وہ ظلم جو انسان ایک دوسرے پر کرتا ہے مثلاً اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ (۴۲:۴۲) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

۳۔ وہ ظلم جو انسان خود اپنے آپ پر کرتا ہے مثلاً فرمایا۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

== جَهَنَّمُ الْجَهَنَّمُ جہالت و نادانی۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ انسان کے ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں

۲۔ کسی چیز کا خلاف و اضع

(۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔

جاہل کا لفظ عموماً بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بطور مذمت نہیں آتا۔ مثلاً یحسبہم الجاہل اغنیاء من التعفف (۲: ۲۷۳) کہ ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

جَهْلُول - بر وزن فعول بالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا جاہل۔ بڑا نادان۔

== اَلْاِنْسَانُ - سے مراد جنس انسانی ہے۔

لفظی طور پر آیت کا ترجمہ ہو گا:- ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ سو انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک یہ (انسان) ظلوم و جہول ہے۔

لیکن اس کو سمجھنے کے لئے صاحب صیغہ التفسیر ان کی وضاحت بہت مفید ہو گی۔

فرماتے ہیں کہ:-

اہل لغت کی بیان کردہ تفسیر کے بعد اب علمائے کرام کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے! ان کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاقیات اور ہر قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ ہم تمہیں اختیار و ارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار و آزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہو۔ انہوں نے اعترافِ عجز کرتے ہوئے معذرت کر دی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا یہ بوجھ گراں، ہم اس کے اٹھانے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اطاعت کے ثواب کی امید سے، عیاں و نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ زیادہ ہے۔

ہم تیرے مسخر اور پابند حکم رہ کر تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے اختیار و ارادہ کی آزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔ اب یہی چیز جب انسان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اپنی ناتوانیوں اور کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی حامی بھر لی۔ اور اس بار گراں کو اٹھا کر اپنے آپ کو آزمائش و ابتلا میں ڈال دیا۔ اور اس نے کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔

اس سے انسان کی مذمت مفسود نہیں بلکہ بیان واقع کے طور پر اِنَّہ كَانَ ظَلُومًا

جَهْلُولاً فرمایا۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے بڑی پیاری بات فرمائی ہے:-

”شیخ جنید فرمود کہ نظر آدم بر عرض حق بودن بر امانت ر لذت عرض ثقل امانت را
بر و فراموش گردانید لاجرم لطف ربانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتن از تو و نگاہ داشتن
از من ! یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم پر پیش فرمائی تو آپ کی نظر اس وقت
امانت اور ثقل پر نہ تھی بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور اس کے پیش فرمانے میں جو
لذت و سرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کر دیا“

یعنی حضرت جنید رحمہ فرماتے ہیں یقیناً لطف ربانی نے آدم کی اس نیازمندی اور ہمت سے خوش
ہو کر فرمایا کہ اے آدم ! اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے !
اہل لغت اور موفیانے کرام کی تشریح و توضیح اسی تفسیر ضیاء القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔
۳۳: ۷۳ = لِيُعَذِّبَ اللَّهُ مَن لَّمْ يَلْعَلْ وَعَاقِبَتُكَ هِيَ - يُعَذِّبُ مَضَارِعًا وَاحِدَةً كَرَفَاتٍ
منصوب بوجہ عمل لام تعلیل - تاکہ عذاب دیوے اللہ تعالیٰ -

مطلب یہ کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کرنے سے دو صورتیں سامنے
آگئیں۔ ۱۔ جو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برا کما حقہ نہ ہو سکے۔ اور شرک و نفاق کے مرتکب ہوئے
وہ مستوجب سزا ہو گئے (۲) اور جو اس ابتلا میں قائم رہے اور ایمان و یقین سے متصف ہوئے وہ
لطف و کرم الہی کے سزاوار ہوئے۔

= يَثُوبَ اللَّهُ - مَضَارِعَ منصوب واحد مذكر غائب تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ (باب نصر) سے جس
کے معنی گناہ کو احسن طریق سے ترک کرنے کے ہیں۔
اعتذار کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ عذر کنندہ سرے سے اپنے جرم کا انکار کر دے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہی نہیں
۲۔ گناہ کی وجہ جواز تلاش کر کے۔

۳۔ اعتراف جرم کر کے استغاثہ کرنے کا یقین دلائے۔

جب اس کا تعدیہ الی کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب گناہ کنندہ کا اعتراف جرم کرتے ہوئے
اس کی معافی اور آئندہ اس سے بچنے کی یقین دہانی سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ہے
اور جب تعدیہ علی سے ہو تو اللہ تعالیٰ کا جرم کنندہ پر مہربانی کرنا اور اس کی توبہ قبول کرنا مراد ہوتا ہے
= غَفُورًا رَحِيمًا۔ کات کی خبر۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے
(وہ بندوں کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی نیکیوں کو اپنی رحمت کے طفیل منزل مقصود
تک رسائی کا ذریعہ بناتا ہے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۳۴) سُورَةُ السَّاءِ مَكِّيَّةٌ (۵۸)

۳۴: ۱ = الْحَمْدُ - میں الف لام استغراق کا ہے - یعنی ہمہ نوع حمد و ثناء -

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں کہ:-

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورۃ سباء مکہ میں نازل ہوئی۔ اس قسم کی سورتیں کہ جن کے اول میں الْحَمْدُ لِلّٰہ بنے پانچ ہیں۔ ان میں سے دو نصف اول میں ہیں۔ الا لغام الکھف اور دو اخیر قرآن میں ہے ایک یہ دوسری ملائکہ پانچویں الحمد جس کو چاروں نصف اول میں شمار کرو خواہ نصف آخر میں اور ستر دراز) اس میں یہ ہے کہ خدا کی بے شمار نعمتیں دو قسم کی ہیں:-

۱:- ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے معدوم سے ہم کو موجود کر دیا۔

۲:- دوسری نعمت بقا ہے کہ ہم کو باقی رکھا۔ اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے۔

اور بندہ کی بھی دو حالتیں ہیں:-

۱:- ایک ابتداء جو اس عالم سے علاقہ رکھتی ہے،

۲:- دوم اعادہ کہ بار دیگر ہم کو زندہ کر کے وہاں کے سامان عطا کرے گا۔ پس ان پانچوں سورتوں میں

کہیں ایجاد کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور کہیں بقا کی۔ پھر کہیں اس عالم کی کہیں اُس عالم کی۔

اس سورۃ میں مافی الارض تک تو نعمت بقا کا ذکر ہے کہ جو اس عالم میں آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو پیدا کرنے میں ہے کیونکہ اگر آسمان و زمین کے اندر کی چیزیں بارش، ہوا، رزق وغیرہ نہ ہوں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

ولہ الحمد فی الآخرۃ میں آخرت کی جمیع نعمتوں کی طرف اشارہ ہے اسی رعایت سے

پہلے الحمد سے مراد الحمد فی الدنیا ہے۔

= لِلّٰہ - لَہُ مافی السموات، اور لَہُ (الْحَمْدُ) میں لام اختصاص کا ہے اور تلیک

کے لئے آئیے یعنی خاص اسی کے لئے ہے اور وہی مالک مطلق ہے۔

= الَّذِی - اللہ کی صفت ہے اِی الْحَمْدُ لِلّٰہِ هُوَ الَّذِی لَہُ مافی السموات

..... الخ وہی مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے الخ۔

۲:۳۴ = مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ - مَا مَوْصُولٌ ہے يَلِجُ مضارع صيغة واحد مذکر غائب ہے وُلُوْجُ مصدر (باب ضرب) معنی داخل ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَا يَدُ خُلُوتِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ط (۴:۴) وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے۔

جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے مثلاً پانی، اموات، تخم وغیرہ
= وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے مثلاً پانی کے چشمے۔ نباتات، معدنیات وغیرہ۔ مِنْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔
= وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے مثلاً ملائکہ، احکام الہی وغیرہ
= وَمَا يَخْرُجُ فِيهَا۔ اور جو کچھ اس میں پڑھتا ہے عُرُوجُ (باب نصر) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب پڑھتا ہے اس میں۔ مثلاً ملائکہ۔ اعمال صالحہ وارواح وغیرہ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ السماء کے لئے ہے۔

۳:۳۴ = لَا تَأْتِيْنَا مَفَارِعَ مَنْفَىٰ وَاحِدَ مَوْثِ غَائِب۔ اِتْيَانُ (باب ضرب) مصدر نا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس نہیں آئے گا۔ السَّاعَةُ الْقِيَامَةُ۔ یعنی ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔
= بَلَىٰ۔ ہاں۔ بَلَىٰ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔
۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے مثلاً زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا اِقْلُ بَلَىٰ وَ رَبِّي لَبُوعَاثُنَ (۶۴:۷) جو لوگ کافر ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔ آپ (ان سے) کہئے ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔
۲۔ اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر واقع ہو۔

(ا) خواہ یہ استفہام حقیقی ہو مثلاً اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں؟) اور جواب میں کہا جائے بَلَىٰ (ہاں یعنی ہاں کھڑا ہے)

(ب) یا استفہام توہینی ہو مثلاً اَلَيْسَ الْإِنْسَانُ أَلَّا نَجْمَعَهُ عِظَامَهُ ه بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ أَنْ نَسُوِيَ بَنَانَهُ ه (۷۵: ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ضرور (جمع کریں گے) ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں

(ج) یا استفہام تقریری ہو مثلاً اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ه شَهِدْنَا (۷۲: ۱) کیا میں

متہارار ب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے)

یہاں آیت ہذا میں نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے » کافر لوگ کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے ضرور آئے گی (قسم ہے میرے پروردگار کی جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی !

= وَرَبِّي - واؤ قسم کے لئے ہے قسم ہے میرے پروردگار کی۔ قسم کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ضمیر واحد متکلم کا مروج ذات بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ شدت قسم پر دلالت کرتی ہے

= لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَام تاکید کا ہے تَأْتِيَنَّ مضارع تاکید ہانوں ثقیلہ کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے کُذْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر ضرور آئے گی۔

= عَالِمِ الْغَيْبِ الْمُقْتَسِمِ ہے (سببی) کا بدل ہے یا اس سے عطف بیان۔ بعض کے نزدیک یہ رب کی صفت ہے اور بدیں وجہ مجرور ہے عبارت یوں ہوگی ! قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي عَالِمِ الْغَيْبِ لَتَأْتِيَنَّكُمْ -

= لَا يَعْزُبُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب عَزُوبٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپ جانا معنی ہونا۔ غائب ہونا۔ ضمیر فاعل مثقال ذرّہ کے لئے ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب عالم الغیب کے لئے ہے۔

= مِثْقَالُ ذَرَّةٍ - مضاف مضاف الیہ مثقال اسم مفرد بمعنی وزن برابر۔ ہم وزن۔ ایک ذرّہ وزن برابر، ذرّہ برابر۔ ذرّہ کے ہم وزن۔

= وَلَا اصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا اَكْبَرَ - ذَلِكَ کا اشارہ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ کی طرف ہے اصْغَرُ وَاَكْبَرُ کا عطف مثقال ذرّہ پر ہے۔

آسمانوں کی اور نہ ہی زمین کی کوئی ذرّہ برابر شے یا اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی اس (عالم الغیب) سے پوشیدہ نہیں ہے۔

= اِلَّا حَرَفُ اسْتِثْنَاءِ ہے۔ مگر

= كِتَابٌ مُّبِينٌ، موصوف و صفت واضح کتاب، مراد لوح محفوظ۔ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ مگر یہ کہ یہ سب چیزیں لوح محفوظ میں (درج) ہیں

فائدہ ۵ : تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ پورے قرآن میں صرف تین آیات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے پر اپنے

رب عظیم کی قسم کھائیں۔
۱۔ وَكَيْتَبُؤُنَاكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ أَيْ وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ
(۵۳:۱۰) اور لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں
میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے۔ اور نعم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے۔

۲۔ آیت نذا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَكُمُ
(۳:۳۴) ترجمہ اور پر ملاحظہ ہو لَا تَأْتِيَنَا کے محاذ۔
(۳) زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الخ (۶۴:۷) اور پر (۳:۳۴) بلیٰ کے محاذ
ملاحظہ فرمائیں۔

۳:۳۴ = لِيَجْزِيَ لَام تفسیل کا ہے (یہ لام عاقبت کا بھی ہو سکتا ہے) اس کا تعلق
لَتَأْتِيَنَكُمُ سے ہے کہ یہی علت ہے لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
کی۔ يَجْزِيَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جَزَاءُ سے (باب ضرب) تاکہ وہ بدلے
تاکہ وہ جزا لے۔

= كَرِيمٌ۔ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ عزت والا۔ عمدہ۔
۵:۳۴ = سَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب سَعَىٰ (باب فتح) مصدر۔ یعنی کام کرنا۔ چلنا
دوڑنا۔ مشی سریع۔ تیز روی۔ یعنی حال وہ دوڑتے ہیں۔ یعنی کوشش کرتے ہیں۔
= مُعْجِزِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد۔ مُعَاجِزَةٌ (مفاعلة) مصدر
مقابلہ کر کے آنے حریف کو عاجز کر دینا۔ ہرا دینا۔

سَعَوْا فِيْ اٰيٰتِنَا مُعْجِزِينَ (جو لوگ) ہماری آیات کے بارہ میں (ہیں) ہرانے کی
کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ
(۲:۹) اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکو گے۔

بڑھیا کو عَجُوزٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی
= رَجُزٌ عقوبت، عذاب، بلا، سزا۔ الرَّجُزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں محاورہ
ہے اَرْتَجِزَتِ السَّمَاءُ بِالرَّعْدِ آسمان بجلی کی کڑک سے کانپ اٹھا اور کہتے ہیں رَعْدٌ
موتِ تجز۔ کپکپا دینے والی، لرزادینے والی گرج۔ پس رَجُزٌ وہ عذاب کہ جن پر اترے وہ اس
کی سختی سے کانپ اٹھیں۔

عَذَابٌ أَلِيمٌ مِنْ رَجُزٍ، دردناک عذاب کہ معقوب اس کی سختی سے

کانپ اٹھے۔

۹:۳۴ = وَبَرَى الَّذِينَ أَذْنُوا الْعِلْمَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ - بَرَى فعل الْبَرِيَّةِ أَذْنُوا الْعِلْمَ فاعل الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ مفعول اول هُوَ ضمير الفصل الْحَقُّ مفعول ثانی۔

أَذْنُوا الْعِلْمَ وہ جن کو علم دیا گیا۔ مراد اس سے یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل علم ہیں یا اہل کتاب کے علماء میں سے جو مشرف باسلام ہوتے مثلاً عبداللہ بن سلام و کعب وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

ترجمہ :- جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے۔

= يَهْدِي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكَرٌ غَائِبٌ هِدَايَةٌ (باب ضرب) سے وہ ہدایت کرتا ہے ضمیر فاعل الذی انزل کی ضمیر ہے اسی القرآن۔

= أَلْعَزِيزُ (فعلیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ) غالب، زبردست، قوی۔ گرامی قدر۔

الْحَمِيدُ (حَمْدُ سے فعلیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مفعول) ستودہ، صفت کیا ہوا۔ محمود۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں بوجہ مناسبت الیہ ہونے کے مجرور ہیں ۳۴:۷ = نَذَلْكُمْ - نَذَلْ مَضَارِعَ کا صیغہ جمع متکلم دلالت (باب نصر) مصدر۔ پتہ دنیا راہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ دَلِيلٌ۔ راہ راہنما۔

كُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کیا) ہم تمہیں پتہ دیں۔ یہ مخاطبین کفار قریش میں ہی تھے۔ وہ تعجب یا استہزاء کی وجہ سے ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر یہ کلمات کہتے تھے قالوا مخاطبا بعضهم لبعض على جهة التعجب والاستهزاء

= يُنَبِّئُكُمْ - يُنَبِّئُ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَنْبِيْءٌ (تفعیل) بتانا۔ خبر دینا۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر یُنَبِّئُ میں ضمیر فاعل رجل کی طرف راجع ہے وہ تمہیں بتاتا ہے۔

ن ب و مادہ۔

= مُزَقَّتُمْ - ماضی مجہول جمع مذکر حاضر - تَمَزَّقَ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو بھاڑ بھاڑ کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دینا۔ مُزَقَّتِ اس کا وزن اسم مفعول کا ہے لیکن یہ مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے آیا ہے کُلُّ سے تشدید مزید مراد ہے۔

یعنی جب تم بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے۔

۸:۳۴ = اَفْتَرَىٰ اَصْل میں اُفْتَرَىٰ تھا۔ پہلا ہمزہ استفہامیہ ہے دوسرا ہمزہ وصل ہے دو ہمزے جمع ہوئے تو ہمزہ وصل تخفیف کے لئے حذف ہو گیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِفْتَرَأُ (افعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اس کا ترجمہ دوسرے ہو سکتا ہے۔

۱۰:۲۱ = یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اَمْ بِهٖ جَنَّةٌ یَّا اے جنون ہے جَنَّةٌ جنون۔ دیوانگی۔ سودا، رَجَنٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کے حواس چھپ جانے کے ہیں۔ جَنَّتْ یَجُنُّ جُنٌّ (باب نصر) اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپا لیا جَنَّةٌ (جنت) بھی اسی سے مشتق ہے۔ درختوں والا ہرہ باغ جس کے درخت زمین کو چھپا لیں جنت کہلاتا ہے۔

۱۱:۱۰ = بَلْ حَرْفِ اَصْرَابِ ہے یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اور اے جنون یہ غلط ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے گمراہ ہیں اور عذاب بھگتیں گے۔ = فِی الْعَذَابِ۔ اِیْ عَذَابًا فِی الْعَذَابِ الضَّلَّ الْبَعِیدَ۔ اِیْ الْیَوْمَ فِی الضَّلَالِ الْبَعِیدَ یعنی کل قیامت کو عذاب الہی میں مبتلا ہوں گے اور آج دور تک گمراہی میں پلے گئے ہیں۔

۱۲:۳۳ = اَفَلَمْ یَرَوْا ف حرف عطف ہے ہمزہ استفہامیہ ہے عموماً حروف استفہام (کیف، این، اُنّی، هَلْ، اِی، ما، وغیرہ) حرف عطف کے بعد واقع ہوتے ہیں لیکن ہمزہ حرف عطف پر اس امر سے آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔

تو کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے۔

۱۳:۱۰ = مِنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔ مِنْ تَبَعِیضِهِ۔ آسمان اور زمین میں سے جو ان کے اپنے آگے اور اپنے پیچھے ہے کیا یہ اس کو نہیں دیکھتے (جو اپنی جسامت و وسعت کے لحاظ سے ان کے دل کو قدرت الہی کی عظمت کے دلائل سے لبریز کر دینے کے لئے کافی ہیں) جو ایسے اجسامِ عظیمہ کا ابتداء پیدا کرنے والا ہے کیا وہ اجسامِ صغیرہ کی خلق ثانی پر قادر نہیں؟ = اِنْ نَّشَأْ۔ اِنْ شَرَطِیْہِہُ نَشَأَ مضارع کا صیغہ جمع معکوم ہے مَشِئَۃٌ مصدر مضارع

مجزوم بوجہ عمل اُن کے ہے۔ اگر ہم چاہیں۔۔۔۔۔

== نَخِيفُ ب مزارع مجزوم بوجہ عمل اُن جمع مکمل خَسَفَ مصدر (باب ضرب) ہم دھنسا دیں۔ ہنہ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اول اَلْأَرْضَ مفعول ثانی۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں۔

خَسُوفٌ چاند گرہن۔ خَسَفَ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی۔

== اَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ۔ اَوْ حرف عطف۔ نُسْقِطُ کا عطف نَخِيفُ پر ہے اور یہ بھی اُن کے عمل میں مزارع مجزوم بصیغہ جمع مکمل ہے یا ہم ان پر گرا دیں۔

== كَسَفًا۔ كِسْفَةً کی جمع اَلْكَسَافُ وَ كَسُوفٌ جمع الجمع ٹکڑے۔ كَسُوفٌ سورج گرہن كَسَفَ فعل متعدی لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

== مُنِيبٌ اسم فاعل واحد مذکر اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ اِنَابَةٌ رباب افعال مصدر تَوْبٌ مادہ (باب نصر) سے۔ کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ تَوْبَةٌ حاصل مصدر۔ باری۔

۱۰:۳۴ = اَتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا۔ اَتَيْنَا۔ ہم نے دیا۔ فعل۔ دَاوُدَ مفعول اول مِنَّا حال ہے فَضْلًا مفعول ثانی۔ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت بخشی " فَضْلًا صیغہ نکرہ الہبار عظمت کے لئے ہے۔

= يَجِبَالُ۔ یہ فَضْلًا کا بدل ہے اِی قُلْنَا يَا جِبَالُ۔

= اَوْ لِیْ۔ فعل امر واحد مونث حاضر تَاوِنِیْ (تفعیل) مصدر۔ تو رجوع کر۔ تو لوٹ یعنی اے پہاڑو! تم بھی ان کے ساتھ مل کر تسبیح کرو۔

یہاں اَوْ لِیْ۔ بمعنی سَبِّحْیْ ہے تو تسبیح کرا

= وَالطَّيْرِ۔ الطَّيْرُ منصوب یا تو فعل مفرہ کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔

اس صورت میں تقدیر کلام ہے وَ سَخَّرْنَا لَهُ الطَّيْرَ۔ اور ہم نے پرندوں کو بھی (الطیر جنس کے لئے ہے) اس کی تسخیر میں کر دیا کہ وہ بھی پہاڑوں کے ساتھ مل کر حضرت داؤد کے ہمراہ تسبیح کریں یا اس کا عطف فَضْلًا پر ہے اور پرندوں کا ماتحت کر دینا بھی فضیلت میں سے ہے

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ

وَالِدِ شَرَاقِطُ وَالطَّيْرِ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ اَوَايٌ ه (۳۸: ۱۸-۱۹) ہم نے پہاڑوں کو ان کے مطیع کر دیا تھا۔ کہ شام اور صبح ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں

کو بھی (ان کے مطیع کر دیا تھا) جو اس کے ہاں (تسبیح کے لئے) اکٹھے ہو جاتے تھے۔
اور جگہ ہے وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ (۴۹:۲۱)
اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ اور پرندے تسبیح کیا کریں۔
مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ صاف ظاہر ہے کہ پہاڑ اور پرندے ایک ہی حکم کے تحت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے پر مامور کر دیئے گئے تھے۔

پہاڑوں کی تسبیح سے ان کی صدائے بازگشت یا وہ عام تسبیح مراد نہیں جو
فائدہ ۵ : ہر چیز اپنی اپنی زبان حال و قال سے کرتی رہتی ہے مراد نہیں۔ ورنہ حضرت
داؤد علیہ السلام پر فضل و انعام کے سلسلہ میں بیان کرنا کیا اہمیت رکھتا ہے۔

وَالنَّاسُ مَا صَنِيَ جَمْعٌ مُتَكَمِّلٌ۔ اِلَانَّةُ وَاِلِيَانُ (افعال) مصدر جس کے معنی ہیں نرم کر دینا۔
لین مادہ۔ اَلَا تَلْقَوْنَ جَنَاحَهُ اس نے لوگوں سے نرم کرنا دیا۔
النَّاسُ۔ ہم نے نرم کر دیا۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اَوَّلُ یہ کہ لوہا ان کا ہاتھ لگنے سے نرم ہو جاتا تھا۔ دوم یہ کہ ان کو لوہا بگھلانے کا فن سکھا
دیا گیا ہو۔

لَا تَلْقَوْنَ يَلِينُ (باب ضرب) سے یہ فعل لازم بھی آیا ہے بمعنی نرم ہونا۔ مثلاً فِيمَا
مَرَحِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (۱۵۹:۳) مگر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سبب ہے کہ
آپ ان کے ساتھ نرم ہے۔

۱۱:۳۴ = اِنْ اَعْمَلْ۔ میں ان مصدر یہ ہے ای الناله الحدید لعمل سالبغا
(کشادہ زرہیں بنانے کے لئے ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا۔

= سَلَبَغْتُ اصل میں سَبَغَ يَسْبِغُ (باب نصر) سَبُوغٌ مصدر۔ سے اسم فاعل جمع
مؤنث کا صیغہ ہے سَالِبَغَةٌ واحد اور یہاں موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی درو عا
سالبغات۔ کشادہ زرہیں۔ لیکن سالبغة بمعنی کشادہ زرہ کے کثرت استعمال سے موصوف کو
بیان کرنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ لہذا سَلَبَغْتُ (بلا موصوف) بمعنی کشادہ زرہیں مستعمل ہے !
جیسے البطح وادی کے کشادہ ہونے کو کہتے ہیں لیکن استعمال عام میں کشادہ وادی کے معنوں میں
ہی مستعمل ہے۔

= قَدَرْنَا۔ فعل امر واحد مذكر حاضر تَقْدِيرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ مناسب اندازہ کے ساتھ

بناؤ۔ کڑیوں کو حساب کے ساتھ بناؤ اور جوڑو۔

= اِعْمَلُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر عَمَلٌ مصدر۔ تم کام کرو۔

یہاں خطاب حضرت داؤد اور آل داؤد علیہ السلام سے ہے اس لئے جمع کا صیغہ آیا ہے
۱۲:۳۴ = وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ۔ واؤ حرف عطف ہے لِسُلَيْمَانَ کا عطف النَّالَةُ
الْحَدِيدَ کے لئے ہے اور الرِّيحُ کا عطف الْحَدِيدِ پر ہے۔ الَانَةُ الرِّيحِ بمعنی
تسخیر وہا۔ (سُلَيْمَانَ بوجہ عِلْمِ وَالْف نون زائد تان کے غیر منصرف ہے) اور ہم نے
مسخر کردی سلیمان کے لئے ہوا۔

= عُدُّوْهَا۔ مضاف مضاف الیہ عُدُّوْ وَغَدَاةٌ صبح۔ فجر اور سورج نکلنے
کے درمیان کا وقت غَدَوَات جمع۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الرِّيحِ
ہے۔ یہاں الرِّيحِ کی مناسبت سے عُدُّو سے مراد ہوا کی صبح کی منزل یا مسافت !
عُدُّوْهَا شَهْرٌ۔ ترجمہ ہوگا : اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی۔

مراد یہ کہ صبح کے وقت ہوا حضرت سلیمان کو لے کر اتنا فاصلہ طے کر لیتی جتنا کہ ایک سوار
ایک تیز رفتار گھوڑے پر ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔

= رَوَّاحُهَا۔ مضاف مضاف الیہ رَوَّاحٌ شام۔ سورج ڈھلنے سے رات تک کا وقت
مطلب اس کی شام کی منزل (بھی) ایک ماہ کی ہوتی۔

= اَسَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِسَالَةٌ (باب افعال) مصدر۔ ہم نے بہا دیا۔ ہم نے جاری
کر دیا۔ فعل لازم سَالَ يَسِيْلُ (ضرب) سَيْلٌ وَسَيْلَانٌ۔ پانی بہا۔ اسی سے سَيْلٌ
بمعنی سیلاب۔

= عَيْنَ الْقَطْرِ۔ مضاف مضاف الیہ عَيْنٌ حِشْمٌ، الْقَطْرُ گھٹلا ہوا تانبا۔
عَيْنَ الْقَطْرِ گھٹلے ہوئے تانبے کا حِشْمٌ، عَيْنٌ۔ اَسَلْنَا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ
منصوب ہے۔

= وَمِنَ الْجِنَّ۔ واؤ عطف کا ہے مِنَ الْجِنَّ (مِنْ تَبْعِيضِيَّة) کا عطف الرِّيحِ
پر ہے اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا کئی جنوں کو۔

= مَنْ يَعْمَلُ۔ مِنَ الْجِنَّ کا بدل ہے جو کام کرتے تھے ان کے سامنے۔

= وَمَنْ يَزِغْ : واؤ عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے يَزِغُ مضارع مجزوم (بِعَمَلِ مَنْ) ہے
شرطیہ صیغہ واحد مذکر غائب ذِيْغُ (باب ضرب) سے مصدر۔ وہ پھیر جاتا ہے۔ وہ سرتابی کرتا

وہ حکم عدولی کرتا ہے۔

= اَمْرِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا حکم۔ ضمیر جمع متکلم اللہ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جوان میں سے ہمارے حکم (کہ سلیمان علیہ السلام) کے تابع فرمان رہیں) سے سرتابی کرتا ہے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے۔

= نَذِقْهُ۔ نَذِقُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، جمع متکلم اِذَاقَهُ (باب افعال) مصدر کا ضمیر واحد مذکر غائب مفعول۔ اس کا مرجع مَن ہے۔ ہم اس کو چکھاتے ہیں۔ چکھائیں گے۔

= عَذَابِ السَّعِيرِ۔ بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب، بعض کے نزدیک دنیا میں عذاب وہی مراد ہے۔

۱۳:۳۴ = مَحَارِبِ مَحَارِبِ کی جمع۔ یہاں مراد مضبوط محل، قلعے، اونچی اونچی عبادت گاہیں

= تَمَازِيلَ۔ تَمَثَال کی جمع۔ موزیں۔ تصویریں۔ شریعت سلیمانی میں مجسمہ تراشی اور مصوری حرام نہ تھیں۔

= جَفَانٍ۔ جَفْنَةٌ واحد۔ لگن، بڑا پیالہ۔ برتن جس میں شراب بنائی جائے۔

= كَالْجَوَابِ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ جَوَابٌ جَابِيَةٌ کی جمع ہے۔ بڑا حوض، تالاب۔

= قُدُورٍ رَاسِيَةٍ۔ موصوف و صفت۔ قُدُورٌ قُدُورٌ کی جمع۔ ہانڈیاں۔ دگیں رَاسِيَةٍ رُسُو سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مَوْنُث رَاسِيَةٍ کی جمع۔ رُسُو کے معنی کسی چیز پر قائم رہنا اور استوار ہونا کے ہیں رَاسِيَةٍ ایک جگہ دھری رہنے والی۔ ہر وقت چولھوں پر قائم رہنے والی (دگیں)

= اَلْ دَاوُدَ۔ اِیْ اَلْ دَاوُدَ۔ اِیْ دَاوُد کی آل۔ اے داؤد کے گھر والو۔ منادی۔

مرکب اضافی ہے۔ مضاف منصوب ہوگا۔ داؤد بوجہ علمیت و عجیت غیر منصرف ہے!

= شُكْرًا۔ منصوب بوجہ مفعول لہ۔ اِعْمَلُوا شُكْرًا تم شکر میں نیک اعمال کیا کرو۔

= وَ قَلِيلٌ۔ میں واؤ حالیہ ہے۔

= الشُّكُورُ۔ شُكْرٌ سے بروزن فَعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مَوْنُث، مذکر دونوں

کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بڑا شکر گزار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء

حُسنی میں سے بھی ہے اور حبیب اللہ تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کا مطلب ہوگا!

بڑا قدر دان۔ مقوڑے کام پر دگنا ثواب دینے والا۔

۱۴:۳۴ = قَضَيْنَا عَلَیْهِ۔ قَضٰی عَلٰی کسی کے خلاف فیصلہ کرنا۔ قَضَيْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ

ہم نے اس کے خلاف موت کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی (جب) ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا۔
 = مَا دَلَّاهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ (کسی چیز نے) ان کو پتہ نہ بتایا اس کی موت کا۔ دَلَّالَةٌ مصدر
 نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۷۔ مندرجہ بالا۔

= ذَابَّةُ الْأَرْضِ۔ زمین پر چلنے والا۔ پاؤں پر چلنے والا، یا رینگ کر چلنے والا جانور،
 مراد یہاں دیک ہے۔

= مِثْنَاتُهُ۔ مِثْنَاةٌ۔ اسم آ۔ نَسِیَ مصدر سے باب فتح۔ بروزن (مِفْعَلَةٌ)
 آواز دینا، ہنکانا۔ مضاف و ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ڈنڈا۔ اس کی لاکھی
 اشارہ حضرت سلیمان کی طرف ہے)

= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ گر پڑا۔ خَرَّ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ
 نیچے گرنے کے ہیں۔ یہاں ضمیر فاعل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے، اور جبکہ قرآن
 مجید میں ہے فَخَرَّ عَلَيْهِ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ (۲۶: ۱۶) اور چھت ان پر ان کے
 اوپر سے گر پڑی۔

= تَبَيَّنَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے جاننا۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر
 یہاں واحد مؤنث کا صیغہ جنوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی تب جنات نے جاننا۔ تب
 جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی۔

= مَا لَبِثُوا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہ رہے، وہ نہ رہتے۔

= الْعَذَابِ الْمُهَيَّنِ۔ موصوف و صفت۔ رسوا کن عذاب۔ ذلت آمیز عذاب۔

۳۴: ۱۵ = لِسَبَاٍ۔ اس سے مراد قوم سبا ہے۔ اس قوم کا ملک بھی سبا کے نام سے
 مشہور تھا۔ اور یہ وہی علاقہ ہے جو عرب کے جنوب میں اب اس وقت علاقہ یمن کہلاتا ہے
 = جَنَّاتٍ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ۔ تھے دو باغ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
 طرف۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ملک بھر میں صرف دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
 طرف۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دائیں بائیں جہر بھی نگاہ اٹھتی تھی باغات ہی باغات تھے۔
 جَنَّاتٍ آيَةٌ کا بدل ہے آيَةٌ سے مراد یہی باغات ہی ہیں۔

= كُلُوا۔ لَہ۔ اس سے قبل کلام مقدرہ ہے۔ اِی قَالَ لَہُمْ بَنِيہُمْ كُلُوا

= بَلَدٌ طَيِّبٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ۔ جملہ مستأنف ہے اور موجب شکر کی تفسیح کے لئے ہے
 یعنی یہ تمہارا ملک عمدہ و خوبصورت۔ باغ و بہاراں سے معمور اور شرمیوہ جارت و رزق سے بھرپور

تمہاری لطف اندوزی کے لئے موجود ہے اور تمہارا پروردگار تم پر اپنی نوازشات و مغفرت کے دروازے وار کئے ہوئے ہے اس حالت میں تمہارے لئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا لازم آتا ہے۔ یعنی اس منعم کی نعمتوں سے بہرہ اندوز بھی ہوا اور اس کا شکر بھی ادا کرو۔

۱۶:۳۴ = فَأَعْرَضُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب (اعراض) مصدر انہوں نے منہ پھیر لیا۔ وَ تَعْقِبُ کلمہ پھرا انہوں نے منہ پھیر لیا۔ یعنی سرتابی کی۔

= فَأَرْسَلْنَا۔ میں وَ عطف سببی کے لئے ہے۔ سو ہم نے ان پر (سبل العرم) بھیج دیا = سَبِيلُ الْعَرَمِ۔ مضاف مضاف الیہ سَبِيلٌ۔ سیلاب۔

عَرَم۔ تیزرو، زوردار، سخت۔ بِرَعْرَامَةٍ وَالْعَرَامَةُ سے صفت مشبہ کا صیغہ، العرامة کے معنی مزاج کی تندہی اور درشتی کے ہیں۔ لہذا جملہ کے معنی ہوں گے سو ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیجا۔

بعض نے العرم کے معنی بندہ کئے ہیں کہ یہ سیلاب بندہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے آیا تھا بعض نے العرم سے جنگلی چوہا مراد لیا ہے کہ یہ سیلاب چوہے کے بند میں شگاف کرنے اور نتیجہً بند ٹوٹنے سے آیا تھا۔

(سہ ماہ کی طرف اشارہ ہے تفصیل کے لئے کسی بھی مفصل تفسیر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے) = بَجَلَّتْ يَهُمُّ۔ ان کے دوباغوں کے بدلے بَجَلَّتَيْنِ (الیہ) دوباغ۔

= ذَوَاتِی۔ ذات کا تثنیہ۔ رکھنے والیاں۔ صاحب۔

= أَكَلٍ۔ میوہ۔ پھل۔ جو کھایا جائے۔ فَعْلٌ کے وزن پر۔

= خَمِطٍ۔ کیلا۔ بد مزہ۔ پیلو اور اس کا پھل (لغوی) ہر وہ سبزی جس کے مزہ میں اتنی تلخی پیدا ہو جائے کہ اس کو کھایا نہ جاسکے (مزاج)۔

ذَوَاتِی أَكَلٍ خَمِطٍ۔ ذَوَاتِی مضاف أَكَلٍ خَمِطٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ بد مزہ اور کیلے پھلوں والے باغ۔

= أَثَلٍ۔ اِی ذَوَاتِی أَثَلٍ۔ أَثَلٌ جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں اس کی جمع أَثَلَاتٌ و أَثَالٌ۔ أَثُولٌ (جن میں جھاؤ کے درخت تھے)۔

= وَ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ۔ اِی ذَوَاتِی شَيْءٌ قَلِيلٌ مِّنْ سِدْرٍ۔ اور جن میں تھوڑے سے درخت بیری کے تھے۔

فَإِنَّكَ، یہ حالت بند ٹوٹنے سے ہو گئی بند ٹوٹا اور اس کا سیلاب باغات، فصلات

کی فوری تباہی کا سبب بن گیا۔ بند کے ٹوٹنے سے ذریعہ آبپاشی برباد ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جنت مثال علاقہ بنجر و برباد ہو کر رہ گیا۔

۱۷:۳۴ = ذَلِك - یہ تبدیلی۔

= جَزَيْنَاهُمْ - جَزَيْنَا ماضی جمع مستکم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جَزَاءً (ہا ب ضرب) مصدر۔ ہم نے ان کو بدلہ دیا۔ ہم نے ان کو سزا دی۔

= بِمَا میں بار سبب ہے۔ ما موصولہ۔ بسبب ان کی ناشکری کے۔ ان کے کفر کے۔

= هَلْ کیا۔ یہاں هَلْ نافیہ ہے۔ نہیں کے معنی ہیں

= اَلْكَفُور - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ کافر، ناشکر۔ ناسپاس۔ احسان فراموش۔

۱۸:۳۴ = جَعَلْنَا - جَعَلْ (باب فتح) سے ماضی کا صیغہ جمع مستکم۔

ہم نے کیا۔ ہم نے ٹھہرایا۔ ہم نے مقرر کر دیا۔ یہاں آیت نہ ایں بمعنی ہم نے آباد کر دیا تھا۔ آباد کر رکھا تھا۔

= بَيْنَهُمْ - ان کے درمیان۔ ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع اہل سبا ہیں مراد سبا کے علاقہ کے درمیان اور ملک شام کے درمیان۔

= اَلْقُرَى - جمع۔ القریۃ واحد۔ بستیاں۔ شہر۔ اَمَّ الْقُرَى مکہ شریف کو کہتے ہیں اَلَّتِیْ بَرَكْنَا فِيْهَا۔ جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ ان سے مراد شام اور فلسطین کے قصبے اور شہر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنا دیا تھا۔ کہ یہاں متعدد انبیاء کا ظہور ہوا۔

= قُرَى ظَاهِرَةً - قُرَى قَرْیَۃ کی جمع ہے بستیاں۔ موصوف ہے ظاہرۃ صفت، مراد اس سے وہ شہر اور بستیاں جو کسی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مسافروں کو کو دور سے نظر آنے لگیں۔ ظاہرۃ بمعنی عامرۃ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی آباد۔ قُرَى منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سبا کے علاقہ اور ملک شام کے علاقہ کے درمیان تجارتی شاہراہ پر بربل شُرک بلند و بالا عمارتوں والی بستیاں ہم نے آباد کر رکھی تھیں۔

= السَّيْر - سَارَ لَیْسُو (ضرب) سے مصدر ہے جس کے معنی زمین پر چلنا کے ہیں یہاں مسافت مراد ہے وَقَدْ رَزْنَا فِيْهَا السَّيْرَ اور ان سرِ راہ واقع بستیوں کی درمیانی مسافت کو ہم نے مناسب منزلوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یعنی ایک بستی دوسری بستی سے مناسب فاصلہ پر

آباد کر رکھی تھیں۔ صبح، دوپہر، شام کسی وقت بھی ہر مسافر کو ایک نہ ایک بستی میں رہائش کی سہولتیں میسر تھیں۔

== سِيرُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم چلو پھرو، تم سیر کرو، تم آؤ جاؤ۔ ای قلنا لہم سِيرُوا لِيَا لِي دَايِمًا۔ ہم نے ان سے کہا کہ آؤ جاؤ۔ رات ہو یا دن۔ رات دن۔ مفعول بوجہ مفعول فیہ۔

== اَمِنِينَ۔ امِن کی جمع۔ بے خوف، مطمئن۔ بے دھڑک، بے کھٹکے۔ یعنی تم رات دن بے خطر ان بستیوں کے درمیان آؤ جاؤ نہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں مثلاً بھوک، پیاس، چوری، ڈاکہ وغیرہ۔

۱۹:۳۳ = فَقَالُوا۔ ای لما طالت عليهم مدة النعمة بطروا واملوا واثروا الذی ہوا دنیٰ علی الذی ہو خیر کما فعل بنو اسرائیل وطلب البصل والثوم مکان المیت والسلوی۔ یعنی جب بیش و عشرت کی مدت طویل ہو گئی تو وہ بہک گئے اور (اس آسائش و آرام کی زندگی سے) اکتا گئے تو ادنیٰ چیز کو اعلیٰ چیز پر ترجیح دینے لگے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا تھا من اور سلوی کے بجائے پیاز و لہسن کی طلب پر مہم ہو گئے۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو وہ کہنے لگے۔ رَبَّنَا بَعْدُ بَيْنَ اسْفَارِنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہماری مسافتوں کے درمیان فاصلوں کو لمبا کر دے۔ یعنی ایک پڑاؤ دوسرے پڑاؤ سے کافی دور ہو ان کے درمیان وسیع و عریض صحرا ہوں غیر آباد ویرانے ہوں راستہ میں ڈاکہ زنی کی واردائیں ہوں قافلوں کی صورت میں ہم سفر کریں اور اس طرح مہم جوئی میں مزہ آجائے۔

ضروری نہیں کہ یہ بات انہوں نے فی الواقع اپنی زبان سے کہی ہو دل کے اندر کی تمنا بھی مراد ہو سکتی ہے۔

== بَاعِدْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر مباعدۃ (مفاعلة) سے تو بُعد پیدا کر دے۔ تو دوری کر دے۔

== فَجَعَلْنَاهُمْ اَحَادِيثَ۔ تو ہم نے انہیں افسانہ بنادیا۔ ان کو ایسا پارہ پارہ کر دیا کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اور اب ان کے صرف قصے ہی رہ گئے۔ عرب میں محاورہ ہے ذہبوا ایدی سبا۔ وہ اہل سبا کی جال جال گئے۔ یعنی منتشر اور تتر بتر ہو گئے۔

= مَزَّقْنَاهُمْ - مَزَّقْنَا فعل ماضی جمع متکلم (تَفْعِيلٌ) مصدر جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ پارہ پارہ کرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ضمیر فاعل فقالوا کی طرف راجع ہے۔

= كُلَّ مُزَّقٍ - (ملاحظہ ہو ۳۴: ۷) فعل کے بعد تاکید کے لئے مصدر کو لایا گیا ہے ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا۔

= صَبَّارٌ - صَبَّرَ سے بروزن فعال مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا صبر کرنے والا۔ بڑا متحمل مزاج = شَكُورٌ - فَعُولٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے بڑا شکر گزار بڑا احسان ماننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو مبینیٰ بڑا قدر دان۔

۳۴: ۲۰ = صَدَقَ عَلَيْهِمْ ظَنُّهُ - اس نے ان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ شیطان کے ظن سے مراد اس کی وہ لاف زنی ہے جو اس نے اللہ رب العزت کے حضور اولادِ آدم کے خلاف کی تھی۔ مثلاً اس نے کہا تَهَا فَبَعَزَ تَكَ لَا غُؤِيَّتَهُمْ أَجْمَعِينَ (۳۸: ۸۲) تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ اور وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (۷۷: ۱۷) اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائیں گے!

= فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ - فَاتَّبَعُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب بنی آدم کی طرف راجع ہے اور مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ میں مِّنْ بیانیہ ہے گویا لفظ فَرِيقٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ کی تشریح و توضیح کر رہا ہے ای الافرئقا هم المؤمنون لم يتبعوه - ترجمہ ہو گا۔ ابلیس نے بنی نوع انسان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ بنی آدم نے اس کا اتباع کیا ماسوائے مومنوں کے گروہ کے جنہوں نے اس کی پیروی نہ کی۔

اتَّبَعُوا میں ضمیر فاعل اہل سبأ کے لئے اور مِّنْ تبعیضیہ بھی بیان کیا گیا ہے!

۳۴: ۲۱ = مَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ - میں کُا ضمیر واحد مذکر غائب اِبْلِيسُ کے لئے ہے اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بنی آدم کے لئے ہے۔

= اِلَّا - استثناء منقطع۔ مفرغ ہے ”لیکن“ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= لِنَعْلَمَ لام تعلیل کا ہے نَعْلَمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع متکلم ہے نَعْلَمَ بمعنی نَظَّهَرُ۔ (ہم ظاہر کر دیں)۔ نُمَيِّزُ (ہم تمیز کر دیں) اور نَوْنِي (ہم دکھیں) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہاں سب معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے

خدا ہر ایک چیز کے متعلق ابتداء سے اخیر تک اس کا علم رکھتا ہے لیکن انسان کے کسی فعل پر جزا و سزا مرتب کرنے کے لئے اس کا استحقاق تبھی متعین ہوگا۔ جب وہ عالم واقع میں ظہور پذیر ہوگا اس ابتلاء و امتحان سے یہی مقصود تھا کہ ہم امر واقع سے دکھادیں کہ آخرت پر ایمان رکھنے والا کون تھا اور اس میں شک رکھنے والا کون؟

== مَنْ مَوْصُولٌ هُی۔ اور استفہام کے لئے آیا ہے۔ کون۔

== هَمَّكُنْ۔ مِنْ جَارِهِ اور مَنْ مَوْصُولٌ سے مرکب ہے۔ اس سے جو اس کی طرف سے شک میں ہے۔

== مِنْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مَوْثِ غَائِبِ الْآخِرَةِ کے لئے ہے۔

وَمَا كَانَ لَهُ..... فِي شَيْءٍ۔ اس (شیطان) کے لئے ان پر کوئی قدرت نہ تھی لیکن یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ہم چاہتے تھے کہ دکھادیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں ہے۔

== ۳۴: ۲۲ قُلْ۔ اِیْ قُلْ یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم

== اُدْعُوا۔ دَعْوَةُ رَبِّ ابْنِ نَصْر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم بلاؤ۔ (مخاطبین مشرکین مکہ تھے)

اُدْعُوا الَّذِیْنَ دَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔ اِیْ اَدْعُوا الَّذِیْنَ دَعَمْتُمْ هُمُ الْهَیَّةَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔ هُمُ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْکَرٍ رَاجِعٍ اِلَى الْمَوْصُولِ هُی۔ دَعَمْتُمْ کا مَفْعُولُ اَوَّلُ الْهَیَّةَ مَفْعُولُ ثَانِی۔ مَفْعُولُ اَوَّلُ کو تَخْفِیف کے لئے حَذْف کر دیا گیا۔ کہ صلہ اور مَوْصُولِ مَبْنِیْہِ اسم واحد کے ہیں۔ مَفْعُولُ ثَانِی الْهَیَّةَ کو اس لئے حَذْف کر دیا کہ اس کی صِفَت (مَنْ دُونِ اللّٰهِ) اپنے مَوْصُولِ الْهَیَّةَ کے قَائِمٌ ہے۔

ترجمہ ہوگا! (اے پیغمبر، کہہ دیجئے) (مشرکین مکہ یا اپنی قوم کے مشرکوں سے) بلاؤ ان کو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا تم معبود خیال کرتے ہو۔

== مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ ذَرَّةٌ برابر۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۳۴۔

== شُرُکٍ۔ شَرِکَت۔ سا جہا۔ اشْرَاک (نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شَرِکَت ہے)

== ظَهَرَ۔ مددگار۔ مُظَاهَرَةٌ سے بروزن فَعِيلٌ بِمَعْنَى فَاعِلٌ صِفَتٌ مِثْبَةٌ کا صیغہ ہے۔ مذکر مَوْثِ واحد، جمع ہر ایک کے لئے استعمال ہوتا ہے فَعِيلٌ اور فَعُولٌ دونوں میں یہی استعمال ہے۔ مِنْهُمْ اِیْ مِنَ الْهَتْمِ (اور نہ ہی اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے)

۲۳: ۲۲ = فُزِعَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْزِيعُ (تفعیل) مصدر جس کے معنی ڈرانا بھی ہے اور خوف و دہش کرنا بھی۔ (لغات اضداد میں سے ہے)

تفعیل کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب مادہ بھی ہے یعنی کسی چیز سے مافذ کو دور کرنا۔ لہذا تَفْزِيعُ ڈر کے دور کرنے کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہاں آیت ہذا میں نہیں معنی میں استعمال ہوا ہے فُزِعَ بمعنی خوف۔ گہرا ہٹ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِذْ دَخَلُوا عَلٰی دَاوُدَ فَنَزِعَ مِنْهُمْ (۲۲: ۳۸) جب وہ اچانک داؤد (علیہ السلام) پر داخل ہوئے تو آپ ان سے گہرا گئے۔

= عَنْ قُلُوبِهِمْ - میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب ملائکہ کے لئے ہے۔

= قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ - ای قال بعث ہم بعض

= قَالُوا الْحَقَّ - مخاطبین جواب میں کہیں گے۔ یا ضمیر فاعل الملائكة کے لئے ہے۔

۲۴: ۲۴ = قُلْ - ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) للمشركين

= مِنَ السَّمَوَاتِ (آسمان سے پانی برسا کر) وَالْأَرْضِ (زمین سے نباتات اگا کر)

= قُلْ اللَّهُ - تو خدا نے تعالیٰ نے فرمایا کہ:-

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتا دیجئے کہ زمین و آسمان سے رزق کی بہر سالی اللہ ہی = وَ اِنَّا اَوْزَايَاكُمْ لَعَلٰی هُدٰی اَوْ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - اس کا عطف ماقبل پر ہے اور یہ قُلْ اللہ دالے جواب کا حصہ ہے۔ یعنی اور یہ بھی ان سے کہہ دیجئے یا ہم یا تم دونوں میں سے ایک ہدایت پر ہے یا ہم اور تم دونوں میں سے ایک گمراہی پر ہے۔

۲۵: ۳۴ = اَجْرُ مَنْ - ماضی جمع مستکمل - اَجْرَامُ (افعال) سے ہم نے جرم کیا۔ ہم نے گناہ کیا

۲۶: ۳۴ = يَجْمَعُ - مضارع واحد مذکر غائب - جَمْعٌ مصدر رباب فتح (وہ جمع کرے گا۔ وہ اکٹھا کرے گا۔

= بَيْنَنَا - بَيْنَ - درمیان - يَجْ - مضاف - نا ضمیر جمع مستکمل مضاف الیہ - ہمارے درمیان ہمارے بیچ۔

= يَفْتَحُ - مضارع واحد مذکر غائب فَتْحٌ مصدر - وہ فیصلہ کرے گا۔ عربی میں کہتے ہیں فَتْحَ الْقَضِيَّةِ فَتَاحًا - یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔ اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کر دیا۔

ثُمَّ يَفْتَحْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ - پھر وہ ہمارے درمیان حق و انصاف سے فیصلہ کر دیگا
اس سے الْفَتْاحُ مبالغہ کا صیغہ بمعنی بہت بڑا فیصلہ کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
۳۴: ۲۷ = اَرُونِيْ - اَرَىٰ يُرَىٰ اَمْرًا ؕ (باب افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
ن وقایہ ی ضمیر واحد مکمل۔ تم مجھے دکھاؤ۔ یہ متعدی بہ شرط مفعول ہے مفعول اول یا مکمل مفعول
دوم اسم موصول الذین۔ اور مفعول سوم شُرَكَاء۔

= اَلْحَقُّمُ بِهِ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ الحاق (افعال) مصدر۔ تم نے الحاق کر رکھا ہے۔ تم
ملارکھا ہے۔ ہ ضمیر واحد مذکر اللہ کی طرف راجع ہے۔

اَرُونِيْ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاءَ۔ مجھے دکھاؤ تو، وہ شریک جنہیں تم نے
اللہ کے ساتھ ملارکھا ہے۔

= كَلَّا۔ حرف ردع ہے، جس کے معنی روکنے کے ہیں یہ روکنا خواہ بندر بوجہ زبرد تو بیخ کے
ہو یا بطور تربیت اور آداب آموزی کے۔

کسانی کے نزدیک حَقًّا (یقیناً یا واقعی) کا ہم معنی ہے۔ ابو حاتم۔ بمعنی اَلَا ہے۔
جو آغاز کلام کے لئے آتا ہے۔ فرار کے نزدیک حرف جواب کے طور پر یعنی اِئْتِ۔ نَعَمْ (جی۔
ہاں) آتا ہے۔

= بَلْ حَرْفُ اضْرَابِ ہے ماقبل کی تردید اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی اس کا
ہرگز کوئی شریک نہیں بلکہ وہ تو اللہ۔ العزیز اور الحکیم ہے۔

۳۴: ۲۸ = كَافَّةً۔ لفظی رد سے یہ كَفَّ (مادہ و مصدر) سے اسم فاعل واحد مؤنث
منصوب ہے اور كَافٌ مذکر۔ یا یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اور ؕ علامت
مبالغہ ہے۔ جیسا کہ سَآوِيَةٌ ؕ عَلَامَةٌ میں ہے۔

اَلْكَفُّ کے معنی ہاتھ کی ہتھیلی کے ہیں جس کے ساتھ انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا ہے اور
پھیلاتا ہے۔ كَفَفْتُهُ کے اصل معنی کسی کی ہتھیلی پر مارنے یا کسی کو ہتھیلی کے ساتھ مار کر دُور
ہٹانے اور روکنے کے ہیں پھر عرف عام میں دور ہٹانے اور روکنے کے معنی میں استعمال ہو
لگا خواہ وہ ہتھیلی سے ہو یا کسی اور چیز سے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ ؕ اٰیٰتِہٖا اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم
تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (راغب)

یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں كَافَّةً ہمیشہ حال۔ منصوب اور نکرہ

ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب، پورے پورے ہے۔

اور آیت ہذا میں بھی اکثر مفسرین نے انہی معنوں میں لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے، اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سائے انسانوں کے لئے۔ یہاں حَافِظُ النَّاسِ کا حال ہے لہذا منصوب ہے
= بَشِيرًا (خوشخبری دینے والا) نَذِيرًا (ڈرانے والا) دونوں لک ضمیر مفعول واحد مذکر کے حال ہیں اور بدیں وجہ منصوب ہیں۔

۳۰:۳۲ = مِيعَادُ - ظرف زمان - وقت وعدہ - مضاف ہے یَوْمِ مضاف الیہ ہے۔

لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ تمہارے لئے وقت مقررہ اس دن کا ہے۔

= لَا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً جس سے تم ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ سَاعَةً بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ لَا تَسْتَخِرُونَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِخَارَ (استفعال) مصدر جس کے معنی پیچھے ہونے اور دیر کرنے کے ہیں۔ جس سے تم ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہو سکتے یا۔ ہو سکو گے!

= وَلَا تَسْتَفْتِدُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر استفدام (استفعال) مصدر جس کے معنی آگے ہونے کے ہیں۔ آگے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں اور نہ تم آگے بڑھ سکتے ہو۔
۳۱:۳۲ = لَنْ نَقُودَ مِنْ مَضَارِعِ نَفِي تَاكِيْدٌ بَلْ كُنْ مَنْصُوبٌ بوجہ عمل لَنْ۔ ہم ہرگز نہ مانیں گے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔

= بَيْنَ يَدَيْهِ۔ بَيْنَ بمعنی بیچ۔ درمیان۔ اسم ظرف مکان۔ يَدَايْ مضاف لا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَيْنَ مضاف کے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ یا۔ سامنے۔ مراد آگے۔ سامنے۔ پہلے۔ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ اور نہ (ہم ایمان لائیں گے) ان کتابوں پر جو اس قرآن سے قبل (نازل کی گئی) ہیں۔

بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جاتے مثلاً بَيْنَ الْبَلَدَيْنِ (دو شہروں کے درمیان یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو مثلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ (دو شخصوں کے درمیان) یا بَيْنَ الْقَوْمِ (قوم کے درمیان)۔

اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بَيْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے مثلاً وَمِنْ وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (۵:۴۱) اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (۵۸:۲۰) پس پھر الے ہمارے اور اپنے بیچ میں وعدہ۔

جب بَيْنَ کی اضافت اُنْدَى کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے

ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں بَيِّنَ يَدَيْهِ یہاں مراد قبل القرآن نازل کتب بھی ہو سکتی ہیں یا آینوالی قیامت اور وہاں کے بہشت و دوزخ ہیں۔

== لَوْ تَرَىٰ۔ میں لَوْ حرفِ تنہا ہے تَرَىٰ مضارع کا صیغہ واحد مذکر لے کا نش تو دیکھے اس کے بعد حال ممذون ہے اِی وَلَوْ تَرَىٰ حالہم۔

== مَوْقُوفُونَ۔ اسم مفعول جمع مذکر وَقُوفٌ مصدر (باب ضرب) کھڑے کئے جائیں گے

== يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ نِ الْقَوْلِ۔ الْقَوْلِ۔ يَرْجِعُ کا مفعول ہے۔ جملہ

موضع حال میں ہے۔ رَجَعَ یہاں فعل متعدی استعمال ہوا ہے يَرْجِعُ الْقَوْلِ اِلٰی کس بات کو

اس کے مبداء حقیقی یا تقدیری کی طرف لوٹا دینا۔ رد کر دینا۔ واپس کرنا۔ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی

بَعْضٍ نِ الْقَوْلِ در آنحالیکہ ہر ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا۔ ہر ایک دوسرے پر بات

ڈال رہا ہوگا۔ یعنی ہر ایک دوسرے پر الزام مقہوپ رہا ہوگا۔

== اُسْتَضْعِفُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسْتَضْعَفْتُ (استفعال) مصدر۔ وہ جو

کمزور سمجھے جاتے تھے۔

== اِسْتَكْبَرُوا ۱۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسْتَكْبَرْتُ (استفعال) مصدر وہ (جنہوں نے)

تکبر کیا۔ یا جو تکبر کیا کرتے تھے۔ گھمنڈ کیا کرتے تھے۔

== لَوْ لَا۔ لَوْ شرطیہ ہے لَا نافیہ ہے۔ لَوْ لَا اَنْتُمْ۔ اگر تم نہ ہوتے۔

== لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ۔ میں لام تاکید جواب شرط کے لئے آیا ہے۔ کُنَّا کَوْنُ سے

ماضی صیغہ جمع متکلم۔ مُؤْمِنِينَ کُنَّا کی خبر ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار ہوتے

۳۲:۳۴ = اَنْحُنْ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا۔ یعنی

ہم نے تو تمہیں نہیں روکا تھا۔

== صَدَدْنَاكُمْ۔ صیغہ ماضی جمع متکلم کُنْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَدَدْنَا صُدُّوْ

ہم نے تم کو روکا تھا۔

== بَعْدَ اِذْ جَاءَكُمْ ۱۔ اِی بعد اِذْ جَاءَكُمْ الہدی۔ جَاءَ میں ضمیر فاعل واحد

مذکر غائب الہدی کی طرف راجع ہے۔

== بَلْ۔ حرفِ اضراب ہے ما قبل کے البطلال اور ما بعد کی تصحیح کے لئے استعمال ہوا ہے

ہم نے تو تمہیں ہدایت سے نہیں روکا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم خود ہی مجرم تھے۔

۳۳:۳۴ = بَلْ۔ یہاں بھی اضراب ہی کے لئے مستعمل ہے۔ پہلی صورت کو برقرار

رکھتے ہوتے مابعد کو اس پر اور زیادہ کرنے کے لئے ہے۔ یعنی جرم محض ہمارا ہی نہیں بلکہ تمہارے
صدود اور مزید برآں تمہارے رات دن کے مکرو فریب نے ہمیں خدا کے ساتھ کفر کرنے اور اس
کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دینا ہی (ہماری اس گمراہی کا) باعث ہوا۔

== مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اسی مکرو کمہ بنا فی الیل والنہار۔ تمہارا رات دن کے
مکرو فریب نے ہمیں حق سے رد کے رکھا۔

== اِذْ تَأْمُرُونَنَا۔ یہ لیل و نہار کا بدل ہے یا مکر کی تسلیل۔ جب تم ہمیں حکم دیتے تھے۔ یا
دیا کرتے تھے۔

== اَنْذَا اِذَا۔ اسم مفعول جمع مذکر نِدَاً واحد۔ شریک۔ برابر۔ مقابل۔ نِدَاً اس کو
کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

== اَسْرَوْا ماضی جمع مذکر غائب اَسْرَا (مضارع) مصدر۔ انہوں نے چھپا یا۔ انہوں نے
پوشیدہ رکھا۔ یہاں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مستکبرین اور مستضعفین تھے ان کی طرف
راجع ہے۔

اَسْرَوْا السَّدَامَةَ (ماضی معنی مستقبل) وہ ندامت کو چھپائیں گے۔ دل ہی دل میں
پچھتائیں گے۔ یعنی ہر دو فریق کے ظالم لوگ باوجود اس باہم الزام دہی کے اپنے سامنے
عذاب کو دیکھ کر اپنے دلوں میں نادم و پشیمان ہوں گے۔

== اَلْاَغْلَالُ۔ اَلْغَلُّ کے معنی کسی چیز کو اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے
کے ہیں۔ اسی سے غَلُّ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ غُلُّ
خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کسی کے اعضاء کو جبر کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے
یعنی طوق۔ گلے کی زنجیر۔ اس کی جمع اغلال ہے۔

کنایہ کے طور پر کنجوس شخص کو مغلول الید کہا جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَ
قَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ (۶۴: ۵) اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ گردن سے
بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے)

غِلُّ (غ کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی کینہ۔ پوشیدہ دشمنی ہے۔

== هَلْ يُجْزَوْنَ۔ يُجْزَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ جَزَاؤُ مصدر (باب ضرب)
جَزَى مادہ هَلْ یہاں نفی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے
هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۶۰: ۵۵) نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان

اس معنی میں ھَلْ یُجْزَوْنَ کا معنی ہوگا ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا (مگر.....)
لیکن ھَلْ استفہام انکاری بھی ہو سکتا ہے آیت نہا میں بھی اور آیت مذکورہ بالا ۵۵:
(۶۰) میں بھی۔

اور ترجمہ ہوگا: کیا ان کو بدلہ دیا جائیگا بجز اس کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کو بدلہ نہیں
دیا جائے گا بجز اس کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے (۳۳:۳۴)

اور: ھَبْلًا احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور بھی ہو سکتا ہے یعنی نہیں ہو سکتا۔ (۵۵:۶۰)
۳۴:۳۴ = مُتَرَفُّوْہَا مضاف مضاف الیہ۔ مُتَرَفُّوْا اصل میں مُتَرَفُّوْنَ تھا۔ نوں
اعرابی بوجہ اضافت گر گیا۔ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ہے۔

بمعنی۔ امیر۔ خوشحال، فارخ ابال۔ عیش پرست لوگ، اِثْرَافُ (افعال) مصدر ہے۔
اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوشحالی دی گئی۔ عیش دیا گیا۔ فَہُوَ مُتَرَفٌّ۔ پس وہ خوشحال اور
امیر ہے۔ عیش پرست ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قُریۃ کی طرف راجع ہے۔ اس
بستی کے خوشحال، عیش پرست لوگ:

۳۵:۳۴ = اَکْثَرُ۔ اسم تفضیل کا صیغہ۔ مفضل علیہ محذوف ہے ای نحن اکثر
منکم اموالا وادلا وادلا۔ ہم تم سے زیادہ کثیر المال اور کثیر الادلاد ہیں
= مَا لَدِ ادِلَادًا بوجہ تیز منصوب ہیں۔

= مُعَذِّبُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔
(ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا)

۳۶:۳۴ = یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرُ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ
کرتا ہے وہ کم کرتا ہے۔ محاورہ ہے قَدَرْتُ عَلَیْہِ الشَّیْءَ میں نے اس پر تنگی کر دی
گو یا وہ چیز اسے مبین مقدار میں تول کر جانچ کر دی گئی ہے۔

اس کے بالمقابل بغیر حساب (بے اندازہ) آتا ہے۔ شَلَا وَتَرَزُّقٌ مِّنْ
تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲۷:۳) اور تو جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔ یَبْسُطُ
کی ضد ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَیَقْدِرُ (۱۳:۲۷)
(۲۶) خدا جس کو چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

یہ مادہ قَدَر سے مشتق ہے جس کے معنی قدرت رکھنے کے ہیں اسی سے الْقَادِرُ
الْقَدِیْرُ الْمُقْتَدِرُ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے پھر اندازہ لگانا اور تجویز کرنا کے معنی

میں بھی مستعمل ہے مثلاً إِنَّهُ فَكَّرُوْا قَدْ رَفَقْتِلَ كَيْفَ قَدْ رَفَقْتِلَ (۱۸: ۱۹) اس نے فکر کیا اور تجویز کی یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔

استعارہ کے طور پر حالت اور وسعت مال کے معنی میں بھی آتا ہے اور قَدْ رَفَقْتِلَ بمعنی معین وقت یا مقام بھی مستعمل ہے مثلاً اِلَى قَدْ رَفَقْتِلَ مَعْلُوْم (۲۲: ۴۷) ایک معین وقت تک ۳۴: ۳۴ = بِالنِّسْبَةِ بِمَعْنَى النَّسَبِ صِغَةً وَاحِدَةً غَائِبٌ اَمْوَالٌ وَاَوْلَادٌ کے لئے آیا ہے دونوں جمع مکسر کے صیغے ہیں اور جمع مکسر ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے لئے ضمیر واحد مَوْتٌ آئے گی۔

== تَقَرَّبَكُمْ تَقَرَّبُ تَقَرَّبْتُ (تَفْعِيلٌ) سے مضارع صیغہ واحد مَوْتٌ غَائِبٌ اور یہاں اموال و اولاد کے لئے استعمال ہوا ہے کُمُ ضمیر مفعول جمع منکر حاضر ہے وہ تم کو قریب کر دیں گے۔ قرب سے یہاں مراد قرب منزلت ہے

== زُلْفَى - درجہ - مرتبہ - قربت - قدر و منزلت، زُلْفٌ و زُلْفٌ و زُلْفَى مصدر ہیں زُلْفَ رِبَابِ نَصْرٍ بمعنی آگے ہونا، قریب ہونا۔ اَزْلَفَ باب افعال قریب کرنا۔ قریب لانا۔ مثلاً وَاَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ (۲۱: ۵۰) اور ہمیشہ پرہیزگاروں کے نزدیک لائی جائے گی! منازل لیل یعنی رات کے حصوں کو بھی زُلْفٌ کہا گیا ہے مثلاً وَرُفَاً مِّنَ اللَّيْلِ (۱۱: ۱۱۳) اور رات کے کچھ حصوں میں۔

ایک شاعر نے کہا ہے طَيِّبَ اللَّيَالِي زُلْفًا فَرُفَفًا راتوں کا حقوڑا حقوڑا کر کے گذرنا وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرَّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى مَتَّاهِ مال اور تمہاری اولاد (کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارے قریب (قدر و منزلت میں) کر دے۔

== جَزَاءُ الضَّعْفِ - اضافۃ المصدر الی مفعولہ (مصدر کی اپنے مفعول کی طرف اضافت کی مثال ہے) دو گنی جزا۔ دو گنا صلہ۔

مَادَّةُ ضَعْفٌ سے الضَّعْفُ (کمزوری) الْقُوَّةُ کے بالمقابل باب کَرَمٌ سے بمعنی کمزور ہونا آتا ہے مثلاً ضَعْفَ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ (۲۲: ۴۳) طالب بھی کمزور بے بس، اور مطلوب بھی (کمزور و بے بس)

اسی سے ضَعِيفٌ (کمزور) الضَّعْفُ رائے کی کمزوری پر بھی بولا جاتا ہے اور بدن اور حالت کی کمزوری پر بھی۔ اس میں ضَعْفٌ و ضَعْفٌ دو لغت ہیں۔ باب نصر سے

بھی مصدر۔ ضَعُفٌ و ضُعْفٌ سے ان ہی معنوں میں آیا ہے۔
اسی مادہ سے باب تفعیل (ضَعَّفَ لِيُضْعِفَ تَضْعِيفٌ) اور باب مفاعله (ضَاعَفَ يَضَاعِفُ مَضَاعَفَةً) سے یعنی دوچند کرنا۔ یا کئی گنا کرنا آتا ہے۔ باب تفاعل سے (فعل لازم) یعنی دوچند ہونا۔ بڑھنا اور زیادہ ہونا۔

ضِعْفٌ (دوگنا) کی جمع اَضْعَافٌ کئی گنا۔ دو نے پر دو نا۔ یہ لِصْفٌ اور نَزْوِجٌ کی طرح الفاظ متضائفہ میں سے ہے جن میں سے کسی ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہوتا ہے۔ یہ لفظ جب بغیر اضافت کے آئے تو زَوْجَيْنِ کی طرح ”دو گنا“ کے معنی میں آتا ہے۔ اور جب اس کی اضافت اسم عدد کی طرف ہو تو اس سے اتنا ہی اور عدد مراد ہوتا ہے لہذا ضِعْفُ الْعَشْرَةِ و ضِعْفُ الْمِائَةِ کے معنی بیس اور دو صد کے ہوں گے۔ لیکن جب یہ واحد کی طرف مضاف ہو کر آئے تو تین گنا کے معنی ہوں گے۔ مثلاً اَعْطَاهُ ضِعْفِي وَاحِدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اسے سہ چند دیدو۔
جَزَاءُ الضَّعْفِ دو گنا یا کئی گنا صلہ۔

= لِمَا۔ میں بآء سبب ہے اور ما موصولہ۔

= اَلْعُرْفَتِ۔ اَلْعُرْفَةُ کی جمع۔ اونچے مکان۔ بالا خانے، منازل عالیہ۔ جنت کے اندر شاندار منزلیں۔

= ۲ مِثْوَنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَمْسُ سے۔ امن والے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دل جمع کرتے ہیں۔ ۳۸: ۳۷ = يَسْعَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَعَى (باب فتح) مصدر۔ کوشش کرتے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔

= فِي اٰيٰتِنَا۔ اے فی الباطالہا۔ یعنی ہماری آیات کی تکذیب میں۔

= مُعْجِزِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد مُعَاجِزَةٌ (مفاعلة) مصدر مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ عاجز کر دینا۔

عَجِزٌ کے معنی پیچھے ہو جانا۔ پیچھے رہ جانا۔ کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانا یہ اَلْقُدْرَةُ کی ضد ہے۔ مُعْجِزِينَ۔ ہرانے والے۔ عاجز کر دینے والے۔

مُعْجِزِينَ اگرچہ باب مفاعله سے ہے جس میں اشتراک ایک اہم خاصیت ہے لیکن یہاں باب مفاعله کے یہ معنی مقصود نہیں۔

اس باب کی ایک اور خاصیت موافقت فَعَلْ ہے لہذا عَاجِزٌ يُعَاجِزُ بِمَعْنَى عَجَزَ

یُعْجِزُہُ مُعْجِزِیْنِ مَعْنٰی مُعْجِزِیْنِ ہر اِینے والے ہوگا۔ اس میں مقابلہ کے عنصر کا ہونا ضروری نہیں۔
اب منکرینِ حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر ہوگا نہ نشر۔ نہ عذاب
نہ ثواب اور اپنے زعم میں اپنے استدلال کی روشنی میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور یہ سب
کچھ نہ ہوگا (لیکن ہو گا یہ سب کچھ۔ ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے)
یَسْعَوْنَ فِی الْاِیْتِنَا مُعْجِزِیْنِ۔ وہ ہماری آیات کی تکذیب میں کوشش کرتے
ہیں تاکہ ہمیں ہر ادیں یا حشر و نشر، عذاب و ثواب کو وقوع میں لانے سے ہمیں عاجز
کر دیں۔

نیز ملاحظہ ہو (۵: ۳۴)

== مُحْضَرُونَ۔ اسم منہول جمع مذکر مُحْضَرٌ واحد۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا
جائے گا۔ اُولٰٓئِكَ میں اشارہ ہے اَلَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ..... الخ کی طرف۔ یعنی جو لوگ
ہماری آیات کی تکذیب میں کوشاں ہیں تاکہ ہمیں ہر ادیں وہی لوگ عذاب میں لاحق کر کے
جادیں گے۔

== ۳۹: ۳۴ مَا اَلْفَقْتُمْ۔ میں ماسترطیہ ہے مِنْ شَیْءٍ میں مِنْ بیانیہ ہے
اور حملہ فہو یُخْلِیفُ جواب شرط۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دیدیتا ہے
== یُخْلِیفُہ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ کُ ضمیر مفعول
واحد مذکر غائب وہ اس کو بدل دے گا۔ وہ اس کا معاوضہ دے گا۔

== ۴۰: ۳۴ یَوْمَ۔ ای اَذْکُرْ یَوْمَ۔ فعل مضمر کا مفعول ہے یاد کرو وہ دن۔
== یَحْشُرُہُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَشَرٌ مصدر (باب نصر) وہ جمع کرے گا
ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب یہاں ہُمْ ضمیر کا مرجع المتکبرین۔ المستضعفین
اور ماکانوا یعبدون من دون اللہ ہے۔ یعنی متکبر لوگ (جو لوگوں کو گمراہ کیا کرتے
تھے) ادنیٰ لوگ (جو اپنی کم فہمی یا کمزوری سے بڑوں کے کہے پر گمراہ ہو گئے تھے) اور وہ
جن کی اللہ کے سوا یہ دونوں فریق پوجا کیا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کر دیں گے)
== اَہْوَآءٍ میں ہمنزہ استفہام کا ہے۔ اَہْوَآءٍ اسم اشارہ جمع یہ سب
لوگ۔ وہی لوگ جن کے لئے آیت سابقہ میں ہُمْ آیا ہے۔

== اِیَّاکُمْ۔ تم سب کو۔ جمع مذکر حاضر کی ضمیر منصوب منفصلہ۔ یہاں خطاب فرشتوں
سے ہے۔ (اے فرشتو) کیا یہ سب لوگ (متکبرین۔ ادنیٰ۔ اور وہ جن کی اللہ کے سوا پہلے

دونوں فریق عبادت کیا کرتے تھے تمہاری پوجا کیا کرتے تھے؟

= كَانُوا يَعْبُدُونَ ہ میں ضمیر فاعل جمع مذکر ھولاء کی طرف راجع ہے۔
۴۱: ۳۴ = وَلَيْسَ۔ وَلِيٌّ۔ صفت مشبہ (وَلَا يَهُدَىٰ سے بروزن فعیل) مضاف نا ضمیر جمع مستکمل مضاف الیہ۔ ہمارا حامی۔ ہمارا محافظ۔ ہمارا کارساز۔ ہمارا دوست۔ اَنْتَ وَلَيْسَ۔ ہمارا مالک تو تو ہی ہے۔

= مِنْ دُونِهِمْ اِی بغیر ھم یعنی ہمارا مالک تو تو ہے وہ نہیں۔ اِی انت الذی نوالیہ من دونہم لاموالاۃ بیننا و بینہم۔ تو ہی ہے جس سے ہماری موانست ہے ان کے اور ہمارے درمیان کوئی دوستانہ نہیں ہے۔

دُونِ مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے بغیر۔ ان کے سوائے ان کے ورے۔

= بَلْ۔ حرف انزاب ہے۔ ما قبل سے اعراض اور ما بعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ یعنی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ یہ توجنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع المشرکین ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور ھم ضمیر کا مرجع الجن ہے۔

۴۲: ۳۴ = فَالْيَوْمَ۔ میں ف ترتیب کے لئے ہے الْيَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے یَوْمَ بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ فَالْيَوْمَ سے قبل یُقَالُ لَهُمْ یَا قَالِ اللّٰهُ مقدّر ہے۔

۴۳: ۳۴ = مَا هَذَا میں مَا نافیہ ہے نہیں ہے یہ شخص (اَنْ یَصُدَّ کُمْ اَنْ مصدر یہ ہے۔ یَصُدَّ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر کہ روک دے تمہیں۔

= عَمَّا۔ ان سے جنہیں۔ یہ مرکب ہے عَنْ اور مَا سے۔

= اِفْکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان، کسی شی کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھرنے کا نام افک ہے پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

= مُفْتَرًی۔ اسم مفعول افتراء (افتعال) مصدر۔ فتری مادہ۔ خود ساختہ۔ خود گھڑا ہوا۔

= لِلْحَقِّ - اسی للقرآن

= اِنْ هٰذَا مِنْ اِنْ نَافِیْہِ ہے اور هٰذَا سے مراد یا الحق ہے یا القرآن ۔

۳۴:۳۴ = یعنی اس سے پہلے نہ کوئی کتاب خدا کی طرف سے ایسی آئی ہے اور نہ کوئی رسول ایسا آیا ہے جس نے اگر ان کو یہ تسلیم دی ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کیا کرے اس لئے یہ لوگ کسی علم کی بنیاد پر نہیں بلکہ سراسر جہالت کی بنیاد پر قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید کا انکار کر رہے ہیں اس کے لئے ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ہذا میں هُمْ۔ هُمْ کی ضمیر بنی اسمعیل یا قوم عرب کی جانب راجع ہیں کہ انہیں میں نبوت پہلی بار آئی تھی۔ (تفسیر المساجدی)

= يَكْذِبُ رُسُلُهَا۔ مَضَارِعُ۔ جمع مذکر غائب۔ دَرَسٌ وَدَرَسَةٌ (باب نصر) ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع کُتُبُ ہے وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے ہے جو ۳۴:۳۵ = مِنْ قَبْلِهِمْ۔ میں ضمیر هُمْ کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کے لئے هُمْ، هُمْ کا آیت ماقبل میں استعمال ہے یعنی بنی اسمعیل یا قوم عرب۔

= مَا اتَيْنَاهُمْ مِنْ ضَمِيرِ هُمْ کا مرجع الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ہے

= مَا بَلَغُوا۔ میں مَا نافیہ ہے بَلَغُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (ضمیر فاعل کا مرجع وہی قوم عرب ہے) مَبْلُوغٌ مصدر وہ نہیں پہنچے۔

= مِئَاتٍ۔ اسم۔ دسواں حصہ۔ عَشْرًا وَعَشْرًا مَعْنٰی دس۔

جَاءُوا عَشَارَى۔ وہ دس دس کی ٹولیاں بنا کر آئے۔ عَشِيرَةٌ دس کا جتہ چونکہ دس کی تعداد کو کامل مانا جاتا ہے لہذا عَشِيرَةٌ مَعْنٰی کامل خاندان۔ خاندانوں کا آپس میں برتاؤ۔ مَعْشَرٌ بُرْا کُروہ۔

مطلب یہ ہے کہ ان اہل عرب یا کفار مکہ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا۔ اور یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو ہم نے وہ کچھ دیا، ہوا تھا (از قسم جاہ و جلال، مال و اولاد) کہ یہ کفار مکہ یا قوم عرب تو اس دیتے ہوئے کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے پس انہوں نے (جب) میرے پیغمبروں کی تکذیب کی تو کتنا ہولناک تھا میرا عذاب (جو ان پر آیا) مطلب یہ کہ ان کفار مکہ کی ان کے سامنے تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

= نَكِيرٍ۔ اصل میں نکیری تھا۔ میرا عذاب۔ اَلْاِنْكَارُ سے جو عرفان کی ضد ہے اس کے

اصل معنی انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔
لہذا یہ ایک درجہ کی جہالت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا (۸۳:۱۶) یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں اور پھر ان سے انجان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نکرہ
ضد میں معرف، اور تنکیر کی ضد میں تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پہچاننا یا تجاہل برتنا کسی کو سخت، دشوار، ہیبت ناک،
مصیبت میں ڈال دینا ہے لہذا نکیرو بمعنی ہلاکت، عذاب، تدمیر ہے۔ پس فَكَيْفَ كَانَ
تَكْيِيرٌ کا معنی ہو گا۔ پس کیسا رہا میرا عذاب۔

انہی معنوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَكَذَّبَ مُوسَىٰ فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ
ثُمَّ أَخَذْتُ لَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ تَكْيِيرٌ (۲۲:۴۴) اور (حضرت) موسیٰ بھی جھٹلائے
گئے سو (پہلے تو) میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا
عذاب کیسا ہوا۔

الْمُنْكَرُ اس فعل کو کہتے ہیں جسے عقول سلیمہ قبیح خیال کریں یا عقل کو تو اس کے
حسن و قبح پر توقف ہو مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ الْأُمُورُ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهِي عَنْ الْمُنْكَرِ (۱۱۲:۹) نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری
باتوں سے منع کرنے والے۔

باب تفعیل سے بے پہچان کر دینے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ مَثَلًا تَكْرِوَالَهَا
عَرْشَهَا (۲۴:۴۱) اس کے تخت کی صورت بدل دو۔

۴۶:۳۳ = اَعْظُكُمُ۔ مضارع واحد متکلم و غُظٌّ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی
نصیحت کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

= بِوَاحِدَةٍ۔ وَاحِدَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث ای خَصْلَةٍ وَاحِدَةٍ۔ ایک بات
ایک عادت، اَنْ تَقُوْا لِلّٰهِ اس خصلت واحدہ کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت
کرتا ہے۔

= اَنْ تَقُوْا مُوَا۔ میں اَنْ مصدر یہ ہے تَقُوْا مُوَا اصل تَقُوْا مُوْن تھا اَنْ کے آنے
سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قِيَامٌ (باب نصر) مصدر سے کہ تم کھڑے
ہو۔ قیام کرو۔ یا قائم رہو۔ یہاں کھڑا ہونے سے مراد پاؤں پر کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ کسی کام میں
اخلاص اور توجہ سے پوری کوشش کرنا مراد ہے۔

== لِلّٰهِ - خَالِصًا لِوَجْهِ اللّٰهِ - خَالِصَةً اللّٰهُ کے لئے -

== مَثْنٰی - مَثَانِی - کی جمع - دو - دو -

== فُرَادٰی - فُرُودٌ کی جمع غیر قیاسی - اکیلے - ایک ایک !

== تَتَفَكَّرُوْا - فعل امر جمع مذکر حاضر - تَفَكَّرُوا (تفعل) مصدر ہے -

تم سوچو اور غور کرو -

قُلْ اِنَّمَا اَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ
تَتَفَكَّرُوْا (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہتے - میں تمہیں ایک بات سمجھاتا ہوں !
(وہ یہ) کہ تم (ضد اور تعصب سے پاک ہو کر اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کے لئے فُرُودًا
فُرُودًا یا ل کر (دو دو یا زیادہ کی صورت میں) اٹھ کھڑے ہو اور پھر (اس امر میں) غور و خوض
کرو کہ تمہارے صاحب میں آخر کون سی بات ہے جو جنوں کی ہو)

== مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جَنَّةٍ - میں ما استفہامیہ ہے بمعنی هَلْ - اور بِصَاحِبِكُمْ
میں بَاءٌ بمعنی فی ہے مِّنْ بیانہ ہے صَاحِبِكُمْ مضاف الیہ تمہارا ساتھی - تمہارا صاحب
مراد بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم - جَنَّةٍ بمعنی جنوں - دیوانگی -

مَا نَافِیَہ بھی ہو سکتا ہے - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - (پھر تم کو معلوم ہو جا یتگا کہ)
تمہارے ساتھی میں جنوں کا شائبہ تک نہیں ہے ؛

== اِنْ هُوَ مِّنْ اِنْ نَافِیَہ ہے -

== بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ہ بَيْنٌ مضاف یَدَی مضاف الیہ - بَيْنٌ کی
اضافت جب اِیْدِی کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں مثلاً
ثُمَّ لَا تَنْتَهُهُمْ مِّنْ اَبٰیْنِ اَیْدٍ لِّهٖم (۱۷: ۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے
مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف عَذَابٍ شَدِيدٍ موصوف صفت مل کر مضاف الیہ -
پس بَيْنَ يَدَی عَذَابٍ شَدِيدٍ کا ترجمہ ہوگا - عذاب شدید سے پہلے (جب کہ
عذاب شدید سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے)

۳۴: ۳۴ = مَا سَأَلْتُكُمْ مَا بِعَنِ مَهْمَا - جو کچھ - مِّنْ اَجْرِ - اِی من اجر
عَلٰی تبلیغ الرسالۃ - یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم تک پہنچانے کا معاوضہ میں نے مانگا
ہے فَهُوَ لَكُمْ وہ تمہارا ہی رہا - وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، مراد یہاں ثقی سوال ہے یعنی میں تو
اس کا تم سے اجر مانگتا ہی نہیں -

== اِنْ اَجْرِي - میں اِنْ نافیہ ہے اَجْرِي مضاف مضاف الیہ - میرا اجر - میرا معاوضہ
یہ جملہ بھی تاکید نفی سوال کے لئے آیا ہے۔

۳۴: ۲۸ = يَقْذِفُ - مضارع واحد مذکر غائب قَذَفْتُ (ضرب) مصدر جس کے معنی دور پھینکنے کے ہیں۔ جیسے قَاذٍ فِيهِ فِي الْيَمِّ (۲۹: ۲۰) پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو یا جیسے سچ کو جھوٹ پر پھینک مارنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ لَقَدْ قَذَفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ (۱۸: ۲۱) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں۔

سرفہی کی طرح قَذَفُ کو بطور استعارہ گالی دینے یا عیب لگانے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اس کا استعمال نہیں آیا۔ اگرچہ سرفہی سے ان ہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً (۲۴: ۴) اور جو لوگ ہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی دَرے لگادو۔

یہاں آیت ہذا میں قَذَفُ بمعنی ڈالتا (القادر کرنا) اور اتارنا کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ (اد پر سے حق اتارتا ہے) (اس صورت میں باء زائدہ ہے) لیکن اس کا استعمال بمعنی پھینک مارنا میں بھی جائز ہے اس صورت میں مقذوف محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی:-

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ؛ تحقیق میرا رب باطل پر حق سے ضرب لگاتا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے۔ بَلْ لَقَدْ قَذَفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَذُ مَغْه (۱۸: ۲۱) ہم تو حق کو باطل کے اوپر پھینک مارتے ہیں سودہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے۔ اس صورت میں باء زائدہ نہیں ہے۔

== عَلَامُ الْغُيُوبِ - مضاف مضاف الیہ۔ عَلَامُ عَلِمْتُ سے فَعَالُ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست جاننے والا کہ جس سے کوئی شئی بھی پوشیدہ نہ رہ سکے یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہو سبحانه عَلَامُ الْغُيُوبِ۔ یا یقذف کی ضمیر فاعل کا بدل ہے۔

۳۴: ۲۹ = مَا يُبْدِي الْبَاطِلُ وَمَا يُعْيِدُ - اس کے لفظی معنی ہیں:-

باطل نہ تو کوئی نیا کام شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی کام کا اعادہ کر سکتا ہے،
عربی محاورہ میں جب کسی چیز کی ہلاکت یا بربادی کا ذکر کرنا ہو تو انہی الفاظ سے کرتے ہیں

فصار قولہم ما یبدی ولا یعید مثلاً فی الہلاک یعنی ان کا یہ قول ما یبدی و ما یعید ہلاکت کی مثال بن گیا۔

اسی طرح جب کوئی شخص بے بس اور کمزور ہو جائے تو اس وقت بھی کہتے ہیں فلان ما یبدی و ما یعید۔

لہذا مَا یُبدِیُّ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیدُ: کا مطلب ہوا کہ باطل اب بے بس اور کمزور ہو چکا ہے اب یہ نہ تو اسلام کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کا کوئی نقصان کر سکتا ہے۔ ۵۰:۳۳ = اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنْ اهْتَدَيْتُ فِیْمَا یُوحِیْ اِلٰی رَبِّیْ۔ اِنْ شَرَطِیْہِ اَوْ فَاِنَّمَا مِیْنِ فَاَوْجِبُ شَرْطَہٗ لَہٗ اِسی طرح فِیْمَا مِیْنِ فَاَوْجِبُ شَرْطَہٗ لَہٗ بآء سببیہ اور ما موصولہ یا مصدر یہ ہے۔

ای اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ بِسَبَبِ نَفْسِیْ وَوَبَالِہٖ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنْ اهْتَدَيْتُ فَاِنَّمَا اهْتَدِیْ لِنَفْسِیْ بِہِدَایَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَوْفِیْقِہٖ۔ ترجمہ: اگر میں گمراہ ہو گیا تو اس کا نقصان مجھے ہی ہوگا۔ اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ ہدایت و توفیق منجانب اللہ ہے (بوجہ اس وحی کے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے) اور اس کا صلہ بھی میری جان کے لئے ہے۔

مراد اس سے یہ ہے کہ اپنے زعم میں تم جو مجھے گمراہ سمجھتے ہو اگر بالفرض اسے مان بھی لیا جا تو اس کا نقصان مجھے ہے تم اس کا فکر کیوں کرتے ہو۔ اور اگر میں راست پر ہوں تو یہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا سبب وہ وحی ہے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے۔ یعنی یہ قرآن مجید اور بطور استدلال معکوس: یہ قرآن فی الحقیقت منزل من اللہ ہے اور نتیجہ میں راہ راست پر ہوں لہذا تم پر عائد ہوتا ہے کہ تم میری بات مانو اور راہ راست اختیار کرو! ۵۱:۳۴ = لَوْ تَرٰی مِیْنِ لَّوْ حَرَفٍ تَمَنّٰیہٗ۔ کاش تو دیکھے۔

= فَرَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب فَرَعٌ مصدر۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے (جب) یہ لوگ گھبراتے ہوئے ہوں گے۔ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ڈر اور خوف کی حالت میں ہوں گے۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۳:۳۳۔

= فَوَتْ۔ اسم فعل۔ آگے بڑھ جانا۔ گرفت سے باہر ہو جانا۔ الْفَوْتُ رباب نصر ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لئے دشوار ہو

مثلاً قرآن مجید میں ہے وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ (۱۱:۶۰) اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے دوسری آیت: لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ۔ تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

بد دعا کے وقت کہتے ہیں جَعَلَ اللَّهُ رِزْقَهُ قُوتَ فَمِہِ اللہ اس کا رزق اس کے منہ کی دسترس سے باہر کر دے۔ یعنی رزق سامنے نظر آنے لیکن منہ تک نہ پہنچ سکے! فَاتَ يَفُوتُ (نصر) قُوت آدمی کے مر جانے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دوسروں کی دسترس سے باہر ہو جاتا ہے۔

فَلَا قُوتَ۔ اِی فَلَا قُوتَ لَهُمْ ان کے لئے فرار ممکن نہ ہوگا۔
اولا یفوتون اللہ عزوجل بھرب۔ وہ بھاگ کر اللہ کی دسترس سے باہر نہیں جاسکیں گے۔

= وَأُخِذُوا = واؤ عطف ہے أُخِذُوا ماضی یعنی مستقبل جمع مذکر غائب۔ وہ پکڑے جائیں گے۔

= مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ۔ من موقف الحساب مکان قریب یعنی جائے حساب (ہی) پکڑ لئے جائیں گے۔ (یعنی جہاں بوقت حساب وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے ڈر اور خوف سے گھبراتے ہوں گے اور کوئی راہ فرار نہ پائیں گے اور وہیں موقع پر ہی دھر لئے جائیں گے) وَأُخِذُوا کا عطف فِزْعُوا پر ہے۔ اِی فِزْعُوا وَأُخِذُوا قُوت۔

۵۲:۳۴ = اَمَّنَّاہِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے (ای باللہ عزوجل۔ روح) یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے (ای بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کشاف)

= اِنِّی۔ کیونکر۔ کیسے۔ اسم ظرف، زمان و مکان (دونوں کے لئے) یہاں استفہامیہ ہے اور کَیْفَ کے معنی میں آیا ہے۔ مَكَانٍ بَعِیدٍ موصوف و صفت۔ دور جگہ۔ میدانِ حشر۔ یعنی دنیا سے نکل کر اب یہ لوگ دور اس میدانِ حشر میں آ پہنچے ہیں اب اتنی دور آ کر وہ ایسا کیسے حاصل کر سکتے ہیں جب کہ بہت دور پیچھے دنیا میں وہ موقع کو ہاتھ سے گنوا چکے ہیں اِنِّی لَہُمْ تَنَادُلٌ اِلَیْمَانٍ فِی الْاٰخِرَةِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِہِ فِی الدُّنْیَا۔ یعنی آج قیامت کے دن وہ ایمان کس طرح پا سکتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے ہیں۔

== التَّنَادُشُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ لینا۔ ن و ش مادہ کے حروف ہیں
التَّوْشُ کے معنی کسی چیز کے پکڑنے کے ہیں۔

شاعر نے کہا ہے ۵

تَنُوشُ الْبَرِیزُ حَيْثُ طَابَ اِهْتِصَارُهَا

وہ وہاں سے پیلو کھاتی ہے جہاں سے خوب جھکی ہوئی ہوں

بریز پیلو کے بیرا ہتصار کے معنی مائل کرنے اور جھکانے کے ہیں۔

اَنَّى لَهُمُ التَّنَادُشُ کے معنی ہوئے : داب، ان کا ہاتھ ایمان کو لینے کے لئے کیونکر

پہنچ سکتا ہے۔ یعنی وہ دور جگہ سے ایمان کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں جب کہ انہوں نے

قریب جگہ سے حاصل نہ کیا۔ جس وقت کہ ایمان لانا اور اس سے انتفاع کرنا ان کے اختیار

میں تھا (یعنی دنیا میں)

== وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ وَاَوْحَالِيہ ہے اور قَدْ بمعنی تحقیق ہے اور بہ میں ضمیر

واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو اوپر اَمْنَابِہ میں مذکور ہوا ہے (آیت نذا)

۵۳: ۳۳ = يَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ۔ يَقْذِفُونَ کے لئے ملاحظہ ہو آیت ۴۸: ۳۴۔ جب

کوئی شخص لایسنی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں هُوَ يَقْذِفُ

بِالْغَيْبِ وہ اندھیرے میں تیر چلاتا ہے۔

اس جملہ کا عطف وَقَدْ كَفَرُوا پر ہے۔ اور جملہ حالیہ ہے۔

= مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ دور جگہ سے یعنی بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفر پر عقائد پر اڑے

ہے کبھی توحید کا انکار کیا اور کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ قرار دیا۔ ملائکہ کو خدا کا

شریک گردانا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نشان میں گستاخیاں کیں۔ کبھی ان کو ساحر

کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہا۔ اور کبھی بھی نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر

غور و خوض نہ کیا۔ حقیقت کو جاننے سے دور ہی رہے۔ تو ایسی صورت میں جب کہ آدمی بھی دور

ہو اور اندھیرے میں تیر چلائے تو تیر کب صحیح نشانہ پر لگتا ہے۔

۵۴: ۳۳ = حِیْلَ بَيْنَهُمْ۔ حِیْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ حَوْلُ (باب

نصر) سے مصدر جس کے معنی جدائی ڈالنے کے ہیں۔ حائل کر دیا گیا۔ جدائی ڈال دی گئی۔

رکاوٹ کھڑی کر دی گئی۔ آڑ حائل کر دی گئی۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے۔

= مَا لِيَشْتَهُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے۔ يَشْتَهُوْنَ مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب

اِشْتَهَاءُ (افتعال) مصدر۔ جو وہ چاہیں گے۔

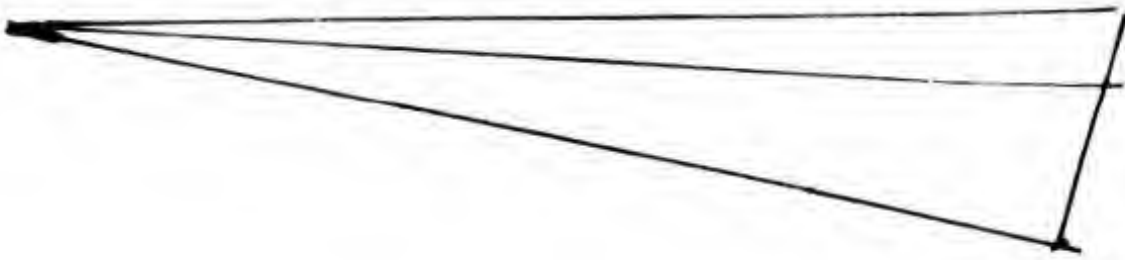
یعنی ان کے درمیان اور جو وہ چاہیں گے ایک اڑکھڑی کردی جائے گی۔ وہ کیا چاہیں گے اس سے رجوع الی الدنیا، قبول ایمان و توبہ، نجات من العذاب وغیرہ مراد ہو سکتے ہیں۔

= اَشْيَاءُ عَلَيْهِمْ مضاف الیہ اَشْيَاءُ جمع الجمع ہے شِيعَةٌ کی اور شِيعَةٌ جمع ہے شِيعَةٌ کی یعنی ان کے عقیدہ کے دوسرے کفار یعنی ان کے ساتھ بھی کیا گیا تھا۔

= شَكٌّ مُّزِيْبٌ۔ موصوف، صفت۔ ایسا شک جو (۱) متشککین کو پیہم تذبذب اور تردد میں رکھے۔ اور اُن کو کبھی سکون و اطمینان نصیب نہ ہو۔

(۲) ایسا شدید نوعیت کا شک کہ ان کے باعث دوسرے لوگ بھی شک میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔

مُؤَيَّبٌ اِرَابَةٌ سے (باب افعال) مصدر۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے یہاں شک کی صفت میں آیا ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۲۳)

۱:۳۵ = فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - فاطر - اسم فاعل واحد مذكر فطر مصدر
 (باب نصر، ضرب) مضاف السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، مضاف الیه - الفطر کے اصل معنی
 کسی چیز کو (پہلی دفعہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ
 کر وجود میں لایا ہے اس لئے فاطر ہے۔ اہل تفسیر نے اس کے معنی مُبْدِع لئے ہیں
 یعنی بغیر نظیر و مثال کے عدم محض عالم وجود میں لانے والا۔
 راغب فرماتے ہیں کہ:

هو ايجادہ تعالیٰ الشئ وابداعہ علیٰ ہیئۃ مترشحۃ بفعل
 من الافعال۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو پہلی مرتبہ اس طرح تخلیق کرنا کہ اس میں کچھ کرنے کی
 استعداد موجود ہے۔

آیہ کریمہ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا
 لَا تَبْدِیْلَ لِحَلْقِ اللَّهِ (۳۰:۳۰) تو تم یک سو ہو کر دین (حق) کی طرف اپنا رخ رکھو اللہ
 کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی
 تبدیلی نہیں۔ میں اس معرفت الہی کی طرف اشارہ ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت
 کی گئی ہے لہذا فطرۃ اللہ سے مراد معرفت الہی کی استعداد مراد ہے جو انسان کی جبلت
 میں پائی جاتی ہے۔

صاحب تفسیر ماجدیؒ اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

فطرت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے خلقت یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق
 سنے اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس استعداد

اور قابلیت سے کام لے اور اس کے مقتضا پر کہ ادراکِ حق ہے عمل کرے۔
 یہ بھاڑنا کبھی کبھی کسی چیز کو بگاڑنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً السَّمَاءُ مُنْقَطِرٌ بِہِ
 (۱۸: ۷۲) رادر جس سے آسمان پھٹ جاوے گا۔ یعنی یومِ قیامت کی سختی سے۔
 = جَاعِلٍ - بنانے والا۔ کرنے والا۔ جَعَلَ سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
 جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ مضاف مضاف الیہ فرشتوں (پیام رساں) بنانیوالا۔
 فَاطِرٌ اور جَاعِلٍ ہر دو اللہ کی صفت ہیں اور اسکی متابعت میں مجبور ہیں۔
 = رُسُلًا۔ رُسُلٌ رُسُولٌ کی جمع ہے جو فَعُولُ کے وزن پر (اسم مفعول بروزن
 مَفْعَلٌ) کا مبالغہ ہے (فَعُولٌ کا استعمال اس طرح نادر ہے)
 رُسُلٌ اسم مفعول جمع مذکر رُسُلًا بحالت نصب بوجہ مفعول۔ پیغمبر، پیام رساں۔
 بھیجے گئے۔

رسول۔ ملائکہ اور انسان دونوں میں سے ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
 اَللّٰهُ لِيُصْطَفٰی مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (۲۲: ۷۵) اللہ تعالیٰ انتخاب
 کر لیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بھی۔
 اصطلاح میں بنی یا رسول بنی نوع انسان میں سے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام نوعِ انسانی
 کو پہنچاتے ہیں۔

فرشتوں کی رسالت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں !

۱، یہ فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان پیغام رسانی کی خدمات
 انجام دیتے ہیں (وحی کی صورت میں)

۲، تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں اور اُن کو نافذ کرتے ہیں۔

= اَوَّلٰی اَجْنِحَةٍ - اَوَّلُوْا (بحالت رفع) اَوَّلٰی (بحالت نصب وجر) جمع ہے
 معنی والے۔ صاحب، مالک، بعض ذُو کو اس کا واحد ثنائی ہے۔

اَجْنِحَةٍ جَنَاحٌ کی جمع۔ پر۔ بازو۔ اَوَّلٰی اَجْنِحَةٍ بازوؤں والے۔ پروں والے۔

رُسُلًا کی نعت ہے یا اس کا بدل۔

= مَثْنٰی وَ ثَلٰثَ وَ رُبْعَ۔ یہ اِثْنَانِ اِثْنَانِ وَ ثَلٰثَ ثَلٰثَ اور اَرْبَعَةَ اَرْبَعَةَ

سے معدول ہے (نحویوں کی اصطلاح میں ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے
 صیغہ میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ جیسے ثَلٰثَ ثَلٰثَ سے ثُلُثٌ کہ اصل کے مطابق

ثَلَاثُ کے معنی تین تین ہوں گے۔

مَثْنٰی وَ ثَلَاثَ دَرَجَۃٍ - اَجْنِحَۃٍ کی صفت ہیں۔ لہذا بوجہ صفت و عدل (دو اسباب

مبجلہ نوا اسباب منع صرف) غیر منصرف ہیں

= یَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ - وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے

یعنی فرشتوں کے پروں کی تعداد - دو - دو - تین تین - چار چار تک ہی محدود نہیں وہ جسے چاہے
جتنے چاہے بازو عطا کر دے۔ یا کسی ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر کسی قسم کی بزرگی و برتری عطا کرے
وہ ہر شے پر قادر ہے۔ ہو علیٰ کل شئی قدير۔

۲:۳۵ = مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ - مَا شَرْطِيَّةٌ ہے۔ يَفْتَحُ مضارع مجزوم (بوجہ عمل ما شرطیہ)

واحد مذکر غائب

= مِنْ رَّحْمَةٍ مِنْ رَبِّهِ ہے۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ - اللہ تعالیٰ (اپنی) رحمت میں سے

لوگوں کو جو عطا فرمائے یا لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے

= فَلَا مُمْسِكَ لَهَا - میں لائے نفی جس کا ہے۔ مُمْسِكَ اسم فاعل واحد مذکر منصوب

بوجہ عمل لائے نفی جس - اِمْسَاكُ (باب افعال) بمعنی روکنے والا - بند کرنے والا - فَلَا مُمْسِكَ
لَهَا - کوئی اس (رحمت) کو روکنے والا نہیں - بند کرنے والا نہیں۔

= وَ مَا يُمْسِكُ - مَا شَرْطِيَّةٌ - يُمْسِكُ (مضارع مجزوم بوجہ عمل ما شرطیہ) واحد مذکر

غائب - اور جو وہ روک دے، بند کر دے - ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= فَلَا مُرْسِلَ لَكَ - لائے نفی جس کا - مُرْسِلَ اسم فاعل واحد مذکر - اِرْسَالُ -

رافعال) سے مصدر - اس کا مادہ رِسْلُ ہے اَلرَّسْلُ کے اصل معنی ہیں آہستہ اور

نرمی کے ساتھ چل پڑنا - نَاقَةُ رِسْلَةٍ، نرم رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں - کبھی اس سے

صرف روانہ ہونے کا مطلب بھی لے لیتے ہیں - چنانچہ اسی اعتبار سے اس سے رَسُوْلٌ مشتق

ہے - بمعنی مُرْسِلٌ بھیجا گیا - روانہ کیا گیا۔

حب رِسْلٍ سے باب افعال بنایا جائے تو ارسال کا معنی ہوگا - آزاد کرنا - چھڑا

دینا - رہا کرنا - اور مُرْسِلٌ کا معنی ہوگا - چھڑانے والا - بندش کو دور کر دینے والا - گویا مُرْسِلٌ

مُفْسِكٌ کی ضد ہو گیا - اور کلمہ نفی کے بعد ترجمہ ہوگا - کوئی چھڑانے والا کوئی بندش کو دور کرنے والا

نہیں ہے - لَہُ میں ضمیر واحد مذکر غائب - مَا يُفْسِكُ جس کو اس نے بند کر دیا ہو یا روک دیا ہو

کی طرف راجع ہے۔

== مِنْ بَعْدِ ۶ - میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے اور بَعْدِ ۶ بمعنی غَيْرِ ۶ ہو گا۔ اور اِمْسَاک بھی ہو سکتا ہے یعنی اس اِمْسَاک (روک دینے یا بند کرنے) کے بعد ۲۵: ۲۳ = هَلْ اسْتَفْهَام انکاری کے لئے ہے۔ مطلقاً نفی کے لئے بھی ہو سکتا ہے جیسے هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (۶۰: ۵۵) نیکی کا بدلہ بجز نیکی کے کچھ نہیں ہے = فَأَنِّي - اَنِّي بمعنی کَيْفَ - کیسے - کیونکر۔

== تَوَفَّكُونَ ۷ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَلْوَفْكَ ہر وہ چیز جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُتَوَفِّكَةً کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ہے وَالْمُتَوَفِّكَةُ أَهْوَى - اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا۔ (مُتَوَفِّكَات سے وہ بستیاں مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے

الٹ دیا تھا)

فَأَنِّي تَوَفَّكُونَ - پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟ یعنی اعتقادِ حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے افعال کی طرف پھرتے ہو ۳۵: ۲۴ = تَرْجِعْ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، وہ پھیری جاتی ہے وہ لوٹاتی جاتی ہے رَجَعْتُ بِابِضٍ سے مصدر - فعل متعدی - فعل لازم کا مصدر رُجُوع ہے اِلَى اللَّهِ تَرْجِعُ الْأُمُورُ - آخر کار تمام امور کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

۳۵: ۵ = لَا تَغُرَّ ثَنُوكُمْ - مضارع منفی تاکید بالون ثقیلہ - صیغہ واحد مؤنث غائب غُرُورٌ (باب نصر) مصدر سے - بمعنی دھوکہ دینا - بہکانا - فریب دینا - غلط طمع دلانا - کُذَّ ضمیر جمع مذکر حاضر - وہ تم کو فریب نہ دے - وہ تم کو بہکا نہ دے۔ = يَغُرُّ ثَنُوكُمْ بِاللَّهِ - مضارع واحد مذکر غائب تاکید بالون ثقیلہ - وہ تم کو اللہ کے بارہ میں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

= الْغُرُورُ - دھوکہ - بے جا غرور - دھوکہ کا ذریعہ۔

علامہ اسمعی کہتے ہیں: غرور اسے کہتے ہیں کہ جو تجھے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دے فریبی - مکار - دھوکہ باز - کیونکہ سب سے بڑا دھوکہ باز شیطان ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں غرور سے مراد شیطان ہے۔ وَلَا يَغُرُّ ثَنُوكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ - اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ بڑا فریبی (شیطان) نہیں مبتلا نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے

فریب میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دھڑا دھڑ گناہ کرتا ہے اور تنہا یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ بخش دیگا۔

۶:۲۵ = يَدْعُوا. مضارع واحد مذکر غائب (تحقیق) وہ بلاتا ہے، دعوت دیتا ہے۔
دَعْوَةٌ مصدر سے۔ باب نصر۔

= حَزْبُهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ، اس کی جماعت، (اپنے گروہ کو)

= يَكُونُوا۔ لام تعلیل کا۔ يَكُونُوا اصل میں يَكُونُونَ تھا۔ لام کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ ناکہ وہ ہو جائیں۔

= أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخ والے۔ جہنم والے۔ جہنمی۔

۷:۳۵ = فَاذْكَا : آیہ ہذا میں دو گروہوں کو الگ الگ نمایاں کیا گیا ہے ایک گروہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ ان کے لئے عذاب دائم شدید مقدر ہو گیا۔ (عذاب

کو نکرہ لاکر اس کی عظمت بلحاظ مدت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے)

دوسرا گروہ جو ایمان لایا اور عمل صالح کئے مغفرة عظيمة واجر کبیر ان کی قسمت میں رقم ہوا۔

۸:۳۵ = اب متذکرہ بالا (آیت ۷) دونوں گروہوں کے مابین فرق کو مزید واضح کرنے کے لئے استفہامیہ ارشاد ہوتا ہے نہ

کیا وہ شخص جس کے لئے اس کا بُرا عمل مُزِن کر دیا گیا ہو اور وہ اس کو خوبصورت نظر آیا اور اس نے باطل کو حق جانا اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کی اور جس نے حق کو حق اور باطل کو باطل ہی سمجھا؟

گویا تقدیر کلام ہے اَفَمَنْ زُتِيَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا وَّرَأَى الْبَاطِلَ حَقًّا كَمَنْ هَدَاهُ اللَّهُ فَرَآى الْحَقَّ حَقًّا وَّالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔

ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے مراد یہ کہ یہ دونوں شخص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

فَرَآهُ حَسَنًا کے بعد عبارت محذوف ہے (قرآن مجید میں حذف و تقدیر کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

اس کے جواب میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا" (نہیں) تو خدا تعالیٰ

نے فرمایا۔ فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ

نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت

بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے پس نہ گھلے آپ کی جان ان کے لئے فرطِ غم میں۔

ایسے ہی دو گروہوں کے متعلق اور جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ زُرِّيْنَا لَهُ سُوءٌ عَمِلَ (۱۴:۴۷)
تو کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلے راستے پر چل رہا ہو وہ اس کی مانند ہو سکتا ہے جس کے اعمالِ بد اُسے اچھے کر کے دکھائے جائیں۔

== زُرِّيْنَا ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَزْرِئُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ سنوارا گیا۔ مزین کیا گیا۔ اچھا کر کے دکھایا گیا۔

== فَرَأَاكَ میں ضمیر واحد مذکر غائب سوء عمل کی طرف راجع ہے۔

== حَسَنًا۔ حُسْنٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اچھا۔ عمدہ، خوب۔

فَرَأَاكَ حَسَنًا۔ زُرِّيْنَا کے مضمون کی تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس کو بے مدد چھوڑ دیا ہو اور اس کا وہمِ فہم پر اور جذباتِ نفسانی عقل پر غالب آگئے ہوں اچھے کو بُرا اور باطل کو حق سمجھنے لگا ہو وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت یاب کر دیا ہو اور حق کو باطل سے تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

== فَإِنَّ اللَّهَ۔ میں فَ عطف کے لئے ہے اور اس کا عطف کلام محذوف پر ہے۔

== لَا تَذْهَبْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (ضمیر کا مرجع نَفْسُكَ ہے۔ عَلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ کفار۔ گمراہان کی طرف راجع ہے۔ وَمَنْ زُرِّيْنَا لَهُ سُوءٌ عَمِلَ کے زمرہ میں آتے ہیں۔

لَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ۔ ذہاب نفس۔ موت سے کنایہ ہے جیسے کہ اور جگہ

قرآن مجید میں آیا ہے إِنَّ لَّيْسَ يُدْهِبُكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ (۱۹:۱۴) اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔

== حَسَوَاتٍ۔ مفعول لہ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ یہ حَسَوَاتٍ کی جمع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ افسوس کرنے کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ جاتی ہے۔ جمع کا صیغہ

اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ گمراہ کافروں کے احوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت

افسوس ہوتا تھا۔ یا یہ وجہ کہ ان کفار کی بد اعمالیاں بہت کثرت سے تھیں جو افسوس

کی (الگ الگ) متقاضی ہوتی تھیں۔

== يَصْنَعُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ صَنَعَ مصدر (باب) فتنہ جو وہ کرتے ہیں

فَتُثِيرُ = ف تعقیب کا ہے تَثِيرُ مضارع واحد مؤنث غائب، حکایت حال ماضی کے لئے استعمال ہے (حکایت الحال الماضیہ کسی گزشتہ فعل کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے فعل مضارع استعمال کرنا) یہ مادہ ثور سے مشتق ہے۔

إِنشَارَةٌ مصدر جس کے معنی ابھارنے۔ برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ زمین کو جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کے اوپر اٹھانے میں اور لانے لیجانے میں یہ معنی موجود ہیں اس لئے تَثِيرُ کے معنی وہ بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہے (یہاں السَّيَّاح کے لئے یہ صیغہ واحد مؤنث غائب استعمال ہوا ہے یعنی یہ ہوائیں بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہیں)

زمین کے جوتنے کے معنی میں اور جبکہ قرآن مجید میں ہے إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّدَلُولٍ مُّشِيرٌ الْأَرْضَ ذَاكَ تَسْقِي الْحَرْثَ (۲: ۷۱) وہ گائے جو محنت کرنے والی نہ ہو جو نہ زمین کو جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔

بادلوں کو اوپر اٹھانے کے ہم معنی غبار کو اوپر اٹھانے کے لئے اس کا استعمال قرآن مجید میں ہے فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا (۱۰۰: ۲۴) صبح کو چھاپہ مارتے ہیں پھر اس میں غبار اڑاتے ہیں۔

علامہ تبارک اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں۔ فَتُثِيرُ سَحَابًا۔ یہ گزشتہ حال کی حکایت ہے تاکہ وہ ندرت آگئیں صورت جو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے دماغوں میں مستحضر ہو جائے = سَحَابًا۔ اسم جنس ہے اس کا واحد سَحَابَةٌ آیا ہے ویسے سَحَابٌ جمع مذکور جمع مؤنث اور واحد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= فَسُقْنَاهُ میں ف تعقیب کے لئے ہے سُقْنًا ماضی جمع متکلم سَوَقٌ مصدر باب نصر کُضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع سَحَابٌ ہے۔ ہم اس کو ہانک لے گئے۔ پھر ہم ان بادلوں کو ہانک لے گئے۔

اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَنِزَادًا (۸۶: ۱۹) اور مجرموں کو پیاسا ہم دوزخ کی طرف بانگیں گے۔

= بَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ موصوف و صفت۔ بَلَدٌ بمعنی شہر۔ یہاں کوئی بھی قطعہ زمین مراد ہے مَیِّتٍ مردہ، مراد بغیر کسی نباتات، بے آب و گیاہ۔

= أَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ۔ أَحْيَيْنَا ماضی جمع متکلم أَحْيَاءُ (افعال) مصدر۔ ہم نے زندہ کیا۔ بِہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سحاب ہے ہم اس سے زمین کو زندہ

کر دیتے ہیں۔ یعنی بادلوں میں سے جو بارش کی صورت میں پانی زمین پر آتا ہے اس کے ذریعہ خشک وے آب و گناہ زمین کو دوبارہ سرسبز کر دیتے ہیں۔

== النُّشُورُ - مصدر مرفوع، معرفہ۔ باب نصر۔ جی اٹھنا۔ یعنی جزا و سزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ مراد یہاں قبروں سے قیامت کے روز اٹھایا جاتا ہے۔

۱۰:۳۵ = الْعِزَّةُ - عزت، غلبہ، بزرگی۔ عَزَّ يَعِزُّ عِزًّا کا مصدر بھی ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔

== يَصْعَدُ - منارِع واحد مذکر غائب صُعُودٌ باب سَمِع سے مصدر وہ چڑھتا ہے وہ پہنچتا ہے۔ مراد یہاں قبول ہوتا ہے۔ یا یہ کہ فرشتے اسے لے کر اوپر عرش کی طرف چڑھتے ہیں

== اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ موصوف و صفت۔ پاکیزہ کلام۔ مراد ذکر الہی۔

== يَرْفَعُهُ - مضارع واحد مذکر غائب کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع العمل الصَّالِح ہے۔ وہ اس کو بلند کرتا ہے رفع (باب فتم) مصدر۔

یَرْفَعُ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہیں

(۱) يَرْفَعُ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ جو عمل صالح خالصتہ اللہ کے لئے کیا جائے اللہ اس کو اوپر اٹھالیتا ہے یعنی قبول فرمالتا ہے۔

(۲) ضمیر فاعل عمل صالح کی طرف راجع ہے اس صورت میں کہ کا مرجع اَلْكَلِمُ الطَّيِّبُ (پاکیزہ کلام) ہوگا (الكلمہ کا لفظ مفرد ہے جمع نہیں۔ جنس مراد ہے) اور مطلب یہ ہوگا کہ پاکیزہ کلام عمل صالح کو اوپر پہنچاتا ہے یعنی مقبول بنادیتا ہے۔

== يَمْكُرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب مَكْرٌ باب نصر مصدر۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

== السَّيِّئَاتِ - اسی المکرات السيئات - بُری چالیں۔

مَكْرٌ بُری تدبیر۔ پوشیدہ فریب۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا دھوکہ فریب۔ یا مکر کی مراد دینا مراد ہوتا ہے۔

== اُولَئِكَ کا اشارہ الذین یمکرون السيئات کی طرف ہے۔

== يَكُونُ واحد مذکر غائب فعل مضارع۔ بَوْرٌ۔ بَوَارٌ مصدر (باب نصر) وہ ہلاک ہو جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا (۱۸:۲۵) اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ لوگ تھے۔

۱۱:۳۵ - مِنْ تَوَابٍ - مٹی سے۔ اصل بعید کی طرف اشارہ ہے یعنی اولیں حضرت آدم کو

مٹی سے پیدا کیا۔ اور مِنْ نُطْفَةٍ اصل قریب کی طرف اشارہ ہے یعنی حضرت آدم کے بعد نسل انسانی کو۔
= اَزْدَا جَا۔ جوڑے۔

= مَا تَحْمِلُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حَمَلَ (باب ضرب) سے مصدر وہ نہیں اٹھاتی ہے وہ حمل سے نہیں ہوتی۔ وہ حمل نہیں اٹھاتی۔ وہ حاملہ نہیں ہوتی۔
= وَلَا تَضَعُ اور نہ بنتی ہے۔ واؤ عاطفہ تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب اور نہ بچہ بنتی ہے وَذَمُّ باب فتح سے مصدر جس کے معنی ہیں رکھنے اور ڈال دینے یا عورت کے بچہ جنم کے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ: قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (۳: ۳۶) اس نے حضرت مریم نے کہا اے میرے پروردگار میں نے تو ایک بچی کو جنم دیا ہے۔
= مِنْ اُنْثٰی۔ کوئی عورت، اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے۔

= مَا يُعْمَرُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب تَعْمِيرُ (تَفْعِيلُ) مصدر جس کے معنی عمر بڑھانا یا زبان سے عَمَّرَكَ اللہ (خدا تیری عمر دراز کرے) کہنا ہے الْعِمَارَةُ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ آباد کرنا۔ آبادی۔ عَمَرَ اَرْضَهُ اس نے اپنی زمین آباد کی۔ مَعْمُورٌ۔ آباد کی ہوئی جگہ۔ عُمُورٌ آدمی کی مدت زندگی۔ کیونکہ مدت زندگی میں انسان کی عمارت بدن قائم رہتی ہے۔ بدنی مکان تعلق رُوح کی وجہ سے آباد رہتا ہے۔ عَمُرٌ اور عُمُورٌ کا اگرچہ ایک ہی معنی ہے لیکن قسم کے موقع پر عَمُرٌ بولا جاتا ہے مَا يُعْمَرُ اس کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے۔

= مُعَمَّرٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر تَعْمِيرُ مصدر سے۔ جس کی عمر بڑھائی گئی ہو بڑی عمر والا۔ عمر رسیدہ۔ طویل العمر۔ یا محض وہ شخص جس کو زندگی دی گئی ہو۔
= لَا يَنْقُصُ۔ مضارع نفی مجہول واحد مذکر غائب نَقَصٌ (باب نصر) مصدر نہیں کم کی جاتی ہے۔

= عُمُرٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی عمر۔
مَا يُعْمَرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ عُمُرٍ إِلَّا فِیْ کِتَابٍ۔ کسی عمر والے کی عمر زیادہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(۱) مُعْتَمَرٌ سے مراد شخص محض ہے اور عُمُوہ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مُعْتَمَرٌ آخر ہے۔ جیسے عربی میں عندی درہم ونصفہ میں لِصْفَہ سے نصف درہم آخر مراد لیا جاتا ہے۔ ترجمہ ہوگا:-

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۲) مُعْتَمَرٌ بمعنی شخص محض ہے اور ۶ ضمیر کا مرجع وہی معتمَر ہے جو پہلے مذکور ہے ترجمہ ہوگا:-

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۳) مُعْتَمَرٌ سے مراد طویل العمر شخص ہے اور ۶ ضمیر دوسرے ناقص العمر شخص کی طرف راجع ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:-

کسی طویل العمر کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے اور نہ کسی ناقص العمر کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

علامہ تناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں:-

بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ:-

طویل العمر شخص کی عمر میں بیشی اور ناقص العمر کی عمر میں کمی اس طرح نہیں کی جاتی کہ ناقص العمر کی عمر کا کوئی حصہ اس کی عمر سے گھٹا کر طویل العمر کی عمر میں بڑھا دیا جائے اور اس طرح ایک طویل العمر ہو جائے اور دوسرا ناقص العمر۔

= فِی کِتَابٍ - میں کتب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= ذٰلِکَ - جو واللہ خلقکم سے لے کر فِی کِتَابٍ تک مذکور ہے۔

= یَسْتَوِی - صفت مشبہ کا صیغہ ہے یُسَوِّ مادہ - آسان - سہل۔

۱۲:۳۵ = یَسْتَوِی - مضارع واحد مذکر غائب اِسْتَوَاۡءُ مصدر (افتعال) سے

مَا یَسْتَوِی وہ برابر نہیں ہے۔

= اَلْبَحْرَانِ - اَلْبَحْرَیْنِ (دو بحر) البحر - الماء الکثیر ملحاً کان او عندیاً

یعنی پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ - خواہ وہ نمکین ہو یا شیریں - بحر کو بحر کہنے کی وجہ انہوں نے

یہ لکھی ہے کہ اس میں وسعت اور انبساط کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص بہت سخی ہو تو اسے کہتے ہیں اِنَّهٗ لِبَحْرٍ۔ کہ وہ تو بحر ہے۔

یہ درست ہے کہ عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے ذخیرہ کو بھی اہل عرب بحر کہتے ہیں۔

= هٰذَا ۱۔ یہ ایک پانی۔ ان دونوں میں سے یہ ایک!

= عَذْبٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بہت شیریں۔ بہت میٹھا۔ عَذُوْبَةٌ سے جس کے معنی پانی کے میٹھا اور خوشگوار ہونے کے ہیں۔ عَذَابٌ اور عَذُوْبٌ اس کی جمع ہے۔

= قُرَاتٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے قُرُوْتٌ مصدر (باب کوْم) سے بہت شیریں پانی بہت میٹھا پانی۔ باب نصر سے بمعنی زنا کار اور باب سمع سے بمعنی بے وقوف آیا ہے لیکن قرآن مجید میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔

قُرَاتٌ اِذَا كَانَ شَدِيْدَ الْعَذُوْبَةِ۔ پانی کا بہت شیریں ہوتا۔ قِل مَآهُو یکسر العطش جو پیاس کو بجھائے۔

= سَالِحٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر سَوَّغٌ مصدر (باب نَزَرَ) سے حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جانے والا پانی یا خوراک۔

= وَ هٰذَا ۲۔ اور یہ ایک (یعنی دوسرا پانی) هٰذَا وَ هٰذَا یہ ایک اور یہ ایک (پانی)

= مَالِحٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت نمکین اور کھاری (پانی) مَالِحٌ بھی نمکین اور کھاری پانی کے لئے آتا ہے لیکن الجوبہری نے اسے متروک لغت میں سے کہا ہے اور جو اس کے جواز کے قائل ہیں وہ اس شعر کی دلیل دیتے ہیں!

وَلَوْ تَفَلَّتْ فِی الْبَحْرِ وَالْبَحْرُ مَالِحٌ - لَا صَبَاحَ مَاءِ الْبَحْرِ مِنْ رِيقِهَا عَذْبًا
اور اگر وہ سمندر میں ڈبکی لگائے اور سمندر کا پانی نہایت کھاری ہوتا ہے۔ تو اس کے دہن کے لعاب سے سمندر کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جائے۔

= اُجَابٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت کڑوا اور کھاری پانی۔

= مِنْ كُلِّ۔ ای من کل واحد منہما ان دونوں میں سے ہر ایک سے۔

= لَحْمًا طَرِيًّا۔ طَرَاوَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی تروتازہ۔

لَحْمًا غَوِيًّا۔ لَحْمًا طَرِيًّا۔ موصوف و صفت۔ منصوب بوجہ مفعول تَأْكُلُوْنَ۔

= تَسْتَخْرِجُوْنَ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ اسْتَخْرَ اَجْرًا استفعال مصدر۔ تم نکالتے ہو

== حِلِيَّة - زیور۔ سامانِ زیب و زینت (سمندر سے سامانِ زینت از قسم موتی۔ مرجان، جواہرات۔ نکالے جاتے ہیں)۔

== فِيهِ اِى فِى کُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا دُونُوں مِیں سے ہر ایک میں۔

== مَوَاحِرَ - مَآخِرُ کی جمع۔ صیغہ صفت ہے۔ چیرنے والی۔ مَخْرُوءٌ مَخْرُوءٌ (باب فتح) کشتی کا یا جہاز کا یا تیراک کا پانی چیرنا۔ مَوَاحِرَ - پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔

۱۳۱۳۵ = يُولِجُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْلَاجُ مصدر (افعال) سے وہ داخل کرتا ہے۔

== يَجْرِي - مضارع واحد مذکر غائب جَوْىٌّ وَجَوَّيَانُ مصدر باب ضرب (وہ چلتا ہے، وہ جاری رہتا ہے)۔

== اَجَلَ مُسَمًّى - اَجَلَ مدتِ مقررہ۔ موصوف۔ مُسَمًّى اسم مفعول واحد مذکر۔

تَسْمِيَةٌ مصدر باب تفعیل۔ مقرر کردہ شدہ۔ صفت۔ اَجَلَ مُسَمًّى مدتِ مقررہ

== ذَلِكُمْ یہ۔ یہی۔ اس میں کُھ نمیز جمع خطاب کے لئے ہے۔

جو اتنی قدرتوں کا مالک ہے۔ جو اتنی حکمتوں والا ہے، جو اتنا عظیم احسان کرنے والا ہے، اللہ۔ وہ ہے اللہ۔ رَبِّكُمْ جو تمہارا پروردگار ہے۔

یعنی تمہارا پروردگار اللہ ان مذکورہ بالا خوبوں کا مالک ہے

== تَدْعُوْنَ - مضارع۔ جمع مذکر (جنہیں) تم پکارتے ہو۔ یعنی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

== قِطْمِيرٌ - وہ باریک چھلکا جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے یا وہ باریک ڈورا جو گٹھلی کے شکاف میں ہوتا ہے۔ مراد حقیر یا بے مقدار چیز۔

۱۴:۲۵ = مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ - مَا نفی کے لئے ہے۔ اسْتَجَابُوا ماضی جمع مذکر

غائب۔ اسْتَجَابَ مصدر باب استفعال سے بمعنی ماننا۔ قبول کرنا۔ یعنی وہ تمہارا کہنا قبول نہ کر پائیں گے۔ تمہاری التجا قبول نہ کر سکیں گے۔

== يَكْفُرُونَ بِشُكْرِكُمْ - وہ (خود) تمہارے شکر کا انکار کر دیں گے۔

یعنی تم جو ان کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے مَا كُنْتُمْ اِيَّاَنَا تَعْبُدُونَ - (۱۰:۳۸) تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے (بلکہ اپنی ہوا دہوس اور باطل خیالات کی پوجا کرتے تھے)

== لَا يُبْسِتُكَ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تَبَيُّسٌ مصدر باب تفعیل بمعنی

خبر دینا۔ بتا دینا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تمہیں (کوئی) نہیں بتائے گا۔

= مِثْلُ خَبِيرِهِ مِثْلُ اسم مفرد۔ طرح۔ مضاف، خَبِيرُ مضاف الیہ۔ فَعِيلُ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خبردار۔ خبر رکھنے والا۔ دانا۔ خبر رکھنے والے کی طرح۔ خبر رکھنے والے کے برابر۔

خَبِيرُ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں خبیر ذات باری تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔

۱۵:۳۵ = الْغَنِيِّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ال۔ تعریف کا ہے اور عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور موجودات پر عمومی انعام معلوم و معروف ہے الْغَنِيِّ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے! = الْحَمِيدُ جو اپنی ذات میں مخلوق کی حمد کا مستحق ہو۔

حَمْدُ سے بروزن فَعِيل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی محسود ہے ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔ یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۱۷:۳۵ = وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔ عَزَّ يَعِزُّ عِزَّةً۔ عِزٌّ وَعِزَّازَةٌ۔ عَلَى۔ شاق و گراں گذرنا۔ جیسے عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۱۲۸:۹) جو چیز تمہیں مُفَرَّت پہنچاتی ہے اسے بہت گراں گذرتی ہے۔ عَزِيزٌ عِزَّةً سے بمعنی دشوار، مشکل۔ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ۔ اور یہ بات اللہ کو کچھ مشکل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ ہے کیونکہ وہ اتنا شدید القوت ہے اور زبردست ہے جس پر کوئی شے غالب نہیں آ سکتی۔

۱۸:۳۵ = لَا تَزِرُ مَضَارِعُ منفی واحد مؤنث غائب۔ وَزُرُ مصدر باب ضرب (وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی! وَازَرَتْ اسم فاعل واحد مؤنث (بوجھ اٹھانیوالا نفس) وَزُرُ۔ بوجھ۔ اَوْزَارُ جمع۔ ہتھیار۔ وَزِيرٌ مشیر سلطنت۔ بادشاہ کا مددگار۔ بادشاہ کے ساتھ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔

= وَزُرَ أَخْوَى۔ مضاف مضاف الیہ۔ کسی دوسرے کا بوجھ،

= اِنْ تَدْعُ۔ اِنْ شرطیہ۔ تَدْعُ مَضَارِعُ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَدْعُو تھا اِنْ شرطیہ کے سبب سے آخر سے واؤ حذف ہو گیا۔ دُعَاءُ مصدر (باب نصر) اگر وہ مثقل پکائے۔ (اگر بوجھ سے لدی ہوئی جان کسی کو پکائے)

== مُثْقَلَةٌ اسم مفعول واحد مَوْنَتْ۔ وہ نفس جس پر گناہوں کا بوجھ لدا ہو گا۔ عربی میں نفس مَوْنَتْ ہے۔ اس لئے مَوْنَتْ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ اِثْقَالَ (افعال) بوجھ لادنا۔

== اِلَى حِمْلِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہا ضمیر واحد مَوْنَتْ غائب مثقلہ کی طرف راجح ہے۔ اپنے بوجھ کی طرف۔ یعنی اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے۔

== لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ میں ک ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حِمْل ہے اور شئی۔ يُحْمَلُ کا مفعول مالم یُسَم فاعلہ ہے۔ اس بوجھ سے کوئی حصہ بھی نہیں اٹھایا جائے گا۔

مطلب یہ کہ گنہگار کے بارِ گناہ کا کوئی حصہ بھی کوئی دوسرا آدمی اپنے اوپر نہیں اٹھائیگا
== يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ وہ اپنے رب سے بغیر اس کو دیکھے ڈرتے ہیں۔

۲۔ وہ اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں! ایسی حالت میں کہ عذاب ان کے سامنے نہیں ہے۔

۳۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب سب لوگوں سے غائب ہوتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمام گناہوں سے بچتے ہیں اور فیض کو ادا کرتے ہیں۔ صرف انہیں کو آپ کے خوف دلانے کا فائدہ ہوتا ہے۔

== اَلْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکانی و مصدر۔ صَيَرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔

۱۹:۳۵ = اَلْاَعْمٰی۔ عَمًی سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ اندھا۔ نابینا۔ مراد راہِ راست سے نابینا۔ یعنی کافر۔ حایل۔

== اَلْبَصِيرُ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ بینا۔ یعنی مومن۔ یا جاننے والا۔

۲۰:۳۵ = اَلظُّلُمٰتُ۔ ظُلْمَةٌ کی جمع۔ تاریکیاں۔ اندھیرے۔ روشنی کے نہ ہونے کو ظلمت کہتے ہیں۔ کبھی جمالت، فسق اور شرک کو ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے اضداد، علم۔ ایمان اور عمل صالح کو نور سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثلاً اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اُخْرِجَ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (۵۱:۱۴) کہ تو اپنی قوم کو رکھ کر اندھیروں سے نکال کر ایمان کے (اجالے میں

لائے۔

آیت ہدایں بھی اَظْلُمْتُ سے مراد کُفر ہے

= النُّورُ۔ روشنی۔ یعنی ایمان۔

۳۵: ۲۱ = اَلطِّيلُ۔ سارے، چھاؤں، دھوپ کی ضد ہے مراد جنت و ثواب۔

= اَلْحَرُورُ۔ دھوپ کی تپش۔ نو۔ گرم ہوا۔ مراد یہاں دوزخ اور عذاب ہے۔
اَلْحَرُورُ۔ اسم ہے اور مصدر بھی۔ حَرَارَةٌ بھی مصدر ہے۔ حَرٌّ مادہ

۳۵: ۲۲ = اَلْأَحْيَاءُ۔ اَلْحَيُّ کی جمع ہے۔ زندہ لوگ۔ مراد اہل علم۔

۳۵: ۲۲ = اَلْأَمْوَاتُ؛ اَلْمَيِّتُ کی جمع ہے مرنے۔ مراد جاہل لوگ؛

= يُسْمِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْمَاعٌ مصدر۔ (باب افعال)

وہ سناتا ہے۔ وہ سنا کر دل میں بٹھا دیتا ہے۔

= مُسْمِعٍ۔ اسم فاعل بجملة خبر۔ واحد مذکر۔ سنانے والا۔

= مَنْ فِي الْقُبُورِ۔ وہ جو قبروں کے اندر ہیں۔ کفر پر جمے رہنے والوں کو مُردوں سے

تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مرنے بھی وہ جو قبروں کے اندر ہوں۔

۳۵: ۲۴ = اِنْ مِنْ أُمَّةٍ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اور مِنْ تاکید کے لئے آیا ہے اور

زائدہ بھی ہو سکتا ہے، یعنی کوئی امت بھی ایسی نہیں۔

= خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خَلُوْ مصدر۔ (باب نصر) وہ گزرا۔ وہ ہو چکا۔

= فِيْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب امت کی طرف راجع ہے۔

مراد یہ کہ کوئی امت بھی ایسی نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔

۳۵: ۲۵ = اِنْ يُكْذِبُوْكَ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ يُكْذِبُوْا۔ اصل میں يُكْذِبُوْنَ

تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب بوجہ عمل اِنْ نون اعرابی گر گیا۔ لَکَ ضمیر مفعول

واحد مذکر حاضر۔ یہاں خطاب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور

ضمیر فاعل کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

اگر یہ لوگ (کفار مکہ) آپ کو جھٹلاتے ہیں۔

اس کے بعد جواب شرط محذوف ہے۔ اِی فَا صَبِرْ کَمَا صَبَرَ الْاَنْبیاءُ مِنْ

قَبْلَکَ۔ آپ صبر کریں جس طرح آپ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) نے صبر کیا۔

= فَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ میں الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فاعل ہے

کَذَّبَ کا۔ اور قَبْلِهِمْ (مضاف مضاف الیہ) میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جو لوگ ان (کفار مکہ) سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں (اپنے وقت کے پیغمبروں کی)۔

یہ جملہ صبر کرنے پر دلیل کے طور پر لایا گیا ہے!

= جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَ بِالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ یہ جملہ سابقہ کا حال ہے۔ حالانکہ ان کے پاس رسول روشن دلیس، آسمانی صحیفے اور نورانی کتاب لے کر آئے تھے۔

الْبَيِّنَاتِ۔ کھلی کھلی اور روشن دلیس۔ بَيِّنَةٌ کی جمع۔ الزُّبُرِ۔ زُبُور کی جمع کتابیں۔ اوراق۔ آسمانی صحیفے۔ الْكِتَابِ الْمُنِيرِ۔ روشن کتاب۔ جیسے توریت، انجیل زبور۔ یعنی ہر پیغمبر الگ الگ معجزہ اور کتاب کے ساتھ آیا۔

= نَكِيرٍ۔ اصل میں نکیری تھا۔ (پس کیسا ہوا) میرا عذاب۔

= اَلَمْ تَرَ۔ میں ہمزہ استفہام کا ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی جہد لم صیغہ واحد مذکر حاضر تَرَ۔ اصل میں تَرَى تھا۔ لَمْ کے آنے سے آخر میں حرف علت ساقط ہو گیا۔ رُؤْيَاً مصدر (باب فتح) دیکھنا۔ اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم۔

یہاں خطاب عام ہے۔ یعنی ہر فرد بشر سے ہے

= فَآخَرَجْنَاهُمْ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب ماء کی طرف راجع ہے۔

آخَرَجْنَاهُمْ ہم نے نکالا۔ ہم نے پیدا کیا۔ یہاں التفات ضمائر ہے۔ صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات۔ کسی کام کو بکمال قدرت و حکمت کرنے کے اظہار کے لئے ہے۔

پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے سے پیدا کئے۔۔۔۔۔

= ثُمَّ رَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا۔ ثُمَّ رَاتٍ مفعول ہے آخَرَجْنَاهُمْ کا۔ مُّخْتَلِفًا

اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ بجا لیت نصب۔ مختلف۔ جِدَّاجِدًا۔ طرح طرح۔ گونا گوں۔

بوقساموں۔ اِخْتِلَافٌ مصدر (باب انفعال) اَلْوَانُهَا۔ اَلْوَانٌ۔ لَوْنٌ کی جمع ہے

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع ثمرات ہے) مضاف الیہ۔ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا دونوں

مل کر ثمرات کی صفت ہیں۔

ثُمَّ رَاتٍ مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا۔ پھل جو اپنی اجناس میں مختلف ہیں۔ مثلاً انار، سیب

انگور زیتون وغیرہ یا پھل جو اپنی رنگت میں مختلف ہیں۔ مثلاً زرد، ہنر، سرخ وغیرہ۔ اور یہ چند در چند تنوع خالق حقیقی کی کمال صفاں و حکمت کا مظہر ہے

== وَمِنْ الْجِبَالِ - اسی ومن الجبال مختلف الوانہا۔ اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔

== جَدَدٌ - اس کے مختلف معانی آئے ہیں!

۱) یہ جَدَّةٌ کی جمع ہے جس کے معنی کھلے راستے کے ہیں۔ لہذا جَدَدٌ بمعنی راستے۔ گھاٹیاں۔ جَادَّةٌ (جَوَادٌ جمع) بڑا راستہ، شارع عام

۲) ذات خطوط مختلفۃ الالوان - مختلف رنگوں کی دھاریوں والے۔

۳) جَدَدٌ بمعنی قِطَاعٌ (ٹکڑے)، قطعہ، حصہ، جَدَدٌ تہ میں نے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

وَمِنْ الْجِبَالِ جَدَدٌ - اور پہاڑوں کی (مختلف الالوان) گھاٹیاں۔ یا راستے۔ یا پہاڑوں کے

مختلف قطعے یا حصے جو بَنَضٌ (أَبْيَضٌ بَيَضَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ جمع مذکر و مؤنث ہے)

سفید ہیں اور حُمُرٌ (أَحْمَرُ حُمْرَاءُ کی جمع ہے) سرخ ہیں۔ اور غَرَابِيبُ سُودٌ نہایت

سیاہ رنگوں کے ہیں۔

== غَرَابِيبُ سُودٌ - غَرَابِيبُ غَرِيبٌ کی جمع ہے اور سُودٌ أَسْوَدٌ (مذکر)

سُودَاءُ مؤنث) بمعنی سیاہ رنگ والا۔ یا سیاہ رنگ والی۔ کی جمع ہے بروزن

أَفْعَلُ فَعْلًا فَعْلُنٌ۔ موجودہ حالت میں (یعنی ترکیب غَرَابِيبُ سُودٌ) غَرَابِيبُ

سُودٌ کی صفت نہیں ہے۔ عربی میں کسی رنگ کی تاکید صفت کو موصوف سے پہلے ذکر نہیں

کیا جاتا۔ لہذا اس کی مختلف توضیحات کی گئی ہیں۔

۱۔ اصل میں یہ سُودٌ غَرَابِيبُ تھا۔ سُودٌ موصوف غَرَابِيبُ صفت۔ استعمال

میں الٹ کر غَرَابِيبُ سُودٌ کر دیا گیا۔ أَصْغَرُ قَاقِعٌ (خالص زرد) کی طرح أَسْوَدُ

غَرِيبٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر اسود کی تاکید صفت ذکر کرنی ہوتی ہے تو غَرِيب

کو أَسْوَدُ کے بعد لاتے ہیں۔

۲۔ اصل میں سُودٌ غَرَابِيبُ سُودٌ تھا۔ صفت سے قبل مؤکد کو مضمراً (مذکور)

رکھا گیا۔ صفت کے بعد سُودٌ مؤکد مضمراً تفسیر ہے اور یہ زیادتی تاکید کے لئے کیا گیا ہے

اور مولانا نثار اللہ پانی پتی لکھتے ہیں!

حسب الالوان محل نے کہا۔ أَسْوَدُ غَرِيبٌ کثیر الاستعمال ہے۔ اور غَرِيبٌ أَسْوَدُ

کا استعمال کم ہے، میں کہتا ہوں یہ قلیل الاستعمال اس وقت ہے جب سیاہی کی مزید تاکید مقصود ہو۔

(۳) موصوف مؤكد کو محذوف کرنے کی کوئی بات نہیں ۱۔ جیسا کہ اوپر نمبر ۲ میں مذکور ہوا، بلکہ یہ نوع کلام عربی میں التقدیم والتاخیر کہلاتی ہے لہذا غَوَابِیْبُ سُودٌ بِعْنِ سُودٌ غَرَابِیْبُ ہے نہایت سیاہ۔

۲۸:۳۵ = وَمِنْ النَّاسِ كَذَلِكَ اِی وَكَذَلِكَ مِنَ النَّاسِ اور اسی طرح انسانوں چار پاؤں اور جانوروں کے رنگ جدا جدا ہیں اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔

= الْعَلَمُوْ . علمار۔ عالم لوگ، اس رسم الخط میں یہ لفظ شعور اور سورۃ فاطر میں آیا ہے یعنی میم کے بعد واؤ اور اس پر ہمزہ اور واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے اور پڑھا نہیں جاتا:

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:-

شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں درپردہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اور صفات کمالیہ کو جانتا مستلزم خشیت ہے خشیت علم کے لئے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

الْعَلَمُوْا یَخْشَوْنَ کا فاعل ہے۔

اللہ کو مقدم اور علمار کو مؤخر لانے سے علمار کی تخصیص ہو گئی یعنی اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ہیں (جو پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں اِی ان الذین یخشون اللہ من عبادہ العلموا دون غیرہم۔

= اِنَّ اللہَ عَزِیْزٌ عَفُوٌّ (بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے) یہ خدا سے ڈرنے کے وجوب کی علت ہے۔

۲۹:۳۵ = اِنَّ حَرْفَ مِثْلٍ بِالْفِعْلِ الَّذِیْنَ اِسْمُ اِنَّ - یَتْلُوْنَ کِتَابَ اللہِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآلَفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَهُمْ سِرًّا وَعَلَانِیَةً - اسم کی تعریف ہیں۔ یَرْجُونَ تَجَارَةً لَّنْ تَبُوْمَا اِنَّ کی خبر ہے۔

= یَتْلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةً (باب نصر) مصدر وہ پڑھتے ہیں (اور اس پر عمل کرتے ہیں)

= کِتَابَ اللہ - مضاف مضاف الیہ، اللہ کی کتاب۔ مراد قرآن مجید ہے۔ یا تمام

کتاب الہیہ (اس صورت میں تکذیب کرنے والوں کی حالت کے بیان کے بعد اس آیت میں گزشتہ اور موجودہ امتوں میں سے تصدیق کرنے والے مومنوں اور قاریوں اور عالموں کی مدح ہو جائے گی !

== سِرًّا - درپردہ - چھپے ہوئے (یعنی عام نفلی صورت میں مثلاً خیرات وغیرہ) عَلَانِيَةً کھلم کھلا - ظاہر - علانیہ - (مفروضہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ) ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں == يَرْجُونَ مضارع جمع مذکر غائب (رجاء) باب نصر مصدر - وہ امید رکھتے ہیں -

== تَجَارَةً مَفْعُول - ایسی تجارت -

== لَنْ تَبُورَہ مضارع نفی بہ لَنْ صیغہ واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل کا مرجع تجارت ہے بَوَارٍ مصدر (باب نصر) سے رجوع نہ گہڑے یعنی جس میں خسارہ نہ ہو - جو نہ بگڑے - جو برباد نہ ہو جو کبھی ماند نہ ہو -

یعنی وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی گھاٹے میں نہیں جاتے گی نہ برباد ہوگی بَوَارٍ - بَارَ الشَّيْءُ يَبُورُ بَوْرًا اَوْ بَوَارًا - کے معنی کسی چیز کے بہت زیادہ مندا پڑنے کے ہیں - چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے كَسَدَ حَتَّى فَسَدَ اس لئے بَوَارٍ - بمعنی ہلاکت بھی ہونے لگا - قرآن مجید میں ہے اَحْلُوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۲۸:۱۴) انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا -

۳۰:۱۳۵ == لِيُوفِيَهُمْ - يُوفِي مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام توكية تفعیل مصدر - پورا پورا دینا - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - ان کو پورا پورا دے گا - ان کو پورا پورا دے -

لام کی دو صورتیں ہیں -

۱۔ یہ لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے یعنی فَعَلُوا مَا فَعَلُوا لِيُوفِيَهُمْ یعنی وہ ایسا اس واسطے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا پورا ثواب ان کو دے -

۲۔ یہ لام عاقبت کا ہے اور اس کا تعلق يَرْجُونَ سے ہے (یعنی اس امید تجارت کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا -

== وَيَزِيدُ هُمْ مِنْ فَضْلِهِ - اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں مزید اضافہ کرے گا -

== اِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ بے شک وہ بڑی مغفرت کرنے والا (غفرشوں کو معاف کرے والا) بڑا قدردان (طاعتوں کی قدر افزائی کرنے والا ہے) یہ بندوں کے اعمال صالحہ کا پورا پورا

بدل دینے اور اس پر مزید اپنے فضل و کرم سے عطا کرنے کی علت ہے۔

۳۱:۳۵ = الْكِتَابُ - ای القرآن۔

۳۲:۳۵ = ثُمَّ أَوْرَثْنَا - ماضی جمع مشکم اِیْرَاثُ (افعال) مصدر۔ ہم نے وارث بنایا

لَكُمْ حَرْفِ عَطْفٍ ہے اور ثنا کا عطف الذی او حینا پر ہے۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنایا۔

= اِصْطَفَيْنَا - ماضی جمع معکُم اِصْطِفَاءُ (افعال) مصدر۔ ہم نے منتخب کر لیا۔

ہم نے چن لیا۔

= مُقْتَصِدٌ - اسم فاعل واحد مذکر اقتصاد (افعال) مصدر۔ قَصْدُ مادہ

سیدھے راستہ پر قائم۔ متوسط۔ میاندہ۔

القصد (باب ضرب) راستہ کا سیدھا ہونا اسی سے اقتصاد ہے۔ اس کی قسمیں

ہیں۔ ۱۔ محمود علی الاطلاق۔

جو افراط و تفریط کے درمیان ہو جیسے سخاوت جو اسراف و بخل کے مابین کو کہتے ہیں۔

اور شجاعت جو لاپرواہی اور بزدلی کے درمیان درجہ کا نام ہے چنانچہ اسی معنی کے لحاظ سے قرآن میں

ہے وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ (۱۹:۳۱) اور اپنی چال میں اعتدال کئے رکھ۔

(۲) قصد کا لفظ کنایہ کے طور پر ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کے محمود اور مذموم ہونے میں شبہ ہو

یعنی جو نہ بالکل محمود ہو اور نہ بالکل مذموم بلکہ اس کے درمیان۔ چنانچہ اسی معنی کے اعتبار سے

فرمایا گیا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ (آیت ہذا) تو کچھ ان میں سے اپنے

آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ میاندہ ہیں۔

= سَابِقٌ - السَّابِقُ کے اصل معنی چلنے میں آگے بڑھ جانا کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے،

وَأَسْبَقَ الْبَابَ (۲۵:۱۲) وہ دونوں آگے پیچھے دوڑ لگا کر دروازہ کی طرف بھاگے۔

پھر مجازاً ہر شے میں بڑھ جانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً وَقَالَ الَّذِينَ

كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ (۱۱:۴۶) اور یہ کافر ایمان والوں

کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن) اگر کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرجاتے

پھر استعارہ کے طور پر احراز (حفظ) فضیلت کے معنی میں استعمال ہونے لگا مثلاً السَّابِقُونَ

السَّابِقُونَ (۱۰:۵۶) اور آگے نکل جانے والے ہی اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔

سابق سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو اعمال صالحہ کے ذریعہ ثواب الہی اور جنت کی طرف پیش

پیش جانے والا ہو۔ سَابِقُ بِالْخَيْرَاتِ (وہ شخص یا اشخاص) جو نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔

مبدلہ برہ اقسام ظالِمٌ لِنَفْسِهِ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقُ بِالْخَيْرَاتِ، الَّذِينَ صُطِفِينَا مِنْ عِبَادِنَا میں سے ہیں جیسا کہ لفظ مِنْهُمْ جو ان تینوں کے ساتھ آیا ہے ظاہر کرتا، = ذَلِکَ۔ یعنی اپنے برگزیدہ بندوں کو قرآن مجید کا وارث بنادینا۔

۳۳:۳۵ = جَنَّتْ عَدْنٌ مضاف مضاف الیہ۔ رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہتا ہوگا۔ عَدْنٌ بِالْمَكَانِ اس نے اس جگہ مقام کیا اور عَدْن سے مراد اقامت علی وجہ الخلود ہے۔ یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔ اور بعض عَدْن کو عِلْمُ قرار دیتے ہیں اور اسے جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔

جَنَّتْ عَدْنٌ۔ مبتدا ہے اور یَدْخُلُونَهَا اس کی خبر اس میں ضمیر جمع مذکر غائب الذین اصطفینا کی طرف راجع ہے یا ثلثة اقسام (ظالم لنفسہ، مقتصد، سابق بالخیرات) کی طرف راجع ہے اور ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جنت کی طرف راجع ہے۔

= یُحَلَوْنَ فِيهَا یہ جَنَّتْ کی خبر ثانی ہے۔ یُحَلَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب (ضمیر جمع بمطابق یَدْخُلُونَ) تَحْلِيَّةٌ (تفعیل) مصدر اوہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حَلِيَّةٌ زیور۔

= اَسَادِرٌ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں۔ یہ دستوار فارسی سے معرب ہے اَسَادِرٌ۔ بوجہ جمع و عجم غیر منصرف ہے۔ مِنْ تَبْعِيضِہ ہے۔ اور مِنْ بیا نہ بھی ہو سکتا = لَوَلُوْا۔ اس کی جمع لَآلِیَہے موتی۔ اس کا عطف مِنْ اَسَادِرِ پر ہے۔ اِیْ وَ یُحَلَوْنَ فِيهَا لَوَلُوْا۔ اور ان کو وہاں موتی پہنائے جائیں گے۔

= حَرِيْرٌ۔ اسم ہے۔ ریشمی کپڑا۔ ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے۔ ۳۴:۳۵ = اَذْهَبَ عَنْہَا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِذْ هَابٌ (افعال) مصدر اَذْهَبَ عَنْ ہٹانا۔ دور کرنا۔ اس نے ہم سے غم و اندوہ کو دور کر دیا۔

= اَلْحَزَنَ۔ خوف الذنوب والسیئات و خوف رد الطاعات۔ گناہوں اور خطاؤں کا ڈر۔ عبادتوں کے مسترد ہونے کا اندیشہ۔

۳۵:۳۵ = اَحَلَّنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب اَحْلَاکٌ (افعال) مصدر بمعنی اتارنا

فروکش کرنا۔ ناضمیر جمع مشکم۔ اس نے ہیں لا اتارا۔ اس نے ہیں بسایا اس نے ہیں فروکش کیا
 = دَارَ الْمُقَامَةِ۔ مضاف مضاف الیہ ای دار الاقامۃ۔ ٹھہرنے کی جگہ قیام کرنے کی جگہ۔
 مَقَامَۃ مصدر میمی سے۔

= لَا یَمَسُّنَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نا ضمیر مفعول جمع مشکم ہیں نہیں چھوئے گی
 = نَصَبٌ۔ اسم۔ تھکان۔ مشقت، کوفت، تھکاوٹ۔

= لُغُوبٌ۔ مصدر و اسم مصدر تھکان، تھکاوٹ سے بدن میں جو اضمحلال اور ذہن میں
 جو پڑ مردگی پائی جاتی ہے وہ لغوب ہے مثل ہے اتانا سا غیبا لا غیبا وہ ہمارے پاس
 بھوکا اور ماندہ (تھکا ہارا) آیا۔

۳۶، ۳۵ = لَا یُقْضٰی عَلَیْہِم مَّضَارِعُ نَفٰی مَجْہُولِ واحد مذکر غائب قَضَاءٌ سے۔ یُقْضٰی
 عَلٰی (اس کا کام تمام کیا جائے گا) وہ مر جائے گا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْہِم۔ ان کا کام تمام نہ کیا جائیگا
 ان کی قضا نہیں آئے گی۔ ان کو موت نہ آئے گی۔ وہ نہ مریں گے۔ قُضِیَ عَلَیْہِ مَرَجَانَا۔ جیسے قُضِیَ
 اَجَلْہُ وہ مر گیا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْہِم۔ ان کی قضا نہیں آئے گی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَوَکَزَکُمُوسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ (۲۸: ۱۵) حضرت موسیٰ
 نے اس کو مکامارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

= فِیْمُوتُوْا۔ میں فارناصبہ ہے جو کہ مضارع پر بہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ یَمُوتُوْا
 مضارع منصوب جمع مذکر غائب مَوْتُ مصدر (باب نصر) کہ وہ مرجائیں۔

= کُلَّ کَفُوْرٍ۔ کُلَّ لفظاً واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے
 اس کا استعمال دونوں طرح آتا ہے، مذکر اور مؤنث میں بھی برابر استعمال ہوتا ہے۔

کُلَّ ہمیشہ مضاف مستعمل ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔
 کَفُوْرٍ صفت مشبہ کا صیغہ مجرور مضاف الیہ۔ کُلَّ کَفُوْرٍ ہر ایک ناشکر گزار۔ ہر کافر
 شخص۔

۳۷: ۳۵ = یَضْطَرِّخُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِضْطَرَّخَ (افتعال) مصدر

افتعال کی تار کو طار سے بد لا گیا ہے وہ چینیں گے۔ وہ چلائیں گے۔ وہ فریاد کریں گے۔ اور

جگہ قرآن مجید ہے فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرٰکَ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُکَ (۲۸: ۱۸)

تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے۔ اور وَاِنْ

نَشَأْلُغْرِقْہُمْ فَلَا صَرِیْحَ لَہُمْ (۳۶: ۴۳) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں

پس ان کا کوئی فریاد رس نہ ہو۔

== نَعْمَلْ مَضَارِعَ مَجْزُومٍ (بوجہ جواب شرط) جمع مشکم۔ ہم نیک کام کریں گے!

== غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے۔

== اَوَّلَهُ نَعْمَرُكُمْ..... جواب من جہتہ تعالیٰ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

جواب ملے گا۔ سہزہ استفہامیہ ہے واو عاطفہ ہے جس کو سہزہ استفہام کے بعد لایا گیا ہے

لَمْ نَعْمَرْ مَضَارِعَ نَفْعِي حَبْدِ بَلْم۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو اتنی لمبی عمر نہ

دی تھی

== مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ..... میں ما موصولہ ہے ای اولہ نَعْمَرُكُمْ عَمْرًا

یتذکر فیہ یا ما موصولہ ہے ای اولہ نَعْمَرُكُمْ الَّذِي يَتَذَكَّرُ فِيهِ

== يَتَذَكَّرُ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ غَائِبٍ تَذَكَّرُ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے

وہ نصیحت حاصل کرتا ہے (یعنی وہ اس لمبی عمر میں نصیحت حاصل کر لیتا)

اس میں ضمیر فاعل کا مرجع مَنْ (اسم موصول) ہے جو آگے آرہا ہے فِيهِ میں کا ضمیر واحد

مذکر غائب عمر کی طرف راجع ہے۔

== تَذَكَّرُ مَانِي وَاحِدٍ مَذْكُورٍ غَائِبٍ اس نے نصیحت پکڑ لی۔

== وَجَاءَكُمْ الْمُنْذِرُ۔ المنذیر سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابوحیان

کے نزدیک المنذیر سے مراد جنس النذیر ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کیونکہ ہر نبی اپنی امت کے

لئے نذیر ہے۔ اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آگئے تھے۔

اس جملہ کا عطف اولہ نَعْمَرُكُمْ پر ہے۔ اور جواب کا دوسرا جزو ہے۔ یعنی تمہیں

لمبی عمر عطا کی اور پھر تمہیں سمجھانے کے لئے ڈرائیو لے بھی بھیجے

== فَذُوقُوا میں فار ترتیب کا ہے۔ ذُوقُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذُوقُ مصدر

(باب نصر) تم چکھو۔

== فَمَا۔ میں فار تعلیل کا ہے اور ما نافیہ ہے

== الظَّالِمِينَ سے مراد کفار ہیں۔ منکرین توحید و رسالت رُسل۔

۳۹:۳۵ = فَعَلَيْهِ كُفْرُكَ میں فار ترتیب کا ہے عَلَيْهِ كُفْرُكَ ای علیہ وبال کفرہ

وہ جزاء کا لا علی غیر۔ اس کے کفر کا وبال بھی اس پر ہوگا کسی دوسرے پر نہیں۔

== لَا يَزِيدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے ضمیر فاعل کا مرجع کفرہ

جو آگے آ رہا ہے۔

== مَقْتًا۔ مصدر منصوب۔ سخت حقارت، بغض و غضب یعنی کافروں کے لئے ان کا کفر

ان کے رب کے نزدیک اس کے بغض و غضب اور حقارت کے بڑھنے کا ہی باعث ہوتا ہے

== خَسَارًا۔ مصدر منصوب (باعث) خسارہ

۳۵: ۴۰ = قُلْ اٰی قُلْ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== اَنَا اَیْنَتُمْ میں ہمیزہ استفہام کا ہے رَأِیْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے

اس کا لفظی مطلب ہے کیا تم نے دیکھا؟ کیا تم دیکھتے ہو۔

الَا تَقَان میں ہے جب ہمیزہ استفہام «رَأِیْتُمْ» پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں

رُؤِیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبَرُونِی

(مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔

لیکن اردو محاورہ میں لفظی معنی تقریباً وہی رکھتے ہیں جو اَخْبَرُونِی کے ہیں۔

== شُرَکَا نَکُم مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے شریک۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے

یعنی ذرا اپنے ان شریکوں کے متعلق تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (شرکاء سے مراد

بُت ہیں۔

== اَرُدُنِی: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِراءَ اَکْ (افعال) مصدر

تم مجھے دکھاؤ۔ تم مجھے بتاؤ۔

== اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ۔ اَمْ مَبْنِیٰ یا۔ اِی ام لہم شِرْکٌ مع اللہ عزوجل فی خلق

السموات (پہلے آیا تھا: مجھے بتاؤ تو سہی۔ انہوں نے زمین میں سے کوئی ٹکڑا تخلیق کیا ہے؟)

یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی سا جہا ہے

== اَمْ اَتَّيْنَاهُمْ کِتَابًا فَهُمْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْهُ۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے

کہ اس کی کسی روشن دلیل پر یہ قائم ہیں۔ بَیِّنَةٍ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلیل۔ مِّنْهُ میں ک

ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کِتَابًا ہے۔

بیضاوی میں ہے یجوز ان یكون هُمْ للمشرکین کقولہ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ

سُلْطٰنًا (۳۵: ۳۰) کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے یعنی هُمْ ضمیر کا مرجع

مشرکین بھی ہو سکتے ہیں۔

== بَلْ اِنْ یَعِدِ الظَّالِمُوْنَ بَعْضُهُمْ لَبَعْضًا اِلَّا غُرُورًا۔ بَلْ حَسْرَتِ اضْرَابِ

حرف اضرب لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل کا ابطال منظور ہے اور اس کے مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی

(۱) نہ تو انہوں نے (جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردان کر پوجا گیا) زمین کا کوئی حصہ تخلیق کیا ہے

(۲) نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی ساتھ ہے اور

(۳) نہ کو کوئی ایسی کتاب دی گئی ہے جس میں ان کی (یعنی معبودان باطل کی) شرکت کی کوئی سند مل سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (یعنی مشرکین) ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یعنی ان کے اسلاف اپنے اخلاف کو یا ان کے مولا اپنے پیروکاروں کو بے بنیاد دھوکہ دیتے چلے آئے ہیں کہ یہ بت اللہ کے ہاں ان کی شفاعت یا سفارش کریں گے۔

== اِنْ يَّعِدُّ فِي اِنْ نَافِيہ ہے يَّعِدُّ مضارع واحد مذکر غائب وَعِدُّ مصدر (باب ضرب) ضمیر فاعل الظلمون (جمع مذکر غائب) کی طرف راجع ہے بَعْضُهُمْ بَعْضًا بعض بعض سے یعنی ایک دوسرے سے۔ غُرُورًا مصدر منصوب دھوکہ دینا۔ باطل کی طرف رغبت دلانا۔ ۲۵: ۴۱ = يُمْسِكُ مضارع واحد مذکر غائب اِمْسَاكُ (افعال) مصدر۔

وہ روکتا ہے وہ پکڑتا ہے۔ وہ روکے ہوئے ہے وہ پکڑے ہوئے ہے۔

== اَنْ تَرْوَدَا اَنْ مصدر یہ ہے تَرْوَدَا مضارع تثنیۃ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر (باب نصر) کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ کہ وہ دونوں (سموات والارض) اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔

تَرْوَدَا اصل میں تَرْوَدَا لَان تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے لِيَتَزَوَّلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۱۴: ۴۶) کہ اس سے

پہاڑ ہی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

== زَالَتَا۔ ماضی تثنیۃ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر سے اِنْ زَالَتَا۔ اگر وہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئیں۔ یا ہٹ جائیں یا ہٹنے لگیں۔

== اِنْ اَمْسَكَهُمَا۔ اِنْ نافیہ ہے اِی مَا اَمْسَكَهُمَا (کوئی) ان دونوں کو (پھر) تھام نہیں سکتا۔ سنبھالا نہیں سکتا۔

== مِنْ اَحَدٍ۔ میں مِنْ اَحَدٍ ہے نفی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی کوئی بھی

== بَعْدُ ۴ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب یا اللہ کی طرف راجع ہے یا الذوال کی طرف۔ اِی بعد نزد الہما۔ (ان دونوں یعنی زمین و آسمان کے) اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بعد

یا امسا کہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی خداوند تعالیٰ کے تھامنے کے علاوہ اور کوئی اسے
مقام نہیں سکے گا۔ بَعْدَ کا لفظ یہاں بجز یا علاوہ کے معنی میں آیا ہے۔

== حَلِيمًا - حلم والا۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ سے جس کے معنی جوش غضب سے نفس اور
طبیعت کو رد کرنے کے ہیں بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حَلِيمًا وہ حلیم ہے کیونکہ شرک
جیسی کھلی ہوئی اور انتہائی گستاخی پر بھی فوراً سزا نہیں دیتا۔

غَفُورًا کیونکہ اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو اب بھی وہ معاف کرنے کو تیار ہے
حَلِيمًا غَفُورًا منصوب بوجہ خبر کان کے ہے

== اَقْسَمُوا - ماضی جمع مذکر غائب اِقْسَامُ (افعال) مصدر۔ انہوں نے قسمیں کھائیں
ضمیر فاعل قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

== جَهْدَ اَيْْمَانِهِمْ جَهْدٌ تاکید۔ پوری کوشش، پوری طاقت۔ جَهْدٌ لِيَجْهَدُوا
مصدر باب فتح، جَهْدٌ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے معنی اَقْسَمُوا اَقْسَامًا بَلِيغًا
انہوں نے بڑی زوردار قسمیں کھائیں یا نصب بوجہ حال کے ہے معنی جاہدین فی
اَيْْمَانِهِمْ اپنی قسموں پر زور دیتے ہوئے۔

اَيْْمَانٌ يَمِينٌ کی جمع ہے۔ قسمیں۔ یمن کے اصل معنی تودائیں ہاتھ کے ہیں
اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمن حلف
معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے یہ اس کے مجازی معنی ہیں۔

== لَنْ لَمْ تاکید اور اِنْ شرطیہ سے مرکب ہے لَنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ جملہ شرطیہ ہے
اگر ان کے پاس کوئی ڈرانہ والا آیا۔

== لَيَكُونَنَّ لام جواب شرط کا ہے لَيَكُونَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر
غائب ہے۔ تودہ ضرور ہوں گے۔ جواب شرطیہ ہے۔

== اَهْدٰی مِنْ اِحْدٰی الدُّمَمِ۔ اَهْدٰی الفعل التفضیل کا صیغہ ہے
هَدٰی اٰیۃ سے۔ زیادہ راہ پانے والا۔ زیادہ ہدایت یافتہ۔ اِحْدٰی اَحَدٌ کا مؤنث ہے
ای د اِحْدَہ۔ الدُّمَمِ میں الف لام عہد کا ہے مراد یہود و نصاریٰ کی امتیں جنہوں نے
اپنے رسولوں کی تکذیب کی اِحْدٰی الدُّمَمِ یعنی ایسی امت جو ساری امتوں میں سے رشد و ہدایت
میں اور استقامت میں افضل ترین ہو۔ اِحْدٰی الدُّمَمِ امتوں میں واحد امت۔ جیسے
کہتے ہیں واحد القوم ساری قوم میں سے واحد شخص یا واحد عصر اپنے زمانہ کی واحد

شخصیت اُھدی میں اِحدی الٰہم یعنی ساری امتوں میں سے خیر امت سب سے زیادہ ممتاز ہے اس سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ۔

== **نُفُورًا**۔ مصدر منصوب۔ دور ہونا۔ بھاگنا۔ ہدایت سے دور ہونا۔ متنفر ہونا۔ **نَفَرَ** عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ **نَفَرَ** اِلٰی کسی کی طرف دوڑنا۔

مازادَہُمَا اِلَّا **نُفُورًا** | تو ان کی نفرت ہی بڑھی اسی مازادہم ماجی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الا تباعدًا عن الحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کی حق سے دوری اور زیادہ ہو گئی (رسول کے آنے کی طرف نفرت کی نسبت مجازی ہے) ۲۵: ۲۳ = **اِسْتِكْبَارًا**۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(۱) یہ مفعول لڑ ہے اِی لا جمل الا استکبار اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے۔
(۲) یہ حال ہے اِی مستکبرین۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے۔ درآں حالیکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے
(۳) یہ **نُفُورًا** کا بدل ہے۔

(۴) یہ **نُفُورًا** پر عطف ہے یعنی فلما جاءہم نذیر مازادہم الا **نُفُورًا** اور ما زادہم الا استکبارًا فی الارض و ما زادوا الا مکراً السَّيِّئِ یعنی جب وہ نذیر تشریف لایا تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے وہ اس سے نفرت کرنے لگے اس کی آمد کے بعد ان کے غرور اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے اس کے خلاف بڑھ چڑھ کر گناہوں کی سازشیں شروع کر دیں۔ (ضیاء القرآن)

== **وَ مَكْرًا السَّيِّئِ**۔ اس کا عطف **اِسْتِكْبَارًا** پر ہے اس کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر **اِسْتِكْبَارًا** کی بیان ہوئیں۔ اس کی اصل ترکیب یہ تھی **وَ اَنْ مَكْرًا السَّيِّئِ**۔ کیونکہ السَّيِّئِ موصوف مقدر کی صفت ہے پھر مصدر کو اَنْ اور فعل کے قائم مقام لایا گیا اور اس کی صفت کی طرف اضافت کی گئی۔ **مَكْرًا** بوجہ بالا منصوب ہے۔

مَكْرًا السَّيِّئِ قبیح چالیں۔ بری تدبیریں۔

== **لَا يَحِيقُ**۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب **يَحِيقُ**۔ حَقِيقَانُ مصادر (باب فرب) نہیں گھیرتا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے **وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ** (۲۶: ۲۶) اور جس چیز سے وہ استہزاء کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔ **وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِأَهْلِهِ** اور گناہوں کی سازشیں بجز سازشیوں کے اور کسی کو نہیں

گھیرتی۔ یعنی بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔

= هَلْ يَنْظُرُونَ۔ هَلْ نفی کے معنی میں ہے جیسا کہ آیت هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ

إِلَّا الْإِحْسَانُ (۵۵: ۶۰) میں ہے يَنْظُرُونَ بمعنی يَنْتَظِرُونَ۔ يَتَوَقَّعُونَ۔ یہ

انتظار نہیں کر رہے یا توقع نہیں رکھتے مگر سُنَّةُ الْآقِلِينَ پہلے والوں کے دستور کا۔

یعنی ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو ان سے قبل ان لوگوں کے ساتھ ہوا تھا جو ان کے

جیسے افعال کے مرتکب ہوئے تھے۔ عذاب الہی نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا تھا۔

= سُنَّةٌ۔ طریقہ جاریہ۔ دستور۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔

= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع نفی تاکید لَنْ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں پائے گا۔

= تَحْوِيلًا۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت، بروزن تفعیل مصدر ہے

۴۴: ۳۵ = اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ۔ اَوَلَمْ یَسِيرُوا میں ہمزہ استفہامیہ ہے واو عاطفہ ہے تقدیر کلام ہے

أَقْعَدُوا وَلَمْ يَسِيرُوا۔ مضارع نفی مجدہ بلم (مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ) کیا وہ زمین میں چلے

بھرے نہیں۔ یہاں ضمیر فاعل مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے اور زمین سے مراد ممالک شام، یمن

عسراق وغیرہ ہیں۔ جہاں ان کا اکثر گزر ہوا کرتا تھا۔

يَنْظُرُوا فارناصبہ ہے مضارع پرہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔

= عَاقِبَةٌ۔ انجام۔

= الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جو (لوگ) ان سے پہلے ہوئے ہیں مراد قوم عاد، ثمود، اہل بابل

وکلدانہ۔ قطیان مصر وغیرہ ہیں۔ هُمْ ضمیر کا مرجع مشرکین مکہ ہیں

= مَا كَانَ اللَّهُ۔ اللہ ایسا نہیں ہے۔ اِی لیس من مثانہ۔ اس کی شان کے

شایاں نہیں ہے۔

= لِيُعْجِزَهُ۔ لام تاکید نفی کے لئے ہے۔ لِيُعْجِزَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع

نشیء ہے کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اللہ کی شان کے شایاں نہیں ہے کہ اس سے

کوئی عاجز کر دے۔ یعنی اس کو کوئی کام اپنی مرضی و حکمت کے مطابق کرنے سے معذور کر دے

= مِنْ شَيْءٍ کوئی چیز بھی۔ اِی شئی۔ من استغراق کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان

کے شایاں نہیں کہ کوئی بھی چیز آسمانوں میں یا زمین میں اسے ہرا سکے۔

۴۵: ۳۵ = لَوْ يُؤَاخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب، مُؤَاخِذَةٌ دُفَاعَلَةٌ

مصدر۔ اگر وہ گرفت کرے۔ اگر وہ پکڑے۔ وہ داروگیر کرے۔

= بِمَا - بآسبب یہ ہے اور ما موصولہ ہے -

= كَسَبُوا - ماضی جمع مذکر غائب - انہوں نے کمایا - انہوں نے (اچھا یا بُرا کام) کیا -
یہاں بُرے کام ہی کے متعلق آیا ہے -

= عَلَى ظَهْرِهَا - اسی عَلَى ظہر الارض - زمین کی پشت پر - زمین پر -

مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب تفسیر الماحدی رقمطراز ہیں :-

فائدہ : دَلُّوْ..... دَاۡبِئَہ - یعنی یہ تو مثبت تکوینی سرے سے ہے ہی نہیں کہ معاصی وذنوب پر گرفت فی الفور اور اسی دنیا ہی میں ہو جایا کرے - یہ اگر ہوتا تو کوئی کافر زندہ ہی نہ رہنے پاتا - اور اہل ایمان اس لئے اکٹھے جاتے کہ نظامِ عالم مجسمہ کے ساتھ ہی وابستہ ہے اور جب انسان نہ رہے تو کوئی حیوان بھی نہ باقی رہے دیا جاتا کہ حیوانات کی حیثیت تو محض انسان کے خادم کی ہے -

= يُؤَخِّرُهُمْ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ تَاۡخِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - وہ ان کو مہلت دیتا ہے - وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے ، یا دے رہا ہے -

= اَجَلٌ مُّسَمًّى موصوف و صفت ، مقررہ وقت ، متعین وقت -

= اَجَلُهُمْ مضاف مضاف الیہ - اَجَلٌ جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے مدتِ مقررہ کو کہتے ہیں - اسی لئے اس سے مراد کبھی موت بھی لی جاتی ہے اور کبھی قیامت دونوں کا وقت مقرر ہے -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۳۶) سُورَةُ يَسَّ مَكِّيَّةٌ (۳۱)

۳۶: ۱ = یَسَّ - یا اور سس حروف مقطعات میں سے ہیں اس کے مرادی معنی سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو معلوم نہیں۔ یہ سورۃ کا عنوان بھی ہے۔ اس سورۃ کے کئی دیگر نام بھی ہیں مثلاً معمرہ۔ کیونکہ اس کے پڑھنے والے کو دونوں جہانوں کی مصلحتی بھی عطا ہوتی ہے اس کو دافو بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے اس کا نام قاضیہ بھی ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے وغیرہ ذلک۔

۳۶: ۲ = وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ داؤ قسم کے لئے ہے بعض نے یَسَّ کو قسم قرار دیا ہے اس صورت میں داؤ عاطف ہو جائے مگر الْقُرْآنِ الْحَكِيمِ موصوفہ صفت ہے حکیم فاعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے یعنی بڑی حکمت والا۔ پُران حکمت۔ یا اس کا معنی محکم بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی محکم کتاب جو نہ رت معانی اور عبارت کی تعجب انگیزی کے لحاظ سے محکم ہے یا ایسی محکم کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کر سکتا ۳۶: ۳ = اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ یہ جواب قسم ہے اور کفار کے اس اعتراض کے جواب میں جس کا ذکر اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا (۴۳: ۱۲) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم خدا کے رسول نہیں ہو۔

۳۶: ۴ = عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ موصوفہ و صفت، راہ راست، سیدھا راستہ یعنی اسلام، دین حق۔

اس کی دو صورتیں ہیں نہ

(۱) یہ خبر ثانی ہے (لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - خبر اول)

(۲) یہ الْمُرْسَلِينَ کا صلہ ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ الذِّينَ هُمُ عَلٰی صِرَاطٍ

مستقیم ای علیٰ طریقہ مستقیمۃ (بے شک آپ مرسلین الہی میں سے ہیں جو سب کے سب راہِ راست پر گامزن تھے۔

۳۶: ۵ = تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ۔ تنزیل فعل مذكور کا مفعول مطلق (مصدر) ہے ای نزل العزیز الرحیم تنزیلاً (مولانا اشرف علی تھانوی) ای نزل اللہ ذلک تنزیلاً (قرطبی) نزل اللہ ذلک تنزیل العزیز الرحیم (شوکانی) خدائے غالب و زبردست اور نہایت مہربان کی اسی تنزیل کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ ای هذا منزل من اللہ۔ ضمیر مفعول کا مرجع القرآن ہے۔

لِتُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ تُنْذِرَ واحد مذكر حاضر منصوب بوجہ عمل لام تاکہ تو ڈرائے۔ اس کا تعلق یا تنزیل سے ہے یعنی یہ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ آپ ڈرائیں۔ یا اس کا تعلق لمن المرسلین کے مفہوم سے ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ تو ڈرائے۔

مَا أُنْذِرَ۔ اُنْذِرَ ماضی مجہول واحد مذكر غائب اِنْذَارُ (افعال) مصدر وہ ڈرایا گیا۔

مَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ما نافیہ ہے اور مَا اُنْذِرَ اَبَاءُ هُمْ کے معنی ہوں گے جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا۔

(۲) یہ موصولہ ہے بمعنی جس چیز (عذاب الہی، عذاب آخرت، تباہی وغیرہ) سے ڈرانے کے لئے ان کے آباء و اجداد کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔ اس عذاب سے ڈرانے کے لئے آپ کو ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔

(۳) یہ مصدر یہ ہے یعنی جیسے ان کے آباء و اجداد کو ڈرایا گیا تھا ویسے ہی آپ ان کو ڈرائیں مَا کا نافیہ ہونا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد مکہ میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مکہ والوں کو پیغمبر کی ضرورت زیادہ تھی۔

فَهُمْ غَافِلُونَ۔ میں فار ترتیب کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذكر غائب کی دو صورتیں ہیں لے اگر مانافیہ لیا جائے تو ضمیر کا مرجع آباء ہم ہو گا۔

(۲) مَا کی دوسری صورتوں کے مد نظر فَهُمْ غَافِلُونَ کا تعلق لِتُنْذِرَ سے ہو گا۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے اس چیز سے کہ جس سے ان کے آباء و اجداد کو ڈرایا گیا تھا کیونکہ وہ اس سے

غافل ہیں۔ فہم غافلون متعلق بنفی الا نذار علی الوجه الاول: ای لم یبذر
اباءہم فہم لبیب ذلک غفلون۔ وعلی الوجہ الآخرۃ متعلق بقولہ تعالیٰ
لَتَنْذِرَ اَی فہم غافلون عما انذرنا بہ اباءہم (شوکانی)
۳۶: ۷ = لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ - لام تاکید کا ہے قَدْ بمعنی تحقیق۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب ہے بمعنی حق ہونا۔ ثابت ہونا۔ مطابق ہونا۔

حَقَّ وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار
اور اکی وقت میں ہو کہ جس وقت اور مقدار میں اس کا ہونا واجب ہے۔
جملہ ہذا میں قَوْل سے مراد کافروں کو عذاب دینے کا خدائی فیصلہ ہے۔ مثلاً وَلَکِنْ
حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَآ مَلٰئِئَۃً جَہَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیۡنَ ۝ (۱۳: ۳۲)
لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب بھر دوں گا
آیت ہذا کا ترجمہ ہو گا: بیشک ان میں سے اکثر پر یہ بات لازم ہو چکی ہے کہ وہ ایمان
نہیں لائیں گے۔

۳۶: ۸ = اَغْلَا لَدَ - طوق۔ غُلَّ کی جمع۔ نیز ملاحظہ ہو (۳۳: ۳۴)

= فِہِیْ - میں ضمیر بھی واحد مؤنث غائب اَغْلَا لَدَ کے لئے ہے۔

= اَلَا ذُقَانَ - ذَقْنُ کی جمع۔ مٹھوریاں۔

= مُقْمَحُوۡنَ - اسم مفعول جمع مذکر، مُقْمَحٌ واحد اِفْعَالُ (افعال) مصدر

قَمَحٌ مادہ۔ وہ لوگ جو گردن پھسنے کی وجہ سے سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہوں۔

قَمَحٌ اس گیموں کو کہتے ہیں جو پکنے کے وقت سے لے کر ذخیرہ اندوزی تک بالی کے اندر
ہی رکھا جائے اور اس گیموں سے جو ستون بنایا جاتا ہے اسے قمیحتہ کہتے ہیں (اور ستون کی
مناسبت سے) کوئی چیز پھانکنے کے لئے سر اوپر اٹھانے کو القمح کہا جاتا ہے پھر محض سر اٹھانے
پر (خواہ کسی وجہ سے ہو) قمح کہا جانے لگا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قَمَحَ الْبَعِیۡرُ اَدْنٰی
(سیری کے بعد حوض سے) سر اوپر اٹھالیا۔

فَہُم مُّقْمَحُوۡنَ - بمعنی تو ان کے سر اوپر اٹھ رہے ہیں یعنی مٹھوریوں تک طوق ہونے
کی وجہ سے ان کی گردنیں اوپر اچکی ہوئی ہیں۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں کسی چیز کو دیکھ نہیں
سکتیں۔

۳۶: ۹ = مِنْ اَبٰیۡنِ اَیۡدِیۡہِمۡ اِنۡ کَے سامنے۔

== سَدًّا - دیوار۔ اڑ۔ بند۔

== اَعْشَيْنَاهُمْ - ماضی جمع متکلم۔ اِغْشَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک دیا۔ یعنی ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔

۳۶: ۱۱ == خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ - اور رحمن سے بن دیکھے ڈرے۔

القہار اور الْمُنتَقِمُ کی بجائے الرَّحْمَن سے ڈرنے کا ذکر کیا حالانکہ رحمن سے ڈرنے کا کوئی تعلق نہیں خوف تو قہار کے قہر سے اور منتقم کے انتقام سے ہونا چاہئے لیکن رحمان ڈرنا اس لئے فرمایا کہ رحمن کی صفت رحمت جانتے ہوئے پھر اس سے ڈرنا یہ خشیت کا انتہائی درجہ ہے۔ اور عین ایمان ہے۔ کمال ایمان ہے (کہیں بندے کی کوتاہی رحمان کی رحمت میں کمی کا باعث نہ بن جائے جو بندے کے لئے ناقابل برداشت نقصان ہے)

== اَجْرُ كَرِيمٍ - موصوف صفت۔ عمدہ اجر۔ یعنی جنت۔

== مَا قَدْ مُؤَا: مَا موصول ہے قَدْ مُؤَا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ جو انہوں نے آگے بھیجا۔ یہاں ماضی بمعنی حال استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو نیک و بد اعمال وہ آخرت کے لئے کرتے ہیں۔

== وَ اِثَارَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کے پیچھے۔ ان کے نشانات قدم۔ وَاَوْعَظَهُ اِثَارَهُمْ کا عطف ماقَدْ مُؤَا پر ہے ای و نکتب اِثَارَهُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں ان کے نیک و بد اعمال جو وہ پیچھے چھوڑے جاتے ہیں۔

== وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنَاهُ - ای وَ اَحْصَيْنَا كُلَّ شَيْءٍ۔ اَحْصَيْنَا ماضی جمع متکلم اِحْصَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر جس کے اصل معنی عدد کو حاصل کرنے کے ہیں اَحْصَيْتُ کَذَا میں نے اسے شمار کیا۔ اصل میں یہ لفظ حَصَى (کنکریاں) سے مشتق ہے اور اس سے گننے کے معنی اس لئے لئے جاتے ہیں کہ عرب کے لوگ گنتی میں کنکریوں پر اس طرح اعتماد کرتے تھے جس طرح ہم انگلیوں پر کرتے ہیں۔ ہ ضمیر مفعول کل شئی کے لئے ہے یعنی ہم نے ہر شئی کو گن رکھا ہے یا ضبط کر رکھا ہے یا درج کر رکھا ہے، محفوظ کر رکھا ہے۔

== اِمَامٌ مُّبِينٌ - موصوف و صفت اِمَامٌ (فِعَالُ) کے وزن پر اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتَمُّ بِهِ۔ جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ مقتدار اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ وہ انسان ہو اس کا قول و فعل ہو۔ کتاب ہو۔ صحیفہ ہو وغیرہ ذلک۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اس لئے راستہ کو بھی

امام کہتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے **وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ** (۷۹:۱۵) اور وہ دونوں (یعنی قوم لوط اور اصحاب الکلیۃ) کھلے راستہ پر واقع ہیں۔ اسی طرح قیامت کو صحائف اعمال کی پیروی کی جائے گی یعنی جیسا ان میں تحریر ہو گا اسی مطابق جزا اور سزا ہوگی!

یا ایسے ہی لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہوتا ہے اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے گویا ہر شے اپنے وجود میں اسی کی پیروی ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں صحیفہ اعمال یا لوح محفوظ کے لئے امام کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً آیہ **هَذَا وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ** اور ہم نے ہر شے کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر رکھا ہے۔

مُبِينٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ کھلا ہوا۔ صریح۔ ظاہر۔ یہاں امام کی صفت آیا ہے۔ ۱۳:۳۶ = **إِضْرِبْ**، فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ **ضَرْبٌ**۔ جس کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱:- ہاتھ، لاکھی یا تلوار سے مارنا۔ مثلاً **إِضْرِبْ لِعَصَاكَ الْحَجَرَ** (۶۱:۲) اپنی لاکھی پتھر پر مار۔

۲:- **ضَرْبُ الدَّرْضِ بِالْمَطَرِ**۔ معنی بارش برسنا۔

۳:- **ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ**۔ درہم کو ڈھالنا۔

۴:- **ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ**۔ سفر کرنا۔

۵:- **فَاضْرِبْ لَهُم مَّطَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا** (۷۷:۲۰) تو ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا۔

۶:- **ضَرْبُ الْفَحْلِ النَّاقَةَ**۔ نر کا مادہ سے جفتی کرنا۔

۷:- **ضَرْبُ الْخَيْمَةِ**۔ خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے

سے ٹھونکا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے **ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ** (۶۱:۲) ذلت ان سے چمٹادی گئی یعنی ذلت نے ان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے اسی طرح یہی معنی اس آیت میں ہیں:

ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ (۱۱۲:۳) ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔

۸:- **فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا**۔ (۱۱:۱۸) تو ہم نے

غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالے رکھا۔ (یعنی ان کو سلائے رکھا)
 ۹:- فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ لَبُوسًا (۱۳: ۵۷) پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائیگی
 ۱۰:- کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو اسے ضرب المثل
 کہتے ہیں مثلاً ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا (۲۹: ۳۹) اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔
 وغیرہ وغیرہ۔

اِضْرِبْ تُوْثَالَ بِيَانِ كَر

= مَثَلًا - تشبیہی قصہ - تمثیل - اِضْرِبْ کا مفعول اَوَّل۔

= اَصْحَابِ الْقَرْيَةِ - مضاف مضاف الیہ مل کر دونوں مفعول ثانی اِضْرِبْ کا۔
 ایک بستی کے مکین - بستی کے رہنے والے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلًا اَصْحَابِ الْقَرْيَةِ - ان کے سمجھانے کے لئے ایک مثال
 بیان کریں۔ بستی والوں کا قصہ۔ یعنی بستی والوں کا قصہ مثال کے طور پر بیان کر کے (ان کو سمجھائیں)
 = اِذْ - ظرف زمان - بمعنی جب - جس وقت - جبکہ۔

= جَاءَ هَآءِیْنِ هَآءِیْنِ وَاحِدٌ مِّنْ غَايِبِ كَامْرِجِ الْقَرْيَةِ هَی

= اَلْمُرْسَلُونَ اسم مفعول جمع مذکر - فرستادہ - بھیجے گئے - بھیجے ہوئے

یہ اَلْمُرْسَلُونَ کون تھے اور القریہ سے مراد کونسی بستی ہے اس کے
 متعلق مختلف آراء ہیں۔ بغوی، رازی، سیوطی، محلی، بیضاوی،

فائدہ

علامہ آلوسی بغدادی، ابوالسعود وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حضرت عیسیٰؑ کے قاصد تھے
 جو انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دو حواریوں کو بھیجا لیکن
 اہل انطاکیہ نے انکی تکذیب کی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تو پھر ان کی تائید کے لئے
 تیسرا قاصد بھیجا گیا۔ لیکن ان لوگوں نے پھر بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

بادشاہ وقت الطیخس اور اس کے لوگوں نے قاصدوں کے قتل کا مشورہ کیا اس کی خبر پا کر
 ایک مومن شخص جس کا نام حبیب بن ہاشم تھا اور وہ مضافات شہر میں آباد تھا۔ آیا اور اپنی قوم کو
 رسولوں کے اتباع کے لئے کہا لیکن قوم نے اس کی ایک نہ سنی اور ان تینوں کو شہید کر دیا۔

بہت اجلہ علماء و محققین اس طرف گئے ہیں کہ یہ سارا قصہ بے بنیاد ہے اور یہ کہ
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت کعب بن جراح اور وہب بن منبہ وغیرہ نے اسے
 عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا ہے۔ اور ان فرستادگان کے ناموں میں بھی

اختلاف ہے بعض کے نزدیک پہلے دو کے نام صادق و مصدوق تھے اور تیسرے کا نام شلوم تھا۔ بعض نے پہلے دو کے نام یوحنا اور شمعون بتائے ہیں اور تیسرے کا نام بولص۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے دو کے نام یحییٰ اور یونس تھے۔ اور تیسرا شمعون نامی تھا۔

اس قصہ کی تردید کے لئے سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ سلوقی خاندان جس سے الطیش کا تعلق تھا، کی حکومت ۶۵ قبل مسیح ہی ختم ہو چکی تھی اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں الطاکینہ سمیت شام و فلسطین کا پورا علاقہ رومیوں کے زیر تسلط تھا۔

بستی کا تعین نہ تو قرآن میں کیا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔ بلکہ یہ بات بھی کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ یہ رسول کون تھے اور کس زمانہ میں بھیجے گئے تھے۔ اور قرآن مجید جس غرض کے لئے یہ قصہ بیان کر رہا ہے اسے سمجھنے کے لئے بستی کا نام اور رسولوں کے نام معلوم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قصہ کے بیان کرنے کی غرض قریش کے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ تم ہٹ دھرمی، تعصب اور انکار حق کی اسی روش پر چل رہے ہو۔ جس پر اس بستی کے لوگ چلے تھے اور اسی انجام سے دوچار ہونے کی تیاری کر رہے ہو جس سے وہ دوچار ہوتے (تفہیم القرآن)
 = اِذَا رُسُلُنَا اِذْ جَاءَهَا كَاذِبًا =

۱۴: ۳۶ = فَكَذَّبُوهُمَا فَادَّعٰی كَذِبًا مَّا صٰحٰی جَمِیْعٌ مِّنْكَرٍ غَاۤیِبٍ تَكْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غایب ضمیر کاجمع اثنین ہے تو انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔

= فَعَزَّزْنَا - ماضی جمع متکلم (تفعیل) مصدر۔ ہم نے قوت دی۔ ہم نے مضبوط کیا۔ عَزَّزْنَا کے بعد مفعول محذوف ہے اِیْ فَعَزَّزْنَا هُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو تقویت دی۔ (ایک تیسرے رسول کے بھیجنے سے)

= فَقَالُوا - میں ضمیر فاعل جمع مذکر غایب تینوں رسولوں کی طرف راجع ہے۔ پس ان تینوں رسولوں نے کہا۔ اِنَّا اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ہ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ۱۵: ۳۶ = قَالُوا - یعنی بستی والوں نے کہا۔

= اِنْ اَنْتُمْ بِیْنَ اِنْ نَافِیْہُ =

= تَكْذِیْبُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ كَذِبٌ مصدر (باب ضرب)

۱۶:۳۶ = رَبَّنَا يَعْلَمُ إِنَّآ إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ لام تاکید کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد قسم کے قائم مقام ہے !
اذ تشہدوا بعلم اللہ تعالیٰ وہو یجری مدجری القسم۔ جب اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد کر لیا جائے تو وہ قسم کے قائم مقام ہوتا ہے :

۱۷:۳۶ = وَمَا عَلَيْنَا۔ اور ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے !
الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ موصوف و صفت۔ بَلَاغٌ بَلَّغٌ يَبْلُغُ (نصر) سے مصدر
الْبُلَاغُ وَالْبُلُوغُ کے معنی مقصد اور منتهی کی آخری حد تک پہنچنے کے ہیں عام اس سے
کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب
تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گویا انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں ہے
حَتَّى بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً (۱۵:۳۶) یہاں تک کہ جب خوب جوان
ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

الْبَلَاغُ کے معنی تبلیغ یعنی پہنچانے کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں ہے هَذَا بَلَاغُ
لِلنَّاسِ (۵۲:۱۴) یہ قرآن لوگوں کے نام خدا کا پیغام ہے۔ یا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَ
عَلَيْنَا الْحِسَابُ (۴۰:۱۳) تمہارا کام (ہماری احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب
لینا ہے۔

= الْمُبِينُ : اسم فاعل واحد مذکر۔ صاف صاف، واضح طور پر پہنچا دینا۔ ایسی تبلیغ کہ
جس میں ہر پہلو کی وضاحت کی گئی ہو۔

مُبِينٌ إِبَانَةٌ سے (باب افعال) ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کر نیوالا۔ کھولنے والا (باب
افعال سے لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے)

بَلَاغٌ کے معنی کافی ہو، ہو بھی آتے ہیں جیسے إِنْ فِي هَذَا لَبَلَاغٌ لِّقَوْمٍ
عَبِيدُہ (۱۰۶:۲۱) عبادت کرنے والوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں میں) پوری پوری
اور کافی تبلیغ ہے۔

۱۸:۳۶ = قَالُوا۔ یعنی اہل قریہ۔ بستی والوں نے کہا۔

= تَطَيَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَطَيَّرَ (تَفَعَّلَ) سے ہم نے بُرا شگون لیا۔ ہم نے
منگوں سے۔ تَطَيَّرَ فُلَانٌ وَاطَّيَّرَ کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں

پھر یہ ہر چیز کے متعلق استعمال ہونے لگا۔ جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جائے۔ اِنَّا لَطَيِّرُنَا بِكُمْ ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ طَائِرٌ معنی نحوست۔ مثلاً قَالُوا طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۱۹:۳۶) انہوں (رسولوں) نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔ لَئِنْ۔ لام تاکید اور اِنْ حرف شرط سے مرکب ہے۔

== لَمْ تَنْتَهُوْا۔ مضارع نفی مجہولم۔ لَمْ کے آنے سے نون اعرابی آخر سے ساقط ہو گیا۔ اِنْتَهَاءُ (افتعال) مصدر۔ اگر تم باز نہ آئے۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے۔

== لَنْ رَجُمَنَّكُمْ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے نَزَجُمَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ رَجِمَ وَرَجُومٌ مصدر (باب نصر) ہم ضرور ضرورتاً تم کو سنگسار کر دیں گے۔ الرِّجَامُ پتھر۔ الرَّجْمُ سنگسار کرنا۔ مَرْجُومٌ جس کو سنگسار کیا گیا ہو جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ (۱۱۶:۲۶) کہ تم ضرور ضرورتاً سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

استعارہ کے طور پر رَجِمَ کا لفظ۔ جھوٹے گمان۔ تو تم، سب و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جھوٹے گمان کے معنی میں ہے رَجِمَا بِالْغَيْبِ (۲۲:۱۸) یہ سب غیب کی باتوں میں اُسکل پچو سے کام لیتے ہیں اور دھتکار دینے کے معنی میں ہے۔ فَاَسْتَعِذُّ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۹۸:۱۶) تو شیطان مردود کے وسوسے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ (۷۷:۳۸) تو بہشت سے نکل جا کہ راندہ درگاہ ہے۔

قرآن مجید میں شَرُّبُ (ستاروں) کو رُجُومٌ کہا گیا ہے رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ (۵:۶۷) شیاطین کو مائے کا آلہ۔

== وَلَيَمَسَّنَّكُمْ۔ واو عاطفہ ہے لام جواب شرط کے لئے ہے یا تاکید کے لئے۔

يَمَسَّنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ مَسَّ مصدر (باب سمع) وہ ضرور ضرورتاً پہنچے گا کہ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اور تم کو ضرور بالضرور پہنچے گا (ہماری طرف سے دردناک عذاب)

== ۱۹:۳۶ قَالُوا۔ رسولوں نے کہا۔

== طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔

== اِنَّ دُ كِرْتُمْ۔ سہزہ استفہامیہ ہے اِنْ حرف شرط ہے جواب شرط محذوف ہے

ای ان ذُکِرْتُمْ تَطَيَّرْتُمْ بِنَاوِ تَوَاعَدُ تَمَوَّنَا جب تم کو نصیحت کی جاتی ہے تو تم ہم کو منحوس قرار دیتے ہو اور تکلیف دہی کا ڈراوا دیتے ہو۔ (حرف استفہام بمعنی یہ کیا بات ہوئی کہ)

= بَلْ۔ بلکہ (حرف اضراب) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ۔

۱۹:۳۶ = مُسَوِّفُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّفٌ واحد۔ حد سے بڑھنے والے۔

اِسْوَانٌ (افعال) مصدر۔ حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔

۲۰:۳۶ = اَقْصَا۔ افعِل التفضیل کا صیغہ قَصَاءُ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں

زیادہ دور۔ بہت بعید۔ اَقْصَا الْمَدِينَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شہر کا پر لامل دور والا سرا۔ یا شہر کا کوئی دور والا مقام۔

= يَسْعَى۔ مضارع واحد مذکر غائب سَعَى مصدر باب فتح (دوڑتا ہوا۔ یہ رَجُلٌ کا حال ہے۔

۲۱:۳۶ = مُهْتَدُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، مرفوع، نکرہ، اِهْتَدَاءُ (افتعال)

مصدر۔ ہدایت پانیا والے۔ ہدایت یافتہ۔ راہِ راست پر چلنے والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَالِي ٢٣

يَس - صُنِفَتْ - ص - الزُّمُرُ -

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ

۲۲:۳۶ وَمَا لِيَ - واؤ عاطفہ ہے۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا!

میرے پاس کوئی عذر نہیں.....

اور مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں یہ استفہام انکاری کے لئے ہے ترجمہ ہوگا!

میرے پاس عذر ہی کیا ہے کہ..... (یعنی میرے پاس کوئی عذر ہی نہیں ہے

لَا أَعْبُدُ مضارع منفی واحد مکمل۔ (کہ) میں عبادت نہ کروں۔

فَطَرَنِي۔ فطر ماضی واحد مذکر غائب فطرو مصدر (باب ضرب و نصر) بمعنی عدم سے

وجود میں لانا۔ نیست سے ہست کرنا۔ پیدا کرنا۔ فطرو کے معنی میں پھاڑنے کا مفہوم ضرور ہونا چاہئے

ن وقایہ ی ضمیر واحد مکمل اس نے مجھے پیدا کیا۔ وہ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر مجھے وجود میں لایا

شَوَّجَعُونِ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجَعُوا (باب ضرب) مصدر معنی لوٹانا۔ یا بطور

فعل لادم لوٹنا۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔

علامہ پانی پتی صاحب تفسیر منطہری رقمطراز ہیں :-

اس کلام میں لطیف طرز میں ہدایت کی ہے اپنے نفس کو نصیحت کرنے کے پیرایہ میں دوسروں کو خالص

نصیحت کی ہے کہ دوسروں کو بھی اسی بات کو اختیار کرنا چاہئے جو ناصح نے اپنے لئے اختیار کی

حقیقت میں کفار کو اس امر پر زجر کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے خالق کی عبادت

کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت پسند کی ہے۔

اور بعض کے نزدیک وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

جواب، سوال محذوف کا۔ سوال کے متعلق دو روایات ہیں!

۱۔ حب اقصا المدینۃ سے آنے والے نے آکر اپنی قوم سے کہا۔ یَقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ

..... الخ تو قوم والوں نے کہا کہ کیا تو ہمارے مذہب کا مخالف ہو گیا ہے اور ان رسولوں

کے مذہب کا پیرو ہو گیا ہے تو اس نے کہا وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ..... الخ

۲۔ بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ جب اس شخص نے یَقُومُ اتَّبِعُوا..... کہا تو لوگ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے کہا کیا تو ان رسولوں کا پیرو ہو گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ وَمَا لِي..... الخ

۳۶: ۲۳ = عَا تَخِذْ۔ سمزہ استفہام انکاری ہے اَتَّخِذْ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے اَتَّخَاذُ (افتعال) مصدر اختیار کرنا۔ کیا میں اختیار کروں۔ بھلا میں اختیار کروں۔
= الْهَيْهَةَ۔ الہ کی جمع ہے۔ عَا تَخِذْ مِنْ دُونِهِ الْهَيْهَةَ۔ کیا میں اس کو (اللہ کو) ہیو کر دوسروں کو مہبود بناؤں۔

= اِنْ يُرِزْ اِنَّ الرَّحْمٰنَ لَبَصِيْرٌ (جملہ شرطیہ) لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُوْنِ (جواب شرطیہ)
اِنْ شرطیہ یُرِزْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) وَاَحَدٌ مِّنْهُمْ غَائِبٌ۔ اِذَا اَذْهَبَ مصدر (باب افعال) اصل میں یُرِزْنِ تھا۔ اِنْ کے عمل سے اخیر کی یا، ساقط ہو گئی تھی وقایہ ہی ضمیر واحد متکلم مفعول، اگر وہ مجھ کو (دکھ پہنچانا) چاہے۔

= لَا تُغْنِي۔ مضارع منفی واحد مؤنث غَائِبٌ، اِغْنَاءُ (افعال) مصدر کام آنا۔ کفایت کرنا۔ بے پرواہ بنادیتا۔ اصل میں تُغْنِي تھا۔ عامل کے سبب سے آخر سے یا، ساقط ہو گئی شَفَاعَتُهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی شفاعت۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع الْهَيْهَةُ ہے۔ لَا تُغْنِي عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا۔ (تو) ان (معبودان باطل) کی شفاعت یا سفارش میرے کسی کام نہ آ سکے گی۔ مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔

= لَا يُنْقِذُوْنِ۔ مضارع منفی (مجزوم بوجہ جواب شرطیہ) جمع مذکر غَائِبٌ۔ اصل میں یہ یُنْقِذُوْنِ تھا۔ نون اعرابی مضارع مجزوم کی صورت میں گر گیا۔ نون مکسور نون وقایہ ہے آخر میں یا، متکلم بوجہ تخفیف محذوف ہو گئی اِنْقَاذٌ مصدر (باب افعال) اِلَّا نَقَاذُ کے معنی کسی خطرہ یا بلاکت سے خلاصی دینا ہے۔ مَثَلًا وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (۱۰۲: ۳) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ لَا يُنْقِذُوْنِ۔ اسی لَا یُخْلِصُوْنَ مِنْ ذَلِكَ الصِّرَاطِ مجھے اس صراط سے بچا سکیں یا چھڑا نہ سکیں۔

۳۶: ۲۴ = اِذَا۔ تب۔ اِذَا تَخَذْتُ مِنْ دُونِهِ الْهَيْهَةَ یعنی اگر میں خدا کو چھوڑ کر ان بتوں کو مہبود بناؤں تو اس صورت میں (اِنِّیْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ) میں صریح

گمراہی میں جا پڑا۔

۲۵:۳۶ = اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ (میں ایمان لے آیا ہوں تمہارے رب پر)

اس کی تین صورتیں ہیں!

- ۱۔ یہ خطاب قوم سے ہے جس کو اس نے یوں خطاب کیا تھا۔ اِقْوَمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ
 - ۲۔ یہ خطاب بادشاہ سے ہے جس کے پاس قوم کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔
 - ۳۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بِرَبِّکُمْ میں خطاب رسولوں کو ہے کیونکہ جب اس کو یقین ہو گیا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ تو اس نے اپنے مومن ہونے کا پیغمبروں کو گواہ بنایا۔ اور کہا کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں میرے گواہ رہنا۔
- ترجمہ یہ خطاب قوم سے ہی ہے۔

== فَاسْمِعُوْنَ - اِسْمِعُوْا - سَمَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ ہے ی متکلم کی محذوف ہے۔ پس میری سنو! یعنی میرے ایمان کی اطلاع سن لو۔

فاسمعوا قولى فاني لا ابالي بما يكون منكم على ذلك - میری بات سن لو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اس پر مجھے تمہاری طرف سے کیا سہنا پڑے گا۔

فَاِيْدَهُ: تفسیر الماحدی میں ہے کہ وَمَالِيْ لَا اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ. عَا اَتَّخِذُ اِنِّیْ اِذَا هِرْجَلَهٗ صِیْغَةُ اَحَدٍ متکلم کے استعمال سے مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ استنباط کیا ہے کہ مرد مومن نے یہ سب اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا کہ مخاطبین کو استغناء نہ ہو جو غور و تدبر کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

فَاِيْدَهُ (۲) اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ میں بجائے بِرَبِّیْ کہنے کے بِرَبِّکُمْ کہا اس کہنے میں ایمان کی ایک بلیغ دعوت ہے۔

۳۶:۲۶ = قَبِلَ اَدْخَلَ الْجَنَّةَ (کہا گیا جنت میں داخل ہو جا) اَدْخَلَ

فعل امر واحد مذکر حاضر۔ دُخُولٌ مصدر (باب نصر) تو داخل ہو جا

یہ فقر کب کہا گیا اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

۱۔ جب اس مرد مومن نے قوم سے خطاب کیا تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ موت کے

بعد جب خدا کے حضور اس کی پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا فرمایا۔ اس امکانی سوال

کا یہ جواب ہے (یہ جملہ مستانفہ ہے جو بطور جواب استعمال کیا گیا ہے)

بعض کے نزدیک وہ قتل نہیں ہوا تھا بلکہ طبعی موت مرا تھا۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جب اس کی قوم نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان پر اٹھایا جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ وہاں جنت میں ہے۔
۳۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بشارت اس کو مرنے سے پہلے ہی دیدی گئی تھی۔

لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔

۳۶: ۲۶، ۲۷ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں شامل کر دیا۔ کیت حرف مشبہ بفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے تمنا کے لئے مستعمل ہے۔

مَا غَفَرَ لِي رَبِّي مَا مَوْصُولَةٌ بِمَا مَوْصُولَةٌ (اور پرکار ترجمہ ما موصولہ کے لحاظ سے ہے) مصدر یہ کی صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اے کاش! میرے رب کی طرف سے میری بخشش اور میری عزت یافتگان میں شمولیت کا علم میری قوم کو ہو جاتا۔ استفہامیہ کی صورت میں ترجمہ ہو گا۔
اے کاش! میری قوم کو معلوم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے کیا بخش دیا۔ اور عزت یافتہ لوگوں میں مجھے شامل کر دیا۔

= الْمُكْرَمِينَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اکرام (افعال) مصدر معززین یہ مرد مومن کا جنت کی نوید ملنے پر اپنی قوم کے لئے ہمدردی کا اظہار ہے۔ اسی کی توفیق کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ:-

نَصَحَ قَوْمَهُ حَيًّا دَمِيًّا۔ اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔

۳۶: ۲۸ وَمَا أَنزَلْنَا مِنْ مَّاءٍ نَّارٍ هِيَ۔ اور ہم نے نہیں اتارا۔

= عَلَى قَوْمِهِ۔ میں ہضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مرد مومن (حبیب بخار) ہے

= مِنْ لَعْنَةٍ۔ میں بھی ہضمیر کا مرجع حبیب بخار ہی ہے۔ اس کے بعد یعنی اس کے شہد کئے جانے کے بعد۔

= وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ۔ اور نہ ہم اتارنے والے تھے ہی۔ یعنی نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت

ہی تھی۔ مُنْزِلِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب (بوجہ خبر کُنَّا) اتارنے والے

اس جملہ کی تفسیر میں علامہ نثار اللہ پانی پتی رحمہ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں!

وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ۔ یعنی ہماری یہ عادت ہی نہیں اور دستور ہی نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھیجیں اللہ کو اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ باقی یہ بات کہ خندق اور بدر کے دن فرشتوں کو جو بھیجا گیا تھا وہ محض بشارت دینے اور رسول کی عظمت کا اظہار کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دینے کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:-

”وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرًا لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ“ (۱۰:۶۸) اور اللہ نے یہ بس اس لئے کیا کہ (تمہیں) بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو جائے درآن حالیکہ نصرت تو بس اللہ ہی کے پاس ہے بعض کے نزدیک ما کُنَّا میں ما موصولہ ہے اور جُنْد سے مراد ہے آسمان سے سنگ باری یا طوفان یا شدید بارش۔ یعنی جس طرح گذشتہ قوموں پر ہم نے عذاب کی فوج بھیجی ایسی عذابی فوج حبیب بنجار کی قوم پر نازل نہیں کی۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی طرف اشارہ ہے اور حبیب بنجار کی قوم کی تحقیر مقصود ہے کہ وہاں فرشتوں کی فوج اتارنے کی ضرورت تو کجا رہی وہاں تو پہلی قوموں کی طرح طوفان باد و باران وغیرہ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ محض ایک فرشتہ کی ایک چیخ ہی کافی تھی کہ سب ایک دم بچھ کر رہ گئے (یعنی مر گئے)۔

۲۹:۳۶ = اِنْ كَانَتْ - اِنْ نَافِيَةٌ ہے كَانَتْ کی ضمیر واحد مؤنث غائبہ جو اسم کانت ہے مضموم ہے۔ اِی ان کانت الذخذه الا صيحة واحدة۔ کانت فعل ناقص الذخذه اسم کانت - صيحة خبر - نہ تھی وہ آکپڑنے والی (یعنی مصیبت، عقوبت) مگر ایک گرج - یعنی بس وہ تو ایک گرج یا چیخ تھی۔

الصيحة کے معنی آواز بلند کرنا کے ہیں۔ گرج - چیخ - چنگھاڑ کے معنی میں مستعمل ہے صور پھونکنے کی آواز کو بھی صيحة کہتے ہیں۔

= فَاِذَا مِنْ ف سببیہ ہے اور اِذَا مفاجاتیہ ہے۔

= خَامِدُونَ - اسم فاعل جمع مذکر خُمُوْدُ مصدر (باب نصر) بجھنے والے۔ خمد النار - آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا۔ (جبکہ اس کا انگارہ نہ بجھا ہو) کنایۃ خود معنی موت بھی استعمال ہوتا ہے۔

فَاِذَا هُمْ خَامِدُونَ پس اس چیخ کی وجہ سے وہ ایک دم بچھ کر رہ گئے۔ یعنی مر گئے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَا ذَٰلِكَ تِلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ
جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خُمِدَتِ ۝ (۱۴:۲۱) وہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے
ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر (اور آگ کی طرح) بجا کر ڈھیر کر دیا۔

۳۶:۳۰ = يُحْسِرُ ۝ حَسْرَةً ۝ افسوس، پشیمانی، پچھتاوا۔ حَسِرَ يُحْسِرُ (سمع)
کا مصدر ہے یا حرفِ نداء ہے اور حَسْرَةً ۝ منادک ۝ اے افسوس!۔

== عَلَى الْعِبَادِ۔ العباد میں الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے
رسولوں کی تکذیب کی تھی۔

== كَانُوا بِهِ ۝ میں ۝ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کے لئے ہے۔

== يَسْتَهْزِئُونَ ۝ ماضی استہزائی جمع مذکر غائب۔ وہ استہزاء کیا کرتے تھے، ہنسی
اڑایا کرتے تھے۔

۳۶:۳۱ = كَمْ ۝ مِنَ الْقُرُونِ ۝ کتنی ہی قومیں۔ کتنی ہی امتیں القرون جمع
ہے الْقُرُونُ کی جس کے معنی کون ایسی قوم یا امت جس کا اپنا مخصوص زمانہ ہو دوسروں
سے الگ!

کَمْ سوالیہ بھی آتا ہے اس صورت میں اس کا ما بعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے
اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ جیسے كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ تُوْنِے
کتنے آدمیوں کو پیٹا؟

کَمْ کی دوسری صورت خبریہ ہے اس صورت میں یہ مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی
کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے كَمْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا
ہم نے بہت بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ
أَهْلَكْنَاهَا۔ ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا (یعنی بہت بستیوں کو)

کَمْ ۝ مِنَ الْقُرُونِ ۝ کتنی ہی قوموں کو، کتنی ہی امتوں کو (یعنی بہت بستیوں یا امتوں کو)
== اَلَيْسَ ۝ نَمِيرُهُمْ ۝ جمع مذکر غائب مِنَ الْقُرُونِ کی طرف راجع ہے۔

== اَلَيْسَ ۝ چونکہ خطاب اہل مکہ سے ہو رہا ہے لہذا اَلَيْسَ ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں
اَلَيْسَ اَلَيْسَ ۝ لَا يَرْجِعُونَ ۝ کہ ان بستیوں کے باسی مہر لوٹ کر ان کے پاس واپس
نہ آئے۔ یا نہ آئیں گے۔

۳۶:۳۲ = وَلَنْ كُلُّ ۝ لَمَّا جَمِيعٌ ۝ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ اِنْ نَافِيَةٌ ۝ كُلُّ ۝

مبتدا ہے اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اصل میں کلہم تھا۔ (ہم سے مراد القرون ہے جن کی ہلاکت کا ابھی ذکر ہوا) لَمَّا مَعْنَى الْآبَاءِ جَمِيعُهُمْ بَرَزْنَ فَعِيلٌ مَعْنَى مَفْعُولٌ ہے ای مجموعوں اور یہ خبر ہے لَدَيْنَا مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے۔
مُحْضَرُونَ خبر ثانی۔

آیت کا مطلب ہوگا:

وَمَا كُلُّهُمْ إِلَّا مَجْمُوعُونَ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ (لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ) لیکن وہ سب کے سب اکٹھے کر کے ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے (حساب و جزاء کے لئے)۔

۳۳:۳۶ = آيَةُ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ میں الارض المیتة (موصوفہ وصفت) مبتدا ہے اور آيَةُ خبر مقدم لَهُم متعلق آيَةُ هُمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ میں اور مردہ یعنی خشک زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے (اللہ کی قدرت کی یا بطور دلیل مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینے کی) الارض سے مراد جنس زمین ہے کوئی معین زمین مراد نہیں ہے۔
= أَحْيَيْنَاهَا... الخ آيَةُ کی تفسیر ہے ماضی جمع متکلم أَحْيَاءُ (افعال) مصدر سے۔ ہا ضمیر کا مرجع الارض ہے ہم نے اس کو زندہ کر دیا (بارش برسا کر اور نباتات اُگا کر)۔

= حَبًّا - غَلَّةً - اناج (گندم، جو وغیرہ) اناج کے دانہ کو حَبٌّ وَحَبَّةٌ کہتے ہیں اس کی جمع حبوب ہے یہاں مراد جنس غلہ ہے۔

= فَمِنْهُ - فارسیہ ہے مِنْ ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔ ہ ضمیر کا مرجع حَبًّا ہے جار و مجرور متعلق یَا كُلُّونَ کے ہے۔

مطلب یہ کہ جب ہم مردہ زمین کو بارش کی وجہ سے سرسبز کرتے ہیں اور اس سے غلہ برآمد کرتے ہیں پھر اسی غلہ سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔

۲۴:۳۶ = فِيهَا اِی فِي الْأَرْضِ - زمین میں۔

= نَخِيلٌ - نَخْلٌ وَ نَخْلٌ اسم جنس ہے کھجور کے درخت یا کھجوریں۔

درختوں کے معنی میں قرآن مجید میں ہے كَانَتْ لَهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۷:۶۶) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔ اور کھجوروں کے معنی میں فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَ نَخْلٌ

وَرُمَّانٌ (۵۵:۶۸) ان میں میوے۔ کھجوریں اور انار ہیں!

نَخْلٌ کی جمع نَخِيل ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِيد ہے۔
= اَعْنَابٌ عِنَب کی جمع ہے بمعنی انگور۔

= فَجَرْنَا ماضی جمع متکلم تَفَجَّرُ (تفعیل) مصدر ای شَقَقْنَا ہم نے پھاڑا
ہم نے پھاڑ کر بہایا۔

= فِيْهَا۔ ای فِي الْأَرْضِ اَوْفِي جَنَّتِ۔ زمین میں یا باغات میں۔

= مِنَ الْعُيُونِ۔ مِنْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ مِنْ اَجْدَايَہ ہے ای فَجَرْنَا مِنَ الْمَنَابِعِ مَا يَنْتَفِعُ بِهِ مِنَ الْمَاءِ۔

یعنی منبعوں سے (چشموں) سے نفع بخش پانی بہایا۔

(۲) مِنْ زَائِدَہ ہے۔ ای فَجَرْنَا فِيْهَا الْعُيُونِ حَبْ كَالْعُيُونِ فَجَرْنَا مَا مَفْعُول
ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کئے۔

(۳) مِنْ بَيَانِيہ ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کر دیئے۔

(۴) مِنْ تَبْعِيضِيہ ہے ہم نے اس میں کچھ چشمے جاری کئے۔

۳۶: ۳۵ = لِيَا كُلُّوْا۔ لام تعلیل کا ہے يَا كُلُّوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب
تاکر وہ کھائیں۔

= مِنَ ثَمَرِہ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱، ۲ ضمیر واحد مذکر غائب کا مزج وہ اشیا مجعولہ ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ مثلاً

اِحْيَا الْاَرْضَ الْمَيْتَةَ۔ اَخْرَجَ الْحَبَّ مِنَ الْاَرْضِ۔ وَجَعَلَ الْجَنَّتَ مِنَ نَخِيلٍ وَاَعْنَابٍ

وَتَفَجَّرَ الْعُيُونُ فِي الْاَرْضِ۔ یعنی ان سب کے نتیجے میں جو پھل پیدا ہوتے ہیں وہ کھائیں

(۲) ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ کے پیدا کئے ہوئے پھل کھائیں۔

= وَ مَا عَمِلْتُمْ اَيْدِيْكُمْ۔ وَاَوْعَاظُہ ہے مَا کی دو صورتیں ہیں۔

۱، مَا موصول ہے اس کا عطف ثَمَرِہ پر ہے اور (وہ بھی کھائیں) جو انہوں نے اپنے

ہاتھوں سے بنایا۔ مثلاً عَسَق۔ ثَرِبَت۔ شِرَہ۔ اِچار۔ چٹنی وغیرہ (کھانے پکانے کی اور

بھی بہت سی صورتیں اس میں شامل ہیں۔

(۲) مَا نَافِيہ ہے یعنی یہ سرسبز و شاداب کھیت۔ یہ اناج سے لہلہاتے ہوئے کھیت، پھلوں

سے لدے ہوئے باغات، جاری و ساری نہریں۔ ان میں سے کوئی بھی چیز تو ان کے ہاتھوں

نے نہیں بنائی۔ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے !

= اَفَلَا لَیْشْكُرُوْنَ ۵ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اور فار عاطفہ ہے جس کا عطف محذوف ہے
ای ایرون هذه النعم ویتنعمون بما فلا لیشکرون المنعم بہا۔ کیا یہ لوگ
ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور (بھربھی) ان نعمتوں کے بخشنے
والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (یہ ان کو زبردستیہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو منعم کا شکر
ادا کرنا چاہئے)

۳۶:۳۶ = الا نرداج۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران۔ حیوانات میں نر اور مادہ
ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے۔ غیر حیوانات میں ہر اُس شے کو جو دوسری شے کے
لگ بھگ (قرین) ہو خواہ مماثل ہو یا مقابل (متضاد) زوج کہتے ہیں۔ ازواج زوج
کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں زوج بمعنی خاوند بیوی، عورت مرد، ساتھی۔ مختلف اقسام
کے لوگ، مختلف انواع و اصفان، ایک دوسرے کے قرین، وغیرہ استعمال ہوا ہے
مثلاً۔

۱، يَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (۲: ۳۵) اے آدم! تم اور تمہاری
بیوی بہشت میں رہو (خاوند بیوی)

۲، وَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی (۵: ۳۹) بھراس کی دو
قسمیں بنائیں۔ (ایک مرد اور ایک عورت۔ (مرد عورت)

۳، اَحْشَرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَنْزِلْهُمْ وَاَنْزِلْهُمْ وَاَنْزِلْهُمْ (۳۴: ۲۲)
جو لوگ دنیا میں نافرمانیاں کرتے رہے ہیں ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ
پو جا کیا کرتے تھے ایک جگہ اکٹھا کرو۔ (ساتھی یعنی جو ہر فعل میں ان کی اقتدار کیا کرتے تھے)
۴، وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنُیْكَ اِلٰی مَا مَثَعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا (۲۰: ۱۳۱) اور اس
کی طرف اپنی نگاہ مت رکھو جو مختلف قسم کے لوگوں کو ہم نے (دیناوی سامان) سے
رکھے ہیں۔

آیت هذا (۳۶: ۳۶) میں بھی اَلْاَزْوَاج سے مراد مختلف انواع و اصفان
اور ان کے جوڑے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا۔ جس نے ہر نوع و صنف
کے جوڑے پیدا کئے۔

= مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ۔ مِمَّا مِنْ حَرْف جار اور ما موصولہ سے مرکب ہے
تُنْبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر وہ اگاتی

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ اس میں سے جو زمین اگاتی ہے یعنی نباتات سبزہ۔ درخت وغیرہ
= مِنْ الْفُسْهَمِ - یعنی مرد اور عورت سے۔

= مِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ہ اس سے جس کو وہ نہیں جانتے یعنی بحر و بر کی وہ مخلوق جس کا علم کسی کو نہیں۔

۳۶: ۳۷ = وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ دَاوُّ عَظْفٍ كِي هے آيَةُ مَبْتَدَا لَهُمُ مُتَعَلِقِ اِيَةِ
اور اَلَّيْلُ خَبَرِ يَا اَلَّيْلُ مَبْتَدَا اور آيَةُ لَهُمُ خَبَرِ مُقَدَّمِ -

اَلَّيْلُ سے مراد کوئی خاص رات نہیں بلکہ جنس شب مُرَاد ہے اور ان کے لئے رات
خدا کی قدرت کی ایک نشانی ہے۔

= نَسْلَخُ مَضَارِعُ جمع متکلم نَسْلَخُ مصدر (باب نصر وفتح) کھال کی طرح نَم اتار لیتے
ہیں۔ اَلنَّسْلَخُ کے اصل معنی کھال کھینچنے کے ہیں۔ سَلَخْتُهُ فَا نَسْلَخُ میں نے اس کی
کھال کھینچی تو وہ کھینچ گئی اسی سے استعارہ کے طور پر زرد اتارنے اور مہینہ کے گزر جانے
کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا النُّسْلُخُ اَلْاَنْتَ اَلْاَنْتَ
اَلْحَوْمُ (۵: ۹) جب حرمت والے مہینے گزر جائیں۔

اور نَسْلَخُ مِنْهُ اَلنَّهَارُ کے معنی ہونے ہم اس میں سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔
اصل تاریکی ہے۔ سورج نکلنے سے تاریکی پر دن کی روشنی کا خول رات کی تاریکی پر چڑھ جاتا
ہے سورج کے غروب ہونے پر گویا وہ روشنی کا خول اتر جاتا ہے اور رات کی تاریکی پھر نمودار
ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رات اور دن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

= فَاِذَا فِي الْفَارِ بَرَا عَظْفٍ سَبَبِي هے اِذَا مَفَا جَا تِہ ہے۔

= مُظْلَمُونَ - اِی داخلون فی الظلام۔ تاریکی میں چلے جاتے ہیں۔ اسم فاعل جمع
مذکر۔ اِظْلَامٌ (افعال) مصدر معنی تاریکی میں ہو جانا۔ تاریک ہو جانا۔ ظَلَمَ مادہ۔
تاریکی۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا۔ (۲۰: ۲) اور جب اندھیرا ہو جاتا
ہے تو کھڑے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

فَاِذَا هُمْ مُظْلَمُونَ تو وہ یک نخت اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

۳۶: ۳۸ = مُسْتَقَرٌّ - ظرف مکان مجرور اِسْتَقَرَّ اِسْتَفْعَالَ مصدر معنی قرار گاہ

مہینے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا۔ اور سورج ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف

چلتا رہتا ہے۔

== ذٰلِكَ - اشارہ ہے سورج کا اپنے مستقر کی طرف چلنے کی طرف۔
 == تَقْدِيرٌ - قَدَّرَ یُقَدِّرُ سے تفعیل کے وزن پر مصدر ہے اگرچہ یہ لفظ کثیر المعانی ہے مگر یہاں اس سے مراد اندازہ کرنا ہے اور الْعَزِيزُ الْعَلِیمُ کا مضاف ہے ایک زبردست گرامی قدر (العزیز) بڑے دانا اور خوب جاننے والے العلیم کا اندازہ کردہ نظام۔ یعنی سورج کی اپنے مقرر شدہ مقام کی طرف لگاتار حرکت ایک عزیز و علیم کے اندازہ کردہ نظام الاوقات کے تحت ہے۔ اس کے طلوع و غروب، ارتفاع و انخفاض تاب و تیش، سفر و راہ سفر میں کوئی رد و بدل نہیں تا آنکہ خود وہ ذات اقدس اس میں کسی قسم کے رد و بدل کا ارادہ نہ فرمائے۔

۳۶: ۳۹ = وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ - وَاَوْعَا طَفَهُ الْقَمَرُ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ
 فعل مضمر کے ہے اِی قَدَّرْنَا الْقَمَرَ اور قَدَّرْنَا فعل ماضی جمع مشکلم ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القمر ہے یہ ۵ مضاف الیه ہے جس کا مضاف محذوف ہے اِی قَدَّرْنَا مَسِيرَهُ مَنَازِلَ - مضاف محذوف (مسیر) قَدَّرْنَا کا مفعول اول ہے اور مَنَازِلَ مفعول ثانی۔ قَدَّرْنَا بمعنی صَيَّرْنَا (ایک حالت یا شکل سے دوسری حالت یا شکل میں بدل دینا) ہے مطلب یہ کہ ہم نے چاند کا بھی ایک ضابطہ مقرر کیا ہے اور اس کی مسافت کو منزلوں یا حالتوں میں بانٹ دیا ہے کہ وہ ان منزلوں سے گذرتا ہوا ہلال سے بدر اور بدر سے پھر اپنی پہلی ہلالی شکل میں آجاتا ہے۔

== عَادَ - ماضی واحد مذکر غائب عَوْدٌ مصدر باب نمر ہے جس کے معنی کسی سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ عَادَ اصل میں عَوَدَ تھا۔ وَاَوْتَحَرَ مَاقِبَلِ مَفْتُوحٍ، فتح وَاَوْ پر تھیل تھا اس لئے وَاَوْ کو الف سے بدلا۔ عَادَ ہو گیا۔ وہ پھر اس نے عود کیا۔

علامہ ناصر بن عبد الصمد المغرب میں لکھتے ہیں عَوْدٌ کے معنی ہیں صیور (ایک حال سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے) خواہ ابتداء ہو یا ثانیاً۔ پہلی صورت کی مثال ہے حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔ (۳۶: ۳۹) یہاں تک کہ پھر آجے ہے جیسے کہ ٹہنی پرانی۔ اور دوسری صورت کی مثال ہے كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۵ (۲۹: ۴) اس نے جس طرح تم کو ابتداء میں پیدا کیا اسی طرح تم پھر پیدا ہو گے۔

== كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ: کاف تشبیہ کا ہے العرجون القدیم موصوفہ صفت
الْعُرْجُونِ کھجور کے خوشے کی ڈنڈی جو خشک ہو کر خمیدہ ہو جاتی ہے (مادہ عرجون)
القدیم پرانی جس کو خشک ہوتے ہوئے زمانہ گزر گیا ہو اور بدیں وجہ اس میں ٹیڑھاپن اور
زردی کا نشانیہ ظاہر ہو۔

ترجمہ ہو گا:-

کھجور کے خوشے کی سوکھی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح۔

۳۶: ۴۰ = لَا يَنْبَغِي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ غَابٍ لِيَنْبَغَاءُ مَصْدَرُ (الفعال)

ینبغی ان یکن کذا کا محاورہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۱) اس شے کے متعلق جو کسی فعل کے لئے مسخر ہو۔ جیسے النَّارُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَحْرِقَ
الثَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلا ڈالنا آگ کا خاصہ ہے۔ انہی معنی پر محمول یہ آیت شریفہ ہے۔
وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ (۳۶: ۶۹) اور ہم نے ان کو شعر گوئی نہیں
سکھائی اور نہ ہی ان کی فطرت میں یہ خاصہ ہے۔

اور انہی معنی میں آیت لہذا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ۔ سُوْرَج
کی مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے (یہ خاصیت اس میں ودیعت ہی نہیں کی گئی)

(۲) یہ کہ وہ اس شے کا اہل ہے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا مناسب اور زیبا ہے جیسے
فَلَاَنْ يَنْبَغِي أَنْ يُعْطِيَ لِكْرَمِهِ۔ فلاں کے لئے اپنے کرم کی وجہ سے بخشش کرنا
زیبا ہے۔ اس معنی میں یہ آیت شریفہ ہے وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ
بَعْدِي (۳۸: ۳۵) اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد وہ کسی کو میسر نہ ہو۔

== سَابِقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَبَقَ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ آگے بڑھنے والا
مضاف النَّهَارِ (دن) مضاف الیہ۔ سَابِقُ النَّهَارِ دن سے آگے بڑھ جانے والا۔ یعنی
نہ رات دن سے آگے نکل جانے والی ہے۔ مراد یہ ہے کہ دن اور رات ایک دوسرے
کے آگے پیچھے ایک مقررہ نظام کے تحت چل رہے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس نظام سے
انحراف کرے۔

== كُلٌّ۔ ای کل واحد من الشمس والقمر۔ یعنی سورج اور چاند میں سے
ہر ایک۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں لائی گئی ہے۔

== فَلَکٌ۔ ستاروں کا مدار۔ وہ بیضوی، صوری راہ جس پر اجرام فلکی گردش کرتے ہیں

الفضاء يدور فيه النجم والکواکب -
 الفلک کے معنی کشتی کے ہیں ستاروں کا مدار کشتی نما ہونے کی وجہ سے فَلَکُ کہلاتا ہے
 فَلَک کی جمع فَلَاکِ ہے اور فَلَک کی جمع افلاک ہے۔ اس سے فلکی علم نجوم کو
 ماہر کو کہیں گے اور علم الافلاک علم نجوم کو۔

فَلَکْ یَفْلُکُ فَلَکًا وَافْلَاکًا - رٹ کی کام گول پستان والی ہونا۔ اسی سے
 اَلْفَلَکُ بمعنی التلّ المستدیر من الرمل ریت کا گول ٹیلہ ہے پھر اسی رعایت
 سے اجرام فلکی کا مدار گول نما ہونے کی وجہ سے اَلْفَلَکُ ہوا۔
 = یَسْبَحُونَ - مضارع جمع مذکر غائب سَبَحَ (باب فتح) مصدر۔

وہ تیرتے ہیں۔ وہ تیز اور ہموار رفتار سے چلتے ہیں۔ السَّابِحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں
 تیز رفتاری سے گزر جانے کے ہیں۔ استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری
 کے لئے استعمال ہونے لگے۔

کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَسْبَحُونَ (سب سورج، چاند و دیگر اجرام فلکی اپنے اپنے مدار
 میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔

۳۶: ۴۱ = اَنَا - بے شک ہم۔ حرف مشبہ بفعل ہے اَنَّ اور نَا ضمیر جمع مکمل
 سے مرکب ہے۔

= ذُرِّیَّتُهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ذریت یعنی ان کی اولاد۔ اصل میں
 چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذریت ہے۔ مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے
 لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال
 ہوتا ہے، ذُرِّیَّةٌ کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کا ہمزہ متروک
 ہو گیا ہے جیسے کہ رَوِیَّةٌ اور بَرِیَّةٌ میں

(۲) اس کی اصل ذُرْوِیَّةٌ بروزن فُعْلِیَّةٌ ہے۔ اور ذُرٌّ سے مشتق ہے۔
 جیسے قُرِیَّةٌ قُرَے۔

= اَلْفَلَکُ الْمَشْحُونُ - موصوف و صفت، مہری ہوئی کشتی۔

اَلشَّحْنُ کشتی یا جہاز میں سامان لادنا یا بھرنا۔ اَلْمَشْحُونُ اسم مفعول واحد مذکر
 شَحَنَ (باب فتح - نصر - سمع) مہرنا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:-

ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو عبری ہوئی کشتی میں سواریا یہاں کشتی سے مراد خاص کشتی نہیں ہے بلکہ جنس کشتی مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرف اشارہ ہے وقیل المراد فلك نوح عليه الصلوة والسلام (بیضاوی)

جیسا کہ آیت ۳۶: ۲۳ میں بیان ہو چکا ہے کہ خطاب کفار مکہ سے چلا آرہا ہے

الفائدۃ یہاں بھی ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہی ہیں۔
۲۲: ۳۶ = مِنْ مِّثْلِهِ - مِنْ بِنَانِیْہِ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضہ بھی۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الفلک ہے مثل۔ مانند، اسی طرح کے، اس جیسے، یعنی کشتی کی طرح کے کشتی کی مانند۔ شکل و ساخت کے لحاظ سے یا استعماری کے لحاظ سے مثلاً بحری جہاز، پرانی دہائی قسم کے۔ باد بانوں سے چلنے والے یا انجنوں سے چلنے والے۔ پانی میں چلنے والے یا ہوا میں اڑنے والے۔ ہوائی جہاز وغیرہ یا خشکی پر چلنے والے موٹر۔ ریل گاڑی وغیرہ،

مِنْ مِّثْلِهِ سے مراد کُلِّ مَا یُرَکَّبُ - ہر وہ چیز جان دار یا بے جان تیرنے والی اڑنے والی، زمین پر چلنے والی جو سواری یا سامان کی نقل و حرکت کے کام آ سکے۔
= مَا یُرَکَّبُونَ "ما موصول ہے یُرَکَّبُونَ مضارع جمع مذکر غائب،

جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

۲۲: ۳۶ = وَإِنْ لَّشَاءُ نَغْرِقُہُمْ وَأَوْعَاظُہُمْ اِنْ شَرِطِیْہُ لَشَأْ مُضَارِعٌ مُّجْزِیْمٌ بوجہ عمل اِنْ - جمع متکلم۔ اور اگر ہم چاہیں۔ شَئْیٌ وَ مَشِیْئَہُ مصدر (باب فتح)
نَغْرِقُہُمْ نَغْرَقٌ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) سینف جمع متکلم۔ اِغْرَاقٌ (افعال) مصدر ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو ہم غرق کر دیں۔
= فَلَا - برفاء براے عطف و تعقیب لَا نفی جنس کے لئے ہے۔
= صَرَّیْحٌ اس کی دو صورتیں ہیں:-

صَرَّیْحٌ یَصْرُخُ (نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی فریاد کرنا۔ چلانا۔ مدد کے لئے پکارنا کے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:-

پس وہ کوئی فریاد نہ کر سکیں گے!
اور اگر یہ بروزن فعیل معنی فاعل ہے تو یہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی ہو

فریاد رس (فریاد کو پہنچنے والا) یا فریادی فریاد کرنے والا اس کی جمع صُرْحَاء ہے
 فَلَا صَرِيحَ لَهُمْ۔ پس ان کے لئے کوئی فریاد سننے والا یا فریاد رس نہ ہوگا۔
 وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ۔ واَوْعَا لَف۔ لَا يُنْقَذُونَ مضارع منفی مجہول جمع
 مذکر غائب، ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور نہ ہی وہ (ڈوبنے
 سے) بچائے جائیں گے۔ يُنْقَذُونَ انقاذ (افعال) مصدر سے ہے بمعنی خطرہ، یا
 ہلاکت سے خلاصی پانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ
 مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم مِّنْهَا۔ (۱۰۲:۳) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے
 تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔

۳۶:۴۴ = اِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاء (استثناء مفرغ)

اِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا اِلَىٰ حِينٍ۔ اِی وَلَا یُنْقَذُونَ اِلَّا لِرَحْمَةٍ
 مِنَّا وَلِتَمِیْعَ بِالْحَیَاةِ اِلَى الْقَضَاءِ الْاَجَلِ۔ اور نہ وہ چھٹکارا پاسکیں گے مگر
 ہماری رحمت سے اور ایک مقررہ وقت تک زندگی کا فائدہ اٹھانے کے لئے۔
 حِیْنٌ ایک مقررہ وقت تک۔ مراد مدت حیات جو اللہ نے مقرر کر رکھی ہے۔
 رَحْمَةً اور مَتَاعًا بوجہ مفعول نہ ہونے کے منصوب ہیں۔

۳۶:۴۵ = اتَّقُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو،
 اتَّقَاءُ (افعال) مصدر، دُقی مادہ رفیف مفروق (اِفْعَلُوا کے وزن پر اصل
 میں اِذْ تَقِیُوا تھا۔ واو کو ت میں بدلا۔ ت، ت میں مدغم ہوئی یا، مضموم ماقبل مکسور، یا کا ضمہ
 ق کو دیا پھر یاد اجتماع ساکنین سے گر گئی اتَّقُوا ہو گیا۔

= مَا بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ (جو تمہارے سامنے ہے) وَمَا خَلْفَکُمْ (اور جو تمہارے
 پیچھے ہے) اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں :-

(۱) اس دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب۔ یا اس کے برعکس

(۲) سماوی وارضی بلیات، جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے: اَوَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ

اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (۳۴:۹)

(۳) قتادہ کا قول ہے مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ سے مراد وہ بربادی اور تباہی کے واقعات

جو گزشتہ امتوں کو پیش آئے۔ اور مَا خَلْفَهُمْ سے مراد ہے عذاب آخرت،

(۴) بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد اگلے پچھلے گناہ ہیں؛

(۵) وہ عذاب جو تمہارے سامنے ہے اور وہ جو تمہیں مستقبل میں ملے گا:

کچھ بھی ہو مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور ان اعمال سے پرہیز کرو جن پر یہ عذاب مترتب ہوتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ غایت ہے التَّقْوَا کی۔ آیت میں مَکَا موصولہ ہے۔

الفائدۃ : اِذَا قِيلَ کا جواب محذوف ہے، یعنی جب ان سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ اگلی متصل آیت اس جواب کو محذوف قرار دینے کا قرینہ ہے۔
۳۶: ۴۶ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ۔ واو عاطفہ ہے مَا نافیہ ہے تَأْتِي مضاف واحد مؤنث غائب ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ مِنْ زائدہ ہے۔ اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے مِنْ آيَةٍ میں مِنْ تبعیضیہ ہے آیت مضاف ہے رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر آیت کا مضاف الیہ ہے ان کے رب کی آیات ترجمہ ہو گا:

اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی (ایسی) ان کے پاس آئی
إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ، إِلَّا حُرِفَ اسثناء کَانُوا مُعْرِضِينَ ماضی استمراری مُعْرِضِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کَانُوا۔ عَنْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع آيَةٍ ہے؛ مگر یہ کہ وہ اس سے روگردانی ہی کیا کرتے تھے۔
آیت ہذا سابق آیت کی علت غایت کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔

آیت ۴۶: ۴۶ میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۴۶: ۴۶ اِنطَعِمُوا میں الف حمزہ استفہامیہ ہے نَطْعِمُ مفاعیل کا صیغہ جمع مشکم ہے کیا ہم کھلائیں۔ کیا ہم کھانے کو دیں۔
مَنْ موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔

لَوْ بَشَاءَ اللّٰهُ۔ حملہ شرطیہ ہے اَطْعَمَهُ جواب شرط۔
جس کو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ اِنْ نافیہ اِلَّا حرف شرطیہ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ موصوف و صفت کھلی گمراہی۔ تم تو مرتج گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔
یہ جملہ بھی کافروں کے قول کا ثمتہ ہے۔ اگرچہ بعض نے اسے اللہ کی طرف سے کافروں

کی بات کا جواب کہا ہے لیکن سیاق و سباق سے قول اول ہی زیادہ صحیح ہے !

۲۸:۳۶ = هَذَا الْوَعْدُ - یہ وعدہ - یعنی یہ قیامت کے آنے کا وعدہ -

= اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - اِنْ شرطیہ ہے ای ہا تو ابرہا انکم ان كنتم

صادقین - کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو کہ قیامت ضرور آئے گی !

۲۹:۳۶ = مَا يَنْظُرُونَ - ای مَا يَنْتَظِرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب

وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں -

= صَيْحَةً قَاحِدَةً - جیخ - کڑک ، ہولناک آواز ، چنگھاڑ -

صَاحٍ يَصِيحُ (ضرب) کا مصدر - بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے -

اصل میں کڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے جھڑائے کی آواز پیدا ہوتی ہے

اس آواز کے نکلنے کو الصياح کہتے ہیں - صیحۃ اسی سے ہے چونکہ زور کی آواز سے

آدمی گھبرا اٹھتا ہے اسی لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے عزیز ملاحظہ ہو

(۲۹:۳۶)

یہاں صیحۃ سے مراد النفخة الاولى پہلی مرتبہ صور کا بھونکا جانا ہے جب

سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے -

صیحۃ واحدة موصوف و صفت ہیں اور صیحۃ منصوب بوجہ ينظرون

کے مفعول ہونے کے ہے - اور اس کی تنوین اظہار عظمت اور جلال کے لئے ہے -

= تَأْخُذُ هُمْ - مضارع واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل صیحۃ کی طرف راجع ہے

هُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے - وہ ان کو آ لے گی - وہ

ان کو آ کپڑے گی !

= وَهُمْ يَخْصِمُونَ ہ داؤد حالیہ ہے يَخْصِمُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب

ہے اصل میں يَخْتَصِمُونَ تھا اختصام (افتعال) مصدر سے - تار کو ساکن کیا

پھر تار کو صاد میں بدلا - پھر صاد کو صاد میں مدغم کیا - خاء پرا جتماع ساکنین کی وجہ سے

کسرہ دیا گیا يَخْصِمُونَ ہو گیا - دراں حالیکہ وہ اپنے معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے

یعنی وہ بے خبر اپنے کسی کام میں منہمک ہوں گے کہ یکایک صور چھوٹکی جائے گی - اور سب

کچھ تباہ ہو جائے گا -

صَمَّةٌ

الْخَصْمُ کے معنی جھگڑنے کے لئے - کہا جاتا ہے خَصْمَتُهُ وَخَا صَمَتُهُ مَخَا

وَحِصَاۥٓءٍۭ بِكۡسٍۭ مِّنۡ هَٰٓؤُلَآءِۚ قَرَأَۤنَ مُجۡمِیۡدٍۭ ۚ وَهُوَ ٱلۡحِصَامُ (۲: ۲۰۴) اور وہ سخت جھگڑا ہے۔ الاختصام (افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔

۵۰: ۳۶ = لَا یَسْتَطِیْعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتَطَاعَ (استفعال) مصدر طَوَّعٌ مادہ یَسْتَطِیْعُ اصل میں یَسْتَطَوِّعُ تھا واو کا کسرہ ماقبل کو دیا اب واو ساکن ماقبل مکسور واو کو یا میں بدلا۔ یَسْتَطِیْعُ ہو گیا۔ لَا یَسْتَطِیْعُونَ وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں، وہ قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

اَلۡاِسْتَطَاعَةُ کے اصل معنی ہیں کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا۔ مگر محققین کے نزدیک استطاعة نام ہے ان اسباب و ذرائع اور صلاحیتوں کا جن کے ذریعے انسان کو کسی کام کے کرنے پر قدرت ہو جائے۔ اس کی ضد عجز ہے۔

= تَوَصَّیۡۃٌ وصیت کرنا۔ بروزن تَفَعَّلَ باب تفعیل کا مصدر ہے منصوب بوجہ یَسْتَطِیْعُونَ کے مفعول بہ ہونے کے ہے۔

۵۱: ۳۶ = وَ نَفَخَ فِی الصُّورِ۔ ہی نفخة ثانیۃ اس سے مراد صور کا دوسری دفن بھونکا جانا ہے جب سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ نَفَخَ (ماضی مجہول واحد مذکر غائب) ماضی کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ صور کا بھونکا جانا ایک یقینی امر ہے گویا کہ بھونکا ہی گیا ہے نفخہ اول اور نفخہ ثانی میں چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

= فَاِذَا۔ فار تعقیب کا ہے اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو یکایک، سو فوراً۔

= اَلۡاَجۡدَاثِ قبریں۔ جَدَثٌ واحد۔

= یَنۡسِلُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَسَلَ یَنۡسِلُ نَسَلًا (باب ضرب) اَلنَّسْلُ کے معنی کسی چیز سے الگ ہو جانے کے ہیں جیسے نَسَلَ الْوَبْرُ عَنْ الْبَعِیۡرِ اُون اونٹ سے الگ ہو گئی۔ اَلنَّسْلُ اولاد کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے باپ سے جدا ہوئی ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں اَنۡسَلَتِ الْاِبِلُ اُونٹوں کی اُون جھڑنے کا وقت آ گیا اسی سے نَسَلَ یَنۡسِلُ نَسَلًا نا ہے جس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں جیسے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَ هُمۡ مِّنۡ کُلِّۭ حَدَبٍۭ یَنۡسِلُوۡنَ۔ (۲۱: ۹۶) اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ نَسْلٌ وَ نَسَلَانٌ الاسراع فی المشی چلنے میں تیزی کرنا

تیز چلنا۔ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْجُدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ۔ (دوسری دفعہ صور بھونکے جانے پر) وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے۔

۵۲:۳۶ = يٰوَيْلَنَا۔ یا حشرِ نادر و وِیل۔ جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ بمعنی عذابِ شدتِ عذاب۔ افسوس، کم بختی، وِیل مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ بل کر منادی۔ اے ہماری کم بختی۔ یہ کلمہ حسرت و ندامت ہے:

= مَنۡ بَعَثْنَا۔ بَعَثَ ماضی واحد مذکر غائب نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ مَنۡ استفہامیہ ہے۔ بَعَثَ يَبْعَثُ بَعَثٌ (باب فسح)۔ جی اٹھنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ بھیجنا یہاں اٹھا کھڑا کرنے کے معنی میں ہے۔ کس نے ہم کو (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھا کھڑا کیا۔

= مِّنۡ مَّرْقَدٍ نَا۔ مَرَقَدٌ ظرف مکان مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہماری خواب گاہ (قَدْ يَرُقُدُ) (باب نصر)۔ رُقَادٌ و رُقُودٌ، خوشگوار اور ہلکی سی نیند سونا۔ مَرَقَدٌ سونے کی جگہ۔

سورة الکہف میں ہے:

وَهُمْ رُقُودٌ (۱۸:۱۸) حالانکہ وہ (اصحاب کہف) سوئے ہوئے ہیں (یہاں رُقُودٌ مَرَقَدٌ کی جمع ہے مصدر نہیں ہے) اصحاب کہف کی گہری اور لمبی نیند کو رُقُود کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نیند خواہ کتنی ہی گہری اور لمبی کیوں نہ ہو موت کے مقابلہ میں وہ نوم خفیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ لوگوں کو یقین ہو چکا تھا کہ اصحاب کہف مر چکے ہیں لیکن ان کو رُقُودٌ کہہ کر موت کی نفی کر دی ہے۔

علامہ شار اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں:-

اہل حقیقت کہتے ہیں کہ کافر جب جہنم کے گوناگوں عذاب کو دیکھیں گے تو عذابِ جہنم کے مقابلہ میں ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہو گا۔ اس وقت کہیں گے کہ ہم کو خواب سے کس نے اٹھایا؟

= صَدَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے مستعمل ہے) اس نے سچ کہا۔ یعنی رسولوں نے سچ کہا تھا۔ صَدَقَ يَصْدُقُ (باب نصر) صِدُقٌ سچ کہنا۔ سچ کر دکھانا۔

= هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ

اس کی مستدرجہ ذیل صورتیں ہیں:-

۱۱، یہ کلام کفار کہیں گے یعنی نہ لبث بعد الموت وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ کے پیغمبر جو کہتے تھے سچ کہتے تھے (لیکن ہم ہی کم نجت تھے کہ سمجھ نہ سکے)
 ۱۲، یہ کفار کے سوال مَنْ لَبَعَثْنَا مِنْ مُرْقِدِنَا کے جواب فرشتے یہ جواب دیں گے!
 مَا کی بھی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱، مَا موصولہ ہے اِیْ هَذَا الَّذِي وَعَدَهُ الرَّحْمَنُ وَالَّذِي صَدَقَهُ الْمُرْسَلُونَ یہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور جو سچ کہا تھا مرسلین نے۔

۲، مَا مصدر یہ ہے اِیْ هَذَا اَوْعَدُ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور مرسلین کے پیغام کی صداقت۔

۳۶: ۵۳ = اِنْ كَانَتْ ۔ میں اِنْ تافیه ہے۔ کانت میں ضمیر واحد مؤنث غائب النفخة الثانیۃ کے لئے ہے۔

= فَاذَا۔ ملاحظہ ہو (۵۱: ۳۶) متذکرۃ الصدر۔

= جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ۔ ملاحظہ ہو ۳۶: ۳۲ متذکرۃ الصدر

۳۶: ۵۴ = فَالْيَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے منصوب بوجه الظرف یا مفعول فیہ ہونے کے۔

= شَيْئًا۔ شَاءَ يَشَاءُ۔ شَيْءٌ وَ مَشِئَةً وَمَشَاءٌ (باب فتح) مصدر ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ شئیءٌ چیز۔ کچھ۔ جو چیز جانی پہچانی جائے اور اس کی خبر دی جا سکے شئیءٌ کہلاتی ہے اس کی جمع اشیاء ہے نصب بوجه مصدر کے ہے۔

= لَا تُجْزَوْنَ مَفَارِعَ مَنْفَىٰ مَجْمُول جمع مذکر حاضر۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر تم جزار دیئے جاؤ گے! تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔ تمہیں بدلہ ملیگا۔

= مَا۔ موصولہ ہے بطور مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ ہی قائم مقام مضاف کے ہے۔ اِیْ الْاِجْزَاءِ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَہ فی الدنیا علی الاستمرار۔ یعنی سوائے اس عمل کے بدلہ کے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

یہ بات ہے جو روز قیامت اللہ کی طرف سے ہر نفس کو کہی جائے گی۔

۳۶: ۵۵ = الْيَوْمَ۔ اس روز۔ قیامت کے دن۔

== شُغِلٌ واحد ہے اس کی جمع اشغال و شُغُول ہے ۔

مشغلہ ایسی مصروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے
شُغِلٌ تنوین تنکیر اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی ایسی عظیم الشان خوشی کہ نہ احاطہ فہم میں
آسکے اور نہ الفاظ میں بیان کی جاسکے ۔

== فَكهُوْنٌ - اسم فاعل جمع مذکر - فاکھتہ واحد آرام پانیوالے - راحت پانے والے
فرحان و شاداں - فِكَةٌ يَفْكُهُ (سمع) فکاہتہ مصدر سے - ہنسنے ہنسانے خوش طبعی
والا ہوتا ۔

۵۶: ۳۶ == هُمْ - ای اصحاب الجنة ۔

== ظِلٌّ سایہ - ظِلٌّ کی جمع ہے ۔

علامہ راغب لکھتے ہیں :-

یہ الصَّحْح کی ضد ہے اور فیئ سے زیادہ عام ہے کیونکہ (بمجازاً) الظِّلُّ کاللفظ تو
رات کی تاریکی اور باغات کے سایہ پر بھی بولا جاتا ہے نیز سرورہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے اسے
ظِلٌّ کہا جاتا ہے مگر فیئ صرف اس سایہ کو کہتے ہیں جو زوال آفتاب سے ظاہر ہوتا ہے ۔
عزت و حفاظت اور ہر قسم کی خوشحالی کو بھی ظل سے تعبیر کر لیتے ہیں ۔ سایہ کے
معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (۵۷: ۲) اور ہم نے
بادلوں کا تم پر سایہ کئے رکھا ۔ اور عزت و حفاظت کے معنوں میں اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي
ظِلِّ الدَّرِّ (۴۷: ۱۴) پر بیزگار ہر طرح عزت و حفاظت میں ہوں گے ۔

انہی معنوں میں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ
وہ بھی اور ان کی بیویاں ہر قسم کی خوشحالیوں میں (ہوں گی) ۔

سورج کی وجہ سے جو سایہ ہوتا ہے جنت میں اس کا تصور تک نہیں ہو سکتا کیونکہ
وہاں تو سورج ہوگا ہی نہیں لہذا یہاں سایہ سے مراد ایسی جگہ لی جاسکتی ہے جہاں نہ
گرمی ہو اور نہ سردی ۔

ظِلٌّ ظِلَّةٌ کی بھی جمع ہو سکتی ہے جیسے غِلَابٌ غُلْبَةٌ کی جمع

ہے (راغب) ۔

== اَلْاَرَائِكِ - اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے پردے دار مسبہریاں ۔ حضرت ابن عباسؓ
کا قول ہے سریر ۔ (تخت یا مسبہری) جب تک پردہ کے اندر نہ ہو اس وقت تک لفظ

اریکۃ اس کے لئے نہیں بولا جاتا۔

اور اگر صرف پردہ ہی ہو اور اندر سریر نہ ہو اس کو بھی اریکۃ نہیں کہا جاتا۔ سرِ رُبع پردہ کے ہوتو اس کو اریکۃ کہتے ہیں۔ لیکن الزہری کا قول ہے کل ما انکئ علیہ فهو اریکۃ جس چیز پر ٹیک لگائی جائے وہ اریکۃ ہے۔

سوال اس آئک سے مراد ایسے تخت یا مسہریاں جو پردہ کے اندر ہوں۔ مادہ اریک ہے مُتَكَيُّونَ۔ اسم فاعل، جمع مذکر مُتَكَيُّوْنَ واحد اِتَّكَأُ (اِفْتَعَالُ) مصدر و کاءُ مادہ۔ ٹیک لگاتا۔ سہارا لگنا قرآن مجید میں ہے هِيَ عَصَايَ اَتَوُكَّأُ عَلَيْهَا (۱۸/۲۰) یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں مُتَكَيُّونَ ٹیک لگانے والے۔ تکیہ لگا کر بیٹھنے والے۔

هُمُ وَاَزَوْا جُفَّهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْاَسَاءِ اَتَكِ مُتَكَيُّونَ۔ هُمُ بتدار اَزَوْا جُفَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر هُمُ کا معطوف۔ مُتَكَيُّونَ خبر فی ظِلِّ جار مجرور اور عَلَى الْاَسَاءِ اَتَكِ جار مجرور دونوں متعلق خبر۔ وہ اور ان کی بیویاں سیالوں میں (یا بتمام عزت و حفاظت) مسہریوں پر تکیہ لگاتے بیٹھتے ہوں گے۔

۳۶: ۵ = وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ وَاَوْ عَاطِفُہے مَا مَبْتَدَا مُؤَخَّرَ مَا مَوْصُولُہے اور بعد کا جملہ اس کا صلہ ہے لَهُمْ خبر مقدم يَدْعُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِدْعَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر يَدْعُونَ اصل میں يَدْعُونَ تھا (بروزن يَفْتَعِلُونَ) یا کا ضمہ ما قبل کو دیدیا یا، اور داؤ دوساکن اکٹھے ہو گئے اجتماع ساکنین کی وجہ سے یا، گر گئی تاد کو دال سے بدلا اور دال کو دال میں مدغم کیا يَدْعُونَ ہو گیا۔ اِلَا دْعَاءُ کے معنی کسی چیز کے متعلق دعویٰ کرنے کے ہیں کہ یہ میری ہے اور جنگ میں اِدْعَاءُ کے معنی اپنے کو کسی کی طرف منسوب کرنے کے ہیں (کہ میں فلاں قوم سے ہوں یا فلاں کا بیٹا ہوں وغیرہ) یہاں يَدْعُونَ بمعنی يَدْعُونَ (اِفْتَعَلَ بمعنی فعل استعمال ہوا ہے) ای ما یَدْعُونَ یا تیم۔ جو چیز وہ اپنے لئے مانگیں گے ان کو ملیگی۔

یَا یَدْعُونَ بمعنی اِدْعَ عَلٰی مَا سِئْتِ (اپنے لئے مجھ سے مانگ جو تجھے چاہئے) سے ماخوذ ہے یعنی جس چیز کی ان کو تمنا ہوگی وہ ان کو ملے گی۔ ای مَا یَدْعُونَ بمعنی مَا یَتَمَنُّونَہُ جس کی وہ تمنا کریں گے۔

۳۶: ۵۷ = سَلَامٌ - سلامتی - امان - سلام، یہ سَلِمَ لَیْسَلَمُ (سمع) کا مصدر
 سَلَامَةٌ بھی مصدر ہے۔ سَلِمَ مِنْ عَیْبٍ اَوْ اَفْئَةٍ کسی عیب یا آفت سے محفوظ ہونا
 = قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِیْمٍ - قَوْلًا مفعول مطلق (فعل محذوف کا اور جملہ مِنْ رَبِّ
 رَحِیْمٍ، قَوْلًا کی صفت ہے اسی سلام یقال لہم قولا من جہۃ رب رحیم -
 سلام - تم پر سلامتی ہو - یہ قول ان کو کہا جائے گا اپنے رب رحیم کی طرف سے -

صاحب تفسیر حقانی تخریر فرماتے ہیں!

اِنَّ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ الخ نیک لوگ بہشت میں عیش و آرام کریں گے یہ
 جنت جسمانی کی طرف اشارہ ہے قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِیْمٍ یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے
 کہ اللہ کی طرف سے ان کو سلام پہنچے گا ان پر تجلی ہوگی اور دیدار سے سرفرازی بخشی جائیگی
 جو سرور ابدی ہے۔

۳۶: ۵۹ = اِمْتَاذُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِیَاذُ (اِفْتِعَالُ) مصدر، جس کے
 معنی الگ ہونے اور ممیز ہو جانے کے ہیں۔ تم الگ ہو جاؤ۔ یعنی اوپر جو اہل جنت اور ان کے
 علامات کا ذکر ہے اب مجرموں سے مخاطب ہو کر فرمایا جا رہا ہے۔
 اے مجرمو! تم ادھر الگ آ جاؤ۔

= الْیَوْمَ - آج - آج کے دن - منصوب بوجہ مفعول ہے۔

۳۶: ۶۰ = اَلَمْ اَعْہِدْ اِلَیْکُمْ : ہم نے استفہام کے لئے ہے لَمْ اَعْہِدْ مضارع
 نفی مجدیلم (یعنی ماضی منفی ہے) عَہْدٌ (سمع) مصدر - عَہْدٌ فَلَانٌ اِلٰی فَلَانٍ -
 کسی سے عہد و پیمان لے کر اُسے اسی پر قائم رہنے کی تاکید کرنا۔

اَلَمْ اَعْہِدْ اِلَیْکُمْ - کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کر دی تھی۔

اَلْعَہْدُ کے معنی ہیں کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبر گیری کرنا۔ اس بنا پر اس پختہ
 وعدہ کو بھی عہد کہا جاتا ہے جس کی نگہداشت ضروری ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ (۱۱۵: ۲۰) اور ہم نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) سے

پختہ عہد لیا تھا۔

= اِنَّ - مصدر یہ ہے!

= اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّیْطٰنَ - کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ یعنی شیطان کے
 کہنے میں آکر اللہ کی نافرمانی نہ کرنا۔

== إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
یہ حکم سابق کی علت ہے یعنی اس لئے شیطان کے کہنے میں آکر گناہ نہ کرنا کہ وہ تمہارا
صریح دشمن ہے۔

۳۶: ۶۱ = هَذَا صِرَاطٌ۔ یعنی شیطان کے ورغلانے سے ارتکابِ گناہ سے اجتناب
اور اللہ ہی کی عبادت کرنا صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔
صِرَاطٌ کی تنوین مبالغہ کے لئے ہے یا اظہارِ عظمت کے لئے یا تبعیض کے لئے
کیونکہ توحید سیدھے راستے پر چلنے کا ایک حصہ ہے اور تکمیل تو تمام فرائض کی ادائیگی اور
منوعات سے اجتنابِ کامل سے ہوتی ہے۔

۳۹: ۶۲ = لَقَدْ أَضَلَّ۔ اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔
اِضْلَالٌ افعال، مصدر۔ یعنی گمراہ کرنا۔ سیدھے راستہ سے ہٹانا۔ اس نے
گمراہ کیا۔ اس نے بہکایا۔ اس نے بھٹکایا۔ ضمیر فاعل شیطان کی طرف راجع ہے لَقَدْ
میں لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی بر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور تقریب کا فائدہ
بھی دیتا ہے گویا قَدْ اَضَلَّ ماضی قریب کا صیغہ ہے۔ لَقَدْ اَضَلَّ تحقیق اس نے
گمراہ کر دیا۔ یا گمراہ کیا۔

== جِبِلًّا كَثِيرًا۔ موصوف و صفت مل کر اَضَلَّ کا مفعول۔
جِبِلًّا: خلق، بڑی جماعت، جِبِلٌّ پہاڑ کے معنی میں چونکہ بڑھائی اور عظمت کا تصور
موجود ہے اس لئے بڑی جماعت کو جِبِلٌّ کہنے لگے۔ یعنی ایسی جماعت جو کہ اپنی بڑھائی
میں مثل پہاڑ کے ہو۔

== اَفْلَحَ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے (زجر و توبیح کے معنوں میں
آیا ہے) فار عطف کے لئے ہے (معطوف علیہ مقدر ہے۔ اِیْءَ کُنْتُمْ تَسْأَلُونَ
هَذَاكَ الْاُمَمِ الْخَالِیَةِ لِبَطَاعَةِ ابْلِیسِ فَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ شَيْئًا اصْلًا
کیا تم نے شیطان کی پیروی کی وجہ سے کئی سابق امتوں کی ہلاکت دیکھی اور تم نے
اس سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ یہ ماضی منفی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔
۳۶: ۶۳ = کُنْتُمْ تُوعَدُونَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر ہے۔

(جس کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

۳۶: ۶۴ = اِصْلَوْهَا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صلی (سمع) مصدر۔

جس کے معنی آگ میں جلنے اور اس میں جا پڑنے کے ہیں۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کی طرف راجع ہے۔ اِصْلَوْهَا اس میں جا پڑو۔ اس کے اندر چلے جاؤ، اس میں داخل ہو جاؤ۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَ فِيهَا (۵۸: ۸) ان کو دوزخ ہی کی سزا کافی ہے (یہ) اسی میں داخل ہوں گے۔

اسی مادہ صلی سے باب تفعیل وافتعال سے معنی آگ تاپنا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے سَأَتِيكُمْ فِيهَا بِخَبَرٍ أَوْ بَيِّنَةٍ ۖ قَبَسَ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ (۲۷: ۷) میں ابھی وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو!

== پِمْا۔ پاء سببیہ ہے اور ما موصولہ سے

۳۶: ۶۵ = تَكَلَّمْنَا ہم سے باتیں کریں گے! ہم سے کلام کریں گے۔ ہم سے بولیں گے! تَكَلَّمَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نا ضمیر جمع متکلم۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو واسطہ لاتے ہیں خواہ فاعل بصیغہ جمع ہی ہو اور جمع مکسر کا حکم مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے کہ اس کے لئے مذکر اور مؤنث دونوں کا صیغہ استعمال کیا جاسکتا ہے، اگرچہ مؤنث کے صیغہ کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔ یہاں چونکہ تَكَلَّمَ کا فاعل اَيَّدِي ہے يد کی جمع۔ اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے تَكَلَّمَ تَكَلَّمْنَ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے ہے = تَشَهُدُ مضارع واحد مؤنث غائب شَهِادَةٌ (سمع) مصدر سے، وہ شہادت دیں گے۔ وہ گواہی دیں گے۔ نیز اور تَكَلَّمْنَا ملاحظہ ہو۔

= كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ يَكْسِبُونَ جمع مذکر غائب مضارع كَسَبٌ مصدر سے ابتداء میں كَانُوا (جمع مذکر غائب) بڑھانے سے ماضی استمراری کا صیغہ بن گیا (جو) وہ کمائی کیا کرتے تھے۔ جو وہ کمایا کرتے تھے۔

۳۶: ۶۸ = كُوْنُشَاؤُكُمْ۔ حبلہ شرطیہ۔ نَشَاءُ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے شَيْءٌ اور مَشِيئَةٌ مصدر (باب فتح) ہم چاہیں یا ہم چاہتے ہیں۔ كُوْنُشَاؤُكُمْ اگر ہم چاہیں۔ اگر ہم چاہتے۔

= لَطَمْنَا۔ لام کو کے جواب میں آیا ہے طَمَسَ (باب ضرب) وَاَطْمَسَ (افعال) عَلَى طَمَسٍ وَاَطْمَاسَةٍ مصدر۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ کسی چیز کا نشان مٹا دینا۔ کسی چیز کو جڑ سے مٹا دینا۔ مٹا مٹ کر دینا۔ (اگر ہم چاہتے) تو ان کی آنکھوں کو (مٹا مٹ کر دیتے)

(ایسا کہ ان کا نشان تک مٹا دیتے)

طُمُسُ فعل لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے باب ضرب و نصر سے
(طُمُسُ مصدر) فنا کرنا یا فنا ہونا۔ مٹنا یا مٹانا۔ ستاروں کا اپنی چمک کھودینا۔ جیسے وَارِذَا
النُّجُومِ طُمِسَتْ (۷۷: ۸) سو جس وقت کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے۔
لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-
ان ظاہری آنکھوں کو ایسا مٹا دیتے کہ نہ پوٹا کا نشان رہتا نہ آنکھوں کا شکاف۔ طمس کا
یہی معنی ہے۔ الطمس۔ ازالة الاثر بالمحو۔ یعنی کسی چیز کو یوں مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی
نہ رہے۔

= فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فار ما لطف ہے اس جملہ کا عطف لطمسنا پر ہے الصِّرَاطُ کا
نصب بوجہ نزاع الخافض (جرینے والے حرف کو حذف کرنا) ہے اصل میں استبقوا
إِلَى الصِّرَاطِ تھا۔ الی حرف جار کی وجہ سے جر تھی اِلَی کے حذف ہونے پر کسرہ بھی گر گیا۔
اتصال فعل کی وجہ سے الصراط منصوب ہو گیا۔

الصراط کا نصب بوجہ ظرفیت نہیں کیونکہ الطریق کی طرح الصراط ایک مکان تختہ
ہے اور ایسی صورت میں الظرفیۃ کی وجہ سے نصب نہیں آتا۔
اگر استبقوا مبنی ابتداعاً (باہم سبقت کرنا) لیا جائے تو الصراط کا بوجہ مفعول بہ ہونے
کے منصوب ہونا جائز ہے۔

فاستبقوا ماضی جمع مذکر غائب استباق (افتعال) مصدر سے وہ سبقت کرتے وہ دوڑتے
الصراط ایک خاص راستہ۔ یعنی وہ راستہ جس پر چلنے کے وہ عادی تھے۔
فاستبقوا الصراط۔ پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے۔

= فَإِنِّي يُبْصِرُونَ هَ اِنِّی استفہامیہ ہے بمعنی کیف، یہاں بطور استفہام انکاری کے
آیا ہے۔ کیونکر کیسے۔

یُبْصِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِبْصَارُ (افعال) مصدر بمعنی دیکھنا۔ پھر وہ کیسے
دیکھ سکیں گے۔ دیکھ پائیں گے راستہ کو۔ مراد یہ کہ وہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ اِی فکیف
یبصرون الطریق۔ اِی لا یبصرون۔

اِنِّی جب بطور اسم ظرف زمان آئے تو بمعنی متی ہوتا ہے (جب، جس وقت،
کب، کس وقت، مثلاً) فَأَتُوا حَرْثَكُمْ اِنِّی سِئْتُمْ (۲۲۳: ۲) سو تم اپنی کھیت ہلاؤ

جب چاہو۔

اور جب بطور ظرف زمان کے آئے تو بمعنی آئین (جہاں، کہاں) آتا ہے مثلاً قَالَ يَمْرُؤُكَ
أَتَىٰ لَكَ هَٰذَا (۳: ۳۷) حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس
کہاں سے آتا ہے؟

۳۶: ۶۷ = لَمَسَخْنَهُمْ: لام جواب شرط کے لئے ہے (لو کے جواب میں) مَسَخْنَا
ماضی جمع مشکلم مَسَخَرُ (باب فتح) مصدر ناکضیہ جمع مشکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم اُن
کی صورت بگاڑ دیں۔ یا ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے۔ ان کی صورتیں مسخ کر دیتے۔
= عَلٰی مَكَانَتِهِمْ۔ علی حرف جار مَكَانَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور۔ ان کی جگہوں
پر ہی۔ ان کے گھروں میں۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔

= فَمَا اسْتَطَاعُوا۔ الفاء للتعقيب اسْتَطَاعُوا ماضی منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔
اسْتَطَاعَ (استفعال) مصدر۔ وہ نہ کر سکیں، ان سے نہ ہو سکے۔ وہ استطاعت نہ رکھیں
= مُضِيًّا۔ مَضِيَ يَمْضِي کا مصدر ہے مُضِيٌّ یہ اصل میں مُضَوِيٌّ تھا واو ساکن
اور یاء اکٹھے ہوئے واو کو یاء میں بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا ضَاد کے ضمہ کو تخفیف کیلئے اور یاء کی
مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا۔ مُضِيٌّ ہو گیا۔ اسْتَطَاعُوا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے
منصوب ہے۔ مُضِيٌّ گذر جانا۔ گزرنا۔

= وَلَا يَرْجِعُونَ۔ واو عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف مُضِيًّا پر ہے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا..... لَا يَرْجِعُونَ۔ ای فلم یقدروا علی ذہاب ولا
مجی او مضیا امام احمد ولا یرجعون خلفہم یعنی وہ جانے آنے پر کوئی قدرت نہ رکھ سکیں
یا نہ آگے جا سکیں نہ پیچھے مڑ سکیں۔

آیت نہاد آیت سابقہ کا مطلب یہ ہے کہ عہد شکنی اور کفر کی وجہ سے یہ لوگ مستحق
قائدہ: تو اسی بات کے تھے کہ ان کی بینائی ختم کر دی جاتی اور ان کی شکلیں مسخ کر دی
جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے دنیا میں ان کے ساتھ ایسا نہیں کیا اور اس کے باقتضاء
حکمت ان کو مہلت دے رکھی ہے۔

۳۶: ۶۸ = مَنْ نَعَمْرُكَ۔ مَنْ موصولہ شرطیہ ہے نَعَمْرُكَ مضارع صیغہ جمع مشکلم ہے
اور مجزوم بوجہ شرط ہے نَعَمِرُ (تفعیل) مصدر۔ یعنی عمر دینا۔ عمر کو زیادہ کرنا۔ طویل عمر دینا
ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے، جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں۔ جس کی عمر ہم زیادہ کر دیتے ہیں

یہ جملہ شرطیہ ہے :

== نُنْكِسُهُ فِي الْخُلُقِ : جواب شرط۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع متکلم۔
تَنْكِيْسٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم الٹا کر دیتے ہیں۔ ہم کبڑا کر دیتے ہیں۔ نُنْكِسُ ضَعْف پیری سے
ایک جگہ بڑا بننے والا۔ نُنْكِسُ سست اور کمزور آدمی۔ اَنْكَسُ جمع ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر
غائب کا مرجع مَن ہے۔

فِي الْخُلُقِ (اس کی) خلقت میں۔ اس کی طبعی قوتوں کے لحاظ سے۔ مراد یہ ہے کہ
بڑھاپے میں آدمی کی حالت پلٹ کر بچوں کی سی ہو جاتی ہے وہ بچوں کی طرح چلنے پھرنے سے
معذور ہو جاتا ہے اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے کھانے پینے میں بھی بچوں کی طرح دوسروں
کی مدد کا محتاج ہوتا ہے اور بچوں ہی کی طرح نا سمجھی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

== اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ : استفہام انکاری ہے۔ یعنی یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو خدا
اس قدر تغیر پر قادر ہے وہ آنکھوں کو نابود کرنے اور شکلوں کو مسخ کرنے پر بھی قادر ہے۔ فرق
صرف یہ ہے کہ یہ تغیرات تدریجی ہوتے ہیں (اور اگر مسخ ہوتا تو یک دم ہوتا)۔
۳۶ : ۶۹ = عَلَّمْنَاهُ - عَلَّمْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَعْلِيْمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ۵ ضمیر واحد
مذکر غائب مَا لَفِي کا ہے۔ ہم نے اس کو نہیں سکھایا۔ ہم نے اس کو تعلیم نہیں دی۔
== الشَّعْرُ - الشَّعْرُ بال کو کہتے ہیں اسی کی جمع اشعار ہے مثلاً:-

وَمِنْ اَصْوَابِهَا وَاَوْبَارِهَا اَشْعَارُهَا - (۸۰ : ۱۶) اور اُن کے اون اور اُن کے لہتم
اور اُن کے بالوں سے۔

مفردات راغب میں ہے :

شَعَرْتُ کے معنی 'بالوں پر ماسنے کے ہیں۔ اسی سے شَعَرْتُ كَذًا مُتَعَارٍ ہے
جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت
نظر کی وجہ سے شاعر کہا جاتا ہے۔ شعر اصل میں لطیف علم کا نام ہے لیکن عرف عام میں موزوں
اور مقفی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔ اور شعر کہنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے۔
لیکن بعض حقیقت شناس لوگوں نے کہا ہے کہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعر ہونے کی تہمت لگانے سے کفار کا مقصد منظوم اور مقفی کلام بنا
کی تہمت لگانا نہیں تھا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن اسلوب شعری سے مُبْتَدِئ ہے اور اس حقیقت کو
مجھبی عوام بھی سمجھ سکتے ہیں پھر فصیح عرب کا کیا ذکر ہے۔ بلکہ وہ تو آپ پر (نعوذ باللہ) جھوٹ کی

تہمت لگاتے تھے کیونکہ عربی زبان میں شعر بمعنی کذب اور شاعر بمعنی کاذب استعمال ہوتا ہے۔
 حتیٰ کہ جھوٹے دلائل کو ادلۃ شعریۃ کہا جاتا ہے اسی لئے قرآن نے شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے
 فرمایا ہے:-

وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (۲۶: ۲۲۴) اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا
 کرتے ہیں۔

اور شعر چونکہ جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے اس لئے مقولہ مشہور ہے کہ:-
 أَحْسَنُ الشُّعْرِ الْكَذِبُ۔ سب سے بہتر شعروہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہو۔
 اور کسی حکیم نے کہا ہے کہ:-

میں نے کوئی متدین اور راست گوا نشان ایسا نہیں دیکھا جو شعر گوئی میں ماہر ہو۔
 = وَمَا يَنْبَغِي لَهُ۔ اور نہ وہ آپ کے شایاں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۳۶: ۴۰)
 = إِنَّهُ هُوَ: میں اِن نافیہ ہے۔

= ذِكْرٌ: ذَكْرٌ (نصر) کا مصدر ہے۔ بمعنی ذکر، پند و نصیحت، وعظ
 ۳۶: ۴۰ = لِيُنْذِرَ۔ میں لام، لام کی ہے۔ اس کے بعد اِن مقدرہ ہے تاکہ:
 يُنْذِرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ لام کی ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع القرآن بھی
 ہو سکتا ہے اور الرسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی۔
 تاکہ وہ ڈرائے۔

= مَنْ كَانَ حَيًّا۔ اسی مؤمن ناحی القلب لان الکافر کال میت الذی
 لا یتدبر ولا یتفکر۔ ایسے مؤمن شخص کو جس کا دل زندہ ہو لا حق کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا
 ہو، کیونکہ کافر مردہ کی مانند ہے جو تدبر و تفکر سے عاری ہے۔
 حَيًّا صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ زندہ۔ بوجہ خبر کان منصوب ہے۔

= وَيَحِقُّ الْقَوْلُ۔ واو عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ لِيُنْذِرَ پر ہے اِی وَ
 لِيَحِقُّ۔ یحِقُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب منصوب حَقُّ سے (باب ضرب) تاکہ ثابت
 ہو جائے، بات پوری ہو جائے۔ واجب ہو جائے۔

= الْقَوْلُ۔ اسی کلمۃ العذاب۔ عذاب کی حجت۔
 وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ اور تاکہ عذاب کی حجت کافروں پر ثابت ہو جائے
 حَيًّا کے مقابلہ میں الْكَافِرِينَ استعمال ہوا ہے یہ بتانے کے لئے کہ کافر حقیقت میں مُردہ ہے

== رَكُوبُهُمْ، مضاف مضاف الیه رَكُوبٌ بروزن فَعُولٌ بمعنی مفعول ہے
ای مرکوب جس پر سواری کی جائے۔ اس کی مثال حَصُورٌ بمعنی مَخْصُورٌ (گیرا ہوا)
فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ۔ سوان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں۔

== وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ، وَاَوْعَاطُفٌ: مِنْ تَعْيِيفِهِ هَا صَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْنٌ غَابِ النِّعَامِ کی
طرف راجع ہے اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔

جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

۳۶: ۳۷ = وَلَهُمْ فِيهَا۔ اسی فی النعمان۔

== مَنَافِعُ۔ اسم جمع منتهی الجموع۔ مَنَفَعَةٌ واحد۔ فائدے۔ مثلاً

زمین جو تنہا۔ بوجہ اٹھانا۔ ان کی کھالوں اور بالوں کا استعمال وغیرہم۔

== مُشَارِبٌ۔ اسم جمع منتهی الجموع۔ مَشْرَبَةٌ واحد۔ یہ اسم طرف مکان بھی ہو سکتا ہے
اور طرف زمان بھی۔

یعنی پینے کی جگہ تھن۔ یا پینے کے اوقات۔ اور یہ مصدر بھی بھی ہے بمعنی پینا۔

بغوی نے مَشْرَبَةٌ سے مَشْرُوبٌ یعنی پینے کی چیز لیا ہے۔ یعنی دودھ، دہی وغیرہ
مَنَافِعُ وَ مُشَارِبٌ بوجہ جمع منتهی الجموع ہونے کے غیر منصرف ہے لہذا ان پر
تنوین نہیں آتی۔

== اَفْلَا يَشْكُرُونَ، سہزہ استفہام انکاری کا ہے۔ فار عطف کا ہے اور اس
کا فعل محذوف ہے اسی لیشاہدون هذه النعم فلا يشكرون المنعم
بہا۔ ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان نعمتوں کے دینے والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۳۷: ۳۸ = اِتَّخَذُوا مَا صُنِيَ لَكُمْ مَذَكَّرًا (افتعال) مصدر۔ انہوں نے
اختیار کیا۔ ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔

== اِلٰهَةً۔ اِلٰهٌ کی جمع۔ معبود۔ مِنْ دُونِ اِلٰهِ اِلٰهَةً (خدا کو چھوڑ کر اور خدا
یا معبود) سے مراد نہ صرف بت ہیں بلکہ دیگر عناصرِ قدرت (آگ، پانی، ہوا، بادل، بجلی، وغیرہ) اور
حیوان (از قسیم گائے وغیرہ) اور انسان (پیران باطل جو اپنے آپ کو خدا کی خدائی میں شریک
بتلاتے ہیں یا ان کے مریدان کو ایسا سمجھتے ہیں) سب شامل ہیں۔

== لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ، شاید (ان معبودانِ باطل کے ذریعہ) ان کی (یعنی مشرکین
کی) مدد کی جائے گی!

۳۶: ۵ = لَا يَسْتَطِيعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِسْتَطَاعَ (استفعال)
مصدر طوع مادہ - وہ طاقت نہیں رکھتے - وہ قدرت نہیں رکھتے -
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرٌ اَوْ لَآ اَنْفُسُهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۵ (۱۹۲: ۵) اور

وہ نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں:

= نَصْرُهُمْ - مضاف مضاف الیہ ضمیر ہُمْ مشرکین کی طرف راجع ہے - یعنی وہ معبودانِ

باطل ان کی (مشرکین کی) مدد کی طاقت نہیں رکھتے - مدد نہیں کر سکتے - اسی لَا تَقْدِرُ

اَلِهَتُهُمْ عَلٰی نَصْرِهِمْ -

= وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ - مُّحْضَرُونَ اسم مفعول جمع مذکر - وہ لوگ
جن کو حاضر کیا جائے گا -

اس جملہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:-

(۱) صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:-

(۱) کفار اپنے معبودوں کے لئے فریق بنے ہوئے دنیا میں ان کی حفاظت کرتے ہیں اور ان

کی بگڑائی کے لئے تیار رہتے ہیں باوجودیکہ وہ معبودان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور نہ

کسی شر سے ان کو بچاتے ہیں - یعنی ہُمْ ضمیر مشرکین کی طرف اور لَهُمْ معبودانِ باطل

کی طرف راجع ہے -

جُنْدٌ مُّحْضَرُونَ، موصوف و صفت متعلقہ ہُمْ ہے -

(ب) بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے معبودوں کو طلب کیا جائے گا

اور ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا گویا وہ سب ایک فوج ہوں گے

جن کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا -

اس سورت میں چند محضرون معبودانِ باطل کے متعلق ہے!

(۲) صاحب کشاف لکھتے ہیں:-

(۱) وہ اپنے معبودانِ باطل کے لئے (دنیا میں) ایک حاضر خدمت فوج بنے رہتے ہیں

ان کی حفاظت و خدمت کے لئے - اور یہ معبودانِ باطل ہیں کہ ان کو مدد کرنے کی

استطاعت اور قدرت ہی نہیں - ہُمْ ضمیر مشرکین کی طرف لَهُمْ ضمیر معبودانِ

باطل کی طرف راجع ہے!

رب کہ مشرکین ان کو اپنا معبود اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان کی مدد کریں گے اور شفاعت کریں گے لیکن حقیقت الامر اس کے خلاف ہے قیامت کے روز یہ **إِلَهَةٌ هُمْ** اپنے پرستاروں (لہم) کے سامنے اکٹھے کمرے لائے جائیں گے تاکہ ان کے عذاب کو دیکھیں جو اس روز دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

(۳) تقریباً صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں :-

(هَمْ لِلْإِلَهَةِ وَمَنْبَرِ (لَهُم) لِلْمُشْرِكِينَ أَيْ وَإِنَّ الْإِلَهَةَ مَعْدُونِ مُحْضَرُونَ لِعَذَابِ أُولَئِكَ الْمُشْرِكِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا نَهْمُ بِجَعْلِهِمْ وَقَدْ النَّارُ هَمْ ضَمِيرُ الْإِلَهَةِ كِي طَرَفٍ أَوْ لِهَمْ فِي ضَمِيرِ هَمْ مُشْرِكِينَ كِي طَرَفٍ رَاجِعٌ هِيَ لَعْنُ مَعْبُودِ أَنْ بَاطِلِ قِيَامَتِ كِي رُؤُوسِ مُشْرِكِينَ كِي عَذَابِ كُو دِيكْهِنَ كِي لَعْنِ حَاضِرِ كِي جَائِزِ كِي كِي وَنَكْهَ وَنَكْهَ دَوْرِ كِي كَا اِنْهَ هَنْ بَنِي كِي كِي

یا محضرون عند حساب الکفرة اظهرا العجزهم واقناطاً للمشرکین عن شفاعتهم یعنی معبودان باطل کو کفار کے حساب کے وقت حاضر کیا جائے گا۔ ان کی بے بسی کو ظاہر کرنے کے لئے اور ان کی شفاعت کے بارے میں مشرکین کی مایوسی کے اظہار کے لئے۔

(۴) **وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحَضَّرُونَ**۔ واو عالیہ ہے۔ **هُمْ** (الہة) کی طرف راجع ہے اور **لَهُمْ** مشرکین کی طرف راجع ہے۔

ای الا صنم جند للعابدین اگدھا بانہم لا یستطیعون نصرهم حال ما یكونون جند لهم ومحضرون لنصرتهم «صنام (بت) اپنے بوجھنے والوں کی فوج (ہیں) اور اس کی تاکید یہ کہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ ایک پوری فوج ہوں اور ان کی مدد کے لئے حاضر ہوں (رازی) علاوہ ازیں اور بھی متعدد اقوال ہیں۔

۳۶: ۷۶ **فَلَا يَخْزُنَكَ قَوْلُهُمْ** میں الفار للسیبۃ۔ ای اذا کان هذا حالهم مع ربهم عزوجل فلا تخزن بسبب قولهم عليك۔ جب کا اپنے رب عزوجل کے ساتھ یہ حال ہے تو اپنے متعلق ان کی باتوں سے رنجیدہ خاطر مت ہوں۔ لا یخزنک فعل نفی واحد مذکر فاعل ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر یخزن مصدر

(باب نصر) سے۔ تجھے غمگین نہ کرے۔

قَوْلُهُمْ مضاف مضاف الیہ لا یخزن کا فاعل۔ ان کا قول۔ ان کا کہنا۔ کہ آپ

شاعر ہیں)

= مَا يُسْرُونَ: ماموصول ہے یُسْرُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْرَارُ (افعال)
مصدر جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

= مَا يُغْلِبُونَ: ماموصول یُغْلِبُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِغْلَابٌ (افعال)
مصدر سے جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ جودہ غلبہ کرتے ہیں۔

۳۶: ۷۷ = اَوَلَمْ يَرَ: میں سمجھتا ہوں کہ انکار ہی ہے اور تعجب کے لئے ہے۔ واو عاطفہ
ہے اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ مستدرکہ پر ہے۔

ای الہ یتفکر الانسان ولم یعلم انا خلقته من نطفة۔ کیا انسان
نے غور نہیں کیا اور نہیں جانا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

= فَاِذَا هُوَ: فاذا تعقیب کا ہے اور اذا مفاعلیہ ہے۔ سو وہ یکایک:

= خَصِيمٌ خَصِمٌ سے بروزن فاعیل مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔
بہت جھگڑا کرنے والا۔ کثیر المناہضت، سخت جھگڑالو۔ اس کی جمع اَخْصَامٌ۔
خُصَمَاءُ۔ خُصَمَانٌ ہے۔

= مُبَیِّنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، کھلا، صریح۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔

اِبَانَةٌ (افعال) مصدر۔ بین مادہ ابواب: افعال (اِبَانَةٌ) تفعیل (تبیین)
تَفَعَّلَ (تَبَيَّنَ) سے لازم و متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ یعنی ظاہر ہونا۔ ظاہر کرنا۔

فَاِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبَیِّنٌ (یعنی ہم نے اسے ایک حقیر بد بودار قطرہ منی سے پیدا
کیا۔ اور اب یہ اپنی وقت کو یک سخت بھول کر) ایک صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا ہے

۳۶: ۷۸ = وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا۔ ضَرَبَ مَثَلًا۔ مثال بیان کرنا۔ لَنَا ہمارے

لئے۔ ہمارے بائے ہیں۔ وہ ہمارے بائے میں ایک مثال بیان کرتا ہے (وہ مثال آگے

آتی ہے: قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ)

= نَسِیَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، نَسِیَ مصدر سَمِعَ سے۔ وہ بھول گیا۔ اس نے

بھلا دیا ہے۔

= خَلَقَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر نَسِیَ کا مفعول ہے۔ اپنی خلقت، اپنی پیدائش

= رَمِيمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر رَمِیْرٌ (ضَرَبَ) رَمَّةٌ وَرَمِيمٌ

سے۔ بڑی کا بوسیدہ ہونا۔ اس کی جمع اَرَمَاءُ اور رَمَامٌ ہے رَمِيمٌ بمعنی استخوان

بوسیدہ۔ گلی ہوئی ہڈی۔ مونث کے لئے بھی سَمِیْمٌ ہی استعمال ہوتا ہے۔

آیت سابقہ اور آیتِ نذا کا مطلب یہ ہے کہ :

کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفے سے پیدا کیا ہے (اور اس کی یہ جرات کہ یک دم کھلم کھلا اور بے باک جھگڑاؤں کیا ہے اور طرح طرح کے اعتراضات گھڑ رہے) وہ ہمارے پاس میں ایک مثال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے حال یہ ہے کہ وہ اپنی خلقت کو بھول بیٹھا ہے (کہ ہم اسے عدم سے ایک حقیر قطرہ مٹی سے کیسے وجود میں لائے) اگر وہ یہ نہ بھولتا تو ایسی حماقت و گستاخی نہ کرتا کیونکہ جو ذات ابدار پر قادر ہے وہ اعادہ پر اور زیادہ قادر ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سے بعض نے ایک مخصوص آدمی لیا ہے بعض کے نزدیک یہ شخص عاص بن وائل ہے بعض کے نزدیک ابی بن خلف جمعی مراد ہے۔ لیکن صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت جس میں ابی بن خلف الحبحی، ابو جہل، عاص بن وائل و لب بن غیرہ شامل تھے باتیں کر رہے تھے کہ ابی بن خلف نے کہا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ لات و عزریٰ کی قسم میں ان سے بات کرتا ہوں چنانچہ وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ اس ہڈی کو جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہے دوبارہ زندہ کر دیگا ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ہاں ! اور وہ تم کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا اور دوزخ میں ڈالے گا۔

بہر کیف اس کا اطلاق ہر اس انسان پر ہے جو بعثت بعد الموت پر شک کرتا ہے۔

۳۶: ۹۰ = قُلْ : اٰی قُلْ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہئے یا جواب دیجئے۔

= یُحْیِیْہَا۔ یُحْیِی مفارح واحد مذکر غائب (افعال) مصدر، وہ زندگی دیتا ہے۔ وہ زندہ کر دیتا ہے۔ وہ جان ڈال دیتا ہے۔

ہَا ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع العظام ہے۔ وہ زندہ کر دے گا ان ہڈیوں کو۔

= اَنْشَاہَا۔ اَنْشَا ماضی واحد مذکر غائب ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع بھی العظام ہے (جس نے) ان کو پیدا کیا تھا۔

== اَوَّلَ مَرَّةٍ - مضاف مضاف الیہ - پہلی بار - پہلی مرتبہ -

مَرَّةً ایک بار - اس کی جمع مِرَارٌ وَمَرَاتٌ ہے؛

== وَهُوَ، میں واوِ حال ہے،

== كُلِّ خَلْقٍ مضاف مضاف الیہ (کُلِّ حرف جارِ بآء کی وجہ سے مجرور ہے)

خَلْقٍ بمعنی مخلوق - كُلِّ خَلْقٍ - ہر قسم کی مخلوق، تمام مخلوقات

وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ وہ سب طرح پیدا کرنا خوب جانتا ہے، یعنی مخلوقات

کی تفصیل اور کیفیت تخلیق کو خوب جانتا ہے - اور اجسام کے منتشر و متفرق اجزاء کے اصول، مواقع اور امتیاز کے طریقوں اور سابق کے طرز پر ان کو باہم جوڑنے اور گزشتہ اعمال اور قوتوں کو لوٹا کر لانے یا از سر نو پیدا کرنے سے بخوب واقف ہے -

۳۶: ۸۰ == الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ - سبز درخت، ہر ابھر اور خست، موصوف و صفت

== فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ - اور پھر تم اس سے (اور آگ سلگا لیتے

ہو - مِنْهُ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشجر الاخضر ہے تُوقِدُونَ

مضارع جمع مذکر حاضر - تم آگ سلگا لے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو -

اِيقَادٌ (افعال) مصدر - وَقَدٌ مادہ - وَقُودٌ ایندھن کی لکڑیاں جن سے

آگ جلائی جائے - آگ کا شعلہ -

الشجر الاخضر سے آگ کے مہیا ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں!

(۱) اللہ تعالیٰ کسی چیز کی ہیئت کو منقلب کر سکتا ہے ۛ فرمایا کہ تم غور کرو کہ بانی سے میں نے درخت

اگائے جو سرسبز و شاداب ہے پھر اے اور پھل دار ہوئے - پھر وہ سوکھ گئے اور ان

کی لکڑیوں میں سے میں نے آگ نکالی - کہاں وہ تری اور ٹھنڈک اور کہاں یہ خشکی اور گرمی

پس مجھے کوئی چیز بھاری نہیں ۛ (ابن کثیر)

(۲) - یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرغ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں

ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے جفت کی طرح آگ نکلتی ہے ۛ (ابن کثیر)

اس سلسلہ میں علامہ عبداللہ یوسف علی نے ابن کثیر کی لغات العربیہ

سے نقل کیا ہے!

نولاد کو چقماق پر مار کر آگ جلائے سے زیادہ پرانا اور قدیم طریقہ درخت کی ٹہنیوں کو

ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ حاصل کرنے کا ہے ۛ برٹش انسائیکلو پیڈیا چودھواں ایڈیشن

جسد ۹ کے صفحہ ۲۶۲ پر ایک تصویر ہے جس میں برٹش گی آنا کے لڑکے دکھاتے گئے ہیں جو زمین پر پڑے ہوئے، ایک لکڑی کے بڑے ٹکڑے میں ایک گول سراخ میں آگ لپنے کے لئے ایک لکڑی کے ڈنڈے کو رڑ رہے ہیں۔

عسب ایک جو بی آلہ استعمال کرتے تھے جس کو زناد کہتے ہیں یہ دو ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ کرے جڑے۔ اور پورا حصہ عفار یا زند کہلاتا تھا اور زیریں حصہ کو مرغ کہتے تھے مرغ ایک ایسے وقت کی شاخ تھی جو پھیلاؤ کے رخ زیادہ بڑھتا ہے۔ اسے CYNANCHUM VINALE کہتے ہیں اس کی شاخیں بغیر پتوں اور کانٹوں کے ہوتی ہیں۔ اسے پائیس میں الجھ جائیں تو سبز ہوا چلنے سے رگڑ کھا کر آگ دیتی ہیں۔

۳۶: ۸۱ = اَوَلَيْسَ الَّذِي... سمیرہ استفہام نکارتی ہے واو عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ مقدمہ ماقبل پر ہے۔

اِیَ الْاِیْسَ الَّذِیْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَلَیْسَ الَّذِیْ یَجْعَلُ لَکُم مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرَ نَارًا وَ لَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ
= مِثْلَهُمْ۔ ان جیسا۔ ان کی طرح۔ ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب متکثرین حشر کی طرف راجع ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس ذات مان صفات نے آسمانوں اور زمین کو جن کا جوتہ و جسامت جن کی عظمت و شان احمٰن کی گہرائیاں اور وسعتیں بے حد و حساب ہیں۔ پیدا کیا۔ وہ ان جیسی حقیر بے وقعت اور کمتر مخلوق کو (دوبارہ) پیدا نہیں کر سکتا۔؟

= بَلٰی۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلٰی تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس کا امالہ ہوتا ہے (امالہ۔ مائل کرنا۔ امیل مادہ) علم صرف کی اصطلاح میں فتح کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی جانب بہت زیادہ مائل کرنا ادا کرنا مثلاً بَلٰی کو بَلّٰی یا کو کھینچ کر پڑھنے جیسے مَجْرُہا میں۔ بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

(۱) ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَیْتُ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) کافر لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے! تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا!
(۲) دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو جیسے اَلِیْسَ زَیْدٌ

بَقَائِم (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بلی۔ یا استفہام تو یعنی، ہو جیسے اَيَحْسَبُ
الْاِنْسَانُ اَلْتَن تَجْمَعُ عِظَامَهُ بَلٰی قَادِرٌ عَلٰی اَنْ لِّسَوٰی بَنَانَهُ (۵)؛
۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ کیوں
نہیں (ضرور کریں گے) بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کا پور پور درست کر دیں۔ (لغات
القرآن)

آیت نہا میں بلی انہیں معنی میں آیا ہے۔

== الْخَلْقُ - خَلُقَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بڑا خالق۔ ایک مخلوق کے بعد دوسری
مخلوق پیدا کرنے والا۔

== الْعَلِيمُ - عَلِمَ سے بروزن فعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ اصل
علم کو جاننے والا۔ تمام ممکنات کو خوب جاننے والا۔

۸۲:۳۶ = اِنَّمَا - بے شک۔ تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حَرْفِ مِثْبَہ بِالْفِعْلِ
اور مَا کا قذ ہے (جو صر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ اور یہ مَا
اِنَّ - كَانَ - لَکِنْ پر بھی آتا ہے اور یہی عمل کرتا ہے)

== اِذَا ارَادَ شَيْئًا - اِی اِذَا اَرَادَ اِیْجَادَ شَيْءٍ مِّنَ الْاَشْيَاءِ (یعنی جب وہ کسی
شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے۔

== اَنْ یَّقُولَ لَہٗ - میں اَنْ مصدر یہ ہے لَہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس شے کی صورت
کی طرف راجع ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے یَقُولُ سے مراد وہ بولنا نہیں جو ہم زبان
اور لب کی مخصوص جنبش سے ادا کرتے ہیں۔ اس بولنے کی کیفیت سے اصل کیا ہوتی ہے وہ انسان
سوچ اور فکر سے ماوراء ہے۔

== کُنْ - ہو جا۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حروف ک ا و ن
فی الواقع ہماری طرح کی آواز میں بولے جائیں۔ اور نہ ہی ان حروف کافی الواقع ادا کرنا ضروری ہے
وہ تو محض حکم ہے جو وہ خود ہی جانتا ہے کیے دیا جاتا ہے۔

== فَيَكُونُ - الفاء للمفاجاة - یا عطف سببیہ ہے۔ پس وہ فی الفور ہو جاتا ہے۔

اِذَا ارَادَ فَيَكُونُ - محض انتہائی سرعتِ تکوین کا بیان ہے۔

۸۳:۳۶ = فَسُبْحَانَ الَّذِیْ - سُبْحَانَ مصدر ہے یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے
الفاء للسببیۃ - یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ وہ ایک حقیر بوند سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے اور

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو حکم کرتا ہے ہو جا۔ تو وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔ تو اب اس خدا کی پاکی بیان کرو جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے۔

= بید ۴۔ باء حرف جید مجرور۔ مضاف ۴ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔
۴ کا مرجع اسم موصول الذی ہے۔ فَسُبْحَنَ الَّذِیْ بِیَدِ ۴ پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے (مَلَكُوتُ كُلِّ شَیْءٍ)
= مَلَكُوتُ۔ اصل میں مَلِكٌ۔ مَلِكٌ یَمْلِكُ (ضرب) سے مصدر ہے واو اور تاء کو مبالغہ کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔

اقتدارِ کامل۔ مکمل غلبہ۔ حکومت حقیقہ۔

یہ لفظ بقول امام راغب ۴ اللہ تعالیٰ کی ملک (ملکیت) کے ساتھ مخصوص ہے
= تُرْجَعُونَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر ۴ رَجَعُ (باب ضرب) سے مصدر۔
تم لوٹاؤ جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۳۷) وَالصَّفَّتِ مَكَّةُ (۵۶)

۳۷: ۱ = وَالصَّفَّتِ صَفًّا۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔ لغات القرآن میں اُقْسِمُ کے محاذ قسم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :
میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَامٌ سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد مکمل۔ یہ دراصل قَسَامَةٌ سے ماخوذ ہے۔ قسامتہ وہ قسمیں ہیں جو مقتول کے ولیوں کو دی جاتی ہیں (پھر مطلق قسم کے معنی میں استعمال ہونے لگا)
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں :-

(۱) اپنی ذات مقدسہ کی۔

(۲) اپنے افعال حکیمانہ کی۔

(۳) اپنی مخلوق کی۔

مخالفین جو قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے قسمیں کیوں کھائیں ہیں؟ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور اس کی تاریخ پر ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کی جاتی تو یہ عقیدہ خود بخود حاصل ہو جاتا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی۔ یہی طریقہ جیب بڑھنے لگا۔ تو انسان کے علاوہ حیوانات اور جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ درودیلو اس بات پر شاہد ہیں۔ آسمان وزمین اس امر پر گواہ ہیں، اس نے جنگ میں جس جا بنازی کے جوہر دکھائے میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی نہاروں مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں کے پیش کرنے

سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں قسم بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے۔

یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ منافقون میں ارشاد ہے:

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَشَهَادُكَ لِرَسُولِ اللَّهِ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ
إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَ اللَّهُ لَيُشْهِدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ ه اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ
مُجْتَنَۃً ۖ (۶۳: ۱-۲) منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے

ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو سپر نیا کھا

آیت مذکور میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف شہادت کا

لفظ مذکور ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اسی کا اثر ہے کہ آج ہم بھی اپنی

زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اللہ جانتا ہے" خدا گواہ ہے۔ خدا شاہد ہے۔ عربی

زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے۔ جیسے واؤ۔ با۔

ت۔ و اللہ۔ باللہ۔ م اللہ۔

اور کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لا کے ساتھ آتا ہے (یہ لا تاکید کے لئے ہوتا ہے)

لَا أَقْسِمُ۔ اور کبھی جملہ پر لام لا کر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعْنُ مَرْكَ۔

اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے تو اس

کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے خواہ وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی ہو۔

زبان حال ہو یا زبان قال۔

دوسرے یہ کہ کسی چیز کی توثیق و ثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے

یہ دوسرے معنی قسم کے حقیقی معنی نہیں ہیں بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نہایت کثرت سے شمس و قمر، لیل و نہار۔ ابر و باد۔ کوہ و صحرا۔ چہرہ پرند۔

دریا و سمندر۔ غرض جا بجا تمام مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے

معنی نشانی کے ہیں۔ جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جا بجا قسم بھی کھائی

ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت اور شان پر شہادت دے رہی ہیں

اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

== الصَّفَاتِ - پرا باندھے - صف بستہ - صف باندھنے والیاں - پر کھولے ہوئے -
 صَفَّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مَوْنُث - صَافَّةٌ کی جمع - صَفًّا مفعول بہ ہے اور مفرد بمعنی
 جمع آیا ہے اِی الصَّفَاتِ صفوفہا - اپنی صفیں باندھنے والیاں - یا یہ مصدر مَوَكَّدہ ہے -
 ۲:۳۷ = فَالْزُجْرَاتِ زَجْرًا - فَ تَعْقِيب کا ہے - زَجْرَات اسم فاعل کا صیغہ جمع
 مَوْنُث ہے ڈانٹنے والیاں - الزُّجْرُ اصل میں آواز کے ساتھ دھتکارنے کو کہتے ہیں جیسے
 فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۹۱: ۱۳ اور قیامت تو ایک ڈانٹ ہے،
 پھر کبھی یہ صرف دھتکارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی آواز کے لئے -
 زَجْرًا مصدر مَوَكَّدہ ہے

۳:۳۷ = فَالْتَلَيْتِ ذِكْرًا - فَ تَعْقِيب کا ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مَوْنُث تِلَاوَةً
 سے باب نصر مصدر سے - ذکر سے مراد ذکر اللہ ہے - یعنی ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والیاں
 ذِكْرًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے - اور تنکیر تفخیم کے لئے ہے -

آیات ۲:۳۷ میں فَ تَعْقِيب وجود کے لئے ہے، یعنی پہلے صف بستہ ہوتے
فائدہ نمبر ۱ ہیں - پھر زجر کرتے ہیں - پھر تلاوت کرتے ہیں - صف بندی بجائے خود
 صفت کمالیہ ہے - پھر شر سے بازداشت کرنی اور خیر کی طرف چلانا صفت اول کی تکمیل ہے !
 اور تلاوت ذکر فیض رسانی کا درجہ رکھتی ہے - یا عطف صرف ترتیب کے لئے ہے جیسے آیت
 ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ
 (۹۰: ۱۷) میں عطف صرف ترتیب و ترقی کے لئے ہے (تفسیر مظہری)

فائدہ: (۲) تینوں جملوں (آیات ۱-۲-۳) میں حرف عطف کا لانا ذوات یا صفات
 کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے (معطوف معطوف علیہ میں تغایر ضروری ہے)
 اس لئے مذکورہ فقرہ میں یا تو ذوات کا اختلاف ہے یا صفات کا - صف بستہ ہونا اور زجر
 کرنا اور تلاوت ذکر کرنا - تینوں صفات مجہدہ ہیں (ایضاً)

آیات ۱-۲-۳ میں الصَّفَاتِ - الزُّجْرَاتِ - التَّلَاوَاتِ کے
فائدہ نمبر ۲ متعلق مختلف اقوال ہیں -

۱۔ ان سے مراد ملائکہ ہیں جو (مقام عبدیت میں نمازیوں کی صفوں کی طرح) صف بستہ کھڑے رہتے
 ہیں - یا پر پھیلائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں اور جو تکوینی امور کی تکمیل

کے لئے مقرر ہیں اور ہوا، بادل، بارش، مہر و ماہ، کو اکب و سیاسے وغیرہ پر متعین ہیں اور حکم خداوندی کے مطابق ان کو چلانے کے لئے ان کو روکنے اور چلانے پر، ان پر زجر و توبیخ سے حکم ماننے پر مجبور کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ اور وہ فرشتے جو ذکر اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور ان آیات کو تلاوت کرتے رہتے ہیں جو آسمانی کتب میں انبیاء پر نازل کی گئی ہیں۔

الصُّفَّت - الزُّجُجَات - الثَّلَاثِیْنَ اِسْم فاعِل جمع مَوْنُث کے صیغے ہیں۔ اور یہ المَلٰئِکَةُ کی رعایت لفظی کی وجہ سے بعینہ تانیث آئے ہیں ورنہ ملائکہ تذکیر و تانیث سے میرا ہیں۔

(۲) الصُّفَّت ، الزُّجُجَات ، الثَّلَاثِیْنَ - سے مراد نفوسِ مسلمہ ہیں کہ نمازوں میں صف بستہ ہوتے ہیں دلائل کی روشنی میں کفر و معاصی سے روکتے ہیں اور آیات رب کی تلاوت کرتے ہیں۔

(۳) ان سے مراد جہاد فی سبیل اللہ میں قائدین کے گروہ ہیں جو میدانِ رزم میں صفیں باندھ کر نکلتے ہیں، جو آگے بڑھ کر کفار پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑوں اور دشمنوں کو زجر کرتے ہیں اور میدانِ جنگ میں بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور یاد خدا سے غافل نہیں ہوتے۔ ۳۷: ۴ = اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ۔ یہ جملہ جو اب قسم میں ہے جو سابقہ تین آیات میں اٹھائی گئی ہیں۔ اِنَّ حَسْرَ مَشْبَہ بِفَعْل۔ اِلٰهَكُمْ مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَوَاحِدٌ خبر اِنَّ۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔

۳۷: ۵ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا۔ یہ اِنَّ کی خبر ثانی ہے یا وَّاحِدٌ کا بدل ہے۔ یعنی اور وہ ان آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔

یا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔

= وَرَبُّ الْمَشَارِقِ - اس کا جملہ سابقہ پر عطف ہے اور وہ مشرقوں کا پروردگار ہے الْمَشَارِقِ صیغہ جمع اختلاف مطالع کے اعتبار سے ہے ہر روز طلوع آفتاب کا زاویہ دوسرے دن سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوتے۔

اس طرح ۳۶۵ مقامات مغرب ہوں گے محض مشارق پر اکتفا کر کے مراد دونوں سے کہتے ہیں۔ امام بازی فرماتے ہیں کہ:- اِنَّہٗ اِکْتَفٰ بِذِکْرِ الْمَشَارِقِ کَقَوْلِہٖ نَقِیْکُمْ

الْحَرَّ (۱۶: ۸۱) یعنی اس نے المشارق پر ہی اکتفا کیا ہے جیسا کہ آیت وَجَعَلَ لَكُم سَوَابِيلَ تَقِيَكُمُ الْحَرَّ میں۔ آیت کا ترجمہ ہے:

اور تمہارے لئے وہ پیراہن بنائے (از قسم قمیص) جو تم کو گرمی سے بچائے۔ تمہیں (حالانکہ پیراہن گرمی اور سردی دونوں سے بچاتے ہیں)

ویسے قرآن مجید میں بَرَبِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (۷۰: ۴۰) آیت رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ (۵۵: ۱۷) تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ مَشْرِقَيْنِ سے مراد جاڑے اور گرمی کی فصلوں میں سورج کے طلوع ہونے یا غروب ہونے کا آخری مقام (ان دونوں کے مابین طلوع یا غروب ہونے کے باقی سارے مقامات بھی آگئے)

مشرق، مشرقین، مشارق کی تشریح کرتے ہوئے صاحب المفردات امام راعب لکھتے ہیں الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ جب مفرد ہوں تو ان سے شرقی اور غربی جہت مراد ہوتی ہے اور جب تثنیہ ہوں تو موسم سرما اور گرما کے دو مشرق اور دو مغرب مراد ہوتے ہیں! اور جب جمع کا صیغہ ہو تو ہر روز کا مشرق اور مغرب مراد ہوتا ہے۔

۳۷۔ ۵ = زَيْنًا۔ ماضی جمع مکمل تَزَيَّنُوا (تفعیل) مصدر ہم نے زینت دی۔ ہم سنوارا۔ ہم نے رونق دی۔

= السَّمَاءَ الدُّنْيَا۔ موصوف وصف مل کر مفعول ہے زَيْنًا کا نزدیک کا آسمان یعنی وہ آسمان جو نسبت دوسرے آسمانوں کے زیادہ قریب ہے۔ دُنْيَا اَدْنَى سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے!

= بِزِينَةٍ اَلْكَوَاكِبِ، نون قطعی ہے اَلْكَوَاكِبِ بدل ہے زِينَةٍ سے اگر اضافت سے بڑھا جائے تو زِينَةُ الْكَوَاكِبِ اضافت بیانیہ ہے۔

ہم نے آسمان دنیا کو سجایا ہے زینت کے ساتھ یعنی ستاروں سے یا ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے سجایا ہے! (یہاں ایک حسی اور بدہی امر کی طرف اشارہ ہے علم الافلاک کی یہاں کوئی بحث نہیں ہے بادی النظر میں نیلے آسمان کے پس منظر میں چمکتے ہوئے ستارے وجہ تزیین و آرائش ہی معلوم ہوتے ہیں۔

فَكَانَ اجرام النجوم لَوَا مَعًا۔ درہم نثر علی بساط اذرق

(اجرام فلکی جھللاتے ہوئے موتی ہیں جو آسمان کی نیلی بساط پر بکھرے ہوئے ہیں)

= وَحِفْظًا وَادِّعًا۔ ہے حفظاً مصدر ہے منصوب بوجہ مفعول مطلق

جس کا فعل محذوف ہے ای حَفِظْنَا مَا حَفِظْنَا۔ یا باعتبار معنی یہ معطوف ہے اور اس کا عطف مزینہ پر ہے اس معنی میں یہ مفعول لڑ ہے کَاثَّةٌ قِيلَ: اِنَّا خَلَقْنَا الْكَوَاكِبَ زِينَةً لِلْسَّمَاءِ وَحَفِظْنَا لَهَا (بے شک ہم نے ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور عبادتِ حفاظت پیدا کیا ہے۔

== مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ۔ من حرف جار ہے کل افراد ی ہے جو ہمیشہ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ہر ایک: شَيْطَانٍ مَّارِدٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ، ہر سرکش شیطان سے۔ یہ جملہ حفظاً سے متعلق ہے۔

مَارِدٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اس کی جمع مَرَدَّةٌ وَمُرَادُّہُ ہے مودمان ہے مَارِدٌ یعنی سرکش۔ شریہ۔ مَرَدٌ یَمُرُّ (باب نصر) مَرَدٌ و مَرَدٌ سے ہے شَيْطَانٌ مَّارِدٌ۔ سرکش، شریر شیطان۔

مَرَدٌ کے ساتھ جب علی صلا کے طور پر آئے تو استمرار، ہمیشگی اور عادی ہونے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى النِّفَاقِ (۹: ۱۰) اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے بعض نفاق پراڑ گئے ہیں یعنی جم گئے ہیں۔

اسی مادہ مرد سے باب جمع سے مَرَدٌ یَمُرُّ مَرَدٌ و مَرَدٌ کے معنی ہیں بے ریش ہونا۔ اور مَرَدٌ الْغُلَامُ: اذا طر شاربه و بلغ خروج لحیتہ و کَلَّمَ نَبْدٌ۔ جب لڑکے کی بوٹھیں بھیگ جائیں۔ اور وہ ڈارٹھی ٹکٹنے کے قریب پہنچ جاتے۔ لیکن ابھی ڈارٹھی ہو دیا نہ ہوئی ہو۔ رَجُلٌ اَمْرَدٌ بے ریش آدمی اس کی مؤنث مَرَدٌ ہے اور جمع مَرَدٌ ہے۔ شَجَرَةٌ مَرَدَاءٌ۔ بے پتہ درخت۔ حدیث شریف میں ہے اهل الجنة كلهم مَرَدٌ۔ اہل جنت سب کے سب بے ریش نوجوان ہوں گے۔

اور اسی مادہ سے باب تفعیل سے مَرَدٌ یَمُرُّ مَرَدٌ ہے اور مَرَدٌ الشَّیْءُ کسی چیز کو ہموار و سیکل کرنا۔ اور اسی سے مَمَرَدٌ جکنا۔ ہموار۔ صاف ہے، قرآن مجید میں ہے قَالَ اِنَّهُ صَوَّرَحٌ مَمَرَدٌ مِّنْ قَوَارِيرٍ (۲۴: ۲۴) اس (حضرت سلیمان) نے کہا۔ یہ تو ایک محل ہے شیثوں سے بنایا ہوا۔

۳۷: ۸۔ لَا یَسْمَعُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ کان نہیں لگا سکتے۔ وہ کان لگا کر سن نہیں سکتے۔ یَسْمَعُونَ اصل میں یَتَسَمَّعُونَ تَسْمَعُ (تفعل)

سے تھا۔ ت کو س میں مدغم کیا گیا ہے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کُلِّ شَيْطَانٍ (یعنی الشیاطین) کی طرف راجع ہے۔

== الْمَلَكُ الْأَعْلَى - الْمَلَكُ - اسم جمع معرف باللام مجرور۔ جماعت۔ اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے یا ملائکہ کے سردار جن سے امور عالم کے انتظام کا تعلق ہے اس کے مقابل میں الْمَلَكُ الْأَسْفَلُ یعنی جن وانس کی جماعت۔

== يُقْذَفُونَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ قَذَفَ مصدر (باب ضرب) ان پر الٹے بھینک کر مارے جاتے ہیں۔ ان پر پتھراؤ کیا جاتا ہے۔ ان پر دیکھتے ہوئے شعلے مارے جاتے ہیں۔ وہ دھتکارے جاتے ہیں۔

الْقَذْفُ کے معنی بھینکنے کے ہیں۔ مثلاً قَاذِفِيهِ فِي الْيَمِّ (۳۹:۲۰) پھرتو اس کو دریا میں ڈال دے (بھینک دے) اور بَلُّ الْقَذْفِ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ (۱۸:۲۱) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں

استعارہ کے طور پر کسی پاکدامن عورت پر زنا کا عیب لگانے کو بھی قذف کہتے ہیں۔

۳۷:۹ = دُحُورًا - دَحَرَ يَدْحُرُ (فتح) کا مصدر ہے، بھگانا۔ ہانکنا۔ دھتکارنا۔ يُقْذَفُونَ کا مفعول ہے وقذف کی علت، ای یُقْذَفُونَ لِلدَّحُورِ - اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اُخْرِجْ مِنْهَا مَذْعُورًا مَّا مَدْحُورًا (۱۸:۷) نکل جا یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا۔

== عَذَابٌ وَاصِبٌ موصوف و صفت وَاصِبٌ اسم فاعل واحد مذکر وَاصَبٌ يَصِيبُ (ضرب) دُصُوبًا مصدر سے جس کے معنی ہیں دائم رہنا۔ یعنی ہمیشہ رہنے والا عذاب، دائمی عذاب۔

اسکا مادہ سے وَصَبَ يَوْصِبُ وَصَبًا (سمع) بمعنی بیمار ہونا ہے۔

آیات ۸-۹ میں لَا يَسْمَعُونَ - يُقْذَفُونَ اور وَلَهُمْ فِي

فائدہ: مذکر غائب کُلِّ شَيْطَانٍ (یعنی الشیاطین) آیت ۷ کی طرف راجع ہے

۳۷:۱۰ = إِلَّا مَنْ - إِلَّا - لَا يَسْمَعُونَ کی واؤ سے استثناء متصل ہے اور مَنْ

اس سے بدل ہے ای لَا يَسْمَعُ الشَّيْطَانُ إِلَّا الشَّيْطَانُ الَّذِي خُفِيَ الْخَطْفَةُ یعنی شیاطین (عالم بالا کی باتوں کو) کان لگا کر نہیں سن سکتے۔ إِلَّا مگر وہ شیطان (جو ان میں سے کچھ) لے ہی اڑے۔

== خَطِفَ (باب سمع) خَطْفَةً وَخَطَفُ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے اچک لیا۔ الْخَطْفَةُ جھپٹا۔ عضو۔ جس کو درندہ جھپٹا مار کر جسم سے اتار لے جائے۔ یا انسان کسی زندہ جانور سے کاٹ لے۔

== الْخَطْفَةُ - خَطِفَ يَخْطِفُ کا مصدر ہے نصب بوجہ مصدر کے ہے یا کہ بوجہ مفعول پر ہونے کے۔

== فَاتَّبَعَهُ - میں نے تعقیب کا ہے اَتَّبَعَ اِتِّبَاعُ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے تو اس کے پیچھے لگ گیا۔

== شَهَابٌ ثَاقِبٌ - موصوف و صفت، شَهَابٌ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ اس کی جمع اَشْهُبٌ شُهَبٌ شُهَبَانٌ ہے۔

== ثَاقِبٌ - صیغہ اسم فاعل واحد مذکر۔ ثَقُوبٌ مصدر۔ الثَّاقِبُ اتنا روشن کہ جس چیز پر اس کی کرنیں پڑیں اس میں چھید کرتی پار گزر جائیں۔ الثَّاقِبُ اصل میں ثقبۃ سے ہے جس کے معنی سوراخ کے ہیں۔ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ایک تیز روشن شعلہ۔

۳۷: ۱۱ == فَاسْتَفْتِهِمْ - اسْتَفْتِ - اسْتِفْتَاءُ (استفعال) سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ الاستفتاء کے معنی الاستخبار عن امر حدث۔ کسی نئے امر کے متعلق خبر دریافت کرنا۔ نوجوان کو فتیٰ اس کی نئی نئی جوانی کے لحاظ سے کہتے ہیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے۔

خطاب یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تُو ان سے پوچھ۔ فَ نصیحت کا ہے اور تعقیب کا بھی ہو سکتا ہے۔

== اَشَدُّ - افعَل التفصیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ سخت۔ زیادہ مضبوط۔ زیادہ مشکل۔ خَلَقًا - منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ یعنی از وجہ پیدائش۔ بطور پیدائش۔

== اَمْ مَنْ خَلَقْنَا - اَمْ حرف عطف ہے معنی یا۔ مَنْ موصولہ ہے خَلَقْنَا اس کا صلہ یا وہ (دوسری مخلوق) جس کو ہم نے پیدا کیا ہے از قسم ملائکہ۔ جن۔ آسمان، زمین وَمَا بَيْنَهُمَا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے۔ وغیرہ۔

== اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ == میں میرے ہمد جمع مذکر غائب مشرکین ملک کی طرف راجع ہے ۔
 == طَيْنٌ لَّذِيْبٌ == موصوف وصفت ۔ طَيْنٌ پانی میں ملی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں گواہ
 پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہو جائے ۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى الطِّينِ (۲۸ : ۳۸)
 اے ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگا کر (اٹھیں) بچا دو ۔ لَذِيْبٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر
 شدت سے ثبت ہو جائے اور چمٹ جائے ۔ لَذِيْبٌ ۔ لَزُوْبٌ دباب کرم، نصر
 ضرب) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنی چپکنے والا ۔ لیسدار ۔ لازم، جم جانیوالا ۔ طَيْنٌ
 لَذِيْبٌ ۔ لیسدار گارا ۔ چپکنی مٹی ۔

۱۲ : ۳۴ == بَلْ == صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں :-

کہ بَلْ اضراب کے لئے ہے ۔ لیکن علامہ پانی پتی رح تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں :-
 بل ابتدائیہ ہے کلام سابق سے گریز کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک مقصد سے دوسرے مقصد
 کی جانب انتقال مطلوب ہے ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کی حالت بیان کرنا
 ہے ۔ یعنی ایک طرف تعجب اور دوسری طرف مذاق و تمسخر ۔

== عَجِبْتُ ۔ عَجِبْتُ لِعَجَبٍ (سمع) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے
 تو نے تعجب کیا ۔ تو نے اچنبھا جانا ۔ یا بمعنی حال ۔ تو تعجب کرتا ہے ۔ تو اچنبھا جاتا ہے ۔
 عَجِبْتُ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جو کسی غیر معمولی بات کو دیکھنے سے انسان کے اندر پیدا
 ہو جاتی ہے ۔ عَجَبٌ میں بھی یہی حالت مراد ہوتی ہے ۔ لفظ عجب کا اطلاق صرف حالت پر
 مبنی ہی نہیں ہے بلکہ غیر معمولی چیز پر بھی ہوتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَكَاْنَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (۲۱ : ۱۰) کیا یہ امر لوگوں کے
 لئے عجیب ہے کہ ان میں سے ایک شخص کے پاس ہم نے وحی بھیجی ہے ۔

مادہ عجب کا زیادہ تر استعمال و اطلاق زیادہ تر ان چیزوں یا باتوں کے لئے ہوتا ہے جو
 آدمی کو بہت زیادہ حسین نظر آئیں اور سندیدہ ہوں ۔ اَعَجَبَنِي كَذَا ۔ مجھے یہ بات بہت پسند
 آئی ۔ (خو بصورت معلوم ہوئی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْجِبُكَ قَوْلُهُ (۲۰ : ۲۴) اور لوگوں میں ایسا آدمی ہے جسے

بات تجھ کو پسند آتی ہے یا اَعْجَبَ الْكَفَّارَ نَبَاتُهُ (۲۰:۵۷) کسانوں کو اس کا سبزہ خوش لگا۔ یا عجب ربکم من شباب : تمہارے رب کو نوجوان کی یہ بات بہت پسند آئی۔

اور اگر کوئی امر بہت بُرا معلوم ہو تو اس کے لئے بھی لفظ عجب استعمال ہوتا ہے مثلاً
مَثَلًا عَجِبْتُ مِنْ بُخْلِكَ وَحِرْصِكَ۔ مجھے تیری کنجوسی اور حرص بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے :-

شَيْئَانِ عَجِيبَانِ هُمَا أَبْرَدُ مِنْ يَخْنِ = شَيْخٌ يَتَصَبَّى وَصَبِيٌّ يَتَشَيْخُ
دو باتیں عجیب (بڑی ناپسندیدہ) ہیں دونوں برف سے زیادہ ٹھنڈی ہیں۔ ایک وہ بوڑھا جو بچہ بنتا ہے اور دوسرا وہ بچہ جو بوڑھا بنتا ہے۔

اور کبھی کسی چیز کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے صیغہ تعجب استعمال کیا جاتا ہے (خواہ وہ بُرائی کی کثرت ہو یا اچائی کی) جیسے مَا أَكْرَمَهُ وہ کس قدر سخی ہے اور مَا أَجْهَلَهُ وہ کس قدر جاہل ہے۔ ان مثالوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سخاوت اور جہالت غیر معمولی اور بے مثال ہے !

بعض علماء کے نزدیک کسی چیز کا سبب نہ جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ اس بنیاد پر عجب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم محیط کل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بُرا جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔

ان دونوں تشریحوں کا مال کوئی نیا نہیں ہے بلکہ دونوں کا مطلب وہی نکلتا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا۔ کہ غیر معمولی چیز کو دیکھنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی بُرا اس چیز کو سمجھیکا جو غیر معمولی ہوگی اور جس چیز کا سبب معلوم نہ ہو وہ بھی غیر معمولی ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

عَجِبْتُ میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس تعجب اور کفار مکہ کے مذاق کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً :-

۱۔ آپ کو یقین تھا کہ قرآن جیسی منزل من اللہ کتاب جو معجزہ سے کم نہیں اس کو کس کر ہر سننے والا ایمان لے آئے گا۔ لیکن آپ کو تعجب ہے کہ یہ مشرکین نہ صرف ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق کرتے ہیں۔

(۲) باوجودیکہ یہ لوگ آپ کو صادق و امین مانتے ہیں اور آپ کی صداقت کے بارہ میں معجزات بھی دیکھ چکے ہیں۔ (مثلاً شق القمر وغیرہ) لیکن تعجب ہے کہ پھر بھی آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کو تمسخر اڑاتے ہیں :-

(۳) باوجودیکہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کے نمونے از قسم تخلیق زمین و آسمان، ماہ و مہر، ملک و جن و انس۔ ان کی نظروں کے سامنے ہیں اور وہ یہ مانتے بھی ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ بعثت بعد الموت کے منکر ہیں۔

(۴) آپ کے تعجب کا مذاق اڑاتے ہیں۔
== یَسْخَرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب سَخِرَ (باب سمع) سے مصدر، وہ مذاق بتاتے ہیں وہ کھٹھ کرتے ہیں۔

۳۷: ۱۳ == ذُكِرُوا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب ماضی بمعنی حال۔ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔

۳۷: ۱۴ == آيَةً - نشانی۔ دلیل۔ معجزہ، حکم خداوندی۔ آیت، یعنی جب اثبات رسالت کے متعلق ان کو جو معجزہ دکھایا جاتا ہے یا دلیل دی جاتی ہے اس کو یہاں آیت کہا گیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شق القمر کا معجزہ ہے۔

== يَسْتَسْخِرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ استسخر (استفعال) مصدر سے وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ باب استفعال یا مبالغہ کے لئے آیا ہے اسی یببالغون فی السخریۃ ویقولون انه سحر ا مذاق اڑانے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔ یا طلب مادہ کے لئے ہے اسی یطلب بعضهم من بعض ان یسخر منها ایک دوسرے کو اس معجزہ کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں۔

۳۷: ۱۵ == اِنْ هَذَا - میں اِنْ نافیہ ہے ہذا مایرونہ جو وہ دیکھ رہے ہیں (یعنی معجزہ)

۳۷: ۱۶ == اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ - اصل میں عبارت ہے :-

اَنْ نُبْعَثَ اِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ - متن میں حملہ فعلیہ کی بجائے حملہ اسمیہ کرنا اسرار کے لئے لایا گیا ہے۔ اور اِذَا ظرفِ زمان کو مقدم کیا گیا ہے اِذَا میں معجزہ۔ منہ یہ نکار یہ ہے اس انکار کی تاکید کے لئے اِنَّا میں

ہمزہ استفہامیہ مکرر لایا گیا ہے۔ یہ ان کی شدت انکار کی حالت کے اظہار کے لئے ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک دوبارہ جی اٹھنا ہی فی نفسہ محال اور ناممکن تھا۔ اور مرنے
کے بعد گل شکر حب جسم خاک بن جائے گا۔ اور ٹہریاں ہی ٹہریاں رہ جائیں گی تو اس صورت میں تو
یہ بدرجہ اولیٰ ناممکن ہوگا۔ لَمُبْعَثُونَ میں بھی لام تاکید کا ہے۔

۳۷:۱۷ = اَوَابَاءُ نَاالَّذِیْنَ هَ اِیْ اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ اَوَابَاءُ نَاالَّذِیْنَ
مَبْعُوثُونَ اِلٰیضًا۔ یعنی کیا ہم کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ہمارے اگلے باپ
دادا بھی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جن کو مرے ہوئے مدت مزید گزر گئی ہے
اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ پر ہے۔

۳۷:۱۸ = قُلْ نَحْمَدُکَ دِیْحَیْ ہاں (ضرور) اِیْ تَبْعَثُونَ اَنْتُمْ وَاَبَاءُکُمْ
الَّذِیْنَ کَرْتُمْ بھی دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔
= وَاَنْتُمْ ذَاخِرُونَ وَاَوْحَالِیْہِ اَنْتُمْ سے اَنْتُمْ وَاَبَاءُکُمْ اِلَا وَلَوْ مَرَد
ہیں یعنی تم اور تمہارے باپ دادا۔ ذَاخِرُونَ: اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ دَخَرٌ دَخْرًا
مصدر (باب فتح و سیم) ذلیل ہونا۔ ذَاخِرُونَ ذلیل ہونے والے۔ یہ جملہ حالیہ ہے
یعنی جب تم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو تمہاری حالت ذلت و خواری کی ہوگی!

۳۷:۱۹ = فَاِنَّمَا هِیْ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ وَاَنْتُمْ جَوَابُ شَرْطِکَ لَیْسَ بِہِ جَوْرٌ مَّقْدُورٌ
ہے اِیْ اِذَا كَانَ کَذٰلِکَ فَمَا هِیْ اِلَّا زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ۔ جب قیامت آئے گی
تو یہ صرف ایک زبردست کڑک ہوگی۔ ہِیْ کی ضمیر واحد مؤنث غائب بعثت کی طرف
راجح ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔

زَجْرَةٌ سخت آواز، کڑک دار آواز، تھڑکی، ڈانٹ ڈپٹ۔

زَجْرٌ کا لغوی معنی ہے ہنکا کر نکال دینا۔ اور چیخ کر روک دینا۔ مثلاً کہتے ہیں:-
زَجْرًا لِّوَالِدِیْہِ عِنَّمَا چرواہے نے ڈانٹ کر بکریوں کو روک دیا۔

اس سخت آواز (نفخہ دوم: صور کا دوسری دفعہ پھونکا جانا) کا نتیجہ فوراً اس طرح سامنے
آئے گا جس طرح (اول نفخہ) سخت آواز کا نتیجہ نمودار ہوا ہوگا۔ یعنی نفخہ اول کے بعد سب
فوراً سر جائیں گے۔ اور نفخہ دوم کے بعد فوراً سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے!
= فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُونَ۔ فَاِذَا مَافَاجِیَہِ ہے اور لو وہ دیکھ رہے ہوں گے
یعنی ایک کڑک دار آواز ہوگی اور لوگ یکایک قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت

کے منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے ہوں گے۔

۲۰:۲۴ = لَوْ يُلَنَّا - کلمہ حسرت و ندامت، ہائے افسوس، ہائے ہماری موت، ہائے ہماری تباہی۔ یا تنبیہ کے لئے ہے۔ وَّ نِيلٌ کما معنی ہلاکت، تباہی، رسوائی۔

= يَوْمُ الدِّينِ - مضاف مضاف الیہ، جزاء و سزا کا دن۔ دین - دَانٌ يَدِينُ کما مصدر (باب نصر) ہے دَانَ بِالْمِلَّةِ الْاِسْلَامِيَّةِ - دین اسلام قبول کرنا۔

دین کثیر المعانی لفظ ہے۔ جزاء، اطاعت، شریعت۔ بدلہ دینا۔ اطاعت کرنا۔ حکم ماننا۔ شریعت کی اطاعت و فرمانبرداری دین کہلاتی ہے!

یہاں اس آیت میں روز جزاء و سزا مراد ہے۔ جس روز اعمال کا بدلہ دیا جائیگا
۲۱:۲۴ = هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ہ یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

ابض مفسرین کے نزدیک توبیخ و تقریع (جھڑک و ملامت) کے طور پر ملائکہ کا کلام ہے جو کفار کے لَوْ يُلَنَّا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ کے جواب میں دیا گیا۔
اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافروں کے کلام کا تتمہ ہے اور تُكَذِّبُونَ تک انہی کا کلام ہے۔

۲۲:۲۴ = اُحْشَرُوا - حَشَرَ يَحْشُرُ (باب نصر) حَشَرَ مصدر - بے فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم اکٹھا کرو!

= اَزْوَاجَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ازدواج۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد کفار کے ہم مشرب لوگ ہیں جو انہی کی طرح ہیں۔ یعنی سود خوار سود خواروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ۔ زانی زانیوں کے ساتھ۔ وغیرہ وغیرہ
۲۔ حضرت حسن لہریؒ کے نزدیک اس سے مراد کافروں کی مشرک بیبیاں ہیں۔

۳۔ کافروں کے چلے اور پیروکار۔

= مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ہ میں ما موصولہ ہے۔

اُحْشَرُوا - ... مَسْئُولُونَ ہ یہ اللہ کا ملائکہ کو حکم ہے!

۲۳:۳۴ = اِهْدُوهُمْ - هِدَايَةٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے
هُمْ - ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ ان کو راستہ دکھلاؤ۔ ان کو راہ تباہ۔

ان کو لے جاؤ۔

ہدایت کے اصل معنی فائدہ مند راہ بتلانے کے ہیں۔ لیکن یہاں نہکم (طَنَزُوا سَتَهَادًا) اس کا استعمال ہوا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۳۴:۹) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

== صِرَاطِ الْحَجِّمِ (مضاف مضاف الیہ) دوزخ کا راستہ

۳۴:۲۴ = وَقِفُوهُمْ - وَاَوْعَظُوهُمْ - قِفُوا فعل امر جمع مذکر حاضر وَقِفُوا اور وَقُوفٌ مصدر باب ضرب سے وَقَفَ فعل ثلاثی مجرد۔ (مثال داوی) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کا مضارع باب ضرب سے يَوْفِي ہوگا مثال کے قاعدہ کے مطابق۔

• کہ جو واؤ کہ مضارع کی علامت مفتوح اور عین کلمہ مکسور کے درمیان ہوا بروز یَفْعِلُ سے حذف کر دیا جائیگا۔

مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب يَقِفُ ہوگا۔

اور صیغہ امر کے متعلق قاعدہ ہے کہ۔

• کہ مضارع ماضی معروف کی علامت مضارع کو حذف کیا جائے۔ اگر اس کا مابعد متحرک ہے تو آخر حرف کو جزم دے دو۔

لہذا تَقِفُ (مضارع واحد مذکر حاضر) کی تاء (علامت مضارع) کو حذف کر فاء کو جزم دی۔ قِفْ ہو گیا۔ اس سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ قِفُوا ہو گیا۔

یا اصل میں اَوْقِفُوا تھا۔ واؤ حرف علت بوجہ کسرہ ماقبل گر گیا۔ اور الفت حرف علت بوجہ کسرہ مابعد کے گر گیا۔ قِفُوا بن گیا۔

یہ فعل لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور متعدی بھی۔ یعنی کھڑا ہونا۔ یا کھڑا کرنا یہاں بطور فعل متعدی مستعمل ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو کھڑا کرو ان کو کھڑاؤ۔ ان کو روکو۔

== اَنَّهُمْ مَسْتُوْلُوْنَ • اِنَّ حرف مشبہ لفعْل، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (اسم اِنَّ) اور مَسْتُوْلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنَّ کی خبر۔ لہذا اھلبہ اسمیہ ہوا۔

ان سے پوچھا جائے گا۔ ان سے باز پرس ہوگی !

۳۴:۲۵ = مَا لَكُمْ - مَا اسْتَفْهَمِيہ ہے مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہو گیا ہے !

لَا تَنَّا صُرُون - مضارع منفی جمع مذکر حاضر تَنَّا صُرُ تَفَاعُلُ سے مصدر
تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

مَا لَكُمْ لَا تَنَّا صُرُون - یہ جملہ محض طنزًا اور استہزاء کے طور پر کہا گیا
کہ دنیا میں تو ایک دوسرے کی مدد کی اتنی ڈھینگلیں مارا کرتے تھے اب وہ دم خم کیا ہوا
۲۶:۳۴ = بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ہ بَل حرف اضراب ہے یعنی ان کا
ایک دوسرے کی مدد کرنا تو کج رہا وہ تو وہاں اس روز بھگی بلی بنے سر تسلیم خم کئے
ہوں گے۔ اَلْيَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے۔ مُسْتَسْلِمُونَ - اسم فاعل جمع مذکر
مرفوع۔ اِسْتِسْلَامٌ (استفعال) مصدر۔ سلم مادہ۔ فرمانبردار ہونا۔ اپنے آپ
کو سپرد کر دینا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ خاضِعُونَ کیا ہے۔

۳۴: ۲۷ = اَقْبَلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالَ مصدر (افعال) اس نے
رُخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ وہ آگے آیا۔

بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ - ان میں سے بعض بعض کی طرف یعنی ایک دوسرے کی
طرف۔ مراد سردار اور ان کے چیلے۔ یا کافر اور ان کے ساتھی شیطان۔

يَتَسَاءَلُونَ مضارع جمع مذکر غائب تَسَاءَلُ تَفَاعُلُ مصدر سے۔
سأل۔ مادہ ایک دوسرے سے پوچھنا۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں وہ ایک دوسرے سے
بطور زجر سوال و جواب کریں گے۔ یا باہم جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے!
۲۸: ۳۴ = قَالُوا - ضمیر فاعل جمع مذکر غائب گمراہ شدگان۔ اتباع۔ پیروکاروں کے لئے
ہے جو گمراہ کنندگان سرداران کی تحریض و ترغیب سے راہ راست سے ہٹ کر کفر کا ارتکاب
کرنے لگے تھے ان کے مخاطب ان کو گمراہ کرنے والے رؤساء یا پیشوا ہوں گے۔

كُنْتُمْ تَاْتُونَ تَنَاعِيْنِ الْيَمِيْنِ - اليمين کے معنی القوة والقدرۃ
ایثار عن اليمين کے معنی محاورہ میں زور اور دباؤ ڈالنے کے ہوتے ہیں۔

یعنی تم ہم پر اپنی سرداری اپنی طاقت و سطوت کا دباؤ ڈالا کرتے تھے۔

۲۹: ۳۴ = قَالُوا۔۔۔ یہ فقرہ گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے
جیلوں سے خطاب ہے۔

بَلْ - حرف اضراب ہے۔ یعنی یہ بات نہیں کہ ہم نے دہاؤ ڈال کر تم کو گمراہ کیا تھا؛

بلکہ اصل میں تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۷: ۳۰ = طَغَيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجر۔ طغی لیطغوا (باب فتح و نصر) طَغَوْ۔ طَغَوْ مصدر۔ حد سے گذر جانا۔ طغی لیطغی و طغی لیطغی (باب فتح و سمع) طَغَى وَ طَغِيَانُ مصدر۔ کافر کا کفر میں غلو کرنا۔ یا ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا طَغَيْنَ ہ نافرمان، سرکش، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ یہاں نصب بوجہ کُنْتُمْ کی خبر کے ہے!

آیت ۲۹ کی طرح یہ آیت بھی گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے چیلوں سے خطاب ہے۔ اسی طرح ہی اگلی آیت ہے۔

۳۷: ۳۱ = ذَحَقْنَا عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا۔ پس ہمارے رب کا قول ہمارے خلاف سچ ثابت ہو گیا ہے۔ یا ہم پر لازم آ گیا ہے!

حَقِّ کی تشریح کرتے ہوئے راعب اصفہانی تخریر فرماتے ہیں!۔

حق وہ قول یا عمل ہے جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا واقع ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے!

چنانچہ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری بات یا تمہارا فعل حق ہے قرآن مجید میں ہے كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر (۲) الْحَقُّ۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے اسی معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مَثَلًا رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلَاهُمْ الْحَقُّ۔ (۶۲: ۶) پھر قیامت کے دن تمام لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔

(۳) نیز ہر وہ چیز جو حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو حق ہے اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل حق ہے۔

(۴) کسی چیز کے بارے میں اسی طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے حق کہلاتا ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ قیامت، سزا و جزا، جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے قول سے کیا مراد ہے؟ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجئے!

۱۔ وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ اُْمِّهِمْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

مِّنَ الْجِنَّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرِينَ ہ (۲۵: ۴۱) اور ہم نے
(شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کیا ۔ تو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کو
عمدہ کر دکھائے اور خدا کے عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا ان پر ان فرقوں کے ساتھ جو ان سے
پہلے گزر چکے بیشک وہ تھے ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانیوالے۔

۲۔ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا
(۲۸: ۶۳) (اس پر) وہ لوگ کہیں گے جن پر (اللہ کا قول ثابت ہو چکا، ہو گا لے
ہم سے پروردگار یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا۔۔۔۔۔
۳۔ وَيَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ہ (۳۶: ۷۰) اور تاکہ کافروں پر
اللہ کا قول ثابت ہو جائے۔

۴۔ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا (۳۷: ۳۱) آیت ہذا۔ سو ہم (سب) پر ہمارے
پروردگار کا قول ثابت ہو گیا ہے۔
مندرجہ بالا اور اس قبیل کی کئی دوسری آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ القول سے اللہ رب العزت کا کوئی خاص قول مراد ہے!

اب مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں!
۱۔ وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ، لیکن میری طرف سے یہ قول قرار پا چکا ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور
انسانوں سے بھر دوں گا۔

۲۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّنْ
تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ۔ (۳۸: ۸۴-۸۵)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: کہ سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان
میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے میں جہنم کو بھر دوں گا۔
تو معلوم ہوا کہ الْقَوْل سے مراد فرمودہ رب العالمین: لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ ہے
آیت ہذا (۳۷: ۳۱) میں بھی قول سے مراد یہی ہے۔

گمراہ کرنے والے پیشوا اور سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ تم نے بھی خود ہی
سرکشی کی اور ہم بھی سرکش و نافرمان ہے۔ لہذا جہنم کا عذاب ہمارے اپنے ہی گناہوں کی
پاداش میں ہم پر لازم ہو گیا ہے اور اس طرح سرکش و باغی جنوں اور انسانوں سے جہنم کا

بھرا جانا ہم پر صادق آتا ہے اس طرح رب تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا۔

== اِنَّا لَذَٰلِیْقُوْنَ . لام تاکید کا ہے ذَٰلِیْقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ذوق مصدر سے چکھنے والے۔ (جب خداوند تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا اور جہنم ہم پر لازم ہو گئی۔ تو اب ہم اس جہنم کے عذاب کا) مزہ چکھنے والے ہیں۔ (یعنی ہم سب گمراہ کرنے والے بھی اور گمراہ ہونے والے بھی) ۳۲:۳۷ = اَغْوٰیْکُمْ۔ ماضی جمع مشکلم کُھ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَغْوَا (افنا) مصدر غوی مادہ۔ گمراہ کرنا۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا۔

اَلْغٰی الرُّشْدُ کی ضد ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے قَدْ تَبٰیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغٰی (۲: ۲۵۶) ہدایت گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے۔
== اِنَّا کُنَّا غَوِیْنِ حملہ مستانفہ ہے اور حملہ ماقبل کی علت ہے۔ تحقیق ہم خود ہی گمراہ مطلب یہ ہے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اس لئے ہم نے تم کو بھی اسی راستے پر چلنے کی دعوت دی۔ ایماندار تم بھی نہ تھے اپنے حق خود ارادیت کا استعمال کرتے ہوئے تم نے بھی ہماری گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ہم دونوں فریق برابر عذاب جہنم کے سزاوار ہوئے۔
غَوِیْنِ اَلْغٰی سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے منصوب بوجہ خبر کُنا ہے ۳۳: ۳۷ = فَاِتَّهَمُوْهُ جمع مذکر غائب کی ضمیر ہر دو فریقین کی طرف راجع ہے جو یہ سوال و جواب کر رہے ہوں گے! یعنی گمراہ کنندگان و گمراہ شدگان۔
== یَوْمَئِذٍ - وہ دن۔ جس دن وہ آپس میں سوال و جواب کرتے ہوں گے؛ یعنی روز قیامت۔

۳۴: ۳۷ = اَلْمَجْرِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ بمعنی کفار و مشرکین۔
اپنی مطلق صورت میں یہ لفظ جہاں جہاں قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد کافر ہی ہیں
== مُشْتَرِکُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُشْتَرِکٌ واحد اِشْتَرَاکٌ (افتعال) مصدر۔ شریک ہونے والے۔ سا جھی۔

۳۵: ۳۷ = اَتَّهَمُوْا جمع مذکر غائب مُشْتَرِکُوْنَ کی طرف راجع ہے
== کَانُوْا یَسْتَكْبِرُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ وہ تکبر کیا کرتے تھے۔ وہ بڑے بنتے تھے۔ وہ استکبار کیا کرتے تھے۔

== وَ یَقُوْلُوْنَ وَاَوْعَاطِفُہِ یَقُوْلُوْنَ اِیْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اور کہا کرتے
== اٰیُّنَا میں الف استفہامیہ ہے۔

== لَتَا رِكُوَا إِلِهَتِنَا - لام تاکید کا ہے اِلِهَتِنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے
معبود۔ ہمارے خدا۔ تَارِكُوَا اصل میں تَارِكُوْنَ تھا۔ اِلِهَتِنَا کی طرف اضافت
کی وجہ سے ن گر گیا۔

== لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ لام جارہ ہے شَاعِرٍ مَّجْنُونٍ موصوف و صفت۔ دیوانہ
شاعر۔ شاعر کو جنون کی صفت سے متصف کرنا تخلیط و ہدیان محض ہے کیونکہ ایک
اچھا شاعر ایک مکمل صاحب عقل کا مقتضی ہوتا ہے جو دقیق و عمیق مطالب کو ہستہ اور
موزوں الفاظ کے قالب میں منظم طریقہ سے ڈھال سکے :

بعض نے مجنون کو معطوف یا ہے ای لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ اور ترجمہ کیا ہے :
کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے خداؤں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے ..

۳۷: ۳۷ = بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ - بَلْ حرف اضراب،
یعنی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شاعر یا مجنون نہیں ہے یا دیوانہ شاعر نہیں ہے بلکہ وہ
تو ایک دین حق لے کر آیا ہے۔ اور دوسرے سارے پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

صَدَّقَ تَصْدِيقٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
وہ تصدیق کرتا ہے۔ الْمُرْسَلِينَ اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ مفعول ہے۔

۳۷: ۳۸ = اِنَّكُمْ لَذَا لِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيمَ - لام تاکید کا ہے ذَا لِقُوا
(مضاف) اصل میں ذَا لِقُونَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے فون گر گیا۔ الْعَذَابِ الْاَلِيمِ
موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ یہ خطاب ہے مجربین سے (اے مجرمو!) تم ضرور
کچھو گے دردناک عذاب کو،

۳۷: ۳۹ = تُجْزَوْنَ مِزَارِعَ مَجْهُولٍ جمع مذکر حائز۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصد
سے۔ تم جزا دیئے جاؤ گے۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے !

۳۷: ۴۰ = اِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ : اِلَّا حَرْفِ عِلْت - عِبَادَ اللّٰهِ
مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ منقطع ضمیر تُجْزَوْنَ سے۔

اَلْمُخْلَصِينَ اسم مفعول جمع مذکر حاضر عِبَادَ اللّٰهِ کی صفت ہے،

(مستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے یہیں وجہ عِبَادَ منصوب ہے)

معنی کلام ہوں گے :-

و لکن عباد اللہ المخلصین یجزون اصعافاً مضاعفة بالنسبة

اِلٰی مَا عَمِلُوا۔ لیکن اللہ کے مخلص بندے اپنے اعمال کی نسبت سے کئی گنا اجر دیتے جائیں گے!

”مگر اللہ کے مخلص (منتخب پسندیدہ) بندے (ان کو بدلہ سینکڑوں گنا زائد دیا جائے گا)“ تفسیر مظہری

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عِبَادَ اللّٰہِ ضَمِيرٌ ذَالِقُوا سے مستثنیٰ منقطع ہے اور درمیانی جملہ وَمَا تَجْزُونَ اِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ہ جملہ معترضہ ہے!

ای انکم لذلالتوا العذاب الالیم ولکن عباد اللّٰہ المخلصین اُولٰٓئِکَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ فَوَاکِہ الخ
اے مجرمو! تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو لیکن اللہ کے مخلص بندوں کے لئے رِزْقٌ مَّعْلُومٌ یعنی میوے ہوں گے:

۳۷:۴۱ — رِزْقٌ مَّعْلُومٌ۔ موصوف و صفت۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:-

۱۔ ایسا رزق جس کی مقدار معلوم ہو۔ لیکن اور جگہ ارشاد ہے:- یُرِزَّقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰: ۴۱) ان کو بے شمار رزق ملے گا۔ لہذا جو رزق بغیر حساب و شمار ہو اس کی مقدار مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اور جس رزق کی مقدار متعین کی جا سکے وہ بغیر حساب کے کیا؟

۲۔ ایسا رزق کہ جس کی خصوصیات بلحاظ لذت و کیفیت معلوم ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ (۵۶: ۳۲: ۳۳) اور میوہ ہائے کثیر جو نہ گھبی ختم ہوں اور نہ کوئی ان سے روکے یا۔ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ (۵۶: ۲۰: ۲۱) اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں بھائے مطلب ایسا رزق جو کہ اس کا حال دوسری آیات سے معلوم ہو چکا ہو۔

۳۔ جس رزق کی عطاء کا وقت معلوم ہو جیسا کہ ارشاد ہے:-
وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (۱۹: ۶۲) اور اس میں ان کو رزق ملے گا صبح و شام (یعنی ہر وقت جب وہ چاہیں گے۔

۴۔ قتادہ کے نزدیک الرزق المعلوم سے مراد الجنة ہے؟

(۵) یا ایسا رزق کہ جس کی ماہیت و خصوصیت اللہ ہی کو معلوم ہیں ۔

۴۲:۳۷ = فَوَاكِهُۙ بَیِّنٌ یُّوۡفٰی - فَاٰیَۡتَہٗۤ اُوۡحٰدٌ - یَّرۡزُقُ کَاۡبِلَہٗ ۔

لفظ فواکھ کے استعمال کے متعلق صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں :-

اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جنت میں کھانا غذا کے طور پر نہیں

بلکہ لذت کے لئے ہوگا۔ یعنی وہاں کھانا اس غرض کے لئے نہیں ہوگا کہ جسم کے تحلیل شدہ

اجزاء کی جگہ دوسرے اجزاء غذا کے ذریعے فراہم کئے جائیں کیونکہ اس ابدی زندگی میں سے

سے اجزاء جسم تحلیل ہی نہ ہوں گے ! نہ آدمی کو بھوک لگے گی جو اس دنیا میں تحلیل کے عمل کی

وجہ سے لگتی ہے اور نہ جسم اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے غذا مانگے گا۔ اسی بنا پر جنت کے

ان کھانوں کے لئے ”فواکھ“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مفہوم میں تغذیہ کے

بجائے تِلْذِذ کا پہلو نمایاں ہے !۔

== مُکْرَ مُؤَنَ - اسم فاعل - جمع مذکر - مرفوع اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے

معزز - ان کی عزت کی جائے گی ! ان کی تعظیم و تکریم کی جائے گی !

اس عزت و تکریم کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں :-

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب اور ان گنت نعمتوں کی شکل میں ۔

(۲) رزق (جس کا ذکر اوپر ہو چکا) کا بغیر کسی کسب و کد و بغیر کسی تنگ و دو، اور بغیر کسی

سوال کے حاصل ہو جانے کی صورت میں ۔

(۳) روحانی نعمتوں کی عطائیکی سے ۔ لَعَلَّ هٰذَا اِشَارَۃٌ اِلَی النِّعَمِ الرُّوحَانِیِّ

بعد النعم الجسمانی۔

۴۲:۳۷ = جَنَّۃِ النَّعِیْمِۙ - مضاف مضاف الیہ - ال - اختصا ص کے لئے ہے

ای جنتہ لیس فیہا لا النعیم - ایسے باغات جہاں راحتیں ہی راحتیں ہوں گی کسی قسم

کی کوئی تکلیف نہ ہوگی نہ محنت نہ مشقت نہ دوڑ و دھوپ نہ کسی سے سوال کرنے کی

ضرورت ۔

۴۲:۳۷ = سُرُورٌ - سُرُورٌ کی جمع - تخت - وہ جس پر کہ ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے

یہ سُرُورٌ سے مشتق ہے کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں ۔

== مُتَقَابِلِیۡنَ - اسم فاعل - جمع مذکر منصوب ، مُتَقَابِلٌ واحد تَقَابُلٌ

(تَفَاسٌ) مصدر آمنے سامنے (بیٹھنے والے)

فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مُكْرَمُونَ کا ظرف ہے اور اسی طرح عَلٰی سُرِّ مُتَقَبِّلِينَ ظرف ہے مُكْرَمُونَ کا۔ یعنی راحتوں کے باغ میں ہونگے آمنے سامنے تختوں پر متمکن ہوں گے، یا۔ یہ دونوں جملے مُكْرَمُونَ سے حال ہیں۔ یعنی وہ در آئنا لیکہ وہ راحتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ اور تختوں پر آمنے سامنے متمکن ہوں گے یا یہ دونوں جملے اُولَئِكَ کی خبر بعد از خبر ہیں۔

فی جنت النعیم، یجوز ان یکون ظرفاً وان یکون حاکماً وان یکون خبراً بعد خبر۔ وکذا (علی سُرِّ مُتَقَبِّلِينَ)۔ مدارک التنزیل۔

۳۷: ۴۵ = يُطَافُ عَلَيْهِمْ۔ يُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِطَافَهُ (افعال) مصدر۔ الطَّوْفُ مصدر دباب نصرم کے معنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا۔ اور گھومنا کے ہیں۔ الطَّائِفُ بمعنی چوکیدار جو رات کو حفاظت کے لئے چکر لگائے۔ طَافَ عَلٰی کسی کے گرد چکر لگانا۔ يُطَافُ عَلَيْهِمْ ان کے ارد گرد بھرا یا جائے گا۔ ان کے درمیان بھرا یا جائے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ ضمیر مُتَقَبِّلِينَ سے حال ہے یا یہ مُكْرَمُونَ کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

الطواف کا فاعل کون ہے؟ روح المعانی میں ہے!

وفاعل الطواف علی ما قیل من مات من اولاد المشرکین قبل التکلیف فی الصحیح انہم خدام اهل الجنة۔

الطواف کا فاعل مشرکین کی وہ اولاد جو مکلف ہونے سے قبل (یعنی صغریٰ میں) ہی فوت ہو گئی ہو۔ صحیح یہی ہے کہ وہ اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ (۵۶: ۱۷) نوجوان خدمت گزار جو ہمیشہ

ایک ہی حالت میں رہیں گے۔ ان کے پاس بھریں گے۔

یا۔ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكَنُونٌ۔ (۵۲: ۲۴) اور ان کے آس پاس لڑکے بھریں گے جو ان کے لئے ہیں اور جو ایسے ہوں جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

== کَاسِیں۔ اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے مہرا ہوا ہو۔ خالی پیالہ کو قدح کہتے ہیں یا اِنَاء۔ اِنْ كَانَ فَارِغًا فَلَيْسَ بِكَاسٍ۔ اگر خالی ہو تو وہ کَاسِ نہیں ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کَا میں کا ذکر آیا ہے اس سے مراد شراب ہے بھرا ہوا پیالہ ہی ہے
 = مَعِين۔ یہ کَا میں کی صفت ہے اگر یہ عَا نَ يَعِينُ (ضرب) عَيْنُ
 سے ہے جس کے معنی ہیں پانی کا اس طرح سطح زمین پر جاری ہونا کہ نظر آ سکے تو مَعِينُ
 بمعنی مَحْبُوثُ صفت مفعول ہے یعنی ایسا چلتا ہوا پانی جو آنکھوں کو نظر آ سکے۔

بصورتِ دیگر یہ مَعَنَ يَمَعَنُ (فتح) مَعْنُ سے بروزن فاعیل صیغہ
 صفت ہے اس صورت میں میم حرف اصلی ہے!
 بغوی نے اس آیت کی توضیح میں لکھا ہے:

خمر، جاریۃ فی الدنہا، ظاہرۃ تراھا العیون یعنی جنت کی نہروں میں
 بہنے والی شراب جو آنکھوں کے سامنے ہوگی!

= بَيَضَاء۔ سفید۔ بَيَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کا
 واحد مذکر أَبْيَضٌ آتے گا اور بَيْضٌ جمع ہے جو مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہے۔
 بیضاء کَا میں کی صفت ہے جسے بطور مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ سفید ہونے کی
 صفت پیالہ میں شراب کی ہے۔

الحسن کا قول ہے:-

ان خمر الجنة اشد بياضا من اللبن۔ جنت کی شراب دودھ سے بھی
 زیادہ سفید ہوگی!

= لَذَّةٌ لِلشَّربِ۔ لَذَّةٌ یا تو مصدر ہے اور زیادہ لذت ہونے کی وجہ سے
 اے (شراب کو) بعینہ لذت قرار دیا ہے۔ یا لَذَّةٌ مؤنث ہے لَذٌّ (فعل) سے
 اور یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جسے لَذِيذٌ صیغہ صفت ہے۔

۳۷: ۴۷ = لَدِیْہَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب خَمْرُ کی طرف راجع ہے (جو
 پیالہ میں ہوگی)

= غَوْلٌ۔ غَالٌ یَغُولُ سے مصدر ہے بمعنی شراب میں مدہوش ہونا۔ درِ دسر
 مدہوشی۔ لَدِیْہَا غَوْلٌ۔ اس شراب میں نہ کوئی مدہوشی ہوگی نہ درِ دسر نہ کوئی اور بگاڑ
 جنت کی شراب کے متعلق تو اور جگہ ارشاد الہی ہے:-

وَسَقُفُّهُمْ رَوَّابٌ شَرَّابًا طَهُورًا (۶۷: ۲۱) اور ان کا پروردگار ان کو نہایت
 پاکیزہ شراب پلائے گا۔

== يُنْزَفُونَ عَنْهَا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَزَفٌ مصدر (باب ضرب) نہ اس (شراب) سے ان کی عقل ماری جائے گی۔ نَزَفَ الْمَاءُ کے معنی کنویں سے تدریجاً سارا پانی کھینچ لینے کے ہیں۔ اسی سے نَزَفَ (مجہول) عقل کا بدرجہ زائل ہونا۔ بیہوش ہو جانا۔ خبطی ہو جانا ہے۔ یہ باب افعال (أَنْزَفَ، يُنْزِفُ) سے بھی مضارع مجہول کا صیغہ ہو سکتا ہے۔ بہر کیف معنی ایک ہی ہے!

۳۷: ۴۸ = قَصِرْتُ الطَّرْفَ؛ مضاف مضاف الیہ (یہ حوروں کی صفت ہے) اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَصِرَ وَاحِدٌ۔ قَصَرَ يَقْصِرُ (باب نصر) قُصُورٌ... عَنِ الشَّيْءِ کسی چیز سے رُک جانا۔ اور قَصَرَ يَقْصِرُ (ضرب) — فِي بَيْتِهِ گھر میں روکے رکھنا۔ قَصَرَ نَفْسَهُ عَلَى كَذَا۔ کسی چیز پر قناعت کر لینا اور دوسری چیز کی طرف نگاہ نہ اٹھانا۔

الطَّرْفُ۔ نظر۔ نگاہ۔ قَصِرْتُ الطَّرْفَ۔ اپنی نگاہ کو روک رکھنے والیاں۔ نگاہوں کو نیچا رکھنے والیاں۔ جن کی نگاہیں غایت عفت کے سبب اوپر کو نہ اٹھیں، جو اپنے شوہروں کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتی ہوں۔

وَعِنْدَهُمْ قَصِرْتُ الطَّرْفِ۔ یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے یا یہ موضع الحال میں ہے۔ یعنی شراب سے لبریز پیالے ان کے درمیان گردش کر رہے ہوں گے درال حالیکہ ان کے حضور ایسی حوریں ہوں گی جو اپنی نگاہیں انہی پر مرکوز رکھیں گی اور کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں گی!

== عَيْنٌ بَرِّيْ بَرِّيْ خُبْرَتِ أَنْكُحُوا وَالْيَا، زَنَانُ فَرَاخِ جِشْمٍ۔ اَعْيُنٌ۔ عَيْنَاءُ سے عَيْنٌ جمع مذکر و مؤنث۔

۳۷: ۴۹ = كَا تَهْنُ۔ كَاتَ حَرْفٌ مِثَالُهُ بِفَعْلٍ هُنَّ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَوْثٌ غَائِبٌ كَاتَ کا اسم۔ گویا وہ سب۔

== بَيَضٌ مَكْنُونٌ۔ موصوف و صفت بَيَضٌ بَيَضَةٌ کی جمع ہے بمعنی انڈے بیضہ کو بیضہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بیاض (سفیدی) مکمل طور پر پائی جاتی ہے! الحسن کے قول کے مطابق بَيَضٌ بمعنی شتر مرغ کے انڈے کے ہیں۔ شتر مرغ اپنے انڈوں کو ہوا اور غبار سے بچانے کے لئے پروں میں چھپا لیتا ہے اور شتر مرغ کے انڈوں کا رنگ سفید مائل بزمردی ہوتا ہے اہل عرب کے نزدیک عورتوں کا یہ رنگ حسین ترین

رنگ ہے اسی لئے عورتوں کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی ہے !
مَكْنُونٌ اسم مفعول واحد مذکر ہے۔ کُنُّ و کُنُونٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چھپایا
ہوا۔ محفوظ۔

گویا کہ وہ سب شتر مرغ کے انڈوں کی مانند گرد و غبار سے محفوظ ہوں گی۔
مکنون بمعنی مصئون عن الکسر شکست سے محفوظ، بے داغ (بالکل صحیح و سالم
بہمہ وجہ) والعرب تقول لكل مصئون مکنون : عرب ہر محفوظ چیز کو مکنون
کہتے ہیں۔

۳۷: ۵۰ = ملاحظہ ہو ۳۷: ۲۷۔ جہاں گمراہ کرنے والے پیشواؤں اور ان کے پیروؤں
کے درمیان سوال و جواب کا ذکر ہے۔ یہاں اہل جنت کے درمیان مکالمہ ہے !
۳۷: ۵۱ = قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ۔ اِی قَالَ قَائِلٌ مِّنْ اهل الجنة۔ آپس میں گفتگو
کرنے والے اہل جنت میں ایک بولے گا۔ یا کہیگا۔

اس جملہ کا عطف یُطَافُ عَلَیْهِمْ پر ہے دونوں کے درمیان کی عبارت بطور کلام
مترضہ ہے۔

= قَرِینٌ۔ الْقُرْتَرَانُ۔ اِزْدَوَا جُ کی طرح اقتتان کے معنی بھی دو یا دو سے
زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ قَرْنَتُ الْبَعِیْرَ مَعَ الْبَعِیْرِ میں
نے دو اونٹوں کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری و قوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہم پلہ
ہو اسے اس کا قَرْنٌ کہتے ہیں۔ اور ہم پلہ یا ہمسر یا ہم نشین کو قرین کہتے ہیں۔ یہاں آیہ ہذا میں
بمعنی ساتھی یا ہم نشین ہی آیا ہے۔ قَرِینٌ کی جمع قُرُونٌ ہے۔

۳۷: ۵۲ = یَقُولُ۔ اِی کَانَ یَقُولُ (جو) کہا کرتا تھا
= اِثْنُکَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ کیا
تو بھی۔

= مُصَدِّقِینَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ تصدیق کرنے والے۔ سچ ماننے والے۔
مُصَدِّقٌ واحد۔ صَدَقَ یُصَدِّقُ تَصَدِّقٌ (تفعیل) سے، کیا تو بھی حشر پر ایمان
لانے والوں میں سے ہے۔

۳۷: ۵۳ = عِذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا۔ ظرف زمان۔ کیا جب۔

== اَنَا ہمزہ استفہامیہ ہے اور اَنَا دراصل اِنْتَا ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا شمیر جمع متکلم۔ بدلہ میں استفہام کی تکرار تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ یعنی کیا حیب ہم مر جائیں گے اور (محض) مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا اس صورت میں بھی ہمارا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزاء و سزا ملے گی۔

== لَمَدِ يَنْوُنَ ہ لام تاکید کا ہے مَدِ يَنْوُنَ دین سے مشتق ہے اسم مفعول جمع مذکر کا یعنی بحالت رفع ہے۔ بدلہ دیئے ہوئے۔ مَجْزِيُوْنَ (جن کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا دی گئی ہو) مُحَاسِبُوْنَ (جن کا محاسبہ کیا گیا ہو) اَلْمَدِيْنُ غلام بدلہ دیا ہوا۔ وہ جس سے حساب لیا گیا ہو، اَلْمَدِيْنَةُ مَوْنَتُ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳۷: ۲۰)

یہ لفظ قرآن مجید میں دوسری جگہ (۵۶: ۸۶-۸۷ میں استعمال ہوا ہے ارشاد ہے فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۵۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَا ﴿۵۷﴾ اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں تو تم اس (روح) کو پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے۔۔۔۔۔

دِيْنُ مادہ سے متذکرہ مشتقات اَلْدِّيْنُ (دیکھ الدال) سے ہیں۔ اسی مادہ سے اَلْدِّيْنُ بمعنی قرض دینا ہے جس سے اَلْدِّيْنُ بصفۃ فاعلی قرض دینے والا۔ اور اَلْمَدِيُوْنُ بصفۃ مفعولی قرض لینے والا ہے۔

۵۴: ۳۷ = قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطْلِعُوْنَ ۚ مُّطْلِعُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُّطْلِعٌ واحد۔ اِطْلَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اصل میں مُّطْلِعُوْنَ تھا۔ تار کو طار میں مدغم کیا گیا ہے مُّطْلِعُوْنَ جہانک کر دیکھنے والے۔

قَالَ کے فاعل کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں !

۱۔ یہ ارشاد خداوندی ہے۔ جب القائل اپنے دنیا کے ہم نشین کے متعلق بات کرے گا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا:-

.. کیا تم اپنے اس ساتھی کو جو عذابِ دوزخ میں مبتلا ہے دیکھنا چاہتے ہو؟ (تم اور تمہارے دوسرے اہل جنت رفیق)

(۲) یہ قول فرشتوں کا ہے جو القائل کے بات کرتے وقت وہاں موجود ہوں گے وہ القائل اور اس کے ساتھیوں سے کہیں گے کیا تم القائل کے دنیا کے ساتھی کا حال دیکھنا چاہتے ہو جو اس وقت عذابِ دوزخ میں مبتلا ہے اور پھر دیکھو کہ اس کا مقام تمہارے مقام

کے مقابلہ میں کیسا ہے ؟

(۳) قَالَ کا فاعل خود القائل ہی ہے جو اپنے مخاطبین اہل جنت سے کہیگا کہ کیا تم اس کو جہانک کر دیکھنا چاہو گے؟ (کہ اب میرے اس ساتھی کا دوزخ میں کیا حال ہے ہم

۳۴: ۵۵ = فَاطَّلَعْ - وَتَعْقِيبُ کُلِّهِ - اِطَّلَعْ - اِطَّلَاعٌ (افتعال، ماضی
(معنی مستقبل) کا صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے۔

سو وہ جھانک کر دیکھے گا (یعنی دوسروں کے ساتھ وہ بھی دوزخیوں کو جھانک کر دیکھے گا)

== فَرَاةٌ ۖ تَعْقِيبُ کَاہے۔ رَاٰی رَاٰی وِرُوٰیۃ (باب فتح) مصدر سے
ماضی بمعنی مستقبل کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ! پس وہ اس کو دیکھے گا۔ اس کو پائیگا
== سَوَاءُ الْجَحِیْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جہنم کے وسط (میں)
۵۶:۳۷ قَالَ۔ اِی قَالَ الْقَاتِلِ۔ یعنی بات شروع کرنے والا۔ اپنے دنیا کے
سناٹشی کو مخاطب کر کے کہیگا۔

== تَاللّٰهُ۔ تَا قِسْم کے لئے ہے۔ اللہ کی قسم۔ علامہ زبخری رح آیت وَ تَاللّٰهُ لَا كَيْدَ لَنَا اَصْنَا مَكْمُ۔۔۔ (۲۱ : ۵۷)۔ اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بنا ڈالوں گا) کی تشریح میں لکھتے ہیں:-
حروفِ قسم میں بَاء تو اصل ہے اور وَاو اس کا بدل۔ اور وَاو کا بدل تَا ہے لیکن تَا میں تعجب کے معنی زائد ہیں (آیت مذکورہ میں) گویا اس بات پر تعجب ہے کہ باوجود نمرود کی سرکشی اور زور آوری کے میرے لئے ان (بتوں) کا علاج کر دینا اور اس کام کو سراسیمہ کر دینا کتنا آسان ہے۔“

آیت ہذا میں تعجب اس بات پر ہے کہ باوجود تو نے مجھے ہلاکت میں قریباً ڈال ہی دیا تھا۔ لیکن آپے پروردگار کے فضل سے میں سلامت بچ نکلا۔
= اِنَّ : اِنَّ سے مخفف ہے ۔

== کِدُتْ۔ کَادَ یَکِیْدُ کِیْدُ (باب ضرب) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ قریب تھا کہ تو (مجھے) ہلاک کر دیتا

کَاذَ افعال مقاربتہ میں سے ہے۔ اگر یہ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسا کہ آیت ہذا میں

قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے لیکن میں پروردگار کے فضل سے ہلاکت سے بچ گیا۔
یا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے کہ:

كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ..... (۹: ۱۱۷) ایک
گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر (اللہ نے) ان لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ
فرمادی (اور وہ متزلزل ہونے سے بچ گئے۔

= لَتُورِدُنَّ - لام فارتد ہے - اللام الفاصله: یا - اللام الفارقة:

جب اِنْ (مخفف) کو اِنْ (ثقیل) کی جگہ استعمال کیا گیا ہو تو مُسند سے قبل لام لایا جائیگا
تاکہ اس اِنْ کو اِنْ نافیہ سے تمیز کیا جاسکے۔ مثلاً وَ اِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِلِينَ (۶: ۱۵۶)
(اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے غریبے بے خبر ہی ہیں)

تُرْدِيْن - تُرْدِيْ اِرْدَاؤُ (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نَ
وقایہ ی مکمل محذوف ہے ردی مادہ - التردی (باب سمع) کے معنی ہلاکت کے ہیں
التُرْدِيْ (باب تفعل) کے معنی ہیں اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے ارشاد
باری ہے وَمَا يَغْنِيْ عَنْهُ مَالُهُ اِذَا تَرْدٰی (۹۲: ۱۱) اور جب وہ جہنم میں گرے گا
تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

یا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

فَلَا يَصُدُّكَ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰی (۲۰: ۱۱۶)

سو تمہیں اس کی طرف سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی
خواہش (نفسانی) کی پیروی کرتا ہے ورنہ تم بھی تباہ ہو کر رہو گے:

لَتُورِدُنَّ: تو نے مجھے ہلاک ہی کر ڈالا تھا۔

۳۷: ۵۷ = الْمُحْضَرِّينَ اسم مفعول، جمع مذکر منصوب وہ لوگ جن کو (عذاب کے
لئے) حاضر کیا جائے گا۔

۳۷: ۵۸ = اَفْمَا نَحْنُ بِمِلَّتَيْنِ..... وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبَيْنِ۔

(۱) یہ کلام القائل کا ہے جو اپنے ساتھی سے کلام کر کے اپنے جلساء کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے
(۲) یہ کلام جملہ متساہلین کا ہے جو باہم گفتگو کر رہے تھے۔

(۳) یہ کلام القائل کے کلام کا تتمہ ہے جو وہ اپنے قرین سے کر رہا تھا اور یہ کلمات بطور زجر
و توبیخ کے اس نے کہے۔

اَفَمَا میں ہمزہ استفہامیہ ہے تقریر کے لئے ہے اور اس میں تعجب کے معنی پائے جاتے ہیں (تقریر کے معنی مخاطب سے ایسی بات کا اقرار کرنا جو تکلم کے نزدیک مطلقاً اور مخاطب کے نزدیک ثابت ہو۔ جیسے اَضْرَبْتَ زَيْدًا) ف عطف کے لئے ہے اس کا عطف کلام مقدرہ پر ہے ای اَنْحُنْ مُخَلَّدُونَ فَمَا نَحْنُ بِمَيِّتَيْنِ کیا ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے اور نہیں مریں گے۔ ب حرف جار ہے اور مَيِّتَيْنِ اسم صفت جمع مذکر مجرور مرنے والے۔ مَيِّتٌ واحد۔

۵۹:۳۷ = اَلَمْؤُتَتْنَا الدُّوْلَى۔ اَلَا اسْتَنَارَ مَفْرَغٌ دَجِسْ کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اس کا مستثنیٰ نہ مصدر مقدر موتہ ہے۔ ای اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتَيْنِ مَوْتَهُ اَلَمْؤُتَتْنَا الدُّوْلَى کیا ہم (اب) موت نہیں مریں گے سوائے ہماری پہلی موت کے (جو ہم پر دنیا میں گزر چکی۔

مَوْتَتْنَا مضاف مضاف الیہ (ہماری موت) الدُّوْلَى موت کی صفت ہے ہماری پہلی موت۔

= يَمْعَدُ بَيْنَ۔ ب حرف جار۔ مُعَدَّ بَيْنَ اسم مفعول جمع مذکر محسوس۔ عذاب دینے کے لئے عذاب یافتہ۔

آیات ۵۸ - ۵۹ کا مطلب ہوگا:

کیا ہم بجز پہلی بار مر چکنے کے پھر (کبھی) نہیں مرنے کے۔ اور نہ ہم کو کبھی عذاب ہوگا یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو اس کے اقرار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۶۰:۳۷ = اِنَّ هٰذَا لَمُؤَلَّفُو الْعَظِيْمِ..... یہ کلام القائل کے کلام کا تمہ بھی ہو سکتا ہے یا جملہ سائلین کے کلام کا تمہ۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو۔

هٰذَا سے مراد جنت کی نعمتیں، وہاں دوامی مقام، موت سے نجات، عذاب سے مستقل رہائی۔ وغیرہ ہیں۔

یہ القائل کے کلام کا تمہ بھی ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت سے مخاطب ہو کر القائل کے کلام کی تصدیق میں فرمایا گیا ہے یعنی حیات خلد و استمرار، نفی عذاب ایک عظیم کامیابی ہے۔

۶۱:۳۷ = لِمِثْلِ هٰذَا فليَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے

والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

یہ بھی القائل کے کلام کا تتمہ ہو سکتا ہے یا یہ اللہ کا کلام ہو سکتا ہے بہر حال یہاں القائل اور اس کے قرین (ساکنی) کا قصہ ختم ہوا۔

لِيعْمَلْ جَارِ مَجُور کو محصر کے لئے متقدم لایا گیا ہے ”ایسی ہی کامیابی کے لئے“
لِيعْمَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب: چاہئے کہ وہ عمل کرے۔

۶۲:۲۰ = ذٰلِكَ۔ جنت کی نعمتیں۔ ان کی فراوانی، وہاں ہمیشہ بھنیہ کا قیام، ابدی زندگی۔
ہر قسم کے عذاب سے خلاصی اور جملہ نعمتیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ آیات ۴۱:۴۹ میں۔

= نَزْلًا۔ بطور مہمانی، مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت،

ذٰلِكَ کی تمیز ہے۔ یعنی یہ نعمتیں جنتیوں کو بطور ضیافت ملیں گی!۔ النُّزْلُ (طعام مہمانی)
جو آئیہوالے مہمان کے لئے تیار کیا جائے (راغب) نَزْلٌ۔ وہ چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے
ساتھ لائی جاتی ہے (ابتدائی پیشکش)

اس لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ بالا نعمتیں تو اہل جنت کو ابتدائی پیشکش
کے طور پر دی جائیں گی۔ اس کے بعد کیا کیا عطا ہوگا اس کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔

(تفسیر مظہری)

= الزَّقُّوم۔ ایک درخت جسے حنظل یا تھوہر کہتے ہیں۔ ذائقہ میں تلخ، دیکھنے میں
بدنما۔ اثر میں زہریلا ہوتا ہے۔ اس سے استعارہ کے طور پر کہتے ہیں زَقَمَ فُلَانٌ وَ
تَزَقَّمَ۔ اس نے کوئی کرمیہ چیز نگل لی۔ دوزخ میں جو یہ درخت آگ سے پیدا ہوگا اس
کے ذائقہ، صورت، اثر کو خیال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں ذکر دوزخ میں پیدا ہونے والے اس
درخت کا ہے۔

۶۲:۳۰ = جَعَلْنَاهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب شجرۃ کی طرف راجع ہے۔

= فِتْنَةً۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا
ہے مثلاً آزمائش یا آزمائش کرنا، مصیبت، ایذا، فساد، تخریب، مشق، عبرت، وغیرہ
یہاں آخرت کی نسبت سے اس کا معنی عذاب آئے گا!

۶۳:۳۰ = اَصْلُ الْجَحِيمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اصل۔ جڑ، تہ، گہرائی۔

۶۵:۳۰ = طَلَعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گابھا۔ اس کا خوشہ، شکوفہ،

= كَاَنَّهُ۔ گویا کہ وہ (خوشہ یا شکوفہ) کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل، کا ضمیر واحد

مذکر غائب کَانَ کا اتم۔

= دُعُوْسُ الشَّيْطَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شیطانوں کے سر۔
الزَّجَّاج اور الفراء کہتے ہیں کہ شیطان سے مراد سانپ ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ شیطان سے مراد معروف شیطان ہو۔

جس طرح خوبصورتی کے لئے فرشتے سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (۲۱:۱۲) یہ تو کوئی نورانی فرشتہ ہے۔ اسی طرح بد صورتی کے لئے شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

= ۶۶:۳۷ فَاِنَّهُمْ ظَالِمِيْنَ (آیت ۶۲) ہے۔
فَاء تعقیب کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع

= لَا اٰكِلُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے اٰكِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع (باب نصر) سے اَكَلَ مصدر۔ کھانے والے۔ فَاِنَّهُمْ لَا اٰكِلُوْنَ پس ان کو ضرور کھانا ہوگا۔ پس وہ ضرور کھائیں گے۔ یعنی بھوک کی وجہ سے یا جبر کے تحت وہ ضرور کھائیں گے!

= مِنْهَا۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اِی من ثمرها او من طلعتها۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشجرۃ ہے۔

= فَعَالِیُّوْنَ۔ الفاء عطف و تعقیب کا ہے۔ مَا لِیُّوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع۔ مَا لِیُّ واحد مَلَأَ۔ مَلَأَتْهُ مصدر (باب فتح) بھرنے والے، مَلَأَتْ بَرْن کو اتنا بھرنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ باوجود زقوم کے مکروہ الصورت، بد ذائقہ، اور اثر میں زہر لایا ہونے کے وہ اسے پیٹ بھر کر کھانے پر مجبور ہوں گے (بوجہ بھوک کے یا جبر کے)۔
= ۶۷:۳۷ ثُمَّ۔ پھر۔ حرف عطف ہے۔ ما قبل سے ما بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بلحاظ زمانہ ہو (التراخی الزمائی) خواہ باعتبار مرتبہ کے ہو (التراخی الرتبی)۔

یہاں ہر دو معنی ممکن ہو سکتے ہیں :-

پہلی صورت میں مطلب ہوگا۔ کہ زقوم پیٹ بھر کر کھالینے کے بعد (جب ان کو پیاس ستائیگی) تو ان کو کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا۔

دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے! کہ ان کو بد صورت، بد مزہ، زہر لایا زقوم کھانا ہوگا

اور جب ان کو پیاس لگے گی تو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا یعنی کھانا تو مکروہ ہو گا ہی مگر پینا اس زیادہ مکروہ اور ناگوار ہو گا۔

== عَلِيَّهَا۔ اسی علی الشجرۃ التي ملثوا منها بطونهم۔ اس زر قوم کے، درخت کے بعد جس سے انہوں نے اپنے پیٹ بھر لئے ہوں گے۔ یا مزید براں اس درخت زر قوم کی کراہت و قباحت سے بھی بڑھ کر۔

== شَوْبًا۔ شوب، ملاوٹ، آمیزش، شَابَ يَشُوْبُ وِشْوَابًا مصدر ہے اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو کسی چیز میں ملا دینا۔ خلط ملط کر دینا۔

== حَمِيمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت گرم پانی۔ اس کی جمع حَمَائِمٌ ہے۔ قریبی جگری دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے :-

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيْمًا (۱۰: ۷۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہو ۶۸: ۳۷ = مَرْجِعُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرجع۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رَجَعَ يَرْجِعُ (ضرب) سے مصدر بھی ہے۔ رَجُوعٌ مَرْجِعَةٌ رُجْعِيٌّ دُرْجَعَانٌ بھی مصدر ہیں۔

== لَا إِلَى الْجَحِيْمِ۔ لَا میں لام کے بعد الف زائد ہے۔ پڑھا نہیں جاتا۔ یہ قرآن مجید میں کئی جگہ اس صورت میں آیا ہے مثلاً۔ لَا أَوْضَعُوا (۹: ۲۷) قَوَارِيرًا (۱۶: ۷۶) وغیرہ۔ لَا إِلَى الْجَحِيْمِ جہنم کی طرف۔

۶۲ تا ۶۸ آیات کی تشریح۔

فَالْأَمْرُ:

جہنمیوں کو پہلے وسط جہنم میں لیجایا جائے گا۔ جہاں زر قوم کا درخت اپنی بد صورتی، بد ذالقی، زہریلی خاصیت کے ساتھ اگتا ہے وہاں بھوک کی شدت سے وہ پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ پھر ان کو نہایت سخت گرم پانی کا محلول پلایا جائیگا یہ گرم پانی مقام حمیم سے باہر ہو گا۔

جیسا کہ اور جگہ ارشاد خداوندی ہے :-

يَطْوِفُونَ فِيْهَا ذَبَابٌ حَمِيْمٌ (۲۴: ۵۵) وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ اگر گرم پانی پلانے کے بعد ان کو لوٹا کر بھر جیم میں لایا جائیگا۔

اور اسی طرح وہ جکر کھٹے رہیں گے۔

۳۷: ۶۹ = اَلْفَوْا - اِنْفَاءُ (افعال) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے بمعنی پانا۔ انہوں نے پایا۔ نفی مادہ۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

بَلْ نَنْبَغُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيَّ اٰبَاءَنَا (۲: ۱۷۰) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

۳۷: ۷۰ = اَشْرَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کے نشانات۔ اُن کے نشاناتِ قدم ان کے پیچھے پیچھے۔ اَشْرَوْا واحد۔

= يَهْرَعُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اِهْرَاعُ (افعال) مصدر بمعنی سختی اور تخویف سے ہانکنا۔ اور چلانا۔ هَرِيعٌ تیز رو اور چلا کر رونے والا۔ هَرِيعٌ بِرُوحِهِ فَتَهَرَّعَ: کے معنی نیزے کو سرعت کے ساتھ سیدھا کرنا کے ہیں۔

اِهْرَاعٌ میں تیزی یا تیز رفتاری کا مفہوم پایا جاتا ہے خواہ وہ تیزی شدتِ جذبات سے ہو یا کسی بیرونی طاقت کی سختی کی وجہ سے یا کسی خوف کی وجہ سے۔

یہاں فہم علی اَشْرِهِمْ يَهْرَعُونَ کے معنی ہیں وہ (جذبہٴ تقلید کی شدت کے زیر اثر) اُن کے (یعنی اپنے آباء و اجداد کے) نقشِ قدم پر چلے جا رہے ہیں۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يَهْرَعُونَ اِلَيْهِ (۷۸: ۱۱) اور لوط کی قوم کے لوگ اس کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔

مجہول کا صیغہ اندرونی قوتِ متحرکہ کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس اندرونی قوت کے آگے وہ لاچار ہانکے چلے جا رہے تھے۔

رُوح المعانی میں ہے:-

وبناء الفعل للمفعول اشارة الى مزيد رغبتهم في الاسراع على اثارهم كَانْتَهُمْ يَزْعَجُونَ وَيَحْتُونَ حَتَّاءَ عَلَيْهِ۔ اور فعل کا بکالت مفعول لانا اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر بے سرعت چلنے پر ان کی شدتِ رغبت کی طرف اشارہ ہے ۳۷: ۷۱ = قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اپنے آباء و اجداد کی اندھا دھند تقلید کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

== اَلْاَوَّلِيْنَ، اَوَّلُ کی جمع معنی ان کے اگلے یا پہلے لوگ:

۳۷: ۷۲ == فِيْهِمْ۔ اِی فِی الْاَوَّلِيْنَ پہلے لوگوں میں۔

== مُنْذِرِيْنَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر۔ اِنْذَارُ (اَفْعَالُ) سے

۳۷: ۷۳ == اَلْمُنْذِرِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مضاف الیہ عَاقِبَةُ (انجام) مضاف (انجام ان لوگوں کا) جن کو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا۔

۳۷: ۷۴ == اِلَّا حرف استثناء۔ اگر المنذرین سے مراد مخصوص گروہ مراد ہے تو یہ استثنائے منقطع ہے اور اگر اس کا اطلاق عمومی ہے تو یہ استثنائے متصل ہے

== اَلْمُخْلِصِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِخْلَاصُ (اَفْعَالُ) سے۔

خالص کئے گئے، خالص کئے ہوئے۔

اور اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک و صاف کر دینا اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

۳۷: ۷۵ == یہاں سے بعض قصص کا تفصیلاً بیان شروع ہوتا ہے جن کا مجلہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ مولانا شاء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

سابق آیت میں فرمایا تھا:-

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُنْذِرِيْنَ اِه اس میں عموماً سارے پیغمبروں کا ذکر ہو گیا۔

اب خصوصیت کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع فرمایا۔

مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے ایک زمانہ میں قوم نوح ۴ گمراہ ہو گئی تھی۔ ہم نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت نوح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ نوح نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ قوم نے دعوت نہ مانی۔ اور حضرت (نوح علیہ السلام) کو بندر لہجہ معلوم ہو گیا کہ جو لوگ ایمان لانے والے تھے وہ لاچکے۔ آئندہ قوم کا کوئی فرد ایمان نہیں لائے گا۔ حضرت (نوح) جب مایوس ہو گئے تو انہوں نے ہم کو پکارا۔ ہم سے دعا کی۔ کہ ان کی قوم کو تباہ کر دیا جائے۔ ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم (اپنے خاص بندوں کی دعا) اچھے قبول کرنے والے ہیں۔

۳۷: ۷۵ == وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ۔ واؤ عطف ہے جس کا عطف مضمون رفتہ پر ہے لام قسم محذوف کے جواب میں ہے الفاء للفتیحة

ای دتا اللہ لقد دعانا نوح حین ایس من ایمان قومہ بعد ان
دعاهم احقبا و دھوراً فلم یزدہم دعاءہ الا فراراً و نفوراً
فاجبت احسن الاجابة فواللہ لنعم المجیبون نحن۔ خدا کی قسم جب مدتوں
اپنی قوم کو دعوت الی الحق دینے کے بعد اس قوم میں نفرت اور فرار ہی کا اضافہ ہوا تو حضرت نوح
نے قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر ہمیں پکارا۔ اور ہم نے بطریق احسن اس کی فریاد رسی کی
بجہ اہم خوب فریاد سننے والے ہیں (اور ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں) ملاحظہ ہو ۷۱: ۵-۶ و ۲۶-۲۷

- (۲۷)

== نَادَانَا۔ نَادَىٰ يُنَادِي مُنَادَاةً (مفاعلة) سے ماضی کا سیغہ و امد مذکر غائب
نا ضمیر جمع مشکلم۔ اس نے ہم کو پکارا۔ باب مفاعلة کے خواص میں سے موافقت مجرّد (مجرّد کے
ہم معنی ہونا) بھی ہے۔ لہذا نَادَىٰ اشتراک کی بجائے مجرّد کے معنی میں ہو گا۔ ”اس نے پکارا“
جیسے سَافَرَ زَيْدٌ بِعَنْ سَفَرٍ زَيْدٌ۔ زید نے سفر کیا۔
== الْمُجِيبُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر المجیب واحد اجابة مصدر۔ دعا قبول کرنے
والے۔ دینے والے۔

۷۱: ۳، ۷۱: ۷۔ اَهْلَهُ مضاف منضاف الیہ۔ اس کے گھر والے۔ اس کے گھرانے کے۔
یہاں اهل سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان والے نہیں ہیں بلکہ ہم عقیدہ
اور ایمان والے مراد لئے گئے ہیں۔

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: **قَالَ يٰ نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (۱۱: ۴۶)**
خدا نے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال
== الْكَرْبُ۔ اسم مصدر موزن۔ بڑی مصیبت، کَرْب سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم
الْكَرْبُ الْعَظِيمُ بہت بڑی مصیبت، اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کو قوم
کے ہاتھوں پہنچنے والی تکلیفیں اور ایذا رسانی ہے۔
۷۱: ۳، ۷۱: ۷۔ ذُرِّيَّتَهُ۔ مضاف منضاف الیہ۔ اُس کی ذریت۔ اُس کی اولاد۔ اُس
کی نسل۔

== الْبَقِيْنَ۔ باقی رہنے والے۔ بچے ہوئے۔ باقی کی جمع ہے۔
اصل میں فاعل کے وزن پر باقی تھا۔ یہی پر ضمتہ دشوار تھا اس کو ساکن کیا۔ اب

ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ہی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ باقی ہو گیا۔ اسی طرح ہر مہی یَرُمِی۔ ناقص یائی سے اسم فاعل کا صیغہ سَراہِد واحد مذکر ہے۔

ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اختصاص کے لئے ہے یعنی ہم نے صرف اسی کی اولاد کو باقی رکھا۔
 ۳۷: ۸۰: ۸۹ = وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ هَ سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ه
 تَرَكْنَا ماضی جمع متکلم تَرَكْ مصدر سے۔ ہم نے چھوڑا۔ عَلَيْهِ اس کے لئے الْآخِرِينَ
 آخر کی جمع۔ پچھلے۔ یعنی ان کے بعد آنے والے لوگ۔ ان کے بعد کی نسلیں۔

الْعَالَمِينَ۔ تمام جہان۔ تمام عالم۔ یہ عالم کی جمع ہے۔ بحالت نصب وجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔

تَرَكْنَا..... الْعَالَمِينَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:-

(۱) جملہ سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ موضع نصب میں ہے اور یہ تَرَكْنَا کا مفعول ہے؛
 مطلب ہوگا:

ہم نے (حضرت نوح) کے بعد میں آنے والی نسلوں میں حضرت نوح کے حق میں
 کلام سَلَامٌ..... الْعَالَمِينَ۔ چھوڑا۔ (یعنی کہ وہ ان کے حق میں یہ دعا پڑھا کریں) اس
 صورت میں یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جسے وہ پڑھا کریں گے۔

(۲) یہ کلام (سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ) آئندہ آنے والی نسلوں کا اپنا مقولہ ہے اور وہ ان
 الفاظ میں حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجا کریں گے۔ اس صورت میں بھی یہ تَرَكْنَا کا
 مفعول ہوگا۔ یعنی ہم نے آئندہ نسلوں میں ان کا مقولہ (سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ) چھوڑا

(۳) یہ کلام نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ نہ یہ ان کا اپنا مقولہ ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے
 اور تَرَكْنَا کا مفعول محذوف ہے اسی تَرَكْنَا عَلَيْهِ الشَّادِ وَالْحَسَنَ وَالْبَقِيَّةَ لَه فِيمَنْ

بَعْدَهُ اِلٰی اٰخِرِ الدَّهْرِ وَقَلْنَا «سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ» ہم نے اس کے
 لئے بہترین ذکر اور قابل ستائش شہرت چھوڑی اور اس ذکر اور شہرت کو آنے والی نسلوں میں
 آخر الدہر تک کے لئے باقی رکھا۔ اور ہم نے کہا۔ سَلَامٌ عَلَى نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ (تمام
 جہانوں میں نوح پر سلام ہو)

۸۰: ۳۷ = اِنَّا كَذٰلِكَ تَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ هَ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ کا

اشارہ حضرت نوح علیہ السلام پر خدا کے انعامات کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔

۸۲: ۳۷ = ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ۔ اس جملہ کا عطف نَجَّيْنَاهُ (آیت ۷۶) پر ہے

ثُمَّ تَرَاحِي الذِّكْرِ كے لئے ہے اَلْاٰخَرَيْنِ اٰخِرُ کی جمع یعنی دوسرے۔ یعنی حضرت نوح اور ان کے پیروؤں کو ہم نے نجات دی، ڈوبنے سے بچا لیا، پھر اوروں کو ہم نے ڈوب دیا، ۸۳:۳۷ = شِيعَتِهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ۔ اس کا فرقہ۔
 مَشِيَاً کے معنی منتشر ہونے اور تقویت دینے کے ہیں۔ مثلاً شَاعَ الْخَبْرُ۔ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی اور شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔
 الشَّيْعَةُ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔

یہاں آیت نذا کا مطلب ہے:-

کہ انہی (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروکاروں میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ شیعہ کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع شِيعَةٌ اور اَشْيَاعٌ ہے۔

= لَزِبْرَاهِيمَ۔ لام تحقیق کے لئے ہے یعنی بیشک۔ بلاشبہ۔
 ۸۴:۳۷ = اِذْ جَاءَ رَبُّهُ۔ اِذْ متعلق بفعل ممدوف ای اِذْ تَرَا اِذْ جَاءَ رَبُّهُ اِذْ جَاءَ رَبُّهُ یعنی اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔
 = قَلْبٍ سَلِيمٍ۔ موصوف و صفت، ایسادل جو مفید عقائد، قبیح صفات اور دنیاوی آلائش سے پاک و صاف تھا۔

— یاد کرو جب وہ اپنے پروردگار کی طرف قلب سلیم کے ساتھ متوجہ ہوا۔

۸۵:۳۷ = اِذْ۔ پہلے اِذْ کا بدل ہے یا جَاءَ کا ظرفِ زمان۔

= مَا ذَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:-

۱۔ یہ لفظ مرکب ہے اور

۲۔ مَا استفہامیہ اور ذَا موصول ہے جیسے وَكَيْسَلُوْكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ

قُلِ الْعَفْوَہ (قرأت البعث ۲: ۲۱۹)

۳۔ مَا استفہامیہ اور ذَا اسم اشارہ ہے

۴۔ مَا زائدہ اور ذَا اسم اشارہ۔

۵۔ مَا استفہامیہ اور ذَا فصل کے لئے ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں

امتیاز ہو جائے۔

(۵) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائدہ ہے :

(ب) یہ لفظ بسیط ہے اور پورا۔

(۱) اسم جنس ہے۔

(۲) اسم موصول ہے۔

(۳) پورا حرف استفہام ہے۔ جیسے وَكَيْسَلُوْكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲: ۲۱۹)

مَا ذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے۔ یہاں استفہام تو بیخ کے لئے ہے یعنی تمہیں شرم نہیں آتی تم کس کی عبادت کرتے ہو؟
 ۸۶: ۳۷ = اٰتِفَا۟لِہٖۤ اِلٰہَۃً دُوۡنَ اللّٰہِ تُرِیۡدُوۡنَ ہِیَ اٰتُرِیۡدُوۡنَ اِلٰہَۃً دُوۡنَ اللّٰہِ اِفۡکَا۔ اسمزہ استفہام ہے تُرِیۡدُوۡنَ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ اٰتِفَا۟لِہٖۤ اِلٰہَۃً مفعول فاعل اِلٰہَۃً مفعول بہ دُوۡنَ اللّٰہِ صفت اِلٰہَۃً کی اِفۡکَا مفعول (یہاں بھی استفہام تو بخنی ہے) مفعول بہ کی تقدیم فعل پر مفعول کی اتمیت کو ظاہر کر رہی ہے اور مفعول لہ کو سب سے پہلے ذکر کرنا اس امر کو ظاہر کر رہا ہے کہ ان کی ساری پوجا پاٹ غلطی اور جھوٹ پر مبنی تھی اس کے اندر کوئی حقیقت یا سچائی نہیں تھی۔ تفسیر مظہری ترجمہ ہو گا۔

کیا تم اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو؟
 ۸۷: ۳۷ = فَمَا ظَنُّکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیۡنَ ہِیَ مَا استفہام کے لئے ہے۔
 ظَنُّکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا گمان۔ تمہارا خیال۔
 امام راغب لکھتے ہیں:-

الظَّنُّ۔ کسی چیز کے علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنُّ کہتے ہیں۔ جب یہ علامات قوی ہوں تو اس سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے مگر جب کمزور ہو تو یہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے بجا وز نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ (صرف) اَنَّ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ آیت یُظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّٰلِکُوۡۤا اللّٰہَ (۲۴۹: ۲) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر

ہونا ہے۔ میں خلق کا لفظ علم و یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
 اور آیت کریمہ وَذَٰلِ الثُّوْبَانِ اِذْ ذُہِبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ
 عَلَیْہِ (۲۱: ۸۷) اور ذوالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی
 حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔ میں بعض نے کہا ہے کہ
 یہاں ظَنَ یعنی وہم لینا بہتر ہے یعنی ان کے دل میں یہ وہم گزرا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے
 ہم اس پر قابو نہیں پاسکیں گے.....

فَمَا ظَنُّكُمْ اَبَرَّ الْعَالَمِیْنَ ؕ آخر اللہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا
 کیا گمان ہے؟

لُغَاتُ الْقُرْآن (شائع کردہ ندوۃ المصنفین) میں ہے حسب تصریح امام راغب
 یہاں بھی ظَنَ اس اعتقاد ہی کے معنی میں ہے جو یقین کا حکم رکھتا ہے :
 ۸۸: ۳۷ = فَتَنَّا نَظْرَةً فِی النُّجُومِ۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے پھر اس نے ستاروں
 کو ایک نظر بھر کر دیکھا۔

یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء (آیات
 ۵۱: ۷۳) اور سورۃ عنکبوت (آیات ۱۶-۲۷) میں گزر چکی ہیں۔

قوم (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا ایک سالانہ تہوار اور میلہ ہوا کرتا تھا۔ اور قوم کا
 قاعدہ تھا کہ تہوار کے موقعہ پر بتوں کے پاس جا کر ان کے سامنے فرش بچھاتے اور میلے میں
 جانے سے پہلے ان کے سامنے لذیذ کھانے مختلف قسم کے رکھتے تھے اور اس کو تبرک فعل
 سمجھتے تھے۔

پھر جب میلہ سے واپس لوٹتے تھے تو بتوں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے اور
 مٹھائیاں بطور تبرک خود بھی کھاتے تھے اور یار دوستوں میں بھی تقسیم کرتے تھے۔
 یہاں بھی پھر ایک ایسے ہی تہوار کا ذکر ہے قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو میلے پر چلنے کے لئے کہا لیکن ان کے دل میں بتوں سے پیٹنے کا ایک منصوبہ تھا لہذا
 انہوں نے معذرت کر دی۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُومِ ؕ کے یہ معانی ہو سکتے ہیں :
 (۱) قوم ابراہیم سورج چاند اور ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھی ان کے عقیدہ کے مطابق
 جملہ حوادثِ ارضی ستاروں کی گردش کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوتے تھے۔ لہذا جب حضرت

ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ تو انہوں نے خیال کیا کہ حضرت ابراہیم نے بھی ستاروں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ لیا ہے لہذا انہوں نے یقین کر لیا۔
 ۲:- یہ جملہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے یَقَالُ لِلرَّجُلِ اِذَا فَلَکَ فِی الشَّیْءِ دِیْنٌ بَرَّہُ
 نظر فی النجوم یعنی جب کوئی آدمی کسی معاملہ پر غور کرتا ہے تو کہتے ہیں نظر فی النجوم
 اس صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ جب قوم نے میلہ پر جانے کے لئے آپ کے کہا تو آپ نے تدبیر کیا
 اور کہا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔

یہ مؤخر الذکر معنی ہی قابل توجہ ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں کہ:-
 اس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نظر
 اٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں۔ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔
 ویسے بھی یہ بات اکثر مشاہدہ میں آتی ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے کوئی غور طلب بات
 آتی ہے تو وہ آسمان کی طرف یا اوپر کی طرف کچھ دیر دیکھتا رہتا ہے پھر سوچ کر جواب دیتا ہے!
 ۸۹:۳۷ = اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ میں سَقِیْمٌ سے یروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ
 ہے۔ دکھی، بیمار، مضمل، ناساز، محاورۃً بیزار کے معنی بھی ہو سکتے ہیں،
 امام راغب لکھتے ہیں:-

السَّقِیْمُ وَالسَّقِیْمُ خاص کر جسمانی بیماری کو کہتے ہیں بخلاف مَرَضٌ کے کہ وہ جسمانی
 و قلبی دونوں قسم کی بیماریوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے فِی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ (۲:۱۰)
 ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں لفظ سَقِیْمٌ یا تو تعریض کے طور پر (کنایۃً) استعمال ہوا ہے
 یا زمانہ ماضی یا مستقبل کی طرف اشارہ کے لئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ہلکی سی بدنی تکلیف
 کی طرف اشارہ ہو جو اس وقت ان کو عارض تھی کیونکہ انسان بہر حال کسی نہ کسی عارضہ میں مبتلا ہی
 رہتا ہے اگرچہ وہ اسے محسوس نہ کرے:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں بیزار ہوں جیسا کہ انگریزی کہتے ہیں

میں اس سے بیزار ہوں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ ہو کہ

میں تمہارے غلط عقائد سے بیزار ہوں لیکن منیٰ طبین نے اس سے علیل کا مطلب لے لیا ہو۔

الفاظ کا اس طرح ذو معنی استعمال عام ہے!

۹۰:۳۷ = فَتَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری
تَوَلَّى مصدر۔ المراد انہم ترکوہ و ذہبوا۔ انہوں نے اس کو چھوڑا۔ اور چلے گئے
= مُدْبِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجر۔ پیٹھ موڑنے والے اِدْبَارُ
رافعال مصدر۔ ضمیر فاعل تَوَلَّوْا سے حال ہے۔ پیٹھ موڑنے والے مطلب: پیٹھ دکھا کر
چلتے بنے:

= رَاغَ اِلَى۔ رَاغَ يَرْوِغُ (نصر) رَوَّغٌ وَرَوَّغَانٌ اِلَى کے صلہ کے ساتھ۔
چپکے سے کسی طرف مائل ہونا۔ چپکے سے کسی کی طرف جانا اور علی کے صلہ کے ساتھ حملہ کرنا
ٹوٹ پڑنا۔ رَاغَ عَلَيْهِ بِالضَّرْبِ مارنے کے لئے کسی پر ٹوٹ پڑنا۔
۹۲:۳۷ = تَنْطِقُونَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَطَقَ يَنْطِقُ (ضرب) نَطَقٌ
وَنَطُوقٌ مصدر بولنا۔ لَا تَنْطِقُونَ۔ تم بولتے نہیں ہو،
۹۳:۳۷ = رَاغَ عَلَيْهِمْ۔ وہ ان پر پل پڑا۔ وہ ان پر ٹوٹ پڑا۔
= ضَرْبًا۔ یا تو معنی کے اعتبار سے رَاغَ عَلَيْهِمْ کا مصدر ہے۔ یا فعل مضمر کا مصدر
ای فَرَاغَ عَلَيْهِمْ يَضْرِبُهُمْ ضَرْبًا۔ وہ ان پر پل پڑا اور مارنے لگا۔ یا یہ مصدر بمعنی
فاعل ہے۔ ای ضَارِبًا اور اس صورت میں یہ ضمیر فاعل رَاغَ سے حال ہے یا یہ مفعول
ہے ای لاجل ضرب۔ مارنے کے لئے۔

= بِالْيَمِينِ۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ۔ پوری قوت کے ساتھ۔
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ پھر وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور اپنی پوری قوت کے
ساتھ مارنے لگا۔

بعض کے نزدیک یمن سے مراد یہاں قسم ہے یعنی اپنی قسم کی وجہ سے بتوں پر ضرب
لگائی۔ اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قسم کی طرف اشارہ ہے وَتَاللَّهِ
لَا كَيْدَ لَنَا بِكُمۡ بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ (۵۷:۲۱) اور خدا کی
قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔
(اغلب ہے کہ یہ بات انہوں نے زیر لب کہی ہو)

۹۴:۳۷ = اَقْبَلُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے
رُخ کیا۔ وہ متوجہ ہوئے۔

= يَزِفُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ دھڑکتے ہوئے۔ زَفٌّ يَزِفُ (باب ضرب)

زَفَّ وَزَفِيفٌ وَزُفُوفٌ مصدر۔ يَزِفُونَ حال ہے اَقْبَلُوا کی ضمیر مرفوع متصل ذوالحال
یَزِفُ النعام سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے: شتر مرغ تیزی سے چلا۔

قَائِدًا: وہ تیزی سے گھبراتے ہوئے اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس اس کی طرف
آتے ہیں اور ان سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کے درمیان اس بارہ میں گفتگو کی تفصیل الانبیاء میں ملاحظہ
یا حبیب والہی پر انہوں نے بتوں کی حالت غیر دیکھی اور دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ کام
حضرت ابراہیمؑ کا ہے تو کہا کہ: فَأَتُوا بِهِ عَلَىٰ أَغْنَيْنِ النَّاسِ ۖ (۲۱: ۶۱) ان کو لوگوں
کے سامنے لاؤ۔

۳۷: ۹۵ = مَا تَنْجِتُونَ۔ مَا مَوْصُولٌ ہے تَنْجِتُونَ صیغہ جمع مذکر حاضر نَحْتُ
(ضرب) سے مصدر۔ تم ترانستے ہو۔

۳۷: ۹۶ = وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ۔ یہ جملہ حالیہ ہے اور جملہ سابقہ
اَلْقَبْدُونَ۔ مَا تَخْتُونَ جو جملہ الکاریہ ہے اس کی مزید تاکید کے لئے ہے:
۳۷: ۹۷ = اُبْنُوا۔ تم بناؤ۔ تم تعمیر کرو۔ بَنَىٰ يَبْنِي (باب ضرب) بِنَاءٌ
وَبُنْيَانٌ وَبَنَىٰ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ بُنْيَانًا مفعول مطلق۔
اُبْنُوا لَهُ بُنْيَانًا۔ اس کے لئے ایک عمارت تعمیر کرو۔ یعنی ایک چٹایا لشکرہ
بناؤ۔

= فَالْقَوَّةُ فَتَعْقِبُكَ الْقَوَا۔ اِلْقَاءُ (افعال) مصدر سے امر کا
صیغہ جمع مذکر حاضر کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیمؑ ہے۔
پھر اس کو ڈال دو۔

= فِي الْجَحِيمِ ۖ اس میں الف لام مضاف الیہ کے بدل میں آیا ہے ای فی جحیم
ذَلِكِ الْبَنِيَانِ۔ (اس عمارت کی دہکتی ہوئی آگ میں) یا ال عہد کا ہے اور جحیم سے
مراد وہی عمارت ہے جس میں یہ دہکتی ہوئی آگ تھی۔
الْجَحْمَةُ آگ بھڑکنے کی شدت جحیم اسی سے مشتق ہے فَعِيلٌ بِعَنْ فَاعِلٍ
ہے۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔

اسی سے بطور استعارہ عسری محاورہ ہے جَحِمَ (سمع) وَجْهَهُ مِنْ
شِدَّةِ الْغَضَبِ۔ اس کا چہرہ غضب و غصہ کی شدت سے جل اٹھا۔

۳۷: ۹۸ = كَيْدًا خَفِيَةً تَدْبِيرٌ - چالاکی - دَاؤٌ - كَاذٌ يَكْنِيْدُ (باب ضَرْبٍ) کا مصدر ہے۔ بُرّا ارادہ کرنا۔ خفیہ تدبیر کرنا۔

اَلْكَیْدُ (خفیہ تدبیر) کے معنی ایک قسم کی حیلہ جوئی کے ہیں جسے دوسروں سے مخفی رکھا جائے۔ یہ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اچھے معنوں میں فرمایا: كَذٰلِكَ كِذْنَا لِيُوْثِقَ (۱۲: ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے تدبیر کر دی۔ اور بے معنوں میں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَاِذَا دُوِّنَ (۷۷: ۳۹) اگر تم کو کوئی دَاؤ آتا ہے تو مجھ پر کر چلو۔ یا آیت (۳۷: ۹۸) فَاَزَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمْ اِلٰی سَفٰلٰیْنَ - غرض ان لوگوں نے ان کے ساتھ بُرائی کرنا چاہی سو ہم نے ان کو نیچا دکھا دیا۔

= اَسْفَلِیْنَ - اَسْفَلُ کی جمع ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے سب سے نیچے سَفَلَ (باب سَمْعٍ) اور سَفُلَ (باب کرم) سُفُولٌ وَسَفَالٌ مصدر بمعنی پست ہونا۔ حقیر ہونا۔ ۳۷: ۹۹ = قَالَ - اِی قَالَ اِبْرٰهٖمُ۔

= سَيَهْدٰیْنِ - اس میں سَی تائید وقوع کے لئے ہے۔ اور فَعْل کو مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے وَالسَّیْنِ لَتَاكِيْدُ الْوُقُوْعُ فِی الْمُسْتَقْبَلِ (روح المعانی)

یَهْدٰیْنِ مضارع واحد مذکر غائب نَوْنِ وقایہ سَی متکلم کی محذوف۔ وہ میری ضرور رہنمائی کرے گا۔

۳۷: ۱۰۰ = رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ - اِی رَبِّ هَبْ لِيْ وَلَدًا صَالِحًا لے میرے رب مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔ رَبِّ - اِی یٰ اَرْبِّیْ لے میرے رب۔ هَبْ - وَهَبَ يَهَبُ (فتح) هِبَةً مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ ۳۷: ۱۰۱ = عَلِمَ - لَرَّكَ - بَيَّا - نَزَّیْنِ اولاد۔

= حَلِيْمٌ - بردبار۔ تحمل والا۔ بادقار حِلْمٌ سے جس کے معنی جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے یعنی بُردباری اور تحمل کرنے کے ہیں۔ فَحِلٌّ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے!

۳۷: ۱۰۲ = بَلَغَ مَعَهُ السَّعٰی - اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کی عمر کو پہنچ گیا اِی یَسْعٰی مَعَهُ فِیْ اَعْمَالِهٖ اس کے ساتھ کام کاج میں دوڑ دھوپ کرنے لگا۔

أُولَئِیْنِی مَعَهُ وَیُعِیْنُهُ اِسْ کے ساتھ دوڑنے پھرنے اور اس کی مدد کرنے کے قابل ہو گیا
اِس جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے پوری کلام یوں ہے :-

بشارت کے بعد حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ہاں لڑکا پیدا ہوا پھر جب وہ
بڑا ہو کر اس کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔

== قَالَ: اِیْ قَالَ اِبْنُ اِهْنِیْمُ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔

== یَلْبُنْیَ۔ یا حرف ندا ہے بُنْیَ۔ اِبْنُ سے اسم تصغیر ہو کر مضاف ہے می ضمیر
واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث واحد متکلم کی می ای میں مدغم ہو گئی۔

بُنْیَ (میرے پیارے بیٹے) مضاف مضاف الیہ مل کر یا حرف ندا سے منادی ہوا۔ اے میرے
پیارے بیٹے۔

اِبْنُ کی اصل بَنُو ہے (یا بُنْیَ) اس کی جمع اَبْنَاءُ ہے (بُنُوتُ بھی اِبْنُ
کی جمع ہے جیسے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ) (۲۶: ۷۷) جس دن نہ مال کام آئیگا
نہ اولاد بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے اس لئے اسے ابن کہا جاتا ہے کیونکہ
باپ کو اللہ تعالیٰ نے بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ
چیز جو دوسرے کے سبب، اس کی تربیت اس کی دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اے
اس کا ابن کہا جاتا ہے۔ جیسے (فلان ابن حرب) فلاں جنگجو ہے یا مسافر کو ابن
السبیل اور چور کو ابن السیل کہتے ہیں۔ (راغب)

== فَانْظُرْ۔ اَنْظُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے فَانْظُرْ سے۔ تو دیکھ۔ تو غور کر
تو سوچ لے۔

== مَاذَا۔ ملاحظہ ہو ۳۷: ۸۵۔ کیا۔

مَاذَا تَرٰی۔ تیری کیا رائے ہے تَرٰی رَأٰی مصدر سے مشتق ہے رُؤْیَہ مصدر سے
نہیں۔ مَاذَا تَرٰی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے
وَلَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفٰی الذِّیْنُ کَفَرُوْا۔ (۵۰: ۸) اور کاش تم اس وقت کی کیفیت
خیال میں لاؤ جب..... کافروں کی جانیں نکالتے ہیں۔

== قَالَ یَا اَبَتِ اِیْ قَالَ اِسْمَعِیْلُ، یا حرف ندا اَبَتِ مضاف مضاف الیہ
مل کر منادی اَبُ باپ۔ اصل میں اَبُو تھا۔ بروزن فَعْلٌ۔ ندا کی حالت میں تاؤ زیادہ
کر کے یَا اَبَتِ (اے میرے باپ) کہا جاتا ہے۔

== سَتَجِدُنِي ۛ۔ س میں تاکید کے لئے اور فعل کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔
يَجِدُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَجُودٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو ضرور مجھے پائے گا۔

۱۰۳: ۳۴ = اَسْلَمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ دونوں نے حکم مانا۔ دونوں نے تسلیم خم کر دیا۔ دونوں (امر خداوندی کے آگے) جھک گئے۔

قتادہ نے کہا ہے اَسْلَمَ کا معنی ہے سپرد کردینا یعنی (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا۔
== مَثَلٌ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے۔ اور
ۛ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت اسماعیل ہے۔ اس کا معنی ہے زمین پر بچھاڑنا۔
اور حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو زمین پر لٹا دیا۔

== لِلْجَبَانِ۔ پیشانی کے بل۔

۱۰۴: ۳۴ = وَ نَادَيْنَاهُ۔ جملہ نَادَيْنَاهُ بزيادة الواو لَمَّا کا جواب ہے۔
۱۰۵: ۳۴ = قَدْ صَدَّقْتَ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔
صَدَّقْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَصَدَّقْتُ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے، بے شک تو نے سچ کر دکھایا۔

== الرُّؤْيَا۔ واحد خواب۔ رُؤْيَى جمع۔ مادہ رَوَى ب۔
یہ لفظ اکثر خواب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کبھی جاگتے میں آنکھ سے دیکھنے کے لئے بھی آتا ہے (ای بمعنی رؤیہ) مثلاً وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (۶۰: ۱۴) اور ہم نے جو منظر تجھ کو دکھایا تھا اسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کا سبب بنادیا۔

یا متنبی کا شعر ہے:-

وَرُؤْيَاكَ أَخْلَى فِي الْعُيُونِ مِنَ الْغَمُضِ۔

نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔
== كَذَلِكَ خُزِّيَ الْمُحْسِنِينَ۔ ہم مخلصوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں!
قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا پر ندائیہ کلام ختم ہو گیا۔

بیان القرآن میں ہے:- یعنی جو خواب میں حکم ہوا تھا (تم نے) اپنی طرف سے اِن

پورا عمل کیا۔ اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔ بس ان (حضرت اسماعیل) کو چھوڑ دو۔ وہ وقت بھی عجیب تھا۔ غرض ان کو چھوڑ دیا۔ جان کی جان بچ گئی اور مراتب علیا مزید برآں عطا ہوئے۔

مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے ذبح ہو جانے سے قبل فعل ذبح کی تیاری و آمادگی ذبح کو خواب کی تکمیل کے لئے کافی قرار دیا۔ اور ان کو اس امتحان میں کامیابی پر پورے انعام کا مستحق قرار دیا۔ اس احسان و اکرام کی طرف اگلے جملے کَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ میں اشارہ ہے:

۳۷: ۱۰۶ = اَلْبَلَاءُ الْمُبِينُ : موصوف و صفت۔ کھلا امتحان۔ کھلی آزمائش۔

۳۷: ۱۰۷ = فَدَيْنَاهُ : فَدَيْنَا ماضی جمع متکلم فَدَى يَفْدِي (ضرب) فَدَى وَفْدَى وَفْدَاءٌ مصدر یعنی مال وغیرہ دے کر قید وغیرہ سے چھڑانا۔ الْفِدَى وَالْفِدَاءُ کے معنی ہیں کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت اسماعیل ہیں) ہم نے فد یہ دے کر اس کو بچالیا۔

فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ہم نے ایک بڑی قربانی کو اس کا فد یہ دے کر اسے بچالیا۔

۳۷: ۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰ = مناسب تغیر و تبدل کے ساتھ آیات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱۔ مذکورہ بالا ملا خطہ ہوں۔

آیت ۱۱۰ میں کَذَلِكَ سے پہلے اِنَّا (تاکید و تحقیق کے لئے) اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ تکرار سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ آیت سابقہ نمبر ۱۰۵ میں اِنَّا مذکور ہے وہی کافی ہے (یعنی معنی یہاں بھی وہی مراد ہے جو سابق آیت میں مراد تھی)

۳۷: ۱۱۲ = بَشَرْنَاهُ۔ بَشَرْنَا ماضی جمع متکلم تَبَشِيرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ۴ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو بشارت دی۔ خوشخبری دی۔

= بِاسْمٰحٍ۔ اِسْمٰحٌ غیر منفرد بوجہ علمیت اور عجب۔ اسی لئے باء حرف جار آنے کے باوجود اس کے نیچے کسرہ نہیں آئی۔

= نَبَيًّا۔ اِسْمٰحٌ سے حال ہے اور اسی طرح مِنَ الصَّالِحِينَ بھی اِسْمٰحٌ سے

حال ہے۔ یعنی ہم نے اس (حضرت ابراہیم) کو بشارت دی اسحاق کی (اور حال یہ ہوگا) کہ وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔

۳۷: ۱۱۳ = بَرَكَتُنَا عَلَيْهِ۔ ہم نے اس پر برکتیں نازل فرمائیں یعنی دنیاوی برکتیں کہ ان کی نسل کی کثرت اور دینی برکتیں کہ ان کی اولاد سے بکثرت انبیاء پیدا کئے گئے۔
 = وَتِلْكَ اِسْحَاقُ یہاں علیٰ کو مکرر تخصیص کے لئے لایا گیا ہے، اور خصوصیت کے ساتھ اسحق علیہ السلام کو بھی برکتیں عطا کیں۔ کہ آپ کی نسل سے ایک ہزار نبی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ پیدا ہوئے اور سب سے آخر میں آپ کی نسل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

= ذُرِّيَّتِهِمَا۔ مضاف مضاف الیہ ان دونوں کی ذریت (اولاد) ضمیر تثنیہ مذکر غائب حضرت ابراہیم اور حضرت اسحق علیہما السلام کی طرف راجع ہے۔
 = مُحْسِنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر احسان (افعال) مصدر سے۔ موحّد و فلیضہ سے زیادہ ادا کرنے والا۔ ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ۖ (۹۰: ۱۶) خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ احسان عدل سے بڑھ کر چیز ہے۔ کیونکہ دوسرے کا پورا پورا حق ادا کر دینا اور اپنا حق پورے لینے کا نام عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیا جائے اور اپنے حق سے کم لیا جائے۔ لہذا احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے۔ انسان پر عدل و انصاف سے کام لینا واجب اور فرض ہے مگر احسان مندوب ہے (جس کی طرف کسی کو متوجہ کیا جائے یا اکسایا جائے)

اسی بناء پر فرمایا:-

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (۱۲۵: ۴) اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے خدا کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے۔

احسان یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

== ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ مُبَيَّنٌ - ظَالِمٌ مُبَيَّنٌ موصوف و صفت صریح ظالم۔
لِنَفْسِهِ اپنے نفس کے لئے۔ یعنی اپنے مذہب و افعال و کردار سے اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کی اولاد سے نیکو کار بھی ہوں گے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے بھی۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ ہدایت و گمراہی پر نسب اثر انداز نہیں ہوتا اور اولاد و نسل کے ظالم ہونے سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا کچھ بھی نقصان ہوگا۔ ۱۱۴:۳۷ == مَنَّا۔ ماضی جمع مشکلم مَنَّ مصدر (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی۔

مادہ م ن ن سے مَنَّ مصدر مندرجہ ذیل معنی میں مستعمل ہے:

۱۔ مَنَّ يَمُنُّ (نصر) مَنَّ مصدر۔ نَزَّ (مَنَّةٌ وَامْتِنَانٌ) احسان جتانہ جیسے مَنَّ عَلَيْهِ بِمَا صَنَعَ۔ اپنے کئے کا احسان جتانہ۔ یا قرآن میں ہے:-
لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى - (۲۶۴:۲) اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔

۲۔ مَنَّ يَمُنُّ (باب نصر) مَنَّ وَاَمَنُّ وَاَمِنُّ سے معنی کم کرنا۔ منقطع کرنا ختم کرنا۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۶:۹۵) تو ان کے لئے اجر غیر منقطع ہے (یعنی جو نہ ختم کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا)۔
۳۔ مَنَّ يَمُنُّ (باب نصر) مصدر بھلائی کرنا۔ انعام کرنا۔ احسان کرنا۔ مَنَّا اسی مصدر سے باین معنی آیا ہے۔ اسی معنی میں منجملہ دیگر متعدد جگہوں کے سورۃ یوسف میں ہے۔ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا (۹۰:۱۲) فرمایا۔ (ہاں) میں یوسف ہی ہوں اور یہ ہے میرا بھائی۔ بے شک ہم پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے۔

۱۱۵:۳۷ == مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ - موصوف و صفت بہت بڑی مصیبت، بہت سخت تکلیف۔ عظیم غم۔ کرب عظیم سے وہ تکلیفیں اور ایذا میں مراد ہیں جو فرعون ان کو دیا کرتا تھا۔ بعض کے نزدیک غرق ہونے سے محفوظ رکھنا مراد ہے۔

۱۱۶:۳۷ == نَصَرْنَاهُمْ - ہم نے ان کی مدد کی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب سے مراد حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم ہے۔

۱۱۷:۳۷ == أَتَيْنَاهُمَا اِهْمَ - ان کو دی هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب کا مرجع حضرت

موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں۔

== الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ - موصوف و صفت - واضح کتاب، توراۃ -

اسم فاعل واحد مذکر - اِسْتَبَانَہُ (استفعال) مصدر سے - بین مادہ ہے۔

الْبَيْنُ کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں - قرآن مجید میں ہے :-

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زُرْعًا (۳۲: ۱۸) اور ہم نے ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔

محاورہ ہے بَانَ كَذَا - کسی چیز کا الگ ہو جانا اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ

ہے اس کا ظاہر ہو جانا۔ چونکہ اس میں ظہور اور انفصال کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے کبھی ظہور

اور کبھی انفصال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

یہاں اس آیت میں ظہور کے معنی میں آیا ہے۔ بَانَ يُبِينُ (باب ضرب) بَيَّنَّ

يُبَيِّنُ (باب تفعیل) تَبَيَّنَ يَتَبَيَّنُ (باب تفعّل) اِسْتَبَانَ يَسْتَبِينُ (باب

استفعال) سے بمعنی واضح ہونا۔ ظاہر ہونا ہے۔

مُسْتَبِينَ - ظاہر کرنے والا۔ واضح کرنیوالا۔ الْكِتَابَ الْمُسْتَبِينَ (احکام الہی کو)

واضح کر دینے والی کتاب۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

وَكَذَلِكَ نَفْصَلُ الْآيَاتِ وَلِيَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ (۵۵: ۶)

اور اس طرح ہم کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں نشانیوں کو تاکہ مجرموں کا طریقہ واضح ہو کر رہے

۳۷: ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ = مناسبت تغیر و تبدل کے ساتھ ملاحظہ ہو آیات نمبر

۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - متذکرہ بالا۔

۳۷: ۱۲۴ = اَلَا تَتَّقُونَ - ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَتَّقُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔

اِتَّقَاءُ (افتعال) مصدر سے - بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ اَلَا تَتَّقُونَ - کیا تم (اللہ کے عذاب سے)

نہیں ڈرتے ہو۔

۳۷: ۱۲۵ = اَتَدْعُونَ بَعْلًا - ہمزہ استفہامیہ۔ تَدْعُونَ مضارع جمع مذکر حاضر

دُعَاءُ (باب نصر) مصدر سے بمعنی پکارنا۔ مطلب - پوجا کرنا۔ اس سے حاجت مانگنا۔

بَعْلًا منقول ہے تَدْعُونَ کا۔ ایک بُت کا نام ہے جسے جہالت کے زمانہ میں

اکثر مشرقی سامی قوموں میں پوجا جاتا تھا۔

بَعْل یعنی شوہر بھی آیا ہے مثلاً هَذَا بَعْلِي شَيْخًا (۲: ۱۱) اور یہ میرے

شوہر بوڑھے ہیں۔ اور وَانِ امْرَاةٌ خَافَتْ مِنْ اَبْعُلْهَا نُشُوْرًا (۱۲۸: ۴) اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے لڑنے کا اندیشہ ہو۔

== تَذَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ وَذَرَا يَدْرُفْتُمْ وَذَرُ مصدر۔ چھوڑنا۔ تم چھوڑتے ہو۔ اس مصدر سے صرف مضارع اور امر ہی مستعمل ہیں۔

== اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ۔ اَحْسَنُ۔ بہت اچھا۔ اسم تفضیل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ منصوب بوجہ تَذَرُوْنَ کے مفعول ہونے کے ہے۔ الْخَالِقِيْنَ مفضل علیہ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ پیدا کرنے والے۔

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ۔ پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر۔
۱۲۶: ۳۷ = اَللّٰهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَائِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ۔ رَبُّكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا رب۔ تمہارا پروردگار۔ رَبُّ مضاف اَبَائِكُمُ (مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اگلے آباء و اجداد کا رب) موصوف۔ الْاَوَّلِيْنَ صفت۔ موصوف اور صفت مل کر رَبُّ کا مضاف الیہ۔

اَللّٰهُ۔ اور رَبُّ۔ (رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَائِكُمُ) منصوب بوجہ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ سے بدل ہونے کے ہیں۔

وہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔ جو اللہ (ذاتی اسم) ہے اور تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے بڑوں کا بھی پروردگار ہے (صفات نام) یعنی لیل کی پوجا کے لئے تم نے چھوڑا بھی تو کس کو چھوڑا۔ جو اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ہے۔ اللہ ہے جو نہ صرف تمہارا پالنے والا، (بلکہ تمہارے اگلے آباء و اجداد کا بھی پالنے والا ہے۔

۱۲۷: ۱۲۷ = فَكَذَّبُوْهُ۔ یعنی حضرت ایاس کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔ ان کی تکذیب کی۔
فَانَّهُمْ فِيْ فَاۡءٍ سَبِيْہٍ۔

== لَمُحْضَرُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے صیغہ اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ مُحْضَرُوْا واحد وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔ (رسول کو جھٹلانے کی پاداش میں عذاب بھگتے کے لئے۔
۱۲۸: ۳۷ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ، بجز اللہ کے مخلص بندوں کے :

كَذَّبُوْهُ کی ضمیر فاعل سے استثناء متصل ہے یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی قوم میں مخلص بندے بھی تھے جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب نہ کی۔

لہذا یہ لَمُحْضَرُوْنَ کی ضمیر سے استثناء متصل نہیں ہے کیونکہ مُحْضَرُوْنَ مکذبین کے لئے

اور ممکن ہیں میں سے کسی کو مستثنیٰ کرنا بعد از امکان ہے۔

۳۷: ۱۲۹ تا ۱۳۲ = ان کی تشریح اور گزری چکی۔

۳۷: ۱۳۳ = یہاں سے حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ

ہو ۲۶: ۱۶۰-۱۷۵۔

۳۷: ۱۳۴ = اِذْ۔ اُذْکُرْ فعل مہذوف کا مفعول ہے۔ اسم ظرف زمان۔ یاد کر ہمارے اس کو نجات دینے کے وقت کو۔

= نَجَّيْنَاهُ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم (تفعیل) مصدر سے۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت لوط ۴ ہیں۔ ہم نے اسے نجات دی۔

۳۷: ۱۳۵ = عَجُوزًا۔ بڑھیا۔ پیرزن۔ اس کی جمع عَجَائِزُ و عَجُزٌ ہے۔ عَجُزٌ کے اصل معنی پیچھے رہ جانا ہے کسی چیز سے:

یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونے کے ہیں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً قَالَ يَوْمَئِذٍ لَّا اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْخَرَابِ۔ ہائے کبھتی میری! کہ میں اس سے بھی گیا گزرا ہوا۔ کہ اس کوئے کے ہی برابر ہوتا۔

اور بڑھیا کو عَجُوزٌ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے = فِي الْغَابِرِينَ۔ اِیْ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ۔ وہ غابریں (پیچھے رہ جانے والوں) میں تھی۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے (راغب) اسم فاعل جمع مذکر قیاسی بحالتِ جر۔

یہاں پیچھے رہ جانے والی سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے!

۳۷: ۱۳۶ = ثُمَّ۔ پھر۔

= دَمَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ دَمَرٌ، يَدْمِرُ تَدْمِيرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے تباہ کر دیا۔ ہم نے اکھاڑ مارا۔

۳۷: ۱۳۷ = اِنَّا كُنَّا نَحْنُ ضَمِيرٌ جمع مذکر حاضر۔ کا مرجع اہل مکہ ہیں۔ یعنی یا اہل مکہ

= لَتَمُرُّوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَرَّيْمُ (باب نصر) مَرٌّ و مَرُورٌ مصدر۔ گذرنا۔ تم ضرور گزرتے ہو۔

= عَلَيْنَا۔ یعنی ان کے کھنڈر شدہ گھروں پر سے گزرتے ہو کیونکہ مکہ سے شام جاتے

ہوتے سدوم سرِ راہ ہے۔
 = مُصْبِحِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر ماضی۔ صبح کرنے والے۔ صبح کے وقت میں داخل
 ہوتے ہوئے۔

۳۷: ۱۳۸ = وَ بِاللَّيْلِ۔ رات کے وقت۔

مُصْبِحِينَ وَ بِاللَّيْلِ۔ صبح و شام۔ یا دن رات۔

۳۷: ۱۳۹ = حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الانبیاء میں بھی ملاحظہ ہو (۲۱: ۸۷-۸۸)۔

۳۷: ۱۴۰ سے اِذْ مَفْعُولُ فَعْلٍ مَحْذُوفٍ اِی اذْکُرُ وقت اِی اِی الفلک المشحون
 بھری ہوئی کشتی کی طرف اس کے بھاگ جانے کا وقت یاد کرو۔

= اَبَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ بھاگا اِی اَبَقَ سے (باب نصر، ضرب، سمع) جس کے
 معنی غلام کے اپنے مالک سے بھاگنے کے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام اپنے اللہ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر بھاگے تھے
 اس لئے ان کے بھاگنے کو اَبَقَ قرار دیا۔

= اَلْفُلْکِ الْمَشْحُونِ۔ موصوف و صفت۔ اَلْمَشْحُونِ اسم مفعول واحد مذکر
 شَحَنَ یَشْحُنُ (فتح، نصر، سمع) بمعنی بھرنا۔ اَلْمَشْحُونُ بھری ہوئی۔

۳۷: ۱۴۱ = سَا هَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُسَا مَحَلَّةٌ (مفاعلة) سے
 جس کے معنی کسی کے ساتھ قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ سَا هَمَ اس نے قرعہ ڈلوایا۔

= اَلْمُدْحَضِیْنِ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُدْحَضٌ واحد۔ مفلوب۔ شکست
 خوردہ لوگ۔ اِدْحَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی پھسلانا۔ مُدْحَضٌ مزلق عن
 مقام الظفر۔ جو بلند مقام سے پھسلایا گیا ہو اِی مفلوب) دلیل کو باطل کرنا۔
 مثلاً قرآن مجید میں ہے :-

و یجادل الذین کفروا بِالْبَاطِلِ لَیُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ (۱۸: ۵۶)
 اور جو کافر ہیں وہ (باطل سے استدلال کر کے) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو اس
 کے مقام سے پھسلادیں۔

اپنی معنوں میں اَلْمُدْحَضِیْنِ سے مراد کامیابی کے مقام سے پھسلا ہوا شخص ہوگا۔
 یہاں مراد اَلْمُدْحَضِیْنِ سے قرعہ میں ہارے ہوئے لوگ ہیں (جو ہار کر اپنے مقام سے گر گئے)
 ۳۷: ۱۴۲ = اِلْتَقَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِلْتَقَمَ یَلْتَقِمُ اِلْتِقَامٌ (اِفْتَعَالٌ)

نگلنا۔ یا لقمہ کرنا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (کا مرجع حضرت یونسؑ)۔

الْحَوْتُ مَجْجَل (عام طور پر بڑی مَجْجَل کو حَوْتُ کہتے ہیں) (بڑی مَجْجَل نے) نکل لیا۔ اس کا لقمہ کر لیا۔ (ثابت نکل لیا)

== وَهُوَ مُلِيْمٌ - واذاً حال یہ ہے، جملہ حالیہ ہے۔ مُلِيْمٌ (الَامَةُ) (افعال) اسم فاعل واحد مذکر۔ ملامت یا نُوم کا مستحق، سزاوار ملامت، اِتِّ بِمَا يُلَامُ عَلَيْهِ۔ ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جاتے۔

لَامَةُ دِيلُومَةُ - (باب نصر) لَوْمٌ و مَلَامٌ و مَلَامَةٌ ملامت کرنا۔

اس باب سے صفت فاعلی لَائِمٌ۔ اور صفت مفعولی مُلِيْمٌ ہوگی! باب افعال سے اِلَامَةُ سے صفت فاعلی اور صفت مفعولی مُلَامٌ۔ آیت نہا میں باب افعال سے آیا وَهُوَ مُلِيْمٌ در آنحالیکہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کر رہا تھا۔

۱۴۳: ۳۷ = اَلْمُسَبِّحِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ اَلْمُسَبِّحُ واحد تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے۔ ذکر کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے۔ تسبیح پڑھنے والے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے: سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے۔

حضرت یونسؑ علیہ السلام کی تسبیح جو انہوں نے مَجْجَل کے پیٹ میں پڑھی قرآن مجید میں یوں مذکور ہے۔

فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۝ (۲۱: ۷۷)

۱۴۴: ۳۷ = لَبِثَ میں لام جواب شرط میں ہے۔ لَبِثَ ماضی واحد مذکر غائب لَبِثَ (باب سب) مصدر سے۔ تو وہ ضرور پڑا رہتا۔ وہ ٹھہرا رہتا ہے

== فِي بَطْنِهِ - ای فی بطن الحوت۔

== اِلٰی یَوْمٍ یُّبْعَثُوْنَ ۝ یُبْعَثُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بُعِثَ مصدر (باب فتح) ہے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ یعنی یوم قیامت تک، یہاں مراد لفظی معنی نہیں ہے بلکہ طویل مدت مراد ہے جیسے روزمرہ کی بول چال میں ہم کہتے ہیں کہ میں اس کا قیامت تک بیچا نہیں چھوڑوں گا۔ یعنی طویل مدت تک تیرا بیچا کروں گا۔ یا اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں مَجْجَل کے پیٹ سے

نکلنا نصیب نہ ہوتا اور وہ اس کی عندا بنا دیئے جاتے۔

۱۴۵: ۳۷ = فَبَدَّ لَهُ - فَاء تعقیب کا ہے یا یہ سببیت بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی تسبیح کی وجہ سے ہم نے اسے میدان میں لا ڈالا۔

نَبَذَ نَارَ ماضی کا صیغہ جمع متکلم - نَبَذَ يَنْبِذُ (باب ضرب) نَبَذَ مصدر سے ہم نے پھینک دیا۔ کُضِمَ مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت یونسؑ ہیں۔ ہم نے اس کو ڈال دیا۔

= عَرَاءٍ - چٹیل میدان، جس میں گھاس یا درخت نہ ہو۔ کھلی جگہ جہاں کسی قسم کی اوٹ نہ ہو۔ بالکل خالی ہو۔ اس کی جمع اَعْرَاءُ ہے۔ ع ر و یا ع ر ی مادہ ہے اسی سے باب سَمِعَ عَرِي يَعْرِى عُرِيَّةٌ وَعُرِيٌّ - (کپڑے سے) ننگا ہونا ہے وَهُوَ سَقِيمٌ - داؤدِ حالیہ ہے۔ سَقِيْمٌ - سَقُمْتُ سے جس کے معنی بیمار ہونے کے ہیں۔ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی دُکھی، بیمار۔

نیز ملاحظہ ہو ۸۹: ۳۷ - در اِخَالِيكَ وہ آزرده اور مضنحل تھا۔

۱۴۶: ۳۷ = وَابْتَنَّا عَلَيْهِ - ماضی جمع متکلم - ابْنَاتٌ (افعال) مصدر سے ہم نے اگایا۔ عَلَيْهِ اُس پر۔ یعنی اس پر سایہ کرنے کے لئے۔

= مِنْ يَقْطِينٍ - مِنْ تبعیضیہ ہے۔ يَقْطِينُ اسم جنس ہے۔ ایسی نباتات جس کا تنہ نہ ہو۔ مالا ساق لہ من النبات - بغوی نے حضرت حسن اور مقاتل کا قول بیان کیا ہے کہ جس درخت کا تنہ نہ ہو اور اس کی بیل زمین پر پھیلتی چلی جاتے اور سردی کے زمانہ میں باقی نہ رہے۔ وہ یقطین ہے۔ جیسے کدو۔ کھیرا۔ ککڑی۔ خربوزے کی بیل اکثر علمائے تفسیر نے اس سے مراد کدو کی بیل ہی لیا ہے۔ گو بعض نے اس سے کھیلے کا درخت یا انجیر کا درخت ہی مراد لیا ہے۔ يَقْطِينُ بروزن یفعل قطن سے ماخوذ ہے۔ قَطْنٌ بِالْمَكَانِ - اس جگہ وہ اقامت پذیر ہو گیا۔

۱۴۷: ۳۷ = اَوْ يَزِيدُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - حکایت حال ماضی لا فعل مضارع جو کسی گزشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے۔

ملاحظہ ہو ۴: ۲۸ - لِيَسْتَظْعِفَ - يَذَّ تَجُ (اَوْ يَزِيدُونَ) یا وہ زیادہ تھے اگر اَوْ اپنے اصلی معنی "یا" کے استعمال ہوا ہے) اَوْ بمعنی بَل بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مقاتل اور کلبی نے کہا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے

بھی زیادہ کی طرف ہم نے یونس (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔

اَوْ بِمَعْنٰی وَاَوْ بھي ہو سکتا ہے یک صد ہزار و زیادہ بقول علامہ پانی پتی۔ ایسا ہی اَوْ کا استعمال عَذْرًا اَوْ ذَنْبًا (۶: ۷۷) میں ہے۔ لیکن علماء کی اکثریت نے یہاں اَوْ بمعنی ”یا“ ہی لیا ہے ۳۷: ۱۲۸ اَفَا مَنُونا۔ میں فاء سببیہ ہے ضمیر فاعل جمع مذکر غائب قوم یونس علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ (ہم نے حضرت یونس کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) تو وہ لوگ ایمان لے آئے۔
 = مَتَّعْنَاهُمْ۔ مَتَّعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے تَمَتَّعَ (تفعیل) مصدر سے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو دنیاوی سامان دے کر بہرہ مند کیا۔

= اِلٰی حِيْنٍ اِکٍ زمانہ تک یا ایک وقت مقررہ تک ای اِلٰی اِلْجَالِ هٰذَا الْمَسْمُوعَةِ فِي الْاَنْزِل۔ ان کے ازل سے مقررہ وقت تک!

۳۷: ۱۲۹ = فَاسْتَفْتٰهُمْ اِسْمِیْنَ عَاطِفٌ ہے اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ فَاسْتَفْتٰهُمْ اَهُمْ اَمْثَلُ خَلْقًا اَمْ مِّنْ خَلْقِنَا پر ہے آیت (۳۷: ۱۱):
 اللہ تعالیٰ نے پہلے (۳۷: ۱۱) میں اپنے رسول کو حکم دیا کہ منکرین قیامت سے انکار قیامت کی وجہ پوچھیں اور تقریری سوال کے طور پر فرمایا۔

یہ کیا ان کی تخلیق مشکل ہے اور سخت ہے یا ان کے علاوہ آسمان وزمین، ملائکہ اور گشتہ اقوام کی تخلیق سخت اور مشکل ہے تو لازمی طور پر ان لوگوں کو اس ہمہ گیر طاقت والے خدا کے عذاب سے ڈبنا چاہئے جس نے گزشتہ اقوام سے انتقام لیا اور کفر کی وجہ سے ان کو غارت اور تباہ کر دیا۔ وہی ہمہ گیر خدا طاقت و قدرت رکھتا ہے تخلیق پر بھی اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی اور عذاب دینے پر بھی۔ اس کے بعد کچھ پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے (بطور کلام معترضہ کے) پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے دریافت کریں کہ کیا خدا کے لئے توبہ بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے (تفسیر مظہری)

فَاسْتَفْتٰهُمْ سَوَانِ لُّوْغُوْنَ سَعِ بُوْجُحَیْ۔ هٰذَا ضَمِیْرُ جَمْعِ مَذْکُورِ غَایِبٍ قَرِیْشِ مَکَّہ کی طرف

راجع ہے (نیز ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۱)

= اَلِرَّیْبُکَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے جو اللہ کے لئے بیٹیاں اور مشرکین کے لئے بیٹوں کے ہونے سے متعلق ہے۔ اور ہمزہ انکار تو بخنی یا انکار البطالی کا بھی ہو سکتا ہے لام حرف جار ملکیت کے لئے ہے۔ رَبَّکَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ تیرا پروردگار کیا تیرے پروردگار کے لئے توبہ بیٹیاں ہیں) (۱) (تفسیر الماحدی)

== اَلَا اِنَّهُمْ مِنْ اَفْكِهَمْ يَقُولُونَ وَلَدَ اللّٰهُ ۔ کلام مستانفہ ہے ۔

اللہ کی طرف سے ہے ۔ کلام استفہار میں داخل نہیں ۔

۱۵۲:۳۷ == وَلَدَ اللّٰهُ ۔ وَلَدَ دَکَ مصدر (باب ضرب) سے وَلَدَ يَلِدُ عَوْرَتِ

کا بچہ جننا ۔ صاحب اولاد ہونا ۔

حمد وَلَدَ اللّٰهُ مفعول ہے يَقُولُونَ کا ۔ یعنی وہ یہ بات کہتے ہیں » اللہ

صاحب اولاد ہے ۔

== وَ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ (اس قول میں) یہ بالتحقیق

جھوٹے ہیں ۔ لام تاکید کا ہے ۔

== اَصْطَفٰی ۔ اصل میں اَصْطَفٰی تھا ۔ اُہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اس کو قائم

رکھتے ہوئے ہمزہ وصل کو حذف کر دیا گیا ہے اَصْفٰی و صفو مادہ ۔ اِصْطَفٰی یَصْطَفِیْ

اِصْطِفَاءً (افعال) سے مصدر ۔ اس نے چن لیا ۔ اس نے پسند کر لیا ۔ اَصْطَفٰی کیا

اس نے (اپنے لئے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں) پسند کی ہیں ۔

۱۵۴:۳۷ == مَا لَکُمْ ۔ تم کو کیا ہو گیا ہے ۔ جیسے مَا لِهٰذَا الْکِتَابِ (۴۹:۱۸) یہ کیسی

کتاب ہے ؟ یَا وَ مَا لِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَا کُلُّ الطَّعَامِ وَ یَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ

(۷:۲۵) یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے !

== تَحْکُمُونَ ۔ مضارع جمع مذکر ۔ حُکْمٌ مصدر (باب نصر)

تم حکم کرتے ہو ۔ تم حکم لگاتے ہو ۔ تم فیصلہ کرتے ہو ۔ غائب سے مخاطب کی طرف التفات

ضمار زیادہ تو بیخ کے لئے ہے ۔

۱۵۵:۳۷ == اَفَلَا تَذْکُرُونَ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے وَ جملہ مقدرہ پر عطف کلیئے

ہے اِی تَلَا حَظُوْنَ ذٰلِکَ فَلَا تَذْکُرُوْنَ بَطْلَانَهُ ۔ تم اسے دیکھ بھی رہے ہو

پھر اس کے جھوٹ ہونے کو کیوں نہیں سمجھتے ۔ یعنی کیا تم غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ اللہ

اس بہتان سے پاک ہے ۔

تَذْکُرُونَ اصل میں تَتَذْکُرُونَ تھا (باب تفعّل) ایک تاء کو حذف

کیا گیا ہے ۔ تَذْکُرٌ سوچنا ۔ یاد کرنا ۔ نصیحت پکڑنا ۔ غور و فکر کرنا ۔

۱۵۶:۳۷ == اَمْ لَکُمْ سُلْطٰنٌ مُّبٰیْنٌ ۔ اَمْ بطور حرف انضراب استعمال ہوا ہے اِی

ای بل اَلْکَم حجة واصله نزلت من السماء بان الملائكة بناته تعا

بلکہ کیا تمہارے پاس کوئی آسمان سے نازل شدہ واضح دلیل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

پہلے فرمایا اَلرَّيْبُ الْبَنَاتُ وَ لَهُمُ الْبَنُوْنَ یہ صورت عقلاً طلال
فَإِدْعَاهُ: ہے لہذا ان کا یہ دعویٰ عقلاً باطل ہوا۔
 پھر فرمایا:-

أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنثًا وَ هُمْ شَاهِدُونَ ہ یہ صورت عینی شہادت کی
 ہے لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے لہذا یہ دعویٰ بھی باطل ٹھہرا۔
 تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:-

اس امر کی کوئی واضح دلیل کسی معتبر ہستی کی طرف سے ہو اور وہ معتبر ذات خداوند تعالیٰ کی
 ہو سکتی ہے۔ لہذا فرمایا کہ:-

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا دستاویزی ثبوت ہے تو پیش کرو۔
 أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبٰیِّنٌ ہ فَاتُّوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ
 ایسی کوئی کتاب بھی تو ان کے پاس نہیں ہے لہذا یہاں بھی وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں
 لہذا ان کا یہ دعویٰ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ہر لحاظ سے باطل ہے اور وہ
 محض ہٹ دھرمی اور جہالت کی بناء پر اس پر اڑے ہوئے ہیں۔

۱۵۷: ۳۷ = کِتٰبِکُمْ۔ تمہاری کتاب۔ تمہاری اپنی کتاب۔ مراد ایسی دستاویز جو کہ
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہو۔

۱۵۸: ۳۷ = جَعَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب؛ جَعَلَ مصدر (باب فتح) سے
 بمعنی بنانا۔ کرنا۔ ٹھہرانا۔ مقرر کرنا۔ انہوں نے ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے قرار دیا ہے۔ ضمیر
 قائل کا مزح کفار قریش ہیں!

= بَیِّنَہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے:
 = الْجَنَّةِ۔ یہ جَنَّ یَجْنُّ جَنًّا (باب نعر) سے مشتق ہے۔ جَنَّ بمعنی ڈھانپ لینا
 چھپا لینا۔ حواس سے پوشیدہ ہو جانا۔ الْجَنَّةُ۔ الْجَنِّ کی جمع ہے اور بمعنی مفعول
 مستعمل ہے۔ یعنی نظروں سے چھپا ہوا۔ پوشیدہ۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں:- لفظ جَنَّ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

۱۔ انسان کے مقابلہ میں ان تمام روحانیوں کو جَنَّ کہا جاتا ہے جو حواس سے مستور ہیں!

اس صورت میں جن کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے لہذا تمام فرشتے جن ہیں اور تمام جن فرشتے نہیں۔

۱ اسی اعتبار سے ابو صالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جن ہیں۔

۲ بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ جن روحانیوں کی ایک قسم ہیں۔ کیونکہ روحانیوں کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اخیار (نیک) اور یہ فرشتے ہیں۔

(۲) اشرار (بد) اور یہ شیاطین ہیں۔

(۳) اوساط۔ (درمیانی) جن میں بعض نیک اور بعض بد ہیں اور یہ جن ہیں۔ چنانچہ سورۃ الجن میں
وَإِنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ (۳: ۱-۱۴) اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں۔

یہاں الجنۃ سے کوئی مخلوق مراد ہے اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں لیکن بہتر قول یہی ہے کہ یہاں الجنۃ سے مراد الملائکہ ہیں اور جن کا لفظ اپنے لغوی مفہوم میں (پوشیدہ مخلوق) کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور نسب مراد قریش کا یہ اعتقاد ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

== نَسَبًا۔ اسم۔ قرابت دار۔ باپ کے رشتہ دار۔ یا محض قرابت، رشتہ۔ نِسْبَةُ
نُسْبَةٍ۔ باپ کی قرابت داری۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا۔ (۵۲: ۲۵) اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان والا (باپ کی طرف سے) اور سسرال والا (سسر کی طرف سے) بنایا۔ یعنی اس کے ددھیالی (دادا کے گھر کے) یا دادا کے خاندان کے) اور ننھیالی (نانا کے گھر یا نانا کے خاندان کے) رشتے بنائے۔

نَسَبٌ وَاحِدٌ النَّسَابُ جمع دوھیالی رشتہ دار۔ اسی سے مناسبت (باب مفاعلم) ایک جیسا ہونا۔ اور انتساب (افتعال) کسی سے اپنی نسبت کرنا۔

== وَلَقَدْ میں واؤ قسمیہ ہے لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے
وَلَقَدْ عَلِمْتِ الْجِنَّۃَ اِی وَاللّٰهُ لَقَدْ عَلِمَتْ الْجِنَّۃَ۔

== اِنَّهُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ان کفار کی طرف راجع ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

== لَمْ حَضَرُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے مَحْضَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔ مَحْضَرٌ

واحد۔ وہ لوگ جو حاضر لائے جائیں گے؛

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اور (کفار قریش نے) اللہ اور فرشتوں کے درمیان نسب کا رشتہ قرار دے رکھا ہے خدا کی قسم یہ فرشتے خوب جانتے ہیں کہ یہ (فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنے والے) لوگ (اللہ کے حضور) پیش کئے جانے والے ہیں (اپنے اس افتراء کی سزا پانے کے لئے)۔

آیت ۱۵۸ سے خطاب سے غیبت کی طرف التفات یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے
فائدہ ۵: کہ آیات ۱۵۶-۱۵۷ میں کئے گئے سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے
 لہذا ازراہ تو بیخ ان کو خطاب کے درجہ سے گرا دیا گیا ہے؛

۱۵۹: ۳۷ = سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ۵ اللہ کی ذات ان لغویات سے پاک ہے جو
 یہ بیان کرتے ہیں (کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں)
 یہ جملہ معترضہ ہے۔

۱۶۰: ۳۷ = إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۵ المحضون سے استثناء منقطع ہے
 ای ولكن المخلصون ناجون۔ لیکن اللہ کے برگزیدہ بندے (عذاب) سے بچے رہیں گے
 = 'الْمُخْلَصِينَ'۔ اخلاص سے اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ خالص کئے ہوئے، مخصوص لوگ
 چنے ہوئے بندے۔ برگزیدہ بندے۔ عِبَادَ اللَّهِ مضاف الیہ۔ الْمُخْلَصِينَ ان کی صفت
 ہے۔ عِبَادَ اللَّهِ میں مضاف منصوب ہے۔ کیونکہ مستثنیٰ منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔
 جیسے سَجَدَ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا إِبْلِيسَ۔

۱۶۱: ۳۷ = فَإِنَّكُمْ مِنْ جَزَائِهِ ۵ جواب شرط میں آیا ہے اور شرط محذوف ہے۔ ای
 اذاعلمتم هذا فَإِنَّكُمْ..... الخ جب تم یہ جانتے ہو کہ خدا کی ملائکہ سے رشتہ داری محفو
 افتراء ہے اور ایسا کہنے والے لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اور اللہ کے مخلص بندے
 محفوظ رکھے جائیں گے۔ تو (جان لو) کہ تم اور..... الخ

= وَمَا تَعْبُدُونَ - وَاَوْ عَطْفِیہ ہے اور مَا تَعْبُدُونَ معطوف ہے ضمیر بِاتَّكُمْ پر
 یعنی: پس تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

۱۶۲: ۳۷ = مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ۵ ما نافیہ ہے اَنْتُمْ سے مراد کفار اور ان کے
 معبودانِ باطل ہیں۔ عَلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے بِفَاتِنِينَ
 بارزائدہ ہے فَاتِنِينَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ فِتْنَةٌ مصدر واسم فعل فُتِنُوا

مصدر بہکانے والے۔ گمراہ کرنے والے۔ یہ جملہ اِنِّ (آیت ۱۶۱) کی خبر ہے۔
فَاِنَّكُمْ..... بِفَاتِنَيْنِ۔ پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو تم سارے (کسی کو)
اللہ کے معاملہ میں نہیں بہکا سکتے۔

فَاَيْدَا! اَنْتُمْ میں پھر صیغہ خطاب استعمال ہوا ہے یہ برسبیل تغلیب ہے جیسے
کہتے ہیں اَنْتَ وَزَيْدٌ تَخْرُجَانِ تو اور زید دونوں نکلوا گئے!
۱۶۳: ۳۷ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالٍ الْجَحِيْمِ۔ یہ فَاتِنَيْنِ کے مفعول مقدرہ سے استثناء مفرغ
ہے جس کا مستثنیٰ سنہ مذکور نہ ہو، صَالٍ صَلِيٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جس کے
معنی آگ میں پڑنا یا آگ میں جلنا۔ کے ہیں۔

صَالٍ اصل میں صَالِي تھا۔ ی آخر سے حذف ہو گئی ہے۔ مضاف ہے الجحیم
مضاف الیہ ہے۔ مگر (تم اور تمہارے معبودانِ باطل) صرف اسی کو دگمراہ کر سکتے ہو جو اللہ
کے علم میں (جہنم) رسید ہونے والا ہے۔

۱۶۴: ۳۷ = وَمَا مِّنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ سابقہ مضمون سے آیات ۱۶۴-۱۶۵
۱۶۶- کا ربط یہ ہے کہ اوپر ذکر ہو رہا تھا۔ کہ کفار مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار
دیتے تھے۔ حالانکہ وہ فرشتے از خود کہتے ہیں وَمَا مِّنَّا
صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:-

فہو من علامہ تعالیٰ لکنہ حکئی بلفظہم واصلہ و ما منہم الا لہ... الخ
اصل میں کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لیکن ان کی (فرشتوں کی) زبانی بیان کیا گیا ہے اصل
میں یہ اس طرح تھا۔ وَمَا مِنْهُمْ اِلَّا... اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر... الخ
ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ایک متعین مقام ہے (۱۶۴)

اور ہم (سب) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں (۱۶۵) تو جب ان کا یہ حال ہے تو وہ خدا کے
بیٹے یا بیٹیاں کیسے ہوئے؟ اور ہم سب (اللہ کی) تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں (۱۶۶)

مراد یہ ہے کہ فرشتے تو عبد محض اور محکوم خالص ہیں اپنی رائے سے کچھ بھی نہیں
کر سکتے۔ تو پھر وہ اللہ کی اولاد کیسی اور ان میں الوہیت اور معبودیت کی نشان کیسی؟

۱۶۵: ۳۷ = الصَّافُّونَ۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے اس کا واحد
صَافٌّ ہے۔ صَفٌّ مصدر جس کے معنی قطار باندھنے کے ہیں۔ بطور اسم بمعنی قطار
بھی مستعمل ہے۔

۱۶۶:۳۷ = الْمُسَاجِدُونَ : تَسْبِيحٌ (تفعلیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔
 تَسْبِيح پڑھنے والے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ کہنے والے۔ اللہ کی پاکی بیان کرنے والے
 اللہ کا ذکر کرنے والے۔

۱۶۷:۳۷ = إِنْ كَانُوا لَيَقُولُنَّ - إِنْ إِنْ سے مخفف ہے اور لام فارقہ ہے
 (تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۱۶۷:۳۷ - لَتُرَدِّينَ) تحقیق وہ کہا کرتے تھے (ضمیر فاعل کفار
 مکہ کی طرف راجع ہے یعنی یہ کفار مکہ بعثت نبوی سے قبل کہا کرتے تھے)

۱۶۸:۳۷ = ذِكْرًا۔ پند و نصائح کی کتاب، نصیحت، بیان، یہاں مراد کتاب منزل
 من اللہ ہے۔ اسی کتابا من جنس الكتب التي نزلت عليهم ومثلها في كونه من
 عند الله تعالى۔ یعنی پہلے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں انہیں اگر ایسی
 ہی کوئی کتاب ہمارے پاس بھی آئی ہوتی۔

قرآن مجید کو بھی کئی جگہ ذکر ہی کہا گیا ہے مثلاً إِنْ أَنْزَلْنَاهُ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَنُنَزِّلَنَّ
 لَكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ سَحَابًا مِمَّنْ يَنْزِلُ الْوَحْيُ (۱۵:۹) اس نصیحت نامہ (قرآن) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس
 کے محافظ ہیں۔

یہ تیسرے شرطیہ ہے اور اگلی آیت اس کی جزا ہے۔

۱۶۹:۳۷ = لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے عِبَادَ اللَّهِ
 مضاف مضاف الیہ مل کر گنا کی خبر۔ بوجہ خبر عِبَادَ منصوب ہے۔
 الْمُخْلَصِينَ اسم مفعول جمع مذکر عِبَادَ اللَّهِ کی صفت ہے۔ تو ہم اللہ کے خاص
 بندے ہوئے۔

۱۷۰:۳۷ = فَكْفَرُوا بِهِ فَنُصِيتُكَ كَافٍ جِيسَ آیت اِنْ اَصْرَبُ بِعَصَاكَ
 الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ (۲۶:۶۳) میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

۲۱ فَنَجَاءَهُمْ ذِكْرًا ذِكْرًا سِيدِ الْاَذْكَارِ وَكِتَابٍ مَهْمِينَ عَلَى سَائِرِ
 الْكُتُبِ وَالْاَخْبَارِ فَكْفَرُوا بِهِ۔ پس جب ان کے پاس وہ ذکر جو سید الاذکار کا ہے
 اور وہ کتاب جو مبدیہ کتب و اخبار کی نگران و مشاہدہ ہے ان کے پاس آئی تو انہوں نے
 اس کا انکار کر دیا۔ (جملہ جواب شرط ہے)

۲۲ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ اِی فسوف يعلمون عاقبتہ کفر ہم پس عنقریب
 ہی ان کے اپنے کفر کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۱۷۱:۳۷ = سَبَقْتُ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ سَبَقُ (باب ضرب) سے پہلے سے ہو چکی۔ پہلے سے ہی ٹھہر چکی۔

== کَلِمَتُنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہماری بات، ہمارا وعدہ۔ یہاں مراد وعدہ نصرت ہے وَلَقَدْ سَبَقْتُ کَلِمَتُنَا اور تحقیق ہمارا وعدہ نصرت اپنے مرسلین بندوں کے ساتھ، پہلے ہی ہو چکا ہے۔

اگلی دونوں آیات میں اس کلمہ کی (وعدہ کی) تعریف ہے یا کَلِمَتُنَا کا بدلہ عِبَادِنَا الْمُؤْسَلِّينَ۔ عِبَادُنَا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف ہمارے بندے الْمُؤْسَلِّينَ اِرْسَالًا (افعال) سے اسم مفعول جمع مذکر۔ صفت۔ ہمارے ارسال کردہ بندے۔ ہمارے مرسلین بندے۔

۱۷۲:۳۷ = اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔ بے شک ان کی ضرور مدد کی جائے گی۔ یا بے شک وہی غالب کئے جائیں گے۔

۱۷۳:۳۷ = اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ اِنَّ تحقیق کے لئے ہے جُنْدَنَا کے بعد هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (جو جُنْد کی طرف راجع ہے) لام ملکیت کے ساتھ لائی گئی ہے جو وعدہ اور تخصیص کے مفہوم پر دلالت ہے، یعنی بے شک صرف ہماری ہی فوج غالب آیا کرتی ہے۔

۱۷۴:۳۷ = تَوَلَّى - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوَلَّى تَفَعَّلٌ، مصدر سے عَنِ کے صلہ کے ساتھ۔ اس کا مطلب ہے تو منہ پھیر لے۔ تو اعراض کر، تو بھڑا۔ جب اس کا تعدیہ بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے اور والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے یہ۔

۱۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهُ مِنْهُمْ۔ (۵۱:۵) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہو گا۔

۲۔ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ (۱۱:۲۴) اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے۔

۳۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ۔ (۲۲:۴۷) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد کرنے لگو۔

== حَتَّىٰ حِينٍ - ایک مدت تک - ایک وقت تک - تھوڑے زمانہ تک -

ای الی مدۃ لیسیرۃ -

۱۷۵:۳۷ = اَبْصُرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ - تو ان کو دیکھتا رہ - سو غم قریب یہ بھی دیکھ لیں گے -

یعنی آپ ذرا انتظار فرمادیں اور دیکھیں جس دن ان کو عذاب آلیگا اور یہ بھی اس وقت دیکھ لیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے - حین سے مراد یوم بدر - یوم فتح مکہ - وقت الموت - یوم القیامت - ہو سکتا ہے -

۱۷۶:۳۷ = اَفْبَعَدَ اِبْنَا استِفْہَام تو بخنی ہے -

= یَسْتَعْجِلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - استعجال (استفعال) مصدر سے ، وہ جلدی چاہتے ہیں - وہ جلدی مانگتے ہیں - چاہ ہے ہیں جلدی آجاتے -

۱۷۷:۳۷ = سَاحَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ سَاحَةٌ سوح مادہ سے ہے صحن - کھلی جگہ - چوک - اس کی جمع سَاحٍ وُسُوحٌ وِسَاحَاتٌ ہے - ان کا صحن - فَاِذَا نَزَلَ لِسَاحَتِهِمْ - جب وہ (عذاب) ان کے گھر کے صحن میں آنازل ہوگا - یعنی ان کے روبرو آنازل ہوگا -

= فَسَاءَ ف تَرْتِیب کا ہے - سَاءَ یَسُوؤُ سَوَاءٌ..... الشَّئُ کسی چیز کا قبیح ہونا - بُرا ہونا -

صَبَاحٌ - صبح - دن کا ابتدائی حصہ ، مضاف الْمُنْذَرِیْنَ - اسم مفعول جمع مذکر جن کو ڈرایا گیا ہو - مضاف الیہ -

فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ - سو جن کو ڈرایا جا چکا ہے ان کی وہ صبح بہت بری

۱۷۸:۳۷ = ملاحظہ ہو ۱۷۴:۳۷ -

۱۷۹:۳۷ = ملاحظہ ہو ۱۷۵:۳۷ -

صاحب تفسیر ماجدی رقمطراز ہیں :-

مفسرین نے کہا ہے کہ - ابھی ابھی مضمون جو اوپر گزرا ہے وہاں اس کا تعلق غلبہ اہل حق سے تھا - اور یہاں اس کا تعلق عذاب اہل باطل سے ہے - اس لئے مضمون کی تکرار صرف مورتہ ہے معنی نہیں -

۱۸۰:۳۷ سُبْحَانَ - پاک ہے - یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح (یعنی پاک بیان کرنے کے) آتا ہے

اس کو نصب لازم ہے نیز اس کی مفرد کی طرف اضافت ضروری ہے مفرد خواہ اس میں ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللَّهِ یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (۳۲:۲) اس سے فعل کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔

== رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ بمعنی پروردگار۔ مالک، صاحب، یہاں بمعنی پروردگار ہے۔ رَبِّكَ موصوف اس کی صفت آگے آتی ہے۔ رَبِّ الْعِزَّةِ۔

== رَبِّ الْعِزَّةِ۔ مضاف مضاف الیہ صفت (رَبِّكَ موصوف)

یہاں رَبِّ مالک۔ صاحب۔ آیا ہے۔ الْعِزَّةِ بمعنی غلبہ۔ عزت، قوت۔

رَبِّ کی اضافت عزت کی طرف بتا رہی ہے کہ عزت اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے

== عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے مَا موصول ہے اور یَصِفُونَ اس کا صلہ ہے

== یَصِفُونَ جمع مذکر غائب مضارع۔ وَصَفٌ مصدر باب ضرب) وہ بیان کرتے ہیں۔ عَمَّا یَصِفُونَ۔ اللہ پاک ہے مشرکوں کی ان ناروا باتوں سے، جو وہ بیان کرتے ہیں

۱۸۱:۳۷ == وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ۔ اور سلامتی ہو سب رسولوں پر۔ (جو کفار کی انتہائی مخالفت اور حالات کی نامساعدت کے باوجود تبلیغ رسالت کے فرائض کا حق ادا کیا)

اور پھر جن پر حق تعالیٰ خود سلام بھیجیں۔ ان کا ہر ایک کے لئے واجب الاتباع ہونا ظاہر ہے

۱۸۲:۳۷ == وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ میں اَلِ استغراق کا ہے۔ یعنی ہر قسم کی

تعریف، ستائش صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔

فائدہ : حدیث شریف میں ہے :-

مَنْ قَالَ دُبْرَ كُلِّ صَلَاةٍ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَدْ أَكْتَالَ بِمِثَالِ الْآدَمِيِّ مِنَ الْأَجْرِ۔

یعنی جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ تین آیتیں تین بار پڑھیں گویا اس نے اجر کا بہت بڑا

پیمانہ بھر لیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۳۸) سُورَةُ ص مَكِّيَّة (۸۸)

۱:۳۸ = ص : حروف مقطعات میں سے ہے :

= وَالْقُرْآنِ - واو قسمیہ ہے - القرآن مقسم ہے -

= ذِي الذِّكْرِ - مضاف مضاف الیه مل کر القرآن کی صفت ہے -

ذی - یعنی والا - صاحب - اسم ہے - یہ اسمائے کثہ مکبرہ میں سے ہے - یعنی ان چھ اسموں میں سے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے مشکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان پر پیش کی حالت میں واو اور زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں ی آتی ہے جیسے ذُو ذَا - ذی - یہ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتے ہیں - اور اسم ظاہری کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی -

الذِّكْرِ - نصیحت - ذکر - پسند - بیان - ذِکْرٌ یَذْکُرُ کا مصدر ہے -

وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ - قسم ہے قرآن نصیحت والے کی - یہ جملہ قسمیہ ہے اس کا جواب مذبذوب ہے تقدیر کلام یوں ہے - وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ مَا الْاَمْرُ کَمَا تَقُولُ الْکُفَّارُ - قسم ہے قرآن نصیحت والے کی امر یوں نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں

۲:۳۸ = بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِيْ عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ بَلْ حُرِفَ اضْرَابُ هِی - عِزَّةٌ - عزت - غلبہ - زور - بزرگی - اقبال - عِزٌّ یُعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے -

کبھی عزت کے ذریعہ مدح کی جاتی ہے جیسے رَبُّ الْعِزَّةِ (۱۸۰: ۲۴) صاحب عزت و قدرت یا فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (۱۳۹: ۴) سو عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے کبھی اس کے ذریعہ مذمت بھی ہوتی ہے مثلاً آیہ نہا - جہاں عزت بطور گھمنڈ و تکبر مراد ہے - اسی

طرح ملاحظہ ہو۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ (۲۶: ۲۰۶) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے نخواست گناہ پر (اور زیادہ) آمادہ کر دیتی ہے شِقَاقٍ - ضد - مخالفت - باب مفاعله کا مصدر ہے -

مطلب یہ ہے کہ :-

قسم ہے قرآن نصیحت والے کی (بات یوں نہیں جیسا یہ کفار کہہ رہے ہیں) بلکہ (خود) یہ کافر تعصب اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳۸: ۳ = كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قُرُونٍ - اِی كم من قرون اهلکنا من قبلهم - كم کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے :-

۱۔ استقام کے لئے - کتنی مدت - کتنی تعداد - اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے مثلاً كَمْ دُرْهَمًا کتنے درہم -

۲۔ خبریہ - جو مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے - اس کی تمیز ہمیشہ محذوف ہوتی ہے مثلاً كَمْ شَيْءٍ تَرَكْتُ فِي الْبَيْتِ - میں نے گھر میں بہت ساری چیزیں چیزیں چھوڑیں -

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسا کہ آیت نہا میں - كَمْ مِنْ قُرُونٍ بہت سی امتوں کو - کتنی ہی امتوں کو - قُرُونِ زمانہ - ایک ہی زمانے کے آدمی - وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو - ایک زمانے کے لوگ - ان سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں = نَادُوا مَاضِيَ جمع مذکر غائب نادی مادہ سے باب مفاعله - نَادَى يُنَادِیْ مُنَادًا لَا وَنِدَاءً پکارنا - فَنَادُوا سوا انہوں نے (عذاب کے وقت فریاد رسی کے لئے بڑا) پکارا -

= وَلَاتِ حِينٍ مِّنَاصٍ - واؤ حالیہ ہے اور مجلہ حالیہ - لَاتِ حِينٍ مِّنَاصٍ میں نحو یوں کے مختلف اقوال ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ لَاتِ میں لَا لَئِنْ کے مشابہ نداء تانیث تاکید کے لئے بڑھادی گئی ہے - لَا کے بعد تار بڑھانے سے لَا کا حکم بدل گیا - اور خاص طور پر اس کا داخلہ وقت پر ہونے لگا اور اسم اور خبر میں سے ایک کا حذف کرنا ضروری ہو گیا خلیل اور سیبویہ کے نزدیک یہاں اسم محذوف ہے اِی لیس الحین حین مِّنَاصٍ اور وہ وقت پنج نکلنے کا وقت نہ تھا - اس میں الحین اسم محذوف ہے اور حین مِّنَاصٍ خبر ہے -

== حِينَ - وقت - زمانہ - مدت - مضاف

== مَنَاصٍ - مادہ نوصی، اجوف واوی۔ باب نصر۔ سے مصدر میمی ہے۔ اور یہ اسم ظرف مکان بھی ہے۔ جائے فرار۔ پناہ گاہ۔ نَاصٌ يَنْوُصُ كَوْصَادٍ مَنَاصٍ وَمَنِيصٍ

— عَنْ قَرْنِهِ اپنے مقابل سے سہاگنا یا بچنا۔

۴:۳۸ == مُنْذِرٌ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعال) سے ڈرانے والا۔

ہم ضمیر جمع مذکر غائب جاءہم اور منہم میں کفار مکہ کی طرف راجع ہو سکتی ہے کیونکہ عَجَبُوا میں ضمیر فاعل بھی کفار کے لئے ہے لیکن یہ جنس بشر کے لئے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ کسی بنی کا جنس بشر سے ہونا ان کے نزدیک بعید از فہم تھا۔ اس لئے ان کو حیرت تھی کہ یہ ڈرائیوالا ان میں سے یا جنس بشر میں سے کیسے ہو سکتا ہے ؟

== سَاحِرٌ كَذَّابٌ : معطوف علیہ ومعطوف واو عطف محذوف، ساحر ہے اور بڑا جھوٹا کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۵:۲۸ == اَجْعَلْ سِمْوَہَ اسْتِفْہَامِہ ہے یہ سوال بطور تعجب ہے۔

اَجْعَلْ اِلٰہَۃً اِلٰہًا وَّاحِدًا ۱۔ کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

» پیغمبر حق کا اصلی جرم ان کج فہموں کے نزدیک یہی تلقینِ توحید تھی۔ وہ کہتے تھے کہ عالم میں قدم قدم پر تو تنوع، تعدد کا اختلاف ہے اس کثرت کا مصدر وحدت کو فرض ہی کیسے کیا جاسکتا ہے؟ رات الگ ہے دن الگ ہے آگ اور شے ہے پانی اور زمین الگ مخلوق ہے۔ آسمان الگ، ان میں سے ہر ایک کے کاروبار کے لئے ایک مستقل حاکم، متصرف فرماں روا کی ضرورت ہے اور یہی دیوی دیوتا ہیں۔ سب کو مٹا کر صرف ایک مؤثر حقیقی و فاعل اصلی کو ماننے کے کوئی معنی ہی نہیں،

== شَئٍ عَجَابٍ - موصوف و صفت۔ عَجَابٌ سے فُعَالٌ کے وزن پر

مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عجیب، اچھے کی بات۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ نہ

وہ انوکھی بات جس کی نظیر ہو عجیب کہلاتی ہے اور بے نظیر ہو تو اُس کو عَجَاب کہتے ہیں۔

آیت نذا اور اگلی آیت کو سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر ذہن میں رکھنا ضروری فائدہ: بے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے تو قریش کو آپ کا مسلمان

ہو جانا بڑا شاق گذرا۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کی ایک جماعت کو جو تعداد میں پچیس تھے جمع کر کے کہا کہ چلو ابوطالب کے پاس چلیں۔ حسب مشورہ سب لوگ ابوطالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ سردار ہیں اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی حرکتوں سے واقف ہیں آپ ہمارا اپنے بھتیجے سے تصفیہ کرادیں۔ ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ اور کہا۔

میرے بھتیجے یہ تمہاری قوم والے تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں تم اپنی رائے بالکل ہی ان کے خلاف نہ کر لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ قریش نے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دو، اور ہم تم کو تمہارے معبود سے نہیں روکیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرتے ہو جس کی وجہ سے تم عرب کے حاکم بن جاؤ گے۔ اور عجمی بھی تمہارے فرمانبردار بن جائیں گے۔ ابو جہل بولا۔ اگر ایسی بات تو ہم ایک نہیں اس جیسی دس باتیں مان لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چلنے لگے اَجْعَلْ الْاِلٰهَةَ مَا اَنْزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا۔

۶:۳۸ = اِنْطَلَقَ مَاضِيًّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ (صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے) وہ چل کھڑا ہوا۔ اِنْطِلَاقٌ (انفعال) مصدر سے جس کے معنی چھوڑ کر چل کھڑے ہونے کے ہیں۔

= مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تَعْيِضِیۃ ہے هُمُ ضمیر جمع مَذْكَرٌ غَائِبٌ و ف د کے ممبران کی طرف راجع ہے ان میں سے کئی سرداران چل کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے کہ) چلو اور اپنے دیوتاؤں پر قائم رہو۔ = اِمْشَوْا۔ امر جمع مَذْكَرٌ حَاضِرٌ مَشًّی (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی چلنے کے ہیں چلو۔

= اِصْبِرْ وَاَعْلٰی۔ امر کا صیغہ جمع مَذْكَرٌ حَاضِرٌ صَبْرٌ مصدر باب ضرب سے جس کے معنی صبر کرنا کے ہیں۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ معنی ہوں گے استقلال سے قائم رہو = شَئْیٌ یُّرَادُ۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ مضارع بھول واحد مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِرَادَةٌ (افعال) سے مصدر۔ شَئْیٌ یُّرَادُ ایسی شے جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔ مقصود۔ مُرَاد (بے شک اس میں کوئی خاص امر مقصود ہے)

۷:۳۸ = اَلْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ موصوف و صفت۔ پچھلا مذہب، پچھلا دین۔

اس سے مراد ان کا آبائی مذہب بھی ہو سکتا ہے اور عیسائیت بھی = اِنْ هٰذَا اِلَّا اَخْتِلَاقٌ۔ اِنْ نافیہ ہے۔ هٰذَا یعنی دین توحید۔ اِخْتِلَاقٌ

بروزن افتعال مصدر ہے بمعنی افترا۔ بہتان طرازی۔ من گھڑت بات۔ خلق مادہ۔ ہے
 ۳۸: ۸ = عَلَیْہِ۔ میں لا ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع
 = الذِّکْرُ۔ ای القرآن۔ ہند نامہ۔ نصیحت نامہ۔ ذِکْرِی۔ میری وحی۔ لَمَّا بمعنی لَمَّا
 ہے ای لَمَّا یَذُوقُوا۔ عَذَابٍ: ای عَذَابِی۔ (انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ
 چکھا ہی نہیں)

آیت نہا میں بَلْ دود استعمال ہوا ہے اور دونوں صورتوں میں بطور اضراب
 آیا ہے۔ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي میں اس بات سے اعراض ہے جو حملہ ماقبل
 نَزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِّنْ بَيْنِنَا میں پائی جاتی ہے یعنی حسد۔ سردارانِ قریش حسد
 یہ کہتے تھے کہ خدا نے اگر کوئی کلام نازل کرنا ہی تھا۔ تو سارے عرب اور مکہ و طائف میں اس
 آپ جناب کو کیوں منتخب کر لیا۔ جن کے پاس نہ مال و زر ہے نہ کوئی یار و مددگار۔ ان میں سے ہی
 کسی سردار کو کیوں نہ چُن لیا۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

(۳۱: ۴۲) اور کہتے ہیں کیوں نہ اُترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں میں سے۔

بَلْ کے استعمال سے پہلے امر کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی
 نہ صرف یہ حسد کے شکار ہیں بلکہ مزید برآں اس کلام کو منزل من اللہ ہونے پر بھی شک کرتے ہیں
 دوسرے بَلْ کو بھی اسی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بَلْ لَمَّا يَذُوقُوا عَذَابٍ یعنی
 حسد اور شک کو بحال رکھتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کے انکار کی یقینی بنیاد عذابِ الہی سے
 بے خبری ہے محض حسد اور شک ہی نہیں۔ جب وہ اس عذاب کا مزہ چکھیں گے تو حسد اور
 کینہ کے جذبات اور تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔ مگر بے سود۔

بعض علماء کے نزدیک بَلْ دونوں حملوں میں ابتدائیہ ہے۔ اضراب و
 اعراض کے لئے نہیں پہلا حملہ کافروں کے کلام کا جواب ہے اور دوسرا حملہ پہلے حملہ کی تاکید ہے

= اَمْعِنْدَهُمْ..... الْوَهَّابُ: یہ حملہ سالمۃء اُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِّنْ

بَيْنِنَا کے مقابلہ میں ہے یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہم سب میں سے اس پر قرآن کیوں اتارا گیا ہے
 (تو یہ بتائیں) کیا ان لوگوں کے قبضہ میں آپ کے فیاض غالبِ کل پروردگار کی رحمت کے
 خزانے ہیں (کہ جس کو یہ چاہیں دیں اور جس کو نہ دینا چاہیں نہ دیں)

یہاں اُم منقطعہ مقدرہ بہ بَلْ والہمزۃ الاستفہام آیا ہے ای بَلْ اَيُمْكِلُونَ خَزَائِنَ

۹:۳۸ وَخَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ تَرْكِبُ امانی ہے۔ تیرے رب کی رحمت کے خزانے۔
 رب کی اضافت واحد مذکر حاضر۔ (حضرت رسول کریم کی طرف) شرف و لطف الہی کی مظہر ہے
 = الْعَزِيزُ۔ زبردست، غالب، قوی۔ عِزَّةٌ سے فاعل کے وزن پر بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ
 کا صیغہ ہے۔ الْوَهَّابُ۔ وَهَبٌ وَهْبَةً مصدر۔ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
 بہت عطا کرنے والا۔ دونوں سَرَبَتِک کی صفت ہیں۔

رَحْمَةُ رَبِّكَ تَعَالٰی ویتصرفون فیہا حسبما یشاءون (ملکہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے
 خزانے ان کی ملکیت ہیں کہ جیسے چاہیں تصرف میں لادیں)

یہاں اضراب کے ساتھ استفہام انکاری بھی شامل ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید میں اور
 جگہ ہے:-

اَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ ۝ (۳۹:۵۲) اِیْ بَلْ اَلَهُ الْبَنَاتُ
 وَلَكُمْ الْبَنُونَ۔

۱۰:۳۸ = اَمْ لَهُمْ۔ یہاں بھی اَمْ مثل اَمْ مذکورہ بالا کے ہے اِیْ بَلْ
 اَلَهُمْ۔ آیت ۹ میں رحمت کے خزانوں کا ذکر تھا۔ جسے مراد بنوت و رسالت کا
 نعمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمت رُو حانی ہے۔

اب اس آیت میں رحمت رب کے ایک ادنیٰ جز یعنی عالم مادی کا ذکر ہے یعنی
 روحانی نعمتوں کا ان کی ملکیت میں ہونا تو کجا ان کو تو اللہ کی ادنیٰ سی نعمت ارض و سما
 کے امور پر بھی تصرف حاصل نہیں۔

= فَلْيَرْتَقُوا فِي السَّابِطِ: یہ جملہ جواب شرط میں ہے اور شرط محذوف ہے
 اِیْ اِنْ كَانَ لَهُمْ مَا ذَكَرُوا مِنَ الْمَلِكِ فَلْيَصْعَدُوا فِي الْمَعَارِجِ وَ
 الْمَنَاهِجِ الَّذِي يَتَوَصَّلُ بِهَا اِلَى السَّمَوَاتِ فَلْيَدْبُرُوْهَا وَلْيَصْرِفُوْا
 فِيْهَا فَاِنَّهُمْ لَا طَرِيقَ لَهُمْ اِلٰی تَدْبِيرِهَا وَالتَّصْرِيفِ فِيْهَا۔

اگر ارض و سما اور مابین کے امور پر ان کا کوئی عمل دخل ہے تو سیڑھیاں لگا کر
 آسمانوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ان امور کا انتظام چلائیں اور ان میں اپنی مرضی
 کے مطابق تصرف کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہے ان امور میں تصرف و تدبیر کا ان کو ہرگز کوئی اختیار
 نہیں ہے۔

فَ جَوَابِ شَرْطِ كَلِّ لَمْ يَكُنْ لِيَزِيدُوا اَمْرًا صَغِيرًا مَذْكُورًا غَائِبًا، اِرْتِقَاءً (اِفْتَعَالًا) سے مصدر۔ تو ان کو چڑھ جانا چاہئے شَرَقِيٌّ (تَفَعُّلٌ) زَيْنِ زَيْنِہ چڑھنا۔
 = اَسْبَابُ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ سَبَبٌ اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے درخت پر چڑھا جاتا ہے اس مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا کہ جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔

فَلْيَزِيدُوا فِي السَّبَابِ تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں (یہ زبرد تو بیخ کے طور پر کہا گیا ہے اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسا کرنے سے عاجز ہیں)
 ۳۸: ۱۱ = جُنْدٌ مَّا۔ اِیْ هُمْ جُنْدٌ..... مَا تَقْلِيلٌ وَتَحْقِيرٌ كَلِّ لَمْ يَكُنْ جیسے کہ کہتے ہیں اَكَلْتُ شَيْئًا مَّا میں نے تھوڑا سا کھایا۔ جُنْدٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے
 = هُنَالِكَ۔ ظرف مکان و زمان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔ یہاں مراد بعض کے نزدیک مکہ ہے اور بعض نے اس سے بدر مراد لیا ہے۔

= مَهْزُومٌ اسم مفعول واحد مذکر هَزَمَ دِیَابِ ضرب مصدر سے، شکست خوردہ
 = اَلْاَحْزَابُ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ قبیلے۔ عبارت یوں ہوگی۔

هُمْ جُنْدٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ مَهْزُومٌ هُنَالِكَ یہ کفار کی ایک حقیر سی جات ہے (جو انبیاء کے مخالف، مختلف قبیلوں سے جمع کردہ شدہ) ہے جسے وہاں (بمقام بدر یا مکہ) شکست دی جائے گی!

۳۸: ۱۲ = قَبْلَهُمْ میں ضمیر ہُمْ جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔
 = ذُو الْاَوْتَارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سینوں والا۔ وَشَدُّ کی جمع ہے، فرعون کا لقب تھا
 ۳۸: ۱۳ = وَثَمُودَ میں وَاَوْعَظَ کا ہے اِیْ وَكَذَّبَتْ ثَمُودُ۔

= اَصْحَبُ الْاَيْكَةِ۔ جنگل کے پہنے والے۔ ایکہ کے لوگ، وہ قوم جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔

= اُولَئِكَ الْاَحْزَابُ۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اَلْاَحْزَابُ میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی احزاب جن کا ذکر آیت جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ میں کر دیا گیا ہے۔

یہ سب لوگ پیغمبروں کے خلاف اپنے اپنے زمانہ میں جیتھ بند ہو گئے تھے۔ رسول

فَاقَ الْمَرِيضُ . جب مریض بیماری سے صحت کی طرف رجوع کرے۔ اسی بنا پر بعض نے تغیر افاقہ اور استراحت سے کی ہے۔

اگر فَوَاق (فاء کے ضمہ ساتھ) ہو تو اس کا معنی وہ وقفہ ہے جو دو دفعہ دودھ دہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ دہنے والا ایک مرتبہ دودھ دودھ لیتا ہے پھر بچے کو پینے کے لئے چھوڑ دیتا ہے بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتر آتا ہے تو پھر دہنے والا بچے کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ لیتا ہے۔ اس درمیانی وقفے کا نام فَوَاق ہے۔

یہاں مراد سکون افاقہ۔ آرام ہے۔ یعنی جب یہ صور بھونکا جائے گا تو اس میں دم لینے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔

۳۸: ۱۶ = قَالُوا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع وہی کفار قریش ہیں جن کے لئے اوپر هُوَ لَدَر استعمال ہوا ہے۔ اِی قَالُوا بطریق الاستحضار والسخریۃ محول اور ٹھٹھا کے طور پر کہتے ہیں۔

= عَجِلْ لَنَا۔ عَجِلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تَعَجَّلْ (تفعیل) مصدر ہے تو جلدی کر جائے لئے۔ تو ہمیں جلدی دیدے۔

= قَطَّنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قِطًّا اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عرض میں کاٹا گیا ہو۔ جیسے قِطُّ اس چیز کو کہتے ہیں جو طول میں کاٹی گئی ہو پھر جدا کردہ حصہ کو بھی قِطُّ کہنے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہاں حصہ ہی مراد ہے یعنی ہمارا حصہ ہم کو جلدی دیدے۔ بعض کے نزدیک حصہ سے مراد عذاب کا حصہ ہے (یعنی کافراستہزاء کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کے جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے وہ ہمیں ابھی دے دیا جائے کہ ہم دیکھیں تو سہی کہ ہے بھی کہ نہیں)

اور بعض نے اس سے حصہ جنت مراد لیا ہے (یعنی کافر یہ کہتے کہ قیامت میں جنت و دوزخ کا بار بار ذکر کیا جا رہا ہے ہمیں تو جنت کا حصہ جو ملنا ہے یہاں ہی مل جائے تاکہ ہم اپنی اس زندگی میں ہی اس کا حظ اٹھالیں۔

= یَوْمَ الْحِسَابِ : روز قیامت۔

۳۸: ۱۷ = ذَالِیْدٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بہت ہاتھوں والا۔ مراد بہت طاقتور بڑا قوی۔ حالت نصب میں ہے بوجہ ذَاوَد کی صفت ہونے کے۔ ذَاوَد منصوب بوجہ

بوجہ عِبْدَ نَا میں عِبْدَ کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے اور عِبْدَ نَا منصوب بوجہ اُذْکُرْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور دَاوُدَ بوجہ عجیت اور معرفت ہونے کے غیر منفرد ہے
 = اَوَابٌ، بہت رجوع کرنے والا۔ بہت تسبیح خوان۔

اَوْبٌ سے بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۱۸:۳۸ = سَخَرْنَا مَا ضَىٰ جَمْع مُتَكَلِّمٍ تَسْخِيْرٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ہم نے تابع کر دیا۔
 ہم نے بس میں کر دیا۔

= مَعَهُ يُسَبِّحُنَ ۱۰ یُسَبِّحُنَ مَعَهُ یعنی حضرت داؤد کے ساتھ اور ان کی موافقت و متابعت میں پہاڑ بھی تسبیح پڑھتے تھے۔

= الْعَشِيَّ۔ زوال آفتاب سے صلوٰۃ فجر تک کا وقت۔ شام۔ الْعِشَاءُ۔ رتوندی تاریکی۔ جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے رَجُلٌ اَعَشِيَ جے رتوندی کی بیماری ہو۔ اس کی مَوْنَشَ عَشَوَاءُ آتی ہے۔ عَشِيٌّ عَنْ كَذَا۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کر لینا۔ اندھا ہونا قرآن مجید میں ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (۴۳:۳۶) اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے۔

= الْاِشْرَاقِ۔ کا معنی ہے روشنی کی چمک کا انتہا کو پہنچ جانا۔ یہاں معنی صبح ہے ای وقت الا شراق۔

مَعَهُ يُسَبِّحُنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۱۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ وہ (یعنی پہاڑ) اس کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔

۱۹:۳۸ = وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً۔ وَاَوْعَاطِفَہِے اِی وَ سَخَرْنَا الطَّيْرَ مَحْشُورَةً۔ اور ہم نے (اسی طرح) پرندوں کو (بھی ان کا مطیع کر دیا تھا) جو جمع ہو جاتے تھے (ان کے ہمراہ)

مَحْشُورَةً اسم مفعول واحد مَوْنَشَ مصدر۔ قرار گاہ سے نکال کر کہیں جمع کی ہوئی جماعت۔ ہر طرف سے آپ کے گرد جمع ہو جانے والے۔ اِی مَحْشُورَةً اِلَیْہِ من کل جانب۔

= کُلٌّ یعنی پہاڑ اور پرندے سب کے سب۔

= لَہُ میں لام تعلیل کا ہے۔ اور ہُ ضمیر واحد مذکر غائب کا مزج داؤد علیہ السلام ہے اِی کل واحد من الجبال والطیر لا جل تسبیحہ رجاء الی التسبیح۔

یعنی پہاڑوں اور پرندوں میں سے ہر ایک حضرت داؤد کی تسبیح خوانی کے باعث رجوع کرتا تھا۔
 ۲۸+۲۸ = شَدُّ دَنَا ماضی جمع متکلم ہم نے توت دی۔ ہم نے مضبوط کیا۔ شَدُّ باب
 ضرب و نحر سے مصدر۔ جس کے معنی مضبوط باندھنے کے ہیں جیسے فَشَدُّوا الْوُثَاقَ (۴۱:۴۱)
 تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوط باندھ کر قید کر لو۔

شَدُّ يَدٌ سَخَتْ - مضبوط - مستحکم - پکا۔

= وَفَصَّلَ الْخِطَابَ دَاوُدُ عَا طِفْہے (مضاف مضاف الیہ مل کر) فعل محذوف
 اَتَيْنَاهُ کا مفعول۔ اور ہم نے اس کو فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ عطا کیا۔ دو فریقین کے
 مابین صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت۔

مولانا شبّار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں
 (۱) لغوی نے حضرت علیؑ کا قول نقل کیا ہے کہ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى
 مَنْ اُنْكَرَ (مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعی علیہ
 سے حلف لیا جائے) یہ ضابطہ تمام جھگڑوں کو طے کر دیتا ہے فریقین کی بات ہی ختم
 ہو جاتی ہے۔

۱۲۔ فصل الخطاب سے مراد بصیرت فیصلہ۔ ابن مسعود۔ حسن۔ کلبی۔ مقاتل۔

۳۔ واضح کلام مراد ہے یعنی ایسا کلام جس سے مقصد واضح ہو جائے۔ مخاطب کو مطلب
 سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ ہے۔ ابن عباس رض

۳۸: ۲۱ = هَلْ - استفہامیہ ہے۔ تعجب تشوئۃ الی السماع کے لئے ہے۔ جب
 کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام
 سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر واقعہ کو سننے اور عبرت حاصل
 کرے۔

= اَشْكُ - اَتی ماضی۔ واحد مذکر غائب لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے پاس
 آئی (خبر)

= نَبَأُ الْخَصْمِ - مضاف مضاف الیہ۔ نَبَأُ خبر۔

الْخَصْمِ مصدر ہے اسی لئے اس کا اطلاق اکیٹ، دوئم اور زیادہ پر بھی ہوتا ہے
 یہاں مراد دو جھگڑنے والے ہیں۔ اس کے جمع کی ضمیر خصم کی طرف راجع کی گئی ہے۔
 دو کی طرف جمع کی ضمیر راجع کرنا عربی زبان میں درست ہے جیسے قرآن مجید میں اور جگہ

ایا ہے اِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ (۴:۶۶) اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں۔ اس میں جمع کی (قلوب کی) اضافت تشبیہ کی طرف کو گئی ہے۔

جملہ وَ هَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصِمِ کا عطف اِنَّا سَخَرْنَا.... پر ہے۔ اور یہ عطف القصة علی القصة کے قبیل سے ہے بعض کے نزدیک اس کا عطف اذکور پر ہے۔

== اِذْ: جب۔ اس کا تعلق الخصم کے مضاف سے ہے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی!

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ تَحَاكِمِ الْخَصِمِ اور کیا آپ کو دو مخالف فریق کا باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے حاکم کے پاس لے جانے کا قصہ معلوم ہے؟
== تَسَوَّرُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَسَوَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ جس کے معنی دیوار پر چڑھنے اور بلندی سے کودنے کے ہیں۔ سَوَّرٌ وہ دیوار جو کسی عمارت کے ارد گرد یا شہر کے ارد گرد بلند حفاظت کے لئے بنائی جائے، شہر پناہ۔ فصیل، یہاں مراد وہ دیوار جو محراب کے ارد گرد حفاظت کے لئے بنائی ہوئی تھی۔

== الْمِحْرَابِ اسم مفرد۔ محراب جمع۔ بالافانہ۔ کمرہ۔ یہاں مراد عبادت خانہ۔ کمرہ
۲۲:۲۸ = اِذْ۔ یہ اِذْ مذکورہ آیت نمبر ۲۱ کا بدل ہے۔

== فَفَزِعَ۔ ف سببیہ ہے فَزِعَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَزَعٌ مصدر باب سماع مصدر سے۔ وہ ڈر گیا۔ وہ گھبرا گیا۔

== لَا تَخَفْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مت ڈر۔ خوف نہ کھا۔ گھبراؤ مت۔

== خَصْمَيْنِ۔ خبر مبتدا محذوف۔ اِی نَحْنُ خَصْمَانِ۔ ہم دو فریق معاملہ ہیں۔

== بَغَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ بَغَى مصدر (باب ضرب) اس نے زیادتی کی اس نے سرکشی کی۔ بَغَى بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ۔ اس جملہ کی بنا، فرض و تسلیم پر ہے اور توضیح مقصود ہے۔ یعنی ہم دونوں مدعی مدعا علیہ فریقین مقدمہ ہیں تو ضرور ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے (تفسیر منطبری)

== فَاحْكُمْ۔ اُحْكَمْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو حکم کر، تو فیصلہ کر۔ حُكْمٌ باب نصر مصدر سے۔

== وَلَا تَشْطِطُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِشْطَاطُ (افعال) مصدر سے۔

جس کے معنی ظلم کرنے، حد سے بڑھنے اور بات کو دور کرنے کے ہیں۔ تو زیادتی نہ کر، تو بے انصافی نہ کر۔ شَطَّ النَّهْرُ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔

== سَوَاءُ الصِّرَاطِ۔ سواء مصدر بمعنی مستوی ہے یعنی وسطِ راہ۔ نہ ادھر نہ اُدھر۔
سواء کی اضافت صراط کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے سواء صفت ہے اور الصراط موصوف۔

فَإِدَّةٌ: تَسَوَّرُوا۔ دَخَلُوا۔ مِنْهُمْ۔ قَالُوا میں جمع کی ضمیر الخضم کی طرف راجع ہے۔ جس کا اطلاق ایک یا دو یا زیادہ کی طرف بھی ہوتا ہے

۲۳:۲۸ = نَعَجَةٌ واحد نِعَاجٌ جمع۔ دہیاں۔ واحد دہی۔
== أَكْفَلْنِيهَا۔ أَكْفَلُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ أَكْفَالٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی کفیل بنانا۔ دوسرے کا حصہ قرار دینا کے ہیں۔ یعنی اس کو میرا حصہ قرار دیدے، مجھے اس کا کفیل بنا دے۔ ن وقایہ می ضمیر متکلم کی ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب نَعَجَةٌ کی طرف راجع ہے اس دہی کو میرا حصہ قرار دیدے یا اس دہی کا مجھے کفیل بنا دے۔

== عَزَّنِي عَزَّ ماضی واحد مذکر غائب عَزَّ بِاب ضرب سے مصدر۔ غلبہ کرنا۔ زبردستی کرنا
ن وقایہ اور سی ضمیر واحد متکلم کی اس نے مجھ سے زبردستی کی اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا۔ عَزَّنِي فِي الْخُطَابِ۔ اس نے مجھ پر گفتگو میں دباؤ ڈالا۔

۲۴:۲۸ = الْخُلَطَاءِ۔ خَلِيطٌ کی جمع شرکاء شریک،
== يَبْغِي مَضَارِعَ واحد مذکر غائب۔ بَغَى (باب ضرب) مصدر سے، وہ زیادتی کرتا ہے۔ وہ ظلم کرتا ہے۔

== قَلِيلٌ مَّا هُمْ۔ قَلِيلٌ خبر مقدم هُمْ مبتدأ مؤخر۔ مَا زائدہ۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ قَلِيلٌ کی تشکیہ اور ما کی زیادتی سے مبالغہ کے معنی مقصود ہیں!
== فَتَنَهُ۔ فَتَنًا ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ باب ضرب سے مصدر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کی آزمائش کی، ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا۔ ضمیر جمع متکلم رب کے لئے ہے۔

== خَرَّ ماضی واحد مذکر غائب خَرَّ (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی چیز کا اوپر سے اس طرح گرنے کے ہیں کہ اس کے گرنے سے خویہ (پانی کی روانی، ہوا کا

سنانہ کی آواز پیدا ہو۔ وہ گر پڑا۔

== رَاكِعًا اِی مُصَلِّيًا خَرَّ کاحال ہے۔ رکوع سے مراد یہاں صلوٰۃ استغفار
خَرَّ رَاكِعًا اِی مُصَلِّيًا نماز پڑھتے ہوئے (سجدہ میں) گر پڑے ایک شاعر کا شعر ہے :
فَخَرَّ عَلٰی وَجْهِهِ رَاكِعًا وَتَابَ اِلٰی اللّٰهِ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
وہ سجدہ میں گرا در آں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔

یا رَاكِعًا سے مراد ساجد ۱ ہے یا یہ اپنے اصلی معنوں میں ہے۔ التَّوَكُّنُ کے
اصلی معنی اخنار یعنی تھک جانے کے ہیں اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں رکوع اور سجود الگ الگ استعمال ہوتے ہیں مثلاً یَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا (۲۲: ۷۷) لے تو منور رکوع کرو اور سجدہ کرو،
یَا الْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكْعِ السُّجُوْدِ۔ (۱۵۲: ۲) مبی وروں اور رکوع اور سجدہ کرنے
والوں کے لئے۔ یَا التَّارَکِعُونَ وَالتَّسْجِدُونَ (۱۱۲: ۹) رکوع کرنے والے اور سجدہ
کرنے والے۔ اس لحاظ سے خَرَّ رَاكِعًا کا ترجمہ ہو گا۔ وہ رکوع میں گر پڑے یا تھک پڑے
== اَنَابَ : ماضی واحد مذکر غائب وہ رجوع ہوا۔ اِنَابَةٌ (افعال)۔ اِلٰی متوجہ
ہونا۔ رجوع ہونا۔ یہاں اَنَابَ سے مراد اَنَابَ اِلٰی اللّٰهِ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوئے
(توبہ کے لئے)

۳۸: ۲۵ == فَغَفَرْنَا لَهُ ذٰلِكَ اِی مَا ۱ استغفرنا منہ جس کی اس نے ہم سے معافی
مانگی ہم نے معاف کر دیا۔

== وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا۔ اِی وَاِنَّ لَهٗ بَعْدَ الْمَغْفِرَةِ اور بے شک ہماری اس
معافی کے بعد ہمارے ہاں (ان کے لئے) قُرْبٍ خاص ہے ۲ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع
داؤد ہے۔

== زُلْفٰی۔ درجہ۔ مرتبہ۔ قرب، مصدر ہے جیسے قُرْبٰی مصدر ہے۔ زُلْفٰی کے
وہی معنی ہیں جو زُلْفَتَہ کے ہیں۔ پاس۔ قربت۔ درجہ۔ منزلت۔ بوصف مصدر یہ
مذکر مؤنث واحد۔ ثننیہ، جمع سب کو مشتمل ہے۔

== حُسْنٌ مَّآبٍ۔ حُسْنٌ مصدر ہے حُسْنٌ یَحْسُنُ (کرم) کا مصدر ہے۔
یعنی اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ حُسْنٌ مَّآبٍ مضاف مضاف الیہ حُسْنٌ کی اضافت
مَّآبٍ کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے حُسْنٌ صفت ہے

اور مآب موصوف عمدہ لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔ اس کا عطف زُلفیٰ پر ہے۔

۲۶:۳۸ = يٰۤاٰوُدُّ اٰی قُلْنَا يٰۤاٰوُدُّ

= لَا تَتَّبِعْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔ اِتِّبَاعُ

(افتعال) مصدر۔

= اَلْهَوٰی ۔ اسم و مصدر (باب سَمْع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت۔

= فَيُضِلُّكَ ۔ ف سببیہ ہے۔ يُضِلُّكَ مضارع واحد مذکر کا صیغہ ہے اِضْلَالٌ (انفعا

مصدر ہے۔ اس کا نصب بوجہ جواب نہیں ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الہویٰ ہے۔ اے

فیکون الہویٰ سبباً لاضلالک کہ یہ خواہش نفسانی تیری گمراہی کا سبب بن جائے۔

لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ يُضِلُّكَ وہ تجھے گمراہ کر دے گی۔ وہ تجھے بہکا دے گی؛

= يَضِلُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ضَلَّ (باب ض) مصدر ہے، وہ بھٹکتے

ہیں۔ وہ بھٹکتے ہیں۔ راستہ کھودیتے ہیں۔

= بِمَا یُنِیُّ بَا سببیہ ہے اور ما مصدریہ۔ اٰی لَہُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ بَنِیَان

یوم الحساب۔ یوم حساب کو بھلا نے پران کے لئے سخت عذاب ہے

= نَسُوْا مَآ تَنِیُّ مَذْکَرُ غَائِبٍ نِّیَانُ (باب سَمْع) مصدر ہے۔ وہ بھول گئے۔ انہوں

نے بھلا دیا۔

= یَوْمَ الْحِسَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کا دن۔ یوم قیامت۔

یہ نَسُوْا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

۲۷:۲۸ = بَاطِلًا اٰی خَلَقًا بَاطِلًا ۔ منصوب بوجہ نائب مفعول یا مفعول سے حال

ہونے کے ہے۔ باطل۔ معنی بے حکمت۔ عبث۔ بے فائدہ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لِاَعْبٰیۡنَ (۱۶:۲۱) اور ہم نے آسمان اور

زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو اس طرح نہیں بنایا کہ ہم کھیل کر رہے ہیں۔

ذٰلِکَ ۔ یعنی آسمان اور زمین اور مابین کو عبث و بے حکمت پیدا کیا جانا۔

= ظَنُّ ۔ گمان۔ خیال۔

= فَوَيْلٌ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوْا ۔ وَّیْلٌ ۔ اسم۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی

پس کافروں کے لئے بربادی ہے۔

= مِنَ النَّارِ ۔ مِنْ تعلیلیہ ہے (سببیہ) اٰی فَوَیۡلٌ لَّہُمۡ سَبَبُ النَّارِ الْمَتَرَبَّةِ

عَلَى ظَنِّهِمْ وَكَفَرُوا لِسِ بَرَادِي هِيَ ان کے لئے اس آگ (یعنی مذاب دوزخ) کے جو ان کے ظن باطل اور کفر کے نتیجہ میں مرتب ہوئی۔
یا من بیانہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

سو کافروں کے لئے بربادی ہے یعنی دوزخ۔ النار۔ آگ مراد دوزخ۔
اس فقرہ میں کفو وا کی دوبارہ صراحت کافروں کے مذمت اور بُرائی کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

۲۸: ۳۸ = اَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِیْنَ
فِی الْاَرْضِ - یہاں اَمْ منقطعہ مقدرہ بہ بل والہمزة آیا ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ ای بل انجعل المؤمنین المصلحین کالکفرة المفسدین
فی الارض۔ بلکہ کیا ہم مصلح مومنوں کو ان کافروں کے برابر کر دیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں (نہیں بہ نہیں ہوگا)

سلامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :-

اَمْ نَجْعَلُ میں اَمْ بمعنی بَلْ آیا ہے۔ عالم تخلیق کو اگر بے کار مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا لازم ہو جائے گا کہ کافر و مومن میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں برابر ہیں اس مساوات کی نفی کے لئے انکاری سوال کیا گیا اور بَلْ کے ذریعہ سے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے امر اض استفاد ہو گیا۔

اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ میں سوال انکاری ہے۔ پہلے مومنوں اور کافروں کی مساوات کی نفی کی گئی تھی۔ اب اس جملہ میں مومنوں کے خاص درجہ والے لوگوں اور کفر کے اسفل درجہ میں گرنے والے لوگوں یعنی فاجروں کے درمیان برابر ہونے کا خصوصی انکار کیا گیا ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ اس انکار کو انکار اول کی تکرار قرار دیا جائے اور تقویٰ و فجور کو عدم تسویہ کی علت کہا جائے۔
= الْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذكر الْمُتَّقِیْ مفرد اتقاء (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔

= الْفٰجِرَ۔ فَاَجِرٌ کی جمع۔ بدکار۔ نافرمان۔ کافر۔

۲۹: ۳۸ = کِتٰبٌ - خبر مبتدا محذوف ای ہو کتاب (ای القرآن)

أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ . کتاب کی صفت ہے لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مَبَارَكٌ خبر ثانی یا کِتَابٌ کی صفت۔
ترجمہ ہوگا۔

یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بڑی برکت والی ہے۔
= لَيْدًا بَرُّوْا۔ لام تعلیل کا ہے یَدَّ بَرُّوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے
تَدَّ بَرُّوْا (تَفْعَلُ) سے مصدر اصل میں یَتَدَّ بَرُّوْا تھا۔ تار کو دال سے بدل کر دال کو دال
میں مد غسم کیا۔ تاکہ وہ غور کریں۔ تاکہ وہ سوچیں۔

= اٰیٰتِہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی آیات (کتاب کی آیات) کافی اٰیٰتِہ
= لَیْتَدَّ کَر۔ لام تعلیل۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب تَدَّ کَر (تَفْعَلُ)
مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

= اُولُو الْاَلْبَاب۔ عقل والے۔ کامل فہم۔ اُولُوْا۔ ولے، جمع ہے اس کا واحد
نہیں آتا۔ اَلْبَابُ لُبٌّ کی جمع ہے جس کے معنی عقل کے ہیں۔

لَیْدًا بَرُّوْا۔ لَیْتَدَّ کَر۔ فعل امر بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں لام لام امر ہوگا
اور ترجمہ ہوگا۔

چاہئے کہ وہ غور کریں۔ چاہئے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ یہاں خطاب بنی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپ کی امت کے مسلمانوں سے ہے۔ اِی اٰیٰتِہ و عِلْمًا اٰمَنًا۔ آپ اور
آپ کی امت کے علماء اس کی آیات پر غور کریں۔ اور نصیحت حاصل کریں۔

۳۸ : ۳۰ = وَ هَبْنَا۔ ماضی جمع متکلم وَ هَبْتُ وَ هَبْتُ مصدر باب فتح۔ ہم نے
بخشا۔ ہم نے عطا کیا۔ وَ هَبْتُ اَلْعَمَالَ فَلَدًا اَوَّلَیْنَ۔ اس نے فلاں کو
مال بخشا۔ مومنان کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ هَبْتُ لِيْ هَبْتُ لَنَا۔ وَ هَبْتُ لَكَ
= سَلِیْمًا۔ (نام پیغمبر) مفعول وَ هَبْنَا کا۔ ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

= نِعْمَ الْعَبْدُ۔ نِعْمَ فعل ہے۔ مدح کے لئے آتا ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی
معنی بہت اچھا۔ بہت خوب آتا ہے جیسے فَنِعْمَ اٰخِرُ الْعَمَلِیْنَ۔ (۱۳۶ : ۲) اور

اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے یا نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ (۴۰ : ۸) وہ
بہت خوب حمایتی اور بہت خوب مددگار ہے۔ نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ یہاں مدح
محذوف ہے اِی نِعْمَ الْعَبْدُ هُوَ۔ وہ بہت خوب بندے تھے یہ مدح حضرت داؤد

کی بھی ہو سکتی ہے لیکن ترجیح اسی قول کو ہے کہ یہ مدح حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے۔
 = إِنَّهُ أَذَابٌ - أَذَابٌ بہت رجوع کرنے والا۔ ملاحظہ ہو ۳۸: ۱۷ متذکرہ بالا۔ یہ پہلے
 کلام کی علت ہے یعنی حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس لئے اچھے بندے تھے کہ وہ توبہ کی صورت
 میں یا تسبیح کی شکل میں بہر طور اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔

۳۸: ۲۱ = اِذْ - حَبِيب - جس وقت ظرف زمان ہے اَوَّابٌ کا۔ اس سے قبل عبارت مقدمہ
 ہے اِی اُذْکُرْ مَا صَدَرَ عَنْهُ اِذْ عَرِضَ عَلَیْہِ۔ یاد کرو اس نے نتیجہ کیا کیا جس
 وقت ان کے سامنے پیش کئے گئے۔

= بِالْعَشِيِّ - عشاء کے وقت - زوال آفتاب سے کر طلوع فجر تک کا وقت۔ ملاحظہ ہو
 (۱۸: ۳۸) یہاں مراد غروب آفتاب سے قبل کا وقت ہے۔

= الصَّفِیْنِ الْجِیَادُ موصوف و صفت، عَرِضَ عَلَیْہِ کا مالم بسم فاعلاً
 الصَّفِیْنِ صَافِنَةٌ کی جمع ہے وہ گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہوں اور چوتھے
 پاؤں کے سُم کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے ہوں جو گھوڑا اس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ نہایت
 فربہ اور توانا ہوتا ہے،

الْجِیَادُ جَوَادٌ کی جمع ہے (تیز رفتار عمدہ گھوڑا) جو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت
 صرف کرتے۔

الْجُودُ کے معنی ذخائر کو صرف کرنا عام اس سے کہ وہ ذخیرہ علم کا ہو یا ذخیرہ مال ہو۔
 رَجُلٌ جَوَادٌ - سخی آدمی۔

الصَّفِیْنِ الْجِیَادُ - خاصے کے گھوڑے (تیز رفتار عمدہ گھوڑے)

۳۲: ۳۸ = اِنِّیْ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ - اَحْبَبْتُ
 ماضی واحد متکلم میں نے دوست رکھا۔ میں نے پسند کیا۔

بعض کے نزدیک یہاں اَحْبَبْتُ بمعنی اَثَرْتُ میں نے ترجیح دی ہے۔

حُبَّ الْخَیْرِ - مضاف مضاف الیہ - مال کی محبت - الخیر بمعنی مال - اور جگہ بھی

قرآن مجید میں آیا ہے مَثَلًا وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۸: ۱۰۰) اور وہ (انسان)
 مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ عَنْ حَرْفِ حَبْرٍ ہے اس کا استعمال مختلف معانی
 میں ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے وہ معانی تحریر کئے جاتے ہیں جو مختلف علماء کے نزدیک
 مختلف اقوال کا باعث بنے ہیں۔

۱۔ عَنْ کَا اسْتَعَالَ تَقْلِيلَ یَا بَیَانِ سَبَبِ کَمَلَتِ۔

إِنِّیْ أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَیِّیْ میں نے اس مال (گھوڑوں) کی محبت کو
کو پسند کیا ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔

اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

مَثَلًا مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِذَبْحِهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ (۱۱۴: ۹) اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام) کا اپنے باپ کے حق میں دعا، مغفرت کرنا محض اس وعدہ کے سبب تھا جو انہوں
نے اس سے کر لیا تھا۔

۲۔ عَنْ کَا مشہور معنی مجاوزۃ التجاوز کرنا یا حد سے بڑھنا کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے
فَلْيُحَذِّرِ الْذِّیْنَ یُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِیْ (۶۲: ۲۴) سو ڈرتے رہیں وہ لوگ
جو اس کے حکم سے تجاوز کرتے ہیں اور دور رہتے ہیں۔ اس صورت میں اس جملہ کا ترجمہ ہوگا
میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی (اور) اپنے پروردگار کی یاد سے دور ہو گیا۔ یا غافل ہو گیا
= حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۚ تَوَارَتْ صَیْغَةُ وَاحِدٍ مَوْثٌ غَائِبٌ مَاضٍ معروف
وہ چھپ گیا۔ وہ چھپ گئی۔

اس کے متعلق دو قول ہیں۔

۱۔ اس کا فاعل شمس ہے جو یہاں مضمربہ اور شمس عربی میں مَوْث ہی استعمال ہوتا ہے
ای توارت الشمس رکشاف۔ مدارک۔

والاکثر فی التفسیر ان التی توارت بالحجاب هی الشمس (قرطبی) یہاں تک کہ
آفتاب (مغرب کے پردہ میں) چھپ گیا (منظہری) تفسیر ابن کثیر۔ بیضاوی، ماحدی۔ بیان القرآن
وغیرہ میں فاعل شمس ہی کو لیا گیا ہے۔

۲۔ تَوَارَتْ کا فاعل الضیفنت الجیاد ہے اور ترجمہ یوں ہے۔

یہاں تک کہ (گھوڑے) پردہ کے پیچھے چھپ گئے (نظروں سے اوجھل ہو گئے) عبد اللہ
یوسف علی۔ مولانا مودودی۔ پیر کرم شاہ بیروی اس طرف گئے ہیں۔

۳۳: ۳۸ = رُدُّوْهَا۔ اِیْ قَالَ رُدُّوْهَا۔ رُدُُّوا فَعْلٌ امْرَجٌ مَذْکَرٌ مَاضٍ۔ رُدُُّ بَابِ

نصر سے مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مَوْثٌ غَائِبٌ کا مرجع الضیفنت الجیاد ہے۔ یعنی
گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ عَلَیِّ میرے سامنے۔ جیسا کہ عَرْضٌ عَلَیْہِ میں ہے
(آیت ۳۱: متذکرہ بالا) میں ہے۔ عَلَیِّ بمعنی مجھ پر بھی ہے۔ اِیْ لَہِ عَلَیِّ حَقٌّ اس کا

مجھ پر حق ہے۔

== فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ۔ ای فلما ردوها عليه طفق
يمسح سوقها واعناقها مسحاً یعنی جب وہ گھوڑے اس کے سامنے والپس لائے
گئے تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔
وَفَطَفَقَ میں فار فصیحت کے لئے ہے اور حمیدہ مقدّرہ ماقبل کی وضاحت کے لئے
ہے۔ نیز حکم کی بجا آوری کی سرعت پر دال ہے۔ یعنی ادھر حکم ہوا ادھر تعمیل ہوئی اور نتیجہ
ظاہر ہو گیا۔

اس کی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَاجِرَ فَانْفَجَرَتْ
مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۶۰: ۲) ای قُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَاجِرَ فَانْفَجَرَتْ
فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ ہم نے (اس سے) کہا اپنے عصا کو پتھر پر مارو۔ پس اس کے
پتھر پر مارا اور وہ پھٹ گیا تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ یعنی پتھر پر مارنے کا حکم دینا
اور نفل میں پتھر کو مارنا (جھٹ پٹ) اس سے چشموں کا پھوٹ نکلنا سرعت عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس
سرعت کو ظاہر کرنے کے لئے عبارت میں بھی اختصار کیا گیا اور ایک جملہ حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح
اس آیت میں حکم ہوا رُدُّوْهَا فَرَدُّوْهَا عَلَیْهِ فَطَفِقَ..... الخ مَسْحًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ ہے
ای فطفق یمسح مسحاً۔ سُوْقٌ سَاقٌ کی جمع ہے پنڈلیاں۔ اَعْنَاقٌ عُنُقٌ کی جمع
گردنیں۔

مسحاً کے معنی میں دو قول ہیں۔ بعض نے طفق مسحاً کا مفہوم تلوار سے کاٹنے
لیا ہے ای شروع یمسح السیف بسوقها واعناقها۔ اس نے ان کی پنڈلیوں اور
گردنوں پر تلوار پھیرنی شروع کر دی۔ راغب کے مطابق مسحتہ بالسیف الضرب سے
کنایہ ہے۔ یعنی تلوار سے کاٹنے لگا۔ اسی طرح عربی میں مسح علی درید لا گردن مارنے کو کہتے ہیں
۱۲۔ دوسرے علماء کے مطابق یہاں مسح سے مراد ہمارے ہاتھ پھیرنا ہے۔ یعنی جب گھوڑے
حضرت سلیمان ۴ کے پاس والپس لائے گئے تو محبت سے وہ ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور
ان کی پنڈلیاں ٹٹولنے لگے۔

بقول حضرت ابن عباسؓ جعل یمسح اطراف الخیل وطواقبها جبالها
۳۴: ۳۸ == وَلَقَدْ فَتَنَّا قَدْ مَاضَى کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے فتنا ماضی کا صیغہ
جمع مشکم ہے تحقیق ہم نے آزمایا۔

== الْقَيْنَا۔ ماضی جمع مشکلم افعال مصدر سے۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے ڈال دیا۔
 == كُورِسِيَه مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کُرسی۔ اس کا تخت۔ جب کُرسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد علم حکومت، فرمانروائی، سلطنت ہے۔

== جَسَدًا۔ بدن۔ دھڑ۔ جسد کے معنی جسم ہی کے ہیں مگر یہ اس سے اخص ہے؛
 کیونکہ جسد وہ ہے کہ جس میں رنگ ہو۔ اور جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔ جیسے پانی۔ ہوا۔ اس کی جمع اجساد ہے۔

== اَنَابَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِنَابَةٌ (افعال) سے وہ رجوع ہوا۔
 انابت الی اللہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔

۳۵: ۳۸ = هَبْ لِي۔ هَب امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَهَبٌ وَهْبَةٌ (باب فتح مصدر سے۔ تو عطا کر۔ لِيْ مجھے۔ تو مجھے عطا کر۔ تو مجھے بخش دے
 == لَا يَنْبَغِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِنْبَغَاءُ (انفعال) مصدر سے۔
 زیبا نہیں ہے۔ میسر نہ ہو۔ لائق، یا مناسب نہیں ہے۔ شایاں نہیں ہے۔

هَبْ لِيْ مُلْكًا لَا يَنْبَغِيْ لِوَحْدٍ مِّنْ بَعْدِيْ۔ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد (سوا) کسی کو شایاں نہ ہو۔ (یعنی میرے بعد (سوا) کسی سلطنت کسی کو میسر نہ ہو) اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهُ (۶۹: ۳۶) ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی وہ ان کو شایاں ہے۔ بغی ماؤہ۔

== الْوَهَّابُ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے وَهْبَةٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت عطا کرنے والا۔ بہت بخشش کرنے والا۔

۳۶: ۳۸ = فَسَخَّرْنَا۔ فاسخیتہ ہے (حضرت سلیمان نے دعا کی اور ہم نے وہ دعا قبول کر لی۔ اور بوجہ اس قبولیت کے) ہم نے (ہوا پر اس کو) مسخر کر دیا۔ یا ہوا کو اس کے تابع کر دیا۔ سَخَّرْنَا فعل ماضی کا صیغہ جمع مشکلم ہے۔ تَسَخَّرَ (تفعیل) مصدر سے ہم نے تابع کر دیا۔ ہم نے بس میں کر دیا۔

== السَّيِّحُ۔ ہوا۔ رِيْحٌ اصل میں رُوْحٌ تھا۔ ماقبل کے مکسور ہونے کی بنا پر واؤ کو یا سے بدل دیا۔ اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کے اعتبار سے رِيَّاحٌ آتی ہے۔

== تَجْرِي بِأَمْرِ ۶۔ تَجْرِي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَوْبِتٍ غَائِبٍ جَوِيٍّ وَحْشِيٍّ يَانٍ
 (باب ضرب) سے وہ چلتی ہے وہ جاری ہے۔ بِأَمْرِ ۶ اس کے حکم سے، اس کے حکم کے مطابق۔

== رُخَاءُ اسم ہے زم رفتار والی ہوا۔ جوتند نہ ہو۔ رُخَاوَةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی زم ہونے کے ہیں۔

== أَصَابَ ۵ ماضی واحد مذکر غائب إِصَابَةً (افعال) سے مصدر۔ وہ پہنچا۔ وہ اڑا
 اس نے پایا۔ یہاں مراد آس آد۔ قَصَدَ۔ یعنی جہاں کا وہ ارادہ کریں ادھر کو ہی چلنے لگے۔
 ۳۷: ۳۸ = وَالشَّيْطَانُ۔ وَادِّ عَاطِفٌ الشَّيْطَانُ مَعْطُوفٌ اس کا عطف التَّوْحِيدِ
 پر ہے۔ اِی وَسَخَّرْنَا لَهُ الشَّيْطَانُ۔ اور ہم نے شیاطین (جنات) کو بھی ان کا تابع
 بنادیا۔

== كُلُّ بَنَاءٍ وَغَوَاصٍ۔ یہ جملہ بدل ہے شیاطین کا۔ كُلُّ بَنَاءٍ مضاف
 مضاف الیہ ہے۔ بَنَاءٍ عِمَارَتٍ بِنَايُوَالَا۔ معمار۔ بَنَاءٌ عَمْرٍو یعنی چھت یا عمارت (سے
 مشتق ہے۔ فَقَالَ اگرچہ مبالغہ کا وزن ہے مگر یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی سب
 معاروں کو۔ غَوَاصٍ۔ اِی كُلُّ غَوَاصٍ۔ غَوْصٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے
 یہاں مراد نہ صرف پانی کے اندر سے موتی نکالنے والے غوطہ خور ہی مراد نہیں بلکہ نادر کام
 کرنے والے اور عجیب و غریب صنعتیں ایجاد کرنے والے بھی ان میں شامل ہیں۔
 غَوْصٌ کے معنی پانی میں غوطہ لگا کر کوئی چیز نکال لانے کے ہیں۔ جو شخص کسی پیمپرہ
 مسئلہ کی تک پہنچ مانے یا نیچے کی تہہ سے کوئی چیز نکال کر لائے اسے غائص کہتے ہیں
 اسی سے غَوَاصٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ترجمہ ہو گا۔ اور ہم نے اس کے تابع بنادیا جنات کو بھی جو سب معمار اور
 غوطہ خور تھے۔

== ۳۸: ۳۸ وَالْآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ۔ وَادِّ عَاطِفٌ
 کا عطف التَّوْحِيدِ پر ہے مُقَرَّنِينَ اسم مفعول جمع مذکر ہے مُقَرَّنٌ واحد۔
 تَقَرَّنُ (تَفْعِيل) مصدر سے۔ جکڑے ہوئے۔ کس کر باندھے ہوئے۔ قَرَنْتُ
 الْبَعِيرَ مَعَ الْبَعِيرِ۔ میں نے اونٹ کو اونٹ سے باندھ دیا۔ جس رسی کے ساتھ ان کو
 باندھا جاتا ہے اسے قَرْنٌ کہتے ہیں۔ اِقْتِرَانٌ کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا

کسی معنی میں باہم مجتمع ہونا۔ ہم نشین کو قَرِینُ کہتے ہیں۔ اَلَا صَفَادُ جَمْعِ الصَّفَدِ کی بمعنی لوہے کی زنجیر یا طوق۔ جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔

اور اہم نے اس کے تابع کر دیا (دوسرے (جنات کو بھی) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہاں یہ ضروری نہیں کہ ان کو سچ بچ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہ جاک سکیں اور نہ شرارت کر سکیں۔

۳۸: ۲۹ = هَذَا عَطَاؤُنَا..... الْخِ اٰی قُلْنَا لِسُلَيْمٰنَ ... الْاٰیۃ

هَذَا۔ اسم اشارہ قریب واحد مذکر۔ یہ۔ اس کا مشار الیہ ملک و مال و اقتدار کی عطا ہوئی ہے۔ جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یہ ہماری عطا ہے (آپ کو)

= فَاَمْنُنْ - مَنْ بَاب نَصْر مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو احسان کر تو خسر بچ کر۔

= اَمْسِكْ - اِمْسَاكُ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو روک رکھ۔
سے لِغَيْرِ حِسَابٍ بغیر حساب کے۔

اس آیت کے مندرجہ ذیل مطلب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یہ عطاء ہماری بہت بڑی اور بے حد و حساب ہے اسے خرچ کرو یا رکھ چھوڑو یعنی اس کو خود خسر بچ کر یا رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو یا نہ دو (تمہیں اختیار ہے) اس صورت میں لِغَيْرِ حِسَابٍ متعلق بہ عَطَاؤُنَا ہے۔

۲۔ یہ ہماری تمہیں (عطا) ہے اسے خرچ کرو۔ رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو نہ دو۔ خرچ کرنے نہ کرنے پر دوسرے کو دینے نہ دینے پر تم سے محاسبہ نہ ہوگا۔

۳۔ یہ ہماری عطا ہے یعنی شیاطین پر تمہارا کلیتہً تفرق۔ ان میں سے جسے چاہو چھوڑ دو جسے چاہو روک رکھو اس پر تم سے باز پرس نہ ہوگی۔

۳۸: ۴۰ = وَاِنَّ لَہٗ - اٰی وَاِنَّ مَعَ ذٰلِكَ الْمَالِ وَالْمَلٰکِ یعنی اس ملک اور سلطنت اور ان میں بہمہ نوع اختیاراتِ تفرق دینے کے علاوہ ان کو بارگاہ الہی میں قُرب اور حُسنِ مآب (جنت کی خوشخبری) ہے۔

= زَلْفٰی وَحُسْنِ مَّآبٍ ملاحظہ ہو ۳۸: ۲۵۔ متذکرہ بالا۔

= وَاذْكُرْ... کا عطف وَاذْكُرْ عَبْدًا دَاوُدَ پر (آیت: ۱۷) پر ہے۔

= عَبْدًا نَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا بندہ۔ منصوب بوجہ مفعول اذْكُرْ۔

== اَلْيُوبَ: عَبْدًا نَا كَا عَطْفِ بِيَانِ هِيَ يَا اِس كَا بَدَلِ هِيَ !

== اِذْ نَادَى رَبَّهُ - عَبْدًا نَا - يَا اَلْيُوبَ كَا بَدَلِ اِسْتِمَالِ هِيَ - جِبِ اِس نَے اِنے رِب كُو پَكَارَا -

== اَتَى - اِی بَاتَى - اِنَّ حَسَدَ مِثْبَہِ بِاِنْفَعْلِ اَوْرِی ضَمِیرِ وَاحِدِ مُتَكَلِّم - كَرِ بَیْشَک مِی -
== مَسْنَى - مَسْنَى - مَاضِی وَاحِدِ مَذْكَرِ غَائِبِ مَسْنَى بَابِ نَصَرَسَ - نَ وَ قَا یَہِی ضَمِیرِ مُتَكَلِّمِ مَفْعُول - اِس نَے مَجْھَ پَہِنَیَا -

== نَصَب - اِسْم - مَفْرُت - تَكْلِیْف - وَكَلَّہ -

== ۴۲: ۳۸ اُرْكُضْ - اِی فَقُلْنَا لَہْ اُرْكُضْ - ہِم نَے اِس كُو كَہَا اُرْكُضْ - رْكُضْ

باب لھر مصدرے جس کے معنی اصل میں ٹانگ کو حرکت دینے کے ہیں -
اگر سوار کے متعلق بولا جائے تو رْكُضْتُ الْفَرَسَ کے معنی ہوں گے، میں نے گھوڑے کو تیز دوڑنے کے لئے اڑ لگائی - پیادہ آدمی کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی پاؤں کے ساتھ زمین کو روندنا کے ہیں جیسے لَا تَرْكُضُوا (۱۳: ۲۱) مت بھاگو -
اُرْكُضْ امر کا صیغہ واحد مذکر ہے - تو اپنی ٹانگ زمین پر مار -

== هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَ شَرَابٌ - تَقْدِیرِ کَلَامِ یُوں ہِے !

فَقُلْنَا لَہْ اُرْكُضْ فَرْكُضْ فَنَبَتْ عَیْنِ فَقُلْنَا لَہْ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ
تَغْتَسِلُ بِہِ وَ تَشْرَبُ مِنْہِ فِیْہَا ظَاہِرُکَ وَ بَاطِنُکَ -

جب ہم نے اسے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مارو تو اس نے زمین پر پاؤں مارا پس اس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا - ہم نے اسے کہا کہ یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے تو اس سے نہانے گا اور پئے گا تو اس سے تیرا ظاہر اور باطن درست ہو جائے گا !
== ۴۳: ۳۸ وَ هَبْنَا لَہْ - وَ هَبْنَا مَاضِی جَمْعِ مُتَكَلِّم - وَ هَبْتُ وَ هَبْتُ (باب فَتْح) سے مصدر ہم نے اُسے بھجنا -

== مِثْلُہُمْ مَعَرُہُمْ - اِن کی طَرَح - اِن کی مَاسِنَد -

یعنی ہم نے ان کو ان کے گھروالے بھی واپس کر دیئے (جو اگر مرچکے تھے تو دوبارہ زندہ کر واپس کر دیئے یا اگر وہ ان کی طویل عسالت کی وجہ سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تو ان کی صحت یا بے پرواہی واپس پلٹ آئے) اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے -
یعنی پہلے آل و اولاد کے علاوہ اتنے ہی اور بھی عطا کئے - اَہْلُہُ وَ مِثْلُہُمْ مِی اَہْلِ

اور مثل بوجہ مفعول کے منصوب ہیں۔

= رَحْمَةً مِنَّا۔ ہماری طرف سے بطور رحمت (حضرت ایوبؑ پر رحمت کے طور پر) مفعول ہے۔ اسی طرح ذِکْرُی مفعول ہے۔ اور اہل عقل کی نصیحت کے لئے۔

۳۸: ۲۲ = ضَعُفًا۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں۔ اس کی جمع اضغاث۔ وہ خواب جو ملتبس سا ہو اور اس کا مطلب واضح نہ ہو۔ اس کو اضغاث کہا جاتا ہے جیسے قَالُوا اَلْضُّغَاثُ اَحْلَامٌ (۲۲: ۱۲) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان خواب ہیں۔ تنکوں کا مٹھا۔ جھاڑو۔

= لَا تَحْنَثُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو قسم نہ توڑ۔ حَنْثٌ يَحْنَثُ حِنْثًا قسم توڑنا۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں۔

ابتلا و آزمائش کے اس طویل اور ہوشربا دور میں جب کہ سب لوگوں نے آپ سے منہ پھیر لیا آپ کی وفا شعار بیوی آپ کی خدمت میں سرگرم رہی۔ ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو آپ کی غیرت ایمانی کے خلاف تھی۔ اور آپ کو سخت ناگوار گزری آپ نے فرمایا کہ میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ جب آپ صحتیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترکیب بتائی کہ قسم بھی نہ ٹوٹے۔ اور اس خدمت گزار اور نیک سرشت بیوی کو تکلیف بھی نہ پہنچے۔ ارشاد باری ہوا کہ گھاس کا ایک مٹھا لو جس میں سوتیلیاں ہوں اس سے مار دو دونوں مطلب پورے ہو جائیں گے!

= لَعْنَةُ الْعَبْدِ اِنَّهُ اَوَّابٌ۔ ملاحظہ ہو ۳۸: ۳۰ متذکرۃ الصدر۔

۳۸: ۲۵ = وَاذْكُرْ عَبْدًا نَّا..... الخ اس کا عطف وَاذْكُرْ عَبْدًا نَّا اَيُّوْبَ پر ہے اور یاد کر ہمارے بندوں کو۔

= اَبْرَاھِمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ عِبْدَنَا کا عطف بیان ہے یا بدل۔ اُولٰٓئِکَ اَلَّذِیْنَ وَاَلَّا بُصٰرَ۔ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔ اَلَّذِیْنَ اَلْقُوْۤۃ سے مجاز مرسل ہے۔ سب کو ذکر کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے (اکثر اعمال ہاتھوں ہی سے کئے جاتے ہیں اور مضبوط ہاتھ ہی قوت کا سبب بنتے ہیں)

اَلْبُصٰر جمع بصر کی ہے۔ بمعنی آنکھ لیکن یہاں مراد بصیرت لی گئی ہے کیونکہ آنکھیں ہی خدا شناسی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ تینوں بندے اللہ کے خاص بندے

اطاعت خداوندی میں مستعد اور طاقت ور اور دین و معرفت الہیہ میں صاحب بصیرت تھے یعنی عملی اور علمی قوتوں کے مالک تھے۔

اور اس کے برعکس جاہلوں کو اپنا بیج اور اندھا کہیں گے کہ اطاعت خداوندی میں لو لے اور حقیقت کو دیکھنے میں کو لے۔

۴۶:۳۸ = أَخْلَصْنَهُمْ بِخَالِصَةٍ - أَخْلَصْنَا - إِخْلَاصٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور اس کا مرجع حضرت ابراہیم و

حضرت اسحاق و حضرت یعقوب علیہم السلام و التسليم ہیں)

بِخَالِصَةٍ بَاءِ سَبَبِہِ خَالِصَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث اور اس کی تنوین تفعیلیم (تکریم) کے لئے ہے۔ ای خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشان لا شوب فیہا۔ ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی آلائش یا ملاوٹ سے پاک خصلت :- ترجمہ ہو گا :-

ہم نے ان کی ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک خصلت کی وجہ سے ان کو (اپنے لئے) مخصوص کر لیا۔ ای جعلنا ہم خالصین لنا بسبب خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشان لا شوب فیہا۔

= ذِکْرُی الدَّارِ - اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ یہ خَالِصَةٌ کا بیان ہے مضاف مضاف الیہ ہے یعنی الدار کا۔ کی یاد۔

۲۔ یہ ضمیر مقدر کی خبر ہے ای ہی ذِکْرُی الدَّارِ (اور یہ خصلت) الدار کی یاد ہے ذِکْرُی مصدر ہے بمعنی ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ نصیحت کرنا۔ الدار میں الف لام عہد کا

معنی الدار الاخوۃ۔ دار آخرت۔ ذِکْرُی الدَّارِ۔ دار آخرت کی یاد۔

۳۸:۴۷ = الْمُصْطَفَيْنِ الْاِخْيَارِ - الْمُصْطَفَيْنِ اسم مفعول جمع مذکر الْمُصْطَفَى

واحد۔ اصطفاء (افتعال) مصدر ص کے بعد کے تار کو طاء سے بدل دیا گیا ہے۔

صَفْوٌ مادہ۔ برگزیدہ۔ منتخب۔ الْاِخْيَارِ خیر کی جمع۔ خَيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے

نیک لوگ: یعنی (یہ ہمارے نزدیک) بہترین برگزیدہ (بندوں) میں سے تھے۔

۳۸:۴۹ = هَذَا ذِکْرُیْہَا، هَذَا: اشارة الى ما تقدم من امور ہم یعنی یہ اشارہ ہے

مقدم الذکر و افعات انبیاء کل طرف - ذِکْرُیْ - شَرُفٌ لَهُمْ - (جو) ان کے لئے ایک

شرف تھا (بیضاوی) - علامہ پانی پتی (ج)

۳۔ هَذَا ذِكْرٌ۔ یہ ہے ذکر۔ یعنی جو طریقہ مندرجہ بالا اخیر نے حذر جان بنا رکھا تھا شرف و عزت حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے۔

۴۔ ذکر کو تمام کرنے کے لئے عرب میں هذا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس بات کو یاد رکھو۔ یا اصل بات یہ ہے (تفسیر حقانی)

اسی معنی میں ہے ذَلِكَ لِلانتقال من نوع من الكلام الى آخر۔ (روح المعانی) ایک نوع کلام سے دوسری نوع کی طرف انتقال کے وقت یہ لکھ دیتے ہیں۔ اس کی مثال آگے چل کر اسی سورت کی آیت ۵۵ میں ہے۔ متقین کے لئے انعام و اکرام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے هَذَا وَإِنَّ لِلطَّاعِينَ لَشَرَّ مَأْبٍ (۵۵ : ۳۸) متقین کی بات تو ہو چکی اور بے شک سرکشوں کے لئے بُرا ٹھکانا ہے۔

۵۔ ایک مضمون نصیحت کا تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے (بیان القرآن منظرہ)

== حُسْنُ مَأْبٍ۔ عمدہ لوٹنے کی جگہ۔ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۲۵

۳۸ : ۵۰ = جَنَّتِ عَدْنٍ۔ عدن کو بعض علماء مسلم قرار دیتے ہیں۔ اور اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔ اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ جَنَّتِ عَدْنٍ نِ النَّارِ وَعَدَّ الرَّحْمَنُ عِبَادَکَ بِالْغَيْبِ۔ (۶۱ : ۱۹) کیونکہ یہاں معروفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور بعض دوسرے اس کو جنت کی صفت بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے اصل معنی استقرار و ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عدن بالمكان اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اور عدن سے مراد دائمی طور پر رہنا بسنا ہے۔ لہذا جَنَّتِ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات۔ پہلی صورت میں عدن کے باغات۔ منصوب حُسْنُ مَأْبٍ کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے = مُفْتَحَةٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث کھولے گئے۔ کھلے ہوئے۔ تفتیح (تفعیل) سے فتح مادہ۔ الابواب مفتحة کا نائبہ فاعل ہے۔

مفتحة لهم الابواب ای مفتحة لهم ابوابہا (ای ابواب الجنة) جملہ صالحیہ در آن حالیکہ جنت عدن کے دروازے ان (متقین) کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے۔

۳۸ : ۵۱ = مُتَكِبِّينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَكِبِّينَ واحد۔ اِتِّكَاءُ (افتعال)

مصدر تکیہ لگاتے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ کا سہارا لگاتے ہوئے۔
یہ حال ہے ضمیر لہم سے

== يَدُ عَوْنٍ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَعُوْهُ وَدُعَاؤُ مصدر باب نصر وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ بلا تے ہیں۔ وہ بلائیں گے۔

يَدُ عَوْنٍ فِيْهَا لِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَ شَرَابٍ۔ یہ جملہ بھی لہم کی ضمیر سے حال ہے
دراں حالیکہ وہ ان باغات میں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔ شَرَاب کے بعد کثیر محذوف ہے۔

۳۸: ۵۲ = قُصِرَتْ الطَّرْفُ۔ نگاہ کو نیچی رکھنے والیاں۔ بجز اپنے مردوں کے اور کسی پر نظر نہ ڈالنے والیاں حورانِ جنت کی غایتِ عفت کی صفت ہے۔

قُصِرَتْ الطَّرْفُ مضاف مضاف الیہ۔ قُصِرَتْ اسم فاعل جمع مؤنث۔
قُصِرَةٌ واحد نظر کو روکنے والیاں۔ الطَّرْفُ۔ نگاہ۔ نظر۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک کو اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکانے کے۔ پلک جھپکانے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طَرَف استعمال ہوتا ہے۔

== اَثْرَابٌ۔ تَرِبٌ کی جمع ہے ہم سن عورتیں۔ اَثْرَاب مٹی کو کہتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اسی مادہ تَرِب سے تَرِيْبَةٌ (جمع تَوَابٍ) سینہ کی پسلی کو کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے يَخْرُجُ مِنْ اَبْيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّوَابِ، (۷۸: ۸۶) جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ اَثْرَاب کے معنی ہم عمر کہ انہوں نے اکٹھی تربت پائی ہوگی۔ گویا کہ وہ عورتیں اپنے خاوندوں کی اس طرح مساوی اور مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینے کی ہڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔
بعض نے اَثْرَابِ یعنی ہم سن کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلی رہی ہیں۔

اَثْرَابٌ سے محض ہم عمری یا سن و سال میں مطابقت مقصود نہیں بلکہ شوق و پسند میں ہم آہنگی، عادات و جذبات میں یکسانیت۔ غرض ہر ایسی باہمی مناسبت مراد ہے جو کہ ازدیادِ لطف و موانست کا باعث بن سکے۔

۵۳، ۳۸ = هٰذَا۔ اشارہ ہے ان نعمتوں کی طرف جو اوپر بیان ہوئیں۔

== كُوْعِدُوْنَ مضارع مجول جمع مذکور ماضی وعدی (باب ضرب) مصدر سے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

== لَيَوْمِ الْحِسَابِ میں لام اجلہ ہے حساب کے دن کی وجہ سے ہی تو مذکورہ نعمتوں تک رسائی ہوگی۔ یا لام بمعنی فی ہے یعنی روز حساب میں۔

۳۸: ۵۴ = رَزَقْنَا - مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا رزق۔ ہماری عطا۔

== نَقَادٍ - انقطاع۔ ختم ہونا۔ نَفْدٌ یَنْفَدُ (سمع) کا مصدر ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ بَاقٍ (۱۶: ۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

۳۸: ۵۵ = ملاحظہ ہو ۳۸: ۴۹۔ متذکرہ بالا۔ شَرَّ مَا ب کی ترکیب حُسْنِ مَا ب (۳۸) کی مانند ہے۔

۳۸: ۵۶ جَهَنَّمَ۔ مَا ب کا بدل ہے۔ شَرَّ مَا ب یعنی جہنم۔

== یَصْلَوْنَہَا۔ یَصْلَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صلی (باب سمع) مصدر سے۔ وہ داخل ہوں گے۔ ہَا صمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔ فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ الْمِهَادُ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جاتے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کَیْفَ نُنْکِحُ مَنْ كَانَ فِی الْمِهْدِ صَبِيًّا (۱۹: ۲۹) ہم اس سے کہ گود بچہ ہے کیوں کربات کریں۔

الْمِهْدُ وَالْمِهَادُ اہموار اور درست کی گئی زمین ہی کو کہتے ہیں اور فرش یا بچھونا کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ مِهْدًا (۲۰: ۵۳) وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔ یا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا (۸: ۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ اور یہ بھی فرمایا جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ قَرَارًا (۲۲: ۲) اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

== فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ تو بہت بُرا یہ بچھونا ہے (بطور کنایہ جہنم کو بچھونا فرمایا) اور جگہ ارشاد ہے۔

لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (۷: ۴۴) ان کے لئے دوزخ ہی بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔

۳۸: ۵۷ = هَذَا۔ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ ای العذاب هَذَا یہ ہے عذاب

== فَلْيَذُوقُوهُ ۖ فَتَلْقَيْبُكَ ۚ لِيَذُوقُوا فِعْلًا مَرَجْعُ مَذْكَرِ غَائِبٍ .
 چلیے کہ وہ چکھیں کہ ضمیر واحد مذکر غائب العذاب محذوف کی طرف راجع ہے ۔
 == حَمِيمٌ کھولتا ہوا پانی ۔ سخت گرم پانی ۔ حمیم گہرے دوست کو بھی کہتے ہیں جو اپنے
 دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے غَسَّاقٌ بروزن فعال کے معنی مختلف طور پر کئے گئے ہیں
 ۱۔ برفیلی ٹھنڈک جو کہ دوزخیوں کو اس طرح حبلانے گی جس طرح آگ اپنی گرمی سے حبلانے گی
 (ابن عباس رض)

۲۔ جس چیز کی برودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غَسَّاقٌ ہے (مجاہد)
 ۳۔ غَسَّاقٌ کے معنی صَّبَاب یعنی سیال ۔ (بہنے والی چیز) جس طرح کہتے ہیں غَسَقَتْ وہ
 چیز بہہ گئی ۔ اور یہاں مراد وہ پیپ اور کچ لہو ہے جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں
 کی شرم گاہوں سے بہیگا (قتادہ)
 ۴۔ غَسَّاقٌ سے مراد سیال کچ لہو ہے (عطیہ)

۵۔ غَسَّاقٌ جہنم کے اندر ایک چشمہ ہے جس میں زہریلے جانوروں کا زہر جمع کر دیا جائے گا۔ پھر
 دوزخیوں کو اس میں غوطہ دیا جائے گا۔ جس سے ان کی کھال اور گوشت ہڈیوں سے
 الگ ہو کر ٹخنوں میں جا پڑیں گے۔ اور دوزخی اس کو کھینچے پھرے گا۔ (ابن ابی حاتم۔ ابن
 ابی الدینا۔ ضیاء بکوالکعب)

حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ ای ہو حمیم و غَسَّاقٌ وہ غَسَّاقٌ
 کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہوگا۔

۳۸: ۵۸ == وَآخِرُ ۚ اِی عَذَابٍ اٰخَرَ۔ مِنْ شَكْلِهِ ۚ اِی مِنْ شَكْلِ هٰذَا الْعَذَابِ
 اس عذاب کی مانند۔ اس عذاب کی طرح کا۔ اَنْفَاجٌ ہم مثل ۔

اور ایک اور عذاب ہوگا مذکورہ حمیم و غَسَّاقٌ کی طرح کا (لیکن) قسم قسم کا۔

۲۸: ۵۹ == مُتَجَحِّمٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ہو لٹاک مقام میں گھس پڑنے والا۔

اقتحام (افتعال) مصدر۔ فعل لازم۔ کسی خوفناک مقام میں یا چیز میں گھس پڑنا۔

قَحَمَ الْفُرْسُ فَارِسَهُ۔ تَفَحِّمٌ (تفعیل) مصدر سے متعدی۔ گھوڑا سوار کو لے کر
 خطرناک مقام میں گھس پڑا۔ قَحَمَ نَفْسَهُ۔ قَحَمَ رَفْعاً مصدر۔ فعل متعدی۔ اس نے

اپنے آپ کو بغیر سوچے سمجھے کسی کام میں ڈال دیا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے نہ
 فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (۱۱: ۹۰) مگر وہ شخص بے دھڑک اور جوش کے ساتھ (دین کی)

گھاٹی پر سے ہو کر نہ گذرا۔

= مَرْحَبًا - خوش آمدید۔ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ۔ ان کو کوئی خوش آمدید نہیں۔ دور ہوں یہ۔
= صَلُّوا النَّارِ مضاف مضاف الیہ۔ آگ میں گھسنے والے۔ آگ میں داخل ہونے والے
آگ میں جلنے والے۔ صَلَّی یَصْلِی صَلَّی (باب سمع) سے مصدر۔ اور صَلَّی یَصْلِی صَلَّی
(باب ضرب) فَلَا نَا النَّارِ۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلُّوا اصل میں صَلُّونَ تھا۔ بوجہ اضافت
نون جمع گر گیا۔

۳۸: ۶۰ = قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ أِی قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ، بَلْ حَرِّ
اضراب ہے۔ جملہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ یعنی أَنْتُمْ پر وقف ہے۔ وہ کہیں گے ہم نہیں بلکہ تم آگ میں جھلس
ہے ہو۔ اِی قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ صَلُّوا النَّارِ۔

۲۔ دوسری صورت میں اگر وقف بِكُمْ پر کیا جائے تو مطلب ہو گا۔ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ
أَحَقُّ بِمَا قُلْتُمْ لَنَا۔ وہ کہیں گے۔ یہ نہیں بلکہ جو تم ہمارے بارے میں کہتے ہو تم خود
اس کے زیادہ حقدار ہو۔ یعنی تم نے جو لَا مَرْحَبًا بِهِمْ کہہ کر ہمارے خلاف نفرت کا اظہار
کیا ہے تم اس نفرت اور عدم خوش آمدید کے زیادہ مستحق ہو۔

= قَدْ فَتَمُّوْهُ لَنَا۔ قَدْ مِنْ مَاضِیْ جَمْعِ مَذْكَرٍ تَفَعُّلٌ (تَفَعَّلَ) مصدر۔
آگے لانا۔ سامنے کرنا۔ سامنے لانا۔ واو جمع کی ہے ضمیر اتصال کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ لا ضمیر
مفعول واحد مذکر غائب عذاب کی طرف راجع ہے یا صَلُّوا کے مصدر الصَّلٰی کے لئے ہے
ای دخول النار لَنَا (ہمارا جہنم میں پہنچنا جانا) یعنی تم ہی تو ہو جو یہ مصیبت (عذاب یا دوزخ)
ہمارے آگے لاتے ہو (یعنی تم ہی نے تو یہ سامان ہمارے لئے کیلئے ہے ہم کو دنیا میں دھوکہ سے کفر کی
طرف ورنہ لاکر)

= بِئْسَ - بُرَّاء ہے۔ فعل ذم سے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بِئْسَ
تھا۔ بروزن فَعِلَ۔ سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کو کسرہ دیا پھر تخفیف کے لئے عین
کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔

الْقَرَارُ۔ قرار گاہ۔ تھکانا قَرَّ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ظرف ہے نیز مصدر بمعنی
ٹھہرنا بھی ہے فَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ پس (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔
۳۸: ۶۱ = ضَعُفًا۔ دوگنا۔ علامہ ازہری فرماتے ہیں کہ ضَعُفُ کے اصلی معنی کلام عرب

میں مثل کے ہیں اور اصل تو یہی ہے۔ پھر ضعف کا استعمال مثل میں بھی کیا گیا اور اس سے زیادہ کے لئے بھی اور زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

۶۲:۳۸ = قَالُوا۔ اس میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس میں مختلف قول ہیں؛
۱۔ یہ ضمیر سرکش جہنمیوں کے لئے ہے یعنی سرداران اور ان کے پیروکاروں سب کے لئے۔
الضمير للطاغين عند جمع (روح المعاني)

الضمير للطاغين (کشاف) قالوا ای الطاغوت (بیضاوی) آپس میں خوب الجھنے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے دریافت کریں گے۔ (ضیاء القرآن)
۲۔ ضمیر سرداران کے لئے ہے جنہوں نے کہا تھا هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ..... الخ وقالوا۔ یعنی کفار قریش و صنادید ہم و اشراف ہم و ہم فی النار۔ یعنی کفار قریش۔ ان کے سرداران اور ان کے اشراف کہیں گے۔ (الخازن) الضمير لؤساء الكفرة۔ ضمیر رؤسائے کفار کے لئے ہے۔ مدارک التنزيل)

۳۔ یہ ضمیر پیروکاروں کے لئے ہے۔ وَ قَالُوا..... وہ لوگ (یعنی متبوعین یا سب دوزخی آپس میں کہیں گے) بیان القرآن)

مطلب یہ ہے کہ وہ حیران ہو ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے بیٹے تو موجود ہیں مگر ان لوگوں کا یہاں کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے جن کی ہم دنیا میں برائیاں بیان کرتے تھے..... الخ۔ تفسیر القرآن۔

== مَا لَنَا هُمْ كَمَا هُوَ كَمَا هُمْ..... کیا وجہ ہے کہ ہم..... کیا بات ہے کہ ہم..... اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

مَالٍ هَذَا الرَّسُولِ..... (۲۵:۷) یہ کیسا رسول ہے کہ..... کیا وجہ ہے کہ یہ رسول..... کیا بات ہے کہ یہ رسول..... (کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ مَا لَنَا لَا نَرَى..... کیا وجہ ہے کہ ہم دیکھ نہیں پاتے...)

== كُنَّا نَعُدُّهُمْ... ماضی استمراری جمع مکمل۔ عَدُّ (باب نصر) سے مصدر۔ عدد مادہ۔ شمار کرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع رِجَالٌ ہے۔ جنہیں ہم شمار کیا کرتے تھے (دنیا میں)

== أَشْرَارٌ۔ بُرے لوگ شَرِیْر کی جمع۔ شرارت کرنے والے۔ بُرے لوگ۔ كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ۔ یہ صفت ہے رِجَالٌ کی۔

۶۳:۳۸ = اَتَّخَذَ لَهُمْ سِخْرِيًّا۔ ہنزہ استفہامیہ ہے اس کی وجہ سے ہنزہ وصل ساقط ہو گیا ہے۔ اَتَّخَذَ لَهُمْ ہم نے ان کو ٹھہرایا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= سِخْرِيًّا۔ یہ سِخْرُ (باب سَمِعَ و سَخِرَ سے اسم ہے معنی ٹھٹھا، ہنسی، دل لگی۔ اور سِخْرَ لِسِخْرٍ (فتح) سِخْرِيًّا سے مصدر بحالت نصب بھی۔ جس کے معنی مسخر ہونے اور بس میں آنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اول الذکر ہی زیادہ موزوں ہے۔ سِخْرِيًّا۔ اَتَّخَذَ لَهُمْ کا مفعول ثانی ہے ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اول ہے۔ اس لئے منصوب ہے۔

اَتَّخَذَ لَهُمْ سِخْرِيًّا جن کو ہم نشانہ تضحیک بنایا کرتے تھے۔ جن کی ہم نے ہنسی بنا رکھی تھی۔ اور ہنزہ استفہامیہ کے ساتھ۔ کیا ہم نے یونہی ان کی ہنسی بنا رکھی تھی (ان کا مذاق بنا رکھا تھا)۔

= اُمّ۔ یا۔ بلکہ۔

= زَاغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب زُيْغَر (باب ضرب) بمعنی کج ہونا۔ چوک جانا۔ پھر جانا۔ اَلَا بُصَارُ۔ ای اَلْبَصَارُ نا۔ ہماری نظریں (ان سے) چوک گئی ہیں۔ اَتَّخَذَ لَهُمْ..... اَلَا بُصَارُ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ اَتَّخَذْنَا استفہام تو بخوبی تعجبی ہے اور ایک جملہ محذوف ہے پوری عبارت اس طرح تھی مَا لَنَا لَا نَبْصُرُ رِجَالًا اَتَّخَذْنَا هُمْ سِخْرِيًّا (اَلَيْسُوا فِيْهَا) اُمّ زَاغَتْ اَلْبَصَارُ (فَلَا تَرَاهُمْ) کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کا ہم نے مذاق بنایا تھا کیا وہ یہاں نہیں ہیں یا ہماری نظریں چوک رہی ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس صورت میں اُمّ بمعنی ”یا“ ہے۔

۲۔ یا اَتَّخَذَ لَهُمْ استفہام انکاری ہے اور اُمّ بمعنی بَلّ (حرف اضرب ہے) اس صورت میں اُمّ کے ماقبل سے اعراض اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے یعنی یہ نہیں کہ ہم ان کو یہاں اس لئے نہیں دیکھ رہے کہ ہم دنیا میں ان کا یوں ہی مذاق بنایا تھا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں صرف ہماری نظریں اپنی چوک کی وجہ سے ان کو نہیں دیکھ رہیں مَا لَنَا لَا نَرَاهُمْ فِي النَّارِ اَلَيْسُوا فِيْهَا فَلَنَلِكْ لَا نَرَاهُمْ بَلْ اَزَاغَتْ عَنْهُمْ الْبَصَارُ فَلَا نَرَاهُمْ وَهُمْ فِيْهَا۔

فَائِدَةٌ: آیات ۵۹ تا ۶۳ میں کونسا کلام کس کا ہے؟

آیت ۵۹ - یہ جہنمی لوگ (گمراہ کرنے والے پیشوا اور اکابر کفار) اپنے تابعین کے ایک گروہ کو جہنم کی طرف اتار دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے اس میں ضمیر جمع مذکر حاضران کے اپنے ساتھیوں کے لئے ہے اور ضمیر جمع مذکر غائب آنیوالی جماعت کے افراد کے لئے۔

آیت ۶۰ - آنیوالی جماعت کا خطاب ہے پیشوایانِ بالا سے۔

آیت ۶۱ :- یہ آنے والی جماعت کی اپنے رب سے اپنے پیشوایانِ بالا کے برخلاف بد

آیت ۶۲: ۶۳: یہ آنے والی جماعت کا کلام ہے یا ان کا اور ان کے پیشوایانِ متذکرہ بالا سب کا کلام ہے۔

۶۳: ۳۸ = تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ - أَهْلُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ ملکر تَخَاصُمُ (مضاف) کا مضاف الیہ۔

اہل دوزخ کا باہمی رگڑا جھگڑا۔ تَخَاصُمُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا۔

علامہ شمس الدین پانی پتی رح اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں :-

إِنَّ ذَلِكَ بے شک یہ جو کچھ دوزخیوں کے متعلق ہم نے بیان کیا لَحَقَّ بلاشبہ صحیح۔ وہ ضرور ایسی گفتگو کریں گے۔ تَخَاصُمُ یہ حق سے بدل ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ (ای ہو تخاصم) دوزخیوں کے باہم سوال و جواب اور آپس کی گفتگو فریقین سے کی گفتگو کے مشابہ ہوگی۔ اس لئے اس کو تخاصم (باہمی جھگڑا) فرمایا۔

۶۵: ۳۸ = قُلْ اٰی قُلْ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= مَا مِنْ مِّنْ مَا نَافِيْہِۭ اَوْ مِنْ زَادَہٗ تَاکِیْدَہٗ کے لئے ہے۔

= الْقَهَّارُ - قَهَرَ یَقْهَرُ (باب فتح) قَهْرًا مصدر۔ قَا هُوَ اسم فاعل قَهَّارٌ مبالغہ ہے۔ سب پر غالب۔ ایسا غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب بیچ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی سے ہے۔

۶۶: ۳۸ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... الْوَاحِدُ - الْقَهَّارُ - رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ - الْغَفَّارُ - سب اللہ کے صفاتی اُحْسَنٰی ہیں۔

== قُلْ کو مکرر یہ بتانے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو بات کہی جا رہی ہے وہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر امر ہے

== هُوَ۔ اے ما ابناء تکم بہ من کوئی رسولاً منذراً وان الله تعالى واحدا لا شريك له۔ یعنی جو میں اپنے رسول من اللہ ہونے اور ڈرائیوالا ہونے کے متعلق اور اللہ کے واحد لا شریک ہونے کے متعلق تم کو بتا رہا ہوں وہ (ایک عظیم خبر ہے) یعنی یہ مضمون رسالت و توحید۔ بعض کے نزدیک هُو کا مرجع قرآن کریم ہے۔

== نَبَوُّ اعْظِيمُ موصوف و صفت۔ اے خبر دو فائدہ عظیمہ جدا لا رب فیہ اصلاً ایک بہت بڑے فائدہ کی خبر میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ بعض کے نزدیک هُو سے مراد روز قیامت ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ (۸: ۲-۱) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں کیا بڑی خبر کی نسبت یعنی کیا یہ روز قیامت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد بھی قرآن لیا ہے ۶۸: ۳۸ = مُعْرِضُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اعراض (افعال) مصدر سے منہ پھرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ (تم اس سے منہ موڑے ہوئے ہو)

۶۹: ۳۸ = الْمَلَاِ الْعَلٰی۔ م ل و مادہ۔ الْمَلَاُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظموں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و حبلال سے بھر دے۔ مَلَا يَمَلَاُ مَلَاُ و مَلَاُ مصدر (باب فتح) کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔ مِلُّ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدٍ هِدْمِلُّ الْاَرْضِ ذَهَبًا (۹۱: ۳) سوان میں سے کسی سے بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا زمین بھر سونا۔

قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کو مَلَا کہتے ہیں۔

الْمَلَاِ الْعَلٰی موصوف و صفت الْمَلَاُ اسم جمع ہے اس لئے اس کی صفت بھی مفرد آئی ہے۔ الْعَلٰی سب سے اوپر۔ برتر۔ حُلُو سے جس کے معنی بلند و برتر ہونے کے ہیں۔ افعَل التفضیل کا صیغہ ہے الْمَلَاِ الْعَلٰی سرداران عالی قدر۔ صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔ یہاں مَلَاِ الْعَلٰی سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے

جو اپنے شرف و عزت کے علاوہ عالم بالا کے مکین ہیں۔ ان کے ذریعہ سے احکام کو نیہ کی تفہیم ہوتی ہے اور تدابیر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اس لئے ان میں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے کے لئے قیل و قال اور بحث کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ امور جو وہاں زیر بحث آتے ہیں ان میں تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔

= اِذْ ظَرَفَ زَمَانٌ مُّتَعَلِّقٌ بِهِ عِلْمٌ هُوَ۔

= يَخْتَصِمُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِخْتِصَامٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے وہ جھگڑ رہے تھے (ای اذ کانوا یختصمون) وہ بحث و گفتگو کر رہے تھے۔ وہ مستفیدانہ گفتگو کر رہے تھے (جب کہ وہ تخلیق آدم کے بارہ میں جس کی تفصیل آگے آتی ہے مستفیدانہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بیان القرآن) ضمیر جمع مَلَأَ کے اسم جمع ہونے کی رعایت سے آئی ہے۔ ۳۸: ۴۰ = اِنْ يُؤْحَىٰ اِلَیَّ اِلَّا اَنْتَ اَنَا مَذْنُوْرٌ مُّبِیْنٌ۔ اِنْ نَافِیْہُ ہے۔ یُوْحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِنْحَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر سے۔ وحی مادہ۔ وحی کی جاتی ہے اِلَّا حرف استثناء اَنْتَ اَمَّا مِیْن اَنْ حَرْفُ مِثْلٍ بِالْفِعْلِ ہے مَا کَافٌ ہے حَصْر کے معنی دیتا ہے اور اَنْ کو عمل سے روکتا ہے۔ بے شک، تحقیق بجز اس کے نہیں۔ اَنَا مِیْن ضَمِیْرٌ وَاحِدٌ مُّسْتَكْمَلٌ مَذْنُوْرٌ مُّبِیْنٌ موصوف و صفت۔ کھلا ڈرا نیوالا۔

اَنْتَ اَنَا مَذْنُوْرٌ مُّبِیْنٌ۔ یا تو یُوْحٰی کا نائب فاعل ہے یعنی نہیں آتی میرے پاس وحی مگر یہ کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے کھلا ڈرا ہوا ہوں)۔

یَا یہ فقرہ مفعول لہ ہے اور علت ہے وحی کے آنے کی۔ یعنی نہیں آتی میرے پاس و مگر اس سبب یا وجہ سے کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔

۳۸: ۴۱ = اِذْ قَالَ۔ اِذْ يَخْتَصِمُونَ کا بدل ہے یہ اس اختصام کی تفصیل ہے جس کے اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اِذْ سے پہلے فعل اُذْکُرْ محذوف ہے۔

= طِیْنٌ۔ گارا۔ مٹی۔ پانی اور مٹی کا آمیزہ۔ خَلَقَ اَدَمَ کَا مَادَہ کہیں طِیْنٌ آیا ہے کہیں ثَوَابٌ اور گہیں صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ان میں کوئی کچھ بھی توارض نہیں۔ کہیں مَادَہ قَرِیْبَہ بتلادیا کہیں مَادَہ بَعِیْدَہ۔ (حضرت تھانوی رحمہ)

المادة البعيدة هو التراب واقرب منه الطین واقرب منه الحماء مسنون واقرب منه الصلصال فثبت انه لا منافاة بین الكل (تفسیر کبیر)

۳۸: ۴۲ = سَوَّيْتُهُ۔ سَوَّيْتُ ماضی واحد متکلم تَسْوِیَّةٌ (تفعیل) مصدر سے برابر

۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع بشرّاً ہے۔ (جب) میں اس کو برابر کر دوں یعنی مکمل کر چکوں (ماضی بمعنی مستقبل)

== لَفَخْتُ ماضی واحد متکلم نَفَخْتُ (باب نصر) مصدر۔ پھونکنا۔ پھونک مارنا۔ (جب) میں (اس میں) پھونک دوں (ماضی بمعنی مستقبل)

وَلَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي۔ اسی احییتہ بنفخ الروح فیہ اور اس میں جان پھونک کر اسے زندہ کر دوں۔ یعنی جب میں اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں۔
مِنْ رُوحِي میں یا تو اضافت تملیکی ہے یعنی ہماری ملوک و مخلوق خاص۔ یا اضافت تشریفی یعنی وہ روح جو ہماری نسبت مشرف و مکرم ہے یا تنصیصی یعنی وہ زندگی یا جان جس میں ہمارے سوا کوئی دوسرا تعلق نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :-

کہ مِنْ رُوحِي میں اللہ نے روح کو اپنی جانب نسبت دے کر اس امر کو ظاہر کر دیا ہے کہ روح ایک جوہر شریف و معظم ہے (تفسیر ماجدی سے) اضافت جرّیت اور بعضیت کی نہیں بلکہ تشریف کی ہے یعنی وہ روح جس کو میں نے اپنی خاص قدرت سے بنایا ہے۔

(ضیاء القرآن)

== فَتَعَوَّا۔ الفاء جواب شرط کے لئے ہے۔ قَعَوْا۔ وَقَعَ يَقَعُ (مثال واوی۔ باب فتح) وَقَوْعٌ مصدر سے۔ فعل امر کا صغیر جمع مذکر حاضر ہے۔ تم گر پڑنا۔ وقوع کے معنی ثابت اور واجب ہونا۔ عدم سے وجود میں آجانا کے بھی ہیں۔ یہاں گر پڑنا کے معنی میں آیا ہے "لَهُ یعنی اس بشر کے روبرو۔

== مَاجِدٍ يَنْتَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ضمیر فاعل قَعَوْا سے حال ہے۔

۳: ۳۱ == فَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ اِی فخلقه فسوّاه فتفخ فیہ الرُّوحُ فسجد له لملئکة۔ یعنی جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا۔ اور اسے مکمل بنایا اور اس میں ان ڈال دی تو فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا۔

== كُلُّهُمْ۔ سب کے سب۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی نہ قیام نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا تو

== اجتمعون: سب کے سب اجتماع کے لئے آیا ہے یعنی مجموعاً۔ یعنی کوئی کسی کے پیچھے رہا۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب کے سب فوراً اکٹھے سجدے میں گر گئے۔

۳: ۴۴ == اِلَّا ابْلِیْسُ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ۔ اسْتَكْبَرَ

ماضی واحد مذکر غائب اِسْتَكْبَارُ (استفحال) مصدر سے۔ وہ بڑا مغرور ہو گیا۔ یعنی کسی استحقاق کے گھمنڈ میں آ گیا۔

== کَانَ کے دو معنی ہو سکتے ہیں :-

۱۔ کَانَ بمعنی صَادَ۔ یعنی ہو گیا۔ یعنی اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اس نے غرور کیا اور اطاعتِ حکم سے اس نے اپنے آپ کو اونچا سمجھا اور اس طرح کافروں میں سے ہو گیا۔

۲۔ کَانَ بمعنی تھا۔ یعنی اللہ کے علم میں وہ پہلے ہی کافروں میں سے تھا۔

اگر معنی نمبر (۱) لئے جاویں تو اِلَّا اِبْلِیْسُ مُتَشَتِّیٌ متصل ہوگا۔ اور وہ ملائکہ کے زمرہ میں (بجائیت جنس کے نہیں بجائیت مصاحبت) شمار ہوگا۔

اور اگر معنی نمبر (۲) لئے جاویں تو استثناء منقطع ہوگا تو استثناء منقطع ہوگا۔
(اِلَّا حَرَفُ اسْتِثْنَاءِ اور اِبْلِیْسُ مُتَشَتِّیٌ الْمَلَائِكَةُ مُتَشَتِّیٌ مِنْهُ)

== ۳۸: ۷۵ قَالَ اِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

== مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ۔ مَما موصولہ ہے اور اَنْ مصدریہ اِیْ مِنَ السُّجُودِ
== لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ۔ میں مَما موصولہ ہے اِیْ لِذِیْ خَلَقْتُهُ۔ جسے میں نے

پیدا کیا۔ بِیَدَیْ (میرے دونوں ہاتھوں سے) میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے
یعنی اپنی قدرت کاملہ سے بلا توسط ماں باپ کے۔ تثنیہ کا استعمال تاکید کے لئے۔

== اَسْتَكْبَرْتَ۔ اصل میں اِسْتَكْبَرْتَ تھا۔ ہمزہ استفہام انکاری کے آنے سے ہمزہ
وصل ساقط ہو گیا۔ اِیْ اُتْکَبَرْتَ من غیر استحقاق کیا بغیر استحقاق کے تو تکبر میں آ گیا

یعنی فی الواقع تو بڑا نہیں تھا لیکن اپنے آپ کو بڑا سمجھ لیا۔ اپنے آپ ہی بڑا بن رہا ہے۔

== اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ۔ اَمْ بمعنی۔ یا۔ عَالِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر عالی
واحد عَلُوٌّ سے۔ بلند مرتبے والے۔ یا واقعی تو اونچے درجے کا استحقاق رکھنے والوں میں

سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو جان بوجھ کر یہ جانتے ہوئے کہ تو ایسا نہیں ہے بڑا بن رہا ہے۔ یا
فی الواقع تو سمجھ رہا ہے کہ تو اونچے درجے والوں میں سے ہے۔ دونوں صورتوں میں استفہام
توہینی و انکاری ہے یعنی سچ یہ ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تو بڑا بننے کا استحقاق رکھتا ہے اور
نہی فی الواقع تو بڑا ہے :

۳۸:۷۶ = قَالَ - اِیْ قَالَ ابْلِیْس -

۳۸:۷۷ = قَالَ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی -

= فَاخْرُجْ مِنْهَا - الْفَاةُ لِلتَّوْقِیْبِ ، اور ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف
راجع ہے جہاں وہ دوسرے ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا۔ ابن عباسؓ سے ہے کہ وہ جنتِ
عدن میں نہ کہ جنت خلد میں رہتا تھا۔

یَا ہا ضمیر کا مرجع زمرة الملائکہ ہے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا۔

یَا جِیسا کہ حسن اور ابوالعالیہ نے کہا ہے :

اس بناوٹ (اور خوبصورت تخلیق سے) نکل جا جس میں تو بنایا گیا ہے ۔ چنانچہ اس حکم کے
بعد ابلیس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور خوبصورتی بد صورتی میں بدل گئی ۔

= فَإِنَّكَ رَجِيمٌ - یہ فقرہ حکم خروج کی علت ہے ، یعنی تجھے نکل جانے کا حکم
اس لئے دیا گیا ہے کہ اب تو راندہ درگاہ ہو گیا ہے ۔

= رَجِيمٌ ملعون - راندہ ہوا - مردود - رَجِمٌ (رَجَمَ یُرْجِمُ) باب نصر سے
(مصدر) سے فَعِلٌ بمعنی مفعولٌ یعنی مَرْجُومٌ ہے سنگسار کرنا - لعنت کرنا - بُرا بھلا
کہنا - دھتکارنا - پھینکارنا ۔

شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا اور مردود ہے اس لئے یہ اس کی
مخصوص صفت ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اسی کی صفت میں آیا ہے
۳۸:۷۸ = یَوْمَ الدِّیْنِ - روزِ قیامت - روزِ جزاء و سزا ۔

۳۹:۳۱ رَبِّ فَانْظُرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ - رب ! اِیْ یَا رَبِّ اے میرے رب
فَانْظُرْنِي - فارسیہ ہے اور جملہ سابقہ اس جملہ کا سبب ہے ۔ آدم کی دشمنی کی
وجہ سے راندہ درگاہ ہو جانا ہی اس مہلت طلبی کا سبب تھا ۔ تاکہ وہ بنی آدم کو اغوا (گمراہ)
رہ سکے ۔

فَانْظُرْنِي امر کا صیغہ ہے واحد مذکر حاضر ان وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تو مجھ کو مہلت
تو مجھ کو ڈھیل دے ۔ انظارُ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہلت دینے اور ڈھیل دینے
کے ہیں ۔

= يُبْعَثُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب بُعِثَ (باب فتح) مصدر سے ۔

وہ اٹھائے جائیں گے (یعنی جس دن لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا) ۔

روز قیامت۔

۸۰:۲۸ = قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ اس میں فاء سببیہ ہے یعنی ابلیس کا سوال اس جواب کا سبب ہے۔ الْمُنْظَرُونَ اسم مفعول جمع مذکر۔ انْظَارُ (اَفْعَالُ) مصدر سے مہلت دیئے جانے والے، مہلت دیئے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو گیا یعنی تجھے مہلت دی گئی۔
= يَوْمَ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ۔ يَوْمَ مضاف الوقت المعلوم موصوف وصفته بل کر مضاف الیہ۔ اس دن تک جس کا وقت (اللہ کو) معلوم ہے اس سے مراد پہلی بار صور بھونکنے جانے کا وقت ہے۔

۸۱:۲۸ = فَبِعِزَّتِكَ۔ الفاء للسببية۔ (ابلیس کو مہلت مل جانا ہی عزمِ اغوار کا سبب) بآء قسمیہ ہے۔ عِزَّتِكَ مضاف مضاف الیہ (جب تو نے مجھے مہلت دیدی) تو تیری عزت کی قسم.....

= لَا اَعُوذُ بِهِمْ۔ لام تاکید کا ہے مضارع بانون ثقيله صیغہ واحد متکلم۔ اِعْوَاءُ (افعال) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کر دوں گا۔
= اَجْمَعِينَ۔ سب کے سب کو۔ ساروں کو۔

= اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ۔ اِلَّا حرف استثناء عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ (تیرے بندے) بل کر موصوف الْمُخْلِصِينَ صفت موصوف وصفته مل کر مستثنیٰ متصل هُمْ مستثنیٰ منہ۔ سولے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔
الْمُخْلِصِينَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اخْلَاصُ (افعال) مصدر۔ خالص کئے ہوئے مخصوص لوگ۔ جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ جو چن لئے گئے ہیں۔

۸۲:۳۸ = قَالَ۔ اِی قَالَ اللہ تعالیٰ۔

= فَالْحَقُّ۔ الفاء للترتیب مابعد کا جو مضمون ماقبل پر مترتب ہو رہا ہے۔
الْحَقُّ۔ سچ بات، سچ۔ حق یہ ہے۔ اور جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَكِنْ حَقُّ الْقَوْلِ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (۱۳:۳۲)
میری یہ بات حق ثابت ہو چکی ہے کہ میں دوزخ بھر کر رہوں گا جنوں اور انسانوں سے۔
= وَالْحَقُّ أَقُولُ۔ اِی وَلَا أَقُولُ اِلَّا الْحَقُّ اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں۔
یہ جملہ معترضہ ہے جملہ ماقبل اور جملہ مابعد کے درمیان۔

۳۸:۸۵ = لَا مَلَأَنَّ لَام تَاكِيدَ كَاهِي اَمْلَأَنَّ مَضَارِعَ بَانُونَ تَاكِيدَ ثَقِيلَةٍ صِغَةِ وَاحِدٍ مُتَكَلِّمٍ - مَلَأَ يَمْلَأُ مَلَأُ وَ مَلَأَتْهُ (بَابُ فَتْحٍ) سے مصدر - کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا - میں ضرور بھر دوں گا۔

= مِنْكَ اِی مِنْ جَنَسِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ - تیری شیاطین کی جنس سے ۔

لَک - کا خطاب صرف ابلیس ہی کی طرف نہیں ہے بلکہ پوری جنس شیاطین کی طرف ہے ۔

= مِنْهُمْ اِی مِنْ ذُرِّيَّةِ اِذْمَ عَلَيْهِ السَّلَام

۳۸:۸۶ = قُلْ - اِی قُلْ يَا مُحَمَّد (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لِكْفَارِ قُرَيْشٍ

= عَلَيْهِ میں ؤ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا القرآن ہے یا تبلیغ رسالت ۔

= اَلْمُتَكَلِّفِينَ - اسم فاعل جمع مذکر تَكَلَّفُ (تَفَعَّلُ) مصدر سے ۔ بناوٹ کرنے والے

یعنی اپنی طرف سے قرآن بنانے والے ۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے اطاعت خداوندی کا اظہار کرنے

والے ۔ تَكَلَّفَ اور تَصَنَّعَ سے کام لینے والے ۔ (میں بناوٹ یا تصنع سے کام نہیں لے رہا

بلکہ تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کرتا ہوں ۔

۳۸:۸۷ = اِنَّ هُوَ - میں اِنَّ نافیہ ہے اور هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن

= ذِكْرُ نَصِيحَةٍ - پسند - بیان - ذکر ۔

نہیں ہے (یہ قرآن) مگر نصیحت سب جہانوں کے لئے ۔

۳۸:۸۸ = لَتَعْلَمُنَّ لَام تَاكِيدَ تَعْلَمُنَّ مَضَارِعَ تَاكِيدَ بَانُونَ ثَقِيلَةٍ صِغَةِ جَمْعٍ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ

عِلْمُ سے ۔ تم ضرور جان لو گے ۔ تم کو ضرور معلوم ہو جائے گا ۔

= نَبَأًا ؕ - مضاف مضاف الیہ - اس کی خبر - منصوب ہو جو تَعْلَمُنَّ کے مفعول ہونے

کے ہے ؕ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے ۔

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأًا ؕ اِی وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَ الْقُرْآنِ وَمَا فِيهِ مِنَ الْوَعْدِ وَالْوَعْدِ

وَذِكْرِ الْبَعْثِ وَالنَّشُورِ - یعنی قرآن میں جزا و سزا حشر و نشر کے متعلق جو تعلیمات ہیں تمہیں

ضرور معلوم ہو جائیں گی ۔ اور اس کی صداقت تم پر عیاں ہو جائے گی !

= لَبَعْدَ حَيٰۤیْنٍ - مضاف مضاف الیہ - کچھ عرصہ بعد - یعنی مرنے کے بعد حقیقت تم پر

کھل جائے گی !

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۷۵)

۱:۳۹ = تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مضاف مضاف الیه کتاب کا نازل کرنا۔ الکتاب سے مراد یہ سورۃ یا قرآن مجید ہے یہ مبتدا ہے اور مِنْ اللّٰهِ خبر ہے۔ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔

= الْعَزِيزُ۔ (اپنی حکومت میں سب پر غالب) الْحَكِيمُ۔ (اپنی صنّاعی میں حکمت والا) اللہ کی صفات ہیں۔

۲:۳۹ = بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ یعنی حامل حق کتاب یا بت سبیتیہ ہے۔ یعنی حق کو ثابت کرنے کا ظاہر کرنے اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔

بظاہر جملہ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مفہوم کے لحاظ سے پہلے جملہ کی تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے اول جملہ میں تَنْزِيلُ الْكِتَابِ تو عنوان کے طور پر فرمایا تھا اور اس جملہ میں اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ اس مضمون کو بیان کرنے کے لئے فرمایا۔

ہذا لیس بتکرار لات الاول کا العنوان لکتاب والثانی لبیات مَا فِي الْكِتَابِ۔

= فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ۔ الفاء للترتیب۔ اَعْبُدَ فعل امر واحد مذکر حاضر عِبَادَةُ مصدر باب نمرہ سے مُخْلِصًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اِخْلَاصٌ (رَامَعَالُ) مصدر سے۔

اخلاص کے لغوی معنی ہیں۔ کسی چیز کو ملاوٹ سے ہر ممکن پاک و صاف کر دینا۔ یہ خُلُوصُ کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف اور خالی ہونا ہے۔ اصطلاح

شرع میں یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

اخلاص جان عبادت ہے اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الدِّينُ - اطاعت و عبادت، الدین ای الطاعة، وقيل العبادۃ (قطبی)
دین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور خیرات کے معنی میں ہے پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ شریعت کی روح اطاعت خداوندی ہی ہے۔ قرآن میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

مثلاً، اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (۱۹: ۳) درحقیقت دین جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے۔ یہاں دین سے مراد شریعت ہے۔
(۲) وَ اَخْلَصُوا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ ط (۱۴۶: ۴) اور انہوں نے اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا۔ یہاں دین سے اطاعت مراد ہے۔

(۳) مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ - (۲: ۱) مالک ہے روز حزار کا۔ یہاں دین بمعنی حزار آیا حزار۔ اطاعت۔ عبادت۔ شریعت کوئی بھی معنی دین کے لئے جاوے شریعت کی پابندی کو ان سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور شریعت زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے خواہ وہ اخلاقی ہو، معاشرتی ہو، معاشی ہو۔ روحانی ہو یا جسمانی ہو۔ گویا زندگی کو شریعت کے جملہ احکام کے مطابق مطیع کر دینا دین پر چلنا ہے۔

لہٰذا میں لام استحقاق کے لئے ہے، ضمیر کا مرجع اللہ ہے الدِّينَ کا نصب مُخْلِصًا سے ہے۔

مُخْلِصًا الدِّينَ یہ حمد ضمیر اُعْبُدُ سے حال ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر درآن حالیکہ کتیری اطاعت و عبادت خالصہ اُسی کے لئے ہو (اس میں کسی قسم کے شرک، ریا یا شک و شبہ کا دخل نہ ہو)

۳: ۳۹ - اَلَّا - حرف تنبیہ ہے۔ خبردار۔ یاد رکھو، سمجھ لو۔ جان لو۔

= لِلّٰهِ - میں لام اول استحقاق کے لئے ہے۔ جیسے الْحَمْدُ لِلّٰهِ (۱۰۱)، لِلّٰهِ الْأَمْرُ

(۱۳: ۳۱)

= الدِّينَ الْخَالِصُ - موصوف و صفت۔ خالص دین۔ ہر قسم کے شرک و ریا و دیگر

تقاضے سے پاک لطاعت۔

ترجمہ ہو گا۔ یا در کھودین خالص صرف اللہ ہی کے لئے نزا دار ہے۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ ان المراد بالدين الخالص كلمة لا اله الا الله

دین خالص سے مراد کلمہ لا اله الا الله ہے۔

== مِنْ دُونِهِ اِی من دون اللہ۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے سوا۔

== لِيُقَرِّبُونَا۔ لام تعلیل کا ہے يُقَرِّبُونَ جمع مذکر غائب تَقْرِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ)

مصدر سے قُرب مادہ۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم کہ وہ ہمیں قریب پہنچا دیوں۔ ہمیں مقرب

بنادیوں۔

== زُلْفَى مصدر ہے بمعنی تقریباً۔ فعل کے مصدر کا مترادف مفعول مطلق ہو سکتا ہے جیسے

تَحَدَّثْتُ جُلُوسًا لَهَذَا زُلْفَى فعل يُقَرِّبُ کے مصدر تَقَرُّبًا کا مترادف ہونے کی وجہ سے

لِيُقَرِّبُونَا کا مفعول مطلق ہے۔

زُلْفَةً دُرُّ لُفَى درجہ قرب۔ نزدیکی۔ اَزْلَفَ يُزْلِفُ باب افعال سے بمعنی قریب

کرنا۔ نزدیک لانا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَ اَزْلَفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۵۰: ۲۱)

اور بہشت پر مہیزگاروں کے قریب لائی جائیگی۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهِ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْا

فائدہ

اِلَى اللّٰهِ زُلْفَى۔ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے مراد کفار ہیں یہ پورا جملہ مبتدا

ہے اور اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ..... الخ (اگلی آیت) اس کی خبر ہے مَا نَعْبُدُهُمْ سے قبل قَالُوْا اَحْذَرُ

ہے قَالُوْا معطوف بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف اِتَّخَذُوْا پر ہے اس صورت

میں ترجمہ یہ ہو گا۔

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کار ساز بنائے کھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان

کی پوجا بس اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں۔

دوسری صورت میں قَالُوْا۔ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا سے بدل بھی ہو سکتا ہے اس

صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کار ساز بنائے کھے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم

ان کی پوجا محض قربِ خدا حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

== يَحْكُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُكْمٌ باب نصر سے مصدر۔ حکم دیتا ہے یا

دے گا۔ فیصلہ کرتا ہے یا کرے گا۔

== بَيْنَهُمْ اور فِيْئِمَّا هُمْ فِيْهِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا فوہ اور ان کے مقابلہ مومنوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہے۔

مَا موصولہ ہے اور فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ صلہ۔ جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یہ فیصلہ اس صورت میں ہوگا کہ اہل ایمان جنت میں جائیں گے اور اہل کفر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

== كَاذِبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر: جھوٹا۔ كَذَّبَ جمع۔ جھوٹا اس لئے کہ اللہ کو صاحب اولاد کہتا ہے اور بتوں کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بتاتا ہے۔

== كَفَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ زبردست کافر۔ بڑا ناشکرا۔ ناشکرا اس لئے کہ لطف تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اٹھائے اور پوجا کسی اور کی کرے۔ یا اس میں کسی اور کو بھیجے شریک ٹھہرائے۔

۴: ۳۹ == وَلَدًا۔ اسم جنس کوئی بچہ ہو لڑکا ہو یا لڑکی۔ اَوْلَادٌ جمع۔

== لَا صُطْفٰی لام جواب شرط کے لئے ہے اِصْطَفٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِصْطِفَاءُ افتعال مصدر اس نے جن لیا۔ اس نے پسند کر لیا۔ تو وہ منتخب کر لیتا۔ جن لیتا۔ یا پسند کر لیتا۔

== مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ حرف جر اور مَا موصولہ سے مِمَّا یَخْلُقُ اس میں سے جسے وہ پیدا کرتا ہے اپنی مخلوق میں سے۔

== هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحم فرماتے ہیں نہ

یعنی الوہیت تو وجوب پر مبنی ہے (جب کوئی دوسرا واجب نہیں ہر موجود مخلوق ہے اور ہر مخلوق ممکن ہے) تو الہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ الہ اپنی ذات و صفات میں واحد ہو نہ اس کا کوئی مثیل ہو نہ شریک، اور جب کوئی دوسرا اس کی مثل نہیں ہو سکتا تو اس کی اولاد ہونا کس طرح ممکن ہے اولاد تو باپ کے بعض اجزاء سے بنستی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔

== الْقَهَّارُ۔ سب سے زبردست، سب پر غالب۔ ہمہ گیر قہارتیت شرکت کی نفی کرتی ہے

۵: ۳۹ == بِالْحَقِّ۔ ضمیر فاعل خَلَقَ کا حال ہے۔ حق و حکمت کے ساتھ۔

== تَكْوِيْرٌ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَكْوِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ وہ پیتا ہے

اَلْكَوْزُ کے معنی کسی چیز کو عمار کی طرح لیٹنے اور اس کو اوپر تلے گھمانے کے ہیں۔
كَارَ الْعِمَامَةِ عَلَى رَاسِهِ يَكُوْرُهَا كُوْرًا۔ كُلُّ دُوْرٍ كُوْرٌ۔ عمامہ کو سر پر لیٹنا
اور بل پر بل دیتے چلے جانا۔ ہر بل کو کوزہ کہتے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (۸۱: ۱) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ یعنی بے نور
کر دیا جائے گا۔

آیت ہذا میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے
کو ٹکونیرو سے تعبیر کیا گیا ہے۔

صاحب ضیاء القرآن اسے یوں بیان فرماتے ہیں :-

دن کی روشنی جہاں سے سمٹتی جاتی ہے رات کی تاریکی وہاں پھیلی جاتی ہے اسی طرح
رات کا اندھیرا جہاں سے ختم ہوتا جاتا ہے دن کا اُجالا وہاں نور افشانی کرتا جاتا ہے۔ یہ
تسلل کہیں ٹوٹنے نہیں پاتا۔

= لِأَجَلٍ مُّسَمًّى۔ مُسَمًّى اسم مفعول واحد مذکر۔ مقررہ، نامزدہ۔

متعین۔ أَجَلٍ مُّسَمًّى موصوف و صفت۔ أَجَلٌ وقت مقررہ۔ مدت مقررہ۔

= اَلَا حَرْفُ نَبِيٍّ : یا درکھو، خبردار رہو۔

۶: ۳۹ = مِنْهَا۔ میں ضمیر ہا نفْسٍ وَاحِدَةٍ کی طرف راجع ہے۔

= زَوْجَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا جوڑا۔ اس کا مقابل صنف۔ ہا کا مرجع
نَفْسٍ ہے۔

= خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ اس کا ترجمہ
ہوگا :-

اس نے تمہیں فرد واحد (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا پھر اُسی (فرد واحد)
سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس جملہ میں ثُمَّ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے ان کے
اولاد کی پیدائش کے بعد حضرت حوا کو بطور حضرت آدم کے جوڑے کے پیدا کیا گیا۔
یہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔

۱:- صاحب تفہیم القرآن اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں :-

یہ مطلب نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانوں کو پیدا کر دیا اور پھر ان کی بیوی حضرت

حوا کو پیدا کیا۔ بلکہ یہاں کلام میں ترتیب زمان کی بجائے ترتیب بیان ہے جس کی مثالیں ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً۔ ہم کہتے ہیں کہ تم نے آج جو کچھ کیا وہ مجھے معلوم ہے پھر جو کچھ تم کل کر چکے ہو اس سے بھی میں باخبر ہوں اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ کل کا واقعہ آج کے بعد ہوا ہے۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ کا عطف خَلَقْتُكُمْ پر نہیں بلکہ فعل محذوف پر ہے ای خَلَقْتُكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ خَلَقَهَا ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ اس نے تمہیں تن واحد سے پیدا کیا (یعنی پہلے) اس نفس واحد کو پیدا کیا پھر اسی اس کا جوڑا بنایا۔ اور پھر ان دونوں سے تم لوگوں کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے: لَوْ خَلَقْنَاكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ (۱:۴) جس نے تم کو ایک تن سے پیدا کیا (یعنی اول) اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے) پھیلادیا۔ (۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ تراخی (تاخیر) کے لئے ہے اور یہ تراخی زمانی نہیں رتبہ کے لحاظ سے ہے (التراخی الرتبی) مؤخر الذکر (خلق زوج) کو اول الذکر (خلق الناس) پر مرتبہ کے لحاظ سے برتری دیتے ہوئے ادنیٰ کو پہلے اور اعلیٰ کو بعد میں بیان کیا۔ یا اس کے برعکس۔ اول الذکر کو اعلیٰ گردانتے ہوئے پہلے ذکر کیا اور مؤخر الذکر کو دوسرے مرتبے پر رکھتے ہوئے بعد میں بیان کیا۔

== اَنْزَلَ۔ ای قَضٰی اَوْ قَسَمَ لَكُمْ : تمہارے لئے فیصلہ کر دیے۔ یا تمہارے حصہ میں کر دیے۔ مطلب تمہارے لئے پیدا کر دیے۔

== خَلَقًا مِّنْ اٰفَاقٍ خَلْقٍ۔ تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت میں۔ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں۔ ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر۔ جو شخص بھی جنہیں کے تغیرات سے واقف ہے اس پر روشن ہے کہ نو مہینہ تک کتنے تغیرات ہر روز وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

== ظَلَمْتَ ثَلَاثٍ : تین تاریکیوں (کے اندر)

(۱) پیٹ کی تاریکی۔ (۲) جسم کی تاریکی۔ (۳) جسم کے اندر کی جھلی کا اندھیرا۔ جس میں بچہ کی تخلیق مکمل ہوتی ہے۔ اسے مَشِيْمَةٌ کہتے ہیں۔ جھلی۔ جس میں پیدائش کے وقت بچہ لپٹا ہوتا ہے۔

== ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ - ذَلِكُمْ يَعْنِي بِتَمَامِ كَامِ
کرنے والا (جو اوپر مذکور ہیں) مبتدا ہے۔ اَللّٰهُ مُخْبِرٌ اُولَ رَبِّكُمُ خَبَرِ دَوْمَ لَهُ الْمُلْكُ خَبَرِ
سوم لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَبَرِ چہارم۔ یہی ہے تمہارا رب اسی کی حکومت ہے اور کوئی خدا بجز
اس کے نہیں ہے :

== فَإِنِّي تُصَرِّفُونَ الْفَاءَ سَبَبِيَّةً اِنِّیْ مَعْنٰی کَیْفَ اَوْ اَیْنَ - کیسے؟ کہاں؟
استفہام تعجبی ہے۔ سو (تعجب ہے کہ اس واضح و مکمل بیان کے بعد تم کہاں (حق سے)
بھڑے جا رہے ہو۔

۳۹: ۷ = اِنَّ شَرْطِیْہِ فَاِنَّ اِلّٰہَ فِی الْفَارِ لِحَوَابِ الشَّرْطِ۔

== غَنِیٌّ۔ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

== یَرْضَہُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَرْضٰی تھا رَضٰی مصدر
باب سَمْع سے جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مُشْكِرٌ کی طرف راجع
ہے وہ اس کو پسند کرتا ہے (اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے)
== لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ بوجھ نہیں اٹھاتی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی
وَزْرٌ مصدر باب ضرب سے وَازِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث بوجھ اٹھانے والی۔ مؤنث کا
صیغہ نفس کے لئے ہے جو عربی میں مؤنث ہے وَزْرٌ اُخْرٰی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر
لَا تَزِرُ کا مفعول ہے۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، کوئی بوجھ اٹھا
والا شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

== مَرْجِعُكُمْ مَّضَافٌ مَّضَافٌ اِلَیْہِ۔ مَرْجِعٌ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رُجُوعٌ سے مصدر
یسی ہے تمہارا لوٹنا۔

== عَلَیْہُمْ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمٌ سے بروزن فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے
== ذَاتِ الصُّدُورِ۔ ذَاتٌ۔ دُؤَا سے مؤنث ہے والی۔ ذَاتِ الصُّدُورِ مضاف
مضاف الیہ۔ سینوں کے بھید۔ عَلِیْمٌ اِبْدَاتِ الصُّدُورِ۔ دلوں تک کی باتوں کو جاننے
والا۔

۳۹: ۸ = هَسَّ مَاضِیْ واحد مذکر غائب۔ هَسَّ مصدر باب نصر۔ چھوٹا۔ لاحق ہونا
اِذَا هَسَّ اِلَیْ نَسَانَ حُسْرٌ حَبِ النَّسَانِ کو کوئی تکلیف (مرض وغیرہ) پہنچتی ہے۔

== اَلْاِنْسَانُ - هذا وصف للجنس بحال بعض افرادہ جنس کے بعض افراد کی حالت پر جنس کو محمول گردانا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (۳۴:۱۴) انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اَلْاِنْسَان سے یہاں مراد جنس کا فرد ہے نہ کہ تمام جنس انسان۔
 = مُنِيبًا اِلَيْهِ - مُنِيبًا اسم فاعل واحد مذکر منصوب - اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ اِنَابَةٌ مصدر باب انعال۔ نُوِبَ مادہ۔ خلوص عمل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنا۔ مُنِيبًا اِلَيْهِ اَلْاِنْسَانُ کا حال ہے۔
 دَعَارِبَهُ مُنِيبًا اِلَيْهِ - اپنے رب کو اس کی طرف دل سے رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔

== خَوَّلَهُ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَوَّلَ يَخْوُلُ تَخْوِيلٌ رَفْعٌ مصدر سے۔ جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب (جب) اس نے اس کو عطا کیا۔

نِعْمَةً مَفْعُول ثانی خَوَّلَ کا مِنْهُ اسی مِنَ اللہ (جب اللہ تعالیٰ) اپنی جناب سے اس کو (الانسان متذکرہ بالا کو) نعمت عطا کرتا ہے۔
 خَوَّلَ کے اصل معنی خَوَّلَ یعنی حشم و خدم عطا کرنے کے ہیں بعض کے نزدیک اس کے معنی ایسی چیز عطا کرنے کے ہیں جس کی نگہداشت کی ضرورت پڑے۔ دونوں صورتوں میں مراد نعمت عظیمہ ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے دَتَوَكَّلْتُ مَا خَوَّلْتُكُمْ وَرَأَا ظُهُورَكُمْ (۹۴:۶) اور تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا۔

== نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ - مَا موصولہ ہے اور اس کا ما بعد کا جملہ اس کا صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نَسِيَ کا مفعول۔ كَانَ يَدْعُو اما ضعیف استمراری کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الانسان (مذکورہ بالا) ہے۔ تو پیشتر ازیں جس چیز کے لئے وہ اسے پکار رہا تھا اسے بھول جاتا ہے۔ یعنی اس چیز کے لئے اپنی دعا و پکار کو بھول جاتا ہے۔

== جَعَلَ ماضی بمعنی حال۔ اَنْدَا دَا۔ يَنْدُ کی جمع۔ يَنْدُ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔ مقابل۔ برابر۔ یہ جَعَلَ کا مفعول ہے۔ وہ اللہ کا

شریک بنانے لگتا ہے۔

== لِيُضِلَّ - لام تعلیل کا ہے۔ یا یہ لام عاقبت ہے جیسا کہ اور جگہ آیا ہے :-

فَالْتَقَطَهُ ۱۲۱ فِرْعَوْنُ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا (۸:۲۸) چنانچہ فرعون کے لوگوں نے اُس (موسیٰ) کو اٹھالیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنے۔
يُضِلُّ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر کہ گمراہ کر دے، بہکا دے (دوسروں کو)

== عَنْ سَبِيلِهِ - اِی عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ دھوا التوحید یعنی خدا کی راہ (توحید) سے دوسروں کو (بھی) گمراہ کر دے۔

== قُلْ - خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اِی قُلْ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== تَمَتَّعْ - فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَمَتَّعٌ مصدر باب تفعّل۔ توفادہ اٹھالے۔ تو برت لے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی تَمَتَّعْ اور تَمَتَّعُوا کے صیغے آئے ہیں اور دنیا سے فائدہ اٹھانے کو کہا گیا ہے وہ بطور زجر و تنبیہ دیا گیا ہے۔ یعنی تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے برت لو جو برتنا ہے مثال کے طور پر قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِن مَّصِيرُكُمْ اِلٰی النَّارِ (۱۴:۳۰) کہہ دو (چند روز) فائدہ اٹھا لو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۹:۳۹ = اَمِّنْ - اَمُّ مَنْ سے مرکب ہے۔

اَمُّ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اَمُّ متصلہ ہے اِی الکافر خیر ام ہو قانت: کافر بہتر ہے یا وہ جو اطاعت گزار ہے
(۲) اَمُّ منقطعہ ہے۔ اِی بدل ام من ہو قانت کما ہو بضدہ - بلکہ کیا وہ جو اطاعت گزار ہے اسی کی طرح ہے جو اس کی ضد ہے۔

یہاں اَمُّ بمعنی حرف اضراب ہے کشاف میں ہے مَنْ مَبْتَدَاً وَخَيْرٌ مِّنْ حَذْوٍ تقدیرہ امن ہو قانت کغیرہ۔

== قَانِتٌ - اسم فاعل واحد مذکر قَنَوْتُ مصدر قنت مادہ۔ باب نصر۔ اس کے معنی خشوع و خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔ فرمانبردار۔ اطاعت گزار۔ ہمہ تن مصروف عبادت۔ کامل توجہ کے ساتھ خداوند قدوس کی حبلالت و عظمت کا استحضار کرتے ہوئے اپنی فروتنی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت

و اطاعت میں مشغول رہنے والا۔

== اِنَاءَ اللَّيْلِ مضاف مضاف الیہ۔ رات کے اوقات۔ اَنیٰ ہر وزن عَصَا کی جمع ہے جس کے معنی گھڑی اور وقت کے ہیں۔ اَنیٰ کا استعمال دن بھر اور رات بھر کے لئے ہوتا ہے۔

== سَاجِدًا۔ سجدہ ریز۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب سجدہ کرنے والا، قَائِمًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب نماز میں کھڑا ہونے والا، قَانِتٌ کا حال ہیں۔

== يَحْذَرُ مضارع واحد مذکر غائب حَذَرٌ مصدر باب سمع۔ ڈرتا ہے، الْآخِرَةُ (مفعول ہے يَحْذَرُ کا) آخرت سے ڈرتا ہو۔ یہ بھی قَانِتٌ کا حال ہے۔

== يَرْجُوا رَحْمَةً رَبِّهِ۔ يَرْجُوا مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءٌ مصدر باب نصر امید رکھتا ہے رَحْمَةً مضاف رَبِّهِ مضاف مضاف الیہ مل کر رَحْمَةً کا مضاف الیہ۔

مضاف مضاف الیہ مل کر يَرْجُوا کا مفعول۔ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ یہ بھی قَانِتٌ سے حال ہے۔

== هَلْ لَيْسَتَوِي۔ هَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے لَيْسَتَوِي مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتَوَاءٌ (استفعال) مصدر۔ کیا برابر ہے؟ یعنی برابر نہیں ہے (یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے)۔

== اَلَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے۔

تفسیر ماجدی میں اس کی یوں تشریح کی گئی ہے۔

محاورہ قرآنی میں علم سے مراد علم حقائق سے ہوتی ہے اور بے علمی سے مراد اس علم سے محرومی ہے۔ قرآن مجید نے علم سے کہیں بھی وہ چیزیں مراد نہیں لی ہیں جنہیں دنیا میں علوم و فنون کہا جاتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ کا لفظ قَانِتٌ اور سَاجِدٌ اور قَائِمٌ کے لئے آیا ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو صاحب عمل ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو لوگ بے عمل ہوتے ہیں انہیں اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ سے تعبیر کیا ہے؛

اس سے ظاہر ہے کہ عمل کی کتنی فضیلت اسلام میں ہے اور جو لوگ صرف علم پر باعمل

قانع رہتے ہیں انہیں قرآن بے علم یا جاہل ہی قرار دیتا ہے۔ وہو تنبیہ علیٰ اَن
مَنْ لَا يَعْمَلْ فَهُوَ غَيْرُ عَالِمٍ اور یہ تنبیہ ہے کہ جو عامل نہیں ہے وہ غیر عالم ہی ہے
(کشاف: کبیر)

== يَتَذَكَّرُ. مضارع واحد مذكر غائب تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) وہ نصیحت کپڑتا ہے
== اُولُوا الْاَلْبَابِ. صاحب عقل۔

۱۰:۳۹ = يٰعِبَادِ۔ اے میرے بندو!

== اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ عباد کی تعریف ہے جو ایمان لائے ہیں۔ جو مومن ہیں۔
يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اے میرے مومن بندو! یا اے میرے بندو جو ایمان لے
آتے ہو۔

== اِتَّقُوا رَبَّكُمُ۔ اِتَّقُوا فعل امر کا صیغہ جمع مذكر حاضر۔ اِتَّقَاءُ (افتعال) مصدر
وقی مادہ سے تم ڈرو۔ تم پر ہنگامی اختیار کرو۔ وقی 'یقنی' (باب ضرب) وَقَايَةُ
ووقاء یعنی کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ مثلاً دَوَقَهُمْ
عَذَابُ الْجَحِيْمِ۔ (۵۶:۴۴) اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔

اِتَّقُوا رَبَّكُمُ اپنے پروردگار سے ڈرو!۔
== لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں
ہیں۔ (۱) عبارت یوں ہے!

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا حَسَنَةٌ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ فِيْ الْاٰخِرَةِ
یعنی فی ہذا الدُّنْيَا متعلق ہے اَحْسَنُوْا سے۔ اور ترجمہ یوں ہو گا۔
ان لوگوں جنہوں نے اس دنیا میں نیک اعمال کئے آخرت میں اچھا بدلہ ہے۔ یعنی
جنت۔

== يُوَفِّي الصّٰبِرُوْنَ۔ يُوَفِّي مضارع مجہول واحد مذكر غائب (یہاں جمع کے
لئے ہے) تَوْفِيْهِ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ پورا دیا جائے گا۔

اَلْوٰفِيْ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ
اِذَا كَلْتُمْ (۳۵:۱۴) اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو!
يُوَفِّي الصّٰبِرُوْنَ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار اجر ملیگا۔ (یعنی نہ صرف
پورا پورا ان کے صبر کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی بے حساب)

اسی مادہ وفی سے باب افعال سے بمعنی عہد و پیمان کو پورا کرنا آیا ہے مثلاً
اَوْفُوا بِعَهْدِيْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ (۴۰:۲) اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے
مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۳۹:۱۱ = اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ - میں اَنْ مصدر یہ ہے یا مفسرہ۔

= مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ - ملاحظہ ہو ۲:۳۹ متذکرہ بالا۔

۱۲:۲۹ = لَا اَنْ - لام زائدہ ہے اَنْ مصدر یہ ہے۔ مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔

۱۳:۳۹ = اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ جَلَدٌ شَرْطِيَّةٌ ہے اَخَافُ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ اس کی ہزار یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہے۔

۱۴:۳۹ = قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِيْنِيْ - (معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۲:۳۹)

ضمیر فاعل اَعْبُدُ سے حال ہے۔ اور اللہ - اَعْبُدُ کا مفعول۔

مفعول کو مقدم لانے سے تاکید کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔

کہہ دیجئے: میں تو اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اپنے دین کو اس کے لئے (شرک وغیرہ سے) خالص کرتے ہوئے (تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی جا ہو عبادت کرو نتیجہ کو تم خود ہی دیکھ لو گے)

۱۵:۳۹ = فَاَعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُوْنِهِ - بطور تہدید قطع تعلقی آیا ہے۔

= خَسِرُوْا - ماضی جمع مذکر غائب خُسِرُوْا وَخُسِرَانُ مصدر (باب سیم) یعنی زریان، نقصان، ٹوٹا۔ سرمایہ میں گھاٹا۔ خَسِرَ فعل مقدم ہے لیکن آیت نہا میں بطور فعل متعدی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اَنْفُسُهُمْ اور اَهْلِيْهِمْ مفعول مذکور ہے۔

خَسِرُوْا جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھروالوں کو گھاٹے میں ڈالا۔ اپنے اہل کو گھاٹے میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی غلط تعلیم و تربیت اور غلط مثال سے اس نے اپنے عزیز واقارب دوستوں - ہم قوموں کو توحید سے دور رکھا۔

= يَوْمَ الْقِيَامَةِ - مضاف مضاف الیہ خَسِرُوْا کا مفعول فیہ۔ قیامت کے روز۔

= اَلَا - حرف تنبیہ۔ یاد رکھو۔

= الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ - موصوف و صفت - صریح خسارہ یہاں خُسْرَانُ کی شدت

کو بیان کرنے کے لئے اَوَّلَ تَوْفَرٍ کی ابتداء اَلَا کلمہ تنبیہ سے کی گئی ہے پھر خسران کو معرفہ استعمال کر کے اس کی شدت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور پھر اس پر مباین لا کر اس

کے ہر جہت خسارہ ہونے کا اظہار کیا۔ پھر قیامت کے روز یہ گھاٹا اور بھی مہیب شکل اختیار کر لے گا۔ کیونکہ یہ مستقل اور دائمی صورت میں ہو گا۔ دنیا کے گھاٹے کی طرح نہیں کہ جس کے

تبدیل ہونے کا اور ختم ہونے کا امکان ہے۔

۱۶:۳۹ = لَهُمْ تَحْتِهِمْ ظُلُلٌ - یہ الخسران المبين کی تفصیل ہے

== لَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ فِتْنَةً مِّنْ أَشْيَاءَ تَلْتَمِذُونَ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 == ظَلَّلُ . سَابَانَ . ہدیاں ظَلَّةٌ کی جمع جیسے غُرْقَةُ کی جمع غُرَفٌ اور قُرْبَةُ کی جمع قُرَبٌ ہے ۔

ظَلَّةٌ ہر اس شے کو کہتے ہیں جس کا سایہ کسی پر پڑ رہا ہو۔ شامیانہ ، بادل۔ ظِلُّ سائے۔ ظِلُّ ظِلِّیْنِ گھنا سایہ ظِلُّ مِّنَ النَّارِ یہاں آگ سے پھڑکتے ہوئے شعلے مراد ہیں۔ جو سایہ دار چیز کی طرح ان کے اوپر بھی چھائے ہوئے ہوں گے اور نیچے بھی ایسے ہی نہ درتے آگ کے پڑے ہوں گے۔ جو اُن سے نیچے والے دوزخیوں کے لئے سَابَانَ کی طرح ہوں گے ! مطلب یہ کہ جہنمی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے ۔

= مِّنَ النَّارِ ظِلُّ کی تعریف ہے ۔

= ذٰلِكَ ۔ ای ذٰلِكَ الْعَذَابُ یعنی اس عذاب سے (اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے)
 = یَخَافُونَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَخَوُّفٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ۔ وہ خوف دلاتا ہے ۔ وہ ڈراتا ہے ۔

= عِبَادَةٌ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یخوف کا مفعول۔ اپنے بندوں کو۔

= یُعْبَادُ ۔ ای یُعْبَادُ ۔ اے میرے بندو !

= اتَّقُوا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اصل میں اتَّقُوا نِی تھا۔ نَ وَقَاہِ اور یٰ ضَمیر واحد متکلم کی۔ اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ مجھ سے ڈرو۔ یعنی میرے عذاب سے ڈرو۔
 ۳۹: ۱۷ = اجْتَنِبُوا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ اجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے پرہیز کیا۔ وہ بچے ۔

= الطَّاغُوتُ ۔ طَغَوْتُ و طَغَيْتُ و طَغْيَانٌ و طَغْوَانٌ کے معنی طغیان اور سرکشی کرنے کے ہیں۔ طغیان کے معنی ہیں سرکشی میں حد سے تجاوز کرنا۔ مثلاً اِذْ هَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (۲۰: ۲۲) تو فرعون کے پاس جا وہ بے حد سرکش ہو چکا ہے ۔ الطَّاغُوتُ مصدر ہے (الملکوت کی طرح) اور شیطان یا شیاطین کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔

بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں ۔

کاہن ۔ ساحر ۔ اَصْنَام (بُت) اور ہر سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا خواہ وہ

انسان ہو یا جن ۔

== اَنْ يَّعْبُدُوْهَا۔ اَنْ مصدر یہ ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

علامہ بغوی رحم نے طاغوت سے مراد بت لئے ہیں اور ان کے نزدیک ہا ضمیر کا مرجع طاغوت (یعنی اصنام) ہے۔ اور جو لوگ طاغوت کی پرستش سے بچے سہتے ہیں۔ ہا ضمیر شیاطین کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

== وَاَنَابُوْا اِلَى اللّٰهِ۔ واو عطف کے لئے ہے اَنَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنَابَةٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ رجوع ہوئے۔ اِنَابَةٌ اِلَى اللّٰهِ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ مُنِيبٌ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا توبہ کرنے والا۔

== لَّهُمُّ الْبَشَرِی۔ ترکیب کلام سے حصر کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی بشارت الیوں ہی کے حق میں ہے سب کے لئے نہیں ہے ای لہم مدول لغیرہم الْبَشَرِی میں آل حصر کی تاکید مزید کے لئے ہے۔ یہ بشارت دنیا میں پیغمبروں کی زبانی اور مرنے کے وقت ملائکہ کی زبانی ہے۔

== فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ ای فَبَشِّرْ عِبَادِی۔ ف ترتیب کے لئے ہے بشارت کا حکم لَہُمْ الْبَشَرِی پر مرتب ہوا ہے۔ بَشِّرُ امر کا صیغہ واحد مذکر ماضی۔ تو خوشخبری سنا دے۔ عِبَادِ میرے بندے۔ یہاں فَبَشِّرْ لَہُمْ بھی آسکتا تھا کیونکہ ضمیر کا مرجع پہلے ہی مذکور ہے لیکن صراحت کے ساتھ ان کی اضافت اپنی طرف ان کی عزت افزائی کے لئے ہے، بشارت کی تکرار بھی اسی پر دلالت کرتی ہے (اس صورت میں وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر ہو گا)

== ۱۸: ۳۹ = الَّذِیْنَ یَسْتَمِیْعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ اگر وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر کیا جائے تو یہ جملہ مبتدا ہو گا اور اگلا جملہ اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ اس کی خبر۔ اور ترجمہ ہو گا۔

جو لوگ بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔

اور اگر وقف لَہُمْ الْبَشَرِی پر ہے تو اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِیْعُوْنَ الخ عِبَادِ میرے بندے کی تعریف ہے۔ اور ترجمہ ہو گا۔

پس آپ مژدہ سنا دیں میرے ان بندوں کو جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔

== يَسْتَمْعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب اِسْتَمَاعٌ اِفْتَعَالٌ مصدر سے۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں، وہ دھیان سے سنتے ہیں۔

== اَلْقَوْلَ - اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد القرآن ہے اور اَحْسَنَهُ سے مراد بہتر۔ زیادہ اچھا۔ (کلمہ فعل التفضیل) مثلاً واجب کی نسبت فرض کا اتباع کرنا۔ مستحب کی نسبت واجب کا اتباع کرنا اسی طرح جہاں دو صورتیں جائز ہوں وہاں اس صورت کو اختیار کرنا جو قرب الہی کا بہتر ذریعہ بن سکے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے:-

وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بَيْنَهُمَا عَقْدًا لِلنِّكَاحِ وَإِنْ تَعَفُّوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (۲۳۷:۲) اور اگر تم نے انہیں طلاق دیدی ہے اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگایا ہو۔ لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو۔ تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا تمہیں دینا ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ (ریا تو) وہ عورتیں خود معاف کر دیں یا وہ (اپنا حق) معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اگر تم ہی اپنا حق معاف کر دو تو یہ زیادہ قرین تقویٰ ہے۔

یا۔ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (۲۸۰:۲) اور اگر تنگ دست ہے تو اس کے لئے آسودہ حالی تک مہلت ہے۔ اور اگر تم معاف ہی کر دو تو تمہارے حق میں (اور) بہتر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ اَلْقَوْلَ سے مراد قرآن اور اس کے علاوہ دوسری کتب سماوی ہیں اور اَحْسَنَهُ سے مراد قرآن کے ادا و نواہی ہیں۔

۳۔ خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی سنتے ہیں اور دوسروں کا کلام بھی یعنی القول سے مراد عام کلام ہے تو اس صورت میں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اَحْسَنٌ ہوگا۔

== فَيَتَّبِعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ رافِعَالٌ مصدر۔ اتباع کرتے ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔

== اَحْسَنَهُ - اَحْسَنَ اَفْعَلُ التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ بہت اچھا۔ کا ضمیر

واحد مذکر غائب کا مرجع الْقَوْل ہے۔

۱۹:۳۹ = أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ : أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ
 أَفَمَنْ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے الفاء للعطف علی الکلام المقدر (کہ)
 مَنْ شرطیہ ہے حَقَّ عَلَيْهِ مَنْ کی صفت ہے۔ أَفَأَنْتَ میں ہمزہ استطالت کلام
 کے لئے ہے اور مبدا أَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ جواب شرط ہے۔

مَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اور مَنْ فِي النَّارِ کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔
 حَقَّ عَلَيْهِ یعنی اللہ کے علم قدیم میں عذاب اس کے لئے مقرر ہو چکا۔

ترجمہ کیا جس شخص پر عذاب کی بات متحقق ہو چکی ہو آپ اس دوزخی کو چھڑا سکتے
 ہیں : مطلب یہ کہ جس کے لئے (اس کے اعمال کی بناء پر) دوزخ کا عذاب متحقق ہو چکا
 آپ اس کو دوزخ سے بچا سکتے ہیں ؟ یعنی ہرگز نہیں بچا سکتے۔

== تُنْقِذُ - مضارع واحد مذکر حاضر انقاذ (افعال) مصدر - تو چھڑاتا ہے یا چھڑا سکتا
 تو نجات دلاتا ہے یا دلائے گا !

۲۰:۳۹ = غُرُفٌ جَمْعُ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ - بالاخانہ مکان کی بالائی منزل - اونچا مکان
 مراد جنت میں خاص منزل۔

== فَوْقَهَا - مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرُفٌ ہے۔
 = مَبْنِيَّةٌ اسم مفعول واحد مؤنث - مَبْنِيٌّ مذکر - تعمیر کردہ عمارت۔
 بَنَى يَبْنِي بِنَاءً بَنَى بِنْيَةً (باب ضرب) مصدر - بِنَاءٌ تعمیر شدہ عمارت کو
 بھی کہتے ہیں۔

== مِنْ تَحْتِهَا - میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرُفٌ ہے۔
 یعنی نیچے بالا خانوں کے نیچے بھی اور اوپر والے بالا خانوں کے نیچے بھی۔

== وَعَدَ اللَّهُ - مضاف مضاف الیہ اللہ کا وعدہ - وَعْدٌ اسم بھی ہے اور وَعْدٌ
 يَعِدُ (ضرب) کا مصدر بھی - یہاں بطور مصدر براے تاکید آیا ہے۔ کیونکہ لہم
 غُرُفٌ یعنی وَعَدَ هُمُ اللَّهُ ذَلِكَ - اللہ نے ان سے ان (بالا خانوں) کا وعدہ کر رکھا
 = الْإِعَادَ - اسم مصدر منصوب بـ (بوجه مفعول) وعدہ

۲۱:۳۹ = أَلَمْ تَرَ - اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ نفی کی نفی اثبات ہوتی
 ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ یعنی تو نے ضرور دیکھا ہے۔

== فَسَلَكَهُ - سَلَكَ ماضی واحد مذکر غائب - باب نصر - اس نے داخل کیا۔ کھ
ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس نے اس کو داخل کیا - یہاں ماضی بمعنی حال ہے یعنی وہ اس
کو (یعنی اس پانی کو) داخل کرتا ہے۔

== يَنَابِيعٌ - اسم جمع - يَنْبُوعٌ واحد - چشے - زمین و ہوت جن میں سے پانی پھوٹ
کر نکلتا ہے۔ نَبْعٌ وَ نَبْوْعٌ مصدر (باب نصر، فتح، ضرب) کنویں یا چشے سے پانی
پھوٹ کر نکلنا۔

سَلَكَهُ يَنَابِيعٌ - اِیْ اَدْخَلَهُ يَنَابِيعٌ - وہ اُسے زمین کے سوتوں میں داخل کرتا
== يُخْرِجُ - فعل مضارع واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (انعال) مصدر وہ نکالتا ہے
وہ پیدا کرتا ہے۔ وہ اُگاتا ہے۔

== زَرْعًا - زَرَعَ کھیتی - زُرُوعٌ کھیتیاں - منصوب بوجہ مفعول۔

ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ - پھر اس پانی کے ذریعہ سے مختلف
رنگوں کی کھیتیاں اُگاتا ہے اَلْوَانٌ بعسی اقسام بھی ہے۔

== يَهَيِّجُ - مضارع واحد مذکر غائب - هَيَّجَ مصدر (باب ضرب) وہ خشک ہو جاتی
ہے وہ سوکھ جاتی ہے۔ هَا يُجَدُّ وہ زمین جس کی گھاس سوکھ گئی ہو۔ هَاجَرَ الْبَقْلُ
کھیتی کا پک کر زرد پڑ جانا۔ هُوَجَ مادہ۔

== شَرَّاءُ - مضارع واحد مذکر حاضر کا ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر جس کا مرجع زَرْعًا
ہے پھر تو اس کھیتی کو (زرد) دیکھتا ہے۔

= مُصْفَرًّا - اسم مفعول واحد مذکر اصفار افعلال مصدر سے - صفر مادہ۔

== حُطَامًا - ریزہ ریزہ - چورا - چورا - بھوسہ - الْحَطَمُ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے
کے ہیں۔ الہشیم وغیرہ الفاظ اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھر کسی چیز کو ریزہ ریزہ
کرنے اور روندنے پر بھی حَطَمٌ بولا جاتا ہے حُطَامٌ جو خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے
قرآن مجید میں ہے: لَا يَخْطِئُكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ (۱۸: ۲۷) ایسا نہ ہو
کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو کھپل ڈالے۔

== حِيْ ذٰلِكَ - یعنی مندرجہ بالا تفصیل میں۔ کہ اس کا اوپر سے پانی برسانا۔ پھر اس کے
ذریعہ سے مختلف النوع کھیتیاں اُگانا۔ پھر ان کو پکانا۔ کہ وہ زرد رنگ پکڑ جائیں پھر ان
کو خشک کر کے ریزہ ریزہ کر دینا۔

== ذِکْرُی نصیحت - پسند - موعظت -

یہاں یعنی تذکیر (یاد دہانی) بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حیات دنیا کھیتی کی طرح ہے جس کا کمال نوبہ نو تغیرات کے بعد فنا ہے (اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے)

== اَدْلٰی اَلْاَلْبَابِ : صاحب عقل - دانشمند -

۲۲:۳۹ = اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لَا يَلٰٓئِ سُلٰمٍ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ۔ اَفَمَنْ مِّنْ هٰٓؤُلَاءِ اسْتَفْهَمَ اَنْكَارِی كَاۡیَ۔ شَرَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب شَرَحَ باب فتح مصدر سے بمعنی کھولنا۔ کھلا کرنا۔ کشادہ کرنا۔ تشریح کرنا۔ وضاحت کرنا۔ شرح صدر بمعنی سینہ کا نور الہی سے کشادہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ سے تسکین و تقویت کا پانا۔

صَدْرَهُ مضاف مضاف الیہ کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ فَهُوَ میں الفاء للسببۃ اور نُورٍ بمعنی ہدایت ہے۔ نُورٌ کے بعد عبارت مَحذُوفٌ تقدیر کلام یوں ہے :-

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لَا يَلٰٓئِ سُلٰمٍ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ
(كَمَنْ طَبَعَ عَلٰی قَلْبِهِ فَقَسَا قَلْبُهُ)

کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے (اسلام کو قبول کرنے کے لئے) کھول دیا ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اپنے پروردگار کی عطا کردہ ہدایت پر آگیا ہو (کھلا ایسا شخص) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر (اللہ کی طرف سے) چھاپ لگادی گئی ہو۔ اور اس کا دل سخت ہو گیا ہو اور قبول حق کی اس میں صلاحیت ہی نہ رہی ہو)

== فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ الفاء سببۃ۔ اور منْ ذِكْرِ اللّٰهِ میں منْ اجلۃ ہے ای من اجل ذکر اللہ یعنی جب اللہ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے یا اللہ کی آیات تکرار کی جاتی ہیں تو ان کی قساوت (سخت دلی) اور بڑھ جاتی ہے۔ گویا اللہ کا ذکر ان کی قساوت قلبی بڑھ جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

لِّلْقٰسِيَةِ۔ لام حرف جار ہے قَسِيَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث مجرور ہے۔ قَسَوَةٌ قَسَاوَةٌ قَسُوٌّ مصدر باب نصر سے۔ اس کی جمع قَسِيَّاتٌ ہے قَسُوٌّ مادۃ الْقَسَوَةِ کے معنی سنگ دل ہونے کے ہیں۔ یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

ذَلِكَ فِيهِ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (۲: ۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گو یا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت۔
ترجمہ ہو گا :- پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے اور سخت ہو گئے۔

۲۳: ۳۹ = اَللّٰهُ نَزَّلَ : نَزَّلَ سے پہلے اَللّٰهُ کہنے کے تین فائدے ہیں :-
۱۔ عظمت شان کا اظہار ہو گیا۔

۲۔ اللہ کی طرف قرآن نازل ہونے کی نسبت نچتے ہو گئی۔

۳۔ قرآن کے احسن ہونے کی شہادت دیدی گئی کہ اللہ ہی نے اس کلام کو اتارا اور اس کے احسن الحدیث ہونے کی شہادت دی ہے۔
= اَحْسَنَ الْحَدِيثِ - افضل التفصیل کا صیغہ ہے بہت ہی اچھی بات یا کلام سب سے اچھا کلام یا بات یعنی القرآن۔

= كِتَابًا مُّثَنًّا بِهَا مَثَانِي - كِتَابًا بدل ہے اَحْسَنَ الْحَدِيثِ کا۔ مُثَنًّا بِهَا صفت ہے کِتَابًا کی۔

مُثَنَّا بِهَا کا مطلب ہے کہ تمام آیات صحت معنی، حسن عبارت اور افادہ عام میں ایک جیسی ہیں اور کوئی آیت دوسری آیت کی تکذیب نہیں کرتی۔

مَثَانِي جمع ہے مَثْنٰی یا مَثْنَاۃ واحد - ثِنْنٰی یا ثَنَاءٌ مصدر۔ باب ضرب ثنی مادہ۔ اس کے معنی ہیں دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا۔ اعادہ کرنا۔ چھاٹ لینا۔ اور ثناء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔

قرآن حکیم کو مَثَانِي کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآنی مندرجات میں تکرار ہے۔ آیات کی تکرار۔ کلام کی تکرار۔ نصیحت و موعظت اور طرز نصیحت کی تکرار۔ قصص کی تکرار، امر و نہی اور وعدہ و عید کی تکرار۔ تلاوت کی تکرار۔ وغیرہ کی وجہ سے قرآن کو مَثَانِي کہا گیا ہے۔

= تَقْشَعْرُ - مضارع واحد مَوْث غَاب۔ اِقْشَعْرَارٌ (اِفْعِلَالٌ) مصدر سے جس کے معنی کانپنے۔ لرزنے، اور رُواں کھڑا ہو جانے کے ہیں۔

اس کی ترکیب حروف تَقْشَعْرُ اور حروف رار سے مل کر ہوئی ہے۔ تَقْشَعْرُ عربی میں خشک

چمڑے کو کہتے ہیں مَر کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ فعل رباعی ہو جائے جس طرح اِقْطَرٌ کو قَمْطُ سے بنایا گیا ہے جس کے معنی مضبوطی سے باندھنے کے ہیں۔ خشک چمڑا

چونکہ سکڑا ہوا اور سمٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اَشْتَحِر کے معنی سکڑے اور سمٹنے کے ہوئے لرزہ اور کچکی میں بھی بدن کی کھال سکڑتی اور سمٹتی ہے اور بدن کے بال اور رواں رواں کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے اَشْتَحِر کا استعمال ان معانی میں بھی ہونے لگا۔

== مِنْهُ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے مِنْهُ یعنی عند سماعہ۔
اے من کر۔

== جُلُوْدٌ۔ کھالیں چمڑے جلد کی جمع مراد بدن۔

== تَلِيْنٌ۔ مضارع واحد مؤنث غائب لِيْنٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں یہ خُشُوْنَةٌ کی ضد ہے۔

== اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ میں اِلٰی یعنی لَی آیا ہے اِی لَذِكْرِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے ذکر کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ جب قرآن میں آیات وعید کا ذکر آتا ہے تو مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب آیات وعدہ کا ذکر آتا ہے تو کھالوں کا انقباض جاتا رہتا ہے کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دلوں میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

== ذٰلِكَ کا اشارہ کتاب ہے جس کا ذکر اوپر مذکور ہوا۔ یعنی القرآن۔

== مَنْ يُضِلِلِ اللّٰهُ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے۔ يُضِلِلِ مضارع مجزوم کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ مجزوم بوجہ شرط ہے۔ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر سے، جس کے معنی گمراہ کرنا۔ یا گمراہ چھوڑ دینا ہے۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے (تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں)۔

هَادٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ هِدَايَةٌ مصدر باب ضرب ہدایت دینے والا۔ اصل میں هَادِي تھا۔ ضمہ یاء پر دشوار تھا۔ اس لئے حذف کر دیا گیا۔ پھری اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ هَادٍ رہ گیا۔

۲۴:۳۹ = اَفَمَنْ يَتَّقِ بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اَفَمَنْ سمزہ استفہام انکاری ہے يَتَّقِ مضارع واحد مذکر غائب اِتَّقَا (افعال) مصدر سے بمعنی بچنا۔ ڈرنا۔ خوف کرنا۔ اِتَّقَى بِالشَّيْءِ جَعَلَهُ وَقَايَةً لِّهِ مِنْ شَيْءٍ اٰخَرِ اس چیز کو کسی دوسری چیز سے بچنے کے لئے ذریعہ بنانا۔ یا بولتے ہیں اَلْقَيْنَا بِہِمْ نے دشمن سے بچنے کے لئے اس سے آڑ پکڑی۔ يَتَّقِ بِوَجْهِهِ وہ سخت عذاب سے بچنے کے لئے اپنے چہرہ کی آڑ پکڑتا ہے۔ یا بچنے کے لئے اپنے چہرہ کو ڈھال بناتا ہے یا سخت عذاب کی مار اپنے منہ پر لیتا ہے !

کسی ضرب کو آدمی اپنے منہ پر اسوقت لیتا ہے جب کہ وہ بالکل عاجز اور بے بس ہو جائے اور کوئی دیگر چارہ کار نہ ہو۔ یہاں اس دوزخی کی بے بسی اس وجہ سے ہوگی کہ کافر جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے، لہذا عذاب کی مار کو ہاتھوں پر لینے کی بجائے لامحالہ اسے منہ پر ہی لیتا پڑے گی۔

جیسے کہ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے سورۃ المؤمن (۴۷) میں ہے۔

الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَتُوفَىٰ يُعْلَمُونَ (۴۷)، إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ (۴۸) فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ (۴۹) جن لوگوں نے کتاب (خدا) کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا۔ اس کو جھٹلایا وہ عنقریب معلوم کر لیں گے جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوئیں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ آیات (۴۷: ۵۰) و (۴۸: ۵۲) میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ دوزخیوں کی لاچارگی کی انتہا ہوگی۔

== سُوءَ الْعَذَابِ میں سُوءُ کی الْعَذَابِ کی طرف اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے۔ بہت بُرا عذاب۔ بہت سخت عذاب۔ سُوءَ الْعَذَابِ فعل یتَقٰی کا مفعول ہے۔

== يَوْمَ الْقِيَمَةِ - مضاف مضاف الیہ مل کر فعل یتَقٰی کا مفعول فیہ ہے؛ ب اَفَمِنْ يَوْمِ الْقِيَمَةِ کے بعد جملہ محذوف ہے اِی کَمَنْ اٰمِنٌ مِنَ الْعَذَابِ پوری عبارت یوں ہوگی!

اَفَمِنْ يَتَّقِيْ بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَمَنْ اٰمِنٌ مِنَ الْعَذَابِ - کیا وہ شخص جو قیامت کے روز شدید عذاب کی مار اپنے منہ پر لے گا اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو عذاب سے بچا رہا۔

اس طرح کا پورے پورے جملوں اور عبارتوں کا محذوف و مقدر رہنا

فَائِدَةٌ: عربی اسلوب انشاء میں منافی بلاغت نہیں بلکہ اپنے موقع پر داخل حسن و

کمال انشاء ہے۔ (الملاحذی)

== ذُوقُوا فعل امر جمع مذکر حاضر ذُوقُ باب نصر۔ مصدر سے۔

تم چکھو۔ ذَائِقُ اسم فاعل واحد مذکر۔ چکھنے والا۔ اس کی مؤنث ذَائِقَةٌ ہے؛

== مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ہ ما موصولہ ہے كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ماضی استمراری کا صیغہ

جمع مذکر حاضر ہے۔ کَسَبُ باب ضرب مصدر سے، جو کچھ تم کمایا کرتے تھے۔

۳۹: ۲۵ = مِنْ قَبْلِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظالمین ہے۔

تفسیر الخازن میں ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے۔

= فَآثَمُوا میں ضمیر هُمُ الذِّينَ کے لئے ہے :

۳۹: ۲۶ = اَذَاقَهُمْ مَاضِي واحد مذکر غائب۔ اَذَاقَهُ باب افعال سے

مصدر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ (اللہ نے) ان کو چکھایا۔

= الْخِزْيُ ذِلَّتْ وَاِهَانَتْ۔ یہ آذاق کا مفعول ثانی ہے۔ ذلت اور رسوائی

صورتیں بگڑ جانا۔ زمین میں دھنسیا جانا۔ مارا جانا۔ طوفان میں مبتلا ہونا۔ اوپر سے پتھروں کی بارش ہونا۔ غرق کیا جانا وغیرہ شامل ہے۔

= لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ۱۔

۱۔ اگر ضمیر فاعل اُن مکذبین کی طرف راجع ہو جن کو دنیا میں ذلت و رسوائی کی نرا دی گئی تھی تو ابس کا مطلب ہو گا کہ

کاش وہ تکذیب انبیاء کے نتیجے کو سمجھ لیتے تو تکذیب نہ کرتے۔

۲۔ اگر ضمیر فاعل کا مرجع منکرین مکہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ نہ

اہل مکہ اگر اہل بصیرت اور ارباب نظر ہوتے تو پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرتے۔

۳۹: ۲۷ = اَعْلَهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (تاکہ وہ نصیحت پکڑیں) ضَرْبًا لِلنَّاسِ

فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ کی علت ہے۔ یعنی یہ مثالیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ یہ نصیحت پکڑیں۔

يَتَذَكَّرُونَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَذَكَّرُ (تفعل)

مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔

۳۹: ۲۸ = قُرْآنًا عَرَبِيًّا۔ قُرْآنًا حال مؤکدہ ہے ہَذَا سے۔ اسے حال

مَوْطِنٌ بھی کہتے ہیں، کیونکہ فی الاصل حال عَرَبِيًّا ہے اور قُرْآنًا اس کا توطئنہ

ہے جیسے ہم کہتے ہیں جَاءَنِي زَيْدٌ رَجُلًا صَالِحًا وَالْإِنْسَانُ عَاقِلًا۔ کہ حال اصل

صَالِحًا وَعَاقِلًا ہے رَجُلًا وَالْإِنْسَانُ تاکید کے لئے لائے گئے ہیں۔

= غَيْرِ ذِي عِوَجٍ۔ جو کجی والا نہ ہو۔ جس میں کسی قسم کی کجی نہ ہو۔ یہاں مستقیم کا

استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ مستقیم سے غیر ذی عوج زیادہ بلیغ ہے یہ ہر قسم کی کجی کی نفی کرتا ہے اور معانی میں اختلال نہ ہونے کے لئے یہ لفظ زیادہ مخصوص ہے :-
غَيْرَ حَرْفِ اسْتِثْنَاءِ ذِي عَوْجٍ مضاف مضاف الیہ۔ (ٹیڑھا۔ کجی والا)
قاعدہ :- لفظ غیر کے بعد مستثنیٰ اگر واقع ہو تو مجرور ہوتا ہے۔
== لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۚ عَلَتْ ثَانِي ۚ ضَرْبُ ثَانَا ... مَثَلِ کی۔ تاکر وہ کفر و معاصی سے اجتناب کریں۔

۲۹:۳۹ = ضَرْبُ اللَّهِ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ۔
مَثَلًا مفعول ضَرْبَ۔ رَجُلًا بدل ہے مَثَلًا کا۔ شُرَكَاءُ مبتدأ۔ فِيهِ خبر مقدم۔ مُتَشَكِّسُونَ مبتدأ کی صفت اور پورا جملہ فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ صفت ہے رَجُلًا کی۔

فِيهِ میں ۱ ضمیر کا مرجع رَجُلًا ہے۔
مُتَشَكِّسُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَشَاكُسٌ تَفَاعُلٌ مصدر سے
باہم جھگڑنے والے۔ باہم مخالفت کرنے والے۔ شَكُسٌ يَشْكُسُ شَكَا سَةً
(باب کرم) اور شَكِسَ يَشْكُسُ تَشَكُّسٌ (باب سماع) بد مزاج ہونا۔
لہذا مُتَشَكِّسُونَ بد مزاج۔ مختلف المزاج۔ باہم مخالفت کرنے والے۔
رَجُلًا۔ مابعد کی عبارت بتاتی ہے کہ یہ ایک غلام شخص کی مثال ہے جس کے کئی مالک ہیں:
ترجمہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک غلام ہے جس میں کئی صاحب ہیں جو باہم ضد رکھنے والے یا جھگڑنے والے۔ بد خو ہیں۔

= وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ۔ اِی وَضَرْبُ اللَّهِ مَثَلًا رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ (اور
اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے) ایک غلام کی جو پورے کا پورا ایک مالک کا ہے۔ سَلَمًا
پورا سالم، سَلِمَ كَيْسَلَمُ (سمع) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی خالص اور پورے طور پر
کسی دوسرے کے لئے ہو جانے کے ہیں۔

= هَلْ يُسْتَوِينَ مَثَلًا۔ هَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے یُسْتَوِينَ مضارع
تشبیہ مذکر غائب اِسْتَوَاءٌ (افتعال) سے۔ کیا وہ دونوں برابر ہیں۔ مَثَلًا بطور مثال کے
کیا دونوں کی حالت یکساں ہے؟ یعنی یکساں نہیں ہے :-

سلامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

یہ استفہام تفسیری بھی ہے۔ مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ دونوں غلاموں کی ایک جیسی حالت نہ ہونے کا اقرار کرے۔ یہ حاصل مثل ہے۔ مثال بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

== اَلْحَمْدُ لِلّٰہ - (مان تو لیا) جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اس مثال کا مقصد مخاطب کو آمادہ بہ اقرار کرنا ہے کہ ایک مشرک اور ایک موحد برابر نہیں ہو سکتے۔ جب مخاطب نے اقرار کر لیا تو کہا شکر ہے اتنا تو مان لیا۔

== بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ہ بَلْ کا لفظ ابتدائیہ ہے جو جاہلوں کی حالت بیان کر رہا ہے۔ یعنی مگر بات یہ ہے کہ اکثر لوگ (اپنی جہالت کی وجہ سے) سمجھتے ہی نہیں کہ خدا کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے اور یہ کہ وہی اصل منعم اور مالکِ کل ہے۔

۳۹:۳۰ = اِنَّكَ مَيِّتٌ۔ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے۔ مَيِّتٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ ہر شخص کی موت یقینی ہے۔ اسی لئے یہاں بجائے فعل مضارع کے (تَمُوتُ وَتَمُوتُونَ) مَيِّتٌ وَ مَيِّتُونَ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن اور کسائی کی تحقیق ہے کہ مَيِّتٌ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو آئندہ مرنے والا ہوا بھی مرانہ ہو۔ اور مَيِّتٌ اس کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی جان نکل چکی ہو اس لئے مَيِّت اور مَيِّتُونَ بہ تشدید ہی فرمایا۔

محلی نے لکھا ہے کہ کفار مکہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد وفات پا جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ بھی یقیناً مریں گے اور وہ یعنی کفار مکہ یا سب لوگ بھی مریں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ان کو خوشی نہ ہونی چاہئے۔ (تفسیر مظہری)

۳۹:۳۱ = اِنَّكُمْ۔ یعنی آپ اور کفار مکہ۔ یا سب لوگ۔

== يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ بوجہ ظرف منصوب ہے۔ تَخْتَصِمُونَ کا مفعول فیہ ہے

== تَخْتَصِمُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْتِصَامٌ (افتعال) مصدر سے۔ تم جھگڑا کرو گے۔ یعنی اپنا اپنا مقدمہ (اپنے رب کے سامنے) پیش کرو گے۔

یہ جھگڑنے والے اور استغاثہ پیش کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ مومن و کافر بھی۔ اور ظالم و مظلوم بھی۔ یعنی تخاصم الکافر والمؤمن والظالم والمظلوم (قرطبی)

فَمَنْ أَظْلَمُ (٢٢)

الزُّمُرُ، الْمُؤْمِنُ، حَمَّ السَّجْدَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ

۳۹:۲۲ = فَمَنْ أَظْلَمُ : میں فاء سببیہ ہے۔ کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا۔ ان کا بے انصاف ہونے کا سبب ہے (منظہری)
یہ استفہام انکاری ہے اور استفہام انکاری ثبوت قطعی کے معنی پیدا کرتا ہے۔
أَظْلَمُ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔

ترجمہ :-

اس شخص سے جڑھ کر بے انصاف کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ وہ شخص زیادہ بے انصاف ہے!
= مِمَّنْ۔ مِمَّنْ اور مِمَّنْ سے مرکب ہے۔ مِمَّنْ حرف جار ہے اور مِمَّنْ موصولہ؛
اور كَذَبَ عَلَى اللَّهِ۔ اسم موصول کی تعریف (جس نے اللہ پر جھوٹ لگایا)۔ اللہ پر جھوٹ
لگانے سے مراد اولاد اور شریک کا اس کی طرف نسبت کرنا ہے؛
= وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ؛ واو عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ ماقبل پر ہے اِی وَنُ
كَذَّبَ بِالصِّدْقِ؛ جس نے سچ کو جھٹلایا۔
كَذَّبَ بِ۔ جھٹلانا۔ جیسے كَذَّبَ بِالْأَمْرِ اس نے اس بات سے انکار کیا۔
اے جھٹلایا۔

الصِّدْقِ۔ سچ۔ یعنی قرآن۔

= اِذْ جَاءَكَ۔ اِذْ۔ جب۔ جبکہ۔ جس وقت، طرف زمان ہے، معنی جب یا
جس وقت۔ بعض نے اسے اِذْ مفاجاتہ کہا ہے۔ یعنی جبھی سچ آیا اس نے فوراً
بغیر سوچے سمجھے اس کی تکذیب کی۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ اس سچائی کے دلائل اور اس کے
صادق ہونے کے شواہد بکثرت موجود ہیں۔ کما ضمیمہ واحد مذکر غائب مِمَّنْ موصولہ کی طرف
راجع ہے۔

= أَلَيْسَ۔ ہمزدہ استفہام انکاری کا ہے۔ لَيْسَ فعل ناقص مبنی نہیں ہے منفی کی

منفی مثبت ہوگی۔ کیا نہیں ہے؟ یعنی ایسا ضرور ہے۔

مقصود اس سے مخاطب کو آمادہ کرنا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ واقعی جہنم ہی کافروں کا

ٹھکانا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو - ۲۹ : ۲۸ - منطہری)

= مَثْوًی - ظرف مکان واحد - مَثَاوِی جمع - ٹھکانہ - طویل عرصہ کے لئے ٹھہرنے کا مقام
فرد گاہ - ثَوًی یَثْوِی (ضرب) قیام کرنا - ٹھہرنا۔

۳۳ : ۳۹ = الَّذِیْ جَاءَ بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ - الَّذِیْ اسم موصول، مبتدا

جَاءَ بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ متعلق مبتدأ - اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ - خبر۔

الصِّدْق - سچ - سچی بات - صدق بمعنی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - صَدَقَ يَصْدُقُ

باب نعر کا مصدر ہے - صَدَّقَ باب تفعیل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بہ میں ۵

ضمیر واحد مذکر غائب الصِّدْقِ کی طرف راجع ہے اس نے اس کی تصدیق کی !

الَّذِیْ جَاءَ بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ - کے متعلق مختلف اقوال ہیں !

۱۔ الَّذِیْ جَاءَ ... سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صَدَّقَ بِهِ میں

ضمیر فاعل کا مرجع بھی وہی ہیں - یعنی وہ سچ لائے اور اس کی تصدیق بھی کی۔

۲۔ الَّذِیْ جَاءَ سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهِ سے مراد حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۳۔ الَّذِیْ جَاءَ سے مراد حضرت جبرائیل ہیں اور صَدَّقَ بِهِ سے مراد حضرت رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۴۔ الَّذِیْ جَاءَ سے مراد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ

بہ سے مراد خود ان کی ذات اقدس اور آپ کے متبعین ہیں۔

۵۔ الَّذِیْ جَاءَ میں الَّذِیْ بمعنی الَّذِينَ ہے اور یہاں مراد صرف رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور مؤمنین ہیں۔ اس سے اگلا حبلہ اس کی

تصدیق کرتا ہے۔ اور ایسی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى

الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ (۲۳ : ۴۹) ہم نے (حضرت) موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ

لوگ ہدایت پائیں۔

الَّذِیْ بمعنی الَّذِينَ متعدد جگہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے مثلاً

۱۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِیْ اسْتَوْقَدَ نَارًا - اِی الَّذِیْنَ اسْتَوْقَدُوا نَارًا

اس کی دلیل اس کے بعد ارشاد الہی ہے۔ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ (۱۷:۲)

۲: كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ۔ اِی كَالَّذِي يَنْفِقُونَ۔۔۔ بدیل
کلام مابلہ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا (۲۶۴:۲)
اس صورت میں ترجمہ ہوگا:-

اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا یہی لوگ اہل تقویٰ ہیں
(خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار ہیں)

== مَا يَشَاءُونَ۔ میں ما موصولہ ہے يَشَاءُونَ ہ مضارع کا صیغہ جمع منکر ثانی
شَاءَ يَشَاءُ مَشِيَّةٌ باب فتح مصدر، جودہ جاہیں گے۔

== ذَلِكَ۔ اِی حصولِ خَلْ مَا يَشَاءُونَ نہ۔ خواہش کے مطابق ہر شے کا مل جانا
== جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ۔ اسم فاعل جمع منکر۔ احْسَانٌ مصدر سے۔ مضاف،
مضاف الیہ۔ نیکو کاروں کا صلہ۔ یعنی ان کی نیکی کرنے کا صلہ۔

== لِيُكَفِّرَ اللَّهُ۔ لام تعلیل کا ہے۔ يَكْفِرُ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل)
واحد منکر غائب۔ كَفَرَ يَكْفِرُ تَكْفِيرٌ تَفْعِيلٌ مصدر سے۔

تاکہ وہ دور کر دے۔ اَلْكَفَرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اور رات کو کافر
کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔

لسان العرب میں ہے اصل الکفر لغطية الشيء لغطية تستهلكه یعنی
کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا کہ اس چیز کا نام و نشان بھی دکھائی
نہ دے۔

اسی سے کفر بمعنی انکارِ وحدانیت یا شریعتِ حقہ یا نبوت یا انکارِ نعمت ہے
== اَسْوَأَ۔ سب سے بُرّاء۔ سَوُوْءٌ سے جس کے معنی بُرا ہونے کے ہیں۔ اَفْعَالُ التَّفْضِيلِ کا
صیغہ ہے یہاں کسی دوسرے گناہ کے مقابلہ میں زیادہ بُرا ظاہر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ فی نفسہ
عمل کا بُرا ہونا مراد ہے تفضیل اضافی مراد نہیں بلکہ تفضیل ذاتی مراد ہے۔

== اَجْرَهُمْ اِی اجزائِ اعمالہم ان کے اعمال کی جزاء، اجر یا ثواب۔

== اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔ اَفْعَالُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ۔ یہاں بھی اَسْوَأَ
کی طرح اضافی فضیلت مراد نہیں۔ بلکہ فضیلت ذاتی مراد ہے۔ یعنی اللہ ان کے اچھے

اعمال کا (خواہ وہ سب اچھے نہ ہوں) بدلہ اتنا عطا فرمائے گا جو سب سے بہتر عمل کا مقرب ہے۔
 ۳۶:۳۹ = اَلَيْسَ اللّٰهُ - استفہام انکاری ہے۔ اور انکار نفی پر زور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدًا یعنی اللہ اپنے بندے کے لئے (اس کی حفاظت اور نصرت کے لئے) ضرور کافی ہے۔

= کَافٍ - کِفَايَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر کافی - کفایت کرنے والا۔ کفّ مادہ۔
 = عَبْدًا میں ضمیر کا مرجع اللہ ہے، اس کا بندہ۔ یہاں عبد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ آگے يُخَوِّفُونَكَ سے ظاہر ہے۔

اہل قریش و دیگر بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی ناراضگی سے ڈراتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تم ان کو بُرا کہنے سے اپنی زبان کو روک لو ورنہ تمہیں بدحواس اور پاگل بنا دیں گے۔
 = وَ يُخَوِّفُونَكَ يُخَوِّفُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَخَوَّفْتُ (تفعیل) مصدر خوف مادہ۔ وہ ڈراتے ہیں آپ کو لک ضمیر واحد مذکر مفعول۔

= مِنْ دُونِهِ - اس کے سوا۔ اِیْ مِنْ الْاَوْثَانِ الَّتِیْ اتَّخَذُوْهَا اِلِهَةً وہ آپ کو ڈراتے ہیں ان جھوٹے معبودوں (بتوں) سے جو اللہ کے سوا انہوں نے بنا رکھے ہیں۔
 = يُضِلُّ - مضارع مجزوم بوجہ بشرط۔ واحد مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر (جسے) وہ گمراہ کر دے (جس کو) وہ گمراہ چھوڑ دے۔
 یہاں گمراہی سے مراد یہ ہے:-

۱:- بے مدد چھوڑ دے۔ (۲) بندہ اس امر سے غافل ہو جائے کہ اللہ ہی اپنے بندے کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔ (۳) بندہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں سے ڈرنے لگے جو کہ نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔

= هَادٍ - اسم فاعل واحد مذکر۔ ہدایت دینے والا۔ سیدھا راستہ بتانے والا۔ راہِ راہِ ست لانے والا۔ هِدَايَةٌ باب ضرب سے مصدر۔

ہادی اصل میں ہادی تھا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا اس کو ساکن کیا اب ی اور تنوین دوساکن اکٹھے ہوئے تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی اور تنوین اب دال پر آگئی ہادی ہو گیا۔

= فَمَالَهُ - فاء جواب شرط کے لئے ہے لام استحقاق کا ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ (جسے اللہ نے گمراہ کر دیا)۔

۳۹: ۳۷ = مِنْ مُضِلٍّ - اسم فاعل واحد مذکر اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔
گمراہ کرنے والا۔

صاحب تفسیر المجدیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:-

ہدایت اور ضلالت اپنے اسباب قریب و ظاہری کے لحاظ سے بندہ کے افعال اختیاری میں ہیں اور اسی لئے ان پر ثواب و عذاب مرتب ہوتے ہیں۔ لیکن اپنے اسباب بعید اور حقیقی کے لحاظ سے تمام تر مشیت تکوینی الہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اور اسی لئے ان کا انتساب مسبب الاسباب اور علت العلل کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی جانب بھی درست ہے۔

= اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ - اَلَيْسَ اللّٰهُ ملاحظہ ہو ۳۹: ۳۶ - متذکرہ بالا۔
عَزِيزٌ - عِزَّةً سے فعلی کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بحالت جر (یعنی فاعل - غالب، زبردست ذی - صاحب - والا - ذی انتقام - صاحب انتقام - انتقام لینے والا - انتقام لینے پر قادر مطلب یہ ہے کہ - اللہ تعالیٰ یقیناً غالب ہے اور اپنے فرمانبرداروں کو نفع بخشتا ہے اور انتقام لینے پر قادر ہے (اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے)

۳۹: ۳۸ = سَأَلْتَهُمْ: میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔
= لَيَقُولُنَّ: لام تاکید کے لئے ہے لَيَقُولُنَّ مضارع تاکید بانون نفی صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے۔

= اَللّٰهُ فَعْلٌ مَّحْذُوفٌ كَا فاعل ہے اِی خَلَقَهُنَّ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ان (ارض و سماوات) کو پیدا کیا ہے۔

= قُلْ - فعل امر واحد مذکر حاضر - اِی قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= اَفَرَأَيْتُمْ - ہنرہ استفہامیہ ہے۔ جب یہ رَأَيْتُمْ پر داخل ہوتا ہے تو اَخْبَرُوْا (مجھے خبر دو) کے معنی دیتا ہے۔ الفاء شرط مقدر کے جواب میں ہے:-

اِی اذا كان خالق العالم العلوی والسفلی هو اللہ عزوجل کما اقررتم فاخبروانی۔ جب جیسا کہ تم نے اقرار کر لیا ہے کہ عالم بالا اور عالم زیریں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مجھے (یہ) بتاؤ۔

= مَا تَدْعُوْنَ - ما موصولہ ہے۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاءُ (باب نص) سے جن کو تم پکارتے ہو۔ جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

= هَلْ هُنَّ - استفہام انکاری مراد ہے کیا وہ معبودانِ باطل - کیا وہ بت۔

== کُشِفْتُ ضُرَّہ - ضُرَّہ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ کُشِفْتُ
اسم فاعل جمع مَوْنُث مضاف۔

اس کی (دی ہوئی) تکلیف کو دور کرنے والیاں۔ (یا دور کرنے والے معنی مذکر)

کُشِفْتُ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ نکال کرنا۔ ضرر کو رفع کرنا۔

هَلْ هُنَّ کُشِفْتُ ضُرَّہ - (اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچاتا چاہے) تو کیا
(تمہارے) یہ (معبودانِ باطل یا بت) اس کی دی ہوئی تکلیف کو رفع کر سکتے ہیں؟ یعنی
نہیں کر سکتے۔

== اَوْ اَرَادَنِي - اِی اوان ارادنی۔ جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔ (یا اگر) وہ مجھ پر
رحمت کرنا چاہے۔

== هَلْ هُنَّ - جیسا کہ اوپر گزرا۔ ہے

== مُسِکْتُ - اسم فاعل جمع مَوْنُث مُسِکْتُ واحد مَوْنُث - مُسِکْتُ واحد مذکر۔
اِمْسَاکُ (افعال) مصدر۔ روکنے والیاں۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازا چاہے
تو کیا تمہارے یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو اس کی عطا کردہ رحمت کو روک سکتے ہیں؟ (مراد
نہیں روک سکتے)

== حَسِبْنِي - مضاف مضاف الیہ۔ حَسِبْتُ - حَسِبْتُ یَحْسِبُ کا مصدر ہے۔

معنی کافی ہونا۔ ی ضمیمہ واحد متکلم ہے۔ مجھ کو کافی ہے۔

== يَتَوَكَّلُ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَكَّلُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ بھروسہ کرتا ہے
اس سے مُتَوَكِّلُ اسم فاعل واحد مذکر۔ بھروسہ کرنے والا۔ مُتَوَكِّلُونَ جمع توکل
کرنے والے۔ یعنی خیر کے لئے اور تکلیف سے بچاؤ کے لئے اللہ پر توکل رکھنے والے۔

== ۳۹:۳۹ عَلٰی مَكَانَتِكُمْ مَتَّهٰرٰی جگہ پر۔ یعنی تم اپنی جگہ پر۔ مَكَانَةٌ اسم ظرف مکان

ہے۔ یعنی جگہ۔ یہاں جگہ سے مراد مجازاً حالت ہے۔ جیسے حَيْثُ اور هُنَا ظرف زمان ہیں لیکن
کبھی مجازاً ان سے مراد مکان لیا جاتا ہے۔ اَعْمَلُوا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ تم اپنی حالت پر کام کئے
جاؤ۔ یعنی اپنی طاقت اور استطاعت کی حد تک میری مخالفت میں میرے پیغام رسالت
کی تکذیب میں اپنا کام کرتے جاؤ۔

== اِنِّیْ عَامِلٌ - اِی اِنی عامل علی مکانتی (مکانتی کو اختصاراً حذف کر دیا

گیلے) یعنی میں اپنی حالت پر کام کر رہا ہوں یا کرتا رہوں گا۔ یعنی پیغام الہی کی تبلیغ کرتا رہوں گا

۳۹: ۴۰۔ مَنْ۔ موصولہ ہے بمعنی کسی کو، کس پر۔ مَنْ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔

== يُخْزِيهِ۔ يُخْزِي مضارع واحد مذکر غائب۔ اخْزَاؤُ (افعال) مصدر سے ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (عذاب جو) اس کو رسوا کرے گا۔ اور اس سے عذاب دنیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں اللہ نے کفار مکہ کو رسوا کر بھی دیا۔

== يَحِلُّ عَلَيْهِ۔ يَحِلُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ حُلُولُ (باب ضرب) مصدر سے نازل ہونا۔ اس پر نازل ہوگا۔

== عَذَابٌ مُّقِيمٌ دوامی عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب۔ یہ آخرت کا عذاب ہوگا۔

۳۹: ۴۱۔ بِالْحَقِّ۔ حق و حکمت کے ساتھ۔ دلائل و شواہد اور مقصد صیغ کے ساتھ۔

== فَمَنْ۔ موصولہ ہے یا استفہامیہ

== فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔ اِی و بال ضلالہ علیہا۔ تو اس کے بے راہ ہونے کا (اس کی ضلالت کا) وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ہا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نفس ہے

== وَكَيْلٍ۔ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے وَكَلٌ مصدر باب ضرب۔ ذمہ دار۔

۳۹: ۴۲۔ يَتَوَقَّى الْأَ نَفْسُ۔ يَتَوَقَّى مضارع واحد مذکر غائب تَوَقَّى (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔

لے لیتا ہے قبض کر لیتا ہے۔ وَفَى مادہ۔ اسی سے اِيْفَاءُ (افعال) وعدہ۔ عہد یا نذرانہ پورا کرنا۔ جیسے اَوْفُوا بِعَهْدِي اَوْفِ بِعَهْدِكُمْ (۲: ۴۰) اور اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں بھی اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

الْأَ نَفْسُ۔ مفعول ہے يَتَوَقَّى کا۔ جانیں۔ یعنی اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو

== لَمْ تَمُتْ۔ مضارع نفی جہد بلم۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ تَمُتُ اصل میں تَمُوتُ تھا۔ تُو بوجہ عمل لَمْ ساکن ہو گیا۔ مہر واد بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی۔ لَمْ تَمُتْ ہو گیا۔

اور معنی ماضی منفی کے دینے لگا۔ یعنی جو ابھی نہیں مری۔ جس کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا۔

موت کے وقت قبض روح من کل الوجوہ ہوتا ہے جس کے بعد نہ حیات جسمانی

باقی رہتی ہے نہ شعور و ادراک؛ لیکن نیند کی حالت میں یہ سلب رُوح صرف جزئی حیثیت

سے ہوتا ہے جس سے حیات جسمانی جوں کی توں رہتی ہے لیکن شعور و ادراک باقی نہیں

رہتا۔ نیند کے وقت سلب صرف حیات شعوری کا ہوتا ہے۔

== يُمْسِكُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْسَاكٌ مصدر اِنْعَالٌ سے وہ روک لیتا ہے

== اَلَّتِي - اسی الٰہی نفس الٰہی - وہ جانیں جو۔

= قَضَىٰ عَلَيْهَا - قَضَىٰ عَلٰی - کسی کے لئے کسی چیز کا حکم دینا۔ ہا ضمیر واحد مَوْتِ غَابِ کا مرجع الٰہی نفس ہے۔ قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتِ اس نے ان جانوں کی موت کا حکم دیا۔

فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتِ - پھر وہ روک لیتا ہے ان جانوں کو جن کی موت کا وہ فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتِ (۱۴: ۳۴) پھر جب ہم نے اس کے لئے موت کا حکم دیا۔

= وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى - يُرْسِلُ مَضَارِعَ واحد مذکر غَابِ اُرْسَالٌ اَفْعَالٌ مصدر وہ (والبس) بھیج دیتا ہے الْآخِرَىٰ سے مراد وہ جانیں جو نیند کی حالت میں قبض کی گئی تھیں اور جن کی موت کا ابھی حکم نہیں ہوا تھا۔ اَجَلٍ مُّسَمًّى موصوف وصفہ مقررہ ميعاد۔ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى مقررہ ميعاد تک کے لئے۔

= يَتَفَكَّرُونَ - مَضَارِعَ جمع مذکر غَابِ - تَفَكَّرُوا (تَفَكَّلُوا) مصدر۔ وہ فکر و غور کرتے ہیں

یہ آیت علت ہے آیت عَلَيَّهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ (آیت ۳۸: متذکرہ بالا کی)

۴۳: ۳۹ = اَمْ - اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مہزۃ انکار کے معنی میں ہے اور اہمیت دیتا ہے۔

کیا انہوں نے اللہ کے اذن کے بغیر شفیع بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی مجال نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ (۲۵۵: ۲) کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔

مِنْ دُونِ اللّٰهِ - اسی مِنْ دُونِ اَذْنِهِ (اس کے اذن کے بغیر اس کی اجازت کے بغیر۔ (روح المعانی، کشاف)

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور سفارشی بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ سب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ ہے۔ قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا۔ (۴۴: ۳۹)

مطلب یہ ہے کہ اُن کے مزعومہ سفارشی بے بس و بے اختیار ہیں سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

(۲) اَمْ منقطعہ ہے۔ اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے اور مقصود اس سے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کا ابطال ہے۔ یعنی سکھ دینے اور دکھ کو کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

ہوں گے۔ سَيِّئَاتُ برائیاں، بدیاں۔ بُرے اعمال۔

کَسَبُوا ماضی جمع مذکر کَسَبٌ مصدر (باب ضرب) کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ کَسَبَ کا استعمال قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معنوں میں کیا گیا ہے: ۱۔ قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی۔ جیسے وَلَٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُم بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ (۲۲۵:۲) لیکن جو (قسمیں) تم دلی ارادہ سے کھاؤ گے ان پر وہ (یعنی اللہ) مواخذہ کرے گا۔

۲۔ اچھا بُرا قول یا فعل۔ جیسے ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۲۸۱:۲) پھر ہر شخص اپنے اعمال کا (اچھا ہو یا بُرا) پورا پورا بدلہ پائے گا۔

۳۔ نیک کام کرنا۔ جیسے لَهَا مَّا كَسَبَتْ (۲۸۶:۲) اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا۔ ۴۔ برے کام کرنا۔ جیسے اُولَٰئِكَ الدِّينُ اَبْسَلُوا بِمَا كَسَبُوا۔ (۷۰:۶) یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال (بد) کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے۔

۵۔ مال کمانا۔ جیسے اَلْفُقُوۡا مِنْ طَيِّبَاتِ مَّا كَسَبْتُمْ (۲۶۷:۲) جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔ اس جملہ میں مَا کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ما موصولہ ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اور ظاہر ہو جائیں گی ان پر بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں۔

۲۔ ما مصدریہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ان پر ان کے اعمال بد ظاہر ہو جائیں گے۔

وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ۔

حَاقَ يَحِيقُ (باب ضرب) حَيْقٌ وَحَيْقٌ مصدر جس کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ یہ باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔

حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ ان پر نازل ہوا۔

يَسْتَهْزِءُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب استهزاء (استفعال) مصدر وہ مذاق بناتے تھے۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑاتے تھے۔

مَا کی یہاں بھی دو صورتیں ہیں جو جملہ ماقبل میں ہے یعنی یہ موصولہ بھی ہو سکتا ہے

اور مصدریہ بھی۔

موصولہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہوگا:

اور استہزاء کرنے کی سزا ان کو گھیر لے گی !

۴۹:۳۹ = مَكَرَ . ماضی واحد مذکر غائب هَسَّ (باب نصر) مصدر۔ جس کے معنی چھونا۔ دکھ پہنچانا۔ اسی باب سے قرابت صنفی یعنی جماع کے معنی میں آتا ہے مثلاً وَارِثٌ طَلَّقَتْهُ هُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲: ۲۲۴) اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دیدو۔

= اَلَّذِیْ نَسَّانَ . اس میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد کافر انسان ہیں۔ اور بعض کے نزدیک ال عنبی ہے اور اس سے جنس انسان مراد ہے لیکن چونکہ کافروں کی کثرت کی وجہ سے جنس انسان سے کافر انسان مراد ہیں۔

= ضُرٌّ . تکلیف، ضرر، انداز۔

= دَعَانَا۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل الانسان کی طرف راجع ہے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہمیں پکارا۔ بمعنی حال۔ وہ ہمیں پکارتا ہے۔

= خَوَّلْنَاهُ۔ خَوَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَخَوَّلُوا (تفعیل) مصدر بمعنی عطا کرنا۔ دینا بخشنا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع الانسان ہے۔ جب ہم اس کو عطا کر دیتے ہیں (معنی حال) (جب ہم نے اس کو عطا کر دی (معنی ماضی)

تخویل کا لفظ ازراہ مہربانی عطا کر دینے کے لئے مخصوص ہے۔

= اُوْتِیْتُهُ۔ اُوْتِیْتُ ماضی مجہول واحد متکلم ابتداءً (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے میں دیا گیا ہوں یہ نعمت۔ مجھے یہ نعمت دی گئی ہے۔ نعمۃ بمعنی شئی من النعمۃ ہے یعنی نعمتوں میں سے کوئی شے۔ اسی بنا پر ہ بصریغ واحد مذکر استعمال ہوا ہے۔

= عَلٰی عِلْمٍ۔ میرے علم کے باعث۔ میری تدبیر و حکمت کی وجہ سے۔ لِاَجْلِ عِلْمٍ علم کی وجہ سے۔

= بَلَّٰ هِیَ فِئْتَةٌ۔ بَلَّٰ حرف اضراب ہے۔ بلکہ۔ یعنی حقیقت یہ نہیں ہے کہ یہ نعمت اے اس کے علم کے باعث یا استحقاق پر دی گئی ہے بلکہ اس کے امتحان کے لئے ہے کہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے۔

ہی ضمیر واحد مؤنث غائب نعمۃ کے لئے ہے باعتبار لفظ پہلے ضمیر مذکر باعتبار معنی

لائی گئی تھی۔

فِتْنَةٌ آزمائش اس کے علاوہ کئی دیگر معانی میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے !
= اَكْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر، بیضاوی نے لکھا ہے کہ :

ذَلِكَ دَهْوٌ لِّعَلَىٰ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِلْجَنَسِ - یہ جملہ دلالت کر رہا ہے کہ الانسان سے مراد جنس انسان ہے ۔

۳۹: ۵۰ = قَالَهَا۔ اس میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قول انما اوتيتہ علی علم ہے یعنی اس سے پہلے بھی لوگ ایسی بڑے مارتے رہے ہیں۔ ضمیر مؤنث بدیں وجہ سے ہے کہ یہ ایک جملہ یا کلمہ ہے۔

= فَمَا اَعْنٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ مَا اَعْنٰ ماضی منفی واحد مذکر غائب ؛ اِغْنَاءُ (افعال) مصدر غنی کرنا۔ غنی بنانا۔ دولت دینا۔ مالدار کرنا۔ اَعْنٰ عَنْهُمْ کافی ہونا۔ هَذَا مَا لِيْغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہ ما موصولہ یا مصدر یہ ہے ۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہو گا :-
جو (دولت) وہ کمایا کرتے تھے اس نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔

دوسری صورت میں ؛ ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی ۔
۳۹: ۵۱ = اَصَابَهُمْ مَاضِی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر جس کے معنی پالینے کے ہیں ۔ اَصَابَ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پایا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین من قبلہم ہیں ۔ وہ ان پر آ پڑیں۔

= سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوْا۔ بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں (بصورت ما موصولہ)
اعمالِ بُد۔ (بصورت ما مصدریہ) نیز ملاحظہ ہو ۳۹: ۴۸ :-

اَصَابَهُمْ سَيِّئَاتٌ مَّا كَسَبُوْا اُنْ کے بد اعمال ان کو آ لیں گے :- بد اعمال سے مراد ان کی سزا ہے ۔ یعنی ان کے بد اعمال کی سزا ان پر آ پڑے گی ؛ سَیِّئَات کی سزا کو سَیِّئَات صرف تقابل کی وجہ سے قرار دیا۔ ستمی جزاء السیئة سیئة للانذار و احکام کقولہ تعالیٰ وَجَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲: ۴۰)

= وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ الذین ظلموا سے مراد مشرکین ہیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔ (۱۳: ۳۱) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے مِنْ بَیَانِہِ۔ و من للبیان فانہم کلہم کانوا ظالمین (روح المعانی) من بیانہ

کیونکہ وہ سب کے سب ہی ظالم تھے۔

هُؤُلَاءِ - اسم اشارہ - جمع یہ سب۔ مِنْ هَؤُلَاءِ سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ ظالم لوگ بھی.....

بعض کے نزدیک مِنْ تبعیضیہ ہے اور اس صورت میں وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ کا ترجمہ ہو گا: اور ان میں سے جو شرک پر مہر ہے (اخیر دم تک)

== سَيُصِيبُهُمْ - سَيَ مستقبل قریب کے لئے ہے يُصِيبُ صیغہ واحد مذکر غائب معناری مردف - اِصَابَةٌ (افعال) سے بمعنی پہنچنا۔ آہانا۔ آپڑنا۔ یہ اَصَابَ السَّهْمُ سے ہے۔ جس کا مطلب ہے تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا۔ مُصِيبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے۔ اس کے بعد عرف عام میں ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا ہے۔

== سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا - ان کے اعمال بد کی جزا

یعنی عنقریب ان کی بد اعمالیوں کی سزا ان پر آپڑے گی (چنانچہ کفار مکہ سات سال تک قحط میں مبتلا رہے۔ پھر بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور واصل جہنم ہوئے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جنہوں نے توبہ کر لی۔ اور مسلمان ہو گئے)

== وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ - مَا نافیہ ہے مُعْجِزُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنادینے والے۔ ہرا دینے والے۔ اور یہ اللہ کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی اللہ کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے

۵۲:۳۹ = أَوَلَمْ يَعْلَمُوا - ہمزہ استفہام انکاری ہے واو کا عطف فعل محذوف پر ہے لَمْ يَعْلَمُوا مضارع مجزوم نفی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب؛ کیا وہ نہیں جانتے

== يَنْسُطُ - مضارع واحد مذکر غائب يَنْسُطُ (باب نصر) مصدر۔ وہ کشادہ کرتا ہے وہ فراخ کرتا ہے۔ وہ وسیع کرتا ہے، بَسْطَةٌ وَبُسْطَةٌ فضیلت، قدرت، جسم کی

بڑائی۔ علم کی وسعت، کمال کی افزونی، بَسْطُ کبھی بمقابلہ قدر آتا ہے (تنگ کر دینا) جیسا کہ آیت ہذا میں اور کبھی بمقابلہ قبض آتا ہے (تنگ کر دینا) جیسے وَاللَّهُ يَقْبِضُ

وَيَنْسُطُ (۲: ۲۴۵) اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔

== يَقْدِرُ - مضارع واحد مذکر غائب قَدَّرَ (باب ضرب) مصدر سے وہ تنگ کرتا قَدَرٌ وَقَدَرَةٌ بمعنی طاقت رکھنا اور قادر ہونا بھی ہے۔ باب نصر سے بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے!

۵۳:۳۹ = قُلْ: ای قل یا محمد . خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
 = عِبَادِی۔ مضاف مضاف الیہ۔ عِبْد کی جمع ہے اور عی ضمیر واحد متکلم کی ہے؛
 میرے بندو۔ اس میں اضافت عہد کی ہے یعنی اس سے مراد اللہ کے بندے ہیں۔
 ناکہ امر قُل کے مخاطب کے۔ کیونکہ یہ اضافت بلا شک و شبہ ہر ایک کے علم میں موجود ہے
 قرآن کریم میں عبادی، اگر جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے؛
 قُلْ لِيُعِبَادِيَ فَمَا دِيحْتُمْ: اے اللہ کے بندو! یہاں اللہ کے بندوں سے مراد المؤمنون
 المذنبون ہے وہ مؤمن جن سے گناہ سرزد ہو گئے ہوں۔ یا وہ جنہوں نے اسلام لانے سے
 قبل گناہ کا ارتکاب کیا ہو!

= الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ انْفُسِهِمْ۔ یہ جملہ عبادی کی صفت ہے یعنی جنہوں نے اپنی
 جانوں پر زیادتیاں کی ہیں۔

اسْرَفُوا ماضی جمع مذکر غائب اسراف (افعال) مصدر۔ اسراف اصل
 میں ہر کام میں انسان کے حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے مگر اس کا استعمال خرچ کے بارے
 میں زیادہ مشہور ہے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں معنی میں
 مستعمل ہے۔ آیت ہذا میں کفر و معاصی میں افراط مراد ہے۔ یعنی جنہوں نے کفر و شرک کر کے
 اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ یعنی اس کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو حد سے بڑھ کر مجرم بنالیا ہے
 = لَا تَقْنَطُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر قنوط (باب فتح) مصدر سے۔ تم مایوس مت ہو
 تم اس مت توڑو۔

۵۴:۳۹ = وَ اَنِيبُوا۔ میں داؤد عاطف ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ ماقبل لَا تَقْنَطُوا
 پر ہے۔ اَنِيبُوا فعل امر جمع مذکر حاضر اِنَابَةٌ (افعال) مصدر سے، تم رجوع ہو جاؤ
 اس کا مادہ نوب ہے۔ النوب کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ شہد کی مکھی کو توب بھی کہا
 جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی قرار گاہ کی طرف لوٹ لوٹ کر جاتی ہے الا نابة الی اللہ توبہ اور
 اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا۔

= اَسْلِمُوا لَہُ۔ اَسْلِمُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اسلام (افعال) مصدر تم اس کے
 تابع فرماں رہو۔ تم اس کے فرمانبردار رہو۔

= اَنْ يَأْتِيَكُمُ مِّنْ اَنْ مِّنْ مَّضَارِعٍ مَّنْصُوبٍ بوجہ عمل اَنْ
 صیغہ واحد مذکر غائب کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مِنْ قَبْلِ اَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ

پیشتر اس کے کہ تم پر عذاب آجائے یا تم پر عذاب آنے سے پیشتر۔

== لَا تَنْصُرُوْنَ مِصْرَ عَ نْہی مجھوں، جمع مذکر حاضر، تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم مدد نہیں لیتے جاؤ گے!

۵۵: ۳۹ = وَاتَّبِعُوا جملہ ہذا معطوف ہے جس کا عطف يٰۤاَلَّا تَقْنَطُوْا پر ہے يٰۤاَوَّ اَنْتَبُوْا پر ہے اور تم پیروی کرو۔ اتبعوا فعل امر، جمع مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر پیروی کرنا۔ اتباع کرنا۔

== اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ:

اَحْسَنَ مضاف۔ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ مضاف الیہ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کا بہتر۔ یعنی اس کے بہترین پہلو۔ اور اس سے مراد صریحاً القرآن ہے اور قرآن کے بہترین پہلو کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے بچائے احکام کی پیروی کرے اور رخصتوں کی طرف نہ جھکے۔

بعض نے اسے صفت و موصوف کے معنی میں لیا ہے اور جملہ کا ترجمہ کیا ہے کہ یہ ”بہترین کلام جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے“ اور بہترین کلام القرآن ہے۔
== بَغْتَةً۔ اچانک، یک دم، یکایک، ناگہاں۔ بَغْتًا يَبْغُثُ (فتح) سے جس کے معنی کسی چیز کے یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہو جانے کے ہیں جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

== وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ہ واو حالیہ ہے۔ لَا تَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر دریاں حالیکہ تم کو اس کا خیال تک نہ ہو۔ تم کو (اس کی) خبر تک نہ ہونے پاتے۔

۵۶: ۳۹ = اَنْ تَقُولَ۔ (اَنْ مصدر یہ ناصبہ، بمعنی لِئَلَّا لِ تَعْلِيلِہ، لانا فیہ، تاکہ نہ کہے۔ تاکہ نہ کہہ سکے۔

ان تقول سے قبل فعل محذوف ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ وَ اتَّبِعُوا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ لِئَلَّا تَقُولَ نَفْسُ الْخ
اور تم پیروی کرو اس عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے تاکہ دکل کوئی نفس یہ نہ کہہ سکے کہ..... الخ

۲۔ اَنْذَرَكُمْ وَاَمَرَكُمْ بِاَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ لِئَلَّا تَقُولَ نَفْسُ الْخ
خو وہ ڈراتا ہے تم کو اور حکم دیتا ہے تم کو پیروی کرنے کا عمدہ کلام کی جو اتارا

گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے تاکہ کل کوئی نفس یہ نہ کہہ سکے کہ.....
نفس میں تنوین تکثیر کے لئے ہے یا تفسیل کے لئے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ قیامت کے
دن ایسا کہنے والے کچھ ہی لوگ ہوں گے۔

== یَحْسَرُونَ۔ یا حرف نداء حسرتہ (افسوس، پشیمانی، پچھتاوا) حَسَرَ یَحْسَرُ
سَمِعَ کا مصدر ہے سی اضافت واحد متکلم کی ہے۔ یائے اضافت کو الف سے بدلا
گیا ہے، اے میری بد قسمتی، اے میری پشیمانی، صد حیف مجھ پر۔

== عَلَى مَا فَرَّطْتُ عَلَى تَقْلِيلِهِ مَا مصدر یہ ہے فَرَّطْتُ ماضی واحد متکلم۔
تَقَرُّطٌ (تفعیل) مصدر۔ فَرَّطَ مادہ۔ میں نے کم کی، میں نے کوتاہی کی۔ یہ افراط
کی ضد ہے۔ عَلَى مَا فَرَّطْتُ اسی بسبب تَقَرُّطٌ میری کوتاہی پر، میری کوتاہی کے
سبب۔ ملاحظہ ہو وَلِتَكْبِرُوا لِلَّهِ عَلَى مَا هَدَانَا لَكُمْ (۲: ۱۸۵) کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو
بسبب اس کے کہ تمہیں ہدایت دینے کے۔

== فِي جَنْبِ اللَّهِ۔ عمل کرنے اس کے متعدد معانی لکھے ہیں۔

۱:- اللہ کی اطاعت میں۔ (حسن)

۲:- اللہ کے معاملہ میں (مجاہد)

۳:- اللہ کے حق میں (سعید بن جبیر)

بعض کے نزدیک ذاتِ خدا مراد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی ذاتِ الہی کی اطاعت
میں یا اس کا قرب حاصل کرنے میں۔

بعض نے جنب کا معنی جانب بیان کیا ہے یعنی اس جانب میں کوتاہی کی جو مجھے اللہ
کی جانب پہنچا دیتی۔

== وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّآخِرِينَ۔ اس میں اِنْ مخفف ہے اِنْ ثَقِيلٌ سے

یعنی بلاشبہ۔ بے شک، السَّآخِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، سَخَرُوا لِيْ سَخَرُوا (سمع)
سَخَرُوا و سَخَرُوا مصدر۔ مٹھا کرنا۔ مذاق کرنا۔ ہنسی اڑانا۔ السَّخَرَةُ جس
سے مٹھا کیا جائے۔ ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو سخریہ و سخریہ کہتے ہیں
لَمِنَ میں لام فارقہ ہے۔

۳۹: ۵۷ = اَوْ لَقَوْلٍ۔ اَوْ حرف عطف، تَقْوَلْ مضارع منصوب واحد
مؤنث غائب کا مرجع نَفْسُ ہے جو یہاں محذوف ہے۔ فعل مضارع سے قبل عامل

اَنْ (مصدریہ، ناصبہ) محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی!

اَوْ اَنْ تَقُولَ نَفْسٌ الخ نحوی تشریح کے لئے آیت ۵۶ متذکرہ بالا ملاحظہ

فرمائیں!

== لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدَانِيْ - جملہ شرطیہ ہے لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ - اس کی حینا۔
(یا کوئی جان یا نفس یا شخص یہ کہے کہ اگر (دنیا میں) اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو میں بھی
پرہیزگاروں میں سے ہوتا۔ یعنی شرک اور معاصی سے بچا رہتا۔

۵۸: ۳۹ == اَوْ تَقُولَ - اس کی تشریح آیات ۵۶، ۵۷ متذکرہ بالا میں دیکھیں۔

== تَرَى مَضَارِعَ وَّاحِدٍ مُّوْنِثٍ غَائِبٍ - رائی مادہ رؤیۃ مصدر۔ وہ دیکھتی ہے وہ
دیکھے گی

== لَوْ اَنَّ لِيْ كَرْۢةٌ - جملہ تمنائی ہے فَاَكُوْنُ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ اس کا جواب
لَوْ كَاشَ كَرْۢةٌ (منصوب بوجہ عمل اَنْ)

اَلْكَرُّ - كَثَرُ يَكُرُّ (باب نصر) سے مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔
مصدر بمعنی مڑنا۔ لوٹنا۔ جیسے اَنْهَزَمَ عَنْهُ ثُمَّ كَثُرَ عَلَيْهِ۔ اس نے اس سے شکست کھائی
اور پھر حملہ کے لئے لوٹ پڑا۔ یعنی پینتر ابدلنے کے لئے وہ بھاگا پھر اس نے دوبارہ حملہ کیا
کَثَرَارَ اسم صفت پھر پھر کر حملہ کرنے والا۔ اور تکرار کسی شے کو بار بار کرنا۔
کَرۢةٌ میں تاوحدت کی ہے یعنی ایک بار۔ گو یا کَرۢةٌ کے معنی ہوئے ایک بار لوٹنا۔
ایک پھیرا۔ ایک مرتبہ والی۔

فَاَكُوْنُ میں نصب بوجہ جواب تمنائے محسنین اسم فاعل جمع مذکر۔ نیکو کار، نیکی
کرنے والے۔ اِحْسَانٌ سے۔

جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا، اے کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جائے پھر میں نیک
بندوں میں ہو جاؤں۔

لَوْ تَمَنَّيْتُہ کی اور مثال :-

فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرْۢةٌ فَكَوْنُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۰۲: ۲۶) کاش ہمیں (دنیا میں)

پھر جانا ہو تو ہم مؤمنوں میں ہو جائیں۔

لَوْ اَنَّ لِيْ كَرْۢةٌ جملہ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے بمعنی اگر مجھ (دنیا میں) پھر ایک بار جانا

نصیب ہو جائے۔

۵۹:۳۹ = بلی۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں شرک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے کے اس قول کی تردید ہے جس کی طرف آیت مذکورہ لَوَاتَّ اللَّهُ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ میں اشارہ ہے علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:-

یہ آیت گزشتہ آیت لَوَاتَّ اللَّهُ..... کی مکمل تردید ہے کیونکہ سابق آیت میں اگر راہنمائی مراد ہے تو اس آیت کا مطلب ہوگا کہ پیغمبر اور کتنا کہ ذریعہ سے اللہ نے راہنمائی تو کر دی تھی مگر تو نے سب کی تکذیب کی تو اس صورت میں آیت لَوَاتَّ اللَّهُ هَدَانِي کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے پاس پیغمبر آیا ہی نہیں نہ کسی پیغمبر نے مجھے اللہ کا پیغام پہنچایا..... اور اگر ہدایت سے تخلیق ہدایت اور منزل مقصود تک پہنچانا مراد ہو تو اس صورت میں لَوَاتَّ اللَّهُ هَدَانِي کا یہ مطلب ہوگا کہ میں مجبور تھا اللہ ہی نے مجھے ہدایت نصیب نہیں کی۔ ایمان و اطاعت کو اختیار کرنے کی میرے اندر طاقت ہی نہ تھی کیونکہ اللہ نے مجھے اس کی قدرت دی نہ تھی۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَ ثَلَاثُ آيَاتِي..... الخ: میں اس قول کی تردید کر دی اور فرمایا کیوں نہیں ہم نے تو تجھے قدرت دی تھی کہ جس راستہ کو اختیار کرنا چاہے کرے۔ اسی پر عذاب و ثواب کی عمارت کی بنا ہے لیکن حب میری آیات تیرے پاس پہنچیں تو تو نے اپنے اختیار سے ان کی تکذیب کی اور غرور کیا اور تو کافروں میں شامل ہو رہا۔

اِسْتَكْبَرْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ استکبار (استفعال) مصدر۔ تو نے غرور کیا۔

۶۰:۳۹ = یَوْمَ الْقِيَامَةِ مُسَوَّدَةٌ۔ یَوْم بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ الَّذِینَ اسم موصول جمع مذکر کَذَّبُوا عَلَیَّ اللّٰهُ بِدَلِّیْنَ سے۔

وَجُوهُهُمْ مَّضَافٌ مَّضَافٌ الِیْهِ لَمْ یَمْتَدَّ مُسَوَّدَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِسْوَدَّ اِفْعَالٌ مصدر سے سیاہ۔ خبر۔ مبتدا و خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ موضع مال میں ہے لہذا محل نصب میں ہے۔

یعنی قیامت کے دن تو دیکھیں گے۔ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر دروغ گوئی کی درآں حالیکہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے!

اللہ پر دروغ گوئی سے مراد اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اسے صاحب اولاد ماننا۔ یا ان صفات کی اس کی طرف نسبت کرنا جو اس کی شان کے شایان نہیں ہیں۔

= اَلِیْسَ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ہے لَیْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب

نہیں ہے۔ نفی کا انکار۔ مثبت کا اقرار ہے۔ یعنی ضرور ہے۔

== مَثْوًیٰ - طرف مکان مفرد مَثَاوً جمع ٹھکانہ۔ فرود گاہ۔ اترنے کا مقام۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کی جگہ۔ مطلب: متکبرین کا ٹھکانہ ضرور بالضرور جہنم میں ہوگا۔
مُتَكَبِّرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر تکبر کرنے والے۔ اللہ کو ماننے اور اس کی اطاعت کرنے سے سرتابی کرنے والے۔

۳۹: ۶۱ == يُنَجِّیْ - مضارع واحد مذکر غائب، تَنْجِیَةً (تفعیل) مصدر بخو مادہ وہ بچالیکا۔ وہ نجات دیگا۔

== اتَّقُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ڈرے۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اتقوا افتعال مصدر وقی مادہ۔ وَقِیْتُ الشَّیْءَ رباب ضرب (وَقَايَةً وَقَاوً کے معنی کسی چیز کو مضراور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا کے ہیں۔ جیسے وَفَّيْتُمُ عَذَابَ الْجَحِيمِ (۵۶: ۴۴) اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیکا۔ اسی سے تقویٰ ہے نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

کبھی کبھی تقویٰ اور خوف ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً فَمَنْ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (۳۵: ۴) جو شخص ان پر ایمان لا کر خدا سے ڈرتا رہیگا۔ اور اپنی حالت درست رکھیگا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

مہر تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں اس لئے ہر جگہ تقویٰ کا ایک خاص معنی مراد ہے
== بِمَفَازٍ تَهْمُ - ب سببیہ ہے مَفَازٌ تَهْمُ مضاف مضاف الیہ ان کی کامیابی ان کی فلاح۔ جملہ کا مطلب یہ ہے اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دیگا بعض نے مَفَازَۃً سے مراد خوش نصیبی اور اعمال صالح مراد لیا ہے یہ دونوں کامیابی کے اسباب ہیں۔ سبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔

مَفَازَۃً - فَازٌ یَفُوزُ (باب نصر) سے مصدر ہے اور فَوْزٌ و مَفَازٌ بھی مصدر ہے
== لَا يَمَسُّهُمْ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو نہیں چھوئے گا۔ ان کو نہیں پہنچے گا۔ مَسَّ یَمَسُّ (باب سمع)

== السُّوْءُ - تکلیف، دکھ، آفت۔ سَوْدٌ سے اسم ہے۔
۳۹: ۶۲ == وَكَيْلٌ - صفت مشبہ، وَكَلٌ مصدر، نگہبان، نگہان، کار ساز،

التوکیل کے معنی کسی پر اعتماد کرنے کے اے اپنا نائب مقرر کرنے کے ہیں۔ اور توکیل بروزن فاعل بمعنی مفعول ہے جس پر اعتماد کرنے کے اپنا کام اس کے سپرد کر دیا جائے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِيلًا (۲: ۸۱) اور خدا ہی کافی کا ساتھ ہے یعنی اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دیجئے اور کار سازی کے لئے اسی کو کافی سمجھئے۔

۶۳: ۳۹ = لَهُ فِي لَامٍ مَلِكٌ کے معنی میں آیا ہے اور وہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے وہی مالک ہے، یعنی اللہ ہی مالک ہے۔ جسے اور جبکہ آیا ہے لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۲: ۲۵۵) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا وہی مالک ہے۔

== مَقَالِيدُ - مَقْلَدٌ يَأْمُرُ بِمَقْلَدٍ کی جمع ہے جسے مَفْتَحُ کی جمع مَفَاتِحُ اور مِنْدِلٌ کی جمع مَنْدَلٌ ہے۔ کنجیاں۔ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں کے اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ سارا جہاں اسی کی ملک ہے کوئی بھی اس کے سوا ان خزانوں میں تصرف نہیں کر سکتا۔

== اٰیٰتِ اللّٰهِ = مراد کلمات تجیدہ و توحید یا قرآن مجید یا اللہ کی قدرت مستقلہ کے نشانات و علامات۔

== هُمُ الْخٰسِرُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر خُسْرٌ وَخُسْرَانٌ مصدر سے ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ هُمُ ضَمِيرٌ جمع مذکر غائب حصر کے لئے ہے۔ یعنی وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

۶۴: ۳۹ = قُلْ - اے قل للقریش یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

== اَفْغِیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِیْ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰہِلُوْنَ - اے ایہا الجہلون افعیر اللہ تامرؤنی اعبد۔ اَفْغِیْرَ میں سہزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے اور اس کا عطف محذوف ہے۔ اے اے کفر و غیر اللہ اعبد پر غیر مفعول ہے اَعْبُدُ کا۔ تَاْمُرُوْنِیْ جملہ معترضہ ہے محل انکار غیر اللہ کا لفظ ہے اس لئے فعل پر اس کو مقدم کر دیا گیا (یعنی اہمیت کی وجہ سے مفعول کو فعل سے پہلے ذکر کر دیا) مطلب اس طرح ہوگا:-

اے جاہلو! کیا میں کفر کروں اور غیر اللہ کی عبادت کروں۔ تم مجھے اس کام کا مشورہ

اور دیگر پیغمبران کی طرف یہ وحی بھیج دی گئی ہے کہ تمہارا اپنی قوم کے ہر فرد سے یہ خطاب ہو :
اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرے سب اعمال اکارت جائیں گے ! اور تو ضرور گھاٹا
پانے والوں سے ہو جائیگا !

۲۔ اس کا مرجع لَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ اور مِنْ قَبْلِكَ کے قرینہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں مگر اس پر اکثر علماء نے اعتراض کیا ہے کہ انبیاء کی نشان میں شرک کا تصور بھی محال ہے
لیکن اس بارہ میں تفسیر حقانی کے مصنف کی تشریح قابل غور ہے ! فرماتے ہیں :
”وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ وَاِلٰی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ... الخ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
تیری طرف اور تجھ سے پہلے انبیاء کی طرف ہم یہ حکم بھیج چکے ہیں کہ اگر تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
بالقرض یا تجھ سے پہلے انبیاء (فرضاً) شرک کریں۔ تو ان کے نیک کام اکارت ہو جائیں۔ اور بڑی بربادی
میں پڑیں۔ یہ کلام شہنشاہی اور جلالی رب کے قاعدہ پر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے انبیاء سے شرک سرزد ہونا محال تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام
معصوم ہیں مگر مخاطب کے سنانے کو ایسا پر زور حکم سنایا کہ یہ نکوہیدہ کام کسی کو بھی معاف نہیں !
مولانا تھانوی رحمہ اللہ آیت وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۱۴:۶) کی وضاحت کرتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

تکالیف شرعیہ کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتیں یہاں تک کہ انبیاء سے بھی ۔

۳۹:۲۶ = بَلِ اللّٰهُ فَاعْبُدْ - بَلْ حُرِّفَ اَصْرَابُہُمْ۔ جس کی عبادت ماسوی اللہ
کافرن چاہتے تھے اس کی تردید میں ارشاد ہوتا ہے بَلِ اللّٰهُ فَاعْبُدْ۔ کَاَنَّهُ قَالَ لَا تَعْبُد
مَا اَسْرَوْا لِعِبَادَتِہٖ بَلْ اَنْ عِبَدْتَ فَاعْبُدِ اللّٰہَ۔ یعنی جو وہ چاہتے ہیں اس کی
عبادت نہ کر بلکہ اگر عبادت کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔
شرط کو حذف کر کے اس کے عوض مفعول کو لایا گیا ہے :

= تُشْكِرُہُمْ۔ اسم فاعل جمع مذکر شکرو مصدر سے۔ شکر گزار۔ احسان ماننے والا۔
۳۹:۲۷ = مَا قَدَرُوا اللّٰہَ : مَا قَدَرُوا مَاضِیَہُمْ مِنْفِیْ جَمْعِ مَذْکَرِ غَائِبِ انہوں نے
تعظیم نہیں کی ! انہوں نے نہیں پہچانا۔ انہوں نے قدر نہیں پہچانی، انہوں نے قدر دانی نہیں کی
= وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا یعنی زمین اپنی تمام اندرونی و بیرونی اجزاء کے ساتھ
= قَبَضَتْہُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا قبضہ، اس کی مٹھی میں ہونا۔ اس کا تصرف، اس
کا اختیار کامل۔ الْقَبْضُ کسی چیز کو پانچوں انگلیوں سے مٹھی بھر کر پکڑنا۔ جیسے قبض

سَيْفٌ تَلَوَّارٌ كَوَيْحُرٍ نَارٍ - قَبَضَ عَلَىٰ كَيْسٍ حَبِيرٍ كَوَيْحُرٍ نَارٍ - قَبَضَ عَنْ كَيْسٍ حَبِيرٍ كَوَيْحُرٍ نَارٍ سے ہاتھ کو
 لپیٹ لیتا۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے خرچ سے ہاتھ روکنے کو قَبَضَ کہا جاتا ہے مثلاً وَلَقَبِضُوا
 أَيْدِيَهُمْ (۹۱:۶۷) اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ وَقَبَضَ إِلَىٰ - اپنی طرف
 سیمٹا۔ مثلاً ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا (۲۵:۲۶) پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ
 اپنی طرف سیمٹ لیتے ہیں۔

قَبْضَةٌ مَسْهُیْ بَہْرٍ حَبِيرٍ - یعنی مکمل طور پر اس کے اختیار میں ہوگی!
 = مَطْوِيَّتٌ - اسم مفعول جمع مونث۔ مَطْوِيَّةٌ وَاحِدٌ مَطْوِيٌّ مصدر (باب ضرب)
 لپیٹے ہوئے۔

کٹے کرنا کے دو معنی ہیں (۱) لپیٹنا جیسے کاغذ یا کپڑے کو تہہ کرنا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے :

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱:۱۰۴) جس دن ہم آسمان کو اسی
 طرح لپیٹ لیں گے جیسے کاغذات کا طومار لپیٹ لیا جاتا ہے۔
 (۲) مسافت کو قطع کرنا۔ عمر کو گزارنا۔

بقول امام راغب ایت میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ کاغذ کی طرح آسمانوں کا
 لپیٹ دیا جانا بھی۔ اور فنا کر دینا اور تباہ کر دینا بھی۔ قیامت کے دن آسمان بہر حال فنا کر دیئے
 جائیں گے۔

۶۸:۳۹ = نَفَخَ مَاضِيٌّ مَجْهُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ نَفَخٌ رِبَابٍ مصدر
 وہ پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا جائے گا۔ یہاں مراد نفخہ اول ہے۔

= الصُّورِ - صور - نرسنگا۔ وہ چیز کو حضرت اسرافیل خلق کو مانے اور جلانے کے لئے
 ارشادِ الہی سے پھونکیں گے۔

= فَصَعِقَ وَ سَبِيہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس (صور پھونکے جانے) کے سبب
 اور فحاشی بھی۔ یعنی صور پھونکا جائے گا اور فوراً صَعِقَ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ
 غَائِبٌ صَعِقٌ مصدر باب سَمِعَ سے جس کے معنی گرج کے صدمہ سے بیہوش ہونے
 اور مر جانے کے آتے ہیں۔ صَعِقَ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں
 ہے وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا (۷:۱۲۳) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر
 گر پڑے :-

= ثُمَّ نَفَخَ فِيهِ أُخْرَىٰ مِثْرَاسٍ دُوبَارَہٗ بھونکا جائے گا۔ ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الصُّور ہے۔

= فَإِذَا فِي فَرْعِیْبٍ کَاہِے۔ اِذَا مَافَا تِیْہ۔ فَإِذَا هُمْ قِیَامٌ تُوْدَعَتْ سَبْکِ سَبْ اُٹھ کھڑے ہوں گے!

= یَنْظُرُونَ: مَضَارِعُ جَمْعِ مَذْکُرِ غَائِبٍ نَظَرٌ (بَابُ نَصَرٍ) مَصْدَرُ سَے۔ وَہ دِکھتے ہوں گے۔ وَہ دِکھیں گے۔ وَہ دِکھنے لگیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ دوسرے نفخہ پر لوگ یکدم قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے اور حیرانی سے ادھر ادھر نظریں گھا کر دیکھیں گے۔ یا یہ کہ انتظار کریں گے کہ آئندہ ان کے متعلق کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ اِی یَقْلِبُونَ الْبَصَارَ هُمْ فِي الْجِهَاتِ نَظَرًا مَبْهُوتًا اُو یَنْتَظِرُونَ اَمْرًا لِّلّٰہِ فِیْہُمْ۔

= ۶۹:۳۹ اَشْرَقَتْ: مَاضِیْ مَعْنٰی مُسْتَقْبَلٍ وَاحِدٌ یُّؤَنَّثُ غَائِبٌ وَہ چمک اُٹھے گی! اِشْرَاقٌ مَصْدَرُ (اَفْعَال) سَے یعنی میدانِ قِیَامَتِ کی زَمینِ رُوشن ہو جائے گی!

= وَضَعَ الْکِتَابَ: وَضَعَ مَاضِیْ مُجْہُولِ وَاحِدِ مَذْکُرِ غَائِبٍ وَضَعٌ مَصْدَرُ (بَابُ فَتَحَ) الْوَضْعُ نِیچے رکھ دینا۔ اِی سَے مَوْضِعٌ (جَمْعُ مَوْضِعٍ) مَعْنٰی جُگہیں یا مَوَاقِعَ۔ جِیسے یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَۃَ عَنْ مَوَاضِعِہِ۔ (۵: ۱۳) یہ لوگ کلمات کتاب کو ان کے مَقَامَاتِ سَے بَدَل دیتے ہیں۔

اَلْکِتَابُ سَے مُرَادِ جُمُہُورِ نَے اَعْمَالِ نَا مَے لِیَا ہِے اَلْ جَنَسِ کَے لَیْہِے اِبْنِ عَبَّاسِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سَے مُرَادِ لَوْحِ مَحْفُوظِ لِیَا ہِے کہ ہر ایک اپنے اَعْمَالِ نَامَہِ کا مُقَابِلَہُ اِس سَے کَر لے۔ اِس مِیں اَلْفِ لَامِ عَمَدِہ کا مُرَادِ لِیَا گیا ہِے۔ اَبُو حِیَّانِ نَے اِسے دُورِ اَنَ حَقِیْقَتِ لِیَا ہِے اُور کہیا ہِے کہ شَایِدِ اِبْنِ عَبَّاسِ کی طَرَفِ اِس قَوْلِ کی نِسْبَتِ صَحِیحِ نَہِیْنِ ہِے۔

= جِائِیٌ: مَاضِیْ مُجْہُولِ وَاحِدِ مَذْکُرِ غَائِبٍ جَاءَ یَجِیْیُ (بَابُ ضَرَبِ) مَصْدَرُ مَجْہُوزٌ اَنَا۔ ب تَقْدِیْمِ کَے لَئے ہِے جَاءُوبُ وَہ لِیَا۔ ج ی عَرَادَہ۔

جَائِیٌ بِالنَّبِیِّیْنِ وَالشَّہِیْدِآءِ پیغمبر اُور دُوسرے گواہ لائے جائیں گے۔ حَاضِرِ کُنْے جائیں گے۔

= الشَّہِدَآءُ گواہ شَہِیْدٌ کِی جَمْعِ ہِے مَعْنٰی حَقِّ کی شَہَادَتِ دِینے والا۔ گواہ۔ شَہِیْدِ اَشْہِدُ بِرُوزِ نِ فَعِیْلِ مَعْنٰی نَاعِلِ مِبَالِغَہِ کا صِغَہُ ہِے) شَہِیْدِ اَصْ طِلَاحِ مِیں اِس شَخْصِ کو

کہتے ہیں کہ جس نے راہِ خدا میں کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی ہو۔
 عطار نے کہا ہے کہ الشہداء سے مراد اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں اور اسی پر دلالت کر رہی ہے
 یہ آیت وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ (۲۱:۵۰) اور ہر شخص
 اس طرح آئے گا کہ ایک (فرشتہ) تو اس کے ساتھ سمراہ لانے والا ہوگا۔ اور ایک (فرشتہ)
 گواہ ہوگا۔ (یہ دونوں فرشتے وہی کاتب اعمال ہوں گے۔ عرف عام میں انہی کو کراما
 کاتبین کہتے ہیں۔) (المائدی)

== قَضَىٰ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے۔
 فیصلہ کر دیا جائے گا۔

قَضَىٰ ماضی معروف قَضَاءُ مصدر۔ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ پورا کرنا۔ غزم
 کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ قطعی و محکم بھیج کر اطلاق دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت
 پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا وغیرہ۔

وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائیگا
 ۳۹/۷ وَفِيَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب توفية (تفعیل) مصدر۔
 پورا پورا دیا جائیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

الْوَافِي مَکْمَل اور پوری چیز کو کہتے ہیں جیسے اَوْفَيْتُ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ۔ میں
 ناپ یا تول کر پورا پورا دیا۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَآَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ (۱۷۱)
 (۳۵) اور حب (کوئی چیز) ناپ کرنے لگو تو پیمانہ پورا بھر کر دو۔
 == وَهُوَ اعْلَمُ: میں ہوں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

۳۹: ۷۱ = سَيُوقُ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب سَوَّقٌ وَسَيَّاقَةٌ مساوے۔
 ریاب نصر) مصدر۔ ہانکنا۔ ہانک لے جانا۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے وہ ہانک لے جائے
 جائیں گے۔

== زُمَرًا جتھے، جتھے، گروہ درگروہ، جوق درجوق۔ زُمَرَةٌ کی جمع۔ جس کے معنی
 تھوڑی تھوڑی جماعت کے ہیں۔ بوجہ حال منصوب ہے۔

== جَاءَ وَهَآ۔ الْوَابِئُهَا۔ خَرَّ نَشْأَ۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع
 جہنم ہے۔

== مِنْكُمْ اِی مِنْ جِنْسِكُمْ۔ تمہاری ہی جنس سے، تم میں سے ہی۔ تمہاری نوع

میں سے۔

= اَلَمْ يَأْتِكُمْ : استفہام تقریری ہے۔

= يَتْلُونَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةً مصدر باب نصر پڑھ کر سنایا کرتے تھے

= يُنْذِرُوكُمْ - يُنْذِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْذَارُ افعال مصدر
یعنی ڈرانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تم کو ڈرایا کرتے تھے۔

= لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا۔ يَوْمِكُمْ مضاف مضاف الیہ هَذَا متعلق یَوْمَ

مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَاءَ مضاف۔ تمہارے اس دن کی پیشی۔ لِقَاءَ

حاصل مصدر ہے لَقِيَ يَلْقَى (سمع) لَقِيَ وَلِقَاءُ مصدر سے معنی ملنا۔ سامنے

آنا۔ پیش ہونا۔ يُنْذِرُونَ کا مفعول ثانی ہے يُنْذِرُوكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا

تم کو تمہارے اس دن کی پیشی سے ڈرایا کرتے تھے!

یَوْمِكُمْ هَذَا سے مراد یوم قیامت ہے یا کافروں کے جہنم میں داخل ہونے

کا وقت۔

= بَلَىٰ - ہاں بے شک استفہام تقریری کے جواب میں۔ اِیْ قَالُوا بَلٰی قَدْ اَتَانَا رَسَلٌ

مِّنَّا تِلْكَ اٰیٰتُ رَبِّنَا وَاٰنْذِرْنَا لِقَاءَ يَوْمِنَا هٰذَا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک

ہم میں سے ہی (خدا کی طرف سے) رسول ہماری طرف آئے تھے ہمارے رب کی آیات کو انہوں نے

پڑھ پڑھ کر سنایا اور ہمیں اس دن کی پیشی سے ڈرایا۔

= حَقَّتْ مَانِیْ وَاحِدٌ مِّنْ غَابٍ ضَمِیْرٌ فَاعِلٌ وَاحِدٌ وَنَتْ کَامَرْجَعُ کَلِمَةٌ ہے۔ ٹھیک

پڑی۔ ثابت ہوئی۔

= کَلِمَةُ الْعَذَابِ مضاف مضاف الیہ عذاب کا حکم۔ کافروں کے لئے عذاب کا حکم

جو عسل ازلی میں ان کے اعمال پر مترتب ہو کر لوح محفوظ میں درج ہے یا اس کا اشارہ تولد الہی کی

طرف ہے۔ لَا مُدْرِئٌ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبْعُکَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنِ ۝ (۳۸: ۸۵)

کہ میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرا ساتھ دیں ان سب کے دوزخ کو ضرور بھر دوں گا

وَ لٰکِنْ حَقَّتْ کَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلٰی الْکٰفِرِیْنِ۔ لیکن عذاب کا حکم (آخر)

کافروں پر سچا ثابت ہو کر ہی رہا۔ یا کافروں کے خلاف عذاب کا حکم (آخر) پورا ہو کر ہی رہا۔

= ۲: ۲۹ خٰلِدِیْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر منصوب بوجہ حال۔

= فِیْہَا۔ اِیْ فِیْ جَهَنَّمَ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

== بِئْسَ بُرَاهٌ۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بِئْسَ تھا بروزن فعل باب مع، عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فار کلمہ کو گسرہ دیا گیا مہر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا بِئْسَ ہو گیا۔

== مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہے بِئْسَ کا۔

مَثْوًى۔ طرف مکان۔ فرود گاہ۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۹: ۶۰ متذکرہ بالا۔

المتکبرین۔ میں الف لام عین کا ہے۔ تکبر کرنے والے۔ حق کو حقیر سمجھ کر قبول نہ کرنے والے۔

فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ۔ پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔

۳۹: ۴۱ = اتَّقُوا۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ جو ڈرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ۳۹: ۶۱

متذکرۃ الصدر۔

== حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا۔ میں بعض کے نزدیک داؤ زائد ہے۔

کیونکہ فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا جواب ہے حَتَّىٰ إِذَا کا۔ یعنی یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے (جنت کے) دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اور بعض کے نزدیک داؤ عاطف ہے زائد نہیں ہے اور حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا کا جواب مَحْذُوف

ہے اِی حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا (دَخَلُوهَا) یعنی جب وہ اس کے پاس پہنچ

جائیں گے اور اس (جنت) کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہ اس میں داخل ہو جائیں

هَآ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنة ہے۔

== طَبِيبٌ ماضی جمع مذکر حاضر۔ طَابَ لَطِيبٌ (باب ضرب) سے۔ طَبِيبٌ

طَابٌ۔ طَبِيبَةٌ وَطَطِيَابٌ مصادر۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مزیدار خوش ذائقہ ہونا۔

طَبِيبٌ۔ طَبِيبٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور طَبِيبٌ وہ چیز ہے کہ جس سے حواس

لذت اٹھائیں۔ اور حبی مزہ پائے۔

طَعَامٌ طَبِيبٌ شرع میں وہ ہے جو جائز طور پر جائز مقدار میں، جائز مقام سے حاصل کیا

گیا ہو۔ پاکیزہ، صاف ستھرا، حلال اسی طَبِيب کی صفات ہیں۔

۱۔ لہذا طَابَ لَطِيبٌ جہاں تک رزق کا تعلق ہے اس کا حلال و پاکیزہ اور ہر لحاظ سے

جائز ہونا مراد ہے۔

۲۔ اور جہاں تک کسی کی ذات سے تعلق ہے گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونا ہے۔

۳۔ اور جہاں تک اسادہ و خواہش کا تعلق ہے اس میں خوشی، لطافت، عدم اکراہ کا ہونا ہے۔

مثلاً انبرا، وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَلًا طَيِّبًا (۵: ۸۸) اور جو حلال طیب روزی خدا نے تمہیں دی ہے اُسے کھاؤ۔ اور كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ (۵۱: ۲۳) پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نمبر ۲ کے متعلق طَبُّكُمْ (آیت نداء ۳۹: ۳۷) زجاج نے کہا ہے کہ طَبُّكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں شرک اور معاصی کی گندگیوں سے پاک تھے (تفسیر مظہری) اور نمبر ۳ کے متعلق قرآن مجید میں ہے فَإِنْ طِبَّنْ لَكُمْ (۴: ۴۷) ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے تم کو چھوڑ دیں۔ اور فَإِنْ كُفَّوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (۳۰: ۴) (تو ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں اُن سے نکاح کرو۔

== فَادْخُلُوهَا۔ میں فَ سبب ہے یعنی ان لوگوں کا شرک و معاصی سے پاک ہونا ہی جنت میں داخل ہونے اور وہاں ہمیشہ رہنے کا سبب ہوگا۔

ادْخُلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہا صمیر و احد مؤنث کا مرجع الْجَنَّةُ ہے
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَبُّكُمْ فَادْخُلُوهَا خَلِدِينَ۔ ان الفاظ کے ساتھ جنت کے دروازے پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

فَائِدَةٌ آیت ۱، میں جہنمیوں کے لئے اور آیت ۲، میں بہشتیوں کے لئے دونوں کے لئے لفظ سَيِّقٌ آیا ہے۔ سَاقٌ يَسُوقُ سَوْقٌ وَسَيَّاقَةٌ وَ مَسَاقٌ جانور کو بانکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ فاعل کے بدلنے سے فعل کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً گواہ بیٹھ گیا۔ آنکھ بیٹھ گئی وغیرہ۔

یہاں لفظ سَيِّقٌ اہل دوزخ کے لئے بُرے معنوں میں استعمال ہوا ہے ان کو سخت گیر فرشتے زبردستی دوزخ کی طرف مولشیوں جانوروں کی طرح بانک کر لے جائیں گے اگرچہ وہ دوزخ میں جانا ہرگز نہ چاہیں گے۔

دوسری طرف اہل جنت کے لئے اس لفظ کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ اہل جنت کو بہ سرعت جنت میں لے جانے کے لئے لفظ سَيِّقٌ استعمال ہوا ہے

۲۔ اہل جنت کو اعزازاً سواری پر جنت میں لے جایا جائے گا اور سواری کی تیزی کو لفظ سَيِّقٌ سے بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ جب اہل ایمان و اہل تقویٰ محشر میں دیدار الہی سے مُشرف ہوں گے تو وہ اس منظر کو چھوڑنے سے تامل کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک دیدار الہی ہی منتہی الارب ہوگا اور فرط اشتیاق میں وہ بھول جائیں گے کہ جنت میں بھی ان کو یہ نعمت عطا ہوگی؛ لہذا ان کو فرشتے علی الرغم جنت کی

طرف لیجائیں گے۔

۳۹: ۴۴ = اَوْرَثْنَا۔ اَوْرَثَ ماضی واحد مذکر غائب اِثْرَاتُ (افعال) مصدر نا ضمیر مفعول جمع متکلم اس نے ہم کو وارث بنایا۔ یعنی ہم کو مالک بنا دیا کہ جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔

= اَلْاَرْضُ ضَىٰ۔ سے مراد زمین جنت ہے۔

= نَتَّبَعُوا مُضَارِعٌ جمع متکلم۔ تَبَّعُوا (تَفَعَّلَ) مصدر ب و ورمادہ۔ اَلْبَوَاءُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی اور سازگار ہونے کے ہیں لہذا مَكَانٌ لَبَّوْا اس مقام کو کہتے ہیں کہ جو اس جگہ اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ لَبَّوْا ت لَهُ مَكَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو درست اور ہموار کیا۔

تَبَّعُوا الْمَكَانَ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ نَتَّبَعُوا ہم سکونت اختیار کریں۔ ہم سکونت پذیر ہوں۔

۳۹: ۴۵ = حَافِئِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔ حَافِئِينَ اسم فاعل جمع مذکر حَفَّ يَحِفُّ وَحَفَّتْ يَحِيفُ (نصر، ضرب) حَفَّ وَحِيفًا گھیرنا۔

اَلْحَفَّ کے معنی کسی چیز کو حافِئین یعنی دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کر لینے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَحَفَفْنَا هُمَا بِنَخْلٍ (۳۲: ۱۸) اور ہم نے ان دونوں کے گرد اگر دکھوروں کے درخت لگا لئے تھے۔

حَافِئِينَ گرد اگر دکھیرنے والے۔ گھیرے ہوئے۔ حلقہ بنائے ہوئے الْمَلَائِكَةُ سے حال ہے۔

حَوْلِ الْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ عرش کے گرد۔ حَالٌ يَحُولُ (نصر) سے مصدر ہے۔

= يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی حمد اور پاکی بیان کرتے ہوئے۔ جملہ حالیہ ہے۔

فرشتوں کی یہ تسبیح، تسبیح عبادیت نہ ہوگی، عبادت کا حکم تو اس وقت ساقط ہو چکا ہوگا۔ بلکہ یہ تسبیح تلذذ ہوگی فرشتے اس تسبیح سے لذت افروز ہوں گے (تفسیر مظہری) = قَضَىٰ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ماضی بمعنی مستقبل۔ فیصلہ کر دیا جائے گا۔ یا فیصلہ کر دیا گیا ہوگا۔

== بَيِّنْهُمْ۔ ای بین العباد کلہم با دخال لبعضہم الجنة وبعضہم النار۔ یعنی تمام مخلوق کے درمیان بعض کو جنت میں اور بعض کو دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ بِالْحَقِّ انصاف کے ساتھ۔

== وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے ہیں جو رب العالمین ہے۔

یہ جملہ کہنے والا کون ہوگا؟

۱۰۔ جب اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا اور مومن بہشت میں چلے جائیں گے تو بطور شکر الحمد لله رب العالمین کہیں گے۔

۱۲۔ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و مالک کریم و رحیم پروردگار کی حمد کریگی (ابن کثیر)

۳۔ جب اللہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرنے کا تو ملائکہ بطور شکر یہ جملہ کہیں گے ==

==
=

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۴۰) سُورَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

۴۰:۱ = حَمْد - سُورَتِ مَقْطَعَاتِ ہيں ان کا علم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

۴۰:۲ = تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

تَنْزِيلٌ بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اتارنا۔ نازل کرنا۔ مضاف الْكِتَابِ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ مِنَ اللَّهِ اس کی خبر۔ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

الْكِتَابِ سے مراد یہ سورۃ ہے یا قرآن ہے۔ الْعَزِيزِ اپنی حکومت میں سب پر غالب۔ الْعَلِيمِ اپنی مخلوق سے پوری طرح جاننے والا۔

۴۰:۳ = غَافِرِ الذَّنْبِ - مضاف مضاف الیہ۔ غَافِرٌ اسم فاعل واحد مذکر الغفر (باب ضرب) کے معنی ہیں کسی شے کو کسی ایسی چیز میں چھپا دینا جو اسے میل کچل دے بچا سکے۔ چنانچہ میاں اورہ ہے اِغْفِرْ تَوْبَكَ فِي السُّعَاءِ اپنے کپڑے صندوق وغیرہ میں چھپا کر رکھ لو۔

خدا کی طرف سے مغفرت یا غفران کے معنی بندے کو عذاب سے بچالینا ہے یا معاف کر دینا ہے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ (۳: ۱۳۵) اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ غَافِرِ الذَّنْبِ گناہ بخشنے والا۔ قَابِلِ التَّوْبِ: مضاف مضاف الیہ۔ قَابِلٌ قَبُولٌ و قَبُولٌ مصدر بار بمع سے۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت جبر ہے قبول کرنے والا۔ تَوْبٌ تَابَ يَتَوَبُّ (باب نصر) سے مصدر ہے بعض کے نزدیک تَوْبَةٌ کی جمع ہے جیسے دَوْمَةٌ کی جمع دَوْمٌ آتی ہے۔ قَابِلِ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا۔

غَافِرِ الذَّنْبِ و قَابِلِ التَّوْبِ - واو عاطفہ کا (جو جمعیت پر دلالت کرتا ہے) لانا

دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں دونوں صفتیں جمع ہیں۔ اس لئے دونوں صفتوں میں تغایر ظاہر کرنے کے لئے حرف عطف ذکر کر دیا کیونکہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مفارقت ہونی چاہئے۔

== شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ مضاف مضاف الیہ، سخت عذاب دینے والا۔ (شدید معنی مشد) = ذِي الطَّوْلِ: بڑی قدرت والا۔ ذی مضاف الطَّوْلِ مضاف الیہ۔ الطول قدرت مقدور، تو نگری، بڑی قدرت والا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً (۲۵:۴) اور جو شخص تم میں سے مقدور نہ رکھے (مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا)

== الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ، غافر الذنب، قابل التوب، شديد العقاب، ذی الطول۔ سب اللہ کی صفات ہیں۔

== الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ يَصِيرُ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے صِيرُ مادہ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ قرار گاہ۔

۴:۴۰ = مَا يُجَادِلُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ جھگڑا کرتا ہے، جَادَلَ يُجَادِلُ مجادلتہ (مفاعلتہ) سے۔ یہاں صیغہ واحد یعنی صیغہ جمع آیا ہے یعنی نہیں جھگڑا کیا کرتے (اللہ کی آیات میں مگر کافر)۔

== فَلَا يَغْرُرُكَ۔ لَا يَغْرُرُ، فعل نہی واحد مذکر غائب غُرُور مصدر (باب نصر) لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے فریب نہ دے، تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے۔

الفاء سببیہ ہے یعنی ان کفار کا کردار سے اپنے تجارتی قافلے لے کر کبھی شام کی طرف اور کبھی صبح کی طرف جانا اور ہر دفعہ دولت و ثروت کے ٹوہیر سمیٹ کر واپس آنا تمہارے لئے اس دھوکے کا سبب بن جائے کہ شاید ان کے کفر کی ان کو سزا نہ ملے گا۔ یہ تنعم محض عارضی ہے اور عنقریب وہ عذاب و ہلاکت سے دو چار ہوں گے۔

الفاء فی قولہ فَلَا يَغْرُرُكَ سببیۃ ای لَا یَمِکُنْ تَقْلِبُهُمْ فِی بِلَادِ اللَّهِ مُتَنَعِمِینَ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَرْزَاقِ سَبَبًا لِإِغْتِرَاقِهِمْ فَتُظَنُّ بِهِمْ ظَنًّا حَسَنًا لِأَنَّ ذَلِكَ التَّنْعَمَ تَنْعَمًا سَدْرًا جَدًّا۔ دھوزائیل عن قریب دھم صائرون الی الہلاک والعذاب الدائم۔ (اضواء البیان)

== تَقْلِبُهُمْ مضاف مضاف الیہ، تَقْلِبُ (تفعل) مصدر۔ پھرنے۔ پھر پھر جانا۔

آنا جانا۔ اللہ پلٹنا۔ ہُم ضمیر کا مرجع کفار قریش ہیں۔

== فِي الْبِلَادِ - ای فی بلاد اللہ - یہاں اشارہ ہے جنوب میں یمن سے اور شمال میں ملک شام سے جہاں قریش کے تجارتی قافلے اکثر آیا جایا کرتے تھے اس کا تذکرہ سورۃ قریش میں آیا ہے (رحلۃ الشتاء) (للیمن) (رحلۃ الصیف) (للشام)

۴۰: ۵ == قَبْلَهُمْ - ای قبل کفار قریش - کفار قریش سے پہلے۔

== وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ - الْأَحْزَابُ حِزْبٌ کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں ہِند ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔

مطلب: قوم نوح کے بعد وہ کافرا میں جو کہ پیغمبروں کے خلاف جتھہ بند ہو گئی تھیں اور مقابلہ پر آگئیں جیسے قوم عاد و ثمود و قوم لوط۔

== وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ - هَمَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب هَمٌّ باب نصر مصدر ہے۔ هَمَّ بِ کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ اور ہر امت نے اپنے رسول کا ارادہ کر لیا۔ لِيَأْخُذُوا - لام تعلیل کا یَاخُذُوا مضارع جمع مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) أَخَذُوا باب نصر مصدر ہے۔ کہ وہ اس کو پکڑ لیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا ترجمہ کیا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیں۔ اور ہلاک کر دیں اور بعض علماء نے ترجمہ کیا ہے تاکہ پیغمبر کو گرفتار کر لیں۔

عرب قیدی کو أَخَذَ یعنی پکڑا ہوا۔ گرفتار کہتے ہیں۔

== جَدَلُوا بِالْبَاطِلِ، جَدَلُوا ماضی جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مفاعلة) مصدر سے انہوں نے جھگڑا کیا بِالْبَاطِلِ جھوٹ کے ساتھ۔ یعنی جھوٹی بات کو بنیاد بنا کر بغیر حق کے، باطل قول کے ساتھ۔

مطلب: انہوں نے ناطق محض جھوٹ پر مبنی باتوں کو لے کر جھگڑے کھڑے کر دیے تھے

== لِيُذْهِبُوا بِهِ - لام تعلیل کا۔ يُذْهِبُوا مضارع جمع مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام ادحاض) مصدر معنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع باطل ہے۔

مطلب: یہ ہے کہ وہ اس باطل بات کے ذریعہ سے یا اس ناطق ذریعہ سے حق کو زائل کر دیں یا باطل کر دیں۔ ڈمگادیں یا دبادیں۔

== فَأَخَذْتَهُمْ: فَ سببہ ہے أَخَذُوا ماضی واحد متکلم هَمَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

پس میں نے ان کو پکڑ لیا۔ یعنی ان کو سزا دینے کے لئے میں نے پکڑ لیا۔

== کَيْفَ - استفہامیہ ہے۔ کَيْفَ سوالیہ کے ذریعہ سے صفات مخلوق کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ لیکن جہاں اللہ نے اپنی ذات و صفات کے موقع پر لفظ کيف کو استعمال کیا ہے وہاں غیر حقیقی استفہام الہوت ہے یعنی صرف استخبار، خواہ بطور تعجب یا مخاطب کو تنبیہ اور توبیخ کرنے کے لئے۔ یہاں بطور تعجب آیا ہے۔

روح المعانی میں ہے: وَ هَذَا التَّعْجِيبُ لِلْسَامِعِينَ مِمَّا وَقَعَ بِهِمْ اس تقریر میں جھوٹا جھگڑا کرنے والوں پر جو گذری اس پر سامعین کے لئے تعجب ہے۔

== عِقَابِ - اصل میں عِقَابِی تھائی کو ساقط کر دیا گیا۔ میری سزا۔ یعنی میری طرف سے دی گئی سزا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھا میری طرف سے ان کو کیسی سزا ملی۔

۴۰:۶ = كَذَلِكَ - کاف اول صرف تشبیہ ہے۔ ذ۔ اسم اشارہ (یہ۔ اس) لام علامت اشارہ بعید۔ آخر کات حرف خطاب واحد مذکر۔ انحر۔ كَذَلِكَ سے اشارہ مذکورہ سابق کی طرف ہوتا ہے۔ جس کا ترجمہ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔

== حَقَّتْ تھیک پڑی، ثابت ہوئی۔ واجب ہوئی۔ پوری ہوئی۔ لازم ہوئی، نیز ملاحظہ ہو ۱۰۹:۱۱ متذکرہ بالا۔

== کَلِمَةً حُكْمًا: ازلی تحریر، حکم الہی سابق۔
كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ النَّارِ

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اِنَّهُمْ اَصْحَابُ النَّارِ - مقام نصب میں ہے اور اِنَّهُمْ میں لام تعلیل محذوف ہے۔ یعنی لَ اِنَّهُمْ بے۔

آیت کا مطلب یوں ہو گا۔

جس طرح مذکورہ بالا کفار امم سابقہ میں سے مسلمان حق کے ساتھ جھوٹی باتوں پر اڑے ہوئے اور جھگڑتے ہوئے اور رسولوں کی انذار اور قتل کے درپے ہوئے اور انجام کار خدا کے عذاب نے انہیں بُری طرح آلیا اور وہ ہلاک ہوئے اسی طرح تیرے پروردگار کا حکم کفار پر (کفار قریش مراد ہے) واجب ہو کر رہیگا۔ (وہ بھی عذاب الہی کا مزہ چکھیں گے اور ہلاکت کو پہنچیں گے) کیونکہ انجام کار وہ ایک ہی قدر مشترک میں مجتمع ہیں یعنی وہ

دوزخی ہیں۔

۲۔ اگر جملہ اَنَّهُمْ اَصْحَابُ النَّارِ محل رفع میں ہے بوجہ کَلِمَةِ رَبِّكَ کا بدل ہونے کے تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(ا) جس طرح گزشتہ کافرا متوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا۔ اسی طرح آپ کی امت میں سے جو لوگ کافر ہیں ان پر قول عذاب پورا ہوگا یعنی وہ داخل جہنم ہوں گے؛

(ب) جس طرح گزشتہ کافرا متوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا اسی طرح جو لوگ بھی کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یا ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہو چکا کہ وہ جہنمی ہو گئے۔

۴۔ = يَحْمِلُونَ مِصْرَاعَ جَمْعِ مَذْكُرٍ غَائِبٍ وہ اٹھاتے ہیں وہ اٹھائے ہوں گے حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= يَسْتَغْفِرُونَ مِصْرَاعَ جَمْعِ مَذْكُرٍ غَائِبٍ استغفار (استفعال) مصدر۔ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ معافی مانگتے ہیں۔

= وَسِعَتْ۔ ماضی واحد مذکر حاضر سَعَةً مصدر۔ یہ وسعت مکانی، وسعت حالت اور وسعت فعل کے لئے آتا ہے مثلاً وسعت مکانی کے متعلق کہیں گے هَذَا الْاِنَاءُ يَسَعُ عَشْرِينَ كَيْلًا۔ اس برتن میں بیس کیل سماتے ہیں۔

اور وسعت حالت کے متعلق؟ لِيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ (۶۵:۷) صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ اور وسعت فعل (یعنی قدرت وجود و رحمت و علم و فضل وغیرہ کے لحاظ سے وسیع ہونا) مثلاً وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ (۸۱:۶) میرا پروردگار بلحاظ علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا اور جگہ فرمایا وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۱۵۶:۷) اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔

آیتِ بذا میں وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو شامل ہے۔ رَحْمَةً وَعِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔

= فَاعْفِرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ عَفَرَ (باب ضرب) سے تو معاف کر، تو بخش دے۔

اصل میں، عَفَرَ ایسے لباس کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔

اسی اعتبار سے غفر کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔
 الفاء سببیہ ہے۔ اس کی رحمت سبب مغفرت ہے اعمال موجب مغفرت نہیں ہیں۔
 = سَبِيلُكَ - مضاف مضاف الیہ، تیری راہ - تیرا راستہ، مراد تیرا دین۔
 = قِهِمْ قِ هِمُّ - قِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ هِمُّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وَقَايَةً اور وَقَايَةُ مصدر (باب ضرب)، وقتی مادہ۔
 قِ فعل امر حاضر معروف، لقی فعل مضارع معروف سے بنایا گیا ہے علامت مضارع کو شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرا دیا قِ رہ گیا۔
 قِهِمْ تو ان کو بچا۔ تو ان کو محفوظ رکھ۔

= رَبَّنَا - اے ہمارے پروردگار۔ تکریر الندا، الزیادۃ الاستعطاف - ندائیہ کلمہ زیادتی طلب رحمت کے دوبارہ لایا گیا ہے۔
 ۸:۴۰ = وَأَدْخِلْهُمْ - ادْخُلْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر تو ان کو داخل کر۔ ادْخُلْ (افعال) مصدر۔

= جَنَّتٍ عَدْنٍ نَّالَتْی وَعْدُ تْهُمْ - اگر عَدْنٍ علم ہے جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے (اور وہ اس آیت کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے) اس صورت میں جنتِ عدن ترکیب اضافی ہے بمعنی عدن کے باغات۔

اور اگر عَدْنٌ کو عَدَنَ (باب ضرب) یا عَدَنَ (باب ضرب) یا عَدَنَ (باب نصر) کا مصدر لیا جائے تو یہ ترکیب توصیفی ہے جنت موصوف اور عدن صفت یعنی ایسے باغات جہاں مستقل طور پر رہنا اور بسنا ہو۔
 ترجمہ ہو گا: اے پروردگار ان کو جنتِ عدن (میں داخل فرما) جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

= وَمَنْ صَلَحَ - واو عاطفہ ہے۔ مَنْ موصولہ اس کا عطف ادْخِلْہُمْ کی ضمیر ہند ہے۔ ای و ادْخُلْ معہم ھُوْلَا و اور ان کے ساتھ ان کو بھی داخل فرما۔ صَلَحَ سامعی کا صیغہ واحد مذکر غائب صَلَحَ مصدر (باب نصر) فتح، نیک ہونا۔ نیکی کرنا۔
 صَلَحَ کا مقابلہ قرآن مجید میں کہیں ہساؤ سے کیا گیا۔ مَا وَلاَ تَقْسِدُوا

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۖ ۲۵:۶ اور ملک میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت بچاؤ۔
اور کہیں اس کا مقابلہ سِیِّئَۃً سے ہے مثلاً خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا
(۱۰:۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا (خلط ملط) کر دیا۔

یہاں سَنَ صَلَاحَ سے مراد وہ اشتیاق ہے جو (جنت میں داخل ہونے کی) حِثِّ
رکھتے ہوں یعنی جو ایمان رکھنے والے ہوں خواہ ان سے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔
۲۵:۹ = وَقِهِمْ میں واؤ عاطفہ ہے قی امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو آیت ۱۷، تنذّر
بالا)۔ هِمْ ضمیہ مفعول جمع مذکر غائب اور ان کو بچالے، محفوظ رکھ۔

= السَّيِّئَاتِ اِی وَقِهِمْ حِزَاءَ السَّيِّئَاتِ اور ان کو ان کی برائیوں کی سزا سے
بچالے۔ یا بدوں اِضافت ان کو برائیوں سے (دنیا میں بچالے)۔
= مَنْ موصول ہے۔ مِنْ بیا یہ ہے۔ تبعیضہ بھی ہو سکتا ہے۔

= تَقِيْ: مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَفِيْ مصدر باب ضرب تَقِيْ اصل میں تَقِيْ
تھا۔ عامل کے آنے سے تِی حرف علت ساقط ہو گیا۔ تو بچا دے۔ تو بچاتا ہے۔ تو بچا دیگا
وَمَنْ تَقِي السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ، مَنْ اسم موصول ہے۔
السَّيِّئَاتِ سے مراد برائیاں۔ اعمال بد یا اعمال بُد کی جزا۔ برائیوں کی سزا ہے۔
يَوْمَئِذٍ اس روز، اس سے مراد یوم مَوَاضِعِہ (روز قیامت) ہے یا یوم عمل یعنی

دنیا ہے۔

آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے:-

جس کو تو نے برائیوں سے اس روز بچالیا۔ اس پر تو نے (بُری) رحمت (مہربانی) کی
اگر یَوْمَئِذٍ سے مراد یوم عمل لیا جائے تو آیت کا مطلب ہوگا:-
جس کو تو نے (دنیا میں) بد اعمال سے بچالیا (وہ آخرت میں عذاب سے بچ گیا) اس طرح
(روز قیامت) اس پر تیری بڑی رحمت ہوئی۔

اور اگر یَوْمَئِذٍ سے مراد یوم حساب لیا جائے تو السَّيِّئَاتِ معنی عقوبات سیئات
(بد اعمال کی سزا) آئے گا۔ یعنی جس کو تو نے روز قیامت اس کے اعمال بُد کی سزا سے (اپنی رحمت
سے) بچالیا اس پر تیری (بُری) مہربانی ہوئی۔

= ذٰلِكَ کا اشارہ رحمت کی طرف ہے یا عذاب سے بچاؤ کی طرف یا دونوں کی طرف
= الْفَوْزُ الْعَظِيمُ، موصوف و صفت، بڑی کامیابی۔

آیات ۹ تا ۱۰ میں فرشتوں کی طرف سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی دعا ہے۔

فَائِدَة

تفسیر مظہری میں ہے:

ایک سوال: ملائکہ کو جب معلوم ہے کہ اللہ نے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے (مَثَلًا وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ..... وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ۔ (۲۳: ۲۴) اور اللہ کے وعدہ کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں تو پھر اللہ سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا کرنا بے سود ہے۔۔۔۔۔۔ جواب میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دلوں میں مومنوں کی محبت ڈال دی ہے۔ اور اسی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ مومنوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پھر دعا کا مقصد مزید رحمت کی طلب بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ کے محبوب بندوں کے لئے دعا کرنے والوں کو خود بھی اللہ کی رحمت اور رضامندی کا ایک حصہ ملتا ہے۔

۴۰: ۱۰۔ يُنَادُونَ، مضارع مجہول جمع منکر غائب فعل مالم لیسَم فاعله الذین اسم موصول مفعول مالم لیسَم فاعله ہے۔ ان کو پکارا جائیگا۔ مُنَادَاتًا (مفاعلة) مصدر مطلب یہ کہ جب کافر لوگ اپنے اعمال بد کے نتیجے میں دوزخ کے اندر سزا بھگت رہے ہوں گے وہ اپنے نفسوں سے سخت نفرت کریں گے۔ کیونکہ انہیں کے نفس نے ان کو دنیا میں گناہ اور کفر پر آمادہ کیا تھا۔ جس کا نتیجہ وہ اب بھگت رہے ہیں۔ اس حالت میں دوزخ کے فرشتے ان کافروں کو پکاریں گے اور کہیں گے۔ یا مومن لوگ ان کافروں کو پکاریں گے۔ لَمَقْتُ اللہ اَکْبَرُ مِنْ مَقَّتِكُمْ اَنْفُسُكُمْ لام ابتدائیہ یا قسم کے لئے مَقَّتُ اللہ مضاف مضاف الیه۔ مَقَّتُ مصدر ہے۔ یہ مصدر کی اضافت اس کے فاعل کی طرف ہے۔ اَلْمَقَّتُ (باب نصر) کے معنی کسی شخص کو فعل قبیح کا ارتکاب کرنے ہوئے دیکھ کر اس سے نفرت کرنے کے ہیں۔

مَقَّتِكُمْ اَنْفُسُكُمْ۔ مرکب اضافی۔ تمہاری اپنی نفسوں سے نفرت۔

لَمَقْتُ اللہ..... فَتَكْفُرُونَ، یہ دوزخ کے فرشتوں یا مومنوں کا مقولہ ہے۔

یعنی وہ یہ کہیں گے اِی یُنَادُونَ فَيَقَالُ لَهُمْ اِن کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائیگا۔ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الدِّیْمَانِ میں اِذْ ظرفیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے اور مَقَّتُ اللہ اور مَقَّتِكُمْ کا زمانہ ایک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تم جس قدر اپنے نفسوں سے نفرت

کر رہے ہو اللہ تم سے اس سے زیادہ نفرت کر رہا ہے۔ کیونکہ (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کی راہ اختیار کرتے تھے۔

شُدُّ عَوْنٍ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، دُعَاءُ مصدر باب نصر، تم پکائے جاتے ہو۔ تم پکائے جاؤ گے! یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے تم پکائے جاتے تھے۔ تم کو پکارا جاتا تھا۔

== فَتَكْفُرُونَ - تکفرون مضارع جمع مذکر حاضر تم کفر کرتے ہو۔ تم کفر کرتے تھے (مضارع بمعنی ماضی) تم قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔

(کافروں کا کفر کرنا اور ایمان نہ لانا نفرتوں کا سبب بن گیا)

۴۰: ۱۱ == اَمْ تَتَذَكَّرُ ماضی واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ تو نے ہم کو موت دی۔ اور دودفعہ زندگی بخشی۔ پہلی موت: ماں کے پیٹ میں بصورت لطفہ۔ علقہ یا مضغہ اس میں روح پھونکے جانے سے قبل۔ اس وقت چونکہ بچے میں جان نہیں ہوتی اس اعتبار سے وہ موت ہی ہے۔

دوسری موت دنیاوی زندگی ختم ہونے پر۔

پہلی حیات: حجب ماں کے پیٹ میں بچہ کے جسم میں جان پڑتی ہے اس وقت سے کہ دنیاوی زندگی ختم ہونے تک۔

دوسری حیات: دنیاوی زندگی ختم ہونے پر مرنے کے بعد کی زندگی کا کچھ ختم ہوگی۔ اس کا ذکر اور جگہ قرآن مجید میں ہے!

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ تُمَيِّتُكُمْ
ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اَرْسِلُهُمْ تَارِحُونَ ۝ (۲۸: ۲۷)

تم خدا سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو درآں حالیکہ تم مرے جان تھے تو اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تمہیں موت دے گا۔ پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم واپس کئے جاؤ

== فَاعْتَرَفْنَا - الف، سببیہ ہے، جب وہ دوسری موت کے بعد دوسری زندگی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو اپنے گناہ اور خطا کا اقرار کر لیں گے کیونکہ یہی حیات ثانی تھی جس کے وہ دنیا میں منکر تھے اس طرح دونوں موتوں اور دونوں زندگیاں کا مجموعہ اعتراف کا

سبب بن جائے گا۔

== فَهَلْ اِلٰی خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ - یہ مبداء استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے سو کیا

(یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟

اور جملہ تنائیں بھی: کاش (یہاں سے نکلنے کی) کوئی سبیل ہوتی۔

۱۲:۴۰ = ذَلِكُمْ: یعنی تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا۔

= بَآئْتَهُ۔ میں بار سبب ہے اَنَّ حَرْفِ تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ تحقیق، بے شک۔ یقیناً کا ضمیر شان ہے اور اللہ کی طرف عائد ہوتی ہے۔

= دُعِيَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پکارا گیا۔ دُعَاءُ (باب نصر) مصدر سے۔

ذَلِكُمْ بَآئْتَهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ۔ تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا

بہیں وجہ ہے کہ تحقیق جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا گیا تو تم اسے ماننے سے انکار کر دیتے تھے یعنی

جب بھی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جاتا تو تم کہہ اٹھتے اَجْعَلِ الْاِلٰهَةَ الْهَادِثًا (۳۸: ۵)

کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔ یا۔ اِنَّهُمْ كَانُوا

اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَيْسَ كُتُبُكُمْ ہ (۳۵: ۳۴) کفار کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا تو یہ تکبر کرنے لگتے ہیں۔

= اِنْ يُّشْرَكَ بِهِ اِنْ شَرِيْهُ لَيُشْرَكَ مِصْرَاعِ مجہول واحد مذکر غائب۔ مضارع مجزوم

بوجہ عمل اِنْ بَ تَعْدِيْہ کے لئے ۵ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اور اگر کسی کو اس کا

کاشکیک بنایا جاتا۔

= تَوَمَّنُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ فون اعرابی بوجہ جواب شرط حذف ہو گیا۔ (تو تم

اس شرک کو مان جاتے، اس پر ایمان لے آتے۔

= فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ: پس (آج) حکم کا اختیار (صرف) اللہ وحدہ لا شریک کو ہی ہے۔

تمہارے کسی مہجور باطل کے پس کی بات نہیں۔

= اَلْعَلِیُّ۔ بلند مرتبہ، رفیع امر بہ۔ عالیشان۔ فَعِل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ

بر دو اَلْعَلِیُّ الْکَبِیْر۔ اپنے اعراب میں موصوف اللہ کے تابع ہیں۔

= الْکَبِیْر۔ عظمت و مرتبہ میں بڑا۔ یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

یہاں اللہ کی طرف سے دوزخیوں کا جواب ختم ہوا۔ اس کے بعد ہُو

الَّذِیْ سے کلام جدید شروع ہوا۔ جس کے مخاطب رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مومن ہیں۔

۱۳:۴۰ = هُوَ الَّذِیْ مُبْتَدَاً ہ یُوْنِیْکُمْ اس کی خبر۔

== يُرِيكُمْ - يُرِي فعل مضارع واحد مذکر غائب إِدَاءَةٌ مصدر باب افعال
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو دکھاتا ہے ۔

== اٰلِیَّتِهٖ - مضاف مضاف الیه مل کر یوئی کا مفعول ثانی
وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ۔ نشانوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت
شان اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں ۔

== یُنْزِلُ مِثْرًا واحد مذکر غائب تَنْزِيلٌ (تفعیل) مصدر اوہ نازل کرتا ہے ۔
== مِنَ السَّمَاءِ - اوپر سے ۔ سَمَاءٌ ہر شے کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں ۔ اور بعض نے
کہا ہے کہ یہ اسماء نسبیہ سے ہے ۔ ہر شے اپنے ماتحت کے لحاظ سے سمار ہے لیکن اپنے
ما فوق کے لحاظ سے ارض کہلاتی ہے ۔

== رِزْقًا - یُنْزِلُ کا مفعول ہے یہاں سبب بیان کر کے سبب مراد لیا ہے
یعنی سبب رزق مراد بارش، یعنی وہی اوپر سے تمہارے لئے بارش برساتا ہے جس سے
تمہارے لئے رزق پیدا کرتا ہے ۔

یُنْزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا - یہ هُوَ الَّذِي مبتدا کی خبر ثانی ہے ۔
== مَا يَتَذَكَّرُ - مضارع نفی واحد مذکر غائب تَذَكَّرُ (تفعیل) مصدر سے
کوئی نصیحت نہیں پکڑتا (مگر....)

== مَنْ يَنْيِبْ، مَنْ موصولہ - ینیب مضارع واحد مذکر غائب - اِنَابَةٌ
(افعال) مصدر - وہ لوٹتا ہے (یعنی شرک سے توحید کی طرف)
(مگر وہ جو (اللہ کی طرف) رجوع کر نیوالا ہے)
یہ جملہ معترضہ ہے ۔

۱۴:۴۰ - فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - وَتَسْبِيحٌ ہے اور یہ جملہ
مبتدأ ہے جس کا سبب اور بیان ہوا - اِیْ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ اٰلِیَّتِهٖ
وَيُنْزِلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا -

اَدْعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ تم پکارو ۔
اللہ مفعول اَدْعُوا کا - مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ جملہ عالیہ ہے دین کو اس کے
لئے خالص کرتے ہوئے ۔ یعنی شرک سے بالکل پاک (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۳۹)

== کِرَہًا - ماننی واحد مذکر غائب کِرَاهَةٌ (باب جمع) مصدر اس نے بُرّا جانا

اس نے نفرت کی۔ اس نے ناپسند کیا۔

فَائِدَةٌ: فَادْعُوا اللَّهَ کلام معترضہ ہے۔

۴: ۱۵ = رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ - رَفِيعٌ بلند کرنے والا۔ بلند ہونے والا۔
رَفَعٌ سے بروزن فَعِيلٌ بمعنی فَاعِلٌ یعنی رَافِعٌ بھی ہو سکتا ہے بمعنی بلند ہونے والا
اور بلند کرنے والا۔ اور بمعنی مفعول۔ یعنی مرفوعہم بھی بمعنی بلند کیا ہوا۔
رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ - اسرار حسنی میں سے ہے اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔
بلند مرتبوں والا بھی۔ اور مرتبوں کو بلند کرنے والا بھی۔

یہ هُوَ الَّذِي مبتدا کی خبر ثالث ہے۔

= ذُو الْعَرْشِ - مضاف مضاف الیه۔ یہ خبر چہارم ہے۔

صاحب عرش، عرش کا خالق و مالک:

= يُلْقِي الرُّوحَ - يُلْقِي مزارع واحد مذکر غائب، الْقَاءُ (افعال مصدر)
وہ ڈالتا ہے، وہ نازل فرماتا ہے۔

الرُّوحُ اس سے مراد مختلف معانی لئے گئے ہیں۔

۱۔ اس سے مراد وحی ہے رقتادہ ج

۲۔ اس سے مراد القرآن ہے۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما)

۳۔ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ ضحاک ج

۴۔ اس سے مراد تمام وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے ہدایت یافتہ بندوں پر نازل فرماتا ہے

ابن عطیہ رحمہ اللہ

= مِنْ أَمْرِ - مِنْ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے۔

۲۔ مِنْ ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں امر سے مراد فضل ہے یعنی اپنے
فضل سے وہ وحی نازل فرماتا ہے۔

۳۔ مِنْ سَبِيلِ (يُلْقِي) سے متعلق، بھی ہو سکتا ہے۔ اور مِنْ الرُّوحِ من

اجل تبلیغ امر ہے۔ وہ روح کو اپنے حکم کی تبلیغ کے لئے

جہل هُوَ الَّذِي مبتدا کی خبر خبسم ہے۔

فَائِدَةٌ: عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ اپنے لئے ہیں۔ جس پر چاہتا

وحی یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے) یہ آخری جملہ تمہید نبوت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

مِنْ عِبَادِهِ میں مِنْ بیانیہ ہے :
 = لِيُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ يُنْذِرَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
 نصب بوجہ عمل لام ہے۔ اِنْذَارُ (افعال) مصدر تاکہ ڈرائے۔
 ضمیر فاعل کا مرجع ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ ہے۔ (۲) رُوح یعنی وحی ہے (۳) یا مَنْ لَّيْشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ
 (یعنی پیغمبر) ہے۔

يُنْذِرُ کا مفعول الناس والعذاب دونوں محذوف ہیں يَوْمَ التَّلَاقِ
 مفعول فیہ ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہونے کی صورت میں کلام کا مطلب یہ ہو گا ہے
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم نازل فرماتا
 تاکہ وہ (اس حکم اور پیغمبر کے ذریعہ) لوگوں کو ان کی نافرمانی کے نتیجہ بد کے طور پر قیامت
 کے روز ہونے والے اس عذاب سے ڈرائے۔

يَوْمَ التَّلَاقِ۔ مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں الناس اور
 العذاب کو مفعول محذوف لانے کی ضرورت نہ ہوگی، اور ترجمہ ہوگا۔
 وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وہ وحی یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے تاکہ یوم
 الاجتماع (یوم حساب، روز قیامت) سے ڈرائے

= يَوْمَ التَّلَاقِ مضاف مضاف الیہ۔ مادہ لقی، باب تفاعل سے مصدر ہے
 ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔ باہم جمع ہونا۔ اصل میں تَلَّاقِي تھا۔ یہی حرف علت
 آخر سے حذف ہو گئی۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس روز سب لگے اور
 پچھلے یا اہل سماء و اہل ارض ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں گے، نیز اس روز ہر شخص
 اپنے اعمال کے نتائج کو اپنے سامنے پالے گا۔

= يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ۔ یہ يَوْمَ التَّلَاقِ کا بدل ہے۔ وہ دن جب وہ قبروں
 سے نکل کر کھلے میدان میں اللہ کے حضور اکھڑے ہوں گے!

بَارِزُونَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ بَرَّوْزُ باب نصر سے مصدر۔ باہر نکل کھڑے ہونے
 والے۔ بَرَّوْزٌ کسی جگہ نکلنا۔ میدان میں نکلنا۔ اور ظاہر ہونا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَمَّا يَبْرِزُوا لِمَا لَوْتَ وَجُنُودِهِ (۲: ۲۵۰)

اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل آئے۔ یا۔ وَبَرَزُوا لِلَّهِ
الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ (۱۴: ۲۸) اور سب لوگ خدائے یگانه و زبردست کے سامنے
نکل کھڑے ہوں گے۔

== لَا يَخْفَى . مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِخْفَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر ضمیر فاعل کا
مزن نشئی ہے۔ کوئی شے پوشیدہ نہ رہے گی۔

لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ كَاحِدٍ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ کے معنی کی تاکید کر رہا ہے اور دنیا میں جو
پوشیدہ رہنے کا توہم ہو سکتا ہے۔ اس کو دور کر رہا ہے۔

اسی مفہوم میں اور جبکہ ارشاد باری ہے اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِدِ يَوْمَئِذٍ
لَّخَبِيرٌ (۱۱: ۱۰۰) بے شک ان کا پروردگار اُس روز ان سے خوب واقف ہوگا۔
== مِنْهُمْ : یعنی ان کی شخصیت و ذات مخفی رہیگی۔ نہ کوئی عمل نہ کوئی حالت
== لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ (سوال)

== لِلّٰهِ الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ۔ صرف اللہ کی جو واحد اور قہار ہے (جواب)
۴۰: ۱۷ = الْيَوْمَ تُجْزَى سَرِيعُ الْحِسَابِ : آج ہر شخص کو اس کے کئے
کا بدلہ ملے گا۔ آج ذرا ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا
(جواب کا ضمیمہ ہے)

اس سوال و جواب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ یہ سوال و جواب ساری مخلوق کے مرنے کے بعد اور دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے ہوگا۔
اور سوال کرنے والا اور جواب دینے والا خود اللہ کی ذات ہوگی۔ جب ہر چیز فنا ہو جائے گی
اور کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ، لیکن کوئی
جواب دینے والا نہ ہوگا۔ تو خود ہی جواب میں فرمائے گا۔ لِلّٰهِ الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ

۲۔ یہ سوال و جواب اس وقت ہوگا، جب ساری مخلوق زندہ ہو کر خدا کے حضور کھڑی
ہوگی اور ہر شخص کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوگا۔ اور یہ امر شک و شبہ سے بالاتر
ساری مخلوق کے ذہن نشین ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ۔ دنیا میں بڑے مائے نوالو!
اب بتاؤ کہ آج کس کی حکومت ہے؟ ہر شخص حقیقت حال سے آگاہ ہوگا۔ اس لئے کوئی
جواب نہ دے سکیگا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب میں فرمائے گا۔

لِلّٰهِ الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ۔ الخ

۳۱) بعض نے کہا ہے کہ سائل اللہ تعالیٰ یا فرشتگان ہوں گے۔ اور جواب دینے والے حشر میں جمع لوگ ہوں گے۔ لیکن کلام الیوم تَجْزَى..... سَرِيعُ الْحِسَابِ مندوں کی زبان سے نہیں ہے۔

فَهَذَا يَقْتَضِي أَنْ يَكُونَ الْمَنَادِي هُوَ الْمَجِيبُ (کشاف) یعنی یہ عبارت اس بات کی مقتضی ہے کہ سوال کرنے والا خود ہی جواب دینے والا ہو۔

۳۲) بعض کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الیوم تَجْزَى..... سَرِيعُ الْحِسَابِ ہتمہ جواب نہیں ہے بلکہ سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو۔

تَجْزَى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ مؤنث کا صیغہ نفس کے لئے ہے حِزَاءُ (باب ضرب) مصدر تجزی مادہ۔ اس کو خزا دی جائے گی۔ اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

== كُلُّ نَفْسٍ مَفْعُولٌ مَالِمْ لِسِمِ فاعلة، ہر نفس، ہر جان۔

== سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کو بہت جلدی کر لینے والا۔ سَرِيعٌ۔ سُرْعَةٍ سے بروزن فعل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلدی سے کر لینے والا۔

۴۰: ۱۸ = اَنْذِرْهُمْ؛ اَنْذِرْ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ جس کا مرجع نبی کریم صلی علیہ وسلم ہیں۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے معنی ڈرانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو ڈرا۔ تو ان کو ڈر سنا ہے۔

== يَوْمَ الْاُزْفَةِ۔ مضاف مضاف الیہ ای یوم القیامت۔ یہ اَنْذِرْ کا مفعول ثانی ہے اس کا ظرف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم قیامت سے خوف دلانے کا فعل یہاں دنیا میں واقع ہے۔ اْلَاُزْفَةُ۔ اَزَفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اَزِفَ یَاْزِفُ (سمع) اَزِفٌ قریب آہنچنا۔ اس کے اصل معنی تنگی وقت کے ہیں۔ چونکہ تنگی وقت کا مطلب وقت کا قریب آگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آگنے میں ہوتا ہے۔ لگنا۔ اَزْفَةُ جن کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو۔ قریب آگنے والی۔ مراد قیامت۔

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاُزْفَةِ؛ اور ان کو قریب آنے والے دن (یوم قیامت) ڈراؤ۔

اور اگر قرآن میں ہے اَزِفَتْ الْاُزْفَةُ۔ نزدیک آ جانے والی نزدیک آئندہ یعنی

قریب آ پہنچی۔

== اِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمٍ ۔

اِذْ۔ جب۔ جبکہ، یَوْمَ الذِّفَّةِ سے بدل ہے۔

لَدَى الْحَنَاجِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لَدَى اسم ظرف معنی عِنْدَ پاس ہے۔

الْحَنَاجِرِ جمع حَنَجْرَةٍ کی گلا۔ لَدَى الْحَنَاجِرِ گلوں کے پاس۔ گلوں میں۔

اس وقت دلوں کا گلے میں آنا۔ دو طرح سے ہے۔

۱۔ دل اس روز سینے میں اپنی جگہوں کو چھوڑ کر اوپر کو آجائیں گے حتیٰ کہ گلے میں آ پھنس گئے وہاں سے نہ تو وہ منہ سے باہر ہی نکل سکیں گے نہ نکل جائیں تو موت ہی آجائے اور نہ نیچے اپنے اصلی مقام کو جاسکیں گے کہ سانس لیا جاسکے، بس گلے میں اٹکے ہی رہ جائیں گے نہ موت آئے گی اور نہ اس دکھ سے جان چھوٹے گی۔

۲۔ دلوں کا گلے میں آ اٹکنا۔ دکھ اور درد کی شدت، صورت حال کی قباحت و دشواری کو ظاہر کرنا ہے دلوں کا فی الواقع گلے میں آجانا مراد نہیں ہے اسی مفہوم میں قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَ زُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا (۱۱: ۳۳) اس موقع پر ایمان والوں کو خوب آزمایا گیا اور اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے یہاں زلزال سے خوف و فزع مراد ہے نہ کہ حرکت ارض (زلزلہ) بھونچال (یعنی وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ گویا یہاں بطور محاورہ استعمال ہوا ہے:

كَظِيمٍ۔ اسم فاعل جمع مذکر كَظِمٌ مفرد۔ كَظَمَ كُظُومٌ مصدر۔ (باب ضرب) كَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ بند کیا۔ كَظَمَ التَّهْرَ اس نے ہر کو روک دیا كَظَمَ الْقُرْبَةَ اس نے مشک بھری اور منہ باندھ دیا۔ كَظَمَ (باب سمع).... غِيْظَهُ۔

اس نے اپنے غصہ کو پی لیا۔ یہ اگر قرآن مجید میں ہے وَ الْكَظِيمِ الْغِيْظَ آیہ (۱۳۴: ۳) غصہ کو پی جانے والے۔ وَالْكَظَمِ غم اور غصہ کو دل میں روک لینا۔ حَتَّى يَمْتَلِئَ مِنْهُ وَيَضِيقُ بِهِ۔ حتیٰ کہ وہ اس سے بھر جائے اور اس کی وجہ سے گھٹن محسوس کرنے لگے۔ کاظمین۔ مکروہین مبتلین خوفًا و غمًا و حزنًا۔ خوف و غم اور حزن سے بھرے ہوئے کہ سخت کرب و عذاب میں مبتلا ہوں۔

كَظِيمٍ۔ القلوب سے حال ہے مجملہ کا مطلب یہ ہوگا۔
اسی وقت (دکھ اور درد کی شدت سے) اپنی جگہ چھوڑ کر دل اوپر حلقوم میں آجائیں گے اور ان کے

منہ بند کر دیں گے (کہ نہ سانس اندر کی نہ باہر کی راہ پاسکے اور نہ اندرونی کرب و ایذا میں کمی ہو سکے) **== ظَلَمَیْنِ**۔ سے مراد مشرک اور کافر لوگ ہیں۔

== حَمِیْمٍ۔ جگر کی دوست۔ ایسا دوست جو کہ اپنے دوست کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی مدد کے لئے جوش میں آجائے (گرمی کھا جائے)۔

== شَفِیْعٍ۔ شَفَاعَةُ سے بر وزن فَعِيل یعنی فاعِل ہے۔ سفارش کرنے والا۔

== يُطَاعُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ جس کی بات مانی گئی ہو۔ یعنی ایسا سفارشی جس کی بات اگلا مان جائے۔ مراد یہاں سفارشی کی مطلقاً نفی ہے کیونکہ ان کا کوئی ایسا سفارشی تو ہوگا ہی نہیں جس کی سفارش مان لی جائے اور ایسا سفارشی مہلک کون ڈھونڈے گا جس کے متعلق یقین ہو کہ اس کی کوئی بات ماننے کا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اسے کوئی بھی سفارشی ملیگا ہی نہیں یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جیسا کہ کفار و مشرکین خیال کرتے تھے اور اب بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جن بزرگوں کے وہ دامن گرفتہ ہیں وہ ان کو دوزخ میں جانے نہیں دیں گے اور انہیں اللہ سے بخشوا کر ہی چھوڑیں گے۔ فرمایا کہ ایسا کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا جس کی سفارش اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔ یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا جس کی سفارش مان لی جائے۔ یعنی ان کے کسی سفارشی کی بات نہ مانی جائے گی (یہ الگ بات ہے کہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا بھی کہ نہیں)۔

فائدہ ۵ : کلام یُلْقِی الرُّوحَ الْحِسَابِ (آیات ۱۵ : ۱۷) کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے (حبیب کہ الیوم کا ترجمہ ”آج کا دن“ کی بجائے ”اس دن“ کیا جائے) (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا حکم دے کر وحی کو اس کی طرف بھیجتا، تاکہ وہ (اللہ یا وحی یا پیغمبر جس پر وحی نازل ہو) لوگوں کو (یوم اجتماع کے (عذاب سے) ڈرائے اس دن سب مخلوق جہی خشکی بغیر کسی چھپن چھپا کے اس کے سامنے نکل کھڑی ہوگی (اور) ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔ اس دن کس کی حکومت ہوگی؟ (ظاہر ہے کہ اور کسی کی نہیں) صرف اور صرف اللہ کہہ ہوگی جو الواحد اور القہار ہے۔ اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کی جزا ملے گی اور اس روز کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے (اس صورت میں لَمِنَ الْمُلْکِ الْیَوْمَ (سوال) اور لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (جواب) کے لئے سائل اور مجیب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں

یہ اسلوب بیان کسی امر کو زوردار اور موثر بنانے کے لئے دوسری زبانوں میں بھی اختیار کیا جاتا ہے۔
۱۹:۴۰ = يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرًا مِّنْهُنَّ حَتّٰى يَكُوْنَ اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اَمْرًا مِّنْهُنَّ خَائِنَةٌ ۚ

== خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ۔ خَائِنَةُ اصل میں خِيَانَتُهُ (خیانت، دغا) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اصل میں فَاعِلٌ کے وزن پر خَائِنٌ تھا۔ ۴۰ مبالغہ کے لئے بڑھا دی گئی ہے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ بھی خَائِنَةُ (تاریف تائید) آئے گا۔ لیکن یہاں جمہور علماء کے نزدیک بطور مصدر آیا ہے۔ معجم الوسیط میں ہے:-

الخائنة اسم بمعنى الخيانة وهو من المصادر التي جاءت على لفظ الفاعلة العاقبة۔ وفي القرآن الكريم۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرًا مِّنْهُنَّ حَتّٰى يَكُوْنَ اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۚ

یہاں خَائِنَةُ فاعلة کے وزن پر بطور مصدر آیا ہے اسی وزن پر دیگر مصادر الکاذبة، العاقبة۔ العاقبة وغیرہ ہیں۔

خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ مضاف مضاف الیه ہے۔ آنکھوں کی خیانت۔ یعنی چوری چھپے اس چیز کو دیکھنا جس کا دیکھنا شرعاً حرام ہے۔ وغیرہ۔

خَائِنَةُ بطور مصدر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ (۱۳:۵) اور ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔ یَا خَائِنَةُ الْاَعْيُنِ میں تقدیم و تاخیر ہے اور کلام یوں ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرًا مِّنْهُنَّ حَتّٰى يَكُوْنَ اَمْرًا مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۚ وہ چور آنکھوں کو بھی جانتا ہے۔

== وَمَا تَخْفَى الصُّدُورُ۔ واو عاطفہ ہے۔ تَخْفَى مضارع واحد مؤنث غائب اخفاء (افعال) مصدر سے۔ وہ چھپاتی ہے یا چھپائے گا۔

الصُّدُورُ۔ جمع ہے الصُّدُر کی (سینے) ہا موصولہ ہے اور جو سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔ یعنی دلوں کے بھید۔ خطرات، ارادات، یعنی اللہ تعالیٰ اتنا باریک بین اور لطیف نہیں ہے کہ آنکھوں کی خفیف سے خفیف حرکات کو اور دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

۲۰:۴۰ = لِيَقْضِيَٰ مِزَانُ الْوِزْنِ ۚ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ وَلَا تُبْطِلْ كَلِمَٰتِكَ بِنَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُحْكَمُ ۚ وَمَا تَخْفَى الصُّدُورُ ۚ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ وَلَا تُبْطِلْ كَلِمَٰتِكَ بِنَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُحْكَمُ ۚ

== يَدْعُوْنَ ۚ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ۚ وَلَا تُبْطِلْ كَلِمَٰتِكَ بِنَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُحْكَمُ ۚ

وہ پوچھتے ہیں وہ پکارتے ہیں۔

۲۱:۴۰ = اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا..... سمجھنا یہ ہے
 واو عاطفہ ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے (کیا یہ لوگ کفر کے بُرے انجام سے منکر ہیں)
 لَمْ يَسِيرُوا مضارع نفی جہد بلم جمع مذکر غائب کا صیغہ: کیا وہ نہیں چلے پھرے (زمین میں)
 فَعَطْفٌ دَلِيلٌ کے لئے ہے يَنْظُرُوا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب مجزوم بوجہ لَمْ يَسِيرُوا
 کے معطوف ہونے کے اِى اَفَلَمْ يَنْظُرُوا اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ يَسِيرُوا و
 يَنْظُرُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کفار قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔
 = كَالَّذِينَ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مراد گذشتہ کافران میں جنہوں
 اپنے زمانہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد، قوم ثمود۔

= كَانُوا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَاثَارًا فِي الْاَرْضِ۔
 كَانُوا هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع گذشتہ امتیں ہیں، الَّذِينَ كَالَّذِينَ قَبْلِهِمْ
 قَبْلِهِمْ جو کفار مکہ سے پہلے گذری ہیں اَشَدَّ شِدَّةً سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے سخت
 تر، مضبوط تر، قوی تر، هُنْهُمْ میں ضمیر ہم کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ قُوَّةً بوجہ تیز منصوب ہے
 از روئے طاقت واو عاطفہ ہے اِثَارًا بوجہ تیز منصوب ہے لیکن اس کا تعلق اَشَدَّ سے
 نہیں ہے بلکہ ایک محذوف لفظ سے ہے۔

اصل لفظیوں ہے: اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ اِثَارًا یعنی وہ گذشتہ
 کافران و سرکش امتیں ان کفار مکہ سے قوت کے لحاظ سے بھی مضبوط تر تھیں اور اپنے جاہ
 و جلال کے جو نشانات وہ زمین پر چھوڑ گئیں وہ بھی کفار مکہ کی ایسی نشانیوں سے اکثر و بیشتر تھے۔
 اِثَارًا۔ اَشْرَءُ کی جمع نشانیاں۔ علامتیں۔

= فَاخْذْهُمْ بِذُنُوبِهِمْ، لَهُمْ۔ سب جگہ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گذشتہ
 امتوں کے لئے ہے۔

= بِذُنُوبِهِمْ۔ میں بارِ سببیہ ہے ذُنُوبِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے
 گناہ۔ ان کے جرائم۔

= وَاقٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر و قیٰ مادہ (لَفِيفٌ مَفْرُوقٌ) وَقَايَةُ مصدر سے اسم فاعل
 کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل میں وَاقٍ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا اس کو گرا دیا۔ اب ی اور تونین
 دو ساکن جمع ہوئے ی بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی وَاقٍ ہو گیا حفاظت کرنے والا۔

بچانے والا۔

۲۲:۴۰ = ذٰلِكَ يَكُرُّ يَكْرِفُ . فَآخِذْهُمْ بِطَرَفِ الشَّارِعِ .

بِأَنَّهُمْ میں بار سببیہ ہے۔

۲۲:۴۰ = كَانَتْ تَأْتِيهِمْ . كَانَتْ تَأْتِي ماضی استمراری ہے ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آیا کرتے تھے (واحد مؤنث غائب کا صیغہ رُسُلُ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

۲۲:۴۰ = الْبَيِّنَاتِ . مراد معجزات اور وہ احکام جن کی صحت اور افادیت کھلی ہوئی تھی ! روشن دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ واحد۔

۲۲:۴۰ = فَآخِذْهُمْ بِطَرَفِ الشَّارِعِ . اور سببیہ بھی ہو سکتی ہے اخَذَ میں ضمیر فال اللہ کے لئے ہے سوائے ان کو بسبب ان کے انکار (کفر) کے ان کو دھر پکڑا۔

۲۲:۴۰ = شَدِيدُ الْعِقَابِ : پاداش میں سخت عذاب دینے والا۔ مضاف مضاف الیہ (نیز ملاحظہ ہو ۴۰: ۴۳) متذکرہ بالا۔

عذاب اور عقاب اگرچہ ہم معنی ہیں لیکن عقاب اس سزا کو کہتے ہیں جو جرم ثابت ہونے کے بعد دی جاتی ہے، عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔

عقب بمعنی پیچھے جیسے بولتے ہیں عَقِبَ اللَّيْلِ النَّهَارُ۔ رات دن کے پیچھے ہولی ۲۳:۴۰ = سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ہ موصوف و صفت کھلی دلیل . سُلْطٰنٌ حجت ، برہان سند۔ حکومت۔ معجزہ۔

۲۴:۴۰ = كَذٰبٌ . كَذٰبٌ يَكْذِبُ (باب ضرب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جھوٹ بولنے والا۔ بُرَّاحِیُّوٹا۔

۲۵:۴۰ = اَبْنَاءُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ . ترکیب اضافی ہے جو لوگ اس کے ساتھ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ) ایمان لائے ہیں۔ ان کے بیٹوں کو۔

۲۵:۴۰ = كَيْدُ الْكَافِرِيْنَ . مضاف مضاف الیہ۔ کافروں کی چال۔ کافروں کی تدبیر۔

۲۵:۴۰ = ضَلٰلٍ . بے اثر۔ بے کار۔ ناکام۔ ایہ معانی اس آیت میں مراد ہیں۔ ورنہ تو ضلال کثیر المعانی لفظ ہے لیکن اس میں ہمیشہ منفی پہلو ہوتا ہے۔

۲۶:۴۰ = ذُرُوْنِیْ فَعَلْ اَمْرٌ مِّمَّا مَذْكُورٌ وَ ذُرُّ مَصْدَر (باب سَمْع و فَتْح) بمعنی چھوڑ دینا۔ مثلاً اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَ يَذَرُهُمْ فِيْ طَغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ہ

(۱۸۶:۴) اور وہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑے رکھتا ہے، ذُرُّوا الْمَرَكَاصَ جمع مذکر حاضر ت و قایہی ضمیر واحد متکلم۔ تم سب مجھے چھوڑ دو۔

== اَقْتُلْ مَضَارِعَ مَجْزُومٍ بِوَجْهِ جَوَابِ اِمْرِ صِيغَةِ وَاحِدٍ مُتَكَلِّمٍ كَرِّمٍ قَتْلُ كَرْدُوں ذُرُّوْنِي اَقْتُلْ تَمَّ مَجھے چھوڑ دو کہ میں (موسیٰ کو) قتل کر ڈالوں یا قتل کر دوں۔

== وَلْيَذْغُ وَاَوْعَاطِفْ لِيَذْغُ لَام لَامِ اَمْرٍ هے اور یہ حرف جازم فعل، مضارع مجزوم (بوجہ لام امر) واحد مذکر غائب۔ وَعَاؤُ رِبَابٍ نَعْرٍ مصدر سے۔

اور اے چلبے کہ وہ (اپنے رب کو رَبَّيْہُ) پکائے۔ یا پکار دیکھے۔
== اِنِّیْۤ اَخَافُ۔ اِیْ اَنْ لَّمْ اَقْتُلْہُ یعنی اگر میں نے اے قتل نہ کیا تو میں ڈرتا ہوں یا مجھے ڈرے کہ.....

== اَنْ یُّبَدِّلَ میں اَنْ مصدر یہ ہے یُبَدِّلُ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے کہ وہ (تمہارا دین ہی) بدل دے۔

== اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ اَوْ۔ یا۔ اَنْ مصدر یہ۔ یُظْهِرُ مضارع (منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ اِظْهَارٌ (افعال) مصدر بھیلانا۔ ظاہر کرنا۔ یا ملک میں فساد بھیلانے۔

اَظْهَرَ عَلٰی عَدُوِّہٖ۔ کسی کو دشمن پر غالب کرنا۔

۴۰: ۲۴ = عُدْتُ ماضی واحد متکلم میں نے پناہ لی (مراد میں پناہ مانگتا ہوں) عَوْدٌ (باب نعر) سے مصدر۔ عُدْتُ اصل میں عَوْدْتُ تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واو کو الف سے بدل لایا۔ بعد میں الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ پھر واو کی رعایت سے ع کو ضمہ دیا۔ عُدْتُ ہو گیا۔

== مُتَكَبِّرٌ۔ اللہ کا اسم صفت ہے تَكَبَّرَ (تَفَعَّلٌ) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑھائی خجلانے والا۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو تو یہ محمود صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صفت تکبر کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی نسبت غیر اللہ سے ہو تو یہ ایک بُرے اور مذموم ہے۔ اس صورت میں متکبر اس کو کہیں گے جو صفات کمال کا دعویٰ کرتا ہے لیکن فی الواقع وہ صفات اس میں موجود نہیں ہیں۔ جیسے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَبَشِّرْهُنَّ بِمُتَكَبِّرِينَ (۹:۴۰) متکبروں کا کیا بُرا ٹھکانہ ہے:

- آیت ہذا میں یہ لفظ صفت مذموم کے ضمن میں آیا ہے۔
- ۲۸:۴۰ = رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ موصوف صفت، مؤمن شخص یہ شخص ال فرعون میں سے تھا۔ اور اس شخص کی طرف سورۃ القصص میں بھی اشارہ ہے۔
- وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ (۲۸:۲۰) اور ایک شخص شہر کے پرلے کٹے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور سورۃ لیس میں بھی (۲۸:۲۰) یہی شخص مذکور ہے۔
- == يَكْتُمُ إِيمَانَهُ۔ يَكْتُمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب كَتَمَ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپانا۔ وہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا (مضارع بمعنی ماضی)
- == أَلْقَتْ لُونَنَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَقَّتْ لُونَنَ اِی أَلْقَصْدُونَنَ کیا تم (اس) کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ مسبب بیان کرے سبب مراد لیا ہے۔
- == اَنْ يَقُولَ اِی لَانْ لِقُول۔ اس لئے کہ وہ کہتا ہے اَنْ مصدریہ ہے يَقُولَ میں ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کے لئے ہے۔
- == رَبِّيَ اللَّهُ۔ یہ حضرت موسیٰ کی زبان سے ہے؛ میرا پروردگار اللہ (ہی) ہے رَبِّيَ کی تقدیم اللہ پر مفید حصر ہے۔ جیسے صِدِّيقِي زَيْدٌ کا جملہ مفید حصر ہے۔
- وَقَدْ جَاءَكُمْ لے کر اِنْ جَاءَ نَارِ آیت ۲۹ تک رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ کا بیاں
- == وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ۔ جملہ حالیہ ہے درآن حالیکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیلیں بھی لایا ہے۔
- == اِنْ يَكُ كَاذِبًا۔ اِنْ شرطیہ ہے يَكُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب بوجہ عمل اَنْ محبذوم ہے کاذباً خبر ہے يَكُ کی۔ اصل میں يَكُونُ تھا۔ اِنْ کے عمل سے نون ساکن ہو گیا اجتماع ساکنین سے واؤ گر گیا۔ خلاف قیاس نون بھی ساقط ہو گیا۔ (قاموس القرآن اَلْ اَكُونُ) اگر وہ جھوٹا ہے۔
- == فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے جملہ جزائیہ ہے۔ تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔
- == كَذِبُهُ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا جھوٹ۔ مراد وِبَالُ كَذِبِهِ ہے یعنی اس کے جھوٹ کا وبال۔
- == يُصِيبُكُمْ۔ يُصِيبُ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر

صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر پڑے گا۔
 أَصَابَ السَّهْمُ تیرا نشانہ پر بیٹھا۔ أَصَابَتِ الْمُصِيبَةُ فُلَانًا۔ کسی پر مصیبت
 نازل ہونا۔ صَوَّبَ مادہ۔

بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ۔ جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس
 میں سے کچھ۔

وَإِنْ يَكُ صَادِقًا لِّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ اور اگر وہ سچا ہوا
 تو جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس میں سے کچھ (کچھ حصہ) (مزدور) تم
 کو پہنچے گا۔ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا حَبْلُهُ شَرْطِيہ ہے اور اگر کلامِ حبلہ جواب شرط ہے
 بَعْضُ۔ کل کے اعتبار سے شے کے کسی جز کو بعض کہتے ہیں۔ اسی لئے کل کے مقابلہ
 میں بولا جاتا ہے۔

يَعِدُكُمْ۔ يَعِدُ فعل مضارع واحد مذکر غائب ہے وَعَدُ رباب ضرب
 مصدر۔ ڈرانا وعدہ کرنا۔ یہاں ہر دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

مُسْرِفٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اسْرَافٌ (إِفْعَالٌ) مصدر السَّرْفُ
 کے معنی انسان کے کسی کام میں حد اعتدال سے تجاوز کر جانے کے ہیں۔ مگر عام طور
 پر خرچ کرنے میں حد اعتدال سے تجاوز کر جانے پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہوتا ہے
 وَالَّذِينَ إِذَا الْفَقُّوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا (۲۵: ۶۷) اور وہ جب
 خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا ڈالتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔

مُسْرِفٌ فضول خرچی کرنے والا۔ حد (اعتدال) سے بڑھ کر خرچ کرین والا۔
 كَذَّابٌ۔ بڑا جھوٹا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۲۹: ۴۰۔ يٰقَوْمِ۔ اے میری قوم۔ اے میرے بھائیو! اے میری

قوم والو!

الْمَلِكُ۔ بادشاہت۔ حکومت۔ الْيَوْمَ۔ آج کے دن۔ آج

ظَاهِرٌ جَيِّحٌ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصب۔ غالب۔ غلبہ پانے والے

فِي الْأَرْضِ۔ اسی فی ارض مصر۔ سرزمین مصر۔

بِأَسْسِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ بِأَسْسٍ سَخْنَى۔ آفت۔ لڑائی۔ دہرہ

جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی 'سختی' اور 'آفت' کے ہیں مگر لڑائی اور

غلبہ کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

البُؤْسُ اور البَاسُ اور البَاسَاءُ تینوں ایک ہی مادہ ہئس سے ہیں اور تینوں میں سختی و ناگوری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤْسُ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ کے لئے آتا ہے۔

معجم الوسیط میں ہے البُؤْسُ المشقة والفقر۔ البَاسَاءُ بھی اسی مادہ سے مشتق ہے۔ جو مشقت و فقر کے علاوہ شدت حرب کے لئے بھی آتا ہے ای الحرب الفقر المشقة۔ الباہیة (آفت و بلا، مصیبت، بڑا معاملہ) اسی طرح بائس جو اسی مادہ ہئس سے ہے اس میں سبب شدت حرب۔ سخت عذاب اور خوف کے معنی غالب ہیں یہاں بائس سے مراد عذاب یا سختی ہے۔

== اِنْ جَاءَنَا اَكْرَهٌ (باس یا عذاب) ہم پر آگیا یا آجائے۔ جبکہ شرطیہ ہے اس کی حیدرہ جملہ ماقبل میں آچکی ہے۔

یہاں اس مرد مومن کا خطاب اپنی قوم سے ختم ہوا اگلی آیت میں فرعون کا جواب ہے ۲۹:۴۰ = مَا اَرٰیكُمْ۔ مَا اَرٰی فعل مضارع نفی واحد متکلم (اراءة الافعال) مصدر معنی دکھانا۔ متعدی بہ مفعول کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو نہیں دکھاتا (مگر) مَا اَرٰی مَا موصول۔ اَرٰی مضارع واحد متکلم۔ دُویۃ (باب فتح) سے جس کے معنی اصل میں ادراک مرئی (دیکھنے) کے ہیں (متعدی بیک مفعول)

لیکن تخیل و تفکر یا بذریعہ عقل بھی کسی شے کے ادراک کو دُویۃ کہتے ہیں۔ مَا اَرٰیكُمْ اِلَّا مَا اَرٰی میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں (درست) سمجھتا ہوں۔

(لفظی ترجمہ: میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں آپ دیکھتا ہوں) ادراک غیر مرئی کی مثال: اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَأْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ ۴۱:۲۴ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔

== اَهْدٰیْكُمْ اَهْدٰیْ مضارع واحد متکلم ہدایۃ (افعال) مصدر سے کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو راہ دکھاتا ہوں

== اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ اِلَّا حرف استثناء سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔ مضاف مضاف الیه نیکی۔ بھلائی راستی کا راستہ۔ رَشَاد۔ رَشْدُ یُورِشِدُ (نصر) کا مصدر

راہ راست اختیار کرنا۔

مَا أَهْدِيَكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ میں صرف سیدھے راستہ کی طرف ہی تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

۳۰:۳۱ قَالَ الَّذِي آمَنَ: سے مراد وہی مرد مومن ہے جس کا اوپر ذکر چلا آ رہا ہے
== مِثْلَ يَوْمِ الْحُزَابِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مِثْلَ کا مضاف الیہ۔ مِثْلَ
مضاف: الْأَحْزَابُ، الْأَمَمُ: قومیں۔ حزب کی جمع۔ اسی مِثْلَ ایام الامم
الماضیۃ۔ والایام، الوقائع۔

مطلب یہ ہے کہ:

مجھے ڈر ہے کہ گزشتہ امتوں کے واقعات بد کے نتیجے میں (جو عذاب و ہلاکت کے واقعات ان کو پیش آتے ویسے ہی واقعات) تم جو حضرت موسیٰ کی ہلاکت کے جو منصوبے باندھ رہے ہو اس کے نتیجے میں تم کو بھی نہ آلیں۔

۳۱:۴۰ == مِثْلَ ذَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ
یہ یوم الاحزاب کی تفسیر ہے۔ یعنی ڈر ہے کہ تم پر بھی ویسا عذاب نہ آجائے جیسا قوم نوح پر قوم عاد پر قوم ثمود پر اور ان کے بعد والوں پر (مثلاً قوم لوط علیہ السلام و قوم نمرود پر) عذاب آیا تھا۔

ذَابِ اصل میں ذَابَ يَذِيبُ (باب فتح کا مصدر ہے جس کے معنی مسلسل
حلنے کے ہیں۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
ذَاتَ بَيْنٍ (۳۳:۱۴) اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات)
ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

اسی استمرار کی وجہ سے عادتِ مستمرہ جو ہمیشہ ایک حالت پر ہے اسے ذَابِ کہتے ہیں
مِثْلَ ذَابِ بَعْدِهِمْ کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام
کی قوم یا عاد و ثمود کی قوم یا ان کے بعد کی قوموں کی عادتِ مستمرہ (تکذیب و انذار سانی
پیغمبران الہی) ان پر عذاب الہی کا سبب بنی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ (تم جو حضرت موسیٰ کی
تکذیب کر رہے ہو اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو) تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آجائے۔
مِثْلَ الاول کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے مِثْلَ الثانی بھی منصوب ہے
وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ۔ للعباد میں لام زائدہ ہے اور العباد مفعول ہے

لام کی زیادتی مصدر (ظلمًا) کے عمل کو قوت پہنچانے کے لئے کی گئی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سہمدہ پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا کہ کسی کو بلا قصور سزا دے یا ظالم کو بغیر انتقام کے چھوڑ دے۔ یا کسی کی نیکی کے ثواب میں کمی کر دے یا کسی مجرم کی سزا میں اس کے جرم کی مقدار سے زیادہ سزا دے۔ (تفسیر مظہری)

اور حگہ قرآن مجید میں ہے وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ (۱۸۲:۳)
اور خدا تو بندوں پر مطلق ظلم کرنے والا نہیں۔ لیکن وَمَا اللَّهُ بِظَلَّامٍ
لِّلْعِبَادِ زیادہ بلیغ ہے۔

۳۲:۴۰ = لِقَوْمٍ۔ ای یا قومی اے میری قوم۔ اے میری قوم کے لوگو!
= يَوْمَ التَّنَادِ۔ یہاں التناد سے پہلے اس کا مضاف محذوف ہے ای
عذاب یوم التناد۔ ایک دوسرے کو پکارنے کے دن کا عذاب۔
التناد ندی مادہ سے باب تفاعل سے مصدر ہے پکارنا۔ ندا کرنا۔ فریاد کرنا۔
اصل میں تنادئ تھا یوم کا مضاف الیہ ہونے کے سبب آخر سے ی جو حرف علت تھی
محذوف ہو گئی۔

اصل میں نِندَاءُ نَدًی سے ہے جس کے معنی رطوبت یا نمی کے ہیں اور صوت
نَدًی کے معنی بلند آواز کے ہیں آواز کے لئے نِندَاءُ کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے
منہ میں رطوبت زیادہ ہوگی اس کی آواز بلند اور حسین ہوگی۔ يَوْمَ التَّنَادِ ایک دوسرے
کو پکارنے کا دن۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:-

فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ: (۲۱:۶۸) جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو
پکارنے لگے۔

بعض کے نزدیک يَوْمَ التَّنَادِ سے مراد قیامت کا دن ہے اور باہمی پکارنے
کے متعلقہ ملاحظہ ہو: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ (۴۴:۴۱) اور اہل
بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے۔ اور وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
(۵۰:۴۱) اور دوزخی بہشتیوں سے گڑگڑا کر کہیں گے۔ وغیرہ۔ اس سے مراد قیامت کے
روز آدمیوں کے ہر گروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ پکارا جانا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید
میں ہے يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِيمَانِهِمْ (۱۰۱:۱۰۱) جس دن ہم سب

لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے !

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک کی قرأت میں **لَيَوْمِ النَّارِ** کی جگہ **لَيَوْمِ النَّارِ** (بہ تشدید ال) ہے جس کے معنی بھاگنے اور منتشر ہونے کے دن کا ہے اس صورت میں التناد مادہ نذ سے مشتق ہے اصل میں باب تفاعل سے **تَنَادَوْا** تھا دوسری دال کو یا سے بدلا **تَنَادَى** ہو گیا پھر دال کے ضمہ کو کسرہ میں بدل دیا **تَنَادَى** ہو گیا پھر آخر سے تہ کو گرا دیا۔ **تَنَادَى** ہو گیا جس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بدک کر بھاگ جانا۔ اور یوم التناد وہ دن جب لوگ بدک بدک کر بھاگ دوسرے سے دور بھاگیں گے اس معنی میں قرآن مجید میں ہے **يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ**۔ (۸۰: ۳۴ تا ۳۶) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔

۴۰: ۳۳ — **تَوَلَّوْا** مضارع جمع منکر حاضر **تَوَلَّيْتُ** (تفعیل) مصدر سے تم منہ موڑو گے۔

— **مُدْبِرِينَ** اسم فاعل جمع منکر پیٹھ موڑنے والے۔ **إِدْبَارُ** افعال مصدر سے بوجہ ضمیر فاعل کا حال ہونے کے منصوب ہے **دُبِّرَ** مادہ۔ آیات ۳۲ و ۳۳ میں **يَوْمَ** بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

— **مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ** : تمہارے لئے نہیں ہو گا خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی۔ **يَوْمَ تَوَلَّوْا** **مِنْ عَاصِمٍ** بدل ہے **لَيَوْمِ النَّارِ** کے — **مِنْ هَادٍ** اسم فاعل واحد مذکر۔ **هَدَايَةٌ** مصدر باب ضرب۔ ہدایت یاب کرنا والا۔ **هَادٍ** اصل میں **هَادِيٌّ** تھا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ ی کو ساکن کیا۔ اب ی اور تونین دو ساکن جمع ہوئے بوجہ اجتماع ساکنین می گری گئی۔ **هَادٍ** ہو گیا۔

۴۰: ۳۴ — **مَا زِلْتُمْ** ماضی منہی جمع منکر حاضر **مَا زَالَ** افعال ناقصہ سے ہے، فاعل کے ساتھ مل کر استمرار فعل کے معنی ہوں گے۔ تم ہمیشہ یہی ہے۔ ایسے ہی ہے۔ یا متواتر ایسے ہی ہے۔ **مَا زِلْتُمْ فِي شَلٍّ**۔ تم برابر شک میں ہی پڑے ہو۔

— **مِمَّا**۔ **مِنْ** اور **مَا** سے مرکب ہے **مِنْ** حروف جار اور **مَا** موصولہ ہے۔ **مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ**۔ **جَاءَكُمْ بِهِ** اسم موصول **مَا** کا صلہ ہے ۵ ضمیر واحد منکر غائب ہے جس کا مرجع **مَا** اسم موصول ہے سو تم ان امور میں جو کہ یوسفؑ تھا ہے

پاس لے کر آئے تھے برابر شک میں پڑے رہے۔

= هَلَكَ - اسی مَات۔

= لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ - فعل مضارع نفی تاکید مَبْنُ - منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے :
اللہ نہیں بھیجے گا۔ رَسُوْلٌ لَنْ يَبْعَثَ کا مفعول ہے، یعنی اس کے بعد اللہ رسول کوئی
نہیں بھیجے گا۔

قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ رَسُوْلٍ : یعنی تم لوگ کفر پر قائم رہے
اور تم نے خیال کر لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیج کر تمہارے خلاف اتمام حجت نہیں کرے گا
(مطبری)

= كَذَلِكَ : ک حرف تشبیہ کا ہے ذَلِكْ میں ذَا اسم اشارہ ہے اور ك
حرف خطاب ہے۔ ذَلِكْ یہ - یہی۔ كَذَلِكَ : ایسے ہی۔

مطلب یہ کہ جس طرح عہد یوسف علیہ السلام کی فرعون قومی گمراہ ہوئی اسی طرح
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہی میں مبتلا ہوا چھوڑ دیتا ہے جو دین حق میں حسد سے گزر جائے
والے۔ اور شک کرنے والے ہوتے ہیں۔

الفائدة:

یہاں یوسف سے مراد کون ہیں؟ اس کے بارہ میں دو قول ہیں :
۱، یوسف سے یہاں یوسف بن حضرت یعقوب علیہما السلام
ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قریباً چار سو سال قبل کا ہے۔
۲، یوسف سے یہاں مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں جن کا نسب یوں ہے
یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام۔ لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک
اول الذکر ہی مراد ہیں،

= مُسَوِّفٌ : اسم فاعل واحد مذکر (نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۸: ۲۰ متذکرۃ الصدر

= مُرْتَابٌ : اسم فاعل واحد مذکر اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر اِرْتِيَابٌ
وَ اِرْتِيَابٌ کے معنی ہیں کسی چیز میں شک کرنا۔ آدھی کارایان کے بارہ میں، متبہم ہونا۔ یعنی
میں میںخ نکالنا۔

مُرْتَابٌ اصل میں مفتعل کے وزن پر مورتیب تھا۔ یا، مکسورہ کا ماقبل
مفتوح یا، کسے کو فتح سے بدلہ۔ پھر یا کو ماقبل مفتوح کی رعایت سے الف سے بدلا
مُرْتَابٌ ہو گیا۔ شک کرنے والا۔ مرید مادہ۔

۴۰:۳۵ = الَّذِينَ يُجَادِلُونَ: یہ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ سے بدل ہے کیونکہ مُسْرِفٌ جمع کے حکم میں ہے لانه لا یرید مسرفاً واحداً بل کل مسرفٍ جو جھگڑتے نکالتے ہیں جھگڑتے ہیں جھگڑا کرتے رہتے ہیں۔
يُجَادِلُونَ مضارع جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مفاعلة) سے۔ جِدَالٌ جھگڑا۔

آیات اللہ میں جدال کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

۱۔ آیات کی بے جا تاویل کرنا۔

۲۔ ان میں عیب نکالنا۔

۳۔ ان میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

= سُلْطَنٌ۔ برہان، حجت، دلیل، سند وغیرہ:

= اَتَتْهُمْ۔ اَتَى۔ اِيتَاءُ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: اس نے ان کو دیا۔ یا۔ دی۔

بِغَيْرِ سُلْطَنٍ اَتَتْهُمْ: بغیر کسی سند یا دلیل کے جو اس نے ان کو دی ہو۔
اَتَى میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے۔

= كَبُرَ مَقْتًا: كَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ كِبَرٌ (باب کرم) مصدر بڑا ہونا مرتبہ میں۔ دشوار ہونا معاملہ کا اہم ہونا وغیرہ۔

عربی زبان میں جس لفظ کا مادہ ک، ب، س سے مرکب ہو اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور پائے جاتے ہیں گو بڑائی کی نوعیت ہی حُجْبَاحِدَا ہو سکتی ہے۔

کَبُرَ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

۱۔ اس کا مرجع مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (مذکورہ بالا) ہے جو اگرچہ معنی جمع ہے لیکن لفظاً مفرد

ہے (ملاحظہ ہو الَّذِينَ يُجَادِلُونَ کے محاذ) ایسا مسرف اللہ اور مومنوں کے نزدیک

بڑا ہی مبغوض ہے۔

۲۔ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای جِدَالِ الَّذِينَ

يُجَادِلُونَ۔ اور کَبُرَ کی ضمیر اسی محذوف کی طرف راجع ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہو گا کہ

ایسے مسرف جو بغیر حق کے یا کسی واضح دلیل کے خدا کی آیات میں جھگڑا کھڑا کرتے رہتے ہیں

ان کا یہ جھگڑا یا روش یا طریقہ اللہ اور مومنوں کے نزدیک بہت بڑی بیزاری اور نفرت کا سبب ہے۔

مَقْتًا: مصدر منصوب بوجہ تاکید۔ سخت بیزاری، بغض شدید۔

مَقَّتَ يَمُقُّ (نصر) مَقَّتٌ مصدر۔ ناپسند کرنا۔ نفرت کرنا؛ اِمَقَاتٌ (افعال) اور تَمَقُّتٌ (تفعیل) کا بھی یہی معنی ہے۔

== كَذَلِكَ: اسی طرح، ایسے ہی: یعنی جس طرح ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوتِ توحید قبول نہ کی۔ اور ان کے بعد سلسلہ رسالت کا بھی انقطاع کر بیٹھے اور اس طرح اپنے دلوں کو حق کے لئے ہمیشہ بند کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے کہ پھر ان کے دلوں میں حق بات جاتی ہی نہیں۔

== لَطَبُ: مضارع واحد مذکر غائب طَبَعَ مصدر (باب فتح) وہ مہر لگا دیتا ہے:

== عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ: عَلَى حرف جارِ كُلِّ مجرور مضاف، قَلْبٍ مضاف الیہ مضاف مُتَكَبِّرٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کُلِّ کا مضاف الیہ۔ ہر متکبر کا دل۔ اسی طرح ہر جبار کا دل۔ اب جملہ کا ترجمہ ہوگا۔

اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر مغرور اور حبابہ کے دل پر:

== ۳۶:۴۰ هَا مَانَ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا وزیر تھا جو کہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور فرعون کا بڑا معتمد تھا۔

== اِبْنِ، فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ يَنْشَأُ (باب ضرب) مصدر سے:

تو بنا۔ تو تعمیر کر:

== صَوْحًا: ایک عالیشان عمارت یا محل جس میں نقش و نگار ہوں۔ ایسی اونچی

عمارت (منارہ وغیرہ) جو دور سے دیکھنے والوں کو بھی دکھائی دے۔ اسی مناسبت سے تصریح کا

لفظ یعنی اظہار آتا ہے:

اور جبکہ قرآن مجید میں آتا ہے قَالَ إِنَّهُ صَوْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ (۱۲۷)

(۱۲۷) حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: یہ ایسا محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں

== لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔ لَعَلِّيْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل۔ یٰ ضمیر

واحد متکلم، شاید میں۔ اَبْلُغُ مضارع واحد متکلم يَبْلُغُ (باب نصر) مصدر

میں پہنچ جاؤں۔ اَلْاَسْبَابُ سبب کی جمع کسی چیز تک پہنچنے کے ذریعہ کو سبب کہتے ہیں

جیسے رمی اور ڈول کو سب اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ پانی تک پہنچنے کے ذریعے ہیں یہاں مراد آسمانوں کی راہیں یا دروازے یعنی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کے راستے ترجمہ :- شاید (اس پر چڑھ کر) میں (آسمان کی) راہوں تک پہنچ دوں۔

== اَسْبَابُ السَّمَوَاتِ - مضاف مضاف الیہ، آسمانوں کے راستے۔ یہ اسباب سے بدل ہے یعنی وہ راستے جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں۔

۴: ۳۷ = فَاَظْلَمَ - مضارع واحد متکلم اِظْلَامٌ اِفتعال مصدر، میں بھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ میں اِظْلَاعٌ یا سکوں۔ میں معلوم کر سکوں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب اگر رفع کے ساتھ ہو تو اَنْبُلُغُ کا معطوف ہوگا۔

== لَدَ ظُلُمٍ لَّامٍ تاکید کا ہے اَظْلَمَ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ظُلُمٌ باب نصر سے مصدر جس کے معنی اس اعتقاد رائج کے ہیں جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو یہ کبھی شک اور کبھی یقین کے معنی بھی دیتا ہے۔ لہٰذا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جو حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ میں تو اس (حضرت موسیٰ) کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں مجھے تو یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

== كَذٰلِكَ - اسی طرح (یعنی جس طرح رَبُّ السَّمَوَاتِ کو دیکھنے کے لئے اونچی عمارت کی تعمیر کو فرعون کی نظر میں زینت آگین بنا دیا گیا اسی طرح اس کی ہر بدکاری اس کے خیال میں نیت افریں بنا دی گئی۔)

== سُوْءُ عَمَلٍ - اس کے کام کی بُرائی۔

== صَدًا - ماضی مجہول واحد مذکر غائب صَدَّ باب نصر مصدر جس کے معنی رک جانا یا روک دینے کے ہیں۔ پہلے اعتبار سے یہ لازم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے متعدی السَّبِيلِ - یعنی سیدھا راستہ راہ راست۔

== كَيْدٌ - تدبیر، چال، واؤ۔ (ہر دو مذموم و محمود حالت کے لئے استعمال ہوتا ہے)

== تَبَابٌ - ٹوٹے میں رہنا۔ کھپاوا۔ مسلسل خسارہ میں رہنا۔ ٹوٹنا۔

تَبَّ يَتَبَّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ (۱۱۱: ۱) البولب کے ہاتھ ٹوٹیں۔ یعنی وہ ہمیشہ خسارہ میں ہے۔

۴: ۳۸ = اَتَّبِعُوْنَ - اِی اَتَّبِعُوْنِیْ: تم میری اتباع کرو۔ اَتَّبَعُوا اِلٰہَ کَاسِیْدٍ

جمع مذکر حاضر ن دُفَا یہی ضمیر واحد متکلم (محذوف)

== اَهْدِكُمْ : جواب امر میں تم کو راہ راست ہو کھاؤں گا
 == سَبِيلَ الرَّشَادِ : مضاف مضاف الیہ - رَشَادٌ - رَشَدٌ یُرْشِدُ (باب نصر)
 سے مصدر ہے، بمعنی نیکی، راستی، سہلائی، راہ راستگی۔ سَبِيلٌ راستہ۔
 ۴۰: ۳۹ == مَتَاعٌ اسم مفرد اُفْتِنَعَتْ ج جمع۔ معین و مدت و وقت تک فائدہ اٹھانا۔
 (یعنی دنیا کی زندگی ایک محدود وقت تک لطف اندوزی ہے)
 == دَارُ الْفَرَارِہِ ہمیشہ بھڑنے کی جگہ (آخرت کی زندگی کو مَتَاعٌ کی ضد کے طور پر لایا
 گیا جہاں تک ان کی طوالت کا سوال ہے)
 ۴۰: ۴۰ == مِثْلَهَا مضاف مضاف الیہ - اس کی طرح :
 ۴۰: ۴۱ == مَالٍ - المیرا بھی عجیب حال ہے (ضیاء القرآن : حقانی)
 (۲) مجھے بتاؤ یہ کیا بات ہے۔ عقل و دانش کے خلاف تمہاری یہ عادت کیوں ہے؟
 (منظہری)

(۳) میرے لئے کتنا عجیب ہے (عبداللہ یوسف علی)
 (۴) یہ کیا ماجرا ہے؟ میں بھی عجیب ہوں :
 اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ
 وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (۲۵: ۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا غمیر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور
 بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔
 اور مَالِ هَذَا الْكُتُبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا (۱۸):
 (۴۹) یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر
 اُسے کچھ رکھا ہے۔

۴۰: ۴۲ == مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ : جس کا مجھے کوئی علم نہیں، علم کی نفی معلوم کی نفی ہے
 یعنی جس کے شریک ہونے کا مجھے کوئی علم نہیں۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر واحد مذکر حاضر اس
 کی طرف راجع ہے :

== الْعَزِيزُ : زبردست، غالب، عِزَّةٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا
 صیغہ ہے :

== الْغَفَّارُ : بہت بڑا معاف کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ ہے :
 ۴۰: ۴۳ == لَا جَرَمَ : بے شک، یقیناً : حق و صیح بات یہی ہے : سچی بات تو یہ ہے :

لَا جَزَاءَ لَكُم مِّنْ شَيْءٍ تَحْتَقِيقًا مِّنْ كَثَرِ اقْوَالٍ مَنْقُولٍ هِيَ؛ لَكِن بَقَوْلِ اِمَامٍ رَّاعِبٍ اِنْ هِيَ
سے اکثر تحقیق کی رو سے صحیح نہیں ہیں؛

المنجد میں ہے لَا جَزَاءَ وَلَا جُزْمَ۔ یعنی ضروری، یقینی، ناگزیر، سبھی قسم کے معنی
دیتا ہے؛

قرآن مجید میں تقریباً انہی معنوں میں مستعمل ہے مثلاً لَا جَزَاءَ اَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ
هُمْ الْخٰسِرُونَ (۲۲: ۱۱) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے
والے ہیں؛

۲، لَا جَزَاءَ اَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُونَ (۱۰۹: ۱۶) کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت
میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے؛

۳، لَا جَزَاءَ اَنَّمَا تَدْعُوْنِيْ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي
الْآخِرَةِ۔ (۴۰: ۴۳ آیت ہذا) سچی بات تو یہ ہے کہ (سچ تو یہ ہے کہ) جس کی پسندگی
کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ پکائے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں؛

(الحسان، بیضاوی، کشاف نے بھی لَا جَزَاءَ بمعنی حق ہی لیا ہے)
== مَرَدُّ نَا: مضاف مضاف الیہ: مَرَدُّ: رَدُّ یُرَدُّ (باب نصر) سے مصدر میثی ہے
نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارا لوٹ جانا۔ پھر جانا۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ یعنی مرنے کے بعد ہم سب کا
اللہ کے پاس لوٹ جانا ہے

== الْمُسْرِفِیْنَ، اسم فاعل جمع مذکر مُسْرِفٌ واحد۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰: ۲۸: متذکرۃ
الصدر۔ حد سے گزرنے والے؛

لَا جَزَاءَ..... اَصْحَابِ النَّارِ؛ مِیْن اَنْتَ مَرَدُّ نَا اور اَنْتَ الْمُسْرِفِیْنَ کا عطف
اَنَّمَا تَدْعُوْنِيْ بِرَبِّیْ ہے۔ یعنی سچی بات تو یہ ہے کہ:-

۱، جس کی طرف تم مجھے بلاہے ہو وہ پکائے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں؛
۲، اور یہ کہ ہم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے؛

۳، اور یہ کہ مسرفین سب ہی دوزخی ہوں گے؛

۴۰: ۴۴ == فَتَذَكَّرُوْنَ: سین مضارع قریب کے لئے ہے تَذَكَّرُوْنَ مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ عنقریب ہی تم یاد کرو گے مَا اَقُولُ لَكُمْ (جو میں تم کو کہہ
رہا ہوں) کا مفعول ہے؛

== اَفْوَضُ : مضارع واحد متکلم، تَفْوِضُ (تَفْعِيلٌ) میں سو پنتا ہوں
 == بَصِيرٌ : جاننے والا۔ دیکھنے والا۔ نگران؛ فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے :
 اَفْوَضُ بِالْعِبَادِ : جملہ حالیہ ہے اَقُولُ کی ضمیر فاعل واحد متکلم ہے : اور حال یہ
 ہے کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو اپنے بندوں کا بلاشبہ خوب نگران ہے :
 ۴۰ : ۴۵ = فَوَقَّهٖ : ف تَعْلِيل کا ہے : یعنی اپنے جملہ امور کو اللہ کی سپردگی میں دے
 دینے سے فرعون کی ہرگز نہ سے بچنے کا سبب بن گئی۔ چنانچہ عربی میں کہتے ہیں سَهَا فَسَجَدَ
 اس سے سہو ہوئی۔ پس اس نے سجدہ کیا۔ یعنی اس کی سہو سجدہ کا سبب بن گئی۔

وقی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَقَايَةُ مصدر باب ضرب : وقی می مادہ :
 (لغیف مفروق) بچانا۔ حفاظت کرنا : کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب : اس نے اس کو حفاظت
 میں رکھا : بچالیا۔ بچائے رکھا :

== سَيِّئَاتُ مَا مَكْرُوًا : سَيِّئَاتُ جمع سَيِّئَةٌ واحد۔ برائیاں۔ اعمالِ بد۔
 مضاف : ما موصولہ مَكْرُوًا ماضی جمع مذکر غائب، مضاف الیہ : ان کی تدابیر مذموم کے
 مآل بد سے۔ یعنی فرعونوں کی ضرر رساں تدبیروں کے شر سے اس کو محفوظ رکھا،
 علامہ پانی پتی فرماتے ہیں :

فَوَقَّهٖ سے پہلے چند جملے محذوف ہیں، پوری عبارت اس طرح تھی : فرعونوں نے اس
 (مردمومن) کو قتل کرنا چاہا مگر وہ بھاگ گیا فرعون نے اس کو پکڑنے کے لئے اپنے آدمیوں کو
 بھیجا لیکن اللہ نے اسے محفوظ رکھا :

== حَاقَ : ماضی واحد مذکر غائب یَحِيقُ (باب ضرب) مصدر۔ الْحَيُّوْقُ وَ
 الْحَيِّقَاتُ (باب ضرب کے معنی کسی چیز کو گھیرے میں لے لینا۔ اور اس پر نازل ہونا کے ہیں
 یہ باد کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ : اور اس نے آل فرعون
 کو (یعنی فرعونوں کو) چاروں طرف سے گھیر لیا :

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ :
 (۴۳ : ۳۵) اور بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی ہوتا ہے :

= بِالِ فِرْعَوْنَ : میں فرعون از خود شامل ہے :

= سُوءُ الْعَذَابِ : ترکیب اضافی ہے۔ سُوءُ اسم ہے بمعنی بُرائی، آفت،
 عذاب کی برائی۔ عذاب کی شدت : عذاب کی سختی، بمعنی شدید عذاب یا سخت عذاب

اسی طرح سُوءُ الدَّارِ بمعنی بُرا گھر، جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ (۲۵:۱۳) اور ان کے لئے بُرا گھر ہے اسی طرح اور جگہ ہے اُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ (۱۸:۱۳) ایسے لوگوں کا حساب بھی بُرا ہوگا۔

یہاں سب جگہ سُوءُ بمعنی بِئْسَ آیا ہے۔ بمعنی بُرا۔

۴۰:۴۶ = النَّارُ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :-

۱۔ یہ سُوءُ الْعَذَابِ سے بدل ہے یعنی وہ سخت عذاب جہنم کی آگ ہوگی !
 ۲۔ یہ خبر ہے جس کا مبتداء محذوف ہے کا نہ قیل ما سوء العذاب فقيل هو النار۔ یعنی کوئی پوچھے وہ سخت عذاب کیا ہوگا اور جواب میں کہا جائے وہ عذاب دوزخ یا دوزخ کی آگ ہوگا۔

۳۔ مبتدا ہے اور اس کی خبر اگلا جملہ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا ہے :

= يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا، يُعْرَضُونَ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے عَرَضَ (باب ضرب) مصدر پیش کرنا۔ عَرَضَ شَيْءٌ کسی کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے عَرَضَ الْمَتَاعَ لِلْبَيْعِ : سامان کو فروخت کے لئے خریداروں کے سامنے پیش کرنا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مزج النار ہے۔ یعنی ان کو دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (جلانے کے لئے)

= غَدُوًّا۔ اسی فی الغدو صبح کے وقت عَشِيًّا رات کے وقت

دونوں بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں :

یہاں صبح و شام سے مراد اس دنیا کے صبح و شام نہیں بلکہ اس عالم آخرت میں وقت کے تعین کی جو بھی صورت ہوگی اس کے مطابق۔ صبح کو بھی پیش کئے جائیں گے اور شام کو بھی یا صبح و شام سے مراد ہمیشگی ہے جیسے اس دنیا میں ہم کہتے ہیں کہ کام صبح و شام ہوتا رہتا ہے یعنی ہمیشہ ہوتا ہی رہتا ہے جب تک کہ یہ صبح و شام کا سلسلہ جاری ہے :

فائدہ ۱۵: علمائے اہل سنت نے اس آیت سے عذاب قبر کا اثبات کیا :

اور علمائے معتزلہ عالم برزخ میں عذاب کے قائل نہیں ہیں :

= وَيَوْمَ..... أَشَدَّ الْعَذَابِ : اسی یَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقَالُ لِحَزْنَةٍ جَهَنَّمَ أَذْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ : اور جس روز قیامت قائم ہوگی تو

دوزخ کے پہرہ داروں کو کہا جائے گا کہ فرعونوں کو سخت عذاب میں داخل کر دو :

۴۰:۴۰۔ اِذْ: ای اذْکُرْ وَقْتُ اِذْ: اور یاد کرو وہ وقت جب.....

== يَتَحَاجُّونَ مَضَارِعَ مَعَ مَذْكُرَاتٍ تَحَاجُّ (تفاعل) مصدر

وہ ایک دوسرے سے تھکڑا کریں گے۔ باہم تھکڑیں گے:

== الضَّعْفُ الضعیف کی جمع ہے ضعیف فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مادہ ض ع ف :

۱۔ ضَعْفٌ دوگنا: دوچند: الفاظ متضائف میں سے ہے کہ ان میں سے ایک کا

وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہے اور یہ عدد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے :

۲۔ ضَعْفٌ کمزور ہونا: سستی یا کمزوری: سست یا کمزور ہونا۔ ضَعْفٌ اس

کمزوری کو کہتے ہیں جو عقل اور رائے میں ہو۔ اور ضَعْفٌ وہ کمزوری جو بدن میں ہو۔

ضَعْفٌ ضَعْفٌ دونوں کا فعل باب کرم سے آتا ہے :

ضَعْفٌ وَضَعِيفٌ کی مثال:

فَإِنَّ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا (۲۸۲:۲) پھر اگر وہ

شخص کہ جس پر فرض ہے بے عقل یا ضعیف (یعنی کم سمجھ) ہے :

ضَعِيفٌ کی جمع ضُعَفَاءُ یا ضِعَافٌ ہے :

اور ضَعْفٌ کی مثال یعنی بدن و جسمانی کمزوری کی مثال : اَللّٰهُ الَّذِي

خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ

جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعَفَاءً وَشِيبَةً (۵۴:۳۰) خدایا تو بے جس نے

تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت دی پھر طاقت کے

بعد کمزوری اور بڑھایا :

الضَّعْفُ - کمزور لوگ، ضعیف لوگ :

== اسْتَکْبَرُوا، ماضی جمع مذکر غائب اسْتَکْبَرُوا (استفعال) مصدر۔

انہوں نے گھمنڈ کیا۔ تکبر کیا :

== تَبَعًا، تاکا بعر کی جمع ہے منصوب بوجہ خبر کُتَّا ہے ہم تمہارے تابع یعنی پیروی

کرنے والے تھے: اُس کی مثال صَاحِبٌ وَاحِدٌ صَحْبٌ جمع :

== مُغْنُونَ: اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُغْنِيُونَ تھا۔ یہ مضموم سے قبل کسرہ

دشوار تھا ضمہ کو ماقبل پر تبدیل کیا سی اجتماع ساکنین (ی: و) سے گر گئی: مُغْنُونٌ ہو گیا۔ غنی کرنے والے: بے نیاز کرنے والے، دور کرنے والے، دفع کرنے والے:

عَنَّا: عَنُّ اور نَا سے مرکب ہے۔ ہم سے:

== نَصِيبًا: حصہ۔ یہاں مراد دوزخ کے عذاب اور دکھ کا ایک حصہ۔ مُغْنُونٌ کا مفعول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم پر سے دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو؟ ۴۰:۴۸ اِنَّا كُلُّ فِيْهَا۔ ہم سب ہی اس جہنم کی آگ میں (پڑے ہوئے ہیں):

== حَكَمَ ماضی واحد مذکر غائب حَكَمْتُ (باب نصر) سے مصدر، فیصلہ کرنا۔ حکم دینا یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے اب کیا ہو سکتا ہے:

۴۰:۴۹ يُخَفِّفُ مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بوجہ جواب امر تَخْفِيفٌ (تَفْعِيلٌ) سے مصدر۔ ہلکا کر دے۔ کم کر دے، اس میں تخفیف کر دے۔

== يَوْمًا۔ کسی دن،

۴۰:۵۰ اَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيْكُمُ رُّسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ: سہرہ استفہامیہ، واو کا عطف مجملہ متقدّمہ پر ہے لَمْ تَكُ تَكُ مضارع نفی جہد لم۔ (لَمْ کے عمل سے مضارع تَكُونُ۔ تَكُ ہو گیا۔) اَوَلَمْ تَكُ تَكُ قصہ ہے تَأْتِيْكُمُ تَفِيْقَصَّہ ہے: رُّسُلُكُمْ ضمیر قصہ کا مرجع بِالْبَيِّنَاتِ بادقہ یہ کا ہے۔ بیانات، معجزات، روشن دلائل:

ترجمہ: کیا تمہارے پیغمبر (یعنی اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجے گئے پیغمبر) تمہارے پاس واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے؟

یہ استفہام انکاری ہے اور زجر و توبیخ کے لئے ہے یعنی پیغمبر تو آئے تھے لیکن تم نے دعا کا وقت اور قبولیت کے اسباب کو کھو دیا۔

== فَادْعُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ دَعَوْتُ (باب نصر) مصدر۔ پس پھر تم خود ہی پکارو۔ یعنی دعا کرو۔ تم خود ہی پکار دیکھو،

یہ بطور استہزار فرشتے دوزخیوں سے کہیں گے۔

== وَمَا دُعُوا الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ اور کافروں کی دعا تو بس بے اثر اور بیکار ہی ہے (کافروں کی دعا اور وہ بھی رو در قیامت جب دنیا میں وہ تمام مواقع قبولیت کے کھو چکے

تھے اب بے اثر اور بے کار نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی) یہ جملہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوزخ کے پہرہ داروں کے کلام کا جزر ہو۔ ضَلٰلٍ، بیکار۔ ضائع، لا حاصل،

۴۰:۵۱ = لَنَنْصُرَنَّ - لام تاکید کا ہے۔ نَنْصُرُ مضارع جمع مکمل۔ نَصْرٌ مصدر (فَعَلَ يَفْعُلُ) ہم یقینی مدد کرتے ہیں :

= وَیَوْمَ یَقُومُ الَذَّ شُهَادُ - واو عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔
یَوْمَ بوجہ ظرفیت کے منصوب ہے یہ فی الْحَیَوٰۃِ الدُّنْیَا کا معطوف ہے، یعنی ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی اور اس روز بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی روز قیامت)

الْاَشْهَادُ یا شَہِیْدُ کی جمع ہے جیسے صَاحِبُ کی جمع اَصْحَاب ہے۔ یا یہ شَہِیْدُ کی جمع ہے جیسے شَرِیْفُ کی جمع اَشْرَافُ ہے اَلْاَشْهَادُ گواہ۔ گواہی دینے والے، جمہور مفسرین نے اس سے مراد نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے لئے ہیں جو قیامت کے دن اس کی بھی گواہی دیں کہ رسولوں نے تبلیغ کی اور کافروں نے ان کی تکذیب کی :

۴۰:۵۲ = یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظَّالِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ : یہ یَوْمَ - یَوْمَ اَوَّلِ (یَوْمَ یَقُومُ الَذَّ شُهَادُ) سے بدل ہے یعنی وہ دن جب ظالموں کو ان کی معذرت (عذرخواہی) کچھ نفع نہ دے گی۔ ظالمین سے مراد کافر ہیں۔

= وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ هُمْ ضَمِیْرُ جمع مذکر غائب کا مرجع ظالمین ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل لَا یَنْفَعُ الظَّالِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ پر ہے اور ان کے لئے لعنت ہوگی۔
= وَلَهُمُ سُوءُ الدَّارِ - اور ان کے لئے گھر کی سختی یا برائی ہوگی یعنی ایسا گھر جس میں غم و الم اور سختی و ناگواری ہوگی ! یعنی بہت بُرا گھر :

الدَّارُ کو اگر عالمِ آخرت لیا جائے تو معنی ہوں گے : ان کے لئے اس عالمِ آخرت میں خرابی ہی خرابی ہوگی :

المدارک میں ہے وَلَهُمُ سُوءُ الدَّارِ الْاٰخِرَةِ هُوَ عَذَابُہَا یہ بھی جملہ اسمیہ ہے اور یہ بھی جملہ لا ینفع کا معطوف ہے۔

۴۰:۵۳ = اَلْهُدٰی : اسم و مصدر۔ ہدایت۔ ہدایت کرنا۔ انبیا (کیونکہ وہ بھی مَحْتَمِدٌ ہدایت بنا کر بھیجے جاتے ہیں) یا اللہ کی طرف سے کتابیں و صحیفے وغیرہ۔ جو سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہدایت کرنے والی بھی۔

یہاں مُرَاد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توریت، معجزات وغیرہ ہیں۔
= الْکِتٰبُ - اسم جنس ہے یہاں الْکِتٰب سے مراد وہ کتابیں جو بنی اسرائیل پر نازل کی گئی

میں مثلاً توراۃ، انجیل، زبور، ودیگر صحائف وغیرہ۔

۴۰: ۵۴ = هُدًى - اور الہدٰی ہم معنی ہیں۔ ہدایت یا ہدایت کرنا۔ ذِکْرُی ذکر کرنا

نصیحت کرنا۔ پسند و نصیحت، موعظت، ذِکْرٌ یَذْکُرُ باب نصر کا مصدر ہے :

هُدًى اور ذِکْرُی بوجہ مفعول لا یا بوجہ حال منصوب ہیں :

== لِأُولَى الْأَلْبَابِ : لام ملک (مالک ہونا) کے لئے ہے، اولی الالباب مضاف

مضاف الیہ۔ صاحب عقل، عقل والے۔ لاولی الالباب عقل والوں کے لئے۔

عقل مند لوگوں کے لئے :

۴۰: ۵۵ = فَأَصْبِرْ : ای فَأَصْبِرْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں فَأَ

ترتیب کا ہے : مترتب علی قولہ تعالیٰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَقَوْلُهُ تَعَالٰی وَآتَيْنَا.... الخ

== اِنَّ وَ عَدَا اللّٰهُ حَقٌّ - یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ

ضرور پورا ہوگا : اس ثبوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا :

== وَاسْتَغْفِرْ لِدَنِّبِكَ : اور معافی مانگتے ہیں اپنی کوتاہی کی :

انبیاء جو گناہ سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں :-

هَذَا الْقَبْدُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْإِعْمَارِ وَالْفَائِدَةِ زِيَادَةِ الدَّرَجَاتِ

وَأَن يَصِيرَ الدَّعَايَةُ لِمَنْ بَعْدَهُ : یعنی یہ محض تعمیل ارشاد الہی ہے تاکہ حضور

دعا مانگا کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغفار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

درجات بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے اور امت کے لئے دعا و استغفار ان کے پیارے

رسول کی سنت بن جائے گی :

اور بعض کے نزدیک لِدَنِّبِكَ سے مراد الذنوب امتک ہے اپنی امت کے گناہوں

کی مغفرت کی دعا کرتے رہا کریں :

== بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ : شام کے وقت اور صبح کے وقت :

حضرت حسن رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد عصر اور فجر کی نمازیں ہیں : حضرت ابن عباس

کے نزدیک پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ اس سے مراد ہمیشگی بھی ہو سکتی ہے یعنی مداومت

سے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کریں :

۴۰: ۵۶ = اِنَّ الَّذِیْنَ..... اٰتٰهُمْ : ملاحظہ ہو ۴۰: ۳۵ متذکرۃ الصدر

== اِنَّ فِیْ صُدُوْرِهِمْ فِیْ اِنْ نَافِیْہُ :

= كِبْرُ اسم مصدر، غرور، باوجود بڑا نہ ہونے کے اپنے کو بڑا سمجھنا۔
 = مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ: مانافہ سے ہُم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الَّذِينَ
 يَجَادِلُونَ ہے: بِالِغِي اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے: يَلْغُ يَبْلُغُ (باب نصر)
 يَبْلُغُ مصدر ہے: مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ: اس کا مرجع كِبْرُ
 ہے: بوجہ اضافت نون حذف ہو گیا۔ جس تک وہ کبھی پہنچنے والے ہی نہیں ہیں:

مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب
 آنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ بڑائی تک کبھی بھی پہنچ نہیں سکیں گے:
 = فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ: پس آپ (ان کی شرارتوں سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے:
 الْعَوْدُ: (باب نصر) کے معنی ہیں کسی کی پناہ لینا اور اس سے چمٹے رہنا:

الْعَوْدَةُ اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی چیز سے بچاؤ حاصل کیا
 جائے: اسی سے تَعْوِذُ (باب تفعیل) ہے:

اسْتَعِذْ اصل میں اسْتَعُوْذُ تھا۔ واو کا کسرہ ماقبل کو دیا اور واو حذف کر دی۔
 اسْتَعِذْ ہو گیا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر ماضی۔ اسْتِعَاذَةُ مصدر جس کے معنی پناہ
 مانگنا کے ہیں۔ تو پناہ مانگے:

= ۴۰: ۵ = لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: میں لام تاکید کا ہے بمعنی بیشک:
 اس میں کوئی شک نہیں:

۴۰: ۵۸ = يَسْتَوِي: مضارع واحد مذکر غائب: اسْتَوَا (افتعال) مصدر
 برابر ہونا۔ مَا يَسْتَوِي برابر نہیں ہے: یکساں نہیں ہے:

= اَعْمٰی: اندھا۔ یعنی جاہل۔ بَصِيْرٌ بینا۔ دیکھنے والا۔ مراد ہے عالم، دانا۔
 = الَّذِيْنَ اَسْنَوْا عَمَلُوْا الصّٰلِحٰتِ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے
 = الْمُسِيْئِ: اسم فاعل واحد مذکر اسَاءَةُ (افعال) مصدر: سوء مادہ: بدی کرنے
 والا: مراد کافر الْمُسِيْئِ سے پہلے لام زائد ہے:

مطلب یہ کہ جس طرح ایک جاہل اور ایک عالم برابر نہیں ہیں اسی طرح مؤمن،
 نیکوکار اور کافر برابر بھی آپس میں برابر نہیں ہیں

= قَلِيْلًا مَّا تَذْكُرُوْنَ۔ قَلِيْلًا مصدر محذوف کی صفت ہے: ای
 تَذْكُرًا قَلِيْلًا۔ تَذْكُرُوْنَ اس صورت میں ماضی زائدہ ہے رتم کم نصیحت

پکڑتے ہو، تم کم دھیان کرتے ہو۔ تم کم سمجھتے ہو۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح تحریر فرماتے ہیں:-

قَلِيلًا مَّا - یعنی تم بہت کم سمجھتے ہو:

تَتَذَكَّرُونَ مضارع جمع مذکر حاضر تَذَكَّرُوا (تَفَعَّلُ) مصدر - تم

نصیحت پکڑتے ہو۔ تم دھیان کرتے ہو۔

۵۹:۴۰ = لَا تِيَّةٌ لَّام تَاكِيْدٌ كَلْبٌ اُنْيَةِ اِسْمُ فَاعِلٍ وَاحِدٌ مَوْثِ اِيْتَا

مصدر: ضرور آنے والی۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

= اُدْعُوْنِي: فعل امر جمع مذکر حاضر دَعَوَةٌ مصدر باب نصر سے ن دقایہ فی ضمیر

واحد مکمل تم (سب) مجھے پکارو، مجھ سے دعا کرو۔

= اَسْتَجِبْتُ لَكُمْ - اَسْتَجِبْتُ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مکمل

میں قبول کروں گا، میں قبول کرتا ہوں استجابة (استفعال) مصدر ج و ب مادہ

= دَاخِرَيْنِ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب وجر) دَاخِرٌ واحد: ذلیل

دخوار دَاخِرٌ باب نفتح سے جس کے معنی ذلیل و خوار ہونے کے ہیں:

۶۱:۴۰ = مُبْصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر (حالت نصب) اِبْصَارُ (افعال) مصدر سے۔

دیکھنے والا۔ دکھانے والا۔ جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرے

۶۲:۴۰ = اَيْنَ: کیونکر: اسم ظرف زمان و اسم ظرف مکان ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی

ہتلی (جب، بس وقت) اور ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ (جہاں، کہاں) اور

اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کَيْفَ (کیسے، کیونکر) ہوتا ہے:

= تَوَفَّكُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اَفْكَ (باب ضرب)

مصدر سے: جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رُخ سے پھرنے کے ہیں۔ یہاں

اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف - قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں

نکو کاری سے بد کاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ تم پھیرے جاتے ہو تم پٹائے جاتے ہو

(تم کہ ہر کو بھٹکائے جا رہے ہو یعنی پھیرا اللہ کی عبادت سے دوسروں کی عبادت کی طرف

کہاں پھیرے جاتے ہو)

۶۳:۴۰ = كَذٰلِكَ - اسی طرح: (یعنی کفار مکہ کی طرح)

= يَجْحَدُونَ: مضارع جمع مذکر غائب جَحَدٌ و جُحُودٌ مصدر (باب فتح)

وہ انکار کرتے ہیں۔

۶۴:۲۰ = قَرَارًا، آرام گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ، مصدر واسم مصدر

= بِنَاءً: چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے عمارت کہلاتی ہے۔

= صَوَّرَ كُمْ: تمہاری صورت گری کی، تمہاری صورت بنائی۔ صَوَّرَ باب تفعیل سے

ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر

= أَحْسَنَ ماضی واحد مذکر غائب: اس نے اچھا کیا۔ اس نے اچھا بنایا۔ إِحْسَانٌ

(افعال) مصدر صَوَّرَ كُمْ تمہاری صورتیں۔ صَوَّرَ تَصَوُّرٌ کی جمع:

= تَبَارَكَ: وہ بہت برکت والا ہے۔ تَبَارَكَ مصدر جس کے معنی بابرکت

ہونے کے ہیں: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کی گردان نہیں آتی صرف ماضی کا صیغہ

(تَبَارَكَ) مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

۶۵:۲۰ = الْحَيُّ، زندہ: حَيَاتٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے

اسماء حسنی سے ہے اللہ کی صفت میں جب حَيُّ کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہے

کہ وہ ذات اقدس ایسی ہے کہ جس کے لئے موت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا:

= مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے (نیز ملاحظہ

ہو ۱۴:۲۰)

۶۶:۲۰ = نَهَيْتُ: ماضی مجہول واحد متکلم، فَهَيُّ مصدر (باب فتح) سے: مجھے ممانعت

کردی گئی ہے۔ میں منع کیا گیا ہوں۔ مجھے روکا گیا ہے:

= تَذَعُّونَ: مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاؤُ (باب نصر) مصدر سے (جسے تم

پکارتے ہو۔ یعنی جس کی تم عبادت کرتے ہو)

= أَسْلَمَ: مضارع واحد متکلم إِسْلَامٌ (افعال) مصدر۔ میں تابعدار ہو جاؤں

میں سر تسلیم خم کر دوں: میں گردن جھکاؤں: مضارع منصوب (بوجه عمل اَنْ) ہے:

(اَنْ مصدر یہ ہے)

۶۷:۲۰ = لُطْفَةٍ: اسم مفرد۔ صاف پانی، یہاں مراد لطفۃ النسانی ہے انسان کی مٹی

اس کے اور بھی کئی مشتقات دوسرے معنی میں آتے ہیں:

لُطْفٌ عیب یا عیب میں آلودہ ہونا۔ لُطْفَةٌ چھوٹے موتی۔ نَاطِفٌ ہریال

چیز وغیرہ:

== عَلَقَةٍ: جھے ہوئے خون کی ایک پھٹکی، خون کی وہ پھٹکی جو منی انسانی سے پیدا ہوتی ہے یہاں یہی مراد ہے۔ اس کو علقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خون کی پھٹکی اپنی اس رطوبت میں جو اس کے ساتھ لگی رہتی ہے معلق ہوتی ہے جب یہ رطوبت خشک ہو جائے تو پھر اس کو علقہ نہیں کہتے۔

== ثُمَّ لَتَبْلُغُوا۔ لتبلغوا سے قبل عبارت محذوف ہے ای ثم یبقیکم لتبلغوا۔ پھر تمہیں زندہ رکھا یا پرورش کی کہ تم (اپنی جوانی کو) پہنچو، لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے: لون اعرابی بوجہ عمل لام ساقط ہو گیا۔ تاکہ تم پہنچو۔ بَلُوْغٌ باب نصر سے مصدر۔

== اَشَدَّ كُمْ: مضاف مضاف الیہ: تمہارا زور جوانی، تمہاری جوانی، اشد کے اصل معنی ہیں عقل و تیز کی قوت: اور جبکہ قرآن مجید میں انہی (جوانی کے) معنوں میں آیا ہے: حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشَدُّ ۙ (۱۵: ۲۶) یہاں تک کہ جب جوان ہوتا ہے۔

== ثُمَّ لَتَكُونُوا شِیْوَخًا۔ یہاں بھی لَتَكُونُوا سے قبل یَبْقِیْکُمْ محذوف ہے: ای ثم یبقیکم لَتَكُونُوا شِیْوَخًا پھر تمہیں زندہ رکھتا آنکھ تم بوڑھے ہو جاؤ۔

== مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے یعنی بڑھاپے یا جوانی سے قبل:

== وَ لَتَبْلُغُوا۔ ای ویفعل ذلک لتبلغوا۔ اور یہ سب وہ اس لئے کرتا ہے کہ تم پہنچ جاؤ۔

== اَجَلٍ مُّسَمًّی: وقت مقررہ۔ یعنی موت، خواہ وہ بڑھاپے میں آئے یا جوانی میں یا اس سے قبل اس کا وقت مقررہ ہے:

== وَلَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ تاکہ اس کے اندر قدرت کی جولشائیاں ہیں یا جو عبرتیں یا جو حکمتیں ہیں ان کو تم سمجھو:

== ۶۸: ۴۰ فَاِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ پس جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ ارادہ کر لیتا، یعنی اس کے ہو جانے کا فیصلہ یا ارادہ کر لیتا ہے۔

اس میں وف دلالت کر رہا ہے کہ یہ کلام سابق کا نتیجہ ہے۔ سابق کلام بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ذاتی ہے۔ کسی مواد کی یا سامان کی اس کو کوئی حاجت نہیں؛

== ۶۹: ۴۰ اَنّٰی: کیسے۔ کیونکر۔ نیز ملاحظہ ہو ۶۲: ۴۰ متذکرۃ الصدر:

== يُصَوِّفُونَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب صَوَّفَ مصدر باب ضرب (وہ پھیرے جاتے ہیں۔ (یہ کہاں یا کیسے حق سے مہیرے جاتے ہیں))

۴۰:۲۰ == الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْكِتَابِ وَمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا : اس میں الکتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور بِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا : سے مراد وہ کتابیں، صحیفے و احکام شرائع ہیں جو دوسرے پیغمبروں پر نازل کئے گئے۔ بِمَا میں مآ موصولہ ہے اس جملہ میں معاً ہے۔ اگر دقف رُسُلَنَا پر کریں تو یہ جملہ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ کی توضیح و تعریف میں ہے یعنی اللہ کی کتاب و آیات میں جھگڑے نکالنے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کی) کتاب (یعنی قرآن) کی اور اُن کتابوں، صحائف، شرائع کی تکذیب کی جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (پس جلد ہی یہ اپنے انجام کو جان لیں گے)

اور اگر دقف يُصَوِّفُونَ (آیت ۶۱) پر کیا جائے، تو یہ ایک نیا جملہ ہے اس صورت میں الَّذِينَ كَذَبُوا رُسُلَنَا مبتدا ہوگا، اور فُسُوفَ يَعْلَمُونَ اس کی خبر، اور ترجمہ ہوگا جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کو جھٹلایا اور اس کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (انہیں اپنی تکذیب کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

۴۱:۴۰ == آیات ۴۱ و ۴۲ میں وہ انجام و عاقبت کا بیان ہے جو مجادلہ کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں کی ہوگی :

== إِذَا : اسم ظرف زمان ہے : إِذَا اصل واقعہ کے اعتبار سے تو زمان ماضی کا اور إِذَا زمان مستقبل کا ظرف ہے : لیکن کبھی دوسرے زمانے کی نسبت بھی ان کی طرف واقع ہو جاتی ہے : یعنی إِذَا زمان مستقبل کے لئے اور إِذَا زمان ماضی کے لئے۔ یہاں إِذَا زمان مستقبل کا ظرف ہے۔ جب : جس وقت :

== أَلَا غُلَالٌ : غُلٌّ کی جمع طوق، قیدیں، ہتھکڑیاں، بندھن، غُلٌّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس کو قید کیا جائے اور اس میں اعضاء باندھ دیئے جائیں۔

إِذَا الْأَغْلَالُ مُبْتَدَا ہے اور فِيْ اَعْنَاقِهِمْ خبر ہے :

== وَالسَّلَاسِلُ : واو عاطفہ ہے اور اس کا عطف الاغلال پر ہے اور فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اس کی خبر ہے : ای الاغلال والسلاسل فِيْ اَعْنَاقِهِمْ بندھن اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی السلسلة زنجیر۔

== يُسْحَبُونَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَحَبَ (باب فتح) مصدر : زمین پر

گھسیٹنا۔ السَّحْبُ کے اصل معنی کھینچنے کے ہیں چنانچہ دامن زمین پر گھسیٹ کر چلنے یا کسی کومنہ کے بل گھسیٹنے پر سَحْبُ کا لفظ بولا جاتا ہے:

اسی سے بادل کو سحاب کہا جاتا ہے یا تو اس لئے کہ ہوا اسے کھینچ کر لے جاتی ہے یا اس لئے کہ وہ خود پانی کو کھینچ کر لاتا ہے اور یا اس بنا پر کہ وہ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھسیٹنا ہوا چل رہا ہے:

يُسْحَبُونَ وَهُ غَاسِقٌ جَائِسٌ كَفَى الْحَمِيمِ كَهْوَلَتُهُ پانی میں)

۲: ۴۰ = الْحَمِيمِ: ح م م مادہ۔ حمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں۔ اور جبکہ

قرآن مجید میں ہے وَشَقُّوا مَاءَ حَمِيمًا (۴۰: ۱۵) اور ان کو کھونٹا ہوا پانی پلایا جائیگا

تشبیہ کے طور پر پسینہ کو بھی حَمِيم کہا جاتا ہے اور حَمَام کو حمام اس لئے کہا جاتا ہے

کہ اس میں گرم پانی موجود ہوتا ہے یا یہ کہ وہ پسینہ آ رہا ہے۔

مجازاً قریبی رشتہ دار اور گہرے دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں

یا اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

= فِي النَّارِ۔ اِی فی نار جہنم دوزخ کی آگ میں۔

= يُسْجَرُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب: سَجَرٌ (باب نصر) مصدر:

پتائے جائیں گے، جھونکے جائیں گے:

السَّجُورُ کے اصل معنی زور سے آگ بھڑکلنے کے ہیں اور سَجَرَتُ التَّنُورِ کے

معنی ہیں: میں نے تنور جلایا۔ یا تنور کو ایندھن سے بھر دیا (جلالے کے لئے)

یہاں بھی يُسْجَرُونَ کے معنی ہیں اِی لیطرحون فیہا ویکونون وقوداً لہا: وہ

دوزخ میں پھینکے جائیں گے اور اس کا ایندھن بن جائیں گے:

اسی سے ہے وَاِذَا الْبُحَارُ سُجِّرَتْ (۸۱: ۶) جب دریا آگ سے بھڑکا دیئے

جائیں گے:

۴۰: ۴۳ = اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ کہاں ہیں وہ غیر اللہ

جن کو تم شرک خدائی مٹھایا کرتے تھے۔

اَیْنَ ظرف مکان: کہاں۔ حسب طرح: مثنیٰ سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے

اسی طرح اَیْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے مآ موصولہ ہے:

كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِشْرَاکٌ مصدر

رَبَابِ اَفْعَالٍ، دُونِ - ورے؛ سوائے، غیر:

== ضَلُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب ضَلَّالٌ وَضَلَّالَةٌ مصدر۔ (بابِ سَمْعِ وَضَبِ) کجراہ

ہونا۔ حق راستہ سے بھٹکنا، دین سے پھرنا۔ راستہ کھونا، گم ہونا۔ کھو جانا۔ ضَلُّوا عَنَّا وہ ہم سے کھو گئے، ہم کو اُن سے جو امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں،

== بَلْ لَّكَ تَكُنْ تَدْعُوَا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا؛ بَلْ حَرْفِ اِضْرَابِ:

لَمْ تَكُنْ تَدْعُوَا مَضَارِعُ لَفِي جَدِ بَلَمْ جَمْعُ مَتَكَلَمٍ، تَدْعُوَا دُعَاءٌ دَخْوَةٌ مصدر

رَبَابِ نَصْرِ سے؛ ہم پکارتے نہ تھے یعنی ہم عبادت اور پوجا نہیں کرتے تھے۔

یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا میں شرک نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جنہیں دنیا میں پکارتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھے؛ سَمْعِ تھے لاشعے تھے،

(تفہیم القرآن)

ای بَلْ تَبِينَ لَنَا اَنَّا لَمْ نَكُنْ نَعْبُدُ شَيْئًا اَعْبَادَتُهُمْ فَانْهَمْ لِيَسُوَا شَيْئًا

يعتد به؛ بلکہ ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جن کی عبادت کیا کرتے تھے ان میں کوئی حقیقت ہی نہ تھی کوئی شے بھی نہ تھے کہ جن پر اعتقاد کیا جاسکے؛ (مِضَادِی)

اور بعض کے نزدیک کافروں کی طرف سے یہ شرک کرنے کا ہی انکار ہے یعنی وہ

کہیں گے ہم شرک کرتے ہی نہ تھے؛ ہم تو کسی کو بھی پکارا نہ کرتے تھے۔ جس طرح کوئی شخص

بُرا کام کرے اور سزا کے وقت انکار کر دے کہ میں نے تو کچھ بھی نہ کیا تھا تا کہ سزا نہ ہو (حقانی)

جیسا کہ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهُ

سَابِقًا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۲۳: ۶۱) تو ان سے کچھ عذر نہ بن بڑے گا بجز اس کے کہ

کہیں: خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شرک نہیں بناتے تھے (کسی اور کو اللہ کا شریک

نہ مٹھرتے تھے؛

== كَذٰلِكَ: کافِ اوّل حرف تشبیہ ہے ذَا اسم اشارہ (یہ - اس) لَ عَلَامَتِ

اشارہ بعید۔ کافِ آخر حرف خطاب (واحد مذکر کے لئے) كَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورہ

سابقہ کی طرف ہے، جس کا ترجمہ ہے: ایسے ہی؛ اسی کی طرح نہ اسی طرح؛

== يَضِلُّ اللّٰهُ - اَضَلَّ يَضِلُّ اِضْلَالٌ (اَفْعَالٌ) مصدر سے مضارع

کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ گمراہ کرتا ہے؛ وہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے؛

كَذٰلِكَ يَضِلُّ اللّٰهُ الْكَافِرِيْنَ: اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :-

۱۔ کافروں کو مذکورہ سابق مشرکوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے ان مشرکوں کو (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) اللہ تعالیٰ نے گم کردہ راہ بنا دیا۔ اسی طرح اللہ سب کافروں کو (بوجہ ان کے متواتر اعمال بد یا گناہ و شرک پر مستقل اصرار کے) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے:

۲۔ کافرین سے مراد یہاں وہی مشرکین ہیں جو اوپر مذکور ہیں اور حبلہ کا مطلب ہے: یہ بے کافروں یا مشرکوں کا مال کہ وہ بے حقیقت اور قدرت سے یکسر معترئی چیزوں کو خدا کا شریک بنا کر دنیا میں پوجتے ہیں اور قیامت میں وہ ان کی کوئی بھی امداد نہ کر سکے: اللہ تعالیٰ نے یوں ہی ان کو اس گمراہی میں دنیا میں چھوڑے رکھا (کیونکہ وہ شرک کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے) عبد اللہ یوسف علی

۴۰: ۷۵ = ذَلِكُمْ: سے اشارہ بعد قیامت کافروں کے گلوں میں طوق و زنجیر کے ہونے اور ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹنے کی طرف اُگور ان کو آگ میں جھونکنے کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ ابن عطیہ اسی طرف گئے ہیں اِیْ ذَلِكُمُ الْعَذَابُ الَّذِي اَنْتُمْ فِيْهِ يَعْنِيْ يَ عَذَابُ حَسْبٍ مِّنْ اَبْلَاسٍ اَبْنِے آپ کو پائے ہو (یہ اس لئے ہے کہ بھماکنتم الخ

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اللہ تعالیٰ کافروں کو دنیا میں ضلالت و گمراہی میں سرگرد چھوڑ دینے کی طرف ہو جو ابھی اوپر مذکور ہوا:

= بھما میں بار سببیت ہے اور ما موصولہ ہے بہ سبب اس بات کے کہ تم
= كُنْتُمْ لَفَرَحٍ ۚ مَا ضَىٰ اسْتِمْرَارِيْ جَمْعِ مَذْكُرِ حَاضِرٍ فَرْحٌ مصدر (باب جمع) الْفَرْحُ کے معنی کسی فوری یا دنیوی لذت پر انشراح صدر کے ہیں: عموماً اس کا اطلاق جسمانی لذتوں پر خوش ہونے کے معنی میں ہوتا ہے اس کا استعمال اکثر غیر پسندیدہ معنی میں ہوتا ہے۔ اترانا۔ بہت زیادہ اترانے والے کو مِفْرَاحٌ کہتے ہیں:

قرآن مجید میں صرف دو جگہ پسندیدہ معنوں میں آیا ہے مثلاً فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (۵۸: ۱۰) تو چاہئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں: اور وَكَيْومَئِذٍ يَفْرِحُ الْمُؤْمِنُونَ (۴۰: ۳۰) اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔

مُجَاهِد نے اسے بِعْنِي تَبْطَرُونَ وَتَأْتِرُونَ اترانا۔ مجھ کرنا۔ غرور کرنا لیا ہے = بَغِيْرَ الْحَقِّ - بغیر استحقاق لَذْلِكِ - بغیر استحقاق کے۔ روح المعانی میں ہے کہ وَهُوَ شَرِكٌ وَالْمَعَاصِي یعنی اس سے مراد شرک عبادتِ اصنام اور ارتکابِ گناہ ہے

== بمعاً۔ اور بلا خطہ ہو :

== كُنْتُمْ تَمْزُحُونَ : ماضی استمراری جمع مذکر حاضر مَزَحٌ مصدر بہت زیادہ خوش ہونا
اترانا۔ غرور کرنا۔ تکبر کرنا۔ ایسی کیفیت جس میں دوسروں کے لئے حقارت یا گستاخی کا پہلو ہو
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَمْشِي فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (۱۷: ۳۷) اور زمین پر اکڑ کر (اد)
امٹلا کر مت چل :

۴۰: ۷۶ == مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ : مضاف مضاف الیہ مَثْوًى اسم ظرف مکان مفرد
مَثْوًى جمع : ثَوًى یَثْوِی ثَوًى (باب ضرب) مصدر سے : ٹھکانا : طویل وقت کے
لئے ٹھہرنے کا مقام۔ فرود گاہ۔

الْمُتَكَبِّرِينَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ المتکبر واحد تَكَبَّرَ (تَفَعَّل) مصدر۔ اللہ کو ماننے
اور اس کی اطاعت سے سرتابی کرنے والا : اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے :
تکبر اور غرور کرنے والوں کا ٹھکانا۔

۴۰: ۷۷ == فَاصْبِرْ۔ اِیْ فَا صَبِرْ یا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== فَا مَّا۔ اِمَّا اصل میں اِنْ (شرطیہ) اور مَّا (زائدہ) سے مرکب ہے پس اگر۔
مَّا زائدہ شرط کے موقع پر تاکید کلام کے لئے آتا ہے :

== نُرِيَنَّكَ : مضارع تاکید بانون تَقِيْدُ جمع معکلم اِرَاءَةُ (افعال) مصدر لَکَ
ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر : ہم تجھے دکھادیں۔

== بَعْضُ الَّذِي لَعَنَهُمْ : مفعول ثانی نُرِيَنَّكَ کا : (اس عذاب کا) کچھ حصہ
جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے : لَعَنَهُمْ : مضارع جمع متکلم وَعَدُ (باب
ضرب) مصدر سے : هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب : ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں
یہاں شے معہود قتل و عذاب ہے اس کے بعد الفاظ فی الدنیا محذوف ہیں :

== اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ اَوْ حَرْفِ عطف معنی یا۔ (معنی خواہ یہاں تک : مگر :

جبکہ : اگرچہ : کیا : مختلف معانی : شک : ابہام : تخییر : اباحت و تفصیل کے لئے آتا ہے)
نَتَوَفَّيَنَّكَ مضارع تاکید بانون تَقِيْدُ جمع متکلم لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر
تَوَفَّيَّ (تَفَعَّل) مصدر۔ ہم تیری زندگی پوری کر دیں۔ یعنی تیری روح قبض کر لیں۔

اس کے بعد الفاظ قَبْلَ ذٰلِكَ محذوف ہیں یعنی : یا اس سے قبل ہی آپ کو
اس جہان سے اٹھالیں۔

== فَاَلَيْسَا يُرْجَعُونَ : اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای فالینا یرجعون
یوم القیامۃ فنجازیم باعمالہم آخر کار ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے روز
قیامت کو پس ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے !

یہ جملہ (فَاَلَيْسَا يُرْجَعُونَ) نَتَوَفِّيكَ کا جواب ہے یعنی اگر کافروں کو دنیوی
عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے ہم آپ کو وفات دیدیں تو آخرت میں ان کو ضرور عذاب
دیں گے۔ اس صورت میں تَرِيثُكَ کا جواب محذوف ہے مثلاً فَذَاكَ اور یہ بھی
جائز ہے کہ جملہ فَاَلَيْسَا يُرْجَعُونَ دونوں کا جواب ہو اور دونوں سے اس کا تعلق ہو۔
مطلب یہ کہ کافروں کا عذاب دنیوی ہم آپ کو دنیا ہی میں دکھادیں یا آپ کو وفات پہلے دیدیں
بہر حال آخرت میں تو سب کو ہمارے پاس آنا ہی ہے وہاں (کافروں کو) سخت عذاب ہونا
لازم ہے (ان کے اعمال بد کے بدلہ میں) (تفسیر مظہری)

۴۰:۸۷ = وَ مَا كَانَ لِرَسُولٍ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ میں آیۃ سے مراد
معجزہ ہے۔ ترجمہ یہ ہے: اور کسی رسول کا یہ مقدور نہیں کہ وہ کوئی معجزہ بدون اذن الہی ظاہر
کر سکے: یعنی کوئی رسول کوئی معجزہ صرف اس وقت ظاہر کر سکتا ہے جب اللہ چاہتا ہے
کہ وہ معجزہ کسی مُسکر قوم کو دکھایا جائے: کیونکہ معجزہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک
فیصلہ کن چیز ہے کیونکہ جب ایک قوم اس کے دکھائے جانے کے بعد بھی نہیں مانتی تو پھر اس کا
خاتمہ کر دیا جاتا ہے: یعنی ان کے انکار حق پر قَضٰی بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ خَسِرَ هُنَالِكَ
الْمُبْطِلُونَ: کا معاملہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو فیصلہ حق کے مطابق کر دیا جاتا ہے اور باطل
پرست بھگناٹا کھانے والے ہی ہوتے ہیں۔

== اَمْرًا لِلّٰهِ : اللہ کا حکم۔ اللہ کا فیصلہ، یعنی انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان
اللہ کا آخری فیصلہ:

== هُنَالِكَ : اسم ظرف مکان ہے لیکن یہاں استعارۃً بطور اسم ظرف زمان استعمال
ہوا ہے بمعنی وقت مجبئی اَمْرًا لِلّٰهِ۔ اللہ کا حکم آجانے کے وقت۔ بعض کے نزدیک
اسم ظرف مکان و اسم ظرف زمان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس وقت، اس
جگہ:

== الْمُبْطِلُونَ : اسم فاعل جمع مذکر غلط گو، جھوٹے۔ اہل باطل، باطل پرست
== لَكُمْ : میں لام تعلیل کا ہے، اختصاص کے لئے نہیں ہے:

= مِنْهَا مِنْ تَبْعِيهِ :

۴۰: ۸۰ = فِيهَا - اِی فی الانعام - مَنَافِعُ (فوائد جمع مُنْفَعَةٌ واحد سے مراد سواری اور خوراک کے علاوہ فوائد ہیں؛ مثلاً ان کے دودھ، ان کے چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

= لَتَبْلُغُوا - لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوا مضارع لام کے اول آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا، صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تم پہنچو، حاصل کرو، اس کا مفعول حَاجَةٌ ہے = فِي صُدُورِكُمْ: حاجت کی تعریف ہے یعنی جو تمہارے سینوں میں ہے۔ حَاجَةٌ فِي صُدُورِكُمْ: وہ مقصد جو تمہارے سینوں میں ہے یعنی تم اپنے دلوں کے مقصد تک پہنچو، مراد ان پر سوار ہو کر سفر کرنا، اسباب لا دکر لے جانا، دشمنوں پر چڑھائی کرنا وغیرہ:

= عَلَيْهَا: ان پر سوار ہو کر، یعنی مولشیوں پر چڑھ کر۔

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الانعام ہے۔

= وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ میں وَعَلَيْهَا قولہ مابعد وَعَلَى الْفُلْكِ تَحْمَلُونَ کے لئے بطور توطئہ (تمہید) استعمال ہوا ہے۔ سفائن البر (الانعام) وسفائن البحر (الفلک) کو اکٹھا بیان کرنے کے لئے۔ مراد: عَلَيْهَا (الانعام) فِي الْبَرِّ وَعَلَى الْفُلْكِ: فِي الْبَحْرِ۔

عَلَى الْفُلْكِ بجائے فِي الْفُلْكِ لفظ ماقبل علیہا کی رعایت سے آیا ہے ورنہ

اس (فی الفلک) میں ظرفیت اور استقلال ہر دو کے معنی موجود ہیں۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (۴۰: ۱۱) اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو دو کو چڑھا لو،

= تَحْمَلُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَمَلٌ مصدر باب ضرب (تم سوار کئے جاتے ہو، تم لدے پھرتے ہو،

۴۰: ۸۱ = يُرِيكُمْ: مضارع واحد مذکر غائب اَرَاءَتْ (افعال) مصدر کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو دکھاتا ہے اِیْتِہ اس کی نشانیاں۔ اپنی نشانیاں۔ یُرِی کا مفعول ثانی ہے۔

= تُشْكِرُونَ: مضارع جمع مذکر حاضر، اِنْكَارُ (افعال) مصدر تم انکار کرتے ہو۔

تم انکار کرو گے :
 اَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُكْفِرُوْنَ : میں استفہام انکاری ہے (اور تُكْفِرُوْنَ کی وجہ سے
 منصوبے ہے، یعنی آیات اللہ اتنی ظاہر اور اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا انکار کیا ہی نہیں
 جاسکتا :

اَيَّ (کونسا، جس، کس کس، کیا کیا) استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے مذکورۃ الصدر، یہ شرطیہ
 بھی آتا ہے مثلاً اَيُّمَا الدَّجَلَيْنِ قُضِيَتْ فَلَا عُدُوَّ اِنَّ عَلٰی (۲۸: ۲۸) میں جو کسی
 مدت چاہوں پوری کروں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ موصولہ بھی آتا ہے مثلاً ثُمَّ
 لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلٰی الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (۶۹: ۱۹)
 پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو خدا سے سرکشی کرتے تھے۔

۸۲: ۴۰ = اَفَلَمْ لَيَسِّرُوْا فِی الْاَرْضِ : الف استفہامیہ ہے فاعل عاطف ہے اس کا عطف
 فعل محذوف پر ہے اِی اَقْعَدُوا فَلََمْ لَيَسِّرُوْا . لَمْ لَيَسِّرُوْا مضارع نفی تاکید بلم کیا وہ
 لوگ بیٹھے رہے اور وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔

فَيَنْظُرُوْا فِی سَبِيْهِ يَنْظُرُوْا مَضَارِعَ مَجْزُومٍ جمع مذکر غائب کہ وہ دیکھتے
 کہ وہ دیکھ لیتے

== کَانُوْا اَكْثَرَهُمْ فِيْهِ : کَانُوْا کی ضمیر فاعل اسم موصول اَلَّذِيْنَ کی طرف راجع
 ہے اور مِنْهُمْ میں ضمیر ھِمّ جمع مذکر غائب کا مزج ضمیر فاعل اَفَلَمْ لَيَسِّرُوْا ہے یعنی
 وہ پہلے لوگ ان لوگوں سے جن کی اقوام سابقہ کے انجام کی طرف توجہ دلائی۔ سب تعداد
 میں زیادہ تھے۔

== اَسَدًا قُوَّةً وَّ اَثَارًا فِی الْاَرْضِ جو قوت میں زبردست تھے اور اپنے جاہ و جلال کے
 جوشانات وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ملاحظہ ہو آیت (۲۱: ۴۰) مذکورۃ الصدر
 == فَمَا اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ : اس میں فار نتیجہ کے لئے ہے اور مَا
 نافیہ ہے اور دوسرا مَا موصولہ ہے : کَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کا صلہ، جو کچھ انہوں نے کمایا تھا وہ
 ان کے کسی کام نہ آیا۔

۸۳: ۴۰ = فَلَمَّا : فار تفسیر ہے اور لَمَّا یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے پس جب
 لَمَّا نافیہ بھی آتا ہے مثلاً اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلٰیهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴۳) کوئی
 نفس ایسا نہیں ہے کہ اس کے اعمال، کائنات (فرشتہ) نہ ہو۔ گو بعض نے اس کو

یہاں استثنائیہ (الذَّ کا ہم معنی) لیا ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا :-
کوئی نفس نہیں مگر اس پر مگر ان (فرشتہ مامور ہے

== جَاءَ ثَمُّهُ : جَاءَتْ : ماضی - ضمیر واحد متونث غائب رُسُلُ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں۔ ایسے ہی رُسُلُہُمْ میں ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے فَلَمَّا جَاءَ ثَمُّهُ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ پس جب بھی، ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔

== فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ : اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :-

۱۔ فَرِحُوا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں :-
اس صورت میں ترجمہ ہو گا :

تو وہ لوگ بڑے نازاں ہوئے اس علم پر جو ان کے پاس تھا۔

اس صورت میں علم سے مراد ان کے اپنے فلسفے اور سائنس، اپنے قانون اپنے دنیوی علوم اور اپنے پیشواؤں کے گھڑے ہوئے مذہبی افسانے اور الہیات ہیں یعنی وہ اپنے ان دنیوی علوم پر اڑے رہے اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے کو بیچ سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کیا۔

۲۔ فَرِحُوا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہے اور جملہ کا مطلب ہوگا :-

جب پیغمبروں نے کفار کا جہالت پر مسلسل اصرار اور حق پر استہزاء کو دیکھا اور ان کی سوزناک اور ان کی اس جہالت و استہزاء پر المناک عذاب کا خیال کیا تو وہ ان پر اللہ تعالیٰ کے وحی کردہ علم پر نشانہ داران و فرحان ہوئے اور اس کا شکر بجالائے،

۳۔ فَرِحُوا کی ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں اور عِنْدَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہیں اور فَرِحُوا بمعنی ضَحِكُوا اور استهزؤا ہوگا۔ اور ترجمہ ہوگا :-

انہوں نے کفار نے م پیغمبروں پر منزل من اللہ علم الوحی کی ہنسی اڑائی اور اسے ہدف مذاق بنایا۔

آئندہ آیت سے اس تفسیر کی تائید ہو رہی ہے !

== حَاقَّ بِهِمْ: حَاقَّ ماضی واحد مذکر غائب حَقِيقٌ (رضب) مصدر
اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَّ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا
وہ ان پر نازل ہوا۔

== مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ: ما موصولہ ہے كَانُوا يَسْتَهْزِئُونَ
ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اسم موصول ہے
جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا۔ یعنی اس مذاق کا عذاب
اُن پر نازل ہوا۔

== ۸۴: ۴۰ فَلَما فِي فاء تعقيب کا ہے اور لَمَّا جیسا کہ آیت سابقہ میں گذرا:

بھرجب،
== يَا سَنَاءُ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا عذاب۔ بَأْسُ، عذاب، سختی،
آفت، دبدبہ، جنگ کی شدت:

== ۸۵: ۴۰ فَلَما يَكُ - فاء تعقيب کا ہے: لَمَّا يَكُ مضارع مجزوم نفی
حجہ بکرم:

قَلَمُ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِلَیْمَانُهُمْ پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں
ان کے ایمان نے،

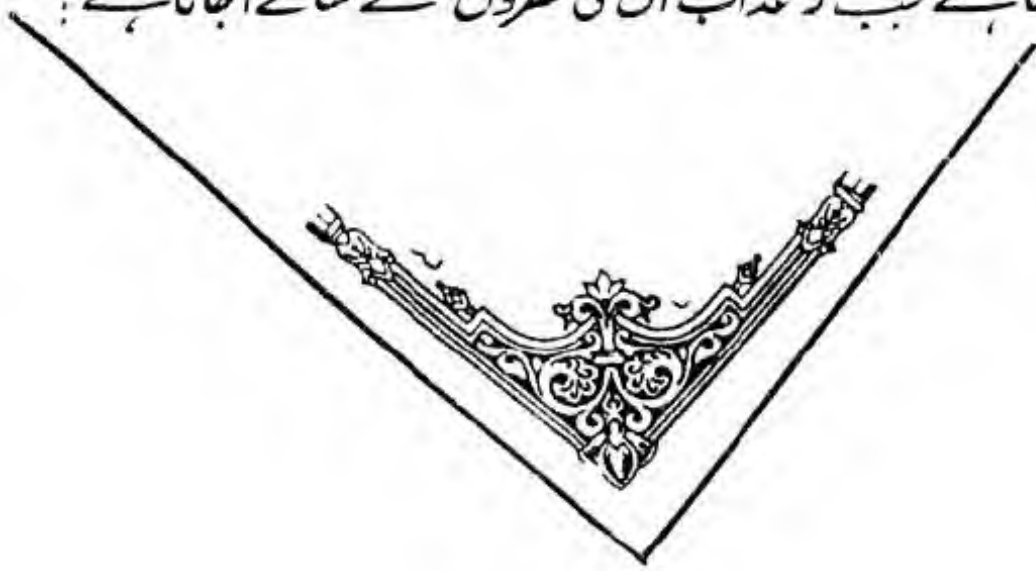
== سُنَّتِ اللّٰہُ - مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی سنت، دستور، طریقہ جاریہ
عادت مستمرہ:

سُنَّتِ - مصدر متوکدہ لنفہ ہے اس سے پہلے فعل محذوف ہے اسی سُنَّتِ
اللّٰہُ سُنَّةً: یہی دستور ہے اللہ تعالیٰ کا: اس کی مثال قرآن مجید میں ہے: -
صِبْغَةَ اللّٰہِ اِلَیْہَا ہے اور اللہ کا رنگ ہے اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ
دیا ہے اور مثالیں ۳: ۶ اور ۳۱: ۹ - پر ملاحظہ ہو:

== قَدْ خَلَتْ: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی کو زمانہ
حال کے قریب بنا دیتا ہے یعنی ماضی قریب کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد
مؤنث غائب (اس ضمیر کا مرجع سُنَّتِ ہے) خَلَوْا مصدر (باب نصر) وہ گذری
یہی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں ہوتا چلا آیا ہے:

== خَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ، اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے:

الکافر خاسرٌ فی کُلِّ وقتٍ ولکنہ تبیین لہم خسراۃ لہم اذا
 رأوا العذاب کافر تو ہر وقت خسارہ میں رہتا ہے لیکن اس خسارے کا ان کے لئے ظہور
 اس وقت ہوتا ہے جب کہ عذاب ان کی نظروں کے سامنے آ جاتا ہے :



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۲۱) سُورَةُ حَمْدِ السَّجْدَةِ (۶۱)

۴۱: ۱ = حَمْدٌ: حروف مقطعات، ان سے کیا مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں!

۴۱: ۲ = تَنْزِيلٌ: بروزن تفعیل مصدر ہے اتارنا۔ نازل کرنا۔ تنزیل اور انْزَالٌ میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو یکے بعد دیگرے اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں اور انْزَالٌ کا مطلب یہ ہے جو یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی آتا ہے اور ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

یہاں تنزیل سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ تَنْزِيلٌ مبتداً محذوف کی خبر ہے ای ہذا تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (یہ قرآن) اتارا گیا ہے (خدائے رحمن و رحیم کی طرف سے۔ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ متعلق خبر ہے

۴۱: ۳ = کُتِبَ بروزن فِعَالٌ بمعنی مَفْعُولٌ ہے ای مکتوب و انما قیل له کتاب لانه مکتوب فی اللوح المحفوظ۔ اسے کتاب اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوح محفوظ پر مکتوب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (۲۲: ۸۵)

کُتِبَ مبتداً محذوف کی خبر ہے ای ہذا کُتِبَ

= فَصَّلَتْ آيَتُهُ - فَصَّلَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَفْعِيلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ آيَتُهُ مضاف مضاف الیه۔ اس کی آیات: فَصَّلَتْ آيَتُهُ جس کی آیات کھول کھول کر بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ متعلق خبر (کُتِبَ) ہے:

== قُرْآنًا عَرَبِيًّا، موصوف و صفت، موصوف بوجہ آیاتہ سے حال ہونے کے ہے
ای فُصِّلَتْ آيَتُهُ فِي حَالِ كُونِهِ قُرْآنًا عَرَبِيًّا: جس کی آیات کھول کھول کر بیان
کر دی گئی ہیں در آنحالیکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے (یعنی یہ عربوں پر احسان ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے قرآن عربی میں نازل فرمایا جس کا پڑھنا اور سمجھنا ان کے لئے دشوار نہیں اگر دوسری زبان
میں نازل ہوتا تو عربوں کے لئے سمجھنا دشوار ہوتا۔)

اگر عَرَبِيًّا کے معنی فصیح و بلیغ کے لئے جائیں تو پھر یہ خطاب تمام بنی نوع انسان کے لئے
ہوگا: لیکن نفع اس سے بہر حال وہی اٹھائیں گے جو علم و فہم سے کام لیتے ہیں (یعنی اہل علم)
== لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ: اگر اسے فعل لازم مانا جائے تو ترجمہ ہوگا: اہل علم کے لئے: یا اس کا
مفعول محذوف ہے اور عبارت ہے لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ مَعَانِيَهُ۔ اس قوم کے لئے جو اس
کے معانی جانتی ہے، (یعنی اہل عرب جو اس قرآن کے مخاطبین اول ہیں)
لَا مَعْصِيَةَ لَهُ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ هُدًى وَ نَذِيرًا مُّبِينًا۔

۴:۴۱ == بَشِيرًا وَ نَذِيرًا۔ یہ ہر دو صفات ہیں جن کا موصوف قُرْآن ہے۔
(یہ قرآن) اہل اطاعت کے لئے مشرہ سنانے والا ہے اور اہل معصیت کے ڈرانے والا ہے
== فَأَعْرَضَ۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس نے اعراض کیا۔ اس نے روگردانی
کی۔ اس نے منہ پھریا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اعراض (افعال) مصدر۔
فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ۔ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان صفات کے پیش نظر سب اس
پر ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ کہ ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔

أَكْثَرُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے اکثر۔ هُمْ ضمیر کا مرجع قوم ہے
== فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ہ عربی محاورہ ہے تَشَقَّعْتُ إِلَى فُلَانٍ فَلَمْ يَسْمَعْ
قَوْلِي: میں نے فلاں کو سفارش کے لئے کہا لیکن اس نے میری بات نہ سنی۔ یعنی میری
بات نہ مانی۔ یعنی قرآن اس کے احکام بجالانے والوں کو خوشخبری سنانے والا ہے اور
خلاف درزی کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرانے والا ہے لیکن ان لوگوں نے بشارت
یا اندازہ کو سنا ہی نہیں یعنی اس کو مانا ہی نہیں۔ قبول ہی نہیں کیا۔

۵:۴۱ == أَكْثَرَهُمْ۔ پرے۔ خلاف، کِنَانٌ کی جمع۔ ک ن ن مادہ کے حروف
ہیں۔ اس معنی میں اور جگہ قرآن میں ہے وَ جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ
يَفْقَهُوْا (۲۵: ۶) اور ہم نے ان کے دلوں پر پرے ڈال رکھے ہیں کہ اس کو

سمجھ نہ سکیں۔

اَلَكِنَّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ کَنْتُ الشَّيْءَ كُنَّا کسی چیز کو کِنْ میں محفوظ کر دینا۔ اس کِنْ کی اَلْكُنَّا اُتْبے اسی سے محفوظ رکھی ہوئی چیز کو مَكْنُون کہیں گے جیسے کَاذِبُهُمْ لَوْ لَوْ تَكْنُونُ (۲۴:۵۲) جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

== مِمَّا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ مِنْ حَرْفِ جَارٍ مَا اسم موصول تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ کا صیغہ واحد مذکر جانہ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کامرجع مَا موصول ہے۔

== وَقَرُّ اسم مصدر۔ ثقل، گرانی۔ بہرہ پن۔

== اِعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَا۔ آپ اپنا کام کریں۔ یعنی آپ اپنے دین پر چلتے رہیں، ہم اپنا کام کرتے ہیں یعنی ہم اپنے دین پر ثابت قدم رہتے ہیں یا یہ کہ آپ اپنی دعوت سے باز نہیں آتے تو ٹھیک ہے آپ اپنا عمل جاری رکھیں ہم بھی آپ کی مخالفت کو جاری رکھیں گے اور جو کچھ ہو سکے گا آپ کے خلاف کرتے رہیں گے،

۴:۴۱ == قُلْ۔ اے قل یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم

== اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کا ذہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اِنَّ کو عمل سے روکتا ہے، یعنی اِنَّ یا اِنَّ کا اسم بجا منصوب ہونے کے مرفوع ہو گا اور اس طرح اِنَّ یا اِنَّ کا عمل کہ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے رُک جائے گا۔ جیسے اِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ (۹:۶۰) تحقیق صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات، مفلسوں کے لئے ہے۔

== اِنَّمَا۔ وہی معانی ہیں جو اوپر اِنَّمَا کے بیان ہوئے ہیں۔

فائدہ: اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ اِنَّ (مکسورہ) صدر

کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم و خبر سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے: جیسے اِنَّ زَيْدًا اَقَامَ اس جگہ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اَنَّ وسط کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم و خبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک فعل یا اسم کا اس سے پہلے آنا ضروری ہے۔ جس کا یہ اَنَّ فاعل یا مفعول یا کوئی اور جزو جملہ بن سکے: جیسے بَلِّغْنِي اَنَّ زَيْدًا اَقَامَ

اَنْ کے مابعد کا جملہ (اسم اور خبر سے مل کر) بَلَّغَ کا فاعل ہے مفرد کے معنی میں ہے "مجھے زید کے قیام کی خبر پہنچی۔ یا۔ عَلِمْتُ اَنْ زَيْدًا اَفَا ضِلُّ اس میں اَنْ زَيْدًا فَا ضِلُّ، اَنْ بمعنی اپنے اسم اور خبر کے مل کر عَلِمْتُ کا مفعول ہے اور مفرد کے حکم میں ہے۔
 = اِسْتَقِيْمُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتَقَامَ (استفعال) مصدر۔ تم سیدھے رہو۔ تم سیدھا راستہ اختیار کرو۔ اِسْتَقَامَ اِلٰی (گنہگار کا اللہ کی طرف رجوع کرنا قوم مادہ۔ فَا سْتَقِيْمُوا اِلَيْهِ: سو تم اسی کی طرف سیدھے باندھے رکھو:
 = اِسْتَغْفِرُوْهُ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استغفار (استفعال) مصدر۔ تم اسی سے بخشش (گناہوں کی مغفرت) طلب کرو۔ کُضْمِرَ واحد مذکر غائب کا مرجع اِلَهِكُمْ ہے:

= وَنِيلُ اسم مرفوع، ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام۔

۴۱: ۷ = یہ آیت مشرکین کی صفت ہے، (۱) زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ یہاں زکوٰۃ بطور اصطلاح فقہی نہیں ہے لفظی معنی میں ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا۔ اور یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اپنے آپ کو شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے ہیں (۲) آخرت کے منکر ہیں۔ یہاں هُمْ کی تکرار اور کُفِرُوْنَ پر بِالْاٰخِرَةِ کی تقدیم تاکید کلام کے لئے ہے
 ۴۱: ۸ = غَيْرُ مَمْنُونٍ: غَيْرُ حَرْفِ اسْتِثْنَاءٍ مَمْنُونٌ مُسْتَثْنٰی (مستثنیٰ غَيْرُ کے بعد واقع ہو تو مجبور ہوگا) مَمْنُونٌ اسم مفعول واحد مذکر۔ مَنَّ مادہ۔ (باب نصر) کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غَيْرُ مَمْنُونٍ (یعنی وہ اجر) جو نہ کم ہوگا اور جو نہ منقطع (ختم) ہوگا۔ مَنَّ (باب نصر) الشئ کسی چیز کو کم کرنا۔ مَنَّ الْحَبْلَ رسی کاٹنا۔ اسی سے اَلْمَمْنُونُ معنی موت ہے کہ عمر کو قطع کرتی ہے تعداد کو گھٹاتی ہے۔

مجاہد نے کہا ہے بے حساب، بعض نے ترجمہ کیا ہے بے احسان دھرے " مَنَّ احسان رکھنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذَى (۲۶۴: ۲۷) (مومنو!) اپنے صدقات (و خیرات) کو احسان رکھنے سے اور ایذا دینے سے برباد نہ کر دینا۔

۴۱: ۹ = اِثْمُكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ: اِثْمُكُمْ استفہام زجری ہے یہ جملہ جواب ہے ایک سوال محذوف کا۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ اگر وہ استقامت نہ اختیار کریں اور استغفار نہ کریں تو میں اُن سے کیا کہوں؟ (ارشاد ہوا) آپ کہہ دیجئے

کر کیا تم ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس نے الخ (تفسیر مظہری)
لتکفرون میں لام تاکید کفر کے لئے ہے:

== اَنْدَا دَا۔ نِدُّ کی جمع ہے بمعنی مقابل: برابر: نِدُّ اور مِثْلُ میں فرق یہ ہے کہ مِثْلُ عام ہے اس کا استعمال ہر قسم کی شرکت میں ہوتا ہے اور نِدُّ خاص ہے اور اس کا استعمال کسی شے کی ذات اور جوہر میں شرکت کے لئے ہوتا ہے، منصوب بوجہ مفعول ہے
== ذَالِکَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ: ذَالِکَ اسم اشارہ بعید اس کا مَثَرُ الِیْہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ ہے یعنی وہ ذات جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا:
رَبُّ الْعَالَمِیْنَ مضاف مضاف الِیْہِ۔ اس ذات کی صفت ہے۔ یعنی وہ ذات رَبُّ الْعَالَمِیْنَ (تمام جہانوں کو پالنے والی) ہے

فائدہ یہاں یَوْمَیْنِ (دو دن) میں یَوْم سے مراد وہ متعارف چوبیس گھنٹوں والا تھا تو ہو نہیں سکتا۔ کہ یہ خود نتیجہ ہے حرکتِ ارض یا حرکتِ شمس کا اور بیان اس وقت کا ہو رہا ہے جب یہ چاند، سورج، زمین، آسمان سرے سے موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ مراد یہاں مطلق زمانہ ہے یعنی دو مختلف اوقات میں (ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی حاشیہ نمبر ۵، بر آیت ۷: ۵۴۔ و آیت ہذا: ۲۱: ۹)

== ۱۰: ۲۱ رَوَّاسِیَ: رَوَّاسِیَّةٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ، پہاڑ، رَوَّاسِیَ کا استعمال مٹھڑے ہوئے پہاڑوں کے لئے آتا ہے رُسُوُّ رباب نصر) سے اسم فاعل واحد مؤنث رَوَّاسِیَّةٌ اس بڑی دیگ کو کہتے ہیں جو تقیل ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ پڑی ہے: چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَقَدْ وَّرَّاسِیَّتِ (۱۳: ۳۴) اور بھاری دیگیں جو چولھوں پر جمی رہیں۔ لہذا رَوَّاسِیَ سے وہ پہاڑ مراد ہیں جو ایک ہی جگہ بوجہ بوجھ و ثبوت جمے رہیں۔
== بَارَکَ: ماضی واحد مذکر غائب مُبَارَکَةٌ (باب مفاعلة) مصدر: اس نے برکت دی۔ مطلب یہ کہ اُس نے اس میں بڑی برکتیں (برکت والی چیزیں) رکھ دیں مثلاً: آگ، پانی، ہوا۔

== قَدَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَقْدِیْرُ (تفعیل) مصدر۔ مقدر کر دیا۔ انداز کے مطابق مقرر کر دیا۔ تجویز کر دی۔
== اَقْوَاتُہَا۔ اَقْوَاتٌ کی ہے قُوَّتٌ کی جس کے معنی خوراک کے ہیں۔ آیت ہذا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب ہر جگہ الارض کے لئے ہے۔

اَقْوَاتُهَا سے مراد اَقْوَاتِ اَهْلِهَا ہے (زمین پر رہنے والوں کی غذائیں) لہذا اَقْوَاتِ مضاف ہے اور اَهْلِهَا مضاف مضاف الیہ اَقْوَاتِ کا مضاف الیہ۔

== فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ۔ چار دن میں۔ یعنی یہ سب کچھ مزید دو دنوں میں کیا جو پہلے دو دنوں سے متصل ہیں۔ اُس طرح تخلیق ارض کے دو ایام اور اس میں برکات و اقوات مہیا کر دینے کے دو ایام مل کر کل چار ایام ہو گئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے میں بصرہ سے بغداد تک دو دن میں پہنچا اور کوفہ تک تین دن میں یعنی دو دن پہلے اور ایک دن مزید۔

== سَوَاءٌ لِّلَّسَّائِلِیْنَ: جملہ ماقبل فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ میں اَيَّامٍ پر وقف مطلق ہے۔ لہذا سَوَاءٌ لِّلَّسَّائِلِیْنَ الگ جملہ ہے لیکن یہاں پہلا مضمون ختم نہیں ہوا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔ لامحالہ بات اسی موضوع کے متعلق ہی ہوگی جو پیچھے سے چلا آ رہا ہے۔ بات برکات اور اقوات کی ہو رہی تھی لہذا اس جملہ کا مطلب اسی روشنی میں لیا جائے گا: گو مفسرین کے اس فقرہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زمین میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جس جس قسم کی جتنی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا تھا۔ ہر ایک کی مانگ اور حاجت کے مطابق غذا کا ٹھیک پورا سامان حساب لگا کر زمین کے اندر رکھ دیا۔

یہاں سائلین سے مراد صرف انسان ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کی ہر سب مخلوقات ہیں جنہیں زندہ رہنے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس آیت سے سوشلسٹ نظام کی تائید کا استدلال بے محل ہے:

۴۱: ۱۱ == ثُمَّ: حرف عطف ہے۔ بمعنی پھر۔ یہ دو طرح مستعمل ہے (۱) ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے بروئے زمانہ، اسے تراخی زمانی کہتے ہیں؛ (۲) فرق مرتبہ کے لئے۔ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے) تراخی رتبہ (تراخی۔ دیر۔ فاصلہ)

ارض و سماء کی تخلیق و ترتیب کے بیان میں مفسرین نے ہر دو معانی اختیار کئے ہیں۔ اور اپنے اپنے قول کی تائید میں براہین و دلائل دے کر طویل بحث کی ہے: یہاں اس لمبی چوڑی بحث سے اجتناب ہی بہتر سمجھا گیا ہے!

== اِسْتَوٰی۔ مادہ سَوٰی سے باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے: اس نے قصبہ کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔

جب اس کا تعدیہ علی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں مثلاً **وَأَسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ** (۴۴: ۱۱) اور (کشتی کوہ) جودی پر جا بٹھری! اور اگر تعدیہ الی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں مثلاً **ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ** (آیت ہذا) پھر اس نے آسمان کا قصد کیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ **يَسْتَوِي** یعنی برابر ہونا بھی ہے جیسے **لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ** (۲۰: ۲۵۹) اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔ نیز معنی سنبھلنا، درست ہونا اور سیدھا رہنا بھی ہے: مثلاً **فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ** (۷۶: ۵۳) پھر وہ سیدھا اور درست (یعنی اپنی اصلی صورت میں اور پوری طرح) بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ اور سنبھلنے کے معنی میں جیسے **وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ** (۱۴: ۲۸) اور جب وہ پہنچ گیا اپنی جوانی کو اور سنبھل گیا۔ یعنی بختہ طور پر جوان ہو گیا۔

== **وَهِيَ دُخَانٌ** : واو حالیہ ہے ہی ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے **دُخَانٌ** دھواں۔ اس کی جمع **أَدْخِنَةٌ** ہے :

== **فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ** پھر اس نے آسمان اور زمین دونوں کو کہا۔

== **إِثْنَيْنِ** : امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر **إِثْنَانٌ** مصدر سے، تم دونوں آؤ! تم دونوں حاضر ہو جاؤ۔ اتی مادہ۔ یعنی میں نے جو برکات، خوبیاں یا صلاحیتیں تمہارے اندر پیدا کی ہیں ان سب کو مہر پور اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پیش کر دو، جب جہاں اور جس طرح مشیت ایزدی ہے۔

== **طَوْعًا أَوْ كَرْهًا** : خوشی سے یا زبردستی، **الطَّوْع** کے معنی بطیب خاطر تابعدار ہو جانا۔ **الْكَرْهُ** ضد ہے **الطَّوْع** کی۔ کسی کام کو ناگواری اور دل کی کراہت سے سراخام دینا۔ **طَوْعًا وَكَرْهًا** : یہاں ترکیب میں **طَائِعِينَ وَكَارِهِِينَ** کے مراد ہیں۔ یعنی اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان کا استعمال موقع حال پر ہوا ہے :

وَهُمَا مصدر ان وقع الحال (بیضاوی) اور کشف میں ہے :-

وانتصابها على الحال . دونوں بوجہ حال منصوب ہیں۔

== **آتَيْنَا طَائِعِينَ** - ہم بخوشی حاضر ہیں (تعمیل ارشاد کے لئے) **آتَيْنَا** ماضی کا صیغہ جمع منکلم۔ ہم آگئے ہیں : ہم حاضر ہیں۔ اگر اتيان مصدر کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو لانے اور پہنچانے کے معنی ہوں گے : **طَائِعِينَ**۔ **طَوْعٌ** سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے

اپنی خوشی سے کہا ماننے والے: فرماں بردار طَائِعٌ وَاحِدٌ:

۱۲: ۲۱ = فَقَضَاهُنَّ . فاء عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ پر ہے۔ قَضَىٰ۔ اِی خَلَقَ اَوْ اَتَمَدَ اَوْ جَعَلَ: اس نے پیدا کر دیئے۔ اس نے مکمل کر دیئے، اس نے بنا دیئے۔ هُنَّ ضمیر جمع مذکر غائب السما کی طرف راجع ہے، جو یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے اور بمعنی السموات ہے۔
 = سَبْعَ سَمَوَاتٍ۔ سَبْعَ اسم عدد قَضَىٰ کا مفعول بہ سَمَوَاتٍ تَمِيز سَبْعَ کی: تقدیر کلام یوں ہے: قَضَىٰ مِنْهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ۔ اِی اَتَمَّهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ اور ان کو مکمل سات آسمان بنا دیا۔

= وَاَوْحَىٰ: اس کا عطف فَقَضَاهُنَّ پر ہے:

= اَمْرَهَا: مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سماء ہے: اس کا کام: اِی اَوْحَىٰ اِلٰی اَهْلِهَا بِاَوَامِرِهِ وَنَوَاهِيهِ اور ہر ایک آسمان کے مخلوق کے لئے احکام بھیج دیئے:

= وَزَيْنًا السَّمَاءَ الدُّنْيَا۔ واو عاطفہ ہے زَيْنًا ماضی جمع متکلم تَزَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ ہم نے زینت دی: ہم نے مزین کیا، ہم نے سنوارا۔ السَّمَاءَ الدُّنْيَا موصوف و صفت مل کر زَيْنًا کا مفعول۔

الدُّنْيَا دَانِيَةٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع دُنَىٰ ہے جس طرح کُبْرَىٰ کی جمع کُبْرُ ہے السَّمَاءُ الدُّنْيَا۔ نزدیک ترین آسمان آسمان دنیا:

= مَصَابِيحُ: مِصْبَاح کی جمع۔ قندیل، لالٹین، چسراغ، لمبپ، یہ جمع منہتی المجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے قائم مقام دو سببوں کے ہے۔ لہذا غیر منصرف ہے، بدیں وجہ ح پر بجائے کسرہ کے فتح لائی گئی ہے: مَصَابِيح سے مراد یہاں ستارے کو اکب ہیں۔

فائدہ:

یہاں التفاتِ ضمائر (واحد مذکر غائب سے جمع متکلم کی طرف) سَمَوَاتٍ اور ان کی تَرْئِیں کی عظمت کی وجہ سے ہے کہ
 = وَحِفْظًا: واو عاطفہ ہے: حِفْظًا فعل مقدرہ کا مفعول مُطْلَق سے اِی حِفْظُنَا هَا حِفْظًا: جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ زَيْنًا السَّمَاءَ الدُّنْيَا پر ہے، اور

ہم نے اس کو (آسمان دنیا کو) خوب محفوظ کر دیا (ہر قسم کی بیرونی دخل اندازی و شکست و سختی سے) **== ذٰلِكَ**؛ اسم اشارہ بعید۔ یعنی یہ تمام چیزیں جن کا اوپر تفصیلی ذکر ہوا ہے زمین کی تخلیق اور اس میں اہل زمین کے لئے مناسب مقدار میں اقوات کی بہم رسانی۔ تخلیق سموات اُن کی تزئین و تحفظ وغیرہ وغیرہ:

== تَقْدِيرُ (یعنی نظامِ ارض و سموات) مضاف ہے: **الْعَزِيزُ** مضاف الیہ۔ ہمہ توانا، غالب، زبردست، قوی۔

== الْعَلِیْمُ۔ ہمہ دان، بڑا دانہ۔ خوب جاننے والا۔ ہر دور۔ العزیز، والعلم فیل کے وزن پر مبالغہ کے صیغے ہیں۔

۴۱: ۱۳ **== فَاِنْ اَعْرَضُوا**؛ پس اگر وہ (پھر بھی) روگردانی کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اتنے دلائل کے باوجود بھی اقرار توحید سے انکار اور اعراض کریں (جملہ شرطیہ ہے) **== فَقُلْ**؛ فاء جواب شرط کے لئے ہے **قُلْ** فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو آپ کہہ دیجئے **== اَنْذَرْتُكُمْ**؛ اَنْذَرْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ اِنْذَارُ اَفْعَالٌ مصدر **كُمُ** ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر؛ میں نے تم کو ڈر دیا۔ یا ڈر سنا دیا۔ ڈر سے متنبہ کر دیا صاحبِ ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔

اَنْذَرْتُ کا عام مفہوم اتنا ہی بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے ڈرایا۔ حالانکہ نَذَرَ کے مادہ کا اطلاق اس ڈرانے پر ہوتا ہے جس میں کم از کم دو خصوصیتیں ہوں۔
۱، ایک تو وہ ڈرانا بروقت ہو۔ یوں نہیں کہ جب پتھر آسمان سے برسنے شروع ہو جائیں تو خطرہ کا الارم بجے لگے۔

۲، دوسری بات یہ ہے کہ انذار سے مقصد صرف عذاب کی خبر دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل مقصد اس شخص کی خیر خواہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کر لے؛
لسان العرب میں ہے کہ:-

عرب کہتے ہیں اَنْذَرْتُ الْقَوْمَ مَبِیرَ الْعَدُوِّ اِلَيْهِمْ فَتَنَزَّلُوا۔ اے علمتہم **ذٰلِكَ** فَعَلُوا وَتَحَرَّزُوا۔ یعنی میں نے قوم کو دشمن کے حملے سے خبردار کیا۔ پس انہوں نے اپنا بچاؤ کر لیا۔

== طَعْنَةٌ؛ بادل کی اس شدید کڑک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ بجلی بھی ہوتی ہے یہ اس کے لغوی معنی ہیں لیکن اس کا اطلاق ہر ملک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اُس کی

نوعیت کسی بھی قسم کی ہو،

== صُعِقَةٌ - صَعَقَ لِيَصْعَقُ (باب فتح) سے مصدر ہے۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ (آسمانی) بجلی کا گرنا۔ (آسمان کا) بجلی گرانا۔

يَا صَعِقَ لِيَصْعَقُ (باب سمع) رگرج سے بیہوش ہو جانا۔ مرجبانا۔ ہے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے کڑک اور رگرج کے ساتھ آسمان سے گرنے والی آگ، مہلک عذاب اس کی جمع صَوَاعِقُ ہے، قرآن مجید میں ہے فَآخَذَ نَكْمُ الصُّعِقَةِ (۵۱۱: ۴۴) سو تم کو موت نے آپکڑا۔

اور آگ اور بجلی کی کڑک کے معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (۱۳: ۱۳) اور وہی بجلیاں (یا آگ) بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے :

آیت ہذا (۴۱: ۱۳) میں بمعنی سخت عذاب ہے۔ صُعِقَةٌ منصوب بوجہ مفعول ثانی اَنْذَرْتُ کے ہے کُمُ ضمیر جمع مذکر حاضر اس کا مفعول اول ہے :

== مِثْلَ صُعِقَةٍ عَارِدٍ وَ ثَمُودَ (میں تم کو ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) جو قوم عاد و قوم ثمود کے عذاب کی مثل ہوگا۔ یہاں صُعِقَةٍ سے مراد وہ عذاب نہیں جو آسمان سے بجلی کی کڑک اور آگ کی صورت میں نازل ہوا ہو بلکہ اس سے مراد اس کی شدت و ہلاکت ہر دو صورتوں میں ایک جیسی تھی جیسے آگے آئیگا۔ قوم عاد پر عذاب تیز و تند سرد، دہشتناک سرسراتی ہوئی سخت آندھی کی صورت میں مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک جاری رہا اور قوم ثمود پر ایک زبردست کیلجے بھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے کی صورت میں نازل ہوا تھا۔

۴۱: ۱۴ = اِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ اَنْذَرْتُكُمْ کا ظرف زمان ہے۔

۲۔ یہ الصاعقة الاولى کی صفت ہے۔

۳۔ یہ الصاعقة الثانية کی صفت ہے۔

۴۔ یہ صعقة عاد سے حال ہے : متعدد مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

== مِنْ أَبْيُنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :-

۱۔ آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی یعنی رسول ہر طرف سے اُن کے پاس پہنچے۔ یعنی ان کو ہر پہلو سمجھانے کی کوشش کی۔ اور ان کو راہِ راست پر لانے کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرنے میں

کسر نہ اٹھا رکھی۔ اسی اجتہادِ دایہم وائلو بجمیع الوجوہ

۲۔ ان کے پاس یکے بعد دیگرے رسول آتے رہے۔ یعنی رسولوں کی کثیر تعداد ان کو سمجھانے کے لئے بھیجی جاتی رہی۔

۳۔ آگے پیچھے سے مُراد ہے گذرا ہوا زمانہ اور آئینا لازمہ۔ گزشتہ کافروں پر کیا گذرا، وہ بھی بتایا اور آئندہ آخرت میں ان پر کیا عذاب ہوگا اس سے بھی ڈرایا۔

== اَلَّا تَعْبُدُوْا اِیْ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا : اس میں اَنْ مصدر یہ ہے لَّا تَعْبُدُوْا فصل نہی جمع مذکر حاضر۔ کہ تم پوجا مت کرو۔

== اِلَّا اللّٰهَ۔ اللّٰه مستثنیٰ بحالتِ مفعول ہے۔ مگر اللّٰه تعالیٰ کی عبادت کرو۔

اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ : یہ پندار تھا جس کو ذہن نشین کرانے کیلئے

فائدہ : پیغمبرِ ان الہی قوم عاد و ثمود کو مختلف دلائل و براہین کے ساتھ کوشاں ہے :

== قَالُوْا : یعنی قوم عاد و ثمود نے جواب میں کہا۔

== فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهِمْ كُفِرُوْنَ هَ فَا۔ النّتیجۃ السّببیۃ ہے بِمَا میں ما موصولہ ہے اور بَاء کُفِرُوْنَ کے ساتھ ہے۔ کُفِرَ ب۔ کسی چیز سے انکار کرنا اُرْسِلَ ب کسی کو پیغام دے کر بھیجنا۔ ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے پس ہم اس پیغام سے منکر ہیں جسے دے کر تم بھیجے گئے ہو۔

آیت ہذا میں ذکر ہو رہا ہے عاد و ثمود کا۔ لیکن آیت میں ان دونوں کے

فائدہ : لئے بجائے تثنیہ کے صیغہ جمع کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً جَاءَتْهُمْ

۔ مِنْ أَبْيُنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ۔ اَلَّا تَعْبُدُوْا۔ قَالُوْا۔ یہ اس لئے

ہے کہ عاد و ثمود سے مراد قوم عاد و ثمود ہے لہذا تثنیہ پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے :

۴: ۱۵۔ فَاَمَّا۔ اَمَّا حرف شرط ہے اور اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے

کہ اس کے بعد حرفِ فار کا آنا لازم ہے : جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے :-

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا۔ یہ اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے

اور کبھی تاکید کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے :

جہاں تک عادی بات ہے سو۔ رہا عادی کا ذکر سو....
جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسْلِكِيْنَ (۹:۱۸)
رہی کشتی کی بات سو وہ غریب لوگوں کی تھی۔

کبھی ابتر کلام کے لئے آتا ہے مثلاً اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ كَذٰبٌ
== فَاسْتَكْبَرُوْا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے : اِسْتَكْبَرُوْا ماضی جمع مذکر
غائب اِسْتَكْبَرُوْا (استفعال) مصدر۔ انہوں نے تکبر کیا۔ گھمنڈ کیا۔ غرور کیا۔
== بِغَيْرِ الْحَقِّ : ناسق۔ بغير استحقاق کے۔ بندوں کے لئے استکبار تو ہمیشہ
ہی ناجائز ہے۔ بغير الحق کے اضافہ نے بتا دیا کہ ان لوگوں کے پاس استکبار کی کوئی
بنیاد ان کے معیار سے بھی نہ تھی۔... (الماجدی)

== مَنْ اَشَدُّ مِثَاقُوْهُ ط مَنْ اسْتَفْهَمَ : کون۔ اَشَدُّ اَفْعَل
التفضیل کا صیغہ ہے شِدَّةٌ مصدر سے : اَشَدُّ مِثَاقًا ہم سے زیادہ سخت
ہم سے قوی تر۔ قُوَّةٌ تیز ہے یعنی لمحاظ قوت کے : از روئے قوت کے : یہ جملہ استفہام
انکاری ہے یعنی ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔

== اَوَلَمْ يَرَوْا۔ یعنی کیا انہوں نے نہیں جانا۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے اور فعل
محذوف پر عطف ہے۔ یعنی کیا انہوں نے یہ بات کہی اور یہ نہ جانا کہ.....
== وَكَانُوْا بِالْبَیِّنَاتِ یُحْضِرُوْنَ۔ اس جملہ کا عطف : فَاسْتَكْبَرُوْا پر ہے :
كَانُوْا یُحْضِرُوْنَ : ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے : وہ انکار کرتے ہیں
یُحْضِرُوْنَ وَجُحُوْدُ مصدر (بافتح) انکار کرنا۔ الْجُحُوْدُ۔ الانکار مع العلم
جان بوجھ کر انکار کرنا۔

بِالْبَیِّنَاتِ۔ ہماری آیات سے : ہمارے معجزات سے۔ مطلب یہ کہ وہ ناسق تکبر و گھمنڈ کرنے
لگے اور ہماری آیات سے انکار کرتے ہیں :

۱۶: ۴۱ == رِیْحًا صَرَّصَرًا : موصوف و صفت : منصوب بوجہ مفعول اَرْسَلْنَا
متحرک ہوا جو کہ زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے اسے سہیلہ کہتے ہیں : بُو کو بھی رِیْحٌ
کہتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کی بُو ہوا ہی کے ذریعہ ہی ناک تک پہنچتی ہے : قرآن مجید میں ہے ۔
اِنْ يَّدْرَاۤ اِنَّ لَاجِدًا رِّیْحًا یُّوَسِّفُ (۹۴: ۱۲) میں یوسف کی بُو پارہا ہوں : اور کبھی اس کا

استعمال غلبہ کے لئے بھی ہوتا ہے مثلاً وَتَذُنْ هَبَ رِيحُكُمْ (۲۶:۸) اور تمہاری ہوا ہی جاتی رہیگی۔ یعنی تمہارا غلبہ ختم ہو جائے گا۔

یہ روح یا سری ح مادہ سے ہے اور اَرْوَا ح و رِيَا ح آتی ہے:

مفردات القرآن میں ہے: عام طور پر جن مواضع میں ارسالہ الريح صیغہ مفرد کے ساتھ مذکور ہے وہاں عذاب مُراد ہے اور جہاں کہیں لفظ ريح جمع کے ساتھ مذکور ہے وہاں رحمت مُراد ہے۔ چنانچہ ريح کے متعلق فرمایا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا (۹:۳۳) تو ہم نے ان پر آندھی چلائی۔

اور رِيَا ح جمع کے لفظ کے متعلق فرمایا۔

اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَّاحُ مُبَشِّرَاتٍ (۲۶:۳۰) کہ وہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔

صَوَّصَرًا: امام راغب رقمطراز ہیں:-

رِيحًا صَوَّصَرًا میں صَوَّصَرُ کا لفظ صَوَّ سے ہے جس کے معنی باندھنے کے ہیں۔ اور صَوَّصَرَةٌ اس پتیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی باندھ کر رکھ دی جاتی ہے گویا سخت سرد ہونے کی وجہ سے اس میں بستگی پائی جاتی ہے:

لسان العرب میں ہے کہ:-

شَدِيدَةُ الْبَرْدِ وَقِيلَ شَدِيدَةُ الصَّوْتِ (صَوَّصَرُ) سخت ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں اور سخت شور مچانے والی ہوا کو بھی۔ لہذا رِيحًا صَوَّصَرًا سے مُراد سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔ ہوائے تند و تیز و سخت سرد؛ ایسی تیز آندھی جس میں سخت سردی اور شور کرنے والی آواز بھی ہو (تفسیر مظہری)

لہئے موصوف رِيحًا کی رعایت سے منصوب ہے:

== فِي أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ لِّنَذِيقَهُمْ. أَيَّامٍ نَّحْسَاتٍ موصوف و صفت: منحوسہ دنوں میں۔ نَحْسَاتٍ۔ نَحْوَسَةٍ کی جمع ہے منحوس دن: یعنی جو ان کے حق میں سخت منحوس واقع ہوئے، دلی تو سب مبارک ہیں مگر بُرے عملوں کی وجہ عذاب کا سبب بن گئے لِنَذِيقَهُمْ: میں لام تعلیل کا ہے نَذِيقُ مضارع کا صیغہ جمع مشکلم: ھَمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر غائب۔ تاکہ ہم ان کو چکھائیں: إِذَاقَةُ (افعال) مصدر ہے:

== أَخْزَى۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے: زیادہ رسوا۔ زیادہ شرمسار۔ خِزْيُ

رسوائی، دلت:

== لَا يُنْصَرُونَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ مدد نہیں کئے جائیں گے، ان کی مدد نہیں کی جائے گی (عذاب سے بچانے کے لئے) ای بدفع العذاب عنهم۔

۴۱: ۱۷ = وَ أَتَا ثَمُودُ: یہی ثمود کی بات (ملاحظہ ہو آیت ۴۱: ۱۵) متذکرۃ الصدر:

== فَهَدَيْنَهُمْ: فاء جواب شرط کے لئے ہے: هَدَيْنَا مَاضِي جمع متکلم اسی بِتَنَالِهِمْ طریقۃ الرشاد والصلالة۔ ہم نے ان کے لئے راست روی اور گمراہی ہر دو کے طریقے واضح کر دیئے۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے باری تعالیٰ کا۔

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (۱۰: ۹۰) اور ہم نے اس کو (خیر و شر کے) دونوں راستے بھی دکھائیئے۔

== فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ۔ اسی اختیار والکفر علی الایمان۔ اِنَّ الْعَمَىٰ الْکُفْرَ۔ یعنی انہوں نے ایمان کے مقابلہ میں جہالت اور کفر کو پسند کیا: الْعَمَىٰ بمعنی کفر ہے۔ الْعَمَىٰ۔ عَمَىٰ يَعْمَىٰ (باب سمع) سے مصدر ہے۔ اندھا پن مانند ہونا == فَآخَذَ لَهُمُ۔ اس میں فاء سببیہ ہے۔ یعنی انہوں نے اندھے پن کو ہدایت کے مقابلہ میں اختیار کیا اور بدیں سبب ان کو عذاب نے آپکڑا۔

فائدہ

قرآن مجید میں قوم ثمود کے عذاب کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے مثلاً (۱) صَلِيعَةً: جس کے لغوی معنی ہیں۔ بادل کی وہ شدید کڑک جس کے ساتھ بجل بھی گرے۔ لیکن اس کا اطلاق ہر مہلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو۔ (۱۳: ۴۱ - ۱۷: ۴۱)

(۲) صَيْحَةً: چیخ، کڑک، چنگھاڑ، چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی عذاب اور گھبراہٹ کے بھی مستعمل ہے (۱۱: ۹۴ - ۱۵: ۸۳ - ۸: ۳۱)

(۳) الرَّجْفَةُ: زلزلہ۔ مہو نچال۔ اضطراب شدید (۷: ۷۶ - ۸۷: ۲۸)

(۴) تَدْمِيْرٌ: ہلاک کرنا۔ تباہی ڈالنا۔ اکھاڑ مارنا۔ (۲۷: ۵۱)

(۵) الطَّاعِنِيَّةُ: حد سے تجاوز کرنا (قوت میں ہلاکت میں) (۶۹: ۵)

(۶) دَمْدَمَةٌ: تباہی ڈالنا۔ ہلاکت ڈال دینا۔ (۹۱: ۱۴)

(۷) الْعَذَابُ: (۲۶: ۱۵۸) ومعنی هذه العبارات کلہا راجع الی شئ

وَاحِدٌ: وَهُوَ أَنَّ اللَّهَ أَرْسَلَ عَلَيْهِمْ صِیْحَةً أَهْلَكَتْهُمْ وَالصِّیْحَةُ الصَّوْتُ الْمَرْجِعُ الْمَهْلِكُ۔

ان تمام عبارات کے معنی کا مرجع ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان در قوم ثمود پر صیحہ نازل فرمائی جس نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اور الصیحہ وہ آواز ہے جو مضطرب کر دے اور ہلاک کر ڈالے۔

== صِیْحَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ: صِیْحَةُ مضاف، الْعَذَابِ الْهُوْنِ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ صِیْحَةُ کڑک۔ بجلی کی کڑک۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۱): (۱۳) متذکرۃ المصدر۔ الْهُوْنِ (باب فتح) سے مصدر۔ ذلت، رسوائی، خواری۔ عذاب کو مصدر سے وصف مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔ گویا عذاب عین رسوائی اور ذلت تھا۔ ترجمہ آیت کا ہوگا:-

تو ایک سخت عذاب کی کڑک نے ان کو آکھڑا اور یہ عذاب سراپا ذلت و رسوائی تھا
== بَمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ: بَاءِ سببیہ۔ مَا موصولہ، كَانُوا يَكْسِبُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَسَبُ مصدر (باب ضرب) بہ سبب ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

== تَجَنَّبْنَا۔ اِی نَجینا من تلك الضعقة اور ہم نے اس کڑک سے یا اس کڑک والی آفت سے بچا لیا۔ نَجینا۔ تَجَنَّبَ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچا لیا۔

۱۸:۲۱ دَكَاؤُا يَتَّقُونَ۔ وَاَوْعَاطِفُہ۔ اور كَانُوا يَتَّقُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اور وہ ہم سے ڈرتے رہتے تھے۔

۱۹:۱۲ دَیُّوْمَ: وَاَوْعَاطِفُہ ہے اور اس کا عطف قُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صِیْحَةً آیت ۱۳: متذکرہ بالا۔ پر ہے: یَوْمَ منصوب بوجہ فعل مقدرہ کے مفعول ہونے کے ہے اِی اُذْکُرْ یَوْمَ: اور ان کو یاد دلائیے وہ دن کہ....

یا یہ یُخْشَرُ کا مفعول فیہ (ظرف زمان) ہے

== یُخْشَرُ... الی: مضارع مجہول واحد مذکر غائب: جرح کر کے لے جائے جائیں گے:

== فَهُمْ یُوزَعُونَ: فاء تفصیلیہ ہے (یعنی فاء ترتیبِ ذکر) جو مفصل کو مجمل پر

عطف کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کی مثال: وَنَادَىٰ نُوْحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ... الْآيَةُ (۱۱: ۴۵)۔ الا تقان جلد اول نوع چالیسویں الفاء

يُوزَعُونَ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب وَزَعَ مصدر باب فتح ان کو جمع کیا جائے گا۔ وَزَعَ کے اصل معنی ہیں روک لینا، روکنا۔ منع کرنا، وَزَعْتُهُ عَنْ كَذَا۔ کے معنی ہیں کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا: اور وَزَعَ الْجَيْشَ (غیر ترتیبی اور انتشار سے روک کر) فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَحَشَرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودَهُ مِنَ الْجِبِّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ: (۲۷: ۱۷) اور سیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور وہ قسم وار کئے گئے تھے: بعض نے يُوزَعُونَ کے یہ معنی کئے ہیں کہ لشکر کا اگلا حصہ پچھلے کی خاطر رکارہتا تھا،

آیت ہذا میں بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف (بجائے جانے کے لئے) جمع کئے جائیں گے پھر روکے جائیں گے (تاکہ باقی لوگ بھی آجائیں) اور ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔ ۲۰: ۴۱ = حَتَّىٰ۔ یہاں تک (انتہا یا غایت کے لئے ہے) = إِذَا مَا: میں ماضی واحد ہے تاکید کے لئے آیا ہے۔ جب: = جَاءُواَهَا۔ ہاضمہ واحد مؤنث غائب النَّارِ (دوزخ) کے لئے ہے: جَاءُواَهَا۔ ای حضور وھا: (یہاں تک کہ جب) وہ اس کے قریب (دوزخ کے قریب) جا پہنچیں گے۔

= شَهِدَ عَلَيْهِمْ: وہ ان کے خلاف شہادت دیں گے: ۲۱: ۴۱ = لِمَ۔ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے؟

= أَنْطَقْنَا: أَنْطَقَ ماضی واحد مذکر غائب: أَنْطَقَ (افعال) مصدر گویائی عطا کرنا۔ بولنے کی قابلیت عطا کرنا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم: اس نے ہم کو قوت گویائی عطا کی: نطق مادہ۔

= وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ہ یہ جملہ اعضاء کے

کلام کا جز، بھی ہو سکتا ہے اور جملہ مستانف (ابتدائیہ، نیا) بھی ہو سکتا ہے، اس کے بعد جو کلام آ رہا ہے اس میں بھی یہ دونوں احتمال جائز ہیں۔

۲۲:۴۱ = وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَرُونَ اَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا ابْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۚ

ما نافیہ ہے کنتم تسترون ماضی استمراری جمع مذکر حاضر (فعل لازم) استتار (افتعال) مصدر۔ ستر مازہ۔ چھپنا اور پردہ کرنا۔ تم چھپتے تھے تم پردہ کرتے تھے۔ یا کیا کرتے تھے۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ سَمْعُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارے کان (تمہاری قوت سماعت) جُلُودُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہاری جلدیں۔ جُلُودُ جمع ہے جلد کی کھال، جلد، چمڑا،

بیضادی میں ہے اسی کنتم تسترون عن الناس عن عند ارتکاب الفواحش مخافة الفضاحة وما ظننتم ان اعضاءکم تشهد علیکم بها فما استترتم عنہا۔ برائیوں کے ارتکاب کے وقت تم لوگوں سے اس واسطے چھپتے تھے کہ تمہیں اپنی بے عزتی اور بدنامی کا ڈر تھا اور تمہیں خیال تک نہ تھا کہ تمہارے اعضاء بھی تمہارے خلاف ان برائیوں کی گواہی دیں گے۔ پس تم اپنے (ان جوارخ) سے نہیں چھپتے تھے وئے تو تمہارا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اکثر اعمال کی خبر ہی نہیں ہے فلذلك اجترواکم علی ما فعلتم: یہی وجہ تھی کہ تم بڑی جرات اور بے باکی سے ارتکاب گناہ کیا کرتے تھے۔

۲۲:۴۱ = ذَلِكُمْ ۚ یہ۔ یہی۔ اسم اشارہ بعید۔ مبتدأ

ظَنُّكُمْ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ۔ ظَنُّكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ الذی ظننتم بریکم۔ ظن کی نعت۔ سارا جملہ ذلکم سے مبدل منہ ہے۔ اردنکم مبتدأ کی خبر۔

آرْدَى يُرْدَى اِرْدَاؤُ (افعال) مصدر بمعنی ہلاک کرنا۔ غارت کرنا۔ ردی مادہ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

ترجمہ۔ تمہارے اسی گمان نے جو تم اپنے رب کے بارے میں کیا کرتے تھے تمہیں غارت کر دیا۔

يُضِلُّونَهُمْ عَنِ الْهَدْيِ وَيُزَيِّنُونَ لَهُمُ الْكُفْرَ وَالْمَعَاصِيَ۔

== زَيَّنُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ انہوں نے مزین کر دیا۔ انہوں نے اچھا کر کے دکھایا۔

== مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ: جو ان کے سامنے تھا۔ یعنی من امور الدنیا دنیاوی کر تو تیں۔ اور وَمَا خَلَقَهُمْ اور جو ان کے بعد تھا۔ یعنی امور الآخرة۔

صاحب منظری رقمطراز ہیں۔

ما بین اید یہم سے مراد ہیں دنیوی چیزیں اور خواہشات کا اتباع؛ اور مَا خَلَقَهُمْ سے مراد اسراخرت یعنی شیطانوں نے ان کو دنیا کا شیفتہ بنا دیا اور آخرت کے انکار اور دوسری زندگی کی تکذیب کی دعوت دی۔

== وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ، حَقٌّ عَلَى لازم ہونا۔ واجب ہونا۔

الْقَوْلُ۔ کلمۃ العذاب؛ کلمۃ عذاب اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو اُس نے شیطان کے بارے میں فرمایا تھا۔

قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ۚ لَا مُلْكَ لَّكُمْ جَهَنَّمَ مِثْنُ

مِثْنٍ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (۳۸: ۸۴-۸۵) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو اُن میں سے تیری پیروی کریں گے سب جہنم کو بھروں گا۔

مطلب یہ کہ ان پر کلمۃ عذاب مستحق ہو گیا۔ ثابت ہو گیا۔ یا واجب ہو گیا اور لازم

ہو گیا۔

== فِي أُمَمٍ۔ فِي بمعنى مع ہے یعنی ان قوموں کی طرح (جو ان سے قبل گزر چکی ہیں) یا منجملہ ان امتوں کے (جو ان سے پہلے گزر چکیں)

== قَدْ خَلَتْ: ماضی قریب واحد مؤنث غائب کا صیغہ خَلَتْ مصدر (باب نصر) وہ گزر گئی۔ یہاں یہ صیغہ أُمَمٍ جمع کے لئے آیا ہے یعنی وہ امتیں جو گزر چکیں ان سے پہلے۔

== مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ: أُمَمٍ کی تعریف ہے یعنی جنوں اور انسانوں کی امتیں۔

ترجمہ ہوگا: اور منجملہ جن و انس کی ان امتوں کے جو ان سے پہلے گزر چکیں ان پر بھی فیصلہ

عذاب چسپاں ہو کر رہا یا صادر ہو کر رہا۔

== اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ : بیشک وہ سب نقصان اٹھانے والے تھے:
اس میں ضمیر جمع مذکر غائب هُمْ کا مرجع حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ - اور اُمَمٌ
۲۶:۲۱ == اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا : سے مراد کفار مکہ اور مشرکین قریش ہیں۔

== اِلْعَوَا - فعل امر جمع مذکر حاضر: لَعُوْا باب نصر، سمع، فتح م سے مصدر۔ تم لغو
باتیں کرو، فضول بے معنی شور مچاؤ، بے ہودہ بکواس کرو:

لَعُوْا۔ بے ہودہ، بے معنی بات جو کسی شمار میں نہ ہو۔ اور جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے

== فِيْهِ - فی حرف جار ہے یہاں ظرفیت کے معنی دیتا ہے۔ ضمیر کا مرجع
قرآن ہے۔ یعنی جب قرآن پڑھا جاتے تو تم اس وقت فضول بکواس اور شور و غوغا
مچانا شروع کر دو۔ يٰۤاٰیُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا : یا فِیْهِ یعنی یہ ہے۔

== لَّغُلْبُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر غلبۃ مصدر (باب ضرب) تم غالب آجاؤ
تم چھا جاؤ۔

۲۷:۲۱ == فَلَنْذٰلِیْقَنْ : فاء بمعنی فَوَاللّٰہِ۔ لام تاکید کے لئے ہے:
نُذٰلِیْقَنْ جمع متکلم مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ اِذَا قَدْ رَا فَعَالٍ مصدر ہم ضرور
ضرور چکھائیں گے۔

== اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا - اس کی بجائے محض ضمیر هُمْ سے کام لیا جاسکتا تھا۔ اور اس
سے مراد وہ لوگ ہوئے جنہوں نے لغویات پیچھے چلانے کے لئے کہا اور جنہوں نے
ان کے کہنے پر عملاً بکواس کی اِی لَا عِیْنَ وَالْاُمَرِیْنَ بِاللَّغْوِ لٰکِنْ بَجَائِے ضَمِیْر کے
اسم ظاہر دو باتوں کی وجہ سے استعمال کیا۔

۱۔ ان لوگوں کے کفر کی اس سے تصدیق ہو گئی۔ اور

۲۔ حکم میں عموم آگیا۔ یہ حکم ان کافروں کے لئے بھی ہو گیا اور دوسرے کافروں کے لئے بھی
== عَذَابًا شَدِیْدًا : موصوف و صفت مل کر فَلَنْذٰلِیْقَنْ کا مفعول ثانی، اَلَّذِيْنَ
مفعول اول ہے:

== لَنَجْزِیَنَّهُمْ : لام تاکید کا ہے، نَجْزِیَنَ مضارع تاکید بانون ثقیلہ، صیغہ جمع
متکلم، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ضرور ضرور ان کو بدلہ دیں گے، یا سزا دیں گے
== اَسْوَا الَّذِیْ كَانُوْا لِعَمَلُوْنَ : اَسْوَا (سَوُوْا) بُرّا ہونا م سے ا فعل

التفضیل کا صیغہ ہے سب سے بُرا، ہم ان کے سب سے بُرے عمل کی ان کو سزا دیں گے۔ یعنی کفر کی، یا ہم اُن کو ان کے بُرے اعمال کی سزا دیں گے۔ اَسْوَأَ بمعنی ایسے اعمال جو فی نفسہ بُرے ہوں۔

۲۸:۴۱ = ذَلِكْ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ۔

ذَلِكْ اشارہ ہے اس عذاب و سزا کی طرف جو آیہ سابقہ میں مذکور ہوئی ہے۔ مبتدأ جَزَاءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ۔ جَزَاءُ مضاف اِِلَى اللّٰهِ۔ جَزَاءُ مضاف الیہ مل مضاف الیہ، خبر النَّارُ۔ جَزَاءُ کا عطف بیان ہے یا مبدل منہ۔

یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی یعنی آگ (دورخ)

۲۸:۴۱ = جَزَاءُ مِمَّا كَانُوا يَافِيَاتِنَا يَجْجِدُونَ : جَزَاءُ بوجہ مفعول مطلق فعل مقدر کے منصوب ہے اسی يُجْزَوْنَ جَزَاءً۔ مِمَّا میں بار سبب ہے مَّا موصول كَانُوا يَجْجِدُونَ : ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ان کو سزا دی گئی بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیات (قرآن) کا انکار کیا کرتے تھے۔

۲۹:۴۱ = اَرْنَا الَّذِيْنَ اَضَلْنَا اِرْفَلًا مَّرْجَاً اَرَادَتْ (افعال) مصدر ناضیہ جمع متکلم تو ہیں دکھا۔ الَّذِيْنَ الَّذِي کا تثنیہ اسم موصول بحالت نصب۔ (وہ دو مرد) جنہوں نے (نئے) اَضَلْنَا۔ اَضَلَّ (افعال) سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے۔ نَا ضَمِيرُ جمع متکلم (جن) نے ہمیں بہکایا یا گمراہ کیا۔ الَّذِيْنَ اَضَلْنَا : وہ دو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا یعنی جنات اور انسانوں ہر دو میں سے وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

(تثنیہ کا صیغہ دو اشخاص کے لئے بھی آسکتا ہے اور دو گرد ہوں کے لئے بھی، یعنی یہ بہکائی والے شیطان سیرت خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے) (ان کو ہمارے سامنے لے) نَجْعَلُهُمَا : مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ جواب امر : هُمَا ضَمِيرُ مفعول تثنیہ مذکر غائب ہم ان دونوں کو کریں (اپنے قدموں کے نیچے) یعنی ان کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں۔

۲۹:۴۱ = اَسْفَلِیْنِ : اَسْفَلُ کی جمع۔ اَسْفَلُ فعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی سب سے نیچا۔ اَعْلٰی کی ضد ہے۔ فرو ترین، کہترین، ذلیل ترین، اَلْاَسْفَلُ بمعنی پست ہونا۔ حق ہونا۔

۲۱: ۳۰ = ثُمَّ اسْتَقَامُوا۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے (التراخی الزمائی) کہ اقرار باللسان کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ استقامت میں بھی برقرار ہے، اور التراخی الرتبی کے لئے بھی ہو سکتا ہے کہ استقامت بہ نسبت اقرار باللسان کے زیادہ بلند اور مشکل امر ہے۔ یعنی زبانی اقرار کے بعد مسلسل اپنے قول اور فعل اور فرائض کی ادائیگی سے اس اقرار کو مستقل اور ثابت رکھے۔

اسْتَقَامُوا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب: اسْتَقَامَتْ (استفعال) مصدر وہ ثابت قدم ہے۔ وہ قائم ہے ای ثبوتاً علی الاقرار ولم يرجعوا الى الشریک یعنی اپنے اقرار پر ثابت قدم ہے اور شرک کی طرف دوبارہ نہ مڑے۔ حدیث شریف میں ہے قل ربی اللہ تعالیٰ ثم استقم: کہو اللہ تعالیٰ میرا پروردگار اور پھر اس پر قائم رہو۔

تَنْزِيلٌ عَلَيْهِمْ۔ تَنْزِيلٌ مضارع واحد مؤنث غائب وہ فرشتوں کی جماعت (اترقی ہے۔ نازل ہوتی ہے۔ تَنْزِيلٌ (تَفْعَلٌ) مصدر ہے جس کے معنی اتارنے کے ہیں، = اَلَّا۔ مکتب ہے اَنّ اور لا سے یہاں اَنّ مضارع ہے کیونکہ تَنْزِيلٌ کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے۔

(۲۲) یہاں اَنّ مصدر یہ ہے یعنی امر آخرت جو تمہارے سامنے آ رہا ہے اس کا اندیشہ نہ کرو،

لَا ہر دو صورت میں نافیہ ہے۔ لَا تَخَافُوا۔ تم مت ڈرو،

= وَلَا تَحْزَنُوا اور تم غم مت کرو، فعل نہی جمع مذکر حاضر،

= اَبَشِرُوا فعل امر جمع مذکر حاضر اِبْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔ تم کو خوشخبری ہو،

= تَوَعَّدُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ وَعَدٌ مصدر۔ کُنْتُمْ سے اس کے معنی ماضی استمراری کے ہو گئے۔ یعنی (جس جنت کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

آیہ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الَّذِیْنَ اِسْمِ اِنَّ اور تَنْزِيلٌ خبر اِنَّ،

۲۱: ۳۱ = فِيْهَا، ای فی الجنة۔ جنت میں۔

= مَا تَشْتَهٰی۔ مَا موصول ہے تَشْتَهٰی مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِشْتَهٰی

(افتعال) مصدر یہاں واحد مؤنث کا صیغہ اَنْفُسُکُمْ (تمہاری جانیں، تمہارے دل۔ تمہارے جی) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی جسے تمہارے جی پسند کریں گے: یا، چاہیں گے؛

== مَا تَدَّعَوْتَ : مَا مَوْصُولٌ : تَدَّعَوْتَ جَمْعُ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ مُضَارِعٍ مَعْرُوفٍ :
لَا دَعَاءُ (اِفْعَالٌ) مُصَدَّرٌ - جِسْمُ كَيْ مَعْنَى دَعَاؤُكَ كَرْنِ يَآ آرْزُودِ كَرْنِ كَيْ هِيَ : يَعْنِي تَهَابُ
لَمْ وَهَآ هِرُوهَ چِرْ هُوْگِ جُوْتَمَ مَآگُوْگِ يَآ جِسْمُ كَيْ تَمَّ آرْزُودِ كَرْدِگِ :

۳۲:۴۱ = نَزْلًا - اِسْمٌ : مَهْمَانِی كَا كَهَانَا : طَعَامُ ضِيَافَتِ - الْمَنْزُولُ كَيْ اَصْلُ مَعْنَى هِيَ بِنْدِ
جِگْ سَیْچَ اَتَرْنَا - چِنَاچَ مَحَادِرَ هَیْ نَزَلَ عَنَّا دَا بَتَّهَ وَهَ سَوَارِیْ سَیْ اَتَرِپَرَا - اَنْزَلَ
بَابِ اِفْعَالٍ كَسِی كُو بَطُورِ مَهْمَانِ اَتَرْنَا - یَا بَطُورِ مَهْمَانِ طَهْرَانَا - مَهْمَانِی كَرْنَا : مَنْزِلُ اَتَرْنِی كِی جِگْ
مَهْمَانِ خَانَه :

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے : فَانْزِلْ قُرْآنَ حَمِیمٍ (۹۳:۵۶) (تو اس کے لئے) کھولتے پانی
کی ضیافت ہے //

کتاب کا مہمانب اللہ نازل کیا جانا ، وحی کا نازل ہونا ، عذاب یا مصیبت کا نازل ہونا
سب اسی مادہ (نزل) سے ہیں

نَزْلًا حال ہے مَا تَدَّعَوْتَ سے بدیں وجہ منسوب ہے :

۳۳:۴۱ = وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا : مَنْ سَوَالِیْہِہُ : أَحْسَنُ اِفْعَالُ التَّفْضِیْلِ کَاصِیذَہُ
قَوْلًا تَمِیزَہُ أَحْسَنُ سے : قَوْلُ كَی لِحَآظِ كَی کُونِ بَہْتَرِہُہُ - اِسْ شَخْصُ كَی قَوْلُہُ كَی کَسْ کَا قَوْلُ
بَہْتَرِہُہُ سَکْتَہُہُ یَا ہُوْگَا -

یہ جملہ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بہتر قول والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

= مِمَّنْ ، مرکب ہے مِنْ (حروف جر) اور مَنْ (اسم موصول) سے ، یعنی اِسْ شَخْصُ سے دَعَا
اِلَی اللّٰہِ اِنِّجْ صِلَہُ : جِسْمُ نَیْ لُوْگوں کُو اللّٰہِ کِی طَرَفِ بَلَا یَا : لِعَبْسِ كَی نَزْدِیْکِ اِسْ دَعْوَتِ اِلَی اللّٰہِ
سَیْ مَادِ اِذَانِ ہُہُ : مَیْجَرِ مَنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ سَیْ مَتَعَلِّقِ مَتَعَدِّ اَقْوَالِ ہِیْ :

(۱) محمد بن سیرین اور سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے
(۲) حسن کے نزدیک ہر وہ مؤمن مراد ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی۔

(۳) اور حضرت ابو امامہ نے فرمایا کہ اس سے مراد مؤذن (اذان دینے والا) ہے۔

۳۴:۴۱ = لَا تَسْتَوِیْ مُضَارِعٌ مُنْفِیْ وَاحِدٌ مَوْنَتْ غَائِبٌ - بَرَابَرِہِیْ ہُوْگِ : بَرَابَرِہِیْ ہُہُ
اِسْتِوَاءٌ اِفْعَالٌ ، مُصَدَّرٌ -

= وَلَا السَّیِّئَةُ میں لَا نَفِیْ تَاکِیْدِ كَی لَیْ آ یَا ہُہُ - یَا لَامِ زَائِدَہُ ہُہُ مَعْضُ نَفِیْ کِی تَاکِیْدِ كَی لَیْ
آ یَا ہُہُ مَثَلًا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ وَلَا الظُّلُمٰتُ

وَلَا النُّورُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ (۳۵: ۱۹-۲۱) اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا،
اور ناندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ،

== اِذْ فَعَّ. فعل امر واحد مذكر حاضر، تو دفاع کر، تو تدارک کر، تو دور کر۔

== اَحْسَنُ یہاں اَحْسَنُ (صیغہ اسم تفضیل) سے حُسْنِ اضافی یعنی بدی سے زیادہ اچھا ہونا
مراد نہیں کیونکہ بدی بہر حال بدی ہے اس میں اچھائی ہوتی ہی نہیں نہ کم نہ زیادہ۔ بلکہ اَحْسَنُ سے
فی نفسہ زیادہ خوبی والی خصلت مراد ہے۔

سلامہ پانی پی اس آیت کی یوں تشریح فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا،

حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی غصہ کرے تو اس کے مقابلہ میں صبر کیا جائے اور کوئی جہالت
کرے تو تحمل کیا جائے۔ اور کوئی بد سلوکی کرے تو معاف کیا جائے، بعض علماء نے آیت کا یہ مطلب
بیان کیا ہے کہ بدیاں سب ایک درجہ کی نہیں ہوتیں اسی طرح نیکیوں کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں
اب اگر کوئی دشمن کوئی بدی کرے تو اس کے مقابلہ میں بہترین اعلیٰ درجہ کی نیکی سے کام لیا جائے
مثلاً اگر کسی نے تمہارے ساتھ بد سلوکی کی ہو تو دگدگندہ کرنا چاہئے (یہ ایک درجہ کی نیکی ہے) لیکن اگر
بدی کے عوض دشمن سے بہترین سلوک کیا جائے تو یہ اَحْسَنُ ہے،

== فَإِذَا الَّذِي... حَمِيمٌ: یہ نتیجہ ہے اس دفاع کا جس کا اوپر حکم ہوا ہے یعنی اگر تم بدی
کا تدارک نیکی سے کرو گے تو تمہارا دشمن تمہارا دوست بن جائے گا۔

فاء ترتیب کے لئے ہے اِذَا مفاعلاتیہ ہے۔ فَإِذَا۔ تو لو۔ پس جو نہی تم بدی کا بدلہ نیکی سے
دو گے تمہارا دشمن تمہارے گہرے دوست کی طرح بن جائے گا۔ الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ
وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی۔

اس سائے حبسہ کی بجائے عَدُوٌّ (تمہارا دشمن) بھی استعمال ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ زیادہ
بلغ ہے لہذا باوجود عدول کے اختصار کے اسے اختیار کیا گیا۔

== كَاتِلٌ۔ کَاتٌ حرف مشبہ بالفعل ہے ۛ ضمیر واحد مذكر غائب۔ گویا وہ۔

== وَلِيٌّ حَمِيمٌ: گہرا دوست، حبیری دوست؛

۳۵: ۴۱ = مَا يُلْقِيهَا۔ مضارع منفی مجہول واحد مذكر غائب۔ تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر

وہ نہیں عطا کی جائے گی۔ لَقِيَ يُلْقِي تَلْقِيَةٌ..... فَلَا تَنْ شَيْءٌ کوئی چیز کسی کی طرف پھینکنا
دینا۔ عطا کرنا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَإِنْ تَكَ لَتْكَ الْفُرَاتَانِ (۶: ۲۷) اور تم کو

کی پرستش کیا کرتے تھے ان کے خیال میں ان ستاروں کی پرستش خدا کی پرستش ہے ان کو ان واسطوں کی پرستش سے روکا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کی پرستش کریں۔ جس نے ان تمام اشیا کو پیدا کیا ہے؛

۴۱: ۲۸ = قَاتِ اسْتَكْبَرُوا: اِنْ شَرْطِيَهٗ، استكبروا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ استكبراً (استفعال) مصدر بمعنى گھمنڈ کرنا۔ غرور کرنا؛ اگر پھر بھی وہ اپنے غرور پر اڑ رہیں۔ اس کے بعد جزاء شرط محذوف ہے ای فلا یخل ذلك لعظمة ربك (ان کے اس فعل سے) تیرے رب کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (جزاء کے قائم مقام جزاء کی علت کو ذکر کیا گیا) = فَالَّذِينَ میں فار تعلیل کی ہے یعنی ان کے استکبار سے خدا کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اُس کی عظمت کے لئے تو کسی مخلوق کی عبادت کی بھی ضرورت نہیں لیکن اگر بالفرض عبادت گزاروں ہی کا ذکر ہے تو وہ ملائکہ مقربین جو اپنے مرتبہ و منزلت میں ان مستکبرین سے بدتر ہیں اعلیٰ درجہ ہیں اور ان گنت تعداد میں ہیں اس کی حدود و ثغیر میں رات دن مشغول ہیں اور نہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

= الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر

= عِنْدَ رَبِّكَ ای فی حضرة قدسہ عزوجل: جو رب العزت کی بارگاہ میں رہتے ہیں = وَهُمْ لَا يَسْتَمُونُ: جملہ حالیہ ہے اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کبھی (اس کی تسبیح سے) تھکتے نہیں ہیں۔

لَا يَسْتَمُونَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب، سَامَهُ وَسَاءَمَ (باب سمع) مصدر سے عدم مادہ۔ السَّامَةُ کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک پہنچنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہو جانا کے ہیں۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ کرنے) اور انفعلاً (کسی چیز سے زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے۔

اول الذکر کی مثال آیت ہذا ہے؛

ثانی الذکر کی مثال قول شاعر ہے

سَلِمْتُ تَكَالِيفَ الْحَيَاةِ وَمَنْ لَّعِشِ

تَمَّانِيَتْ حَوْلًا لَا أَبَالِكَ يَسَامُ

میں زندگی کی ناخوشگوار یوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اتنی سال کی عمر کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے؛

۳۹:۴۱ = وَمِنْ آيَاتِهِ . مِنْ تَبْيِضِهِ هِيَ :
 = خَاشِعَةً اسم فاعل واحد مَوْنَتْ خُشُوْعٌ مصدر (باب نصر) عاجزی کرنا۔
 نگاہ یا آواز کا پست ہونا۔ (زمین کا) خشک ہونا۔ بے آب و گیاہ ہونا۔ زمین کا بارش نہ ہونے
 سے خشک ہو جانا۔ زمین کا بغیر پانی کے خشک اور دبا ہوا ہونا۔
 = اَلْمَاءُ ۔ اِی الْمَطَرِ ۔ بارش۔

= اِهْتَزَّتْ : ماضی واحد مَوْنَتْ غَابَّ اِهْتَزَّازٌ (افتعال) اس نے تروتازہ ہو کر
 حرکت کی۔ اَلْهَزُّ کے معنی کسی چیز کو زور سے ہلانے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَهَزَّيْ
 اِلَيْكَ بِجَذْعِ النَّخْلَةِ (۲۵:۱۹) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔
 اور باب افتعال سے خوش و شاداب ہو کر ہلنا۔

= رَبَّتْ : ماضی واحد مَوْنَتْ غَابَّ رَكَبْتُ مصدر (باب نصر) جس کے معنی بڑھنے
 پھولنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ وہ بڑھی۔ وہ پھولی۔ وہ اُبھری۔
 اِهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وہ جھومنے لگتی ہے اور کھل اٹھتی ہے :

= اَحْيَاَهَا : اَحْيَا ماضی واحد مذکر غَابَّ اِحْيَاءُ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا
 اس نے زندہ کر دیا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مَوْنَتْ غَابَّ (الارض کی طرف راجع ہے)
 الَّذِي اَحْيَاَهَا : وہ (قادر مطلق) جس نے بے آب و گیاہ اور نجس زمین کو زندہ کر دیا
 زندگی بخشی اور سرسبز و شاداب کر دیا۔

= لَمْحَى الْمَوْتِ : لام تاکید کا ہے مَحْيٍ اِحْيَاءُ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا
 صیغہ واحد مذکر ہے : مضاف : الْمَوْتِ مَيِّتٌ کی جمع (مُرَدَّ) مضاف الیہ ۔ وہی مردوں
 کو زندہ کرنے والا ہے ۔

= قَدِيرٌ ۔ قُدْرَتُهُ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے : قَدِيرٌ اس کو کہتے ہیں جو اپنی حکمت
 کے مطابق جو چاہے کرے : اسی لئے اللہ کے سوا قدیر کسی مخلوق کو نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام
 ۴۰:۴۱ = يُلْحِدُونَ : اِلْحَادٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غَابَّ وَهُ
 کج روی کرتے ہیں۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے
 (اور اس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے) پھر اس کا استعمال کسی کی طرف جھکنے، غلط نسبت کرنے
 یا غلط بات کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ غلط بات حقیقت سے پھر کر بات ہوتی ہے :
 یا بقول علامہ ابن منظور :- اَلْمُلْحِدُ الْعَادِلُ عَنِ الْحَقِّ : الحاد کرنے والا وہ شخص ہے

جو حق سے روگردانی کرے اَوْ اَلَمْ دُخِلْ فِيهِ مَا لَيْسَ فِيهِ: یا اس میں ایسی چیز کو داخل کرے جو اس میں نہیں ہے مثلاً باری تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف ماننا جو کہ اس کی شان الوہیت کے سافی ہوں یا صفات الہی کی ایسی تاویل کرنا جو اس کی شان کے زیبا نہ ہوں مثلاً وَذُرُّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيْ اَسْمَائِهِ (۱۸۰: ۷) اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :-

يُلْحِدُونَ کا لفظ عام ہے، تکذیب کرنے والے لغویات بکنے والے اور قرأتِ قرآن کے وقت سیٹیاں بجانے والے اور تفسیر سلف کے خلاف قرآن کے معانی میں تحریف کرنے والے اور باطل تاویلات کرنے والے سب ہی يلحدون کی ذیل میں آتے ہیں،
 = لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا: مضارع منفی جمع متکلم خفاء مصدر (باب سمع) پوشیدہ نہیں رہیں گے۔ عَلَيْنَا: علی حرف جر۔ نا ضمیر جمع متکلم مجبور، ہم سے، ہم پر۔

= اَفَمَنْ: استفہام انکاری ہے:

= اَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَنْ يَّاتِيْ اٰمِنًا: يُلْقٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءُ رافعال، مصدر سے وہ ڈالا جائے گا۔
 رُوحُ البیان میں ہے :-

حُذِفَ مِنَ الْاَوَّلِ مُقَابِلَ الثَّانِي وَمِنَ الثَّانِي مُقَابِلَ الْاَوَّلِ وَالتَّقْدِيرُ
 اَفَمَنْ يَّاتِيْ خَائِفًا وَيُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَنْ يَّاتِيْ اٰمِنًا وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ
 اَوَّلُ فِي ثِنْتَانِي كَامِقَابِلِ اَوَّلِ الثَّانِي فِي اَوَّلِ كَامِقَابِلِ مَحْذُوفٍ هُوَ تَقْدِيرُ كَلَامٍ هُوَ اَفَمَنْ ...
 ... الْجَنَّةَ۔ کیا وہ شخص جو (قیامت کے دن) خوف کی حالت میں آئے گا اور دوزخ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ شخص جو بے خوف و خطر آئے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔
 ۴۱: ۴۱ = اَلَّذِكْرُ: ای القرآن۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالَّذِيْ كُرِّمَآ جَاءَهُمْ۔

اِنَّ اَنْ حرف مشبہ بالفعل الذین۔ اسم اِنَّ۔ كَفَرُوْا... جَاءَ هُمْ متعلق اسم: خبر اِنَّ محذوف ہے (ای معاندوں او ہالکوں) بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن حکیم کو ماننے سے انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا محض عناد کرنے والے یا ہلاک ہونے والے ہیں

۲۔ یا یہ جملہ۔ جملہ سابقہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُونَ فِيْ اٰيٰتِنَا کا بدل ہے:

کہا جاتا۔

== اِلَّا مَا قَدْ قِيلَ - اِلَّا حَسْرَتِ اسْتِثْنَاءِ مَا مَوْصُولٍ قَدْ قِيلَ مَا ضَمِي مَجْهُولٌ قَرِيبٌ :
مگر وہی باتیں جو کبھی جا چکی ہیں۔

مَا يُقَالُ لَكَ مِنْ قَبْلِكَ : آپ کے متعلق کچھ نہیں کہا جاتا ما سوائے اُن باتوں کے (جو ایذا رسائی اور تکذیب کے لئے منکرین حق کہتے رہتے ہیں) جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہی جاتی رہی ہیں۔

یعنی جس طرح پیغمبرانِ سلف کی تکذیب کی گئی اور ان کو اذیت پہنچائی گئی وہی سب آپ کو بھی پیش آرہا ہے تو جس طرح انہوں نے انہوں نے صبر کیا تھا آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔
یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے :-

اللہ کی طرف سے آپ کو بھی وہی کہا جا رہا ہے جو آپ سے قبل پیغمبروں کو کہا گیا تھا اور مقولہ (وہ بات جو کبھی گئی تھی) یہ ہے جو آگے آرہی ہے یعنی اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ بے شک تیرا رب بڑا مغفرت والا ہے (اپنے صبر کرنے والے پیغمبروں پر) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (ان کے دشمنوں اور مکذبین کو)

عِقَاب : مار - عذاب ، سزا - عقوبت ، سزا دینا - عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عِقَاب کے اصل معنی پیچھے ہولینے کے ہیں اسی لئے عِقَاب اس سزا کو کہیں گے جو ارتکابِ جرم کے بعد اس کا مستحق ہو جانے پر مرتکب کو دی جاتی ہے۔

عذاب اور عِقَاب میں فرق یہ ہے کہ عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے اور عِقَاب صرف جرم ثابت ہونے کے بعد مستحق کو دیا جاتا ہے۔

== اَلِيْمٌ : المناک : دردناک ، دکھ دینے والا - ہر وزن فعیل بمعنی فاعل ہے :

ذُوْ مَغْفِرَةٍ مضاف الیہ : ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٌ ذُوْ مضاف عِقَاب الیہ موصوف
صفت مل کر مضاف الیہ : بڑا مغفرت والا - اور دردناک سزا دینے والا۔

۴۱ : ۴۲ = وَ لَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا اَعْجَبِيَّا مَبْدَئِیَّةً لَوْ حَسْرَتِ شَرْطُ الضَّمِيرِ وَاحِدٍ
مذکر غائب، الذکر (آیتہ ۴۱ : ۴۲) متذکرۃ الصدق کی طرف راجع ہے یہ جملہ جواب ہے منکرین کے سوالِ مقدمہ کا۔ اِی ہذا انزل القرآن بلغۃ العجم یہ قرآن اتوریت اور انجیل کی طرح (عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ جواب میں ارشاد ہوتا ہے !!

وَ لَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا اَعْجَبِيَّا اَکْرَهَمُ اس کو عجمی (زبان) کا قرآن بناتے لَقَالُوْا

.....الآیۃ

لَقَالُوا لَوْلَا فَصَّلَتْ آيَاتُهُ عَآءُجَمِيٍّ وَعَرَبِيٍّ لَامِ جَوَابِ شَرْطِهِ: فُصِّلَتْ

ماضی کا سیفہ واحد مؤنث غائب آیتہ معنات الیہ (۱) کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مزج قرآن ہے) تو وہ لوگ یوں کہتے کہ اس کی آیات ساف عربی زبان میں (کیوں نہیں بیان کی گئیں۔

عَآءُ عَجَمِيٍّ وَعَرَبِيٍّ۔ اسی قرآن اعجمی و رسول عربیؐ (عجیب اچھے کی بات ہے کہ) قرآن عجمی زبان میں اور بنی عربی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ۔

یہ منکرین اعتراض برائے اعتراض کر رہے ہیں اگر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تو یہ معترض ہیں کہ توریت اور انجیل کی طرح عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ اور اگر یہ عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو پھر یہ اعتراض کرتے کہ بھلا عجمی زبان ہم کیا جانیں ہماری اپنی زبان اتنی فصیح ہے اس زبان میں کیوں نہ اتارا گیا۔ پھر بنی عربی ہے اور عربی زبان کا جاننے والا اور یہ کلام غیر زبان میں نازل کیا گیا ہے عجیب بات ہے، ”خوئے بد را بہ سانہ بسیار۔

== هُوَ۔ اسی القرآن :

== شِفَاءُ اس میں تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی شفا ہے۔ سینہ کی جہالت اور قلب و نظر کے امراض خبیثہ کے لئے۔ نیز جسمانی دکھ درد کے لئے بھی قرآن باعث شفا ہے۔

== وَقَرُّ بوجہ کانوں کا بھاری پن۔ الوقار کے معنی سنجیدگی اور حلم کے ہیں۔ باوقار آدمی کو وقار کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا لَكُمْ لَذَّ تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا (۱۳: ۱۷) تم کو کیا ہوا کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہو۔

== عَمِيٍّ عَمِيٍّ لغمی کا مصدر ہے (باب سیم) نابینا ہونا۔ اندھا ہونا۔ کور دل ہونا عَمِيٍّ کا استعمال دونوں آنکھوں کی بینائی جاتے ہوئے کے لئے ہوتا ہے نیز بطور استعارہ کور دل ہونے کے لئے بھی آتا ہے عَمِيٍّ اندھے جمع۔ اَعْمٰی واحد اندھا۔

== اُولَئِكَ يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ: اُولَئِكَ اسم اشارہ بعید۔ يُنَادُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ مُنَادَاؤُ (مفاعلة) مصدر ان کو پکارا جائے گا۔

یہ جملہ بطور تشبیہ کہا گیا ہے جیسے بہت دور سے کسی کو آواز دی جائے تو وہ نہ کچھ سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے یہی حالت کافروں کی تھی کہ قرآن کی آواز ان کو سنائی نہیں دیتی تھی گویا ان کو بہت دور سے پکارا جا رہا تھا۔ اس لئے سنتے نہ تھے۔ کمال مماثلت کی وجہ سے حرف تشبیہ گرا دیا گیا ہے

۴۵:۲۱ = کَلِمَةً اس سے مراد وہ حکم ازلی ہے جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا کہ وہ قیامت کے روز چکایا جائے گا؛

= سَبَقْتُ ماضی واحد مؤنث غائب، پہلے سے طے ہو چکی۔
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقْتُ مِنْ رَبِّكَ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی طے نہ ہو چکا ہوتا (کہ پورا عذاب آخرت میں ملیگا روز قیامت تک کامل عذاب نہیں آئیگا یا مقررہ مدت سے پہلے عذاب نہیں آئے گا)

= لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ لام جواب شرط کا ہے قَضَىٰ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب تو ان کا فیصلہ (دنیا میں ہی) ہو چکا ہوتا۔ بَيْنَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے

= اِنَّهُمْ اِی کفارِ قَوْمِکَ

= مِنْهُ اِی من القرآن۔

= سَلَّیْتُ مُرَبِّیْ؛ موصوف و صفت مُرَبِّیْ اسم فاعل واحد مذکر اِیْرَ اَبَّة (افعال) مصدر رَبَّیْتُ مادہ۔ بے چین بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا۔ اِی موجب للقلق والاضطراب، بے چین اور مضطرب کر دینے والا۔ یعنی یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔

۴۶:۲۱ = عَمِلَ صَالِحًا۔ اِی عمل عملاً صَالِحًا، نیک عمل کیا۔

= فَلِنَفْسِهِ۔ اِی فلنفسه نفعه لا لغيره اس کا اجر بھی اسی کے لئے ہے غیر کے لئے نہیں ہے۔

= اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے بُرا کیا۔ اس نے بُرائی کی؛ اِسَاءَةُ مصدر (افعال) سے جس کے معنی کسی بُرے کام کو انجام دینے کے ہیں۔

= عَلَیْهَا۔ اِسی پر۔ یعنی اس کی بُرائی کی سزا بھی اُسی پر ہے۔ غیر پر نہیں ہے؛

= مَا۔ نافیہ ہے؛

= ظَلَمَ ظَلَمَ کرنے والا۔ ظَلَمَ سے مبالغہ کا معنی ہے یہ لفظ حق تعالیٰ شانہ کی نسبت سے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے؛

۱۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنْتَ اللّٰهُ لَیْسَ بِظَلَمٍ لِلْعَبِیْدِ (۵۱:۸)

۲۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَیْدِیْكُمْ وَ اَنْتَ اللّٰهُ لَیْسَ بِظَلَمٍ لِلْعَبِیْدِ (۱۰:۲۲)

۳۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّ مَتَّ يَدَاكَ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ (۱۰:۲۲)
 ۴۔ مَنۢ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنۢ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلّٰمٍ
 لِّلْعَبِيدِ (۲۶:۴۱)

۵۔ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ (۲۹:۵۰)

۱۔ ان آیات مبارکہ مذکورہ بالا تین حدیث اور تفسیر کی ذات مانی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں
 مبالغہ کا سیوا استعمال ہوا ہے اور ظلم کا لفظ لایا گیا ہے ظلم میں مبالغہ کمیت، مقدار
 کے اعتبار سے ہے کیفیت اس کے تھوڑے بہت ہونے کی صورت کے لحاظ سے نہیں ہے
 اول الذکر کی نفی کی صورت میں مطلب ہوگا کہ وہ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا؛ ثانی الذکر کی
 صورت میں مطلب ہوگا کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا تھوڑا کرتا ہے؛ جیسا کہ آپ کہیں زید لیس
 بقتال للرجل لا ینفی هذا الا مبالغۃ فی قتلہم فلا ینافی انہ ربما قتل بعض
 الرجال؛ نیز آیات کا قتال بہت قتل کرنے والا نہیں ہے اس سے صرف اس کے
 قتل کے فعل میں مبالغہ کی نفی ہے۔ اس امر کی نفی نہیں کہ بسا اوقات اس نے آدمیوں کو قتل کیا
 جیسا کہ اوپر مذکور ہے کہ یہاں نفی ظلم کمیت کے لحاظ سے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے لہذا
 مطلب یہ ہوا کہ تیرا پروردگار زید لیس پر ذرا بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔

۲۔ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ یہاں نفی نسبت کی نفی ہے یعنی ظلم کی اللہ کی طرف نسبت کی نفی؛
 یعنی وہ ظلم والا ہے ہی نہیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ یہاں نفی سے مراد نفی نسبت الظلم الی اللہ تعالیٰ (اللہ
 تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی نفی ہے اور فاعل صیغہ مبراد نسبت استعمال ہوتا ہے بڑے
 یا نسبت کے۔ مثلاً الخلاصۃ میں ہے:-

ومع فاعل وفعال فعل : فی نسب اغنی عن الیاء فقیل :

مطلب یہ ہے کہ یتینوں صیغہ (فاعل جیسے ظالم۔ فعال جیسے ظلم اور فعل ل
 جیسے فرح) یا نسبت سے مستغنی مبراد نسبت استعمال ہوتے ہیں۔ فعال کے استعمال
 کے متعلق امرئ القیس کا شعر ہے :-

ولیس بذی رمح فیطعننی بہ . ولیس بذی سیف ولیس بنبال

لیس بنبال یعنی ذی نبل ہے جیسا کہ بذی رمح اور لیس بذی سیف کے ظاہر ہے
 اسی بناء پر محققین نے کہا ہے کہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ سے مراد ہے کہ

وَمَا رَبُّكَ بِذِي ظُلْمٍ عَلَىٰ عِبَادِهِ ۚ اور تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

۳۔ نسبت کے اعتبار سے ظَلَامٌ کی مثال عَطَاؤُہ ہے جس طرح عطر کی نسبت عَطَاؤُہ بولتے ہیں۔ اسی طرح ظلم کی نسبت سے ظَلَامٌ (ذو ظلم) نہیں ہے۔
۴۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا مندرجہ ذیل آیات کو ملاحظہ رکھیں:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (۴۰: ۴) خدا ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔
یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا (۴۴: ۴۰) بے شک خدا لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا

(۳) وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا (۲۹: ۱۸) اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کریگا

وغیرہ وغیرہ

إِلَيْهِ يُرْجَعُ (٢٥)

حَمَّ السَّجْدَةِ
الشُّورَى ، التَّخْرُف ، الدِّخَان ، الْجَائِثِيَّة ،

إِلَيْهِ يُرْجَعُ عِلْمُ السَّاعَةِ

انہ = اِلَيْهِ۔ اسی اِلٰی اللہ: لا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے
 = یُرْجَعُ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب رُجِعَ (باب نصر) مصدر۔ لوٹایا
 جاتے گا: عِلْمُ السَّاعَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مالم یُسَمَّ قاعہ نخل یُرْجَعُ کا
 قیامت کا علم اسی کی طرف (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی) لوٹایا جائے گا۔ قیامت
 کے علم کا حوالہ اسی کی طرف دیا جا سکتا ہے، اِی لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ: یعنی اللہ عزوجل
 کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے: جیسے اور جبکہ فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ
 لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ (۱۸۴:۴) کہہ دو کہ اس کا علم (یعنی قیامت کے آنے کا
 علم) تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کرے گا سوائے
 اُس کے۔

= وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِنْ اَكْمَامِهَا۔ مَا نَافِیہ ہے مِنْ
 اَوَّلِ زَانِدَةٍ استغراق کے لئے اور مِنْ (ثانی) ابتدائیہ۔
 اَكْمَامِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَكْمَامٌ جمع ہے کِمٌّ کی۔ کِمٌّ اس غلاف
 کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے غلاف، گامبا، شکوفہ۔
 اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (۵۵:۱۱)
 اس میں میوے ہیں اور غلاف دار کھجور کے درخت ہیں۔

= وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی، مَا نَافِیہ ہے تَحْمِلُ مضارع واحد مؤنث
 غائب۔ حَمْلٌ وَحْمِلٌ (باب ضرب) مصدر، وہ اٹھاتی ہے، وہ حاملہ ہوتی ہے
 مِنْ زَانِدَةٍ ہے۔ اُنْثٰی: عورت، مادہ:

= وَلَا تَضَعُ۔ دَاوُ عَاطِفٌ لَا تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب: وہ نہیں جنتی
 وَضَعُ (باب فتح) مصدر سے: وَضَعُ کے معنی رکھ دینا۔ ڈال دینا۔ کے بھی آتے ہیں
 مثلاً اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ (۱۰۲:۴) کہ تم ڈال دو۔ یا تَارِكٌ رَّكْهُدُوْ
 = اِلَّا بِعِلْمِهِ: اِلَّا: حرف استثناء، ب۔ بائے ملا بہت یا مصاحبہت ہے

مگر کہ (یہ سب کچھ) اس کے علم کے ساتھ ہوتا ہے، یعنی اس کے علم میں ہوتا، ترجمہ آیت کا ہوگا۔

اور نہ تو پھیل گا بھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے:

== يَوْمَ يُنَادِيهِمْ : يَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے یا بوجہ مفعول فعل مَحْذُوفْ اَذْكُرْكَ۔ یا بوجہ مفعول فیہ۔ يُنَادِي مَضارع واحد مذکر غائب: مُنَادَاةٌ (مفاعلة) وہ پکارتے گا وہ ندا کرے گا: نَدَى مادہ هَمَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور جس روز وہ ان کو پکارتے گا: یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مشرکوں کو پکارتے گا۔
== اَيْنَ شُرَكَائِي: اَيْنَ کہاں۔ ظَرْف مکانی: شُرَكَائِي مضاف مضاف الیہ میرے شرکاء۔ یعنی جن کو تم نے دنیا میں اپنا معبود بنا رکھا تھا اور خدائی میں میرا شریک بنا رکھا تھا۔

== اَذْنًا: اَذْنًا ماضی جمع متکلم اِذْنًا (افعال) مصدر لک ضمیر واحد مذکر حاضر، ہم نے تجھ کو کہہ سنایا۔ ہم نے تجھ سے عرض کر دیا ہے: اَذْنًا۔ اِطْلَاعُ دینا کہہ سنانا۔ اِعْلَانُ کرنا۔ اسی سے ہے مُؤَذِّنُ اِطْلَاعُ دینے والا۔ پکارتے والا۔
== مَا مِنْ شَهِيدٍ: مَا نافیہ ہے: مِنْ مرکب ہے مِنْ اور نَا سے جار مجرور۔ شہید کے متعدد معنی ہو سکتے ہیں۔ گواہ، شاہد، نگران۔ احوال کہنے والا۔ اقرار کرنے والا۔

اور مفسرین کے اس لحاظ سے کئی اقوال ہیں:-

مثلاً (۱)، ہم میں سے کوئی شرک کی شہادت دینے والا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب عذاب اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

(تفسیر مظہری)

(۲) ہم میں سے کوئی بھی ان شریکوں کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ سب غائب ہو گئے ہیں کوئی سامنے نظر نہیں آتا۔ (مظہری و ضیاء القرآن)

(۳) ہم میں سے کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہے کہ کوئی تیرا شریک ہے (ماجدی)
== ۲۸: ۲۱ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ۔

ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب (یعنی جمع مستعمل ہے) ضَلَّالٌ (باب ضرب)

مصدر۔ کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔ مَا كَانُوا يَدْعُونَ
مَا مَوْصُول۔ كَانُوا يَدْعُونَ (جن کی وہ دنیا میں بطور معبود) پوجا کیا کرتے
تھے۔ اسی شُرکاء یہ فاعل ہوا فعل ضلّ کا اور عَنْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب
ان مشرکین کی طرف راجع ہے جن سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ وہ تمہارے معبودان
جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں؟۔

ترجمہ آیت :- اور جن کی یہ پہلے (دنیا میں) پوجا کیا کرتے تھے وہ سب غائب
ہوں گے۔ کوئی معبود دکھائی نہ دے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے! سرنا
== ظَنُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظنّ (باب نصر) گمان کرنا، خیال کرنا۔ یقین
یہاں مراد اَلْيَقْنُوا ہے۔ انہوں نے یقین کیا۔ وہ یقین کر لیں گے، ان کو یقین ہو جائیگا
گمان کے معنی میں قرآن مجید میں ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ
بِمُتَّقِنِينَ (۳۲: ۴۵) اور ہم اس کو محض گمان خیال کرتے ہیں اور ہم اس پر
یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

= مَحِيصٍ : حَاصٌّ يَحِيصُ (اجوف یا ئی) سے مصدر مہمی ہے اور اس
کے معنی ہیں سختی۔ چنانچہ اسی سے ہے حَاصٌّ عَنِ الْحَقِّ : وہ حق سے اعراض
کر کے سختی کی طرف لوٹ گیا۔

یہاں بطور ظرف مکان مجبور مستعمل ہے بمعنی پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ
وَظَنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ۔ اور ان کو یقین ہو جائے گا کہ اب بھاگ
جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

۴۹: ۴۱ = لَا يَسْلَمُ : مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ سَأَمَهُ سَاءٌ
(باب سمع) مصدر ہے۔ تھکنا۔ اکتا جانا۔ نہیں تھکتا۔ سَعَمٌ مادہ :

= دُعَاءُ الْخَيْرِ : خیر کی دعا۔ مال و رزق میں وسعت اور صحت و تندرستی اور
خیر و عافیت کی طلب

= اِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ : ان شرطیہ، مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب (باب نصر)
سے مَسَّ مصدر۔ چھونا۔ الشَّرُّ۔ سختی و غزب۔ اِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ شرط۔
فَيُؤَسِّ قَنُوطًا : جواب شرط : يَأْسُ (باب سمع) صفت مشبہ کا
صیغہ ہے مایوس۔ ناامید۔ باب استفعال سے بھی اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے

قرآن مجید میں ہے: حَتَّىٰ إِذَا اسْتَيْسَرَ الرُّسُلُ (۱۲: ۱۱۰) یہاں تک کہ جب پیغمبرِ ناسخ

آئے۔

= قَنُوطٌ مَّا مَلَاحِ نَامِيْد۔ مایوس۔ قَنُوطٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے قَانِطٌ
اسم فاعل واحد مذکر ای ذہو یُؤَسُّ قَنُوطٌ: تو وہ اللہ کی رحمت اور راحت سے مایوس
و ناسخ امید ہو جاتا ہے۔

۵۰۱۴۱ = لَنْ يَنْ لَام تَاكِدَ كَ لَنْ اِنْ شَرْطِيَّة

أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّثْلًا - أَذَقْنَا مَا ضَمِّيَّ جَمْعُ مَعْلَمٍ إِذَا قَعَبٌ بِأَبِ أَعْمَالٍ مَصْدَرُ سَعٍ - كُضْمِيرُ
مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ هَمْ اس کو چکھانے ہیں۔ ہم نے اس کو چکھایا: رَحْمَةً مَفْعُولٌ ثَانِي
أَذَقْنَا كَامِثًا مَعْلَمٌ رَحْمَةً اِدْر (جَب) هَمْ اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں:
= يَعْدُ ضَرَّادٌ مَسْنَفٌ إِلَيْهِ: الضَّرَّادُ تَكْلِيْفٌ، سَخِي، تَشْكَ، مَرَضٌ، مَسِيْبَةٌ
اسم ہے۔ بوجہ غیر معروف ہونے کے بجائے مَكْسُور کے مفتوح آیا ہے

= مَسْنَفُهُ، مَسْنَفٌ مَانِي كَا صِيغَةُ وَاحِدٍ مَوْثُ غَائِبٌ اس نے چھوڑا مَسْنَفٌ (باب نصر)
مَصْدَرُ كُضْمِيرُ مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ جَسے اس نے چھوڑا تھا۔ جو اس کو آں تھی۔

جَمْدُ لَنْ أَذَقْنَاهُ..... مَسْنَفُهُ شَرْطِيَّة اور اگلا جملہ جواب شَرْطِيَّة ہے۔

= لَيَقُولَنَّ لَام جَوَابُ شَرْطِيَّة كَ لَيْسَ۔ يَقُولَنَّ مَضَارِعٌ مَعْرُوفٌ بِأَنَّهُ تَاكِدُ
تَقْيِيْدٌ سِيغَةُ وَاحِدٍ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَوْضُوحٌ بِالضَّرُورِ اس کا قول یہ ہوتا ہے هَذَا إِلَيَّ - هَذَا
إِي هَذِهِ الرَّحْمَةُ يَرْحَمُ - يَتَشَكَّى كَسْ بَعْدَ فَرَاخِي، بِيْمَارِي كَ بَعْدَ يَرْحَمُ، غَسْرَتِ
كَ بَعْدَ يَلْسُوتِ، إِلَيَّ مِي لَام اسْتِخْفَاقٌ كَا بَ يَضْمِيرُ وَاحِدٌ مَتَكَلِّمٌ كَ لَنْ يَعْني يَرْحَمُ مِيرَاقُ
مَقَامٍ مِي اس کا بِي مَسْتَقِيقٌ تَقَا (کہ مجھے اس دکھ کے بعد یہ سکھ میسر ہو)

لَيَقُولَنَّ هَذَا إِلَيَّ جَمْلَةُ جَوَابِ شَرْطِيَّة كَا بَ

= وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً - مَا أَظُنُّ مَضَارِعٌ مَنفِي وَاحِدٌ مَتَكَلِّمٌ مِي گمان

نہیں رکھتا۔ میرا خیال نہیں ہے، السَّاعَةُ الْقِيَامَةُ مَفْعُولٌ قَائِمَةٌ كَهْرِي ہونے والی
قِيَامٌ (باب نصر) فَوَمَ مَادَ - خَبَرٌ - تَرْجِمَہ مِي خِيَالِ نَہیں کر تا کہ قِيَامَتِ بَرِہا ہوگی

= وَلَنْ رُجِعْتُ إِلَى رَبِّي حَبْدُ شَرْطِيَّة اِنَّا إِلَيَّ عِنْدَكَ لِلْحُسْنَى جَوَابُ شَرْطِيَّة
حُسْنَى۔ اچھی۔ عَمْدَہ۔ بَرْدُزَنُ فَعْلَى حُسْنٌ سَعِ اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ كَا صِيغَةُ وَاحِدٍ مَوْثُ

اَوْ وَعَلَى فَرَضِ صَحَّةٍ مَا قَالَتِ الرُّسُلُ مِنَ الْبَعْثِ اِنَّا إِلَيَّ عِنْدَ اللَّهِ الْجَنَّةِ

اور اگر قیامت کے متعلق رسولوں کی بات سچ بھی ہوگئی تو مجھے وہاں بھی اللہ کے ہاں حنت ہی ملے گی۔

مولانا عبد الماجد دریابادی رقمطراز ہیں۔

إِنِّي لِيُ عِنْدَ اللَّهِ لَلْحُسْنَىٰ إِنَّ خُودَ كَلِمَةٍ تَاكِيدَ كَا هِيَ مَهْرِي كِي تَقْدِيمِ نِي اس تَاكِيدَ كُو مَضَاعِفِ
کر دیا ہے مَہْر لَلْحُسْنَىٰ مِیْنِ لَ الْک تَاكِيدَ کَا هِيَ لَعْنِی تَرْجَمَہ ہوگا۔ تو میرے لئے اس کے پاس ضرور ہی بہتری ہی ہے۔

== فَلَنَنْبِئَنَّ فَأَعَاظُفَہُ لَنَنْبِئَنَّ مَضَارِعَ کَا صِنْفِ جَمْعِ مُتَّکَلِمَ بَا تَاكِيدَ لَامِ دَلُونِ
ثَقِید۔ تَنْبِئَةُ بَابِ تَفْعِيل۔ ہم ضرور ہی بتائیں گے۔ ہم ضرور ہی آگاہ کریں گے؛
== اَلَّذِیْنَ کَفَرُوا مَوْسُولٌ وَصَلٌ مَلْ کَرِ نَنْبِئَنَّ کَا مَفْعُول۔

== وَلَنَذِیْقَنَّهُمْ: وَأَوْعَاظُفَ: لَنَذِیْقَنَّهُ مَضَارِعَ مَعْرُوفِ بِلَامِ تَاكِيدَ دَلُونِ ثَقِیلَہ
صِنْفِ جَمْعِ مُتَّکَلِمَ اِذَاقَةُ (افعال) سے مصدر ہم ضرور ضرور چکھائیں گے۔ ہم ضرور ضرور مار
دیں گے: هُمْ ضَمِيرُ مَفْعُولِ جَمْعِ مَذْکَرِ غَائِبِ؛

== عَذَابٌ غَلِیْظٌ، مَوْصُوفٌ وَصْفٌ شَدِیدِ عَذَابِ: ذَهْوٌ کُو ثَاقٌ غَلِیْظٌ لَا یَمِکُنُ
قَطْعَہ۔ سَخَتْ بِنَدَہْنِ کِی طَرَحَ کہ اس کا ٹوٹنا ممکن ہی نہ ہوگا۔

چنانچہ خدا کے عذاب اور نبدھن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فَیَوْمَ مَنِّنٌ لَا یُعْذِیْبُ عَذَابَہٗ أَحَدٌ وَلَا یُؤْتِیْ وَثَاقَہٗ أَحَدٌ (۲۵: ۸۹)،
۲۶) تَوَاسَّوْنَ نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کا کوئی (کسی کو) عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا
جکڑنا جکڑے گا،

۵۱: ۴۱ == اَعْرَضَ: ماضی واحد مذکر غائب (افعال) مصدر اس نے منہ
پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اَلْعَرَضُ (کسی چیز کی چوڑائی) یہ الطول کا ضد ہے اصل میں
اس کا استعمال اجسام کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد غیر اجسام کے لئے بھی بولا جاتا ہے مثلاً
اسی آیت میں آگے آتا ہے فَذُوقُوا عَذَابَ عَرِیْضٍ: تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے،
اور عَرَضٌ خاص کر ایک جانب اور کنارہ کو کہتے ہیں جیسے عَرَضُ الشَّیْءِ اس کی
ایک جانب ظاہر ہوگئی۔ یہ لفظ متعدد المعانی ہے اور قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر مختلف
معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

۱۔۔۔ مَعْنٰی مِیْرَ کرنا۔ جیسے ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَةِ (۳۱: ۲) پھر اس نے ان کو

فرشتوں کے سامنے رکھا۔

۱۲۔ بمعنی آڑ جیسے وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ (۲۲۴:۲) اور خدا کے نام کو اپنی قسموں کے لئے آڑ مت بناؤ۔ اور

۱۳۔ بمعنی عرض طول کی ضد جیسے وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ (۱۳۲:۳) اور بہشت جس کا عرض ارض و سما کے برابر ہے وغیرہ :

== نَا۔ ماضی واحد مذکر غائب : نَأَى يَنْأَى نَأً (باب فتح) مادہ ن و ی مصدر دور ہونا۔ آیت نہا میں یہ متعدی بالبار ہے اس لئے ترجمہ ہوگا۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ اس نے پہلو پھیر لیا۔ اس نے روگردانی کی :

بعض قرأتوں میں نَاءَ بِجَانِبِهِ آیا ہے اس صورت میں اس کا مادہ ن و ے ہوگا اور نَاءَ يَنْوُءُ (باب نصر) سے مصدر : نَوَّءُ وَتَنَوَّاءُ ہوگا۔ جس کے معنی مشقت و تکلیف سے اٹھنا کے ہیں۔ اور بَاء کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی بوجھ کو مشکل سے اٹھانا۔

المفردات میں ہے۔ ایک قرأت میں نَاءَ بَرَزَن نَّاعً ہے جس کے معنی پہلو اٹھانا ہے اور یہ تکبر سے کنایہ ہے ۔

مصدر تَنَوَّاءُ سے قرآن مجید میں آیا ہے ۔

مَا اِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوُّ بِالْعُصْبَةِ اُولَى الْقُوَّةِ (۷۶: ۲۸) کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔

== جَانِبِهِ : مضاف مضاف الیہ، اس کا بازو، اس کی جانب، اس کا پہلو، یہی آیت ۱۷: ۸۳ میں آئی ہے :

فَذُوُّ دُعَاٍ عَرِيضٍ : ذُو جواب شرط کے لئے ہے (ذُو بمعنی والا۔ صاحب اسم ہے) محاورہ عرب میں عَرِيضٌ بمعنی کثیر مستعمل ہے : اس میں کثرت و وسعت کا مفہوم پایا جاتا ہے : کیونکہ طول نام ہے سب سے بڑی مسافت و امتداد کا اور حُب دوسرا امتداد یعنی عرض بھی اتنا ہی ہو (یعنی شکل مربع بن جائے) تو پھر اس کی وسعت کا کیا کہنا۔ اسی لئے جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ :

۵۲: ۴۱ = قُلْ۔ اٰی قُلْ لَہُم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَرَأَیْتُمْ کیا تم نے دیکھا عربی محاورہ میں اس کو بمعنی اَخْبَرُونِی (بھلا مجھے بتاؤ تو سہی) استعمال کیا جاتا ہے ۔

== اِنْ كَانَ مِنَ عِنْدِ اللّٰهِ اٰی اَنْ كَانَ الْقُرْآنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ اگر یہ قرآن

منزل من اللہ ہو۔

== ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ میں ثُمَّ تراخی فی الرتبی ہے اور اس کی اس عظمت و مرتبت کے باوجود تم اس سے انکار کرو۔

== اَصْلٌ۔ افعْل التفضیل کا صیغہ ہے، بہت بہکا ہوا۔ بہت بے راہ۔ زیادہ گمراہ ضَلَالٌ (باب ضرب و سمع) مصدر۔

== شِقَاقٌ اَلْبَعِيدُ۔ موصوف و صفت، شقاق۔ ضد۔ مخالفت، اپنے دوست کی شق چھوڑ کر دوسری شق میں ہو جانا۔ اور شق طرف کو کہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ۵

اِذَا مَا بَكَى مِنْ خَلْفِهَا اخْرَفَتْ لَهُ : بِشَقِّ وَشَقِّ عِنْدَنَا لَمْ يَحُولِ
رحب پھر اس کی پشت پر سے روتا ہے تو وہ ایک جانب سے اس کی طرف مڑ جاتی ہے اور ایک طرف ہماری جانب رہتی ہے جو کہ نہیں بدلتی۔

== شِقَاقٌ اَلْبَعِيدُ۔ بہت دور تک کی مخالفت، بہت گہری مخالفت، ترجمہ کچھ یوں ہو گا:-

مہیلا بتاؤ تو سبھی۔ اگر یہ قرآن فی الواقع منجانب اللہ ہو اور اس کی اس عظمت و حقیقت کے باوجود تم اس کے منکر ہو۔ تو اتنی دور تک کی مخالفت رکھنے والے سے زیادہ گمراہ اور بے راہ کون ہو سکتا ہے۔ یعنی اس صورت میں تم سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔

== ۵۳:۴۱ سَاوِلُهُمْ : سے مستقبل قریب کے لئے ہے نوری مضارع جمع متکلم نے اِراءُ (افعال) مصدر هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر کا مرجع کفار ہیں۔ ہم عنقریب ان کو دکھائیں گے

== اَلَيْتِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری نشانیاں۔ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ان کو دکھائیں گے

== فِي الدَّفَاقِ۔ اُفُقٌ وَ اُفُقٌ کی جمع اطراف، انہی کے ارد گرد۔ اسی دنیا میں۔

== وَ فِي اَلْاُفْسَهِمْ اور خود ان کی ذات میں۔

بیضاوی نے لکھا ہے:-

آیات فی الآفاق یہ ہیں:- ۱۔ آئندہ کے واقعات کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی
(۲) آپ کے خلفاء کا بلا و مشرق و مغرب پر عجزانہ تسلط (۳) گذشتہ حوادث و مصائب کے نشانات:- اور آیات فی افسہم سے مراد ہیں (۱) وہ واقعات جو اہل مکہ کو خود پیش آئے (مثلاً بدر کی شکست کفار کے لئے اور فتح مکہ مسلمانوں کے حق میں (۲) انسان کی

جسمانی ساخت، صنعتِ الہیہ کی عجیب و غریب کار فرمایاں اور کمال قدرت کی ندرت آگین
اعجوبہ ترانیاں۔

== اِنَّهُ الْحَقُّ - اس میں کواضیمہ کا مربع القُرآن ہے۔ یعنی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے
کہ یہ قرآن خدا کا بھیجا ہوا ہے۔

یا اس کا مربع دین ہے: یعنی یہ کہ دینِ خدا حق ہے۔

یا اس کا مربع اللہ تعالیٰ ہے یہ کہ اللہ حق ہے اور توحید کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی
ہے۔ لیکن اول الذکر زیادہ قابلِ ترجیح ہے۔

== اَوَّلَمُ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ

اَوَّلَمُ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے و عاطفہ ہے اور اس کا عطف عبارتِ مقدرہ پر ہے
لَمُ يَكْفِ فعل مضارع نفی جہدِ یلم بے زائدہ رَبِّكَ فاعل ہے:

عبارتِ مقدرہ یہ ہے: کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے (منظہری)
ترجمہ کچھ یوں ہو گا:-

کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے۔ اور کیا آپ کے لئے یہ بات کافی نہیں
ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر شاہد ہے!

۴۱: ۵۴ = اَلَا، حرفِ تنبیہ و استفہام (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے
اور ہمزہ استفہام اور لانا فیہ سے مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے، ہاں یہ تنبیہ استفہام، عرض اور
تخصیض میں مشترک ہے۔ جب یہ تنبیہ اور استفہام کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جملہ
اسمہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تخصیض کے لئے آتا ہے تو صرف
افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظاً مذکور ہوں یا اقتداءً (لغات القرآن)
اَلَا: خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن رکھو:

== مِرْيَیۃ۔ اسم مصد۔ تردد۔ یہ شک اور ریبِ خاص ہے گویا جس شک سے تردد پیدا
ہو جائے اسے مریۃ کہا جاتا ہے۔ مریٰ مادہ (باب افتعال) الا فتمیرا اور باب
مفاعلہ المماراۃ کے معنی ایسے کام میں جھگڑا کرنے کے ہیں جس کے تسلیم کرنے میں تردد ہو
مثلاً قرآن مجید میں ہے قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (۳۳: ۱۹) یہ سچی بات ہے
جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اَفْتَمَارُوْهُ عَلٰی مَا یَرٰی (۱۲: ۵۳) کیا جو کچھ وہ
دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو،

== لِقَاءِ رَبِّهِمْ: رَبِّهِمْ مضاف الیہ مل کر لِقَاءِ (مضاف کا) مضاف الیہ
 پیشی۔ اپنے رب سے ملاقات کرنا۔ اپنے پروردگار کے روبرو ہونا۔
 لِقَاءُ (ب مفاعلے) حاصل مصدر ہے:

== مُحِيطٌ، اسم فاعل مرفوع، ہر طرف سے گرفت رکھنے والا۔ ایسا قابو یافتہ کہ اس سے
 ہچوٹ جانا ناممکن ہے۔ احاطہ کرنے والا۔ گھیرنے والا۔ گھیرے میں لے لینے والا۔ پورا پورا
 قابو میں رکھنے والا۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ اِحَاطَةٌ (باب افعال) مصدر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۴۲) سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ (۵۳)

۴۲: ۱ = حمۃ - حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۱: ۲ -

۴۲: ۲ = حَمَّعَسَقَ - حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۱: ۲ -

۴۲: ۳ = كَذٰلِكَ - ك حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر ہے "تمسار" الیہ سورۃ نذا:

تشبیہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ معانی کے لحاظ سے یعنی جو مطالب و معانی اس صورت میں مذکور ہیں انہی مطالب و معانی پر مبنی کلام آپ کی طرف بھی وحی ہوتے ہیں اور آپ سے قبل دیگر رسولوں پر بھی نازل ہوتے ہیں۔ اسی یوحٰی مثل ما فی هذه السورة من المعانی:

۲۔ تشبیہ فی المعنی المصدری الذی ہوا لا یجاء یعنی جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح دوسری سورتیں بھی آپ پر نازل ہوئی ہیں اور یہی وحی آپ سے قبل رسل پر بھی نازل ہوتی رہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح وہ تجھ پر اور تجھ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی اپنا کلام نازل کرتا آیا ہے کَذٰلِكَ مَثَلُ ذٰلِكَ الْاِیْحَاءِ (بیضاوی، کشاف)

= یُوحٰی: وہ وحی کرتا ہے: مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب: یہاں مضارع کا صیغہ بمعنی حکایت حال ماضی۔ وحی کے استمرار کی دلیل کے لئے لایا گیا ہے: یعنی یہ دستور الہیہ (وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو کلام نازل فرمانا) کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ماضی میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔

= اَللّٰهُ: فاعل یُوحٰی کا اور الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اس کے صفات ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی طرف وحی کرنے کے بعد اور جبکہ بھی ان دو اسماء سے اپنی شان کی ہے مثلاً آیت ۴: ۱۶۵۔ یہاں آیت ۴: ۱۶۴ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّا اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ کَمَا

أَوْحَيْنَا إِلَىٰ لُؤْطِ بْنِ النَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ اور آیت ۱۶۵ کے اختتام پر اس مضمون کے بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے وَكَانَ اللَّهُ مُعَزِّزًا حَكِيمًا:

۴۲:۴ = لَهُ مَا فِي السَّمُوتِ لام ملک (مالک ہونے کے معنی میں آیا ہے ما اسم موصول، جو کچھ آسمانوں میں ہے اسی کی ملکیت ہے

== الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ: الْعَلِيُّ عَلَاءُ سے بوزن فَعِيلُ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بلند مرتبہ، سب سے اوپر۔ عالی شان۔ اور العظیم۔ عظمت سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بزرگ۔

۴۲:۵ = تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرُونَ مِنْ فَوْقِهِمْ: تَكَادُ افعال مقارب میں سے ہے جن کا عمل افعال ناقصہ کی مانند ہے كَوْدُ (باب فتح) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے: قریب ہے يَتَفَطَّرُونَ مضارع جمع مؤنث غائب۔

تَفَطَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ بھٹ جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اَلْفَطْرُ (باب

نصر و ضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو طول میں (پہلی مرتبہ) بھاڑنے کے ہیں مختلف البواب میں مستعمل ہے مثلاً أَفْطَرَهُ هُوَ فَطَّرَ ۱ بمعنی روزہ افطار کرنا۔ فَطُورٌ بمعنی خلل یا شکاف

جیسے هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ: (۳: ۳۴) بھلا تجھ کو کوئی شکاف نظر آتا ہے اِنْفِطَارٌ (الفعال)

بھٹ جانا۔ قرآن مجید میں ہے السَّمَاءُ مَنفُطَرٌ بِهٖ (۱۱: ۷۳) جس سے آسمان بھٹ

جائے گا۔ فَطَرْتُ الْعَجَبِينَ۔ آٹا گوند بھر فوراً روٹی پکانا۔ اسی سے فِطْرَةٌ ہے جس کے معنی تخلیق کے ہیں اور اَلْفَاطِرُ تخلیق کرنے والا۔

مِنْ فَوْقِهِمْ مِنْ حَرْفِ جَارٍ فَوْقِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر

هَيْتَ نَمِيزَ جمع مؤنث۔ السَّمُوتُ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ان کے اوپر سے (نیچے تک)۔

ای یبتدأ الا لفظ اَر من جہتہن الفوقانیۃ۔ یعنی ان کا پھٹنا ان کی اوپر کی طرف سے شروع ہو۔

تَكَادُ فعل مقاربہ۔ السَّمُوتُ ببتداء یَتَفَطَّرْنَ خبر مِنْ فَوْقِهِمْ متعلق خبر

فائدہ: آسمانوں کے چٹنے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں:

۱۔ اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے آسمان بھٹ پڑے۔

۲۔ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دیتے اور کہتے ہیں اِتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا

ان کے اس قول سے آسمان بھٹ پڑیں تو بعید نہیں۔ سورۃ مریم کی آیت لَقَدْ

حُتُّهُ شَيْئًا اِذَا تَكَادُ السَّمَوْتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ ۝ (۱۹: ۹۰) اس مطلب پر دلالت کر رہی ہے :

(ترجمہ آیت :- قریب ہے کہ اس افترار سے آسمان پھٹ پڑیں گے)
۳۔ کثرت ملائکہ سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسمان چرچرایا اور یہ چرچرانا اس کے لئے بے جا نہیں ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے آسمان میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں سجدہ کرنے والے کسی فرشتہ کی پیشانی سجدہ میں نہ ہو جو اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتا ہے

== وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۚ
دو فوج حملے حالیہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب کہ بنی نوٹ انسان زمین پر خدا کے ذوالجلال کی نشان میں ایسے کلمات کہتا ہے اور ایسے اعمال کامرتکب ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت میں آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی اگوبیت اور وحدانیت اور اس کے انعام و اکرام کی بے انتہاء عطا نگاہ پر اس کی حمد و ثناء میں مشغول رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والوں کے لئے دعا و مغفرت کرتے رہتے ہیں (اس دعا میں مومن و کافر سب شامل ہیں مومنوں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظر انداز کر دے اور کافروں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں توفیق ایمان ڈال دے۔ امانی حق الکفار فبواسطہ طلب الایمان لہم و امانی حق المؤمنین فبالتجاوز عن سیئاتہم) (تفسیر کبیر)
== اَلَا - یاد رکھو، آگاہ رہو۔

== هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ - ہُوَ غفور واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اسے تخصیص اور تائید کے لئے لایا گیا ہے یعنی صرف وہی غفور اور رحیم ہے :
۶: ۴۲ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَاءَ ۚ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَیْہِمْ
واو عاطف، الذین اسم موصول۔ مبتدا۔ اتخذوا من دونه اولیاء صلہ اپنے موصول کا۔ اور حمیہ اللہ حفیظ علیہم خبر ہے : اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنائے کھے ہیں وہ اللہ کی نظر میں ہیں۔

ذُوْنِہٖ مضاف مضاف الیہ اس کے سوا۔ اس کے ورے :

== وَکَیْلٌ - صفت مشبہہ کا صیغہ۔ مجرور و کُلُّ (باب ضرب) مصدر ذمہ دار

وکیل یعنی کار ساز۔ نگران، گواہ بھی قرآن میں مستعمل ہے،

== وَكَذَلِكَ : واو عاطفہ ہے لے حرف تشبیہ ہے ذَلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ مشارک الیہ۔ ای معنی الآية التي قبلها۔ ماقبل آیت کے معنی میں جو کلام آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے یا آپ کے قبل دیگر رسولوں پر نازل کیا گیا تھا۔ اسی طرح ہم یہ عربی زبان میں قرآن وحی کر رہے ہیں (ملاحظہ ہو ۲۲: ۳، متذکرۃ الصدر وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ اٰی و مثل ذلک الا یحار الیک والی من قبلک :

== اَوْحَيْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے وحی کی۔

== قُرْاْنَا عَرَبِيًّا۔ موصوف و صفت مل کر اَوْحَيْنَا کا مفعول۔

== لِنُنْذِرَ۔ لام تعلیل کی ہے۔ تُنْذِرَ مضارع معروف منصوب (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر حاضر اِنْذَارُ (افعال) مصدر (تاکہ) توڈرائے۔

== اُمَّ الْقُرَىٰ۔ مضاف مضاف الیہ۔ القرى جمع ہے القریہ کی۔ قریۃ یعنی بستی یا بستی کے رہنے والے۔

قریۃ کی جمع قرى قیاسی نہیں سماعی ہے کیونکہ فَعْلَةٌ کی قیاسی جمع فَعَلَةٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبِیَّةٌ کی جمع ظَبَاۗءُ ہے یا ذَهَبَةٌ کی جمع ذَهَابٌ ہے، بستیوں کی ماں، آبادیوں کا مرکز۔ یہاں اس سے مراد شہر مکہ ہے وہی مکہ سمیت بھڑکالاسم اجلا لا لہا۔ (تفسیر کبیر) اُمَّ الْقُرَىٰ مفعول اول ہے تُنْذِرَ کا۔

== وَمَنْ حَوْلَهَا : اور جو اس کے ارگرد رہتے ہیں اس سے مراد صرف مکہ کے آس پاس کی بستیاں یا دہاں کے رہنے والے ہی مراد نہیں ہیں بلکہ سارا عالم مراد ہے۔ مرکز سے قطر نزدیک ہو یا دور بہر حال اس مرکز ہی سے اس کا تعلق قائم رہیگا۔ ای ارض کلہا۔ (ابن جریر) یہ مفعول ثانی ہے تُنْذِرَ کا :

== یَوْمَ الْجُمُعِ۔ مضاف مضاف الیہ جمع ہونے کا دن۔ یوم القیامۃ۔ جب کہ اگلے پچھلے لوگ سب جمع ہوں گے : یہ بھی تُنْذِرَ کا مفعول ہے :

== لَا رَیْبَ فِیْہِ : جس میں ذرا شک نہیں۔ یہ یَوْمَ الْجُمُعِ کی صفت ہے :

== فَرِیقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیقٌ فِی السَّعِیرِ : فَرِیقٌ خبر مبتدا محذوف کی۔ ای بَعْضُهُمْ فَرِیقٌ فِی الْجَنَّةِ (حقانی) فَرِیقٌ مبتدا فی الجنۃ اس کی صفت خبر محذوف

وَكَذَٰلِكَ فَرَقْنَا فِي السَّعِيرِ: اے منہم فریق کائن فی السعیر: ومنہم فریق کائن فی الجنة ومنہم فریق للمجموعین لدلالة الجمع علیہ (روح المعانی)
(اس روز) ایک گروہ اپنے ایمان و تقویٰ، ادا امر کی تعمیل اور نواہی سے بچنے کی وجہ سے جنت میں ہوگا یا جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنے شرک و کفر عدم تقویٰ اور احکام کی عدم تعمیل اور نواہی کے عدم ترک کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے جہنم میں ہوکے یا جائے گا،

فَرَقْنَا فِي الْجَنَّةِ بِإِيمَانِهِ وَتَقْوَاهُ اللَّهُ لِفَعْلِهِ أَمْرًا وَتَرْكُ نَوَاهِيهِ وَفَرَقْنَا فِي السَّعِيرِ لِشُرْكَهِ وَكُفْرِهِ بِاللَّهِ وَعَدَمِ تَقْوَاهُ فَلَا امْتِثَالَ أَمْرًا وَلَا اجْتِنَابَ نَهْيًا (البی بکر جابر)

۴۲:۸ = وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً: پہلا جملہ شرط اور دوسرا جواب شرط ہے
لَوْ حرف شرط ہے و حملوں پر آتا ہے اور دونوں جملے فعلیہ ماضیہ ہوتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا
لام جواب شرط کے لئے ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ (لَوْ پر مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۵۹۔)

أُمَّةً وَاحِدَةً موصوفین صفت ہو کر مفعول ہے جَعَلَ کا: أُمَّةً وَاحِدَةً یعنی
سب کو دین اسلام پر کر دیتا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا
= وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ: الظَّالِمُونَ مبتدا۔ باقی جملہ اس
کا خبر ہے۔ الظَّالِمُونَ ظلم کرنے والے ظَلَمَ سے اسم فاعل جمع مذکر: ظَلَمَ کے معنی ہیں
وضع الشئ فی غیر محلہ، کسی جگہ کو اپنی اصلی جگہ سے دوسری جگہ رکھنا (عبادت سرف
اللہ کا حق ہے غیر اللہ کی عبادت ظلم ہے:

وَلِيٍّ: مددگار، محافظ، نگہبان، بچانے والا: صفت مشبہ کا صیغہ بر وزن فَعِيلٌ۔
وَلَا يَلَهُ مَسْرَرٌ۔

نَصِيرٌ: صیغہ صفت مجرور۔ نَصَرْتُ مَسْرَرٌ سے بچانے والا۔ محافظ

۴۲:۹ = أَمْ: بمعنی بَلْ ہے یعنی کافروں نے اللہ کو حامی و ناصر و کارساز قرار نہیں دیا بلکہ
اس کے سوا دوسروں کو کارساز قرار دیا ہے (اور ایسا کرنا کسی طرح صحیح نہ تھا)

= مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ دُونِ مضاف الیہ۔ ضمیر وائدہ مذکر غائب کا جمع اللہ ہے:

اس کے سوا۔ اس کے درے، مِنْ حَرْفِ جَارٍ ہے۔

== اَوْلِيَاءَ: ولی کی جمع۔ دوست، ساتھی۔ منصوب بوجہ اِتَّخَذُوا کے مفعول ہونے کے ہے۔ اِتَّخَذُوا ماضی جمع مذکر غائب: اِتَّخَذُوا (افتعال) مصدر، انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔

== فَاللَّهُ هُوَ الْوَلِيُّ فِ جَوَابِ شَرْطِ مُقَدَّرِهِ کے لئے ہے۔

تقدیر کلام ہے: اِنْ ارَادُوا دَلِيْلًا بِحَقِّ فَاللَّهُ تَعَالٰی هُوَ الْوَلِيُّ بِحَقِّ، اگر وہ حقیقی کارساز کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہی حقیقی کارساز ہے:

== وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں

۴۲: ۱۰۔ وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ۔ مَا موصولہ ہے فِيْهِ: ضمیر واحد مذکر غائب اسم موصول کی طرف راجع ہے۔ جس بات میں۔ اور کسی شے میں تمہارے درمیان ہیں بات کا اختلاف ہو جائے۔ یعنی دین اور دنیا میں کہیں بات پر اختلاف ہو

== فَحُكْمُهُ اِلَى اللّٰهِ۔ تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے اور جبکہ قرآن مجید ہے: اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ (۱۲: ۶۷) بے شک، حکم اسی کے ہے میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۴: ۵۹) اور اگر کسی بات

پر تم میں اختلاف ہو جائے تو اس میں خدا اور خدا کے رسول (کے حکم کی طرف) رجوع کرو!

== ذٰلِكُمْ۔ ذَا اسم اشارہ ہے اور کُمْ حرف خطاب جمع مذکر حاضر کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے قبل قُلْ مَحذُوْفٌ ہے اِی قُلْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے ذٰلِكُمْ اللّٰهُ رَبِّيْ..... الخ

== اِلَيْهِ اَنْيَبُ۔ میں رجوع کرتا ہوں اِنَابَةٌ (افعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِلَيْهِ اس کی طرف و ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے:

۴۲: ۱۱۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: فَاطِرُ اسم فاعل واحد مذکر فَطَرَ رباب

ضرب ونصر مصدر سے مضاف ہے السَّمٰوٰتِ مضاف الیہ۔ واو حرف عطف الارض مَعطُوْت، فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مبتداء جَعَلَ لَكُمْ خَبْر۔

فَاطِرُ کے معنی ہیں عدم کو بھاڑ کر وجود میں لانے والا، نیست سے ہست کرنے والا۔

لغت میں فطر کے معنی بھاڑنے کے ہیں۔

== اَزْدَاجًا، زَوْج کی جمع جوڑے، ہم مثل چیزیں۔ حیوانات کے جوڑے ہیں سے نہ ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔

== مِثُ الْفُسُكُ، الْفُسُكُ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نفس، تمہاری جانیں؛ یعنی تم میں سے، تمہاری جنس میں سے۔

== اَلْاَنْعَامُ، مویشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جاسکتا جب تک اس میں اونٹ شامل نہ ہو:

وَمِنْ اَلْاَنْعَامِ اَزْدَاجًا۔ اسی خلق للانعام من جنسہا اَزْدَاجًا، اور مویشیوں کے لئے بھی ان کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔

== يَذْرَءُكُمْ فِيهِ، مضارع واحد مذکر غائب ذَرُوْا باب فتم مصدر بمعنى پیدا کرنا۔ جیسے اد جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۹: ۱۷۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے:

ذَرُوْا کے معنی کسی چیز میں زیادتی کرنا۔ اور زمین میں بیج بکھیرنا کے ہیں کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، يَذْرَءُكُمْ تمہیں کثیر التعداد کرتا ہے، تمہاری افزائش کرتا ہے:

فِيْهِ میں فی بمعنى پ ہے یعنی اس تدبیر سے کہ تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور مویشیوں کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ نسل و تناسل کا سلسلہ جاری رہے اور تم کثرت سے بڑھو

== لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ؛ کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

سلامہ پانی بقی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

مثل کا لفظ زائد ہے، مطلب یہ کہ وہ کسی چیز کی طرح نہیں ہے مثل کے لفظ کی زیادتی مزید تاکید کے لئے ہے جس طرح ایک اور آیت میں آیا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہِ (۱۳۷: ۲) بعض کے نزدیک کَمِثْلِهِ میں کاف زائد ہے یعنی اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے جو اس کی ہم پلہ اور اس سے جوڑ کھانے والی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ:-

اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مثل کا لفظ مبالغہ کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے جیسے نفی۔ فعل کا اگر مبالغہ منقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ تجھی جیسا آدمی یہ کام نہیں کرتا یعنی تو یہ کام نہیں کرتا۔ جب مخاطب کی مثل جو مخاطب کا ہم پلہ اور برابر کا ہو یہ کام نہیں کرتا۔

تو مخاطب کا نہ کرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گا: اور کنایہ کے لئے حقیقت کا وجود یا امکان ضروری نہیں۔ جیسے کسی دراز قامت آدمی کو بطور کنایہ کہتے ہیں فلان طویل النجاد ہے یعنی فلاں شخص کا پر تلہ لمبا ہے یعنی وہ دراز قد ہے۔ اس کلام کی صداقت کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا پر تلہ ہی ہو۔ اس طرح آیت بَلْ يَدَاؤُا فَبَسُوْطٰتِن (۶۴:۵) سے بطور کنایہ سخی ہونا مراد ہے واقع میں ہاتھوں کا لمبا ہونا ضروری نہیں ناممکن ہے؛ بعض نے کہا کہ مثل کا معنی ہے صفت یعنی اس کی صفات کی طرح کسی کی صفت نہیں ہے۔

== السَّمِيعُ - فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہہ کا صیغہ ہے سَمِعَ مصدر سے بہت سننے والا۔

== اَلْبَصِيْرُ - فَعِيلٌ بمعنی فاعل۔ بَصُرَ باب کرم، مصدر سے، دیکھنے والا۔
۱۲:۱۲ - لَهٗ - میں لام ملک ملکیت کا ہے کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اسی کی ہے۔ اسی کی ملکیت ہے:

== مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - مضاف مضاف الیہ: آسمانوں اور زمین کی کنجیاں آسمانوں اور زمین کے غزانے۔ اَلْقُلْدُ الْقُلْدُ (باب ضرب) رسی بٹنا۔ قَلَدْتُ الْحَبْلَ میں نے رسی بٹی۔ بٹی ہوئی رسی کو قَلِيدٌ یا مَقْلُوْدٌ کہتے ہیں: قَلَادَةٌ اس بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں جو گلے میں ڈالی جائے۔ جیسے ڈور زنجیر وغیرہ، اسی سے باب تفعیل سے تَقْلِيْدٌ ہے کسی سلسلہ میں تقلید کرنا۔ بے سوچے سمجھے پیروی کرنا، اِنَّا رَاْعِبٌ نے لکھا ہے۔

اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حفاظت کی طرف اشارہ ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے۔

== يَبْسُطُ : فعل مضارع واحد مذکر غائب : يَبْسُطُ (باب نصر) مصدر۔ وہ کشادہ کرتا ہے، وہ وسیع کرتا ہے، وہ فراخ کرتا ہے:

== يَقْدِرُ : مضارع واحد مذکر غائب قدر (باب ضرب) مصدر، وہ تنگ کرتا ہے، وہ رزق تنگ کرتا ہے وہ اندازہ کرتا ہے: قرآن مجید میں ہے فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ اَمْرِ قُدِّ قُدِّرَ (۱۲:۵۷)، تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر یا معین ہو چکا تھا (جس کا اندازہ کیا جا چکا تھا) جمع ہو گیا تھا۔

اور انہی معنوں میں کہتے ہیں قَدَرْتُ عَلَیْهِ الشَّيْءَ میں اس پر کسی چیز کی تنگی کر دی

یعنی وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ اس کے بالمقابل فراخی کرنا بسط ہے یا بغیر حساب (بے اندازہ) دینا ہے وَاللّٰهُ يُوزِقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۲: ۲۱۲) اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اور تنگی کے معنی میں آیا ہے وَمَنْ قُدِّرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ (۶۵: ۷۰) اور جس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو۔ یا جس کے رزق میں تنگی ہو: آیت ہدای میں يَقْدِرُ اَيُّ يَقْدِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ

آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے:

== عَلِيمٌ۔ عَلِمَ سے فاعیل کے وزن پر مبالغہ کا سیغہ ہے۔ بہت بڑا دانا۔ خوب جاننے والا، خداوند تعالیٰ کے اسم اسنی میں سے ہے قرآن مجید میں ہمیشہ مقامات پر عَلِيمٌ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہی وارد ہوا ہے اس وقت اس کا مطلب ہوگا: سب سے زیادہ عالم۔

۲۲: ۱۳ = شَرَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: شَرَعَ (باب فتح) مصدر۔ شریعت جاری کرنا۔ قانون بنانا۔ دین مقرر کرنا۔ اس نے شریعت جاری کی: اس نے دین مقرر کیا۔
== مَا وَصَّيْ بِهِ نُوْحًا۔ مَا مَوْصُولٌ ہے وَصَّيْ ماضی واحد مذکر غائب تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے حکم دیا۔ وَصَّيْ بمعنی وصیت کرنا جیسے وَصَّيْ بِهَا اِبْرَاهِيْمَ بَنِيهِ وَ لِعِيقُوْبٍ (۲: ۱۳۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اس بات کی اور حضرت یعقوب (علیہما السلام) نے بھی۔ نُوْحًا مفعول وصَّيْ کا۔

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا
== وَالَّذِيْ اَوْحَيْنَا۔ وَاَوْحَا طِفْءٌ الذی اسم موصول اَوْحَيْنَا ماضی جمع متکلم (ایحاء) افعال، مصدر۔ ہم نے وحی کی۔ یعنی اور جو ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے۔

== وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى: وَاَوْحَا طِفْءٌ، مَا مَوْصُولٌ۔ اس جملہ کا عطف حمید سابقہ مَا وَصَّيْ بِهٖ نُوْحًا پر ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دین اسلام جو امت محمدیہ (علی صاحبہا السلوٰۃ والسلام) کیلئے مقرر کیا ہے یہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین بھی رہا ہے پہلے سے

نوح (علیہ السلام) کا ذکر کیا جو طوفان کے بعد موجودہ نسل کے پیشوا مانے جاتے ہیں وہ پہلے پیغمبر ہیں جن سے سلسلہ نبوت باقاعدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔
 اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ کے بعد حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر تاکید مزید کے لئے لایا گیا۔ پھر صرف ان تین جلیل القدر پیغمبران کے نام ہی لئے گئے، کیونکہ جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ہے انہیں اہل عرب متفقہ طور پر اپنا جدِ اعلیٰ مانتے تھے۔
 اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کی طرف یہودی اور عیسائی اپنے مذہب کو منسوب کرتے تھے۔

== اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ - اَنْ مصدر یہ ہے اَقِيْمُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
 اِقَامَةٌ (افعال) مصدر سے۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو۔ الدِّيْنَ مفعول اَقِيْمُوا کا
 اس فقرہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) شَرَعَ کے مفعول کا بدل ہے، یعنی مشروع کا مقصود اقامت دین ہے۔
 (۲) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ کلام کے پہلے حصہ کو سننے کے بعد سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دیا تھا۔ جواب ہوگا: هُوَ اِقَامَةُ الدِّيْنِ تو
 اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ خبر ہے هُوَ مبتدا محذوف کی۔
 == وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيْهِ - لَا تَتَفَرَّقُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر تَفَرَّقُوا (تَفْعَلُ)
 مصدر۔ تم متفرق نہ ہو۔ تم جدا نہ ہو، فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔
 فِيْهِ اِی فی الدین۔ دین میں۔

== كَبُرَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ شاق ہے، دشوار ہے، ک ب ر۔ مسروق مادہ میں
 اس سے مشتقات مختلف ابواب کے مختلف معانی میں آتے ہیں۔ مثلاً باب کُوم سے
 بمعنی بڑا ہونا۔ جسامت میں بڑا ہونا۔ باب نصر اور سمع سے عمر میں زیادہ ہونا۔
 == مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ - مَا موصولہ تَدْعُوْا مضارع واحد مذکر حاضر، دَعَاءُ
 (باب نصر) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو پکارتا ہے۔ تو ان کو بلاتا
 تو ان کو دعوت دیتا ہے؛ سارا مبلہ فاعل ہے فعل کَبُرَ کا۔ اور المشرکین مفعول۔
 == يَجْتَنِيْ - مضارع واحد مذکر غائب اِجْتَنَاءُ (افتعال) مصدر وہ چن لیتا ہے
 وہ منتخب کر لیتا ہے۔ وہ اختیار کر لیتا ہے۔
 == يَنْتِیْبُ - مضارع واحد مذکر غائب، اِنَابَةٌ (افعال) مصدر وہ لوٹتا ہے

نافرمانی سے اطاعت کی طرف: شرک سے توحید کی طرف:

۱۴۱:۴۲ — بَعْثًا: اسم تميز۔ ضد۔ زیادتی۔ بَعْثًا أَبْلَيْنَهُمْ: باہمی ضد (کی بنا پر)
 = مَا تَفَرَّقُوا۔ مَا نَافِيہ ہے تَفَرَّقُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَفَرَّقُوا
 (تَفَعَّلُ) مصدر سے وہ فرقوں میں نہ بٹ گئے۔

= لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا۔ کیوں نہ۔ لَوْلَا شرطیہ اور لَافِیہ سے مرکب ہے۔ یہ حرف تَخْفِيفِ
 والعرض میں سے ہے (الَّا۔ هَلَّا۔ لَوْلَا۔ لَوْ مَا) نیز ملاحظہ ہو ۶: ۴۳)

= كَلِمَةً: حکم ازلی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے میری بات
 سنو، اور فعل کو بھی۔ یہ بات کرد، قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، مثلاً وعدہ
 قیامت۔ یعنی قیامت کے دن فیصلہ ہونے کا حکم ازلی (۱۰: ۱۹) بمعنی کلام یا جملہ (۲۳: ۱۰۰)

= سَبَقْتُ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ سَبَقْتُ باب نصر، و ضرب (مصدر)۔ وہ پہلے سے
 ہو چکی۔ وہ پہلے سے ٹھہر چکی۔

= أَجَلٍ مُّسَمًّى: موصوف وصفہ۔ وقت مقرر۔ ميعاد مقرر۔
 جملہ کا ترجمہ ہو گا۔

اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات ایک وقت معین تک کے لئے طے۔
 ہو چکی ہوتی۔ (یہ جملہ شرط ہے)

= لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ لَامِ جَوَابِ شَرْطِ كَلِمَةٍ: قَضَىٰ ماضی مجہول واحد مذکر غائب:
 قَضَاءُ (باب ضرب) فیصلہ کیا گیا۔ تو ان کے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ یعنی اسی دنیا میں
 ان کو عملاً اور عیاناً بدلہ مل گیا ہوتا۔

= أَوْرَثُوا الْكِتَابَ۔ أَوْرَثُوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب: إِرَاثٌ (افعال)
 مصدر وراثت مادۃ، الْكِتَابُ مفعول۔ یعنی تورات، انجیل۔ (جن کو) کتاب یعنی تورات
 و انجیل کا وارث بنایا گیا۔ ان سے مراد وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ہم عصر تھے۔ ای اہل الکتاب کا نوا فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سلم الاکثر دن ہم الیہود والنصارى۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ: میں ہِمُ نمیز جمع مذکر غائب منکرین سابقین اہل کتاب کی جانب
 راجع ہے ای من بعد انبیاءہم

= لَفِي، میں لام تاکید کے لئے ہے:

== مثَلِّیْ مُرِیْبٌ، موصوف وصفت۔ مُرِیْبٌ اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَةٌ (افعال) مصدر (ریب مادہ) بے چین کر دینے والا۔ متردّد کر دینے والا۔ قلق انگیز۔

== مِنْهُ لَا ضَمِیر واحد مذکر غائب الکتاب کی طرف راجع ہے :

مطلب یہ ہے کہ منکرین سابقین جن کے پاس صحیح علم آیا اور وہ باہمی حسد کے باعث مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کے بعد جبرائیل کتاب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اپنے ہی دین اور اپنی ہی کتابوں کی حقیقت کی طرف سے متردّد و متذبذب ہیں اور ان پر اس طرح ایمان نہیں رکھتے جو ایمان کا حق ہے :

۴۲ : ۱۵ = فَلِذَا لِكَ فَادْعُ : فَ سببیہ ہے، لام علت کے لئے ہے ذَلِکَ اسم اشارہ اس کا متشار الیہ منکرین سابقین کا دین کی پیروی میں باہمی رقابت کی وجہ سے فرقوں میں بٹ جانا اور مابعد کے اہل کتاب کا اپنی ہی کتابوں میں شک و تردّد میں پڑ جانا ہے۔ پس ان حالات کے پیش نظر اُدْعُ تو (ان کو) بلا۔ دعوت دے، اُدْعُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اِی اَدْعِ عَلٰی الْاِتِّفَاقِ عَلٰی الْمِلَّةِ الْحَنِفِیَّةِ۔

== وَاسْتَقِمُّ : وَادْعُ عَاطِفٌ، اِسْتَقِمُّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) مصدر۔ توقائم رہ، تو ثابت قدم رہ۔ قوم مادہ۔ اِی اِسْتَقِمُّ عَلٰی الدَّعْوَةِ اِلٰی الدِّینِ۔

== کَمَا اُمِرْتُ : ک تشبیہ کا ہے اُمِرْتُ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

اُمِرْ (باب نصر) مصدر سے۔ تجھے حکم دیا گیا ہے۔

== وَ لَا تَتَّبِعْ : فعل نبی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ (افعال) مصدر۔ تبع مادہ۔

تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔

== اَهْوَاءَهُمْ : اَهْوَاءُ جمع هَوٰی کی۔ هَوٰی مادہ۔ خواہشات، مضاف،

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر لَا تَتَّبِعْ کا مفعول۔

== مِنْ کِتَابٍ : از قسم کتاب : مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتَابٍ۔ اللہ جو کتاب

بھی نازل کی ہے۔

== اُمِرْتُ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر مکمل : مجھے حکم دیا گیا۔ نیز ملاحظہ ہو اُمِرْتُ متذکرۃ

== لِأَعْدِلَ : لام تعلیل کی ہے اَعْدِلَ مناسع و امد شکم عَدْلُ (باب ضرب) مصدر۔
منسوب بوجہ عمل لام کہ میں انصاف کروں۔

== لَا حُجَّةَ : لا نفی جنس کا ہے حُجَّةٌ اسم مفرد نکرہ۔ مبنی بر فتحة بوجہ عمل لا نفی بنس،
حجت، بحث۔

== الْمَصِيرُ : اسم ظرف مکان۔ مصدر (باب ضرب) صیرو مادہ۔ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا
قرار گاہ۔

== ۴۲: ۱۶ = يُحَاجُّونَ : مضارع جمع مذکر غائب (مفاعلة) مصدر وہ جھگڑتے
ہیں وہ حجت کرتے ہیں۔ وہ بحث کرتے ہیں۔

== فِي اللَّهِ : یعنی اللہ کے دین و شرعیت کے باب میں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے باب یعنی اس
کے دین و شرعیت کے باب میں (مسلمانوں سے جھگڑا کرتے رہتے ہیں

== مِنْ أَعْدٍ مَا فِي مَا زَادَهُ : ہے تاکیدی کے لئے آیا ہے؛

== أَسْتَجِيبُ لَهُ : ماضی بھول واحد مذکر غائب (استفعال) قبول کرنا۔
مان لینا۔ اسے مان لیا گیا۔ اسے قبول کر لیا گیا۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو والدین ہے
جس کی دعوت کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کے لئے حکم دیا گیا۔ یعنی بعد
اس کے کہ لوگوں نے اس کی دعوت الی الدین قبول کر لی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یعنی بعد اس کے کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

مان لئے گئے۔

== حُجَّتُهُمْ : منافع منافع الیہ۔ ان کی حجت، ان کی بحث؛

== دَاخِضَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث؛ باطل۔ گرنے والی، زائل ہونے والی۔ (دلیل)

دَحْضُ (باب فتح) مصدر جس کا مطلب ہے پاؤں کا پھسلنا، اور بھٹو کر کھا کر گرنا۔ دوسرے

جگہ قرآن مجید میں ہے وَ يُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ

(۵۶: ۱۸) اور جو کافر ہیں وہ باطل (سے) استدلال کر کے (جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے

حق کو اس کے مقام سے پھیلادیں۔

حُجَّتُهُمْ دَاخِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ : ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل

بالکل بودی ہے؛ ھُجَّتُ کی ضمیر الذین کی طرف راجع ہے؛ مکمل جملہ کا ترجمہ ہوگا؛

جو لوگ اللہ کے دین کے بارہ میں ازان بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان بھی چکے ہیں

حجت بازی کرتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل بالکل بودی ہے
 = وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ۖ جملہ معطوفہ ہے اور اسی طرح وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ
 ۱۷:۳۲ = الْمِيزَانُ - مصدر یا اسم - یہ اَنْزَلَ کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول
 الْكِتَابُ (ای القرآن) ہے بمعنی ترازو، قنادہ، مجاہد، مقاتل نے کہا ہے میزان سے مراد
 عدل ہے؛ میزان یعنی ترازو انصاف اور صحیح مساوات کا آلہ ہوتا ہے اور عدل کا معنی
 بھی انصاف ہے۔ اس لئے عدل کو میزان کہا گیا۔

= مَا يُذَرِّكَ - جملہ استفہامیہ ہے مَا استفہامیہ ہے، بمعنی اِی شَیْءٌ؟
 اَوْ، مَنْ؟ يُذَرِّكَ مضارع واحد مذکر ماضی؛ اِذْرَاؤُ (انعال) مصدر - درر
 اور درری مادہ ثلاثی مجرد باب ضارب سے آتا ہے۔

الدِّرَایۃُ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی قسم کے حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے۔
 لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر ماضی - تجھے کون چیز سمجھائے (ای شَیْءٌ یَجْعَلُکَ عَالِمًا) تجھے
 کون بتائے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ کرتے ہیں: تجھے کیا خبر؟ تجھے کیا معلوم؟
 قرآن مجید میں جہاں کہیں مَا اِذْرَاؤُکَ آیا ہے وہاں بعد میں اس کا بیان بھی آیا ہے
 مثلاً آیۃ نذا میں لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ - شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔ یَا دُرَّ مَا
 اِذْرَاؤُکَ مَا هِیَ ذَا فَارْحَمِیۃٌ (۱۰:۱۱-۱۱) تم کیا سمجھے کہ یہ (ہاویہ) کیا ہے؟
 (وہ) دھکتی ہوئی آگ ہے یَا دُرَّ مَا اِذْرَاؤُکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ - لَیْلَةُ الْقَدْرِ
 خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَہْرِ (۹۷:۲-۳) اور تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے، شب
 قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

دُرِّی دِرَایۃٌ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال نہیں ہوتا۔
 = لَعَلَّ - حرف مشبہ بالفعل ہے شاید، ممکن ہے۔ اسم کو نصب خبر کو رفع دیتا ہے
 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو - ۱۲:۱۱

= السَّاعَةُ قَرِیْبٌ : السَّاعَةُ (مونث) مبتداء قَرِیْبٌ (مذکر) خبر؛ السَّاعَةُ لَعَلَّ
 کے نسل سے منصوب ہے۔ السَّاعَةُ (مونث) اور قَرِیْبٌ (مذکر) میں عدم توافق کی مندرجہ
 ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں:-

۱۔ بعض نے کہا ہے کہ قَرِیْبٌ کا لفظ اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کے معنی قرب والی یعنی
 مونث مراد ہیں۔ گویا اس قائل کے نزدیک وزن فعیل مونث کے لئے بھی

استعمال کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ سَاعَةْ بمعنی بعث ہے اور بعث مذکر ہے اس لئے قریب بسیغہ مذکر لایا گیا ہے۔

۳۔ امام کسائی کا قول ہے قریب لغت ہے اور یہ مذکر و مؤنث دونوں کی لغت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ** (۵۶: ۷) کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔

۴۔ کسائی کا قول یہ بھی ہے کہ قَرِيبٌ کا فاعل محذوف ہے کلام یوں ہے۔ **لَعَلَّ السَّاعَةَ آتِيَانَهَا قَرِيبٌ**۔ جب کہ ہا ضمیر السَّاعَةْ کی طرف راجع ہے شاید قیامت کا آنا قریب ہے۔

۴۲: ۱۸ = **يَسْتَعْجِلُ بِهَا**۔ **يَسْتَعْجِلُ** مضارع واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے) استعجال (استفعال) مصدر۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں وہ جلدی مچاتے ہیں۔ وہ تعجیل پا رہے ہیں **عُجِّلَةْ** بمعنی جلدی۔ **بِهَا** میں ضمیر واحد مؤنث نائب کا مربع السَّاعَةْ۔ القیامت ہے۔

= **الَّذِينَ لَا يَتُومِنُونَ بِهَا**۔ وہ لوگ جو اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے یہ حمیلہ اپنے اسم موصول اور سلسلہ سے مل کر فاعل ہے فعل **يَسْتَعْجِلُ** کا۔

= **الَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا**۔ **الَّذِينَ آمَنُوا**۔ اسم موصول وصلہ مل کر مبتدأ۔ **مُشْفِقُونَ مِنْهَا** خبر۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہیں **مُشْفِقُونَ** اسم فاعل جمع مذکر **اشفاق** (افعال) مصدر۔ **مُشْفِقٌ** واحد۔

شَفِيقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ باب افعال سے اشفاق کا معنی ہوا ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہوا ہو۔ اس معنی کے دو جزو ہیں۔ محبت اور خوف، اگر اس کے بعد **مِنْ** مذکور ہو تو خوف کا معنی ظاہر ہوتا ہے جیسے **مُشْفِقُونَ مِنْهَا** اس سے (قیامت سے) ڈرنے والے۔

اور اگر علیٰ یا فی مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ **شَفِيقٌ** (بَابِ سَمِعَ) عَلَیْہِ مَبْرَآن ہونا۔ شفقت برتنا۔ اور **أَشْفَقَ مِنْهُ** ڈرنا اور **أَشْفَقَ عَلَیْہِ**

مہربان ہونا۔

قرآن مجید میں شفقت اور رحم بانی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

== اَلَا : خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ سن رکھو۔ یہ ہنرہ استفہامیہ اور لاکہ نافیہ سے مرکب نہیں ہے جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے بلکہ یہ ایک صرف بسیط ہے: تنبیہ اور استفہاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال کبھی عرض کے لئے ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے، اَلَا تُحِبُّونَ اَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴:۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے اور کبھی تخفیف یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے مثلاً اَلَا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا تَكَثُّوْا اِيْمَانَهُمْ وَهُمْ اَوْبَاخِرَاجِ الرّٰسُوْلِ وَهُمْ يَدْعُوْكُمْ اَدْخُلْ مَرَّةً (۱۳:۹) کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم سے پہلے چھڑ خانی کی جب یہ تنبیہ اور استفہاح (یعنی کلام کے شروع کرنے) کے لئے استعمال ہوتا ہے تو مجملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تخفیف کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، خواہ وہ الفاظ لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔ (لغات القرآن)

== يُمَارِدُوْنَ : منسارع جمع مذکر غائب: مَارِی (ماضی کا صیغہ) مِرَاءُ و مُمَارَاةٌ (مفاعلة) مصدر وہ جو جھگڑا کرتے ہیں: مَرِی مادہ

== فِي السَّاعَةِ . اِی فی القیامۃ۔

== لَفَی میں لام تاکید کے لئے ہے:

== ضَلِّلْ اَبْعِدْ : موصوف و صفت: گمراہی جو دور نکل گئی ہو۔ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں: بہت بڑی گمراہی میں ہیں۔

== ۱۹:۴۲ لَطِیْفٌ : جب یہ کسی جسم کی صفت واقع ہو تو یہ جُثْل کی سند ہوتا ہے جس کے معنی بھاری اور ثقیل کے ہیں رکھتے ہیں شَعْرٌ جُثْلٌ (زیادہ اور بھاری بال) اور کبھی لَطَافَةٌ بِالطُّفْلِ سے حرکت خفیفہ اور رقیق امور کا سرا انجام دینا مراد ہوتا ہے اور لَطَافٌ وہ بانیں مراد لی جاتی ہیں جن کا انسانی حواس ادراک نہ کر سکتے ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ انسانی حواس کے ادراک سے مافوق اور بالاتر ہے۔ اور یا اسے اس لئے لطیف کہا جاتا ہے کہ وہ باریک سے باریک اور دقیق امور تک سے واقف ہے اور یا یہ کہ وہ انسانوں کو ہدایت دینے میں نہایت نرم انداز اختیار

کرتے۔

لطیف کا ترجمہ :-

پڑا مہربان (ابن عباس) : بندوں سے بھلائی کرنے والا (عکرمہ) نرمی کرنے والا (سدی)
نیکوں اور بدوں سب پر مہربانی کرنے والا (مقاتل) کیا گیا ہے :
== الْقَوِيُّ - صفت مشبہہ کا صیغہ ہے : طاقتور۔

== الْعَزِيزُ - عِزَّةٌ سے فاعل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے : زبردست
گرامی قدر۔ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ : اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سے ہے :
۲۰، ۲۲ == مَنْ : شرطیہ ہے۔

== كَانَ يُرِيدُ : ماضی استمراری واحد مذکر غائب (افعال) مصدر (جو
دنیا میں) چاہتا تھا۔ چاہا کرتا تھا۔

حَرْثُ الْآخِرَةِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر كَانَ يُرِيدُ کا مفعول۔ آخرت
کی کھیتی، یعنی جو نیک کام دنیا میں اس نیت سے کیا کرتا تھا کہ اسے اس کا پھل آخرت میں ملے
سَزِدُ (مناس) مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم۔ زِيَادَةٌ مصدر باب ضرب) لَهُ فِي حَرْثِهِ
ہم اس کی کھیتی کے پھل یعنی ثواب (آخرت) میں اضافہ کریں گے۔ یعنی بڑھادیں گے۔
حَرْثُ کھیتی، زراعت، حَرْثُ يَحْرِثُ (باب ضرب) سے مصدر ہے : بَیْعَ دَالِنَا
کھیتی کرنا۔ کھیت۔

== نُوْنٌ - منار۔ جمع متکلم اِنْتَاءُ (افعال) مصدر ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر
غائب ہم اس کو عطا کریں گے :

== مِنْهَا : تَبْعِيضٌ ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حَرْثُ الدُّنْيَا ہے
مِنْهَا۔ اِی شَيْئًا مِنْهَا وَهُوَ رِزْقُهُ الَّذِي قَسَمَ لَهُ لَا مَا يَرِیدُ۔ اس کو دنیا کے
مال سے اتنی قدر رزق ملیگا جو اس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے نہ کہ جو وہ چاہتا ہے :
== نَصِيبٌ - حصہ۔ (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

۲۱ : ۲۲ == اَلَّذِي - حرف عطف ہے بمعنی کیا۔ یہاں ہمزہ استفہام کے معنی میں آیا ہے
تَقْرِیر کلام یوں ہے اِقْبَلُوْنَ مَا شَرَعَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنَ الدِّیْنِ اَمْ لَكُمْ شُرَکَآءُ شَرَعُوْا
لَكُمْ مِنَ الدِّیْنِ الخ کیا وہ اس دین کو مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا،
یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جو شرک (باطل) بنائے ہیں انہوں نے ان کے لئے کوئی (نیا) دین

مقرر کر رکھا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۹:۱۸)

== مَا لَمْ يَأْذَنْ بِدِ اللَّهِ مَا اسْمُ مَوْصُولٍ بے باقی جملہ اس کا صلہ۔ لَمْ يَأْذَنْ
منارۃ نفی جہد لم۔ بمعنی ماضی منفی اِذْنٌ (باب سمع) مصدر (جس کی اللہ نے) اجازت نہیں
دی ہے۔

== كَوْلًا: اگر نہ ہوتا (نیز ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرۃ الصدر و ۶:۴۳)

== كَلِمَةُ الْفَصْلِ، مضاف مضاف الیہ۔ فیصلے کی بات: قول فیصل۔ اگر روز رازل
سے ہی فیصلے کی بات ٹھہرائی، وہی نہ ہوتی (کہ قیامت کے آنے سے پہلے ان کو پوری سزا
نہیں دی جائے گی) كَوْلًا كَلِمَةُ الْفَصْلِ جملہ شرطیہ ہے۔

== لَقَضَىٰ بَيْنَهُمُ۔ جواب شرط: لام جواب شرط کے لئے ہے۔ قُضِيَ ماضی مجہول
کا صیغہ واحد مذکر غائب (قَضَاءُ رباب ضرب) مصدر فیصلہ کرنا۔ بَيْنَهُمُ۔ اِی
بین الکافرین و المؤمنین۔ تو کافروں اور مؤمنوں کے درمیان اختلافات کا
فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔

== اَلْظَّالِمِیْنَ اِی الْمَشْرُکِیْنَ، ضمیر غائب کی جگہ اسم ظاہر (الظَّالِمِیْنَ)
کی صراحت یہ بتانے کے لئے کہ وہ ظلم یعنی شرک کی وجہ سے عذاب الیہ (درد
ناک عذاب) کے مستحق ہیں۔ تری کا مفعول ادل ہے

== ۲۲:۴۲ مُشْفِقِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر ڈرنے والے (ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ
الصدر۔ تری کا مفعول ثانی ہے۔

== مِمَّا كَسَبُوا۔ مِمَّا۔ مِنْ ادر مَّا سے مرکب ہے، مَا مَوْصُولٌ كَسَبُوا صلہ ہے
اپنے موصول کا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے كَسَبْتُ (باب ضرب) مصدر۔ جو انہوں نے
کمایا۔ (جو کام شرک و معاصی کے انہوں نے کئے ہوں گے)

== وَهُوَ وَاَقْعُ اِیْھُمْ۔ جملہ ماضیہ ہے۔ هُوَ کی ضمیر مَا كَسَبُوا کی طرف راجع ہے
حال یہ کہ وہ ان پر پڑ کر ہی رہیگا۔ یعنی ان کے کئے کا وبال۔

== رَوْضَتِ الْجَنَّتِ: مضاف مضاف الیہ۔ جنتوں کے باغات، اَلرَّوْضُ
اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پانی جمع ہو اور سبزہ بھی ہو۔ باغ

== مَا يَشَاءُونَ: جو وہ چاہیں گے۔ مَا مَوْصُولٌ۔ يَشَاءُونَ منارۃ جمع مذکر
غائب مَشِیَۃ (باب فتح) مصدر۔

== ذَلِكْ، یعنی جنت کی نعمت جس کا ذکر کیا گیا۔

۴۲: ۲۳ == ذَلِكْ۔ ای الفضل الکبیر۔ یہی فضل کبیر ہے جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے۔

== الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ یہ بدل ہے عِبَادِہ کا: ”اسی کے بندوں“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔

== قُلْ: ای قُلْ يَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) لِلْمُشْرِكِينَ:

== لَا أَسْأَلُكُمْ۔ لَا أَسْأَلُ۔ مضارع منفی واحد متکلم: کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، عَلَیْہِ ای علی تبلیغ الرسالۃ یعنی تبلیغ رسالت پر (میں کچھ اجرت نہیں مانگتا) اجْرًا۔ مفعول ثانی لَا أَسْأَلُكُمْ کا۔ اجرت۔ معاوضہ۔

== إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ: إِلَّا حرف استثناء یہ استثناء متصل ہے (تفسیر حقانی) الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ مستثنیٰ۔ سوائے قرابت کی محبت کے: صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:-

إِلَّا حرف استثناء ہے یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ جو کہ مستثنیٰ ہے یہ مستثنیٰ مذہ میں داخل نہیں ہے تاکہ آیت کا یہ مفہوم ہو۔ کہ میں تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرو۔

== مَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً: جملہ شرطیہ۔ يَقْتَرِفْ مضارع مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب، اقْتَرَفَ (افتعال) مصدر۔ کمانے کا: حَسَنَةً نیکی، بھلائی يَقْتَرِفْ کا مفعول۔

الْقُرْبَىٰ وَالْاقْتِرَافُ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے اور زخم سے چھلکا کریدنے کے ہیں۔ اور جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قِرْفٌ کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اقْتَرَفَ (افتعال) کمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا۔

ترجمہ ہوگا: جو شخص نیکی کما تا ہے:

== نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا: جملہ جواب شرطیہ۔ نَزِدْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم زیادۃ (باب ضرب) مصدر۔ ہم بڑھادیں گے: حُسْنًا، اچھائی، عمدگی خوبی: حُسْن۔ ہم اس کے لئے اس نیکی میں اور بھی خوبی بڑھادیں گے:

== غَفُورٌ صیغہ مبالغہ، خوب بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

== شَكُورٌ بڑا قدر دان۔ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب دینے والا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

جب یہ بندے کی طرف منسوب ہوگا تو مطلب ہوگا بڑا شکر گزار، بڑا احسان ماننے والا۔ شُكْرٌ سے بروزن فَعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع 'شُكْرٌ' ہے۔

۲۴:۲۴ = اَمْ: اَمْ: اَمْ منقطعہ بمعنی بَلْ: اَمْ لَيَقُولُنَّ۔ اے بل یقول کفار مکہ (الخیازن) (کفار مکہ معاذ اللہ رسالت تو ادا نہیں کرتے) بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ: (افتروی علی اللہ کذباً)

== اِفْتَرَى، ماضی واحد مذکر غائب (افتعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ ف ری مادہ اَلْفَرَى (باب نصر) کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْرَاءُ (افعال) بمعنی خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اور باب افتعال سے اِفْتَرَاءُ کا لفظ اصلاح اور فساد، دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں آتا ہے؛ اسی لئے قرآن مجید میں جُھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے:- چنانچہ قرآن مجید میں ہے:- اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: (۴۰: ۵۰) دیکھو یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں:

== كَذِبًا، جھوٹ:

== فَاِنْ يَشَاءِ اللّٰهُ يَخْتِمُ عَلَىٰ قَلْبِكَ۔ مبدلہ اول شرط اور مبدلہ ثانی جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ ہے، یَشَاءُ مضارع واحد مذکر غائب: اصل میں یَشَاءُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہو کر یَشَاءُ ہو گیا۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ع و گریا الف ساکن کو مابعد مخوک سے وصل کے لئے کسرہ دیا گیا۔ مَشِيَّةٌ (بافتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ وہ چاہے:

== يَخْتِمُ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب وہ مہر لگاتا ہے وہ مہر لگائے: اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ بابل کفار کو کہتے ہیں کہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام لگا دیا ہے ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مہر لگا دیتا پھر تجھے کچھ یاد نہ رہتا جیسے کہ ارشاد باری ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ ۚ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ (۶۹: ۴۲: ۴۶) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کی کاٹ ڈالتے (ابن کثیر)۔

== وَ يَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جملہ سابقہ کا معطوف نہیں ہے؛ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے مَحْوٌ (باب نصر) سے مصدر۔ اخیر میں واو کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم الخط کی موافقت کی وجہ سے ہے؛ جیسے سَدَّعُ الزَّبَانِيَّةَ (۱۸: ۹۶) ہم بھی اپنے موکلان دوزخ کو بلاتیں گے: يَا يَدُعُّ الْإِنْسَانَ بِالشَّرِّ (۱۱: ۱۱) اور انسان بُرائی کی دعا بھی (اسی تقاضہ سے) کرتا ہے؛ میں واو نہیں ہے۔

== وَ يَحِقُّ الْحَقُّ بِكَلِمَتِهِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور بین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے، یعنی دلائل بیان و ماکریا حجت پیش کر کے۔

== ذَاتِ الصُّدُورِ: مضاف مضاف الیہ سینوں کی۔ ذَاتِ مَوْثِیْ ہے دُذُکِ یعنی والی۔ سَامِبٍ۔ صُدُورِ جمع ہے صَدْرُ کی سینہ۔

== عَلِيٍّ: بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمَ سے فَعِيل کے وزن پر بالفتح کا صیغہ ہے؛

۴۲: ۲۵ == يَعْفُوْا عَنُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفْوٌ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ معاف کرتا ہے، وہ بخش دیتا ہے۔

== السَّيِّئَاتِ: سَيِّئَةٌ کی جمع۔ برائی۔ گناہ، فعلِ بَدَّ۔ حَسَنَةٌ کی ضد ہے سَيِّئَةٌ اَنْسَلْ میں سَيِّئًا اَنْسَلْ۔ واو کوئی سے بدل کر کی کوئی میں مدغم کر دیا گیا۔

۴۲: ۲۶ == وَيَسْتَجِيبُ۔ منارث واحد مذکر غائب: اِسْتَجَابَةٌ (استفعال) مصدر۔ جواب سارہ۔ وہ قبول کرتا ہے، وہ دعا قبول کرتا ہے۔ اِیْ یَسْتَجِيبُ دَعَاءُ الَّذِينَ اٰمَنُوا۔۔۔۔۔ اور وہ دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے

== وَ يَزِيْدُ هُمْ: اِیْ دِیَزِیْدُ فِی ثَوَابِ اَعْمَالِهِمْ اور ان کے اعمال کے ثواب میں زیادتی کر دیتا ہے۔ یعنی ان کی عبادت کے لحاظ سے اجر کئی گنا دیتا ہے یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: اِیْ اِذَا دَعَوْا اِسْتَجَابَ دَعَاءُهُمْ وَاَعْطَا

مَا طَلَبُوا وَزَادَهُمْ عَلَىٰ مَطْلُوبِهِمْ حَبْ دَعَا كَرْتے ہیں ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو طلب کرتے ہیں وہ اُن کو عطا کرتا ہے اور ان کے مطلوب سے بھی زیادہ دیتا ہے :

== عَذَابٌ شَدِيدٌ : موصوف و صفت . شَدِيدٌ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِيلٌ - سخت :

۲۲: ۲۷ == دَلَّوْا بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ جَمْدٌ شَرْطِيَّةٌ ہے لَوْ حَرْفِ شَرْطِ

بَسَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بَسَطَ (باب نصر) مصدر اس نے کشادہ کیا۔

اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رزقی فراہ کر دے۔

== لَبَّغُوا فِي الْأَرْضِ : جواب شرط - لام جواب شرط کا ہے ، لَبَّغُوا ماضی کا صیغہ

جمع مذکر غائب : لَبَّغُوا (باب مذہب) مصدر - اس نے بغاوت کی ، اس نے سرکشی کی

اس نے زیادتی کی - تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں گے۔

== يُنْزِلُ : مضارع واحد مذکر غائب ، تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - وہ نازل کرتا ہے

وہ اتارتا ہے ۔

== قَدَرٌ : اندازہ شدہ - معتد ار مقدار مقررہ - اللہ کا حکم جو وہ اپنے بندوں کے

لئے مقدر کر چکا ہے فعل بمعنی مفعول :

== خَبِيرٌ : خبر نے فَعِيل کے وزن پر صفت مشبہہ کا صیغہ ہے ؛ بمعنی خبردار - دانا

اللہ تعالیٰ جبل و علائقہ کے اسمائے ثنی میں سے ہے ؛ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذات

باری تعالیٰ تبارک ہی کے لئے استعمال ہوا ہے ۔

== بَصِيرٌ : فَعِيل بمعنی فاعِل - دیکھنے والا - جاننے والا - یہی اللہ رب العزت کے

اسمائے ثنی میں سے ہے ؛

۲۸: ۲۸ == يُنْزِلُ : ملاحظہ ہو آیت سابقہ ۔

== الْغَيْثُ : بارش ؛ غَاثٌ يَغِيثُ غَيْثٌ (باب ضرب) مصدر اجوف یا

بے - یہ فعل متعدی ہے - کہا جاتا ہے غَاثٌ يَغِيثُ ؛ اس نے مجھ پر بارش کی ، اس کے

مثال لفظ غَوَّثَ ہے جو اجوف واوی ہے - غَوَّثَ سے أَغَاثٌ يَغِيثُ (باب

افعال) ماضی و مضارع آتا ہے ؛ باب استفعال میں پہنچ کر دونوں کی شکل ظاہری ایک

ہو جاتی ہے یعنی اسْتَغَاثَ يَسْتَغِيثُ مدد طلب کرنا - یا بارش طلب کرنا - قرآن

مجید آیۃ دَانِ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ (۲۹: ۱۸) میں دونوں

معنی کا احتمال ہے یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کا پانی ان کو دیا جائے گا۔ یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی دے کر ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔
يُغَاثُوا فَعْلٌ مَجْهُولٌ جمع مذکر غائب میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ مدد طلب کرنے کی صورت میں یہ اُنْغَاثٌ (باب افعال) سے ہوگا اور دوسری صورت میں غَاثٌ يَغِيْثُ (ضرب) سے۔

== قَنَطُوا ماضی جمع مذکر غائب قَنَطُوا اگر پہلے جملہ ابواب اس سے مستعمل ہیں لیکن اٹنی ہی ہے کہ اس کو باب ضرب سے قرار دیا جائے کیونکہ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا رایتِ ہذا میں ماضی فتح میں سے اور مَنْ يَّقْنِطُ (۵۶: ۱۵) زبر سے ہے یا زبر سے (لیکن عام نسخہ جات میں یہ عین کلمہ کے زبر سے ہے اس صورت میں ماضی اور مضارع کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ باب فتح سے ہوگا)
قَنَطُوا وہ ناامید ہو گئے۔

== يَنْشُرُ مضارع واحد مذکر غائب نَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پھیلاتا ہے۔ پھیلانے کا۔

== الْوَلِيُّ وَلَايَةٌ (باب ضرب) سے مصدر فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے کار ساز، دوست۔ مددگار۔

== الْحَمِيدُ ستودہ، صفات کیا گیا۔ سراہا ہوا۔ حَمْدٌ (باب سمع) مصدر سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَحْمُودٌ سے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے۔

== ۲۹: ۴۲ وَ مَا بَثَّ فِيْهِمَا۔ مبدع معطوف ہے اس کا عطف السَّمَوَاتِ پر ہے مَا موصول ہے بَثَّ ماضی واحد مذکر غائب بَثَمَ (باب نصر و ضرب) مصدر اس نے بکیر دیا۔ اس نے پھیلا دیا۔

اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پر آئندہ کرنے اور ابھانے کے ہیں۔ اسی لئے ہوا سے خاک اڑنے، غم سے بے قرار ہوجانے اور راز کے افشا کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔

== دَابَّةٌ جانور، چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رَجِيْعٌ والا۔ دَبَّ دَابَّةٌ جمع (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ مذکر و مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے اس جمع

دَوَابُّ بے اگرچہ حرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ دَابَّةً آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے مثلاً وَبَثَّ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ (۲: ۱۶۴) اور اس نے زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے ہیں۔

== فِيهِمَا مِیں هِمَا ضمیر تثنیہ مذکر مثنیٰ غائب السموات والارض کے لئے آیا ہے۔

== اِذَا اِشْتَارَ مِیں اِذَا متعلقہ اجْمَعِہْمَا ہے یعنی وہ عیب بھی ان کو جمع کرنا چاہے۔
== قَدِيرٌ قَدَرٌ ہے صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ قدرت والا ہے۔ روبرو دست خداوند تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے؛

۴۲: ۳۰ == وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ؛
مَا اسم موصول مبتدا۔ اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ اس کا صلہ؛

جب مبتدا اسم موصول ہو اور اس صلہ جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر اکثر ف لائے ہیں کیونکہ اس (ما) کے اندر شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے یہاں خبر پر ف استعمال ہوا ہے۔

اَصَابَكُمْ؛ اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُنْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَصَابَةٍ (افعال) مصدر۔ تم کو پہنچے، تم کو پہنچا۔ تم کو پیش آیا۔
مِنْ مُصِيبَةٍ جار مجرور۔ کوئی مصیبت۔

بِمَا مِیں بِ سبب ہے اور مَا موصولہ ہے۔ بہ سبب (اس گناہ کے) جو تمہارے ہاتھوں نے کیا۔

كَسَبَتْ؛ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، كَسَبٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی گناہ اٹھانا کمانہ مائل کرنا۔ اَيْدِيكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ؛
== وَ يَعْصُوا عَنْ كَثِيرٍ يَعْفُوا مفسار ع واحد مذکر غائب۔ عَفَوْا (باب نصر) مصدر وہ معاف کر دیتا ہے۔

كَثِيرٍ۔ ای کثیر من الذُّنُوبِ۔ اکثر گناہ۔

۴۲: ۳۱ == وَمَا اَنْتُمْ وَاَدْعَاؤُكُمْ۔ مَا نافیہ ہے۔

== مُعْجِزِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْجَازٌ (افعال) مصدر۔ عاجز بنائے

والے۔ ہر آنے والے۔ عجز مادہ :

== مِنْ دُونِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔ اللہ کے ورے۔

== دَلَّی۔ کا معنی ہے متولیاً لشیء من امورکم بالاسنتقلال یحکمکم
من المصائب یعنی وہ ذات جو تمہارے کسی کام کی متولی ہو اور تمہیں مصیبتوں سے بچائے
اللہ تعالیٰ کے اسما میں سے ہے :

۴۲:۴۲ = الْجَوَّارِ۔ جَارِیۃ کی مبع اصل میں جَارِیۃ کی مبع جَوَّارِی یا
کو بطور زائد مذکر کیا گیا ہے کشتیاں۔ جہاز۔ جَارِیۃ کا اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے
جَرِی (باب ضرب) مصدر سے۔ چلنے والی۔ جاری۔ بہنے والی۔ چونکہ کشتی پانی کی
سطح پر چلتی ہے۔ اس لئے جَارِیۃ کہلاتی ہے۔

== کَالْاَعْلَامِ، عَلَمٌ کی جمع۔ پہاڑ۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو کہتے ہیں جس کے
ذریعہ سے کسی نئے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشان راہ کے پتھر۔ اور فوج کا علم اس اعتبار سے پہاڑ
کا نام بھی مسلم ہو گیا۔

ایک آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عَلَمٌ کہا گیا ہے وَارْتَقِ لَعَلَّکَ
لِلشَّاعَةِ (۴۲:۶۱) بے شک وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں۔

۴۲:۴۲ = اِنْ یَّشَآءِ اِنْ شَرِطَیۡہِ۔ یَشَآءُ منارٌ مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب
مَشِیۡۃ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ چاہے۔

== یُسْکِنُ مَنَازِغَ مُجْزِوْمَ بوجہ شرط: واحد مذکر غائب کا صیغہ ن مکسور بالوصل
اِسْکَانَ (انعال) مصدر وہ روک دے :

== الرِّیْحَ۔ ہوا۔ اسم مفعول۔ رِیْحٌ کی مبع رِیَاح بے قرآن مجید میں جہاں
ارسال ریح کا تذکرہ ہے اگر جمع ہے یعنی رِیَاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور پر
رحمت کی ہوائیں مراد ہیں اور اگر واحد کا لفظ رِیْحٌ استعمال ہوا ہے تو وہاں عذاب کے
معنی مراد ہیں۔

اِنْ یَّشَآءِ یُسْکِنُ الرِّیْحَ مبد شرطیہ ہے :

== فَيُظْلَمْنَ وَ جَوَابِ شَرْطِ کے لئے ہے یُظْلَمْنَ منارِ غفل ناقص جمع
مؤنث غائب خَلُّ (باب سمع) مصدر وہ ہو جائیں۔ وہ ہو جائیں گی۔ ضمیر جمع مؤنث
کا مربع الجوارب :

== رَوَاكِدًا، ایستادہ: ٹھہری ہوئیں، ٹھہنی ہوئیں۔ رَاكِدٌ کی جمع ہے رُكُودٌ (باب نصر) مصدر معنی (ہوا۔ پانی۔ یا جہاز کا) رک جانا۔ اپنے مقام پر ٹھہر جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔

== عَلَى ظَهْرِهِ میں ۶ ضمیر کا مرجع الْبَحْرُ ہے۔

پس کشتیاں یا جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔

== فِيْ ذٰلِكَ: ذٰلِكَ کا اشارہ کشتیوں یا جہازوں کا پانی کی سطح پر ہواؤں کے چلنے سے رواں دواں رہنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہواؤں کو روک کر کشتیوں کو پانی پر ساقط کر دینا کی طرف ہے۔

== صَبَّارٌ صَبْرٌ سے بروزن فَعَال مبالغہ کا صیغہ ہے بہت سبر کرنے والا بڑا تحمل کرنے والا۔

== شَكُوْرٌ شَكَرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزار میں سے ہے۔ بڑا شکر گزار، بڑا احسان ملنے والا۔

یہاں صَبَّارٌ سے شاکر و مؤمن فحس کی تعریف میں آئے ہیں۔

۴۲:۴۲ = اَزْ يُوْلِقُهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا۔ اِی اِدَانٌ لِّشَاءٍ يُوْلِقُهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا۔ اِذْ حَرَفْ عَطْف۔ یُوْلِقُ منارغ مجزوم (جواب شرط کی وجہ سے) واحد مذکر غائب۔ اِیْبَاقُ (افعال) مصدر و یُوْلِقُ مادہ۔ وہ ہلاک کر دے و یُوْلِقُ (باب ضرب) معنی ضعیف اور گراں ہو کر ہلاک ہونا۔ مَوْلِقُ اسم ظرف مکان۔ ہلاک ہونے کی جگہ جیسے کہ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا بَنِيَّهْمُ مَوْلِقًا (۵۲:۱۸) اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنادیں گے؛

هُنَّ ضمیر مفعول جمع مونث غائب کا مرجع الجوارہ ہے (اور اگر وہ پائے تو ان کی کرتوتوں کے سبب انکو ہلاک کر دے)۔

اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اِنْ لِّیْسَ لِّلْیَمٰنِ التَّوْحٰیجُ پر ہے

== وَ لِّیَعْفَ عَنْ کَثِیْرٍ: یہ جملہ معترضہ ہے یا اس کا عطف سابق جملہ اِنْ لِّیْسَ لِّلْیَمٰنِ التَّوْحٰیجُ پر ہے۔ یعنی اگر وہ پائے تو ہوا کو روک دے کہ جہاز کھڑے رہ جائیں یا طوفان بھیج دے کہ جہاز تباہ ہو جائیں اور آدمی ڈوب جائیں۔ یا موافق ہو جائیں چلاتا ہے اور کثیر لوگوں سے درگزر فرماتے۔ (مظہری)

لِّیَعْفَ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ نیز ملاحظہ ہو

۴۲: ۳۰ متذکرۃ الصدر۔

۴۲: ۳۵ = یَعْلَمَ۔ مضارع منسوب واحد مذکر غائب تعلیل محذوف پر عطف ہونے کی وجہ سے منسوب ہے: تقدیر کلام ہے لِيَنْتَقِمَ مِنْهُمْ دَعْلَمَ: اس کا فاعل الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي الْإِيتِنَا ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان سے انتقام لینے کے لئے ان کو ہلاک کر دے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں حکم کرتے ہیں جان لیں کہ.....

= الَّذِينَ اسْم موصول يُجَادِلُونَ فِي الْإِيتِنَا اس کا صلہ۔ دونوں مل کر فاعل یَعْلَمَ فعل۔ مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِيصٍ مفعول۔
 = يُجَادِلُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُجَادِلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ وہ حکم کرتے ہیں۔

= مَحِيصٍ اسم ظرف مکان۔ پناہ لینے کی جگہ۔ لوٹنے کی جگہ:
 ۴۲: ۳۶ = فَمَا أُوْتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ نَّعَاطِفٌ مَا مَوْصُولٌ مُتَضَمِّنٌ شَرْطِ
 فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا میں ن جواب شرط کے لئے ہے جملہ اول شرط جملہ ثانی جواب شرط۔ پس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا (ناپائدار) سامان ہے:
 = وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى: واو عاطفہ۔ مَا عِنْدَ اللَّهِ ما موصول مع صلہ۔ دونوں مل کر مستند خَيْرٌ وَأَبْقَى خبر۔ اور (آخرت میں) جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور سدا بنے والا ہے:

أَبْقَى بَقَاءً (باب سمع) سے ا فعل التفضیل کا صیغہ ہے، دیر تک رہنے والا
 جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنی "سدا رہنے والا" ہوگا۔
 = لِلَّذِينَ آمَنُوا خَيْرٌ مِمَّا مَتَّعْنَاهُمْ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا خَيْرٌ مِمَّا مَتَّعْنَاهُمْ اِیْ ذٰلِكَ لِلَّذِينَ آمَنُوا۔ یہ ثواب ان کے لئے ہے جو ایمان لائے۔

= دَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ اس کا عطف الَّذِينَ آمَنُوا پر ہے۔
 يَتَوَكَّلُونَ مضارع جمع مذکر غائب تَوَكَّلٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ توکل کرتے ہیں۔

۴۲: ۳۷ = وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الذُّمِّ وَالْفَوَاحِشِ:
 اس کا عطف بھی الَّذِينَ آمَنُوا پر ہے يَجْتَنِبُونَ مضارع جمع مذکر غائب:

اجْتَنَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ پرہیز رکھتے ہیں کِبَائِرُ جمع کَبِيرَةٌ کی صفت مشبہ جمع مؤنث مضاف إِلَيْهِنَّ (گناہ) مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول۔ یَجْتَنِبُونَ کا۔ اَلْفَوَاحِشُ فَا حِشَّةٌ کی جمع مفعول ثانی۔ اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں بھائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ اجتناب کرتے ہیں۔

فائدہ

حدیث شریف میں مندرجہ ذیل گناہ کبیرہ بیان ہوئے ہیں۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ کسی پر باد کرنا۔ قتل ناجائز۔ سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا۔ جہاد بھاگنا۔ پاکدامنوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

فواحش میں مندرجہ ذیل مندرج ہیں۔ زنا۔ لواطت، لے ترمی کی باتیں۔

== إِذَا مَا حَب حَب کبھی۔ شرطیہ ہے

== غَضِبُوا۔ ماضی جمع مذکر غَابَ غَضِبَ (باب سمع) مصدر۔ وہ غضبناک ہوتے

ہیں۔ إِذَا مَا غَضِبُوا جملہ شرط ہے یہ بھی الَّذِينَ اٰمَنُوا پر معطوف ہے۔

== هُمْ يَغْفِرُونَ؛ جملہ جواب شرط ہے؛ هُمْ مبتدا۔ يَغْفِرُونَ خبر۔ اِذَا مَا کا عطف بھی الَّذِينَ اٰمَنُوا پر ہے۔

۳۸:۴۲ == وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا۔ معطوف ہے الَّذِينَ پر۔ اسْتَجَابُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غَابَ اسْتَجَابَ (اِسْتِفْعَال) مصدر۔ جواب مادہ۔ انہوں نے مانا انہوں نے قبول کیا۔ اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔

== وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ معطوف ہے الذين امنوا پر۔

== وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ؛ شُورَىٰ مشورہ کرنا۔ یہ باب مفاعلة سے مصدر ہے

جیسے بُشْرَىٰ وَذِكْرَىٰ۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے الَّذِينَ اٰمَنُوا پر۔

اور ان کے سارے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔

== وَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ؛ معطوف علی الَّذِينَ اٰمَنُوا۔

مِمَّا مِنْ حُرُوفِ جَارِ اور ما موصولہ سے مرکب ہے؛ اس میں سے جو (رزق ہم نے عطا کیا)

يُنْفِقُونَ مضاف جمع مذکر غَابَ اِنْفَاقٌ (اَفْعَالٌ) مصدر۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔

۳۹:۴۲ == وَالَّذِينَ إِذَا..... يَنْتَصِرُونَ۔ اس کا عطف بھی الَّذِينَ اٰمَنُوا

پر ہے۔ اِذَا حَب، ظرف زمان ہے۔ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔

== أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ - أَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب إِصَابَةٌ (افعال) مصدر وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پایا۔ مُصِيبَةً آپڑنے والی۔

الْبَغْيُ - سرکشی، ظلم۔ زیادتی۔ الْبَغْيُ (باب ضرب) سے مصدر۔
بَغْيٌ کے اصل معنی میاں ردی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک مجبور جیسے بدل کی بجائے افسان کرنا۔ اور فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی پابند رہنا۔ دوسرے مذموم، جیسے حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ شبہات میں پڑنا جیسے قرآن مجید میں اکثر مواقع پر بَغْيٌ کا استعمال مذموم معنی میں ہی ہوا ہے۔
بَغْيٌ (باب ضرب) بمعنی طلب کرنا۔ خواہش کرنا۔ بھی آتا ہے۔

== يَنْتَصِرُونَ : مضارع جمع مذکر غائب اِنْتَصَارٌ (افْتِعَالٌ) مصدر وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔ بدلہ لے سکتے ہیں (جرم کے مطابق) بدلہ لے لیتے ہیں

اِذَا شَرِیْطٌ ہونے کی صورت۔ میں جملہ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ جملہ شرطیہ ہوگا اور جملہ هُمْ يَنْتَصِرُونَ مبتدا اور خبر مل کر جواب شرط۔ جملہ شرط و جواب شرط مل کر صلہ اپنے وصول الذین کا۔

۴۲: ۴۰ == دَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِّثْلُهَا : سَيِّئَةٌ بُرَانِی، بُرَا کام، گناہ اس کی جمع سَيِّئَاتٌ ہے؛ س و و مادہ، واو عاطفہ ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مبتدا۔ مِثْلُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر سَيِّئَةٍ کی صفت موصوف و صفت مل کر خبر اپنے مبتدا کی (مِثْلُهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرفوع سَيِّئَةٌ ہے، اور بُرَانِی کا بدلہ بُرَانِی ہے (اسی طرح کی، اُسی قدر) مقاتل نے کہا ہے کہ: جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سے مراد قتل اور زخمی کرنے کا بدلہ۔ مجاہد اور سدی کے نزدیک گالی گلوں یا برے الفاظ کا بدلہ مراد ہے؛ لیکن ساتھ ہی فرمادیا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ۔ لیکن جو شخص معاف کرے اور صریح کر لے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

== عَفَا۔ ماضی واحد مذکر غائب عَفْوٌ (باب نصر) مصدر اس نے معاف کیا۔
== أَصْلَحَ : ماضی واحد مذکر غائب إِصْلَاحٌ (افعال) مصدر اس نے صلح کر لی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہو گیا۔ اس نے اصلاح کی۔ اس نے صلح کرادی۔

فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ مَنْ شَرِیْطٌ جملہ شرط؛ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ جواب شرط؛ مَنْ موصول متضمن لمعنی الشرط بھی ہو سکتا ہے۔

۴۱:۴۲ = وَلَمَنْ اِنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ
 واذا ما ظلم لکوں شرطیہ اور مجبہ نمٹ اِنتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ شرطاً فَأُولَٰئِكَ
 مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ جواب شرطیہ

اِنتَصَرَ مانسی و آمد مذکر غائب اِنتَصَارُ اِفْتَعَالٌ مصدر اس نے مدد طلب
 کی: اِنتَصَارُ کے معنی مدد طلب کرنے کے ہیں ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور
 اس سے انتقام لینے کے ہیں باب استفعال سے بھی مدد مانگنا کے معنی آتے ہیں مثلاً
 وَانِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمْ النُّصْرُ (۸: ۷۲) اور اگر وہ تم سے
 دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے

سَبِيلٌ: راستہ راہ۔ سبیل اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو
 پھر سبیل کا لفظ ہر اُن چیز پر بولا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز تک رسائی کا ذریعہ ہو عام اس سے کہ
 وہ چیز خیر ہو یا شر۔ قرآن مجید میں ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ (۱۶: ۱۲۵) اے
 پیغمبر (لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف (یعنی راہِ حق کی طرف) حکمت و دانائش سے بلاؤ
 سبیل اللہ سے مراد جہاد، حج، طلب علم اور وہ امور خیر جن کا اللہ نے حکم دیا ہے

معاورہ ہے لَيْسَ عَلَيَّ فِي هٰذَا سَبِيْلٌ اس بارہ میں مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے
 يٰ لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ مِنْ سَبِيْلٍ تمہیں میرے سے مواخذہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے
 اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اور جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لیا پس یہ لوگ ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں
 (ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے) مانا فیہ ہے:

۴۲:۴۲ = اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِيْنَ: بے شک الزام یا مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے

جو.....

= يَبْغُوْنَ فِي الدِّمَارِ - يَبْغُوْنَ مصارع جمع مذکر غائب بَغَى (باب ضرب) مصدر
 وہ زیادتی کرتے ہیں، سرکشی یا ظلم کرتے ہیں اور جبکہ قرآن مجید میں چاہنا، خواہش کرنے کے معنی میں
 بھی آیا ہے مثلاً يَبْغُوْنَكُمْ الْفِتْنَةَ (۹: ۴۷) تم میں فتنہ ڈالنے کی خواہش ہے:

نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۳۹ متذکرۃ الصدر۔

۴۳:۴۲ = وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ: مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اِنْ
 ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْمُؤَرِّجِ جواب شرطیہ ہے:

عَفَرَ ماضی واحد مذکر غائب غُفِرَ اَنْ (باب ضرب) مصدر اس نے بخشا۔ اس نے معاف کیا
 = ذَلِكْ : اِی الصبر والغضبان صبر کرنا اور معاف کر دینا۔

= مِنْ تَبْعِیْهِ ہے

= عَزَمَ الْأُمُورَ، مضاف مضاف الیه۔ الْعَزْمُ وَالْعَزِیمَةُ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور
 پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ عَزَمْتُ الْأُمُورَ میں نے اس کام کو قطعی طور پر کرنے کا ارادہ کر لیا
 میں نے اس کام کو کر گزرنے پر دل کو پکا کر لیا۔ یہ عَزَمَ لِعَزْمٍ کا مصدر ہے اور اسی کا فعل
 باب ضرب ہے آتے ہیں یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے۔ یعنی عَزَمَ بِمَعْنَى مَعَزُومٍ ہے اور اس سے
 مراد ہے وہ عمل جس کو اس کی خوبی بڑائی اور عزت کی بنا پر ہر ایک کو کرنے کا پختہ ارادہ کر لینا چاہئے،
 مطلب یہ کہ ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کر دینا ان امور میں سے ہے جن کے کرنے کا
 پختہ ارادہ کر لینا چاہئے۔

سلامہ اسماعیل حقّی لکھتے ہیں کہ صبر اور مغفرت ان امور میں سے ہے جنہیں بندہ کو
 اپنے نفس کے اوپر واجب کرنا چاہئے کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہیں
 (رضی اللہ عنہما)

۴۲: ۴۲ = فَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ۔ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَمَالَهُ..... مِنْ بَعْدِهِ
 جواب شرط۔ يُضْلِكُ مضارع مجزوم بوجہ عمل مِنْ شَرْطِیۃٍ واحد مذکر غائب اِضْلَاکٌ (افعال)
 مصدر (جس کو) وہ گمراہ کر دے۔

= فَمَالَهُ، ف جواب شرط کے لئے ہے مَا نَافِیۃٌ ہے لَہُ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا
 مرجع وہ شخص ہے جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو۔ اور مِنْ بَعْدِهِ میں کا مرجع اللہ ہے۔
 = تَرَوٰی۔ مضارع واحد مذکر ماضر، رُؤِیۃٌ (باب فتح) مصدر تو دیکھتا ہے یا تو دیکھے گا
 مہموز العین و ناقص یائی ہے۔ رَوٰی مادہ ہے

= کَمَا۔ جب (کلمہ ظرف)

= رَاَوْا الْعَذَابَ، رَاَوْا اصل میں رَاَوْا تھا واو ساکن کو لام سے وصل کے لئے ضمّہ
 دیا گیا۔ رَاَوْا رُؤِیۃٌ (باب فتح) مصدر سے اصل میں رَاَوْا تھا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب
 سی متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس سی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واو دو ساکن جمع ہوئے
 الف کو حذف کر دیا گیا۔ رَاَوْا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔

یہاں اس آیت میں معنی مستقبل آیا ہے یعنی وہ دیکھیں گے چونکہ آئندہ قیامت کے دن عذاب کو

دیکھنا یقینی ہے اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ الْعَذَابَ فَعْلَ رَأَوْا کا مفعول ہے۔

== مَرَدٍّ - رَدُّ سے مصدر مہمی۔ پھیرنا۔ لوٹنا۔ هَلُّ إِلَى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ۔ کیا دنیا کی طرف لوٹ جانے کی کوئی راہ ہے؟۔ یعنی دنیا کی طرف لوٹ جانے کی درخواست کریں گے۔ تَرَىٰ فَعْلَ الظَّالِمِينَ مفعول۔ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ جملہ حالیہ الظَّالِمِينَ سے حال۔ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ شَرْطٌ يَقُولُونَ..... مِّنْ سَبِيلٍ جواب شرط ۲۲: ۴۵ = تَرَاهُمْ۔ تری مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دیکھے گا۔

== يُعْرَضُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرَضَ (باب ضرب) ان کو پیش کیا جائے گا عَلَیْهَا میں ہا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّار ہے (آگ، دوزخ) جس پر لفظ العذاب دلالت کرتا ہے۔

== خَشِعِينَ: خَشَوْعُ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ڈرنے والے عاجزی کرنے والے۔ فرد تنی کرنے والے: مِّنَ الذُّلِّ۔ مِّنْ یعنی بَسْبِیۃ ہے الذُّلِّ۔ ذَلَّ يَذِلُّ (باب ضرب) سے مصدر ہے ذَلَّتْ، عاجزی، تواضع، دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر جو ذلت ہو اس کو ذَلَّ (لغیمہ دال) کہتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے قہر اور دباؤ کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذَلَّ (کبر و ذال) کہلاتی ہے۔ ذَلَّ ل مادہ۔

مِّنَ الذُّلِّ۔ ذلت کی وجہ سے عاجز و در ماندہ و خوف زدہ۔

== يَنْظُرُونَ مِّنْ طَرَفٍ خَفِیٍّ۔ نیچی دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔ طَرَفٍ خَفِیٍّ، موصوف و صفت، طرف کے معنی ہیں۔ نظر، نگاہ۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکنے کے۔ پلک جھپکنے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طرف کا استعمال ہوتا ہے۔ فَصِرَتِ الطَّرْفُ (۵۶: ۵۵) نیچی نگاہ والیاں۔

خَفِیٍّ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے خَفَاءُ (باب سمع) مصدر۔ پوشیدہ، چھپی ہوئی۔ یعنی چوری کی نظر سے دیکھیں گے، جیسے وہ شخص جو رسیوں سے بندھا ہوا ہو خوف زدہ ہو کر عاجزی کے ساتھ چوری کی نظر سے جملہ کی تلواریں کو دیکھتا ہے۔

يُعْرَضُونَ عَلَیْهَا۔ خَشِعِينَ مِّنَ الذُّلِّ۔ اور يَنْظُرُونَ مِّنْ طَرَفٍ خَفِیٍّ

تینوں مجلے حال ہیں ھُم ضمیر مفعول سے ۔

== خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ : (جنہوں نے) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو گھاٹے میں ڈالا۔

== يَوْمَ الْقِيَامَةِ : مضاف مضاف الیہ ، مفعول فیہ ۔ قیامت کے روز ۔

== أَلَا - خبردار ہو جاؤ ، جان لو ، سن لو ۔

== عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۔ موصوف و صفت : ہمیشہ کا عذاب ، قائم رہنے والا ۔

۴۶:۴۲ == وَمَا كَانَ مِنْ مَّا نَافِيَةٍ : وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۔ اے وہ جو ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ ان کی مدد کر سکے :

يَنْصُرُونَهُمْ : يَنْصُرُونَ مضارع جمع مذکر غائب نصر (باب نصر) مصدر
رک، وہ مدد کر سکیں ۔ یا مدد کریں ۔ ھُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔

== وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ - جملہ شرط - فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ جِوَاب شرط :

يُضْلِلُ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب إِضْلَالٌ (افعال) مصدر
اور جس کو اللہ گمراہ کر دے (یہ اضلال ان لوگوں کے عدم تلاش و ق کی پاداش میں ہوگا اور یہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ بخوبی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہوگی تفسیر یا بدی) فَمَا میں ف جواب شرط کے لئے ہے مَّا نافیہ ہے فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ : اے فَمَا لَهُ مِنْ طریق اے ہدایت فی الدنیا والی الجنۃ یوم القیامۃ ۔ اس کے لئے دنیا میں ہدایت کا کوئی راستہ اور آخرت میں جنت تک رسائی کا کوئی راستہ نہ ہوگا ۔

۴۷:۴۲ == اسْتَجِیْبُوا - امر کا مینفہ جمع مذکر غائب استجابة (استفعال) مصدر ۔

تم حکم مالو، بعض نے کہا ہے اسْتَجِیْبُوا الرَّبَّکُمْ : اے اجیبو ادا عی اللہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

== مِنْ قَبْلِ أَنْ : اَنْ مصدر یہ ہے : یَأْتِیْ یَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۔ اے یاتی
یَوْمٌ مِنَ اللَّهِ لَا مَرَدَّ لَهُ (بیشتر اس کے کہ) آجائے اللہ کی طرف سے وہ دن جو ٹٹنے والا نہیں ہے
یَوْمٌ سے مراد ۔ یوم الموت یا یوم القیامۃ ہے ۔

لَا مَرَدَّ لَهُ - مَرَدٌ - رَدٌ - مصدر یہی ہے پھیرنا ۔ لوٹنا ۔ کہ اس کے لئے بہت جانا
ٹل جانا ۔ یا لوٹ جانا ممکن نہیں ہے :

اگر مِّنَ اللّٰهِ کا تعلق لَا مَرَدٍّ سے ہے تو مطلب ہوگا کہ اللہ جب اس روز کے آنے کا حکم دے چکے گا۔ تو پھر اس حکم کو واپس نہیں لے گا۔
 = مَلْجَاً - اسم ظرف مکان، پناہ کی جگہ۔ لَجَاً (باب ففتح سمع) سے مصدر۔ پناہ پکڑنا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَظَنُّوا اَنْ لَا مَلْجَاً مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ (۹: ۱۱۸) اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسی کے ہاں سے :
 = يَوْمَئِذٍ - اس روز۔

= وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ - نَكِيرٌ مصدر ہے بمعنی انکار (افعال)۔ باب افعال سے نَكِيرٌ (بروزن فاعل) مصدر غیر قیاسی ہے : اس جگہ نفی انکار سے مراد ہے ایسے انکار کی نفی جو نجات لے سکے۔
 رکرخی، یا نیکر سے مراد ہے مرد گار (مجاہد) یا نکیور بمعنی منکر ہے : یعنی قیامت کے دن عذاب کا انکار کرنے والا کوئی نہ ہوگا (کلبی)

تم نے جو کچھ کیا ہے تم اس کا انکار نہ کر سکو گے کیونکہ اعمال ناموں میں اس کا اندراج ہوگا اور تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی تمہارے اعمال کی شہادت دیں گے۔

۴۸: ۴۲ = فَإِنْ أَعْرَضُوا حِمْدُ شَرْطٍ ہے۔ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا۔ جواب شرط
 أَعْرَضُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ منہ پھیر لینا۔ اور اگر وہ لوگ (ریسن کر) پھر بھی منہ پھیر لیں۔

= حَفِظًا۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والا۔ منصوب بوجہ تمیز۔

= إِنَّ عَلَيْكَ میں إِنَّ نافیہ ہے۔ إِلَّا حرف استثناء۔

= الْبَلَاغُ؛ مصدر ہے یہ لفظ قرآن مجید میں بمعنی تبلیغ آتا ہے۔ الْبَلَاغُ وَالْبُلُوغُ (باب نصر) کے معنی مقصد اور منتہی کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچ جانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے گویا انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔

انتہا تک پہنچنے کے معنی میں فرمایا۔

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَرْبَعِينَ سَنَةً (۱۵: ۴۶) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

اور اَمُّ لَكُمْ اِيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَةِ (۳۹: ۶۸) یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو جہلی جائیں گی۔ یہاں بِالْغَةِ سے مراد انتہائی موکہ قسمیں ہیں۔

بَلَّغْ مَعْنَى پیغام جیسے هَذَا بَلَّغٌ لِلنَّاسِ (۵۲:۱۴) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔

اور بَلَّغٌ کے معنی کافی ہونا۔ بھی ہیں جیسے اِنَّ فِيْ هَذَا بَلَّغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِيْنَ (۱۰۶:۲۱) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری تبلیغ ہے۔
 = وَ اِنَّا اِذَا اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِثْرًا رَّحْمَةً مِّثْرًا شَرُّهُ فَرِحَ بِهَا جَوَاب شرط۔

اِذَا شَرْطِيَّةٌ: اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر ہم نے چکھایا۔ ذوق مادہ رَحْمَةً مفعول فعل اَذَقْنَا کا۔ فَرِحَ ماضی واحد مذکر غائب، وہ خوش ہوا۔ یا خوش ہو جاتا ہے۔
 بِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع رَحْمَةً ہے رحمت سے مراد دنیاوی نعمتیں؛ یہ مثلاً دولت، محبت وغیرہ؛

= وَ اِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ مِّمَّا قَدْ مَتَّ اَيُّدِيْهِمْ شَرُّهُ يَنْسِي النِّعْمَةَ رَأْسًا وَيَذْكُرُ الْبَلِيَّةَ وَيَسْتَعْظِمُهَا (جواب شرط محذوف) فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُورٌ عِلَّتْ جَزَارُ اِنْ شَرْطِيَّةٌ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے (الانسان سے مراد جنس انسان ہے لہذا یہاں هُمْ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ان کو پہنچے یا پہنچتی ہے۔ سَيِّئَةٌ تکلیف، مصیبت از قسم قحط، بیماری، تنگی، مفلسی، وغیرہ۔

بِمَا میں ب سبب ہے ہا موصولہ قَدْ مَتَّ اَيُّدِيْهِمْ اس کا صلہ۔ قَدْ مَتَّ ماضی واحد مؤنث غائب تَقْدِيْلُهُ (تفعیل) مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ كَفُورٌ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے سخت ناشکرا۔ اَلْكُفْرُ سے؛

فَرِحَ اور كَفُورٌ لفظاً واحد کے صیغے ہیں اور معنی جمع آئے ہیں۔

مطلب یہ کہ جب انسان کو اللہ کی طرف سے رحمت عطا ہوتی ہے تو اتر اجاتا ہے لیکن جب کوئی دکھ آتا ہے جو اس کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے رحمت اور عنایت کو سرے سے بھول جاتا ہے اور سب کا انکار کرنے لگتا ہے مصیبت کا بار بار ذکر کرتا ہے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور غور نہیں کرتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں:-

اِذَا (جب) عربی زبان میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات ثابت شدہ اور محقق ہو۔ نعت عطا فرمانا اور اس کا منہ چکھانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاتیہ کا اقتضا اور اس کا معمول

کسی شک کی اس میں گنجائش ہی نہیں ہے اس لئے اَذَقْنَا کے ساتھ لفظ اذا استعمال کیا لیکن مصیبت کا آنا بتقاضائے رحمت نہیں نہ اللہ کا یہ دستور ہی ہے کہ (بے وجہ، بغیر حیرم کے) مصیبت میں مبتلا کرے۔ اس لئے تَصْنِبُهُمْ کے ساتھ لفظ اِنْ (اگر۔ جو شک کے لئے آتا ہے) استعمال کیا۔

۴۶:۴۲ = يَهَبُ : مضارع واحد مذکر غائب هَيْئَةً (باب فتح) مصدر وہ بخشتا ہے وہ دیتا ہے۔ وهب مادہ، اَلْوَهَابُ بہت عطا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہے:

= يَشَاءُ مضارع واحد مذکر غائب هَيْئَةً (باب فتح) جس کو، وہ چاہتا ہے:

= اِنَاثًا۔ اُنْثٰی کی جمع عورتیں یہاں مراد بیٹیاں۔ اِن ث مَادَہ

= الذَّكَوْرَ ذَكَرٌ کی جمع۔ مرد، یہاں مراد بیٹے۔ اصل میں اُنْثٰی وَ ذَكَرٌ عورت اور مرد کی شریکابوں کو کہتے ہیں۔ پھر اس معنی کے لحاظ سے (مجازا، یہ دونوں مراد سادہ پر بولے جاتے ہیں دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۵۰:۴۲ = اَذْبُرْ جُرْهُمُ۔ يَزْوِجُ مضارع واحد مذکر غائب تَزْوِجٌ (تفعیل) مصدر زَوْجٌ جوڑا۔ يَزْوِجُ وہ جوڑا بناتا ہے، باہم ساتھی بناتا ہے (ان کو جمع کر دیتا ہے) (مولانا اشرف علی)

ان یجمع بينهما۔ دونوں کو جمع کر دیتا ہے یعنی بیٹے بھی دیتا ہے بیٹیاں بھی دیتا ہے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع بیٹے اور بیٹیاں ہیں (یعنی بیٹے اور بیٹیاں جو وہ عطا کرتا ہے)

= ذَكَرًا اِنَاثًا۔ ذَكَرَاتٌ ذکر کی جمع۔ مرد، بیٹے۔ اور اِنَاثٌ اُنْثٰی کی جمع، عورتیں، بیٹیاں۔ دونوں شُذَّ ضمیر سے نال ہیں۔

= يَجْعَلُ : مضارع واحد مذکر غائب جَعَلَ (باب فتح) مصدر۔ کرتا ہے۔ کر دیتا ہے

= عَقِيمًا۔ منصوب بوجہ یجعل کا مفعول ہونے کے۔ یا یہ يَخْلُقُ سے بدل ہے، عَقِيمٌ بانجھ اس لفظ کا استعمال مذکر اور مؤنث سب کے لئے ہوتا ہے یعنی مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور عورت جو بانجھ ہو۔ مرد کے لئے آئیگا تو اس کی جمع عَقَمًا ہوگی۔ اور اگر عورت کے لئے آئے گا تو اس کی جمع عَقَائٌ ہوگی۔ عَقَمٌ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ محاورہ ہے کہ: عَقَمَتْ مَفَاصِلُهُ اس کے جوڑ خشک ہو گئے اور عَقَمَتِ الرَّحْمُ بچہ دانی خشک ہو گئی۔ عورتوں میں عقیم اس کو بولتے ہیں جو مرد کے نطفہ کو قبول نہ کرے:

عقیم بے خیر کو بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے اِذَا رُسَلْنَا عَلِيمٌ التَّرِيحُ الْعَقِيمُ (۴۱:۵۱) جب ہم نے ان پر خیر سے خالی ہوا بھیجی۔

عَلِيمٌ، عَلِمٌ سے فَعِلٌ کے وزن مبالغہ کا صیغہ ہے بَرَادَانَا خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ

کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

== قَدْ یُرِیْ۔ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر۔ قدرت والا۔ زبردست، خدا تعالیٰ کا اسم صفت قَدْ یُرِیْ اس ذات کو کہتے ہیں جو جو چاہے کرے اور جو کچھ کرے اس طرح کرے کہ تقاضائے حکمت کے بالمقابل مطابق ہو۔ اس سے ذرا ادھر ادھر نہ ہو اس لئے اس لفظ کا اطلاق بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور ذات پر جائز نہیں : راغب

۴۲: ۵۱ = وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَوْ كَسَىٰ بَشَرًا (ضیاء القرآن) اور کسی بشر کا مقدور نہیں (حقانی) اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں (تفسیر ماجدی)

== اَنْ لِّكَلِمَةٍ اللّٰهُ اِلَّا وَحِیًا: اَنْ مصدریہ۔ یُكَلِّمُ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ کہ کلام کرے وہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بشر ہے اور کسی بشر کا یہ مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے،

لَا حَرْفَ اسْتِثْنَاء۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں:
ا، وَحِیًا۔ یعنی بطریق وحی۔ یعنی عام قدرتی ذرائع ابلاغ کے واسطے بغیر دل میں کوئی بات ڈال دی جائے۔

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:-

۱۔ بحالت بیداری جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دینے کے متعلق الہام ہوا تھا۔

اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّكَ مَا یُوحٰی اِنَّ اَقْبَدَ فِیْهِ فِی السَّابُوتِ فَاَقْبَدَ فِیْهِ فِی السِّمْرِ (۲۰: ۳۸: ۳۹) جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام کہتے جانے ہی کے قابل تھی (یعنی یہ کہ موسیٰ کو) ایک صندوق میں رکھ کر بھیجے اسے دریا میں ڈال دو۔

۲۔ بحالت خواب: جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بحالت منام القاری فی القلب ہوا۔ قَالَ یٰبْنٰی اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُذْ نَجَّیْكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی: (۱۲: ۳۰) کہا ابراہیم نے کہ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (سو تم بھی سوچ لو کہ) تمہاری کیا رائے ہے؟

(۲) اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ یا کسی پردے کے پیچھے سے: وَّرَآئِ اصل میں مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے اُٹر۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

فضل اور بندگی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔

حجاب : پردہ - اوٹ - ملنے سے روکنا - مصدر ہے - یہاں پردہ سے مراد وہ پردہ ہے جو رویت سے مانع ہو۔

مثال اس کی حضرت موسیٰ کا خدا سے کلام ہے : وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ ارِنِي النَّظْرَ إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي (۱) : اور جب (حضرت) موسیٰ ہمارے وقت (موجود) پر آ گئے اور ان سے ان کا پروردگار ہم کلام ہوا۔ موسیٰ بولے اے پروردگار مجھے اپنے کو دکھلا دیجئے (کہ) میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں (اللہ نے) فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔

(۲) اَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِأُذُنِهِ مَا يَشَاءُ : یا کسی قاصد فرشتہ کو بھیج دے۔ سو وہ وحی پہنچائے اللہ کے حکم سے جو وہ (یعنی اللہ) چاہتا ہے۔

وَمَا كَانَ وَادٍ عَاطِفٌ : مَا نَافِعٌ، كَانَ فَعْلٌ ناقص۔ لِبَشَرٍ، خبر کان۔ اَنْ مصدر یہ يُكَلِّمُ اللّٰهُ جملہ بتاویل مصدر اسم کان۔ کسی انسان کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بالمشافہ کلام کرے۔

== اِلَّا وَحِيًّا۔ استنثار منقطع۔ اِیْ اِلَّا رَانَ يُوحِيَ اِلَيْهِ وَحِيًّا۔ مگر یہ کہ اس پر وحی نازل کی جائے

(۲) اَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ۔ اِیْ اِنْ يَكَلِّمُ اللّٰهُ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ، یا یہ کہ پردہ کے پیچھے سے اللہ اس سے کلام کرے۔

(۳) اَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا۔ اِیْ اَوْ اَنْ يُرْسِلَ رَسُولًا۔ یا یہ کہ وہ (خدا) بھیجے (اس کی طرف اپنا کوئی) پیغمبر (فرشتہ)

فَيُوحِيَ بِأُذُنِهِ مَا يَشَاءُ : وَ تَرْتِيبُ کَاہے۔ یُوحِيَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع رسول (فرشتہ) ہے بِأُذُنِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب اور لِيَشَاءُ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔

مَا مَوْصُولٌ ہے اور لِيَشَاءُ اس کا صلہ۔ اور وہ (فرشتہ) اُس (اللہ کے) حکم سے اس کی منشاء کے مطابق وحی کرتا ہے۔

== عَلِيٌّ۔ بلند مرتبہ۔ سب سے اوپر۔ عالی شان، برتر۔ عَلَاءٌ سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ عَلِيٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ بلند مرتبت۔ یہ عَلِيٌّ

سے ہے۔ اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو جیسے **هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ** تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات پاک جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ نہ کر سکے۔

== **حَكِيمٌ** **بِرُؤْسِ** **فَعْلٍ** صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سے ہے۔ کیونکہ اسل حکمت اسی کی حکمت ہے :

۵۲:۴۲ = **وَكَذَلِكَ** **وَإِذْ** **وَأَوْعَاطُكَ**۔ کاف تشبیہ کا ہے **ذَلِكَ** اسم اشارہ واحد مذکر۔ اور اسی طرح سے : ای مثل ایحاءنا الی اغیوٰک من الرسل جس طرح تیرے علاوہ دوسرے رسولوں پر ہم نے وحی کی (اسی طرح)

== **أَوْحَيْنَا** ماضی جمع مشکلم **إِيْحَاءُ** (افعال) مصدر ہم نے وحی نازل کی :

== **رُوحًا** ای القرآن۔ روح چونکہ حرارت جسم کا باعث ہے

اسی طرح کتاب اللہ عالم کی حیات ابدیہ کا باعث ہے اس لئے روح کا لفظ اس پر پولا گیا یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل ہے :

== **مَا كُنْتُ تَذَرِي**۔ ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر حاضر **تَذَرِي** **دِرَ** **أَيُّ** **رَبَاب** ضرب مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی جاننا۔ تو نہیں جانتا تھا۔

== **مَا الْكِتَابُ**۔ میں ما استفہامیہ ہے کتاب کیا ہے **وَلَا إِلِيْمَانُ** اور ایمان کیا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں :-

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ وحی سے پہلے کتاب یعنی قرآن کو نہ جانتے تھے مگر ایمان کے نہ جانے میں کلام ہے : کس لئے کہ بعثت اور وحی سے پہلے انبیاء علیہم السلام متوہن تھے کسی نے شرک نہیں کیا۔ نہ زنا کیا نہ کون بدکاری اس کی علماء تفسیر نے توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایمان مراد نماز ہے اور ایمان کا اطلاق نماز پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيْمَانَكُمْ** (۱۴۳:۲) ای **صَلَّاتُكُمْ** یعنی وحی سے پہلے آپ نماز اور اس کے ارکان و شروط سے واقف نہ تھے نہ شرائع معلوم تھے۔۔۔

فقیر کہتا ہے کہ گو ایمان کو جانتے تھے مگر وہ جاننا اس جانتے کے مقابلے میں جو وحی کے بعد ہوا کالعدم ہے دیکھو کوئی کامل استاد جب کسی طالب علم کو جو پہلے بھی کچھ پڑھتا تھا تکمیل کے بعد یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پہلے جانتے بھی نہ تھے کہ علم کیا ہے ؟

== **جَعَلْنَاهُ**۔ میں نے ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع **الْكِتَابُ** ہے :

== نَهْدِي مَضَارِعَ جَمْعِ مُكَلَّمٍ هَدَى وَهْدَايَةٍ (باب ضرب) مصدر ہم ہدایت کرتے ہیں۔ ہم راستہ دکھاتے ہیں۔

== بِہ میں ب سببیہ ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے
== كَتَّهْدِي لَام تَاكِيدَ كے لئے ہے تَهْدِي مَضَارِعَ کا صیغہ واحد مذکر حاضر، بیشک آپ (راہ راست کی ہی) ہدایت کر رہے ہیں

۴۲: ۵۲ = صَوَّاطِ اللّٰہِ، مضاف مضاف الیہ یہ بدل ہے صَوَّاطِ مُسْتَقِيمٍ سے اتحاد اعراب بھی اسی وجہ سے ہے

== الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ اللہ کی صفت ہے۔
لَهُ اِی خَلْقًا وَمِلْكًا از روئے پیدائش و ملکیت اسی کی ہیں۔ یعنی وہی خالق و مالک ہے
مَا موصولہ ہے اور فی السَّمٰوٰتِ اور فی الْاَرْضِ صلہ ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق اور مالک وہی ہے۔

== اَلَا بِطَوْرٍ حَرَفِ اسْتِفْحاحِ استعمال ہوا ہے یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے جان لو۔ یاد رکھو۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

== تَصِيْرُ: مَضَارِعَ واحد مَوْثِ غَائِب: صِيْرُ (باب ضرب) مصدر بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنا یا پھرنا۔ جب اس کا صلہ الیٰ آتا ہے (جیسا کہ آیت نہا میں ہے) تو معنی دہاں تک پہنچنے اور منہتی ہونے کے ہیں افعال ناقصہ میں سے ہے۔ جملہ امور (فیصلہ کے لئے) اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں:

اَلَا اِلٰی اللّٰہِ تَصِيْرُ الْاُمُوْر۔ اِی ترجیع امور جمیع العباد فی یوم الْقِيٰمَةِ اِلٰی اللّٰہِ تَعَالٰی۔ جملہ خلائق کے احوال روز قیامت فیصلہ کے لئے اسی کے حضور پیش ہوں گے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۴۳) سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۸۹)

۴۳:۱ = حَمْدٌ، حروف مقطعات ہیں :

۴۳:۲ = وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ وَأَوْقِمْ حَقَّ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ہ موصوف و صفت مل کر مقسم ہ۔ اور اگلی آیت میں قُرْآنًا عَرَبِيًّا تقسم علیہ۔ قسم ہے قرآن مبین کی :
الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہے، مُبِين اسم فاعل واحد مذکر إِبَانَةً باب افعال سے مصدر یہ لفظ لازم و متعدی دونوں سورتوں میں استعمال ہوتا ہے بمعنی ظاہر یا ظاہر کرنے والا۔

پہلی سورت میں مطلب ہو گا : اس کتاب کی قسم جو بالکل واضح ظاہر اور روشن ہے یعنی اس کے مطالب و معارف بالکل عیاں اور شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔
اور متعدی ہونے کی صورت میں اس کا مطلب ہو گا۔ اس کتاب کی قسم جو حق و باطل کو واضح کرنے والی ہے یہاں یہ دونوں صفات اس کتاب میں پائی جاتی ہیں یہ کتاب بذات خود بڑی واضح اور روشن ہے اور حق و باطل کو نمایاں اور آشکارا کرنے والی ہے :
۴۳:۳ = جَعَلْنَاهُ جَعَلْنَا مَاضِيًّا صِفَةُ جَمْعٍ مُشْكَمٌ جَعَلَ باب فتح مصدر بمعنی کرنا۔ بنانا۔ بھڑانا وغیرہ۔

یہ لفظ مندرجہ ذیل پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے :

- ۱۔ بمعنی صَارَ۔ طَفِقَ، اس صورت میں یہ بطور فعل لازم کے آتا ہے مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ كَذًّا، زید یوں کہنے لگا۔
- ۲۔ بمعنی أَوْجَدَ، یعنی ایجاد یا پیدا کرنا۔ اس صورت میں یہ فعل متعدی بیک مفعول استعما ل ہوتا ہے مثلاً وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ۔ (۱:۶) اور اس نے اندھیرے اور روشنی بنائی۔

۳۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ

الْفُسُكُ أَنْزَاجًا (۴۲:۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے
۴۲۔ بمعنی تصویر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے الَّذِي
جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً (۲۲:۲) جس نے تمہارے لئے
زمین کو بچھونا بنایا۔ اور آسمان کو چھت؛ يَا إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا (آیت ہذا)
بے شک ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا۔

۵۔ کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا عام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔
(ا) حق کی مثال :- إِنْ تَارَادَوْا إِلَيْكَ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۲۸:۴)
ہم اس کو تمہارے پاس والپس پہنچا دیں گے اور (بھڑ) اسے پیغمبر بنا دیں گے؛
(ب) باطل کی مثال :- وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِثْلَ ذَرَمٍ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا
(۳۶:۶) اور (یہ لوگ) خدا ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے یعنی کھیتوں اور چوپایوں
سے خدا کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں (مراغب)۔

۶ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع الکتاب ہے؛

== قُرْآنًا عَرَبِيًّا موصوف و صفت مل کر جَعَلْنَا کا مفعول۔ بمعنی قرآن زبان عربی
== لَعَلَّكُمْ تاکم۔ لَعَلَّ اصل میں حرفِ تَرْجِيٍّ ہے؛ بمعنی شاید کہ (امید ہے کہ)۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ و شاہانہ طرزِ کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل و تحقیق کے لئے
استعمال فرمایا ہے بمعنی کی۔ جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔
== تَعْقِلُون۔ مضارع جمع مذکر حاضر عَقَلَ باب صرغ مصدر سے (تاکم) تم (اس
کے مطالب کو) سمجھو۔ یہ آیت جواب قسم ہے۔

۴۳:۴۳ = إِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ۔ ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب (آیت
نمبر ۴۲) أُمُّ الْكِتَابِ مضاف مضاف الیہ۔ بمعنی تمام کتابوں کی ماں۔ یا اصل۔ اس سے
مراد لوح محفوظ ہے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ
(۸۵:۲۱:۲۳) بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔

== لَدَيْنَا۔ لَدَى مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، ہمارے نزدیک
اللہ کے پاس ہونا بے کیف اور تصورِ مکانیت سے پاک ہے (قرب الہی نہ مکانی ہے نہ
کسی جسمانی کیفیت کا حامل)۔
بعض کے نزدیک لَدَيْنَا سے پہلے مَحْفُوظًا کا لفظ محذوف ہے یعنی قرآن

ہمارے پاس تغیر سے محفوظ ہے۔

== لَعَلِّيْ حَكِيْمٌ، لام تحقیق کے لئے ہے: عَلَيَّ حَكِيْمٌ قرآن مجید کی صفات ہیں
عَلَيَّ بڑے سب سے والا۔ کسی کا ادراک وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کرتا،
آسمانی کتابوں میں اس کی شان بلند ہے،
حَكِيْمٌ حکمت سے بھرا ہوا۔ یا محکم جس کو کوئی کتاب منسوخ نہیں کر سکتی (نیز ملاحظہ

۲۵۱:۲۲

۲۳: ۵ = اَنْضَرِبْ عَنْكُمُ الَّذِيْ كُورَصَفْحًا، ہمزد استفہام انکاری کا ہے و
عطف کے لئے۔ لَضْرِبْ عَنْ: جب کوئی شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے اور اسے نظر انا
کر دے۔ تو عرب کہتے ہیں کہ ضَرَبْتُ عَنْهُ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ میں اس سے رُک
صَفْحًا۔ صَفْحٌ کا معنی ہے گردن کا ایک پہلو کسی کی طرف کر دینا (یعنی گردن پھا
صَفْحًا مفعول مطلق من غیر لفظ ہے۔ پہلو پھرنا۔ دور ہو جانا۔ روگردان ہونا۔
صَفْحًا مفعول مطلق ہے نَضْرِبْ کا۔ جیسے قَعَدْتُ جُلُوْ سَا ہے۔

راعب نے لکھا ہے کہ صَفْحٌ باب فتح کے معنی ترکِ تشریب۔ یعنی الزام یا
چھوڑ دینے کے ہیں اور یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاَعْفُوا وَا
اصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِ ۙ (۱۰۹: ۲) سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک
بھیجے اللہ اپنا حکم۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ کبھی انسان معاف تو کر دیتا ہے لیکن الزام دینے نہیں
اَلذِّكْرُ۔ ذکر کے معنی ہند و نصائح الذکر سے یہاں مراد قرآن اور اس کے
ونصائح ہیں۔

== اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ: اَنْ مصدر یہ ہے مُسْرِفِيْنَ اسم فاعل
جمع مذکر اسْرَافٌ (انعال) سے جس کے معنی ہیں حد اعتدال سے تجاوز کرنا،
مطلب یہ کہ:-

تمہارے ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہونے پر کیا ہم تم کو نظر انداز کر دیں گے اور
عظیم اور اس میں مذکور فضائل و واجبات جن کی تعمیل تم پر لازمی ہے ان سے تم کو مطلع نہ
کریں گے۔

(ہمزد استفہام انکاری کے داخل ہونے سے مطلب یہ ہو گیا کہ نہ

نہیں ہم تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے اور اس ذکرِ عظیم (قرآن مجید) اور اس کے احکام۔

تم کو ضرور مطلع کرتے رہیں گے۔

۴۳:۶ = كَمْ: دو طرح استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ سوالیہ استفہام کے لئے۔ مقدار یا تعداد کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے كَمْ دِرْهَمًا

عِنْدَكَ۔ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔؟

۲۔ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے اس صورت

میں یہ مِنْ کے ساتھ بھی اور اس کے بغیر بھی آتا ہے۔ اس جملہ میں كَمْ خبریہ

ہے۔ كَمْ مِنْ نَبِيٍّ بہت سے نبی۔

= فِي الْاَوَّلَيْنِ۔ پہلے لوگوں کی طرف۔ ہم پہلے لوگوں کی طرف بہت سے نبی بھیجتے

ہے ہیں۔

۴۳:۷ = وَ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ۔ واو عطف مانافیہ ہے۔ يَأْتِي مضارع

واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع الْاَوَّلَيْنِ ہے (مضارع کو استعمال

کر کے ماضی کا حال بیان ہوا ہے) إِلَّا حرف استثناء کَانُوا اَيَسْتَهْزِءُونَ ماضی استمراری

جمع مذکر غائب اَسْتَهْزِءُوا (استفعال) مصدر سے بہ ہیں ۱۰ ضمیر کا مرجع بنی ہے۔

ان لوگوں کے پاس (کبھی) کوئی ایسا نبی نہیں آتا تھا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔

۴۳:۸ = فَاهْلَكْنَا اشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا سَبَبِہ ہے اَهْلَكْنَا ماضی جمع متکلم۔

اِهْلَاكَ (افعال) مصدر اَشَدَّ اَفْعَل التفضیل کا صیغہ ہے۔ قوی تر۔ نہایت قوی مِنْهُمْ

میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الْمُسْرِفِينَ مخاطبین کی طرف راجع ہے جس سے مسر

کہ کے مسرفین ہیں بَطْشًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔ بَطْشٌ بمعنی قوت، سختی، پکڑ، گرفت، مصدر

بدن سبب ہم نے ان لوگوں کو جو ان (موجودہ مخاطبین) سے بھی زیادہ زور آور تھے غارت

کر ڈالا۔ فَاهْلَكْنَا قَوْمًا اشَدَّ بَطْشًا مَن كَفَار مَكَّة الذین كَذَبُوا بَدِينَا

بسبب تَكْذِيبِهِمْ رَسُلَهُمْ فليحذر الذین كَذَبُوا ان تهلکهم بسبب

ذَلِكَ كَمَا اَهْلَكْنَا الذین كَانُوا اشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا ای اکثر منهم عَدَدًا

وَعَدَدًا و جلدًا (اضوار البیان)

پس ہم نے ان لوگوں کو جو ہمارے نبی کی تکذیب کر رہے ہیں ان سے بھی زیادہ طاقتور

اور شہ زور تھے ہلاک کر ڈالا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو (اے نبی علیہ السلام)

ان کفار کو جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں ان کو بچنا چاہئے کہ ہم اس تکذیب کے سبب ان کو بھی ہلاک

غائب اہل مکہ کے مسرفین المشرکین مراد ہیں سارا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ لَيَقُولُنَّ
الْعَلِيمُ جواب شرط ہے :

= لَيَقُولُنَّ لام جواب شرط کے لئے ہے لَيَقُولُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع
مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے :

= خَلَقَهُنَّ : هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کی طرف
راجع ہے ۔

= الْعَزِيزُ عِزَّةٌ سے فعلین کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے زبردست ، غالب ،
گرامی قدر ۔

= الْعَلِيمُ : فَعِيلُنَّ کے وزن پر عَلِمُ سے مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ بہت بڑا دانا ۔ خوب
جاننے والا ۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں ۔

۴۳: ۱۰ = فَاِنَّكَ : آگے آیات ۱۰-۱۱-۱۲ ۔ میں اس ذات العزیز العليم کی
صفات بیان فرمائی ہیں ۔

= مَهْدًا مصدر ہے (باب فتح) بستر بچانا ۔ مَهْدًا جمع امْهَدَاتٍ و
مَهْدٌ : بستر ، ہموار زمین ۔ فرش ، جیسا کہ فرمایا ۔ وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا
(۲۲: ۲) جس نے زمین کو مہتھے لئے بچھونا بنایا ۔

لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ مفعول لَ جَعَلَ کا ۔ الْأَرْضَ مفعول ثانی ،

= سُبُلًا ۔ راستے سَبِيلٌ کر جمع جَعَلَ کا مفعول ثالث : فِيهَا میں ضمیر واحد مؤنث
غائب مفعول فِيہ الارض کی طرف راجع ہے ۔

= لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ : تاکہ ان راستوں پر چل کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکو :

فَاِنَّكَ ۲ زمین کے سائے جغرافیائی تغیرات جن سے انسان کو مدد مل سکتی

ہے اس کے تحت میں آگئے ۔

۴۳: ۱۱ = لِقَدَرٍ ۔ بقدر حاجت ، مقررہ مقدار میں ۔ اندازہ کے مطابق ، ق در مادہ

اس مادہ سے مختلف مصادر سے مختلف معانی آتے ہیں ۔ نیز قَدَرٌ معنی کسی پر تنگی کر دینے
کے معنی میں آتا ہے : جیسے اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (۲۶: ۱۳)

خدا جس پر چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے :

== فَالْأَشْرُنَا بِهِ . فَ تَعْقِبُ كَاهِلُ الْأَشْرُنَا مَا ضَمِيَّ جَمْعُ مُتَكَلِّمٍ . الْإِنْشَاءُ رَافِعًا ، مُسَدِّرٌ
سے جس کے معنی زندہ کرنے اور اٹھا کھڑا کرنے کے ہیں۔ ہم نے زندہ کر دیا۔ ہم نے کھڑا کر دیا۔
بہ میں بار سببیت ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب ماد کی طرف راجع ہے۔ بوجہ اس پانی کے
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ يَتَّخِذُوا الْاِلٰهَةَ مِنْ اَرْضٍ هُمْ يُنْشِرُونَ
(۲۱:۲۱) مھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ ان کو (مرنے
کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے۔

== بَكْدَةً مَّيْتًا . موصوف و صفت مل کر اَنْشَرْنَا کا مفعول۔ مردہ لبتی، اجڑا ہوا شہر
جو پانی کے نہ ہونے سے اجڑ گیا ہو اور وہاں نباتات و حیوانات ختم ہو گئے ہوں (بارش ہونے پر)
نباتات اگ آئے حیوانات دوبارہ بس آئیں اور یوں اجڑی ہوئی لبتی دوبارہ آباد و شاداب ہو جائے
== كَذٰلِكَ : کاف حرف تشبیہ ذلک اسم اشارہ واحد مذکر، اجڑی ہوئی لبتی کا آباد ہو جانا
مشاراً الیہ، یعنی جس طرح ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا یوں ہی تمہیں پھر (قبروں سے) اٹھا کھڑا کر دیا
جائے گا۔

== تَخْرُجُونَ . مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر تم نکالے جاؤ گے
(قبروں سے)

فائدہ بادل، بارش، کاشتکاری، باغبانی کے سلسلہ کے چھوٹے بڑے تغیرات
ہیں سب اس میں شامل ہیں۔

== ۱۲:۴۳ وَالَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا . ازدواج، جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجُج
کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نہ ہو یا مادہ ہر ایک زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات
میں ہر اس شے کو جو کہ دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔
زوج کے معنی یہاں صنف اور نوع کے ہیں۔

الزَّوْجُ تَطْلُقُ الْعَرَبُ عَلَى الصَّنَفِ (اضواء البیان) عرب زوج کا اطلاق صنف پر
کرتے ہیں۔ الازواج میں اصناف نباتات، بنی آدم اور دیگر مخلوق جس کا علم صرف خدا تعالیٰ
ہی کو ہے، سب شامل ہیں۔

اور جسگہ فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِمَّنْ
الْاَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ (۲۶ ۲۷) وہ خدا پاک ہے جس نے بنائے جوڑے

سب چیز کے اس قسم سے جسے زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کا انہیں علم نہیں ہے:

كُلَّهَا - كُلٌّ منصوب بوجہ الاندراج کی صفت ہونے کے، مضاف ہا ضمیر احد مونت غائب کا مرجع الاندراج ہے۔ مضاف الیہ۔ سب۔ تمام۔

فائدہ مخلوقات کی تنويع، تقسیم، تزویج سب اس کے تحت میں آگئی۔
 وَجَعَلَ لَكُمُ اور بنائی تمہارے لئے مِنَ الْفُلْكِ کشتی کی قسم سے یعنی کشتیاں ہار وغیرہ۔ وَالْاَنْعَامِ اور چوپایوں کی قسم سے یعنی اونٹ گھوڑے، گائے وغیرہ مَا مَوْصُولَةٌ تَرْكِبُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُكُوبٌ (باب سمع) سے مصدر۔ تم سواری کرتے ہو تم سوار ہوتے ہو

اس میں دریا کی زمینی جتنی بھی سواریاں ہیں سب اسی میں داخل ہیں۔
فائدہ: سب کو شامل ہے:

۴۲: ۱۳ = لَتَسْتَوُوا لام کی۔ اور اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے، تَسْتَوُوا مضارع جمع مذکر حاضر استواء (افتعال) مصدر سے علی کے صلہ کے ساتھ، جس کا مطلب ہے چھی طرح سوار ہو جانا۔ تاکہ تم جم کر سوار ہو جاؤ۔ سے دی مادہ۔
 = ظُہُورٌ مضاف مضاف الیہ۔ ظہور جمع ہے ظہر کی معنی پیٹھ، پشت ہضمیر واحد مذکر غائب؛ اور اسی طرح اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَیْہِ۔ میں ضمیر ہا تَرْكِبُونَ کے لفظ ما کی طرف راجع ہے جو لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے لیکن معنوی لحاظ سے چونکہ کثیر واریاں مراد ہیں اس لئے معنوی لحاظ سے ظہور جمع کا صیغہ لایا گیا ہے اور لفظی لحاظ سے ہضمیر واحد مذکر غائب استعمال کی گئی ہے۔

= ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَیْہِ: ای ثُمَّ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ نَلِیْہِ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ بھرب (سواریوں کی پشتوں پر) جم کر بیٹھ جاؤ اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو، تَذْكُرُوا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر ذِکْرٌ (باب مر) مصدر سے نون اعرابی عامل لام کی آنے سے حذف ہو گیا۔ تاکہ تم یاد کرو، تم یاد کرنے لگو،
 = وَتَقُولُوا وَاَوْعَاطُہُ، تَقُولُوا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے نون اعرابی بوجہ عامل حذف ہو گیا۔ کہ تم کہنے لگو، یا تم کہو۔

== سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب (تفعیل) مصدر، اس نے بس میں کر دیا
 سَخَّرَ لَنَا اس نے ہمارے بس میں کر دیا۔ ہمارے تابع کر دیا۔ ہمارے اختیار میں کر دیا۔
 تسخیر کے معنی ہیں کسی کو کسی خاص مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ قرآن مجید میں ہے
 وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ....
 (۳۳: ۱۴) اور (اسی طرح ایک اعتبار سے) سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا کہ دونوں
 پڑے چکر کھاتے ہیں اور (ایسے ہی ایک طرح سے) رات اور دن کو تمہارے اختیار میں لگا دیا یعنی
 تمہارے کام میں لگا دیا۔

== هَذَا: ای هذا المركوب۔ اس سواری کو۔

== مَا كُنَّا لَهُ: مَا نَافِيہ ہے كُنَّا ماضی جمع متکلم كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم نہ
 تھے۔ لہٰذا میں نہ ضمیر واحد مذکر فاعل المركوب (سواری) کی طرف راجع ہے۔
 == مُقَرَّنَيْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ کان کی خبر کے۔ اِقْرَأْنِ (افعال) مصدر
 قابو میں لانے والے، بس میں کرنے والے۔ قرن مادہ۔

اس سے بہت سے مشتقات ہیں، اجتماعیت اور قرب کا مفہوم ضرور ہوتا ہے، بعض
 مشتقات یہ ہیں۔ قُرْنٌ، سینگ، عورت کے بالوں کی پٹی زمانہ، قوم کا سردار۔ قُرُونٌ
 قومیں الگ الگ زمانے والیاں۔ قُرَیْنٌ۔ ساتھی۔ دوست، قرینہ ساتھ۔ ساتھ وغیرہ
 ۴۳: ۱۴ = مُنْقَلِبُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، منقلب واحد۔ انقلاب (الفعال)
 مصدر۔ قلب مادہ۔ لوٹنے والے: قلب الشیء کے معنی کسی چیز کو پھرنے اور ایک حالت
 سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پلٹنے، پھر جانے کے ہیں
 قرآن مجید میں ہے۔ وَ مَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ (۱۴۲: ۳) اور جو اٹھے پاؤں پھر
 جائے گا۔

بعض نے کہا ہے کہ انسان کے دل کو بھی قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ کثرت سے الٹا
 پلٹا رہتا ہے۔

وَ اِنَّا اِلَيْهِ لَمُنْقَلِبُونَ: اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں
 ۴۳: ۱۵ = وَ جَعَلُوا اِلَهَ۔ میں جَعَلُوا کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع کفار
 ہیں اور لہٰذا اس کا مرجع اللہ ہے۔ انہوں نے بنادیا اس کے لئے۔
 == مِنْ عِبَادِهِ۔ مِنْ تَعِیْضِیۃ ہے عِبَادِہ مضاف مضاف الیہ۔

== جُزْءٌ - حصّہ - اولاد، جُزْءُ الشَّيْءِ چیز کا وہ ٹکڑا جس سے وہ چیز مل کر بنے۔
اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں کیونکہ اولاد باپ کے نطفہ سے بنتی ہے اور نطفہ انسان کا جزو ہوتا ہے
اس لئے اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں۔

بخاری رحمہ اللہ نے حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ: فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔
ترجمہ آیت - اور انہوں نے اس (اللہ) کے لئے اس کے بعض بندوں کو (اس کا) جزو
قرار دیا۔ یا بنادیا۔

اس کلام کا تعلق آیت: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ... الخ (آیت ۹ سورۃ نبا سے
ہے۔ دونوں آیتوں میں نہایت تضاد ہے۔ سابق کلام میں جب اقرار کر لیا کہ اللہ ارض و سماوات
کا خالق ہے تو پھر کسی مخلوق کو اس کا جزو کہنا بالکل ممکن نہیں۔ جو ذات قابل تجزیہ ہوتی ہے وہ
نہ واجب الوجود ہو سکتی ہے اور نہ خالق (تفسیر مظہری)
== اِنَّ الْاِنْسَانَ اِنَّ حَرْفٌ مِّثْلُ الْفَعْلِ بِمعنی تحقیق، بلا شک، یقیناً، الْاِنْسَانُ
بمعنی القائل ما تقدم (جلالین) یہاں انسان سے مراد برعایت ال: وہ لوگ ہیں جن کا
پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی کفار۔

== لَكَفُورٌ میں لام تاکید کا ہے كَفُورٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، بہت ناشکرا
کفران و کفور (نصر) سے مصدر بھی ہے۔
== مُبِينٌ: اسم فاعل واحد مذکر، ظاہر کر نیوالا۔ اِبَانَةٌ (باب افعال) مصدر، اس مصدر
سے فعل لازم بھی آتا ہے اور متعدی بھی، اس لئے مُبِينٌ کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے
والا بھی، یہاں بطور لازم آیا ہے: بمعنی ظاہر، کھلا ہوا۔ صریحاً۔

یہاں کفار کی حد سے بڑھی ہوئی جہالت کو بیان کرنے کے لئے اِنَّ حَرْفٌ مِّثْلُ الْفَعْلِ لام
تاکید (صفت مشبہ) اور مُبِينٌ بیک وقت استعمال کیا گیا ہے:-
۴۳: ۱۶ = اَمْ - استفہام انکاری کے معنی میں آیا ہے:-

== اِتَّخَذَ مَاضِيًّ واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے) اِتَّخَذَ
(افتعال) مصدر اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

== مِمَّا - مِنْ حَرْفٌ جار۔ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ يَخْلُقُ صَدَقَ اپنے
موصول کا بِنَايَ مفعول فعل اِتَّخَذَ کا۔ کیا جو مخلوق اس نے پیدا کی ہے اس میں سے

اس نے اپنے لئے بیٹیوں کو ہی پسند کیا ہے؟

یہاں اَمُّ استفہام انکاری بطور زجر و توبیخ آیا ہے یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہیں

یہ تمہارا سراسر افترا ہے:

== وَاصْفٰكُمْ - اَصْفٰی ماضی واحد مذکر غائب (افعال) مصدر بمعنی منتخب کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اور تمہیں چُن لیا (بیٹیوں کے لئے) اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلْکُمْ الدَّاٰکِرُوْلَهٗ الدُّنْیَا ہ تِلْکَ اِذَا قُسِمَتْ ضِیْرٰی - (۲۲: ۲۱، ۵۳) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اُس (اللہ) کے لئے بیٹیاں یہ تو پھر بڑی ڈھنگی اور بھونڈی تقسیم ہے۔

== وَ اِذَا میں واو حال ہے اور اِذَا شرطیہ۔ حالانکہ جب،

== بُشِّرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر جس کے معنی خوشخبری سنانے کے ہیں۔ تبشیر میں کثرت سے خوشخبری دینے کے معنی ملحوظ ہیں۔ لیکن کبھی کبھی غصہ کے اظہار کے لئے تمہکما یا طنزاً افسوسناک یا بری خبر سنانے کے لئے بھی اس کا استعا ہوتا ہے چنانچہ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

== اَحَدُھُمْ - ان میں سے کوئی ایک۔ اَحَدٌ مضاف ہُمْ مضاف الیہ۔

== بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا :

مَا موصولہ۔ ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (مَثَلًا مفعول بہ ضرب کا) صلہ و موصول مل کر مفعول بہ ہوا بُشِّرَ کا۔

ترجمہ ہوگا:-

اور حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو اسی وصف، صفت یا حالت کی

بشارت دی جائے (یعنی خبر دی جائے)، جسے وہ اللہ کے لئے قرار دیتا ہے تو.....

مَثَلًا کے لئے مزید ملاحظہ ہو ۴۳: ۸ متذکرہ بالا۔

صاحب تفسیر منطہری اس جملہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں:-

یعنی جب اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ خدا کی مثل قرار دیتا ہے (مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کو وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتا ہے اور ان کو خدا کی مثل مانتا ہے) کیونکہ اولاد اپنے باپ کی مثل اور مشابہ ہوتی ہے یا مثل سے مراد ہے صفت، یعنی جب اس کو اس صفت کی بشارت دی جاتی ہے جس نے اس کو رحمان کا وصف قرار دیا ہے (تو انتہائی غم سے اس کا چہرہ

سخت کالا ہو جاتا ہے)

اِذَا..... مَثَلًا جملہ شرط ہے

= ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا جملہ جواب شرط ہے؛

ظَلَّ ای سَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ظَلَّ وَظَلُولٌ (باب فتح و سیم) ہو گیا

افعال ناقصہ میں سے ہے:

مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر اِسْوَدَّ (افعلال) مصدر۔ سَوَّادٌ سیاہی

مُسْوَدًّا سیاہ۔ غم کی وجہ سے رنگ بگڑا ہوا۔

تو اس کا رنگ غم کی وجہ سے کالا ہو جاتا ہے:

= وَهُوَ كَرِيمٌ وَارْحَالِيہ۔ كَرِيمٌ۔ الکظم اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی

نالی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے أَخَذَ بِكَظْمِہ اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا۔ یعنی

غم میں مبتلا کر دیا۔ اَلْكَظْمُ م کے معنی سانس رکنے کے ہیں اور مَكْظُومٌ غم و غصہ سے بھرا

ہوا۔ كَظَمَ الغیظ غصہ کو روکنا: كَرِيمٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، سخت غمگین

جو اپنے غصہ کو گھونٹ کر رکھے اور ظاہر نہ ہونے لے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۵۸-۵۹

۴۳: ۱۸ = اَوْ مَنْ يُنْشِئُ فِي الْحُلِيِّہ: ای اِيجْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ وَيَجْعَلُونَ

لَهُ جُزْءًا مِّنْ يُنْشِئُ فِي الْحُلِيِّہ۔ کیا وہ اللہ سے نڈر اور بیباک ہو گئے ہیں اور

اس کے حصہ میں وہ جنس ڈالتے ہیں جو زیوروں میں پروان چڑھتی ہے۔ (السیر التفاسیر)

ہمزہ استفہامیہ اور واؤ عاطفہ ہے۔

يُنْشِئُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب: تَنْشِئَةُ (تفعیل) مصدر، وہ پرورش پاتا

ہے۔ وہ پروان چڑھتا ہے۔ ن، ش، و مادہ۔ النشأ والنشأة۔ کسی چیز کو پیدا کرنا اور اس

کی پرورش کرنا۔

الحلیۃ۔ زیور۔ حَلَّىٰ باب ضرب۔ عورت کو زیور پہنانا۔ اور باب سمع سے

عورت کا زیور سے آراستہ ہونا۔

= وَهُوَ وَارْحَالِيہ ہے هُوَ مَنْ کی رعایت سے مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے؛

وَارْحَالِيہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ سارا جملہ و هو فی الخصام غیر مبین؛

حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ مباحثہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہ کر سکے۔

= اَلْخِصَامُ: باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے بمعنی جھگڑا کرنا۔ مباحثہ کرنا۔ اور یہ خَصْمٌ

کی جمع بھی ہے اِخْتَصَمَ (باب افعال سے آپس میں جھگڑا کرنا) اِخْتَصَامِ،
الْخَصِيمِ، سخت جھگڑالو، مخالفت باہمی جھگڑا۔ آپس میں ضد بازی۔

== غَيْرُ مُبِينٍ: غَيْرُ حرف استثناء (لفظ غیر کی اصل وضع تو صفت کے لئے ہے
مگر کبھی استثناء کے لئے بھی آتا ہے) غَيْرُ حرف استثناء کے بعد آنی والا مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے
مُبِينٍ کھول کر بیان کرنے والا۔ ابانۃ (افعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، غَيْرُ
مُبِينٍ کھول کر بیان نہ کر سکے۔

۴۳: ۱۹ = الْمَلٰٓئِكَةُ مَفْعُولُ اَوَّلُ جَعَلُوْا كَارِاٰثًا مَفْعُولُ ثَانِی، الَّذِیْنَ
اسم موصول۔ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ صلہ: صلہ اور موصول مل کر صفت الملائکۃ کی۔

اور انہوں نے ٹھہرایا ہے فرشتوں کو جو (خداوند) رحمن کے بندے ہیں عورتیں

یعنی فرشتوں کو عورتیں قرار دے رکھا ہے۔

== اَشْهَدُوْا: ہمزہ استفہامیہ۔ شَهِدُوْا ماضی جمع مذکر غائب شَہَادَۃٌ وَّ شَہُوْدٌ

(باب مع) وہ موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے گواہی دی، انہوں نے اقرار کیا۔

== خَلَقَهُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر شَهِدُوْا کا مفعول۔ کیا انہوں نے ان

کی پیدائش کو دیکھا۔ یا کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے کہ فرشتوں کو خدا نے

عورتیں بنایا ہے؛

== سَتَكْتُبُ۔ تَكْتُبُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ سَتَ مضارع کو مستقبل

کے معنی میں کر دیتا۔۔۔ ان کی شہادت لکھ لی جائے گی؛

== وَ یُسْأَلُوْنَ وَاَوْءَ عَاطِفٌ، یُسْأَلُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: ان سے

سوال کیا جائے گا۔ ان سے باز پرس کی جائے گی۔ یعنی ان کی اس باطل شہادت پر

ان سے باز پرس کی جائے گی۔ اور سزا کے مستوجب ہوں گے؛

۴۳: ۲۰ = مَا عِبَدُوْهُمْ۔ مَا نافیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع

الْمَلٰٓئِكَةُ ہے ہم ان کی پوجا نہ کرتے۔ یا هُمْ سے مراد بت ہیں جن کی کافر پرستش

کیا کرتے تھے۔

== بِذٰلِكَ۔ اِیْ مَذٰلِكَ الْقَوْلُ۔ یعنی ان کا یہ قول لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا

عَبَدُوْهُمْ۔

== مِنْ عِلْمٍ: عِلْمٌ سے مراد یہاں سند ہے۔ یعنی اپنے اس قول کی تائید میں ان کے

پاس کوئی سند نہ ہے :

== اِنْ هُمْ فِي اِنْ نَافِيہ ہے :

== يَخْرُصُونَ . مضارع جمع مذکر غائب ، خُرُصٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں ۔ اَلْخُرُصُ پھلوں کا اندازہ کرنا ۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خُرُصُ کہا جاتا ہے ۔ یہ بمعنی مَخْرُصٌ ہے ہر وہ بات جو ظن اور تخمین سے کہی جائے اسے خُرُصُ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح ۔ کیونکہ تخمینہ کرنے والا نہ تو علم سے بات کرتا ہے اور نہ سماع کی بناء پر کہتا ہے بلکہ اس کا اعتماد محض گمان پر ہوتا ہے جیسا کہ تخمینہ کرنے والا پھلوں کا تخمینہ کرتا ہے اور اس قسم کی بات کہنے والے کو بھی جھوٹا کہا جاتا ہے :

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ ہ وہ محض اُتکلیں دوڑا رہے ہیں ۔ بعض کے نزدیک يَخْرُصُونَ بمعنی يَكْذِبُونَ ہے یعنی یہ جھوٹ بول رہے ہیں ۔

۴۳: ۲۱ = اَمْ : یہاں اَمْ منقطعہ ۔ یعنی بطریق عقل ان کے پاس اپنے اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ بطریق نقل ان کو اس سے قبل کوئی کتاب دی ہے جس پر یہ سختی سے پابند ہیں ۔

یعنی مطلب یہ کہ ان کے پاس اس کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ کوئی نقلی (روح المعانی) مِنْ قَبْلِهِ اِی من قبل القرآن ۔ ہم میں ۴ ضمیمہ واحد مذکر غائب کا مرجع کتباً ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :-

اس آیت کا ربط اَشْهَدُ وَاَخْلَقَهُمْ سے ہے ۔ مطلب یہ کہ کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ لوگ موجود تھے یا قرآن سے پہلے ہم نے ان کو کوئی آسمانی کتاب دی تھی جس سے وہ استدلال کرتے ہیں ۔ اس صورت میں اَمْ متصلہ ہے :

== مُسْتَمْسِكِينَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر استمساك استفعال ۔ چنگل سے پکڑنے والے مراد دلیل اور سند پکڑنے والے ۔ مادہ مَسَّكَ کے مفہوم میں رُکھنے یا روکھنے کا معنی ضرور ہوتا ہے مُمْسِكٌ روکھنے والا ۔ بخیل ۔ کنجوس ۔ مال کو روک رکھنے والا ۔ اِسْتِمْسَاكٌ سند پکڑنا ۔ پنجہ میں مضبوط پکڑنا ۔

۴۳: ۲۲ = بَلْ قَالُوا ۔ یہاں بَلْ (حرف اضراب) پہلی بات کو برقرار رکھتے ہوئے مابعدہ کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے ۔ یعنی ستم بالائے ستم نہ تو ان کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی ۔ اور اب مزید برآں یہ کہہ رہے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا.....

== اُمَّةٌ - طریقہ، دین، جماعت، مَدَّت، اُمّت،

== اُنْزِلَہُمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کے نشانات قدم - ان کے پیچھے -

اُنْزَارٌ - اَنْزَرُ کی جمع، نشانیاں، علامتیں، مجازاً نشان قدم کے لئے بھی مستعمل ہے
== مُهْتَدُونَ : اسم فاعل جمع مذکر - اِهْتَدَاؤُ (افتعال) مصدر سے - ہدایت پانے والے - مُهْتَدًی واحد -

۴۳: ۲۳ = وَكَذَلِكَ - واو عاطفہ ک حرف تشبیہ ذَلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر - اشارہ ہے آباء پرستی - جمود اور تقلید پسندی کی طرف -

== نَذِيرٌ - صفت مشبہ مجرور - نکرہ - ڈرانے والا - نَذَرٌ جمع - نَذَرٌ باب سمع مصدر - قرآن مجید میں نَذِيرٌ (ڈرانے والا) سے مراد ہے نافرمانوں کو اللہ کے عذاب ڈرانے والا -

== مُتَرَفُّوہَا : مُتَرَفُّوْا اصل میں مُتَرَفُّوْنَ تھا - اصناف کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا مضاف ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ - ہا کا مرجع قریۃ ہے
مُتَرَفُّوْنَ جمع مذکر اسم مفعول - وہ لوگ جن کو عیش و آرام اور فراغت زندگی دی گئی - امیر اور فارغ البال - اتراف (افعال) مصدر - عیش دینا - آرام دینا -

== مُقْتَدُونَ : اسم فاعل جمع مذکر - مُقْتَدًی واحد - اِقْتَدَاؤُ (افتعال) مصدر پروی کرنے والے - پیچھے پیچھے چلنے والے - نقل کرنے والے، اقتدار کرنے والے - مُقْتَدًی جس کی پروی کی جائے -

نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصمد -

۲۴: ۲۳ = قَالَ : اس کا فاعل وہ ضمیر ہے جو نَذِيرٌ کی طرف راجع ہے - یعنی اس نذیر نے کہا -

== اَوَلَوْ جِئْتُکُمْ : ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واو عاطفہ ہے، ہمزہ استفہام کے بعد فعل محذوف ہے ای اَلْقَتَدُونَ بِاَبَائِکُمْ وَلَوْ جِئْتُکُمْ :
لَوْ حرف شرط - جواب لَوْ محذوف ہے -

== بِاِہْدًی - ای بدین اہدی - مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَا موصول سے
وَجَدْتُمْ عَلَیْہِ اَبَاءَکُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا صلہ - اَبَاءَکُمْ مفعول ہے
وَجَدْتُمْ کا - ای قال لہم رسولہم اتبعون دین اَباءکم ولوجبتکم

بَدِینِ اَہْدٰی مَن دِینِ اَبَا تُکُمُ (اس پر ان کو) پیغمبر نے کہا کیا تم اپنے اسلاف کے دین پر چلتے رہو گے گوئیں اس سے زیادہ صحیح طریقہ تمہارے سامنے لے آؤں،
 = بِمَا أُرْسِلْتُ بِهِ مَا مَوْصُولُهُ أُرْسِلْتُ بِهِ اس کا صلہ جو دین تم کو دے کر بھیجا گیا۔ جمع کا صیغہ اس لئے لائے ہیں کہ اس قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم اور تم سے پہلے پیغمبروں کو جو دین دے کر بھیجا گیا، ہم سب کے منکر ہیں۔

= کَفِرُونَ: ای جاحدون منکرون۔ انکاری ہیں۔ انکار کرنے والے ہیں
 = فَأَنْتَقِمْنَا وَسَبِّیْہِ أَنْتَقِمْنَا ماضی جمع متکلم۔ انتقام (افتعال) مصدر
 نقد مادہ۔ ہم نے سزا دی، ہم نے انتقام لیا۔ نَقَمَ مِنْہُ (باب ضرب) سزا دینا۔
 انتقام لینا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوا مِنْہُمْ إِلَّا أَنْ یُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ (۸: ۸۵)
 اور انہوں نے (مومنوں کو) محض اس لئے سزا دی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔
 = فَانْظُرْ۔ اَنْظُرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر نَظَرٌ (باب نصر) مصدر تو دیکھ تو غور کر یہاں خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے،

= عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ۔ عَاقِبَةُ اِنْجَام۔ آخر، مضاف۔ الْمُکَذِّبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تَکْذِیْبٌ (تَفْعِیلٌ) مصدر سے جھٹلانے والے۔

۴۳: ۲۶ = وَإِذْ قَالَ۔ ای وَادْکُرِ الْوَقْتَ إِذْ قَالَ: وہ وقت یاد کر جب کہا ابراہیم نے

= بَرَاءً بَرَارً۔ بیزار ہونا۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو۔ اس سے چھکارا ڈھونڈھنے کے ہیں مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور حب صفت واقع ہو تو واحد تثنیہ، جمع۔ مذکر، مؤنث، سب کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے باب ۱۶ مادہ۔

۴۳: ۲۷ = فَطَرَنِيْ۔ فَطَرَ ماضی واحد مذکر غائب فَطَرٌ (باب ضرب و نصر) بمعنی عدم سے وجود میں لانا۔ پیدا کرنا۔ فَطَرٌ کے مفہوم میں مچاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئے کیونکہ لغت میں فطر کے معنی مچاڑنے کے ہیں۔ عدم کے پردہ کو مچاڑ کر وجود میں لانا۔ یعنی پیدا کرنا اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔

فِيْ ضَمِيرِ مَفْعُولِ وَاحِدٍ مُّتَكَلِّمٍ۔ فَطَرَنِيْ اس نے مجھے پیدا کیا۔
 = سَيَهْدِيْنِ: س مناصراً کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دینے کے لئے استعمال

ہوتا ہے۔ يَهْدِيَنَّ مَضَارِعَ واحد مذکر غائب: ہدایتہ باب ضرب مصدر نون وقایہ یا مشکلم محذوف ہے وہ مجھے ہدایت کر دے گا۔ وہ میری راہنمائی کرے گا۔
 ۲۸:۴۳ = وَجَعَلَهَا وَاَوْعَاطُفَ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب، جَعَلَ (باب فتح) مصدر اس نے بنایا۔ اس نے بنادیا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، اس کا مرجع وہ کلمہ توحید ہے جو حضرت ابراہیم سے مذکور ہے جَعَلَ کا فاعل ابراہیم ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع اللہ ہے۔

== کَلِمَةً بَاقِيَةً: موصوف و صفت مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ باقی رہنے والی بات: عَقِبَهُ: مضاف مضاف الیہ۔ عَقِبَتْ پاؤں کے پچھلے حصہ (ایڑی) کو کہتے ہیں۔ بطور استعارہ عَقِبَتْ کا استعمال بیٹے اور پوتے کے لئے بھی ہوتا ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔
 مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے اس کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات بنادیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو کلمہ توحید اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے معنی شامل ہیں۔
 == لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ یہ تعلیل ہے جَعَلَ کی تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کرتے ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اولاد ابراہیم کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے یعنی بقائے کلمہ توحید کی وجہ سے اولاد ابراہیم میں سے مشرک اور گمراہ اس سے ہدایت پاتے رہیں۔ یا اس کا مرجع مشرکین اہل مکہ ہیں مطلب یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اہل مکہ کے سامنے بیان کرو شاید یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی وصیت اور دین کی طرف لوٹ آویں (تفسیر مظہری)
 ۲۹:۴۳ = بَلْ مَتَّعْتُ يہ محذوف سے اضراب و اعراض ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں چھوڑا کہ وہ شرک و کفر سے بچ جاویں اور راہ ہدایت پاویں مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے بہت سے شرک و کفر میں ڈوب گئے اور ناشکر بنے و نافرمانی اختیار کی۔ چاہتے تو یہ تھا کہ انہیں اس کی سزا فوراً دی جاتی لیکن ہم نے ایسا نہ کیا بلکہ ان کو مہلت دی اور ان موجودہ دنیوی زندگی کے ساز و سامان سے نوازتے رہے حتیٰ کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن) اور اس کے احکام کو (صاف صاف اور کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول پہنچ گیا۔

كَتَبْتُ ماضی کا صیغہ واحد مکمل تَمَتُّعٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم نے دنیوی سامان سے بہرہ مند کر دیا۔ هُوَ لَكَ اسم اشارہ جمع۔ یہ لوگ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ باقیہ جھوٹا کہ اس کی طرف رجوع کریں اور اس سے مراد مکہ کے وہ کافر بھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۳:۳۰ = لَمَّا جَاءَ بِهٖ اٰیَ لِهٰذَا الْحَقِّ۔

== قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ۔ یعنی یہ قرآن جادو ہے۔ قرآن کریم کو جادو انہوں نے اس لئے کہا کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز تھے۔

۴۳:۳۱ = لَوْ كُنْ كَیُوْلٍ نَّہ۔

== رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْبَتَيْنِ عَظِيْمٍ : اٰی رَجُلٍ عَظِيْمٍ مِّنَ الْقَرْبَتَيْنِ۔
دونوں بستیوں میں سے کوئی بڑا آدمی۔

الْقَرْبَتَيْنِ۔ دو بستاں۔ مراد مکہ و طائف

۴۳:۳۲ = اَھْمَنَ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے ہُمُ سے مراد وہ لوگ جو کہہتے تھے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔

== یَقْسِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب قَسَمَ (باب ضرب) وہ بانٹتے ہیں۔

== رَحْمَةً رَبِّكَ : رَبِّكَ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ رَحْمَةً مضاف

یہ مضاف الیہ و مضاف مل کر مفعول اپنے فعل یَقْسِمُوْنَ کا۔ آپ کے رب کی رحمت کو

مراد نبوت ہے۔

== مَعِیْشَتَهُمْ۔ مَعِیْشَتِ اسم مصدر مضاف ہُمُ ضمیر جمع مذکر غائب

مضاف الیہ۔ ان کا سامان زندگی۔ قَسَمْنَا کا مفعول۔

== دَرَجَاتٍ : دَرَجَاتٌ کی جمع۔ مرتبے۔ بلندیاں۔ درجے، منصوب بوجہ

تمیز ہے۔ ازروئے درجات۔ مرتبوں کے لحاظ سے۔

== لِيَتَّخِذَ : لام تعلیل کا ہے۔ یَتَّخِذُ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد

مذکر غائب اِتَّخَذَ (افتعال) مصدر وہ بنالے۔

== سُخْرِيًّا۔ خدمت گار۔ تابعدار۔ یَتَّخِذُ کا مفعول ہے۔

مطلب یہ کہ سامان زندگی اللہ تعالیٰ تقسیم کرتا ہے کسی کو کثیر مال و متاع دے کر دنیاوی

طور پر اونچا کر دیتا ہے کسی کو رزق کی کمی سے پست کر دیتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

ترجمہ:- تاکہ وہ ایک دوسرے کو اپنی مصلحتوں کے لئے استعمال کریں اور مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں۔ اور مختلف کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں۔
 = رَحْمَتُ رَبِّكَ: تیرے رب کی رحمت؛ یعنی نبوت اور لوازم نبوت۔

= مِمَّا، مِنْ اور مَا سے مرکب ہے يَجْمَعُونَ، مضارع جمع مذکر غائب جَمْعُ (باب فتح) مصدر، وہ جمع کرتے ہیں (یعنی دینا کا وہ مال جو وہ ساری عمر اکٹھے کرتے رہتے ہیں اس سے مرتبہ نبوت اور اس کے لوازمات بدرجہا بہتر اور افضل ہیں۔

۲۳:۲۳ = وَلَوْ لَدَانُ يَكُونُ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً جملہ شرط ہے اور لَجَعَلْنَا سے لے کر وَزُخْرُفًا آیت ۲۵ تک جواب شرط:

لَوْ لَدَا۔ اگر نہ۔ حرف شرط؛ اَنْ مصدر يَكُونُ مضارع منصوب اوجہ عمل اَنْ يَكُونُ فعل ناقص الناس اس کا اسم اُمَّةً وَاحِدَةً موصوف و صفت مل کر يَكُونُ کی خبر۔

= لَجَعَلْنَا: لام جواب شرط کے لئے ہے جَعَلْنَا ماضی جمع مشکلم۔ ہم بنا دیتے
 = لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ۔ لام اختصاص کا ہے مَنْ موصولہ، يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ اس کا صلہ لِبُيُوتِهِمْ میں لام اختصاص کا بُيُوتِهِمْ مضاف مضاف الیہ، یہ بدل اشتغال ہے مَنْ يَكْفُرُ سے سَقَفًا۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ سَقَفُ جمع سَقَفُ کی چھتیں۔

ترجمہ:- تو ہم بنا دیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمن کا ان کے مکانوں کے لئے چاندی کی چھتیں۔

= وَ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ: واو عاطفہ۔ عَلَيْهَا میں ہاضمہ و احدوث غائب معَارِج کے لئے ہے۔ يَظْهَرُونَ مضارع جمع مذکر غائب ظَهَرُوا و ظُهُورُ باب فتح مصدر۔ وہ چڑھتے ہیں۔ وہ چڑھ کر اوپر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ غالب آتے ہیں۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اِی وَ جَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ

لَبُيُوتِهِمْ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ مِنْ فَضَّةٍ (اور ہم بنا دیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمن کا ان کے گھروں کے لئے سیڑھیاں چاندی کی)؛

مَعَارِجَ معراج کی جمع اسم آلہ۔ سیڑھیاں۔ عُرُوجُ جمع رباب ضرب مصدر سے۔ یعنی چڑھنا۔

وَلَبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُورًا عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ؛ اس جملہ کا عطف بھی جملہ جَعَلْنَا..... سَقْفًا مِّنْ فَضَّةٍ پر ہے۔

أَبْوَابًا جمع بَاب کی دروازہ۔ سُرُورًا جمع سَرِير کی۔ تخت؛ وہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جائے۔ یہ سُرُور سے مشتق ہے؛ کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فِيهَا سُرُورٌ مَّرْفُوعَةٌ (۱۳: ۸۸) وہاں تخت ہوں گے اور پر بھیجے ہوئے؛

يَتَكَبَّرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِتِّكَبَّرُ (افتعال) مصدر۔ وہ تکیہ لگائے ہیں یا لگائیں گے۔ ت ک ع مادہ۔ اَلْمُتَّكِبُ (اسم مکان) سہارا لگانے کی جگہ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّلُ عَلَيْهَا (۱۸: ۲۰) یہ میری لاکھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں۔

۲۳: ۳۵ = وَزُخْرُفًا۔ واو عاطفہ، زُخْرُوف کے متعلق لغات القرآن میں ہے ملع۔ سنہری۔ سونار۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حُسن کو زخرف کہتے ہیں لیکن حب قول کے لئے اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے؛ جیسے ارشاد ہے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (۱۱۲: ۶) ملع کی باتیں فریب کی۔

امام راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں الزُّخْرُفُ اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو کہ ملع سے حاصل ہو۔ اسی سے سونے کو بھی زخرف کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زیبائش کے کام آتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِخْذِتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (۲۳: ۱۰) یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔

اور سونے کے معنی میں: بَيِّتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (۹۳: ۱۷) سونے کا گھر؛ بظاہر زُخْرُفًا کا عطف سَقْفًا پر ہے اس صورت میں اس کا معنی نقش و نگا زیب و زینت ہوگا۔ اور اگر زُخْرُوف سے مراد سونا ہے تو پھر اس کا عطف ”مِنْ فَضَّةٍ“

پر ہو گا: اور اس کا نصب محل کی وجہ سے ہو گا: اور آیت کا معنی ہو گا کہ ان کی چھتیں، ان کے زینے ان کے دروازے۔ ان کے پتنگ بعض سونے کے بنے ہوتے اور بعض چاندی کے بنے ہوتے
(ضیاء القرآن)

فائدہ آیت ۳۲ متذکرہ بالا میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے دنیا میں دنیاوی زندگی کے مال و متاع کی تقسیم میں بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا ہے ورنہ دنیاوی مال و دولت کی ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں یہ ایک حقیر اور ادنیٰ سی چیز ہے اگر ہم چاہتے تو اس بے بضاعت دولت سے منکروں اور کافروں کے گھروں کی چھتیں، دروازے۔ پتنگ، زینے وغیرہ سونے کے بنا دیتے لیکن اس حکمت کے پیش نظر کہ مبادا اس تحمل اور زینت کو دیکھ کر سائے یا اکثر لوگ کفر کی طرف راغب نہ ہو جاویں ایسا نہیں کیا گیا۔
= وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ أَنْ نَافِيَهُ هَ كُلُّ ذَلِكَ مضاف مضاف الیہ، یہ سب سنہری رو پہلی چیزیں (جن کا اور پر ذکر ہوا)

= لَمَّا تَتَاخَرُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا۔ میں لَمَّا استثنایہ معنی اِلَّا ہے اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر دنیاوی زندگی کا ساز و سامان

۳۶:۲۳ = وَمَنْ يَعْشُ دَاوَّ عَاطِفًا وَمَنْ شَرَطِيہ ہے اگلا جملہ نُفِیضُ جواب شرط ہے يَعْشُ مضارع واحد مذکر غائب عَشُوْ ر باب نصر، مصدر۔ کِیْشُ اصل میں یَعْشُو تھا۔ بوجہ جواب شرط دَاوَّ ساقط ہو گیا۔ اس کے اصل معنی رات میں کہیں جانے کا قصد کرنے کے ہیں تو سبب استعمال کے بعد ہر قاصد کو عاشی کہا جانے لگا۔ عَشُوْ مصدر کے معنی کمزور نظر سے دیکھنا کے بھی ہیں اور رتوندی، تاریکی جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اسے العشاء کہتے ہیں رَجُلٌ اَعْشَىٰ جسے رتوندی کی بیماری ہو۔ مثل مشہور ہے هُوَ یَخِیْطُ خَبِطَ عَشُوْاءِ وہ اندھی اونٹنی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے یعنی بلا سوچے سمجھے معاملہ سرانجام دیتا ہے۔

مختلف صلات کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے عَشُوْتُ اِلَیْہِ میں اس کی طرف مائل ہو گیا۔ عَشُوْتُ عَنْہُ میں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس سے اعراض کیا۔ عَشِیَ عَنْ۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کر لینا۔ اندھا ہو جانا۔ آیت ہذا میں یہی معنی ہیں وَ مَنْ یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے۔
(ع ش و، ع ش ی مادہ)

== لَقِيضٌ : مضارع جمع متکلم، لَقِيضٌ تفعیل مصدر ق ی ض، مادہ ہم قدر کر دیتے ہیں اَلْقِيَضُ کے معنی انڈے کے اوپر کے چھلکا کے ہیں اور چھلکا چونکہ اس کے باقی ماندہ اجزاء پر محیط اور استولی ہوتا ہے لہذا اس سے قِيَضٌ (فعل) کسی چیز پر غالب اور مستولی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لام کے صلہ کے ساتھ بمعنی مقرر کرنے، مقرر کرنے سبب بنا دینے اور تخلیہ کر دینے، کے استعمال ہوتا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَقِيضْنَا لَهُمْ قُرْءًا (۲۵:۴۱) اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ساتھی مقرر کر دیا تھا۔

آیت ہذا میں لَقِيضٌ لَکُمْ شَيْطَانًا (ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں) کے معنی ہیں کہ ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں تاکہ شیطان اس پر اس طرح سے مسلط ہو جاتے جیسے انڈے کے اوپر چھلکا اپنے مافیہا پر مستولی رہتا ہے۔
== فَهُوَ لَكُمْ قَرِينٌ۔ پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور اس سے الگ نہیں ہوتا۔ قَرِينٌ۔ ساتھی۔ ہم نشین؛

۴۳:۳۷ = دَرَانَهُمْ وَاَوْعَظَهُ اِنَّهُمْ فِي هُمْ ضَمِيرٌ جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے۔ آیت ۳۶ متذکرہ بالا میں شَيْطَانًا بطور جنس شیطان آیا ہے لہذا یہاں صیغہ جمع لایا گیا ہے مطلب یہ کہ وہ سائے شیطان جو ذکر رحمان سے اعراض کرنے والوں پر مقرر کر دیئے تھے اور جو ان کے ساتھی بن گئے تھے ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں۔
== كَيْصِدُوْنَهُمْ : يَصِدُّوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب صَدَّ باب نصر مصدر وہ روکتے ہیں۔ وہ باز رکھتے ہیں۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے جو لفظاً مفرد ہے اور معنی جمع ہے۔

== السَّبِيلُ وہ راہ ہدایت جس کی طرف ذکر رحمن کی دعوت دیتا ہے۔
== وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُثَبَّدُوْنَ۔ يَحْسَبُوْنَ کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور هُمْ کا مرجع مَنْ ہے اور بوجہ مذکورہ جمع ہے

ترجمہ :- اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں اور وہ (بیکے ہوتے لوگ) خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ ہدایت پر ہیں۔

۴۳:۳۸ = اس آیت میں اور آیت ۳۶ میں شیطان اور جس پر اس کو مقرر کیا گیا تھا اس کے لفظی معنی کے لحاظ سے دونوں کے لئے الگ الگ صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔

== جَاءَنَا۔ ماضی بمعنی مستقبل۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص جس پر شیطان کو مقرر

کیا گیا تھا ہمارے پاس آئے گا (روز قیامت)

قَالَ - یعنی کافر جو ذکر اللہ (قرآن مجید) کی طرف سے اندھا ہو گیا تھا اپنے شیطان سے کہہ گا
== يٰۤاَحْرَفَ نَدَارِ قَرْنَيْنِ مَنَادِي مَحْذُوفٍ كَيْتَ حَرْفٍ مَثْبُتٍ لِّفَعْلٍ - تمنا
کے لئے آیا ہے - لے کاش!

== بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ : مضاف مضاف الیہ - بُعْدُ دُورِی، فاصلہ - الْمَشْرِقَيْنِ
دونوں مشرق - بمعنی مشرق و مغرب، عرب کی عادت ہے کہ جب دو مقابل چیزوں کو
بیان کرنا ہو تو ان میں جو زیادہ غالب ہو اُسی کو تثنیہ کی صورت میں بیان کر دیتے ہیں اس کو
تسمیۃ الشیئین ای المتقابلین باسم احد ہما کہتے ہیں - مثلاً الموصول و
الجزیرۃ کو الموصولین، الشمس والقمر کو القمران - ابو بکر و عمر کو العمران
کہیں گے -

اے ساتھی کاش! میرے اور تیرے درمیان (دنیا میں) اتنا فاصلہ ہوتا جتنا کہ مشرق
اور مغرب کے درمیان تھا -

== فَبِئْسَ الْقَرْنَيْنِ : ای فَبِئْسَ الْقَرْنِ اَنْتَ : تو برا ساتھی تھا -

۲۹: ۲۳ == لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ - ای قیل لہم لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ
لَنْ يَنْفَعَنَّ مَنَارِعَ نَفِي تَاكِيْدَ لَنْ نَفْعٌ باب فتح مصدر بمعنى نفع پہنچانا كُمْ ضمير مفعول
جمع مذکر حاضِر الْيَوْمَ (آج کے دن) مفعول فیہ - آج کے دن یا آج (یہ بات ہرگز تم کو
نفع نہیں پہنچائے گی) اس جملہ سے پہلے سَيُقَالُ لَهُمْ (ان سے کہا جائے گا) مقدرہ،
== اِذْ ظَلَمْتُمْ جب ظلم کر چکے تم (دنیا میں) ظلم کے معنی یہاں شرک کرنا، کفر
کرنا کے ہیں -

== اَنْتُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ - مُشْتَرِكُونَ اسم فاعل جمع مذکر -
اشترکوا (افتعال) مصدر سے، شریک ہونے والے - شریک یہ جملہ فاعل ہے
لَنْ يَنْفَعَكُمْ کا - ای وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ اِشْتِرَاكُكُمْ فِي الْعَذَابِ اَوْ كُونُكُمْ
مُشْتَرِكِينَ فِي الْعَذَابِ - یعنی آج تمہارا عذاب میں (اپنے شیاطین کے ساتھ)
شریک ہونا ہرگز تم کو فائدہ نہیں پہنچائے گا - یعنی اس بات سے تمہیں ذرا بھی تسکین نہ ہوگی
کہ تمہارے ساتھ تمہارے دنیا کے ساتھی مشرکین و کفار بھی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں -
مرگِ ابنوہ جہنم کا قانون وہاں نہ چل سکے گا -

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ۔

فَعَل لَّنْ يَنْفَعَكُمُ کی ضمیر فاعل عاشون عن القرآن کا شور و غوغا (آیت ۳۸) ہے اور مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ تمہارا یہ شور و غوغا کہ تمہارے اور شیاطین کے درمیان بعد المشرقین ہوتا اور یہ کہ وہ بڑے بڑے ساتھی تھے آج تمہارے کسی کام نہ آئے گا جبکہ (دنیا میں) تم ظلم کرتے رہے ہو تم سب اس عذاب میں آج حصہ دار ہو۔

۴۰، ۴۳ = أَفَأَنْتَ - استفہام انکاری تعجبی ہے اس کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ أَفَأَنْتَ تَسْمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں؟

۲۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں؟

۳۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي مَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کیا آپ ان کو راہ راست دکھا سکتے ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں رَوَّ مَنْ كَانَ كَا عَطْفُ الْعُمْى پر ہے کیونکہ نابینا ہونا اور گمراہ ہونا دو صفتیں الگ الگ ہیں۔

۴۱، ۴۳ = فَأَمَّا نَذْرٌ هَبْتَ بِكَ - فَأَمَّا اصل میں فاء عطف کی 'إِنْ' شرطیہ اور مَا زائدہ برائے تاکید سے مرکب ہے اس لئے نَذْرٌ هَبْتَ میں نون تاکید ثقیلہ لانا ضروری ہوا۔ جملہ شرطیہ ہے؛

نَذْرٌ هَبْتَ مضارع تاکید بالنون ثقیلہ جمع مشکلم۔ ذَهَبَ بِ لے جانا۔ وفات دینا۔ پس اگر ہم آپ کو لے جائیں یعنی آپ کو وفات دیدیں۔

= فَأَنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ - جواب شرط۔ تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے۔

مُنْتَقِمُونَ اسم فاعل جمع مذکر انتقام (افتعال) مصدر۔ بدلہ میں سزا دینے والا۔ انتقام لینے والے۔

۴۲، ۴۳ = أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَا لَهُمْ: جملہ شرطیہ ہے ای اَوْ اِنْ اَرَدْنَا اَنْ نُرِيَنَّكَ الْعَذَابَ الَّذِي وَعَدْنَا لَهُمْ اور اگر ہمارا ارادہ ہو کہ ہم دکھائیں آپ کو وہ عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔

نُرِيَنَّكَ مضارع تاکید بالنون ثقیلہ جمع مشکلم۔ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تمہیں ضرور دکھائیں گے۔

= فَأَنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ، اسم فاعل جمع مذکر اقتدار (افتعال) مصدر۔ پوری قدرت رکھنے والے۔ تو ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ جملہ جواب شرطیہ ہے۔

الکشاف میں ہے وان اردنا ان ننجز فی حیاتک ما وعدناهم من العذاب النازل بهم فہم تحت ملکتنا وقد رتنا۔ اور اگر ہم چاہیں کہ ہم آپ کی زندگی میں ہی ان کو ان پر آنے والے عذاب کا مزہ چکھائیں تو بھی وہ ہماری ملکیت اور قدرت میں ہیں۔

مطلب آیات ۴۱: ۴۲: کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کو ان کے کئے کی سزا بہر حال ملے گی۔ اگر ہم آپ کو پہلے اس دنیا سے لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے یعنی ان کو سزا دیں گے؛ اور اگر ہم چاہیں کہ آپ کی حیات میں ہی ان پر عذاب نازل ہو تو اس کی بھی ہمیں قدرت ہے

۴۳: ۴۳ = فَاسْتَمْسِكْ - فت محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے اور شرط مقدرہ کے جواب میں ہے۔ اسی اذا کان احد ہذین الامرین واقعاً لامحالة فاستمسک بالذی اوحینا الیک۔ ان ہر دو صورتوں میں کوئی بھی وقوع پذیر ہو کوئی بات نہیں پس آپ مضبوطی سے پکڑے رہئے اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا، اِسْتَمْسِكْ فعل امر واحد مذکر حاضر استمساک (استفعال) مصدر۔ تو پکڑے رکھ۔ تو پکڑے رہ۔

= اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں یہ جملہ امر (اِسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْ اَوْحٰی اِلَیْكَ) کی تفسیل ہے۔

۴۳: ۴۳ = وَ اِنَّہٗ فِیْ ذٰلِکَ لَآٰیٰتٍ لِّمَنْ عَلٰی عِلْمٍ۔ قرآن ہے لَذِکْرُہٗ فِیْ لَامِ تَاکِیْدَہٗ کے لئے ہے ذِکْرُ شَرَفِ عَظِیْمٍ۔ بے شک یہ تمہارے لئے شرف عظیم ہے۔

= سَوَفَ تَسْأَلُوْنَ۔ سَوَفَ مضارع پر آنے سے اس کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے۔ عنقریب تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے حقوق کو کہاں تک قائم رکھا ۴۳: ۴۵ = اِسْأَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سُئِلَ (باب فتح) تو سوال کر لے تو پوچھ لے۔ تو دریافت کر لے۔

= مِّنْ اَسْمٰی مَوْصُوْلٍ۔ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اس کا صلہ، اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو آپ سے پہلے ہم نے بھیجا تھا پوچھ لیجئے۔ = اَجْعَلْنَا۔ ہم نے استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے بنایا۔ مقرر کیا۔

== إِلَهَةً - بہت سے معبود - إِلَہ کی جمع: منصوب بوجہ مفعول جَعَلْنَا
== يُعْبَدُونَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب - عِبَادَةٌ رباب نصر، مصدر - اُن
کی پرستش کی جاتی ہے - کیا ہم نے خدائے رحمن کے سوا اور معبود مقرر کر رکھے ہیں کہ ان کی
عبادت کی جاتی ہو۔

۴۳: ۴۶ == يَا أَيُّهَا، بابتدیہ کا ہے اَيُّتِنَا مضاف مضاف الیہ - ہماری آیات -
ہماری نشانیاں - یہاں نشانیوں سے مراد معجزات جو حضرت موسیٰ ؑ کو خدا نے دے کر فرعون
کے پاس بھیجا - وہ نشانیاں یہ تھیں - عصا - يد بيضاء وغیرہ -

== مَلَأْنَاهُمْ مضاف مضاف الیہ - اس کے سردار مَلَأَ اِسْم جمع ہے -
مَلَأَ اَصْل میں مَلَأَ يَمْلَأُ رباب فتح، کا مصدر ہے بمعنی بھر دینا کسی چیز کو کسی چیز
سے - قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی
خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے
ان کو مَلَأَ کہتے ہیں - م ل و مادہ

== فَقَالَ - ای قال موسیٰ لہم -

== رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ - رب العالمین مضاف مضاف الیہ بل کر مضاف
رَسُولُ مضاف الیہ - رب العالمین کا فرستادہ -

۴۳: ۴۷ == اِذَا هُمْ میں اِذَا فجائیہ ہے هُم اِی فرعون و ملائکہ،
فرعون اور اس کے مصاحب:

== مِنْهَا يَضْحَكُونَ، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَيُّتِنَا ہے يَضْحَكُونَ
مضارع کا صغیر جمع مذکر غائب ہے ضَحِكُ رباب جمع، مصدر - تو وہ ان لسانیوں
پر ہنسنے لگے - مذاق اڑانے لگے -

۴۳: ۴۸ == وَمَا نُرِيهِمْ - وَاَوْعَاطُفَمَا نَافِيہ - نُرِيْ مضارع جمع مکمل اِرَاوَةٌ (افعال)
مصدر - ہم دکھاتے ہیں - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - وہ یعنی فرعون اور اس کے
سرداران -

== مِنْ آيَةٍ - یعنی عذاب کی نشانی - جیسے قحط، طوفان، ٹڈیاں، مینڈک خون
وغیرہ - یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں تھیں -

== مِنْ أُخْتِهَا - مِنْ حروف جر - أُخْتِهَا مضاف مضاف الیہ - أُخْتُ، بہن

اَنحُ کی تائید۔ ہاں کا مرجع اید ہے اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِہَا۔ اپنی ساتھ والی سابقہ نشانی سے بڑی۔

مطلب یہ کہ ہر معجزہ اعجاز کی چوٹی پر پہنچا ہوا تھا۔ ہر معجزہ کو دیکھنے والا بھی سمجھتا تھا کہ یہ پہلے معجزہ سے بڑا ہے کیونکہ ہر معجزہ انتہائی بڑا تھا۔

== لَعَلَّہُمْ یُرجِعُونَ: ای لکی یرجعوا او یتوبوا عما ھم علیہ من الکفر تاکہ وہ باز آجائیں اور توبہ کر لیں اس کفر سے جس پر وہ کاربند تھے۔

۴۳: ۴۹ = اُدْعُ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دَعُوْا (باب نصر) مصدر۔ تو مانگ تو دعا کر۔ ای تدعو لنا فیکشف عنا العذاب: ہمارے لئے دعا کر کہ ہم پر سے عذاب ہٹ جائے۔

== بِمَا عٰہِدَ عِنْدَکَ بِسَبَبِہٖ ماموصول عہد عِنْدَکَ صد اللہ نے تمہارے ساتھ عہد کیا ہے۔ یعنی تم نے ہم سے کہا ہے کہ تم اگر دعا کرو گے تو تمہارا رب عذاب دور کر دے گا۔ اس نے تم سے اس کا وعدہ کر لیا ہے۔ اب بسبب اس عہد کے تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارا عذاب دور کر دے۔

== اِنَّا لَمُہْتَدُوْنَ: ای انا المؤمنون۔ بیشک ہم ضرور ایمان لے آئیں گے

ایمان کو ہدایت سے تعبیر کیا ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ السبب باسم المسبب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد الہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں۔

وَلَمَّا وُقِعَ عَلَیْہِمُ الرِّجْزُ قَالُوا یٰمُوسٰی اذْعِنَّا رَبِّکَ بِمَا عٰہِدَ عِنْدَ رَبِّکَ لَنُکْشِفَنَّ عَنْکَ الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنٰی

اِسْرَآئِیْلَ (۱۳۴: ۷) اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے

اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا کہ اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے اگر تم ہم سے عذاب کو

ٹال دو گے تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے

(کی اجازت) دیں گے؛

اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے: بیشک ہم ضرور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے؛

۴۳: ۵۰ = فَلَمَّا کُشِفْنَا عَنْہُمُ الْعَذَابُ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے

تقدیر کلام یوں ہے: فند عانا بکشف العذاب فکشفناہا فلما کشفنا عنہم

العذاب پس اس نے ہم سے عذاب کے دور کرنے کی دعا کی اور ہم نے اسے دور کر دیا

جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کر دیا تو.....

كَشَفْنَا مَا فِي جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے بٹا دیا۔ كَشَفْتُ (باب ضرب)
مصدر سے کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ انکشاف
کسی پوشیدہ مجید کا ظاہر ہونا۔

== اِذَا هُمْ - اذا مفاعلیہ ہے۔ لو وہ۔

== يَنْكُثُونَ - منار جمع مذکر غائب نکث (باب نصر) مصدر وہ توڑتے ہیں
وہ توڑنے لگتے ہیں۔

یعنی پھر ہوئی ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تب ہی انہوں نے اپنا عہد
توڑ دیا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ تَكَثَّ فَاِنَّمَا يَكْنُثُ عَلٰی لَفْسِهٖ (۱۰:۴۸)
پھر جو عہد توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔

۵۱:۴۳ = فَاَدْرٰى مَا ضٰى وَاحِدٌ مِّنْكَرًا نِّدَاءٌ (باب مفاعلة) مصدر ن دع
مادہ۔ اس نے پکارا۔ یعنی عذاب دور ہو جانے کے بعد فرعون نے اپنی قوم کے مجمع میں
پکار کر کہا۔

== مُلْكٌ مِّصْرَ: مُلْكٌ مِّنْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِ مَنْصُوفٍ ہونے کی وجہ
سے مفتوح ہے۔

== وَ هٰذَا اِلٰهٌ نُّهْرٌ: اس کا عطف مُلْكٌ مِّصْرَ ہے اور یہ نہریں (جو دریائے
نیل سے نکلتی تھیں جن میں چار بڑی نہریں یہ تھیں۔ نہر الملک۔ نہر طولون، نہر میاط
اور نہر تینیس۔

== تَجْرِي مِنْ تَحْتِیْ - جملہ حالیہ ہے ہذا الا نھر سے۔ تَجْرِيْ مَضْعُ
واحد مؤنث غائب۔ جَرِيٌّ وَجَرِيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ چلتی ہیں، وہ
جاری ہیں مِنْ تَحْتِیْ میرے محلات کے نیچے سے۔ میرے ماتحت، میرے زیر حکم
یا میرے سامنے باغوں میں۔

== اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ - سہرا استفہامیہ ہے لَا تَبْصُرُوْنَ کا مفعول محذوف ہے
ای افلا تبصرون ذلک اَوْ عَظُمَتِ اَوْ قَوَّتِ: کیا تم یہ چیزیں نہیں دیکھتے
ہو یا کیا تم میری عظمت اور قوت کو نہیں دیکھتے ہو۔

۵۲:۴۳ = اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا۔

(۱) اَمْ منقطعہ ہے اس کے اندر ہمزہ استفہامیہ کا معنی ہے اور استفہام تقریری ہے (یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ ایسا ہی ہے) یعنی میں بہتر ہوں۔

۲۔ اَمْ متصلہ ہے اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تَبْصُرُونَ، اَمْ تَبْصُرُونَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ (کشاف) کیا تم دیکھتے ہو یا نہیں کہ میں اس حقیر اور ذلیل سے بہتر ہوں۔

۳۔ اَمْ زائدہ ہے (شوکانی، لین، لسان) اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تَبْصُرُونَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں اس شخص سے جو حقیر اور ذلیل ہے بہتر ہوں۔

خَيْرٌ اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کَاسِيغَةٍ ہے۔ بہتر۔

= هٰذَا الَّذِي۔ یہ شخص یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

= مَهِينٌ: هَوْنٌ هَوَانٌ مَّهَانَةٌ سے صفت مشبہ کَاسِيغَةٍ واحد مذکر ذلیل و خوار۔ حقیر۔ بے وقعت۔ هَوْنٌ امادہ۔

أَهَانَ وَأَهَانَةٌ (افعال) مصدر سے بمعنی ذلیل کرنا۔ جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَيَقُولُ رَبِّيَّ أَهَانَنَ (۸۹: ۱۶) تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا هَوْنٌ سکون۔ نرمی، وقار اور جبار کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (۲۵: ۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور وقار سے (متواضع ہو کر) چلتے ہیں۔

= لَا يَكَادُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَوَدَ رَابِعٌ مَعَ كَوَدَ يَكُوْدُ جو تحلیل صرفی کے بعد كَاَدَ يَكَادُ ہو گیا، كَاَدَ يَكَادُ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرَقُ يَخْطَفُ الْبَصَارَ هَمْدُ ۲: ۲۰۰ قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو لیجائے۔ یعنی ابھی بجلی کی چمک نے ان کی بصارت کو اچک نہیں لے گی لیکن قریب تھا کہ وہ اچک لیجائے۔

اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنی والا فعل واقع ہو گیا مگر عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے فَذَٰ بَحُوْهَا وَ مَا كَاَدُوْا لِفَعْلُوْنَ

(۲: ۷۱) غرض (بڑی مشکل سے) انہوں نے اس بیل کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔
آیت نہ اولاً لَمْ يَكَادُ يُبَيِّنُ۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات کھول کر بیان تو کر لیتا ہے لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکے گا۔
يُبَيِّنُ مضارع واحد مذکر غائب البیان (افعال) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

۴۳: ۵۳ = لَوْكَ۔ کیوں نہیں۔ (لَوْكَ پر تفصیلی نوٹ کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۱۸ اور

۴۳: ۶) اَلْقِيْ = اَلْقِيْ: ماضی مجہول واحد مذکر غائب: اِلْقَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ ڈالا گیا۔
اے ڈالا گیا۔

= اَسْوَرَةً سِوَارُکِ کی جمع بمعنی کنگن۔ پہنچیاں۔
= مُفْتَرِنَاتٍ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْقُرْآنُ سے جس کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ مطلب یہ کہ یا اس کو سونے کے کنگن پہنائے گئے ہوتے کہ اس کو سردار بنا کر بھیجا گیا ہے یا اس کی معیت میں فرشتے جمع ہو کر ساتھ آتے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تھے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے۔ سردار ہونے کی یہ علامت تھی۔ اسی لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ کے رب نے جب موسیٰ کو واجب الطاعت سردار بنایا ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے اور اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں بھیجے گئے۔ جو اس کی تصدیق بھی کرتے اور یہ جلوہ اس کی شان کے شایان بھی تھا۔

۲ اِسْتَحَفَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب استخفاف (استفعال) مصدر بمعنی بیوقوف اور جاہل بنانا۔ اور راہ حق سے ہٹانا۔ اِی اِسْتَجْهَلَ غرض اس نے (اپنی قوم کی) عقل ماردی اور لوگوں نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو توڑنے پر ان کو آمادہ کر لیا۔ قَوْمَهُ اس کی قوم یعنی فرعون کی قوم (قبطیوں) کو۔

= اَطَاعُوْهُ۔ اَطَاعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر بمعنی حکم ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع فرعون ہے۔ انہوں نے (فرعون کی قوم نے) اس کا کہا مان لیا۔ (اور موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے

وعدول سے پھر گئے۔

== اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِيْنَ۔ قَوْمًا فَسِقِيْنَ موصوف وصفت مل کر
 کائنات کی خبر۔ درحقیقت وہ فاسق لوگ تھے۔ اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِيْنَ علت ہے
 اطاعت کی۔ یعنی وہ فاسق لوگ تھے اسی لئے انہوں نے فاسق کی اطاعت کر لی۔
 فَلَنذَكَّ سَارِعُوا اِلٰی طَاعَةِ ذٰلِكَ الْفَاسِقِ۔

فسقین اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب۔ فاسق واحد۔ فسق مصدر
 باب نصر ضرب، بدکردار۔ راستی سے نکل جانے والا۔ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا۔
 ۴۳: ۵۵ = فَلَکُمَا۔ لَمَّا حَرَفَ شَرْطًا کلمہ ظرف، پھر جب۔

== اَسْفَوْا نَا اَنْتَقَمْنَا۔ اَسْفَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِلِیْسَافُ (افعال) مصدر
 ناصمیر مفعول جمع متکلم۔ انہوں نے ہم کو غصہ دلایا۔ اَسْفَافَ باب سمع سے
 ۴۳: ۵۶ = فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَ مَثَلًا لِذٰلِخِرٰیۃٍ۔ ف عاطفہ ہے ہُدُ ضمیر جمع
 مذکر غائب۔ قوم فرعون کی طرف راجع ہے جس کا اوپر ذکر چلا آ رہا ہے۔
 ترجمہ: اور ہم نے ان کو (قوم فرعون کو) پچھلے آئیوالوں کے لئے سلف اور مثل بنادیا۔

سَلَفًا۔ باب نصر مصدر۔ بمعنی واقعہ کا گذر جانا ہے۔ لیکن یہاں بطور اسم مفعول
 کے استعمال ہوا ہے یعنی گذرا ہوا واقعہ۔ یا یہ سَالَفٌ کی جمع ہے جیسے خَدَمٌ کی جمع خَادِمٌ
 ہے اور اس کے معنی ہیں گذرا ہوا۔ گذشتہ۔ پہلے گذرا ہوا۔ پیش رو۔ یعنی آخرین میں سے
 جو ان کی روش پر چلتے رہے اور ان کے انجام (غرقابی) سے سبق حاصل نہ کیا ان کے لئے
 وہ جہنم کی طرف پیش رو ہو گئے۔ (تفہیم القرآن)

مَثَلًا تشبیہی قصہ تمثیل۔ ایسا عجیب واقعہ جو کہادت کے طور پر بیان کیا جائے
 ضرب المثل، چنانچہ کہا جاتا ہے تمہاری حالت ایسی ہے جیسی قوم فرعون کی۔ پند و موعظت
 اور عبرت کے لئے جس کا تذکرہ کیا جائے۔

مثل کے معلق ملاحظہ ہو ۴۳: ۸ متذکرۃ الصدر

۴۳: ۵۷ = وَ کَمَا۔ وَاَوْ عطف ہے اور لَمَّا کلمہ ظرف ہے۔ جب،

== ضَرْبِ ابْنِ مَرْوٰیْمَ مَثَلًا۔ ضَرْبِ بیان کرنا۔ جب ابن مریم رحمت
 عیسیٰ علیہ السلام کو بیان کیا گیا بطور مثال کے، اور جبکہ قرآن مجید میں ہے ضَرْبِ لَکُمُ
 مَثَلًا مِّنْ اَلْفٰسِکِمْ (۲۸: ۳۰) وہ تمہارے لئے تم میں سے ہی ایک مثال بیان کرتا ہے

== اِذَا: مفاجاتیہ ہے تو یکایک۔ قَوْمُكَ تیری قوم، اہل قریش، آیت نہا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے:

== يَصِدُّونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدَّ يَدْرِبَابِ نَهَب (مصدر حیرت و تعجب کے باعث ہنسنا) استغریب ضحکا (دوسرا معنی اس کا شور و غل مچانا۔ پیچنا چلانا ہے۔ مِنْهُ اِی من المثل۔ اس مثال سے۔

۵۸:۲۳ = قَالُوا اِلٰهَتُنَا فِي هِمَزٍ اسْتِفْهَامِيہ ہے اِلٰهَتُنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبودان۔

== اَمْ هُوَ: اَمْ یعنی یا۔ هُوَ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابن مریم) کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ نہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ بہتر ہیں تو اگر (معاذ اللہ) وہ جہنم میں ہوئے تو ہمارے معبود بھی ہو کریں۔

فائدہ: جب اہل قریش سے حضرت عیسیٰ کی رسالت اور ان کے محاسن و کمالات کی مثال بیان کی جاتی ہے تو کج سمجھتی اور کٹ جھٹی کے طور پر مختلف لالچیں جھٹیں پیش کرتے ہیں مثلاً را، امام احمد نے صحیح سند سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا۔ اللہ کے سوا جس کسی کی بھی پوجا کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ قریش نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اور عبد صالح ستمنے اور ابرہہ ظاہر ہے، ان کی پوجا کی جاتی ہے (تو کیا عیسیٰ میں کوئی خیر نہیں تھی)۔

۲۔ صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں اس آیت کے تحت۔ کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر رقمطراز ہیں:

کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ (۹۸:۲۱) کافرو! (اس روز) تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تو یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا۔ اور ابن الزبیری کہنے لگا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا کہ ہر امت اور گروہ کے لئے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے اور سب امتوں کے لئے بھی، اس پر اس

نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسیٰ بن مریم نبی ہیں اور آپ ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے: اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ (۱۰:۲۱)

جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے مہلانی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا..... يَصْدُونَ

(۴۳:۵۷) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابن زبیری نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم کی مثال پیش کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا کہ نصاریٰ اسے پوجتے ہیں تو قریش اس کی بات پر خوب ہنسے:

== مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا - مَا نَافِيَهُ ضَرَبُوهُ فِي ضَمِيرِ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ غَائِبٍ مَثَلٍ فِي طَرَفٍ رَاجِعٍ هِيَ أَيْ مَا ضَرَبُوا هَذَا الْمَثَلَ - جَدَلًا سَخَتْ جَهْطُنَا بَابِ سَمْعٍ كَمَا مَصْدَرٌ هِيَ جَسْ كَ مَعْنَى شَدِيدِ خُصُومَةٍ كَرْنِ كَ آتِي هِيَ أَوْ جَدَلٌ اسْمٌ بَيْ هِيَ سَخَتْ جَهْطُنَا كَ مَعْنَى فِي آتَا هِيَ، بَوَجْهِ مَسْتَثْنَى مُنْقَطِعٍ مَنْصُوبٍ هِيَ:

فائدہ: آیت کے معنی ہیں: مَا ضَرَبُوا هَذَا الْمَثَلَ إِلَّا لِاجْلِ الْجَدَلِ وَالْخُصُومَةِ لِاتِّمَامِ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ: انہوں نے یہ مثال محض کج بحثی اور جھگڑے کی خاطر بیان کی نہ کہ حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے۔ اور نہ انہیں علم تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہما السلام) کی پوجا کے لئے نصاریٰ خود ذمہ دار تھے: حضرت

عیسیٰ نے تو انہیں پوجا کرنے کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے استفسار وَاِذْ قَالَ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مَا أَنْتَ قُلْتُ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ (۱۱۶:۵) اور جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا

تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود ٹھہراؤ۔ تو ان کا جواب ہوگا مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ (۱۱۷:۵) میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ

تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے:

۲۔ اسی طرح آیت انکم وما تعبدون من دون الله حسب جهنم (۲۱) : ۹۸ میں بُت ، بے جان معبود اور وہ گمراہ کنندگان مراد ہیں جو دنیا میں لوگوں کو اپنی پوجا پر اکساتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰؑ اور عزیرؑ ملائکہ وغیرہم جنہوں نے کبھی لوگوں کو ایسی تلقین نہیں کی۔ بعض کے نزدیک آیت ۲۱ : ۹۸ میں ما تعبدون کا لفظ اگرچہ عام ہے مگر عام مخصوص البعض ہے اور اس سے مراد حضرت عیسیٰؑ، عزیرؑ اور ملائکہ نہیں بلکہ بُت اور بے جان معبود ہیں لہذا اہل قریش کا اس آیت کی طرف حوالہ خارج از بحث تھا۔

== بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصْمُونَ - بل حرف اضراب سے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی یہ لوگ اہل قریش حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے یہ کج بحثیاں نہیں کر رہے بلکہ وہ ہیں ہی سخت جھگڑالو لوگ، خَصْمُونَ - خَصِمٌ (باب ضرب) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے خَصِمٌ کی جمع ہے سخت جھگڑنے والے۔ خَصِمٌ سے ہی بروزن فاعیل مبالغہ کا صیغہ خَصِیمٌ سخت جھگڑنے والا۔

۵۹ : ۴۳ = اِنْ هُوَ : اِنْ نَافِيَهُ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ یعنی حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندے تھے۔

== اَلْعَمَلُ عَلَيْنَا : ہم نے اس کو نعمتیں عطا کیں یعنی نبوت اور قرب کی نعمت سے ان کو نوازا تھا یا جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ادْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَنْتَ تُكَلِّمُ الْقُدُسَ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِأَذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ إِذْ جَعَلَهُمُ بِالْبَيْتِ (۵ : ۱۱۰) (وہ وقت یاد میں رکھو جب خدا (عیسیٰ سے) فرمائے گا کہ

اے عیسیٰ ابن مریم میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس (جبرائیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جو ان ہو کر ایک ہی نسق پر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی

== اَتَّبِعُونَ = امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف : تم میری اتباع کرو۔ اِتَّبَاعٌ (افعال) مصدر۔ یہ اللہ کے کلام ہی کا حصہ ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اس صورت میں لفظ قُل محذوف متصور ہوگا:

== هَذَا = یہ راستہ جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں،

۴۳:۴۲ = لَا يَصُدُّ تَكْمُ: فعل نہی بتاکید نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب صَدَّ بَاب نصر، کَمَضْمِیر مفعول جن مذکر حاضر تم کو نہ روک دے:

== عَدُوٌّ مُّبِينٌ: موصوف و صفت، کھلا ہوا دشمن، صریح و چٹا ننگا دشمن،

مُبِينٌ اِبَانَةٌ سے باب افعال مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر: ب ی ن مادہ
مادہ ب ی ن سے باب افعال اِبَانَةٌ باب تفعیل تَبَيَّنٌ باب تفعیل تَبَيَّنٌ
اور باب استفعال استبانہ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی۔ ظاہر ہونا ظاہر کرنا
اس لئے بین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی۔

۴۳:۶۳ = الْبَيِّنَاتُ کھلی دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ کی جمع: واضح اور کھلی دلیل خواہ
دلالت عقیدہ ہو یا محسوسہ: یہاں مراد معجزات حضرت عیسیٰ یا انجیل کی آیات یا واضح احکام
ہیں۔

== جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ میں تمہارے پاس حکمت و موعظت کی باتیں لے کر آیا ہوں
== وَ اِلٰیٰیْنَ اِی وَ جِئْتُكُمْ لَا بَیِّنَ۔ واو عاطفہ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
لام علت کا ہے اِبَیِّنَ مضارع واحد متکلم: بتیین تفعیل مصدر اور اس لئے
آیا ہوں کہ کھول کر بیان کروں:

== بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُونَ فِیْهِ۔ اِی بعض امور الدین تختلفون فیہ
ان شرعی و دینی امور کی تصریح جن کی بابت تمہارا آپس میں اختلاف ہے۔
== فَاتَّقُوا اللّٰهَ سو تم اللہ سے ڈرو۔ سببیہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پر حکمت
تعلیم کا لانا حصول تقویٰ کا سبب ہے (منظری)

== وَ اَطِيعُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اطاعَ (افعال) مصدر۔ ن
وقایہ ی واحد متکلم محذوف ہے۔ اور تم سب میری اطاعت کرو، میرا کہنا مانو،
۴۳:۶۴ = هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ سے لے کر
هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔

۴۳: ۶۵ = اَلْاَحْزَابُ - حزب کی جمع - گروہ، ٹولیاں، جماعتیں۔

== مِنْ بَيْنِهِمْ: باہم۔ آپس میں، یعنی حضرت عیسیٰ کی امت میں سے مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف مبادل کیا۔

== ذُلٌّ، ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت۔
امام راغب لکھتے ہیں:-

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بن بد نجاتوں کے لئے کلمہ ویل استعمال کیا ہے ان کا ٹھکانہ دوزخ میں بن گیا یہ مراد نہیں کہ یہ لفظ وادی دوزخ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ (المفردات)

== عَذَابٌ يَوْمَ الْيَوْمِ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ عَذَابٌ مضاف الیومِ بروزن فیعل بمعنی فاعل ہے دردناک۔ دکھ دینے والا۔ یوم الیم۔ دردناک دن۔ یومِ آخرت:

== لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۔ اِی الذین کفروا۔ ظَلَمُوا بمعنی کفروا پر متعدد آیات دال ہیں مثلاً وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۲: ۲۵۴) اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (۳۱: ۱۳)

وغیرہ، ترجمہ ہوگا:

سو جو لوگ کافر یا ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والے دن کے عذاب سے ہلاکت ہے،
لِلَّذِينَ ظَلَمُوا کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے خواہشات کی پیروی کر کے اور کتاب و سنت کو ترک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔

۴۳: ۶۶ = هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ
هَلْ استفہام انکاری ہے۔ يَنْظُرُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَظَرٌ (باب نصر) مصدر

معنی يَنْتَظِرُونَ: وہ انتظار کر رہے ہیں۔ کلام عرب میں يَنْظُرُونَ کا استعمال بمعنی يَنْتَظِرُونَ معروف ہے۔ مثلاً فَهَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ

اَشْرَاطُهَا: (۴۴: ۱۸) سو یہ لوگ بس قیامت کے ہی انتظار میں ہیں کہ ان پر دفعہ آجڑے
سو اس کے آثار تو پیدا ہی ہو چکے ہیں۔

اور مَا يَنْظُرُونَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُھُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ۔ (۳۶: ۴۶)
یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں وہ انہیں آجڑے گی اور یہ لوگ آپس میں لڑ جھگڑ

رہے ہوں گے۔ وغیرہ۔

اِلَّا السَّاعَةَ میں السَّاعَةُ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے جو حالت مفعول

میں واقع ہے لہذا مستثنیٰ کا اعراب اسی کی موافقت میں منصوب ہے اَنْ مصدر یہ ہے اور
بَعَثَ حرف فجائیہ ہے یکا یک، اچانک، ایک دم؛

وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ جملہ حالیہ ہے لَا يَشْعُرُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب ہے
شَعُرُوا باب نصر مصدر۔ وہ شعور نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے ہی نہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع قریش ہیں
یادہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

ترجمہ: یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً اَنْ پڑے اور ان کو خبر
بھی نہ ہو۔

تفسیر ماحدی میں ہے: ذکر منکرین قیامت کا ہے یہ منکرین اپنی غفلتوں میں پڑے
ہوئے ہوں گے کہ قیامت یک ایک آواچ ہوگی۔

۶۴:۶۴ = الْاٰخِلَاءُ ۚ دُوسرے۔ اجاب، خلیل کی جمع ہے

الْاٰخِلَاءُ ۚ مَبْدَاً ۚ عَدُوٌّ خَبْرٌ ۚ يَوْمَ مَسِيْنٍ ۚ یوم اسم ظرف منصوب اِذْ مضاف الیہ
اس روز۔ اس واقعہ کے دن (ای یوم الساعة۔ روز قیامت)

بَعْضُهُمْ مَّضَافٌ مَّضَافٌ اِلَیْهِ لِبَعْضٍ ۚ لام حرف جار بعض مجرور۔ یَوْمَ مَسِيْنٍ اور
لِبَعْضٍ متعلق خبر، الْاٰخِلَاءُ یَوْمَ مَسِيْنٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مَبْدَاً اپنی خبر اور
متعلق خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہے۔ اس روز ان میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے؛
یعنی دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے؛

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۚ استثناء متصل، کلام مثبت تام میں مستثنیٰ منصوب آتا ہے لہذا
الْمُتَّقِيْنَ منصوب آیہ اِتِّقَاءُ اَفْعَالٍ مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ منصوب
ہے تقویٰ رکھنے والے، خدا سے ڈرنے والے۔

۶۴:۶۸ = یُعْبَادُ ۚ یا حرف ندا ہے عِبَادِی مضاف مضاف الیہ منادی سی ضمیر واحد متکلم
مخدوف ہے عباد جمع ہے عِبْدٌ کی۔ اے میرے بندو۔

یُعْبَادُ سے کلام متانفہ شروع ہوتا ہے اس سے قبل عبارت یَقُولُ اللّٰهُ اللّٰهُ تعالیٰ
فرمائے گا۔ یَا یُنَادُوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ ۚ ان کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ مخدوف
یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ رکھنے والے دوستوں سے فرمائے گا۔

منادی سے مراد المتقین ہیں جو اوپر مذکور ہوئے (ملاحظہ ہو بیضاوی)

تفسیر ماحدی میں ہے: یہ ندا حشر میں مومنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی؛

== خَوْفٌ - آئندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرنا خوف ہے اور ماضی کی تکالیف کو یاد کر کے جو کیفیت غم دل میں پیدا ہوتی ہے حُزُن کہلاتی ہے۔

== لَا تَحْزَنُونَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، باب سماع سے مصدر۔
نہ تم غمگین ہو گے۔

۴۳: ۶۹ = الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِ وَكَانُوا مُسْلِمِينَ؛ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں
۱، اللہ تعالیٰ نے یہاں متقین کی صفات بیان فرمائی ہیں جنہیں روز قیامت زخوف ہو گا نہ حزن۔ منجملہ دیگر صفات کے ان میں یہ دو صفات ہوں گی ۱، ایمان بآیت اللہ رب، اور اسلام۔ انہی معنوں میں سورۃ یونس میں ارشاد ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ؛
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۱۰ (۶۳: ۶۲) یا ان کی اور صفت سورۃ الاحقاف میں یوں آئی ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ؛ (۱۳: ۴۱)

۲، الایمان بآیات اللہ صفت ہے متقین کی اور وَكَانُوا يَتَّقُونَ حال ہے ضمیر اَمَنُوا کے
۴۳: ۷۰ = تُخَبِّرُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَبَّرَ باب نصر، مصدر جس کے معنی زینت کرنے اور خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہونے کے ہیں حال ہے ضمیر اَنتم سے، دراصل حالیکہ تم خوش کر دیئے جاؤ گے، تمہیں مزین کر دیا جائے گا۔ خوشی اور مسرت کے آثار تمہارے چہروں پر ظاہر و عیاں ہوں گے؛

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُحْبَرُوْنَ ۱۵ (۳۰: ۱۵) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ جنت میں اس قدر خوش ہوں گے کہ وہاں کی نعمتوں کی تروتازگی کا اثر ان کے چہروں پر عیاں ہو گا۔
بطور فعل مضارع صرف انہی دو جگہ آیا ہے اور فعل مجہول آیا ہے۔

روحانی کو بھی حَبَّرُ کہتے ہیں اسی سے علماء کو بھی احبار کہتے ہیں کہ ان کے نقش لوگوں کے دلوں پر روحانی کے نقوش کی طرح دیر تک رہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے اِتَّخَذُوا اَجْبَارَهُمْ رُءُفَاً بَا۟رِقًا مِّنْ دُو۟نِ اللّٰهِ (۳۱: ۹) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:-

تُخَبِّرُونَ - یعنی اتنی خوشی پاؤ گے کہ اس کا اثر چہروں سے نمودار ہو گا، اس مطلب

تُحْبَرُونَ حَبَارٌ مشتق ہوگا۔ اور حَبَارٌ کا معنی ہے اثر، نشان، یا تُحْبَرُونَ کا معنی ہے تم آراستہ کئے جاؤ گے۔ اس وقت اس کا مادہ حَبُرٌ ہوگا۔ اور حَبُرٌ کا معنی ہے زینت، خوبصورتی یا اس کا ترجمہ ہے تمہاری پوری پوری عزت انزائی کی جائے گی۔ آیت میں خطاب عِبَادِی سے ہے ۴۳:۱۔ يُطَافُ عَلَيْهِمْ۔ يُطَافُ مضارع واحد مذكر غائب إِطَافَةٌ (افعال) مصدر دور چلایا جائے گا

= صِحَافٍ : جمع ہے صَحْفَةٍ کی۔ اتنی بڑی رکابی جس میں پانچ آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ صِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ سونے کی رکابیاں۔
= وَ أَكْوَابٍ وَأَوْعَافٍ ہے۔ أَكْوَابٍ معطوف ہے جس کا عطف صِحَافٍ پر
کُوْبٌ واحد۔ کوزہ۔ آبخورہ، پیالہ۔ ایسا گول برتن جس کا گلا بھی مدور ہو اور قبضہ نہ ہو۔
ان پر سونے کی بڑی بڑی رکابیوں اور پیالوں کے دور چلائے جائیں گے، یعنی ان کو کھانے کی چیزیں اور پینے کے مشروبات سونے کی رکابیوں اور پیالوں میں مہیا کی جائیں گی!
= وَ فِيهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع (آیت سابقہ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ..... میں الجنة ہے۔

= مَا تَشْتَهِيهِ الْاَنْفُسُ۔ ما موصولہ تَشْتَهِيْ ماضی مضارع واحد مؤنث غائب، اِسْتَهَاءَ (افتعال) مصدر، ضمیر فاعل الا نفس کی طرف راجع ہے وَ ضمیر واحد مذكر غائب تَشْتَهِيْ کے مفعول کے لئے۔ جس کو جی چاہیں گے۔ یعنی جنت میں وہ سب چیزیں مہیا ہوں گی جن کو جی چاہیں گے۔

= وَ تِلْكَ الْاَغْنٰی۔ ای وہیہا ما تلذ الا عین اور اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی۔ تِلْكَ مضارع واحد مؤنث غائب كَذَلِكَ باب سمع مصدر بمعنی لذت پانا۔ منہ لینا۔ جس سے آنکھیں لذت پائیں گی؛

= وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُونَ : ای دَالِمُونَ : اس آیت کا عطف آیت نمبر ۴۰ پر ہے اور تم اس میں یعنی جنت میں ہمیشہ رہو گے

۴۳:۲۔ وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ : اسم اشارہ و مشار الیہ، اور یہ جنت دُبی ہے جس کی نسبت عباد اللہ سے کہا گیا ہے اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ..... تُحْبَرُونَ (آیت ۴۰)، اور اور اب حکم ہو رہا ہے کہ یہی جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال صالحہ کے باعث۔

== اَلَّتِي۔ اسم موصول واحد مؤنث۔ اُوْرَثْتُمُوْهَا۔ اُوْرَثْتُمُوْا میں واو اشباع کا ہے اصل صیغہ اُوْرَثْتُمْ ہے: جو اِثْرَاتُ (افعال) مصدر سے ہے اور جس کے معنی وارث بنانا یا میراث میں دینے کے ہیں ماضی بھول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب، جس کے تم وارث بنادیتے گئے ہو، یا جو تم کو میراث میں دی گئی ہے:۔
 == بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ: میں ب سبب ہے ہا موصولہ۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ صلہ اپنے موصول کا۔ یہ سبب ان اعمال کے جو تم (دنیا میں) کرتے ہو۔

۴۳: ۴۳ = فِیْہَا اِیْ فِی الْجَنَّةِ - مِنْہَا میں مِنْ تبغیضہ ہے اور ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الجنة ہے۔ یعنی جن میں سے تمہارا جی چاہیگا کھاؤ گے۔

فائدہ

آیات ۶۴ تا ۴۳ میں التفاتِ ضائر ہے بعض جگہ صیغہ جمع مذکر غائب لایا گیا ہے اور بعض جگہ جمع مذکر حاضر کا استعمال ہوا ہے اس کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے۔۔
 قیامت کے روز دنیاوی دوست جن کی دوستی دنیاوی نفع و نقصان کی خاطر تھی ایک سر کے دشمن ہوں گے: اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کہ یہ ہمارے انجام بد کے ذمہ دار ہیں لیکن جن کی دوستی محض تقویٰ اور اللہ کے ڈر کی بناء پر تھی ان کی حالت ایسی نہ ہوگی۔ ان متقیوں سے کہا جائے گا اے میرے بندو! (آج) تم پر کوئی خوف نہیں اور تم غمزدہ ہو گے (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا ہے)

متقی لوگوں کی تعریف یہ ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پکے فرمانبردار تھے (صیغہ جمع مذکر غائب استعمال ہوا) اُن سے یعنی متقین سے کہا جائے گا تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا) (وہاں جنت میں) سونے کی رکابیاں اور کوزے ان پر دُور میں لائے جائیں گے (عَلِیْہِم صیغہ جمع مذکر غائب آگیا) اور ان سے یعنی متقیوں سے جن کو مبعوث بیویوں کے جنت میں داخل ہونے کا فرمان ہوا تھا۔ اب ان کو تسلی دی جائے گی۔ کہ یہ نعمتوں کا ملنا وقتی نہیں ہے دائمی ہے لہذا ان سے کہا جائے گا کہ تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے (صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا)

اسی خطاب کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت تمہیں تمہارے دنیا کے اعمالِ صالح کے سبب تم کو وراثت میں دی گئی ہے اس میں کثیر التعداد و کثیر الانواع میوے ہیں ان میں سے جو

جو تمہارا جی چاہے کھا رہا ہو۔

۴۳: ۴۴ = إِنَّ الْمَجْرِمِينَ... الآية۔ متقین کو دی جانے والی نعمتوں کا ذکر ختم ہوا۔
اب مجرمین اور ان کے اعمالِ سوء کے نتیجے میں جو عذاب ان کو ملے گا اس کا احوال شروع ہوتا ہے
المجرمین بمعنی الکافرین۔

۴۳: ۴۵ = لَا يُفْتَرُ مَضَاعٌ مِّنْهُ مَجْهُولٌ واحدٌ مذکر غائب تَفْتِيرٌ (تفعیل) مصدر
کم نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ نہیں کیا جائے گا۔

الْفُتُورُ کے معنی تیزی کے بعد ٹھہرنے، سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا کے
ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى
فُتُورَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (۵: ۱۹) اے اہل کتاب پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ جو ایک عرصہ تک
منقطع رہا تو اب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آ گئے ہیں۔

اور جبکہ کلام باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ (۲۱: ۲۰)
وہ سب رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ تھمتے ہیں۔

= مُبْلِسُونَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع؛ مُبْلِسٌ واحد۔ غمگین، مایوس، پشیمان
متحیر، خاموش، جن کو کوئی بات بن نہ پڑتی ہو۔ اس کا مادہ بلس ہے یہ ثلاثی مجرد سے افعال
مستعمل نہیں۔ ثلاثی مزید میں باب افعال اپنے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے؛
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُونَ
(۳۰: ۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار مایوس اور مغموم ہو جائیں گے؛

عام طور پر غم اور مایوسی کی وجہ سے انسان خاموش رہتا ہے اور اسے کچھ سمجھائی نہیں
دیتا۔ اس لئے ابلیسِ فلان کے معنی خاموش اور دلیل سے عاجز آنے کے ہیں۔ اور
أَبْلَسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ کے معنی ہیں وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔ چونکہ شیطان
بھی رحمتِ حق سے مایوس و ناامید ہے اس لئے اسے ابلیس کہا گیا ہے:

وَهُمْ فِيهِ، اِی فی عذاب جہنم؛

۴۳: ۴۶ = وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ يَهْدَاهُ اللَّهُ إِلَى عَذَابٍ أَلِيمٍ۔ یہ خدا کے اسلام کی صفات میں سے نہیں ہے کہ وہ کسی کو
ناحق دوزخ میں ڈال دے۔ یا خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے۔

= وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ۔ بلکہ وہ خود ہی (اپنے حق میں) ظالم ہیں۔
ظالمین اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ خبر کَانُوا۔ ظالمین یہاں کفار کے

مراد ہے ای واضعین الکفر موضع الایمان۔ ایمان کے بجائے کفر کو اپنانے والے
 ۴۳: ۷۷ = نَادُوا۔ ماضی یعنی مستقبل جمع مذکر غائب۔ يَدَّاءُ مصدر (باب مفاعلة)
 وہ پکاریں گے۔ ضمیر فاعل الظلمین کی طرف راجع ہے وہ دوزخی کافر پکاریں گے: شدتِ عذاب
 سے پکارا سٹین گے۔ ای من شدة العذاب (روح المعانی)
 = يَمْلِكُ۔ یا حروف نداء مالک منادی۔ اے مالک: مالک، دوزخ کے داروغہ
 کے لئے استعمال ہوا ہے:

= لَيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ۔ لَيَقْضِ فعل امر واحد مذکر حاضر، چاہئے کہ تمہارا رب
 ہمیں موت دیدے۔ اے مالک تمہارا پروردگار ہمیں موت دیدے:

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ (۱۸: ۵) اور موسیٰ نے
 اس کو مٹکا مارا اور اس کو جان سے مار دیا۔ اس کا کام تمام کر دیا۔

تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ لَيَقْضِ میں لَام، لام الدعاء ہے اور مالک (خازن
 النار) سے سوال کرنے سے کفار کی مراد یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی موت کی دعا کرے
 اگر ان کا ارادہ از خود اللہ سے موت مانگنے کا ہوتا تو وہ مالک کو کیوں خطاب کرتے۔
 ایسے ہی سورۃ المؤمن میں اہل النار دوزخ کے کوتوالوں سے التجار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ
 ان کے عذاب میں تخفیف کے لئے دعا کریں۔

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا
 يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (۴۰: ۴۹) اور جو لوگ آگ میں (جل رہے) ہوں گے وہ
 دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک دن تو ہم سے
 عذاب ہلکا کر دے۔

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

والمعنى سل ربنا ان يقضى علينا انة رب سے کہہ کہ ہمارا خاتمہ کر دے
 = قَالَ۔ ای قال ملک (مالک داروغہ جہنم کہیں گے) اگر قال کی ضمیر مالک کی طرف
 راجع ہے:

= مُكْشَوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع مُكْتُ ر (باب نصر و کرم) مصدر
 مٹھرے ہونے والے۔ باقی ہونے والے۔ مراد ہمیشہ ہونے والے۔
 مٹھرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَقَالَ لَهُمُ اْمُكْشَوْاْنِي

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کہ اگر تم نے میرے محبوب کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو ہم بھی غافل نہیں) ہم نے بھی یہ جتنی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم اپنے حبیب کی حفاظت کریں گے اور تم ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

فائدہ: آیت ۸ میں خطاب کفار مکہ سے بصیغہ جمع مذکر حاضر کیا گیا کہ ہم نے تمہارے پاس دین حق بھیجا لیکن تم نے کراہت و نفرت سے اس سے منہ موڑ لیا۔
اب ان منکرین حق سے نفرت کے اظہار کیلئے آیات ۹، ۱۰ میں التفات ضمائر بصیغہ جمع مذکر غائب استعمال کیا گیا ہے

۸۰:۴۳ = اَمْ: منقطعہ ہے بمعنی بَلْ آیا ہے اور آیت ۹ کی طرح ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دینے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی مذموم تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مصمم ارادوں کے علاوہ یہ بھی باور کئے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو نہیں سن سکتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف ہم ان کو سنتے ہیں بلکہ ہمارے فرشتے لکھ بھی رہے ہوتے ہیں
= يَحْسُبُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانُ (باب سماع) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔

= سِرَّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا راز، ان کا مجید۔

= نَجْوَاهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرگوشی، نجوی واحد ہے اور نجواؤں جمع ہے یہ نجوی واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ النجوى باب نصر مصدر سرگوشیاں کرنا۔ مثلاً اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَهَوْا عَنِ النَّجْوٰى (۵۸) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ن ج و مادہ

= بَلٰى۔ ہاں نفی ماقبل کی تردید کے لئے آیا ہے کفار کے اس گمان کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو سن نہیں سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کیوں نہیں سن سکتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (بیٹھے) لکھتے بھی رہتے ہیں۔

بَلٰى بمعنی بَلْ بھی ہو سکتا ہے، نیز ملاحظہ ہو ۳: ۶۶

= رُسُلُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرشتے، جو ان کفار پر ان کے اعمال کی نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ اِی الَّذِیْنَ یَحْفَظُوْنَ عَلَیْہِمْ اَعْمَالُہُمْ (روح المعانی)

= لَدَيْهِمْ لَدَى مضاف (یعنی طرف، پاس) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیه ان کے پاس۔

۴۲:۸۱ قُلْ - اے قل یا محمد! للکفار۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار مکہ کو کہہ دیجئے
= اِنْ - شرطیہ ہے اگر خداوند تعالیٰ کا کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پوجا کر نیوالا ہوتا۔
بعض کے نزدیک اِنْ نافیہ ہے اور عَابِدِیْنِ بمعنی گواہی دینے والے ہیں۔
اس صورت میں ترجمہ ہو گا:

رحمن کی کوئی اولاد نہیں اور میں سب سے پہلے اس کی شہادت دینے والا ہوں:

۴۲:۸۲ = سُبْحٰنَ - علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن حصہ اول نوے چالیسویں میں رقمطراز ہیں:-

سُبْحٰنَ یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح۔ اس کو نصب اور کسی ایسے اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ (۱۲:۱۰۸) اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی (۱۶:۱) یا مضمّر ہو جیسے سُبْحَانَہٗ اِنَّ یَّکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ (۴:۱۷۱) اور سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا (۲:۳۲)۔

اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا فعل حذف کیا گیا ہے اور اس کو اس کی جگہ

قائم مقام کر دیا گیا ہے یعنی اس کا فعل کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

= رَبِّ السَّمٰوٰتِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اپنے مضاف سبحان کا۔ وَالْاَرْضِ اے وَرَبِّ الْاَرْضِ: رَبِّ الْعَرْشِ - دونوں جلوں کا عطف رَبِّ السَّمٰوٰتِ پر ہے۔

عَمَّا - مرکب بہ عن حرف جار اور ما موصولہ سے:

= یَصِفُوْنَ؛ مضارع جمع مذکر غائب؛ وَصَفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار (اور) عرش کا رب ہر اس (غیب) سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۴۳:۸۳ = فَذَرْهُمْ - ذَرْ فعل امر، واحد مذکر حاضر وَذَرٌ (باب سمع وفتح) مصدر

بمعنی چھوڑ دینا۔ اس کی ماضی نہیں آتی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تو ان کو چھوڑ دے

= لَیَخُوْضُوْا - مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ خَوْضٌ باب نصر، مصدر بمعنی مشغول

رہنا۔ وہ مشغول رہیں۔

= وَ یَلْعَبُوْا - مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ جمع مذکر غائب۔ لَعِبٌ باب نصر، مصدر

وہ کھیل میں پڑے رہیں۔

(پس اے حبیب سلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بے ہودہ باتوں میں مشغول اور کھیل تماشوں میں پڑے رہنے دیں؛

= حَتَّىٰ حَرْفِ جَزَّہِ انتہاء غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے، یعنی یہاں تک کہ:-
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۵: ۹۰) سلامتی ہو یہاں تک فجر طلوع ہو۔

= يَلَاقُوا مضارع منصوب جمع مذکر غائب مُلَاقَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ وہ مل جاویں
= يَوْمَهُمْ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب بوجہ مفعول۔ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب
مضاف الیہ۔ ان کا دن۔ یعنی قیامت وہ مل جاویں یا پالیں اپنے دن کو، حتیٰ کہ قیامت کے دن کو
:ہنچ جاویں۔ یعنی قیامت کے دن تک)

= الَّذِي يُوعَدُونَ؛ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے يُوعَدُونَ مضارع مجہول جمع مذکر
غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔

۴۳: ۸۴ = هُوَ الَّذِي۔ وہ وہی ذات ہے (تاکید کے ساتھ) فِي السَّمَاوَاتِ
جو آسمانوں میں خدا ہے یعنی صرف آسمان میں خدا ہے اور زمین میں بھی؛ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ
اور وہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے؛

عَلَيْهِمْ۔ عَلِمٌ سے بمالغہ کا صیغہ اَوْحَاكِيمُ حِكْمَتٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
۴۳: ۸۵ = تَبَارَكَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے تَبَارَكَ۔
(تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس فعل
کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے
آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اس کو اسم فعل بتاتے ہیں۔

= لَهُ میں لام تملیک (ملکیت جتانے کے لئے) کا ہے لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَا بَيْنَهُمَا آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کی
بادشاہت اسی کی ہے۔ مَا موصولہ ہے۔

۴۳: ۸۶ = وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ؛ وَاَوْ
عاطفہ؛ لَا يَمْلِكُ مضارع منفی واحد مذکر غائب يَمْلِكُ مصدر (باب ضرب) مانک نہیں ہے
یا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر۔ يَدْعُونَ مضارع جمع مذکر غائب

دَعْوَةً اور دُعَاءُ (باب نصر) مصدر۔ وہ پوجتے ہیں۔ وہ پکارتے ہیں۔ سلسلہ اپنے موصول کا۔
 مِنْ دُونِهِ اس کے ورے۔ الشَّفَاعَةُ شَفَعَ لِيُشْفَعَ (باب فتح) کا مصدر بحالت مفعول
 = لَا يَمْلِكُ فِعْلٌ، الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ فاعِل۔ الشَّفَاعَةُ مفعول۔ رکھتے
 اللہ کے سوا جن کی بھی یہ پوجا کرتے ہیں وہ (یعنی معبودانِ باطل) سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے
 = إِلَّا: حسرت استثناء الْحَقُّ ای التوحید۔ شَهِدَ ماضی واحد مذکر غائب شَهِادَةٌ
 (باب سمع) گواہی دینا۔ اقرار کرنا۔ شہادت بالحق یعنی کلمہ توحید کا اقرار۔ ای شہادۃ بالحق
 بکلمۃ التوحید (مدارک) إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ۔ سوائے اس کے جس نے لَا
 إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اقرار کیا۔

إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ کی دو صورتیں ہیں۔ ۱۔

۱۔ اگر الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ میں وہ تمام معبودانِ باطل شامل ہیں جن کی مشرکین
 اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے مثلاً بت، ملائکہ (کہ بعض ملائکہ کی بھی پوجا کیا کرتے تھے)
 اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے) عیسیٰ، عزیر وغیرہ کہ نصاریٰ اور یہود ان کو اللہ کے بیٹے کہا
 کرتے تھے۔ یا بعض اولیاء اللہ جن کو کئی لوگ خدا کے ساتھ پوجا میں یا حاجت روائی میں شریک
 سمجھتے ہیں۔ تو اس صورت میں یہ استثناء متصل ہے۔

۲۔ اگر ان سے مراد محض بت ہی ہیں جن کی مشرکین پوجا کیا کرتے تھے اور جن کو وہ خدا کا
 شریک مانتے تھے۔ تو یہ استثناء منقطع ہے۔

ہر دو صورت میں مستثنیٰ وہ لوگ بیان ہوئے ہیں جنہوں نے حق کی شہادت دی اور
 زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ کر توحید و رسالت کے قائل ہوئے ایسے لوگ خدا کے نزدیک ایک
 مرتبہ اور درجہ سفارش رکھتے ہیں۔ خدا نے ان کے مرتبہ کو مستثنیٰ کر لیا (تفسیر حقانی)
 بعض کے نزدیک الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ سے مراد عیسیٰ، عزیر اور ملائکہ
 ہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو کسی ایسے کی سفارش کا اختیار نہیں دیا سوائے
 اس کے حق میں جس نے کلمہ توحید کا اقرار کیا ہوگا۔

وقيل المراد بالذین يدعون من دونه عیسیٰ وعزیر والملائکۃ فان
 اللہ تعالیٰ لا یملک لاحد من هؤلاء الشفاعة الا لمن شہد بالحق
 وہی کلمۃ الاخلاص وہی لا الہ الا اللہ (الغازن)
 إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ ای استثنیٰ اللہ تعالیٰ ان من شہد

بالحق ای باتہ لَدَالَةِ اللَّهِ وَهُوَ يَعْلَمُ ذَلِكَ عِلْمًا يَقِينًا فَهَذَا قَدْ يَشْفَعُ
لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَوِ الْإِنْبِيَاءُ (السر التفاسیر)

اس صورت میں یہ استنثار متصل ہو گا اور مستثنیٰ مٹے محذوف ہے (روح المعانی)

== وَهُمْ يَعْلَمُونَ = حملہ موضع حال میں ہے در آن حالیکہ وہ اس کا علم یقین رکھتے ہوں

== وَلَئِنْ : وَادِّ عَاطِفَ لَامِ تَاكِيدِ كَلِمَةِ لَئِنْ اَوْ اِنْ شَرْطِيَّةً - اور اگر۔

== سَأَلْتَهُمْ : (اگر) تو ان سے دریافت کرے : هُمْ ضمير جمع مذکر غائب ان کافروں

کے لئے ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کی پوجا کرتے تھے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ حَمْلَةٌ شَرْطِيَّةً - لَيَقُولُنَّ اللَّهُ جواب شرط۔

== لَيَقُولُنَّ - مضارع بلام تَاكِيد و نون ثَقِيلَةٍ - يَالَامَ جواب شرط کے لئے اور مضارع بالون تَاكِيد

ثَقِيلَةٍ صيغة جمع مذکر غائب وہ ضرور بالضرور کہہ دیں گے۔

== فَأَنَّى میں فار جزائیہ ہے ای اِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَذَلِكَ (حملہ شرط محذوف)

== يُؤْفَكُونَ = (جواب شرط۔ اَنَّى بمعنى كَيْفَ، كَيْوَنَكَ، كَيْسَ، يُؤْفَكُونَ مضارع

مجهول جمع مذکر غائب، اِفْلَکُ (باب ضرب) مصدر پھیرے جاتے ہیں۔ کیسے بہکے پھرتے

ہیں کہ یہ جانتے ہوئے اور اقرار کرتے ہوئے بھی کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اسے چھوڑ کر

دوسروں کی عبادت طرف کیوں پھیرے جاتے ہیں۔

اَلْاِفْلَکُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی لئے ان ہواؤں کو

جو اپنا صحیح رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَةٌ کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ان بستیوں کو جن کو گناہ

کے کام کرنے پر الٹ دیا گیا تھا مُؤْتَفِكَاتُ کہا ہے۔ جیسے وَالْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ

(۹: ۶۹) اور وہ اللہ والی بستیوں نے گناہ کے کام کئے تھے۔

چھوٹ بھی چوکھا اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اسی لئے اس پر بھی

اِفْلَکُ کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّيِّئِينَ جَاءُوا بِاِلْفِکِ

عَصَبَةٍ مِّنْکُمْ (۱۱: ۲۴) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تمہیں لوگوں میں سے ایک جماعت

== وَ قِيلَ - وَادِّ عَاطِفَ ہے قِيلَ مضاف مضاف الیہ (قِيلَ قول ہی کی طرح ہے اور

مصدر ہے اور اس کے مرادف ہے اس کا عطف الساعة پر ہے یعنی اللہ کو قیامت کا اور

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا علم ہے کہ اے میرے رب مکہ کے یہ کافر ایمان نہیں لائے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

(۴۴) سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴)

۴۴: ۱ = حَمَّ : حروف مقطعات ہیں :

== وَ الْكِتَابِ الْمُبِينِ : واو قسمیہ ہے الْكِتَابِ موصوف المُبِينِ صفت۔ اسم فاعل واحد مذکر ابانۃ (افعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ موصوف وصفت مل کر المقسم بہ الْكِتَابِ ای القرآن۔

== اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ یہ جواب قسم ہے یا یہ المقسم بہ کی صفت ہے اور جواب قسم اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِينَ ہے۔

اِنَّا۔ اِنّ اور ضمیر جمع متکلم نا سے مرکب ہے۔ اِنّ (تحقیق) بیشک، یقیناً، حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ خبر کی تحقیق و تاکید مزید کے لئے آتا ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ بے شک اس (کتاب) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے نہ یہ انسانوں اور جنوں میں سے کسی فرد واحد کی تصنیف ہے اور نہ دانشوروں کے کسی بورڈ نے باہمی مشوروں سے اس کا مسودہ تیار کیا ہے۔

فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ۔ یہ اس کی دوسری صفت ہے اوّل یہ کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہماری طرف سے نازل شدہ ہے کسی اور کا اس میں نہ عمل و دخل ہے۔ دوّم یہ کہ یہ قرآن مجید ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔

یہ برکت والی رات کونسی ہے۔ جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس سے لیلۃ القدر مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ (۹۷: ۱) تحقیق ہم نے اس کو (یعنی قرآن مجید کو) شب قدر میں نازل کیا اس رات کی برکتیں کچھ تو آگے اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں مثلاً سورۃ القدر ساری کی ساری اس کی برکات پر مشتمل ہے اور کئی دیگر برکات اور جبکہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

== اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِينَ۔ جملہ مستأنفہ ہے (یہ مضمون شروع ہوتا ہے) اس میں یہ حکمت

بیان کی گئی ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو کیوں نازل فرمایا۔ فرمایا ہماری شان یہ ہے کہ ہم ہر وقت خبردار کر دیا کرتے ہیں (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم آنے والے مصائب و آلام ہر وقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں تاکہ جو ان سے بچنا چاہے وہ اپنا بچاؤ کر لے:

وَاَنْزَلْنَاهُ لَانْ مِنْ شَاْنِنَا الْاِنْذَارَ وَالتَّحْذِيْرَ مِنَ الْعِقَابِ (الکشاف المدارک)

مذہبین جمع مذکر اسم فاعل حالت نصب بوجہ خبر کُتِبَ۔ اِنْذَارٌ افعال مصدر ڈرنے والے، خبردار کرنے والے، متنبہ کرنے والے۔ اور حُجَّہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا اَنْذَرْنٰكَ عَذَابًا قَرِيْبًا (۴۸: ۴۸) ہم نے تم کو عذاب سے جو غریب آنے والا ہے خبردار کر دیا ہے، (اللہ تعالیٰ کا یہ انداز اس کی غایت شفقت و کرم سے ہمیشہ بندوں کی ہی مصلحت کے لئے ان کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کرنے کے لئے ہوتا ہے)

۴۴: ۴۴ = فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ یہ اس رات کی دوسری خصوصیت اور برکت ہے کہ ہر اہم کام کا اس رات فیصلہ کیا جاتا ہے:

فِيْهَا مِیں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب لیلۃ مبارکہ کی طرف راجع ہے: يُفْرَقُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب: فَرَّقَ باب نصر۔ مصدر۔ وہ فیصلہ کیا جاتا ہے: اس کی تفصیل الگ الگ بیان کر دی جاتی ہے:

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ كُلُّ مضاف اَمْرٍ حَكِيْمٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر يُفْرَقُ کا مفعول مالم لیسم فاعلہ۔

فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اس رات ہر اہم حکیم فیصلہ کیا جاتا ہے

فَرَّقَ مادہ سے جملہ مشتقات میں "الگ الگ ہونے یا الگ الگ کرنے کے معنی پاتے جاتے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا میں ہر اہم حکیم کے فیصلہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ

اس رات ہر حکمت کی بات جو اگلے سال کے دوران وقوع پذیر ہونے والی ہوتی ہے بیان کی اور ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنی جو حوادث دنیا میں ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں (جیسا کہ کسی کا

مرنا۔ کسی کا امیر ہونا۔ کسی کا بیمار ہونا۔ تندرست ہونا۔ قحط و ارزانی کا ہونا۔ سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل ہونا وغیرہ ہر ایک کی جملہ تفاسیل کے بارگاہ قدس سے ملائکہ مدبرانِ عالم پر

ظاہر اور واضح کئے جاتے ہیں۔

فَرَّقَ باب ضرب و نصر مجہد کرنا۔ تمیز کرنا۔ واضح کرنا۔ صاف بیان کرنا۔

سمندر کو بھاڑنا۔ بے سارکہ وَاذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (۵۰:۱۲) اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو بھاڑ دیا۔ تَفَرُّقٌ باب تفعیل سے جماعت کا بکھر جانا۔ تفریق باب تفعیل سے جدا جدا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن کو الفرقان کہا گیا ہے کہ حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے۔ اور الفاروق حق و باطل میں امتیاز قائم کر دینے والا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب ہے حَكِيمٌ بَرْدُ زَنْ فَعِيل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ پُر از حکمت، لان کل ما یفعلہ اللہ مشتمل علی انواع الحکم الباہرۃ۔ اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں وہ روشن حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک حکیم سے مراد محکم، تغیر و تبدل سے بالاتر ہے ای محکم لا تغیر فیہ ولا تبدیل۔

۵:۴۴ = اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہر حکم ہماری جانب سے جاری ہوتا ہے (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی یہ فیصلے میری بارگاہِ جلالت و اقدس سے صادر ہوتے ہیں اور جو فیصلہ ہماری بارگاہِ جلالت سے صادر ہوگا یقیناً وہ خیر و برکت کا حامل ہوگا، عدل اور احسان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس رات مبارک میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان کی عظمتِ نشان کے اظہار کے لئے اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ اَمْرًا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ اِنَّ نَصِيبَ عَلٰی الاختصاص کہ مخصوص ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا۔ یا یہ حال ہے ذوالحال اَنْزَلْنَاهُ کی ضمیر فاعل ہوگی یا مفعول۔

قَائِدٌ لِّیْلَةٍ مبارکۃ کو فیصل ہونے والے امور کو پہلے اَمْرًا حَکِیمٌ فرمایا کہ وہ پُر از حکمت اور محکم اور تغیر و تبدل سے بالاتر ہیں پھر ان امور کی اہمیت و عظمت کو چند در چند زیادہ بتانے کے لئے فرمایا کہ وہ امور ہماری طرف سے صادر کئے جاتے ہیں، ہمارے علم اور تدبیر کے مطابق ہوتے ہیں۔

= اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ۔ یہ بدل ہے جملہ اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ سے۔ اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ بے شک ہم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے قبل جملہ رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔

مُرْسِلِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال) مصدر۔ بھیجنے والے۔
۶:۴۴ = رَحْمَةً مِّنْ رَبِّکَ: مفعول لہ۔ (تیرے پروردگار کی طرف سے) بطور رحمت کے

مطلب یہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پروردگار نے تجھے اور تیرے سے قبل جملہ پیغمبروں کو بمقتضائے رحمت بمعہ کتب الہیہ کے اپنے بندوں کی طرف بھیجا کہ تیرے اور تجھ سے قبل پیغمبروں کے ذریعہ اپنے بندوں کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کر دے۔

== السَّمِيعُ، بروزن فعل صفت مشبہہ کا صیغہ اسماء حسنی میں سے ہے۔ جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

== الْعَلِيمُ، بروزن فعل مبالغہ کا صیغہ ہے عَلِمَ سے اسماء حسنی میں سے ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال بیشتر اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہی میں ہوا ہے

۲۴:۷ = رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا: بدل ہے رَبِّكَ (آیت ۶ متذکرۃ الصدر) سے ما موصولہ بَيْنَهُمَا مضاف مضاف الیہ ان دونوں کے درمیان هُمَا تثنیۃ غائب ہے اس کا مرجع سموات والارض ہے

== اِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ۔ اِنْ شرطیہ ہے۔ مُوقِنِينَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ خبر کان۔ اَيْقَانٌ (افعال) مصدر ایمان لانے والے۔ یقین رکھنے والے۔ یہ جملہ شرط ہے جواب شرط مخدوف ہے۔ یا اس کی ایسی توضیح کی جاسکتی ہے: مشرکین اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اللہ زمین و ما فیہا کا مالک ہے (۲۳: ۸۴؛ ۸۵) وہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے (۲۳: ۸۶-۸۷) ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے (۲۳: ۸۸-۸۹) فرمایا اگر تمہیں یقین اور ایمان ہے تو حقیقت یہی ہے کہ وہ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ہے،

۲۴: ۸ = لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ: جملہ مستانفہ ہے ماقبل پر مبنی۔ یعنی حیب یہ بات واضح ہو گئی کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا مالک اور پروردگار وہی ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے وہ سمیع و علیم ہے اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے تو اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہی اور صرف وہی عبادت کا سزاوار ہے اور زندہ کرنا اور مارنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

== رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ: ای وہو ربکم..... الخ اور وہی تمہارا رب، اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے رَبُّ مضاف الیہ موصوف الاولین صفت، موصوف و صفت مل کر مضاف۔ کُم ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ

مل کر رب (مضاف) کا مضاف الیہ۔

۹:۴۴ = بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ : بَلْ اضراب کا ہے یعنی یہ لوگ محض زبانی کلامی اللہ رب العزت کو رب اور خالق و مالک مانتے ہیں حقیقت اس کے الٹ ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ زندگی کو لہو و لعب سمجھ رہا ہے خدا کو ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

يَلْعَبُونَ - مضارع معروف جمع مذکر غائب لَعَبٌ باب سمع مصدر وہ استہزار کرتے ہیں۔

۱۰:۴۴ = فَارْتَقِبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ارْتَقِبْ (افتعال) مصدر، انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ تو انتظار کر! خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= يَوْمٌ : روز، دن۔ منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

= تَأْتِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب، اْتِيَانٌ (باب ضرب) وہ آئے گی۔ ب تَعَدُّ کے صلہ کے ساتھ تَأْتِيْ ب۔ وہ لائے گی؛ مؤنث کا صیغہ سماء کے لئے استعمال ہوا ہے

= دُخَانٍ قَبِيْثٍ : موصوف و صفت، صاف و ظاہر دھواں۔ صریح دھواں۔ آسمان صاف و ظاہر دھواں لائے گا۔ یعنی آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہو گا۔ (یہ دھواں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے)

۱۱:۴۴ = يَغْشَى مضارع واحد مذکر غائب غَشِيَ و غَشِيَانٌ (باب سَمِع) مصدر وہ چھا جائے گا۔ وہ ڈھانک لے گا۔ غَشَاوَةٌ ڈھکنا۔ پردہ، جیسے وَعَلَى ابْصَارِهِمْ غَشَاوَةٌ (۷:۲) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ (۱۱:۷۱) اور انہوں نے اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے۔

يَغْشَى النَّاسَ وہ (دھواں) لوگوں کو لپیٹ میں لے لیگا۔

= هَذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ : هَذَا۔ یعنی آسمانی دھوئیں کا لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا ایک دردناک عذاب ہو گا۔ یا جملہ سے قبل فَقَالُوا کا لفظ محذوف ہے اور معنی ہے کہ بروہ کہہ اٹھیں گے یہ ایک دردناک عذاب ہے:

۱۲:۴۴ = رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ ۱۰ ای بقولون ربنا الخ وہ کہہ اٹھیں گے:

اَكْشِفْ امر کا صیغہ واحد حاضر كَشَفٌ (باب ضرب) مصدر کھولنا۔ اٹھا دینا۔ دور کرنا

رہے ہمارے رب یہ عذاب ہم سے دور کر دے۔

الْعَذَابُ : وہ عذاب جس کا ذکر ہو رہا ہے : اِنَّا مُؤْمِنُونَ۔ ہم ایمان لاتے ہیں اس کی دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ کہ ہم سے عذاب کو ہٹالے ہم ایمان لے آتے ہیں۔ یا ہم ایمان لے آتے ہم سے عذاب کو دور کر دے۔

۴۴:۱۳ = اِنِّیْ لَہُمْ الذِّکْرٰی۔ اِنِّیْ اَسْمُ ظَرْفِ ہِے زَمَانٍ وَ مَکَانَ دُوْنُوں کَے لَے آتا ہِے ظَرْفِ زَمَانٍ ہو تو مَعْنٰی مَتٰی (جب جس وقت)۔ ظَرْفِ مَکَانَ ہو تو مَعْنٰی اَیْنَ (جہاں، کہاں) اور اسْتِفْہَامِیہ ہو تو مَعْنٰی کَیْفَ (کیسے۔ کیونکر) آتا ہِے۔

الذِّکْرٰی نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت۔ یہ ذِکْرٌ یَذْکُرُ باب نصر کا مصدر ہِے۔ کثرت ذکر کَے لَے ذِکْرٰی بولا جاتا ہِے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہِے۔ یہاں مراد ایمان ہِے۔ ایمان کو ذکرٰی سے تعبیر کیا گیا ہِے جس کے نتیجہ میں ایمان پیدا ہوتا ہِے اے علم بیان میں تسمیۃ الشئ باسم سبب کہتے ہیں۔

اِنِّیْ لَہُمْ الذِّکْرٰی ان کے لَے ایمان کیونکر یہ استفہام انکاری ہِے مطلب یہ کہ ان کے لَے ایمان نہیں ہِے (اس چھوٹی سی بات پر ایمان ان کے نصیب میں کہاں یہ اس سے بڑھ کر نشانیاں دیکھ چکے ہیں اور ایمان نہیں لائے)۔
وَقَدْ جَاءَ ہُمْ رَسُوْلٌ مُّبٰیْنٌ۔ جملہ حالیہ ہِے : حالانکہ اس سے پہلے ان پاس کھول کر بیان کرنے والا پیغمبر رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ (لیکن انہوں نے اس کی نصیحت کو نہ مانا اور نہ ایمان لائے)

= ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْہُ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لَے ہِے (پھر) اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر جَاءَ ہُمْ پر ہِے : تَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّی تَفَعَّلٌ مصدر۔ انہوں نے پشت پھیری۔ انہوں نے منہ موڑا۔

تَوَلَّی تَوَلَّی کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہِے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے کسی کام کو اٹھانے اور والی دھاکم ہونے کے ہوتے ہیں۔ مثلاً وَمَنْ یَّتَوَلَّہُمْ لَہُمْ مِنْکُمْ فَانَّہُ مِنْہُمْ (۵: ۵۱) اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہِے اور الَّذِیْ تَوَلَّی کِبْرًا مِنْہُمْ لَہُ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۲۴: ۱۱) اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہِے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

اور فَمَنْ عَسِیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تَفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ (۲۲: ۴۷)

(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو؛ اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو نہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ آیت دیر نظر میں ہے۔

== وَقَالُوا مُعَلِّمٌ مِّثْنُونٌ : اس کے مندرجہ ذیل دو معنی ہو سکتے ہیں ۔

۱۔ وَقَالُوا تَارَةً مُعَلِّمٌ وَتَارَةً مَّجْنُونٌ : کبھی مُعَلِّمُ کہتے ہیں کہ اس کو رومی غلام تعلیم دیتا ہے یا بتاتا ہے اور کبھی مجنون کہتے ہیں ۔ مُعَلِّمُ اسم مفعول واحد مذکر تَعْلِيمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر سکھایا ہوا۔

۲۔ وَقَالُوا بَعْضُهُمْ مُعَلِّمٌ وَبَعْضُهُمْ مَّجْنُونٌ : بعض اسے مُعَلِّمُ کہتے ہیں کہ اسے کوئی دوسرا بتاتا ہے اور بعض اسے مجنون کہتے ہیں ۔

۴۴: ۱۵ = كَا شِفُوا الْعَذَابَ - كَا شِفُوْنَ جمع مذکر قیاسی سے کاشف سے کاشفوا اصل میں کَا شِفُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کاشفوا مضاف الْعَذَابُ مضاف الیہ۔ عذاب کو دور کرنے والے؛ باب ضرب سے کشف کے معنی کھولنا۔ ظاہر کرنا؛ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ کے ہیں۔ باب ضرب سے یہ متعدی مستعمل؛ لیکن باب سمع سے لازم آتا ہے بمعنی شکست کھانا۔

== قَلِيلًا اِی زَمَانًا قَلِيلًا مَقْطُوعًا سِی مَدَّت کے لئے۔

== لَا تَنْكُمُ عَائِدُونَ : تم (بھڑکے کی طرف) لوٹ جانے والے ہو۔ یعنی لوٹ جاؤ گے۔ عَائِدُونَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ عَوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ لوٹ کر آنے والے؛ بھڑکے آنے والے۔ پلٹنے والے۔

یعنی ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کیلئے کم کر دیں گے؛ لیکن تم ایمان لانا تو کجا تم تو بھڑکے لوٹ کر اسی کفر و شرک کی طرف آ جاؤ گے۔

آیت ۱۳ میں مشرکین (مکہ کے مشرکین، قریش و دیگر مشرکین) نے دعا کی تھی رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ ہ اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب دور کر دے ہم ابھی ایمان لاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اول تو ایمان تمہارے نصیب ہی میں کہا ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر نشانیاں تمہارے پاس آچکیں مثلاً بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث من اللہ ہو کر تم کو دعوت الی الحق دینا۔ لیکن تم ایمان نہ لائے۔ بلکہ اس کو معلوم و مجنون کہا۔ بھڑکے ہم اب اس عذاب کو کچھ عرصہ کے لئے کم کر دیں گے لیکن تم اپنی فطرت سے مجبور ہو تم

کفر و شرک کی طرف ہی لوٹنے والے ہو۔

فائدہ ۱ :-

ابتداء سورۃ سے مختلف اسالیب سے خداوند تعالیٰ نے اپنا رب السموات والارض ہونا۔ موجودہ اور گزشتہ نسلوں کا پروردگار ہونا۔ اپنا سمیع و علیم ہونا۔ اپنا خالق و مالک ہونا اور اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہونا، زندگی اور موت پر قادر ہونا۔ بیان کر کے مشرکین مکہ کو متنبہ کیا ہے کہ باوجود اس کی لاتعداد کرم فرمائیوں کے تم صرف زبانی و کلامی اس کی وحدانیت، انو بیت اور ربوبیت کا دعویٰ کرتے سہتے ہو جو درحقیقت تم نے ان تمام باتوں کو کھیل سمجھ رکھا ہے اب تم غور سے سن لو کہ ہم تم کو ایک ایسے عذاب سے دوچار کریں گے جو آسمانی دھوئیں کی شکل میں ہو گا تم میں سے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا اور اس کی شدت سے تم جلا اٹھو گے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا عُذَابَ الْعَذَابِ اِنَّا مُؤْمِنُونَ۔ ایمان تو خیر تمہارے نصیب میں کیا ہو گا ہم ازراہ تلمطف اس عذاب کو کچھ مدت کے لئے کم کر دیں گے لیکن تم پھر کفر و شرک کی طرف لوٹنے والے ہو۔ صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں :-

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا۔ تو اہل مکہ اور گرد و نواح میں بسنے والوں کو قحط نے آیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ مردار اور کتے کھا کھا کر گزارہ کرنے لگے۔ اپنے چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے بڑی درد مندانہ التجا میں کیں لیکن سب بے سود۔ آخر ابوسفیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو گئی ہے آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات بخشے۔

فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقُوا الْغَيْثَ۔ چنانچہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارش برسنے لگی :

یہ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ان میں قحط شدید کی آمد کی اطلاع دی گئی پھر اس قحط سے مجبور ہو کر مشرکین کے رویہ میں جو تبدیلی آنے والی تھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اِنِّیْ لَهَمُّكُمْ سے بتا دیا گیا کہ ان کا یہ کہنا (اِنَّا مُؤْمِنُونَ) محض وقتی مجبوری کے باعث تھا ورنہ جب انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور روشن معجزات کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا تو اب اتنی سی بات سے وہ ہدایت کیسے قبول کر سکتے ہیں ؟

اِنَّا كَا شَفُّوْا الْعَذَابِ الخ سے بتا دیا کہ ان سے وہ عذاب ایک عرصہ کے لئے

مال دیا جائے گا لیکن وہ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئیں گے۔

آیات کی یہ تفسیر جو بخاری سے منقول ہے اس کو ان احادیث سے متعارض کہنا جن میں دخان علامت قیامت کے ضمن میں مذکور ہے قطعاً درست نہیں۔ بے شک قیامت سے پہلے بھی دھواں ظاہر ہوگا۔ جیسے حدیث میں مذکور ہے وہ دھواں علامات قیامت میں سے ہوگا۔ اور یہ الگ واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اس لئے قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے جیسے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۴۴: ۱۶ = یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ - یَوْمَ مَفْعُولُ فَعْلٍ مَقْدَرُکَا۔ اسی اُذْکُرُ یَوْمَ: نَبْطِشُ مضارع جمع متکلم بَطْشٌ رباب ضریح مصدر۔ ہم سختی سے پکڑیں گے بَطْشٌ، سختی اور قوت کے ساتھ پکڑنے کو کہتے ہیں الْبَطْشَةُ الْكُبْرَىٰ موصوف و صفت سخت پکڑ۔ مضبوط گرفت۔ موصوف و صفت مل کر مفعول فعل بَطْشُ کا۔ وہ دن یاد کرو جب ہم پوری شدت سے پکڑیں گے۔

یا جملہ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ بدل ہے جملہ یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ کا۔ سخت پکڑ کے دن سے مراد قیامت کا دن۔ بعض نے کہا ہے کہ اس مراد یوم بدر ہے۔ اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔
= اِنَّا مُنْتَقِمُونَ (اس دن) ہم بدلہ لینے والے ہوں گے۔ یعنی اس روز ہم پورا پورا بدلہ لیں گے مُنْتَقِمُونَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْتِقَامٌ (افعال) مصدر۔ بدلہ لینے والے۔ انتقام لینے والے۔

۴۴: ۱۷ = وَلَقَدْ فَتَنَّا - داؤ عاطف لام تاکید کا: قَدْ کے دو فائدے ہیں :-
۱۔ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

۲۔ ماضی کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ فَتَنَّا ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ باب ضرب مصدر۔ آزمانا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ اور تحقیق ان سے قبل ہم نے ماضی قریب میں قوم فرعون کو آزمایا تھا۔

فِتْنٌ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اس لئے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں (ڈال کر) عذاب دیا جائے گا۔ نفس عذاب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے مثلاً ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۴)

اپنے عذاب کا مزہ چکھو۔

قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا
== قَبْلَهُمْ۔ میں ہُم ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے جن کا ذکر اوپر
ہو رہا ہے۔

== رَسُوْلٌ کَرِيْمٌ: عظیم الشان رسول (رسول کی تنوین تعظیم کے لئے ہے) کَرِيْمٌ
کَرَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑا، عزت والا، شان والا۔ یہاں مراد حضرت
موسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔
۴۴: ۱۸ = اَنْ اَذُوْا اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔ اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کا فرعون اور
اس کی قوم کے پاس آنا قول کے معنی کو بھی متضمن ہے یعنی وہ ان کے پاس آیا اور فرعون سے کہا
کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔

اَذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَاْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی ادا کرنے یا حوالہ
کرنے کے ہیں۔ ادی یا ا دو مادہ۔

الاداء کے معنی یکبارگی اور پورا پورا حق دینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَلْيُوْذِ
الَّذِيْ اٰتٰتُمِنْ اَمَانَتِكُمْ (۲۸: ۲) پس امانت دار کو چاہئے کہ صاحب امانت کی امانت کو
ادا کرے۔ يَا اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوْذُوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَهْلِهَا (۵۸: ۴)
خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کر دیا کرو۔

== عِبَادَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَذُوْا کا۔ اللہ کے بندے: مراد
یہاں بنی اسرائیل ہیں جو فرعون کے تحت ملک مصر میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔
== اَمِيْنٌ، اَمِيْنٌ اور اَمَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول
کا بھی۔ کیونکہ فاعل کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔ امانت دار، معتبر، امانت والا۔

== اَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ۔ وَاَوْعَاظُهُ، اَنْ مفسرہ، لَا تَعْلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر
حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی بلند ہونا۔ غالب آنا۔ بلند کرنا۔ متکبر ہونا۔ سرکشی کرنا۔
(اور یہ بھی کہا کہ) کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔

== اَتِيْكُمْ: اَتِيْ ب: مضارع واحد متکلم اَتِيَاتٌ (افعال) مصدر۔ میں لایا ہوں۔
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ اَتِيْ اسی مصدر سے اسم فاعل
کا صیغہ واحد مذکر حاضر بھی آتا ہے۔ آنے والا۔ اور جب اس کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو معنی

لانے والا

== سَلْطَنٌ مُّبِينٌ : موصوف وصفت سُلْطَانٌ بمعنی بُرْہان، سند، دلیل، قوت، زور
قرآن مجید میں اکثر معنی حجت و دلیل آیا ہے۔ مُبِیْنٌ ظاہر، کھلا، روشن، مطلب یہ کہ میں
اپنے ساتھ تمہارے پاس اپنی رسالت کی روشن دلیل لایا ہوں۔

۲۰:۴۴ == عَذْتُ - ماضی واحد متکلم عَذْتُ اصل میں عَوِذْتُ تھا۔ عَوِذٌ
باب نصر مصدر سے۔ واو متحرک ماقبل مفتوح واو کو الف سے بدلا گیا۔ الف اجتماع ساکنین
کی وجہ سے گر گیا، پھر واو کی رعایت سے عین کو ضمہ دیا۔ میں نے پناہ لی۔ میں نے پناہ پکڑی
میں نے پناہ مانگی۔

== وَرَبِّكُمْ اِی وِہر بکم۔ (میں نے پناہ لے لی ہے) اپنے رب کی اور تمہارے رب کی؛
== اَنْ تَرْجُمُوْنَ - اَنْ مصدر یہ۔ تَرْجُمُوْنَ اصل میں تَرْجُمُوْنِی تھا۔ تَرْجُمُوْ
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر رَجِمْتُ باب نصر مصدر سنگسار کرنا۔ نون وقایہ اوری ضمیر واحد
متکلم مخذوف ہے۔ کہ تم مجھے سنگسار کرو، تَرْجُمُوْنَ سے مراد پتھر مارنا بھی ہے اور بدکلامی
کرنا بھی۔ رَجِمْتُ باب نصر پتھر برسانا۔ الرَّجَامُ پتھر کو کہتے ہیں۔ لیکن استعارہ کے طور پر رَجِمْتُ
کا لفظ جھوٹے گمان، توہم، سب و شتم، اور کسی کو دھتکارنا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا،
مثلاً اور جبکہ قرآن مجید میں ہے رَجِمْنَا بِالْغَيْبِ (۲۲:۱۸) یہ سب غیب کی باتوں میں اُسکل کے
تکے چلاتے ہیں یا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (۲۸:۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ تو
راندہ درگاہ ہے۔

۲۱:۴۴ == اِنْ لَّمْ تَوْمِنُوْا لِحٰی - اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تَوْمِنُوْا مضارع نفی جہد لم صیغہ
جمع مذکر حاضر۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ جملہ شرط۔
== فَاَعْتَزِلُوْا - جملہ جواب شرط ف جواب شرط کے لئے۔

اِعْتَزِلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر اِعْتَزَلْتُ (افتعال) مصدر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم
مخذوف تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی اگر تمہارا مجھ پر ایمان نہیں ہے تو تم دور ہٹ جاؤ، میرا
راہ نہ روکو، تاکہ میں اپنی قوم کو لے جاؤں۔

۲۲:۴۴ == اَنْ حَرْفٌ مشبہ بالفعل۔ خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے اپنے اسم کو
نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ هُوَ لَا اَنْ - اسم اَنْ۔ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ موصوف وصفت
مل کر خبر تحقیق یہ مجرم لوگ ہیں۔

مُجْرِمُونَ: اسم فاعل جمع مذکر مجرّم واحد: اِجْرَامٌ (افعال) مصدر سے۔

گنہ گار، مجرم،

۴۴: ۲۳ = فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا: اِی فَقَالَ اللّٰهُ اِنَّ كَانَ اِلَا مَرْكَذُ لَکَ فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چل نکلو۔ اس میں ان کا ان مَرْكَذُ لَکَ جملہ شرط محذوف ہے۔ فَأَسْرِ میں وَتَ جواب شرط اور اسْرِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْرَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی رات و سفر کرنے کے ہیں بت کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی کسی کو لے کر رات کے وقت چلنا۔ یا کسی کو رات کے وقت لیجانا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (۱۷: ۱) بِعِبَادِی بت تعدیہ کے لئے ہے۔ عِبَادِی مضاف مضاف الیہ۔ میرے بندے۔ لَیْلًا رات کو: مفعول فیہ۔ پاک ہے وہ ذات جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

== اِنَّکُمْ مُّتَّبِعُونَ: تمہارا ضرور تعاقب کیا جائے گا: اِی یتبعکم فرعون و جنودہ اذا علموا بخروجکم یہ علت ہے اسرِ عِبَادِی کی۔ یعنی جب وہ تمہارے نکل جانے کی خبر پائیں گے تو فرعون اور اس کی فوج ضرور تمہارا تعاقب کرے گی۔

مُتَّبِعُونَ اسم مفعول جمع مذکر مُتَّبِعٌ واحد اِتَّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ مُتَّبِعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے۔ یا جس کی پیروی کی جاتے۔ اس جگہ اول الذکر مراد ہے:

۴۴: ۲۴ = وَ اَتْرٰکَ الْبَحْرَ رَهْوًا وَاِذْ عَاطَفَ، اُتْرٰکُ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَرٰکُ (باب نصر) مصدر۔ تَوَجَّهَ۔ اَلْبَحْرُ دریا۔ دریا کے قلزم مراد ہے جسے حضرت موسیٰ اور اس کی قوم نے پار کیا تھا۔ رَهْوًا یہ رَهَا یُرِہُو امر باب نصر، سے مصدر ہے جس کے معنی دریا کے تھمنے کے آتے ہیں۔ یعنی پار ہو کر دریا کو اسی ہیئت میں ساکن بننے دیجئے، دریا بھٹ کر کھلے کشادہ رستے بن گئے تھے اور راستوں کے دونوں طرف دریا کے آکر پار پانی پہاڑ کی طرح تھم کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خدا کا حکم ہوا کہ اسے اسی طرح راستوں میں بٹا ہوا اور ساکن بننے دیجئے اپنے عصا سے یا کسی اور طریقے سے یہ پاٹ پُر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس ڈر سے کہ مبادا فرعون اور اس کی قوم تمہیں آنے لے۔ بلکہ راستے کھلے رہنے دیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم تمہارے تعاقب میں ان راستوں پر دریا میں داخل ہو جائے اور جب وہ سائے دریا کی زد میں آجائیں تو خدا تعالیٰ

پانی کو چالو کر دے، رستے ختم ہو جائیں اور فرعون و جنودہ اس میں غرق ہو جائیں۔
 = اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ۔ جُنْدٌ شکر، فوج۔ جُنُودٌ جمع۔ مُغْرَقُونَ
 اسم مفعول جمع مذکر۔ اَغْرَاقٌ (افعال) مصدر۔ غرق کئے ہوئے۔
 تحقیق وہ لوگ ایک ایسی فوج ہیں جو غرق کی جانیوالی ہے:
 ۲۵:۴۴ = کَمْ تَرَکُوا مِنْ جَنَّتٍ وَ عِیُونٍ؛

کَمْ دو طرح استعمال ہوتا ہے

۱۔ سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار۔ کتنی تعداد، کتنی دیر۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے یہ تمیز کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ، تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے کَمْ لَبِثْتَ اِی کَمْ مَنَا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت بٹھرا۔

۲۔ کَمْ خبریہ: جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے مثلاً کَمْ اَهْلَکُنَا هَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے کَمْ مِنْ قَرْیَةٍ اَهْلَکُنَا هَا (۴:۷۷)۔ کتنی ہی بستیاں ہوں گی کہ ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔

تَرَکُوا جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف، تَرَکٌ (باب نصر) مصدر، انہوں نے چھوڑا۔ ضمیر فاعل فرعون اور اس کی قوم یا لشکر جو قلعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں غرق ہو گئے تھے ان کی طرف راجع ہے

کَمْ تَرَکُوا مِنْ جَنَّتٍ وَ عِیُونٍ: کتنے ہی باغات اور چشمے وہ (غرق ہوئے کے بعد) چھوڑ گئے۔

عِیُونٍ، عَیْنٌ کی جمع۔ چشمے، نہریں۔

۲۶:۴۴ = وَ زُرُّوعٍ وَ مَقَامٍ کَرِیْمٍ۔ اِی وَکْمٍ مِنْ زُرُّوعٍ وَ مَقَامٍ کَرِیْمٍ ترکوا۔ کتنے ہی کھیت اور عمدہ مکانات وہ پیچھے چھوڑ گئے۔ زُرُّوعٍ زَرْعٌ کی جمع۔ کھیت کھتان۔ زَرْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کھیتی اگانا۔

مَقَامٍ کَرِیْمٍ موصوف و صفت کَرِیْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر:

کَرِیْمٌ (باب کریم) مصدر سے۔ معظم۔ شاندار۔ باعزت:

۲۷:۴۴ = وَ لَعْنَةُ کَانُوا فِیْهَا فَکَرِهَتْ: اِی وَکْمٍ مِنْ لَعْنَةٍ ترکوا:

اور کتنی ہی نعمتیں (آرام کے سامان) انہوں نے چھوڑے جن میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔

فَكِهَيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَكِهَةً وَاحِدَةً: فَكَاهَةً اسم مصدر، بمعنی ہنسی مذاق خوش طبعی۔ فَكِهَيْنَ۔ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے۔ مزے اڑانے والے۔

۲۸: ۲۴ = كَذٰلِكَ: اى الامور كذا لك۔ یہ قصہ ایسے ہی واقع ہوا۔ (حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی دریائے قلزم کے پار گذر گئے۔ اور فرعون اور اس کا لشکر اسی دریا میں غرق ہو گئے۔
= اَوْرَثْنٰهَا: اَوْرَثْنَا ماضی جمع متکلم اِثْرًا (اَفْعَالُ) مصدر۔ بمعنی وارث بنانا۔ میراث میں دینا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث مفعول اول۔ کامر جمع وہ نعمتیں اور چیزیں ہیں جو فرعون اور اس کا لشکر پیچھے چھوڑ کر غرق ہو گئے تھے۔

= قَوْمًا اٰخَرِيْنَ: موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی۔

اور ہم نے وہ نعمتیں اور سامان عشرت دوسرے لوگوں کو میراث میں دے دیا۔

قَوْمًا اٰخَرِيْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:-

۱۔ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔

۲۔ اس سے مراد وہ قبیلے لوگ ہیں جو غرق ہونے والے لوگوں کے بعد ان چیزوں کے وارث بنے

۴۴: ۲۹ = مَا بَكَتْ عَلَيْهِمْ: ماضی منفی واحد مؤنث غائب مَبْكَاؤُ مصدر باب مغرب، نذروئی۔ بمعنی نہ روئے ان پر۔

= عَلَيْهِمْ: میں ہمد ضمیر جمع مذکر غائب کامر جمع فرعون اور وہ لوگ ہیں جو اس کے ہمراہ غرق ہو گئے تھے۔

= مُنْظَرِيْنَ: اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کَالْوَا۔ مُنْظَرٌ واحد۔ مہلت دینے گئے۔ مہلت یافتہ۔ اور نہ انہیں (مزید) مہلت دی گئی۔

۴۴: ۳۰ = نَجَّيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ نَجَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ ن ج و مادہ۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچایا۔

= الْعَذَابُ الْمُهِيْنُ موصوف و صفت، ذلیل و خوار کرنے والا عذاب،

مُهِيْنٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِهَانَةً (اَفْعَالُ) مصدر۔ مُهِيْنٌ ذلیل و خوار، حقیر۔ مَاءٍ مُّهِیْنٍ حقیر پانی، ناپاک پانی، یعنی لطفہ۔

یہاں الْعَذَابُ الْمُهِيْنُ سے مراد فرعون کا ظلم و استبداد ہے، بنی

اسرائیل کے لڑکوں کا قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دینا۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان سے

حقارت آمیز کام لینا۔ ان کو محنت و مشقت میں ان کی استعداد سے بڑھ کر دبائے رکھنا۔ وغیرہ
 ۴۴:۳۱ = مِنْ فِرْعَوْنَ۔ العذاب سے بدل ہے بحذف مضاف ای من
 عذاب فرعون۔

= عَالِيًا۔ سرکش۔ متکبر، جبر کرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کان
 عُلُوُّ باب نصر مصدر۔ علو۔ مادہ۔

= مِنَ الْمُسْرِفَاتِ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اسراف (افعال) مصدر۔ حِدِّ اعْتِدَالٍ
 سے آگے بڑھنے والے۔ یہودہ صرف کرنے والے۔ حد حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے، شر اور
 فساد میں آگے بڑھنے والے۔ یہ یا تو كَانَ کی خبر ثانی ہے ای كَانَ متکبرًا مغرورًا فی
 الاسراف۔ یا عَالِيًا میں ضمیر ستر سے حال ہے۔ ای كَانَ متکبرًا فی حال اغراق
 فی الاسراف :

۴۴:۳۲ = قَدْ اخْتَرْنَا لَهُمْ۔ قَدْ بمعنی تحقیق اخْتَرْنَا ماضی جمع متکلم اخْتِيارُ
 (افعال) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تحقیق ہم نے پسند کیا ان کو۔ ہم نے
 ان کو برتری دی (بعض امور میں)

= عَلَى عِلْمٍ۔ علم کی بناء پر۔ علم کی رُو سے۔ یعنی ہم کو علم تھا کہ وہ اس کے مستحق ہیں۔
 یا ہم جانتے تھے کہ بعض احوال میں وہ کج رو ہو جائیں گے دانستہ طور پر۔

= عَلَى الْعَالَمِينَ : اہل عالم پر۔ مطلب یہ کہ۔ ان کے زمانہ کے لوگوں پر۔ یا عَلَى تَعْلِيلِ
 کے لئے ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے۔ ہم نے ان کو دینی اسرائیل کو ان کے علم کی وجہ سے
 لوگوں پر فضیلت دی۔

۴۴:۳۳۔ اَتَيْنَاهُمْ : اَتَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم نے
 ان کو دیا۔ ہم نے ان کو بخشا۔ اَتَيْنَا (افعال) مصدر۔

= الْاٰلِیَّتِ۔ نشانیاں۔ آیت کی جمع۔ یہ لفظ مادہ امی سے تَائِي (تفعّل) مصدر
 سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر ٹھہرنے اور تثبت حاصل کرنے کے ہیں۔ اور آیت کا
 لفظ بلند عمارت پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ اَتَّبِعُونِیْ بِکُلِّ رِیْعٍ آیت تَعْبَتُونَ
 (۱۲۸:۲۶) کہ تم پُر فضا مقام پر بے کار نشان تعمیر کرتے ہو۔ اور قرآن کے ہر اس حصہ کو جو کسی حکم
 پر دال ہو آیت کہا جاتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ سورۃ ہو یا اس کی ایک فصل یا کئی فصلیں
 اور ہر اس کلام کو جو لفظی اعتبار سے دوسرے سے الگ ہو آیت کہہ دیا جاتا ہے اسی کے

۱ اعتبار سے سورتوں کی آیات کو آیات کہا جاتا ہے جن کے ذریعہ سورۃ شمار کی جاتی ہے :
آیات سے فکری دلائل بھی مراد لئے جاتے ہیں کہ لوگ اپنے مراتب علمیہ کے اعتبار سے ان کی
معرفت میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔

اسی معنی میں فرمایا۔

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ
بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ (۲۹: ۲۹) بلکہ یہ اہل علم کے نزدیک واضح دلائل ہیں اور ہمارے
ان دلائل سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔

رایۃ کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو المفردات للراغب اصفہانی :
آیت ہذا میں آیات سے مراد وہ معجزات اور نشانیاں ہیں جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل کو عطا ہوئیں
مثلاً دریا کے پانی کو ان کے گزر کرنے کے لئے پھاڑ دینا اور الگ الگ بارہ راستے بنادینا۔
میدان تہ میں ان پر ابر کا سایہ کر دینا۔ من وسلویٰ کا نازل فرمانا وغیرہ وغیرہ۔
== مَا فِيهِ : مَا مَوْصُولٌ هُوَ فِي ضَمِيرٍ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ مَا مَوْصُولٌ كِي طَرَفٍ رَاجِعٍ هُوَ ، جِسْمٍ هُوَ ۔
جن میں ۔

== بَلَاؤٌ مُّبِينٌ : مَوْصُوفٌ وَصِفَتٌ ۔ صَرِيحٌ آزْمَالِشْ ۔ اِخْتِبَارٌ ظَاهِرٌ كَهَلِ آزْمَالِشْ
ربیضادی) تفسیر المساحدی میں ہے ۔ بَلَاءٌ کے عام متداول معنی یہی لئے جاسکتے ہیں کہ ان
نشانات کے ذریعہ سے خوب آزمائش اور تجربہ ہو گیا۔ اَيْشْكُرُونَ اَمْ يَكْفُرُونَ ۔ کہ وہ ان
نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں۔

بَلَاؤٌ آزْمَالِشْ نعمتوں کے ذریعے سے بھی کی جاسکتی ہے اور تکالیف کے ذریعے بھی
نعمتوں کے ذریعہ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور تکالیف کے ذریعے بھی ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں
ہے وَ اِذَا نَجَّيْنَاكَ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكُومُونَ بِكَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ الْعَذَابُ
يُنْزِلُ يَحُونُ اَبْنَاءُكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَالِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ
عَظِيمٌ (۲۹: ۲۹) (اور ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے نجات
دی ۔ (وہ لوگ) تم کو بڑا دکھ دیتے تھے ۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ
ہے دیتے تھے ۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی ۔

== ۴۴: ۴۴ اِنَّ هُوَ لَآءِ ۔ اِنَّ حَرْفٌ مُشَبَّهٌ بِفِعْلِ هُوَ بِمَعْنَى تَحْقِيقٍ ۔ بے شک ، یقیناً :
هُوَ لَآءِ اسم اشارہ جمع مذکر مؤنث ، یہ لوگ ملو مشرکین مکہ ہیں ۔ گفتگو ان کی ہو رہی تھی ۔

ان کو کفر سے باز آنے کی تلقین کی جا رہی تھی: سچ میں فرعون اور اس کی قوم کا ذکر نصیحتاً آگیا کہ وہ بھی دنیاوی جاہ و حلال اور دنیاوی نعمتوں میں مستغرق ہو کر بکمال تعصب و ہٹ دھرمی قبول حق سے انکار ہی کرتے رہے۔ پھر ان کا کیا انجام ہوا۔ مشرکین مکہ کو اس انجامِ بد سے باخبر کر کے سبق سکھانے کے لئے اس کا ذکر ہوا۔

اس ضمنی بحث کے بعد پھر ان سے خطاب ہے: إِنَّ هُوَ لَذِي يَقُولُ وَبِشَكِّ يَوْمَئِذٍ (کفار مکہ! یہ کہتے ہیں:۔

۲۴: ۳۵۔ إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ۔ إِنَّ نَافِثَةَ هِيَ آيُ الْعَاقِبَةِ أَوْ نَهَايَةُ الْأُمُورِ عَاقِبَتٌ يَأْكُلُ اسْرَکَا الْإِنْجَامِ۔ اخْتِصَامٌ۔ مَوْتَتُنَا مضاف الیہ مل کر موصوف الِأُولَىٰ صفت پہلی موت۔ ہماری پہلی موت، صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

أَلْمَوْتَةُ الْأُولَىٰ سے مراد پہلی موت۔ پہلی موت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی دوسری موت بھی ہو۔ قال الا سنوی فی التمهید الاول فی اللغة ابتداء الشئ ثم قد یکون له ثانی وقد لا یکون۔ اسنوی اپنی کتاب التمهید میں لکھتے ہیں کہ لغت میں ”اول“ شے کی ابتداء کو کہتے ہیں کبھی اس کے بعد دوسرا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں قیامت اور عذابِ جہنم سے ڈراتے رہتے ہیں پہلی دفعہ جب موت کا پیالہ پیئیں گے تو ہمیشہ ہمیشہ تک لے زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہوگی نہ کوئی حشر و نشر،

يَا مَوْتَةَ الْأُولَىٰ سے مراد موت کی وہ کیفیت ہے جو اس دنیاوی حیات سے قبل تھی جس کی طرف اشارہ ہے وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ لُعِنْتُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ (۲۸: ۲) در آنحالیکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو مٹے گا۔ پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔

اور مطلب ان کے کہنے کا یہ ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے خاتمہ پر وہی پہلی موت کی سی کیفیت ہو جائے گی۔ یعنی یہ ساری مخلوق معدوم ہو جائے گی۔ اور کوئی حشر و نشر کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

لیکن اول الذکر تاویل زیادہ صحیح ہے۔ قرآن مجید میں اسی سورۃ میں ہے لَا يَكُنْ ذُقُوا فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ (۵۶: ۴۴) (جنت میں متقین) پہلی دفعہ مرنے کے سوا

موت کا مزہ نہیں چکھیں گے (موت کا ذائقہ بعد از حیات ہی ہو سکتا ہے نہ کہ قبل از موت)۔
 = مُنْشَرِّينَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُنْشَرٌّ وَاحِدٌ اِنْشَارٌ (افعال) مصدر۔ اٹھا
 گئے، زندہ کئے گئے یعنی دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جانے والے۔

یعنی مرنے کے بعد ہم کو زندہ کر کے دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

۴۴: ۳۶ = فَاتُّوا بِآبَائِنَا۔ جملہ جواب شرط ہے اور آئندہ جملہ شرطیہ ہے اِیْ اِنْ
 كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔

التَّوَابِ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر مانر اِيتَاءُ (افعال) مصدر۔ ب تعدیہ ہے۔

۴۴: ۳۷ = اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمٌ تُبْعِ۔ یعنی قوت و شوکت اور کثرت میں یہ لوگ
 قوم تبع سے بہتر ہیں یا قوم تبع ان سے بہتر ہے یہ استفہام انکاری تقریری ہے یعنی یہ لوگ قوم
 تبع سے بہتر نہیں بلکہ قوم تبع ان سے بہتر تھی۔

تُبْعِ بن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ اور
 کے بادشاہ قیصر، فارس کے بادشاہ کسری کہلاتے تھے۔ بعض کے نزدیک آخری تبع کا نام تبع
 اسعد ابو کریم بن ملک کرب تھا۔

= وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ لوگ جو ان سے
 پہلے تھے جیسے عاد و ثمود وغیرہ۔

= اِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِيْنَ۔ بے شک وہ گنہگار تھے۔ یہ اس علت کا بیان ہے
 جو تباہ کرنے کی مقتضی تھی۔ ہو لَعْدِيلٌ لَا هَلَاكُ لَهُمْ (روح البیان)

مُجْرِمِيْنَ بمعنی کاملین فی الاجرام والاثام۔ لفظ مجرم اسم فاعل ہے لیکن
 صفت مشبہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

۴۴: ۳۸ = وَمَا خَلَقْنَا مِنْ مَّا نَافِيَهُ اور وَمَا بَيْنَهُمَا میں مَّا موصولہ ہے۔

= لَعِبَيْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعِبٌ وَلَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ کھیلنے والے۔

بے فائدہ کام کرنے والے۔ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اسے
 فضول کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ محض بیکار و عبث پیدا نہیں کیا۔

۴۴: ۳۹ = مَا خَلَقْنَاهُمَا۔ مَّا نَافِيَهُ۔ اِیْ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
 بَيْنَهُمَا۔ یعنی یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان جملہ مخلوق کو کسی مصلحت اور حکمت
 کی بنیاد پر پیدا کیا ہے:

== اِلَّا بِالْحَقِّ : استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو)

حق کے اظہار کے لئے۔ یعنی توحید کو ثابت کرنے اور اطاعت کو واجب کرنے کے لئے تاکہ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو عذاب دیا جاتے۔

۴۴: ۴۰ = يَوْمَ الْفَصْلِ : يَوْمَ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ عَمَلٍ اِنَّ، يَوْمَ مضاف الْفَصْلِ مضاف فیصلے کا دن۔ قیامت کا دن۔ حق کو باطل سے جدا کرنے کا دن۔ الْفَصْلُ (باب ضرب) مصدر۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کرنا۔ ممیز کرنا، فاصلہ کرنا۔

یہاں بمعنی فصل الحق عن الباطل والحق عن الباطل بالجزء اور فصل الشخص عن اجابہ وذوی قرابتہ۔ یعنی جس دن حق اور باطل میں تمیز کی جائے گی بچوں اور جھوٹوں کو الگ کیا جائے گا۔ یا لوگوں کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے جدا کیا جائے گا۔

== سَيَقَاتِلُهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ میقات اسم ظرف زمان۔ مقرر وقت، ان کا مقرر وقت۔

== اَجْمَعِينَ : سب کے سب : ہمد کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ وہ سب کے سب، ان سب کا۔

۴۴: ۴۱ = يَوْمَ لَا يُغْنِيْ - بدل من يوم الفصل - يوم الفصل سے بدل ہے۔ لَا يُغْنِيْ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءُ (افعال) مصدر۔ کام نہیں آئے گا۔

== مَوْلٰی - دُوْنِیْ کر لفیف مفروق، باب حسب بحسب، مصدر سے اسم مفعول و اسم فاعل ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اسم مفرد ہے اس کی جمع مَوَالِیٰ ہے۔ بمعنی آقا۔ آزاد کردہ غلام، غلام کا آزاد کرنے والا۔ مددگار۔ انعام دینے والا۔ جس کو انعام دیا جائے۔ ساتھی۔ دوست، رفیق، پڑوسی، حلیف، پیرو۔ قاضی۔

لَا يُغْنِيْ مَوْلٰی عَنْ مَوْلٰی - کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آ سکے گا؛ شَيْئًا ذرا بھر بھی۔ کچھ بھی۔ کسی قسم کا فائدہ خواہ عطا منفعت کی شکل میں ہو یا دفع مضرت کی صورت میں۔

== وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ - مضارع منفی مجہول مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی یعنی نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مدد کر سکے گا اور نہ ہی کوئی بیرونی مدد آئے گی؛ (ابن کثیر) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بلحاظ معنی مَوَالِیْ (اول الذکر) کے لئے ہے۔ الضمیر لمَوَالِیْ الاول

با اعتبار المعنی (بیضادی) بعض کے نزدیک کفار کے لئے ہے جیسا کہ ضمیر جمع مذکر غائب میقاتم میں ہے،

۴۴: ۴۴ = إِلَّا مَنْ تَرَحَّمَ اللَّهُ (استثناء متصل) ای لا یمنع من العذاب الا من رحمہ اللہ تعالیٰ وذلك بالعضو عنه وقبول الشفاعة فيه۔ یعنی کوئی بھی عذاب سے بچ نہیں سکیگا سوائے اس کے کہ جس پر اللہ رحم فرمائے گا۔ معافی دے کر اور اس کے حق میں شفاعت قبول فرما کر (روح المعانی) یا۔ لکن من رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ یدفع عنه العذاب ینصر (الجزائری) لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیگا اس پر سے عذاب بھی ہٹایا جاسکے گا اور اس کی امداد بھی کی جاسکے گی۔
= الْعَزِيزُ۔ عَزَّوَجَلَّ سے فَعِلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے، اللہ تعالیٰ اسماء حسنیٰ سے ہے؛

= الرَّحِيمُ۔ رَحْمَةً سے بروزن فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الحسنیٰ سے ہے
بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔

۴۴: ۴۴ = شَجَرَاتُ الزَّقْوِمِ۔ مضاف مضاف الیہ، تھوہر کا درخت، شَجَرَاتُ منصوب بوجه عمل اِنَّ۔ ای اسماء اَنَّ۔ جمع ہے شَجَرَةٌ کی لیکن بمعنی واحد مؤنث آیا ہے درخت۔ مختلف نسخوں میں شجرۃ ہی تحریر ہے۔

الزَّقْوِمُ۔ تھوہر۔

۴۴: ۴۴ = طَعَامُ الْاَشْثِمِ۔ خبر اِنَّ۔ طَعَامُ مضاف مضاف الیہ الْاَشْثِمُ اِثْمُ (باب فرب) مصدر سے بروزن فاعل بمعنی فاعل۔ گنہگار، عاصی یہاں مراد الکافر ہے اور جنس کافر کے لئے مستعمل ہے۔ بیشک زقوم کا درخت ہر بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا۔

۴۴: ۴۴ = کَالْمُهْلِ۔ کاف تشبیہ کا ہے مُهْلٌ تلچھٹ، وہ چیز جو مائع کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے گار (فیروز اللغات اُردو) پگھلی ہوئی دھاتیں (فیروز اللغات عربی اُردو) روغن زیتون کی تلچھٹ (قاموس القرآن) المعدن المذاب (پگھلی ہوئی دھات) کا الفضل والحديد والنحاس والذهب مثلاً چاندی، لوہا، تانبہ۔ سونا۔
القطران الرقیق رقیق سیال مادہ۔ دُرْدِی الزیت۔ روغن زیتون کی تلچھٹ
(المعجم الوسیط)

== کَالْمُهْلِ : معالقہ کے اندر ہے : اگر وقف کَالْمُهْلِ کے بعد کیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔
بے شک زقوم کا درخت بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا (جو صورت میں ایسا برا ہوگا) جیسے تیل کی
تلچھٹ۔

اور اگر وقف الایم پر کیا جائے تو ترجمہ ہوگا:
وہ جو تلچھٹ کی مانند ہوگا (یعنی زقوم کا کھانا) پیٹ میں ایسا کھولے گا (جیسے سخت گرم پانی کھولتا

ہے) = یُعْلِي : مضارع واحد مذکر غائب غُلِيَ (باب ضرب) مصدر وہ کھولتا ہے، وہ کھولیکا
غُلِيَ کھولنا۔ جوش مارنا۔

۴۴: ۴۶ = الْحَمِيم - نہایت گرم پانی۔ اسی اعتبار سے گہرے دوست کو بھی حمیم
کہتے ہیں۔ جیسے مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ (۴۰: ۱۸) ظالموں کا
کوئی دوست نہیں ہوگا۔ اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔

۴۴: ۴۷ = خُذُوهُ : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اس کو
پکڑو۔ ای یقال للزبانية خذوه جہنم کے فرشتوں سے کہا جائے گا۔ پکڑو اس کو۔

= فَاعْتَلُوا : ف عاطف ہے اِعْتَلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر عَتَلَ باب نصر، ضرب،
مصدر سے جس کے معنی چہار طرف سے پکڑ کر زبردستی کھینچنے اور دھکیلنے کے ہیں۔ اور اس زبردستی
دھکیلنے اور کھینچنے لے جاؤ۔

= سَوَاءٌ اسم مصدر ہے بمعنی استوار یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر۔ عین درمیان میں
اس کا نہ تشبیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔

سَوَاءٌ الْجَحِيمُ مضاف مضاف الیہ۔ جہنم کا وسط۔

۴۴: ۴۸ = ثُمَّ - تراخی وقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔

= صَبُّوا : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، صَبَّ، باب نصر، مصدر سے : تم بہاؤ۔ تم اوپر
سے ڈالو۔

= مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ : مِنْ تبعیضیہ ہے۔ عذاب الحمیم مضاف مضاف
الیہ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔

اصل میں انڈیلا تو پانی جائے گا یہاں عین پانی کو عذاب استعمال کر کے مبالغہ کا کام
لیا گیا ہے۔

۴۹:۲۲ = ذُقْ: امر واحد مذکر حاضر ذَوْقٌ باب نصر مصدر۔ تو چکھ۔ تو ذائقہ لے۔
(یہاں بطور طنز کے استعمال ہوا ہے)

= اَلْعَزِيزُ الْكَرِيمُ: مُعَزِّزٌ، مَكْرَمٌ۔ ترجمہ:۔ لو چکھو تم تو بڑے معزز اور مکرم ہونا۔

فائدہ ۵: روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل ملعون سے فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں کہ تیرے لئے ذلیل ہے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجبی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ اس تمام دادی میں سب سے زیادہ۔ عزت اور تکریم والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بدر کے دن دو کسن بچوں کے ہاتھوں قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا۔ (ابن کثیر)

۴۴:۵۰ = هَذَا۔ اى هذا العذاب۔ یہ عذاب (جو اب تمہیں مل رہا ہے)

= مَا۔ مَوْصُولُهُ۔ بمعنى الذى۔

= كُنْتُمْ تَمْتَرُونَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، جس کے متعلق تم شک کیا کرتے تھے۔ اِمْتَرَاءُ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنے اور جھگڑنے کے ہیں کہ جس میں شک اور شبہ وتردد ہو۔

۴۴:۵۱ = اَلْمُتَّقِينَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ
= مَقَامِ اَمِيْنٍ موصوف و صفت۔ امن والی جگہ۔

۴۴:۵۲ = عِيُونٍ عَيْنٌ کی جمع۔ چشمے، نیز بمعنی آنکھیں۔

۴۴:۵۳ = يَلْبَسُونَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ لَبَسٌ (باب سَمِعَ) مصدر
وہ پہنیں گے۔ لِبَاسٌ پوشاک۔

= سُنْدُسٍ۔ بارمیک ریشم، بارمیک دیا۔ معرب ہے۔ فارسی یا ہندی اصل ہے
= اِسْتَبْرَقٍ۔ ریشم کا موٹا زریں کپڑا۔ دیا۔

= مُتَقَبِّلِينَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ آئے سامنے۔ تَقَابُلٌ (تفاعِل) مصدر
سے بحالت نصب بوجہ حال۔ در آں حالیکہ آئے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

۴۴:۵۴ = كَذٰلِكَ۔ اى الا مر كذلك (بات یونہی ہوگی) او اَتَيْنَاهُمْ مِثْلَ

ذَلِكَ - ہماری داد و دہش ایسی ہی ہوگی (بیضاوی)
 = وَزَوْجُهُمْ بِحُورٍ عِينٍ : اور ہم ان کا گوری گوری فراخ آنکھوں والیوں سے بیاہ
 کریں گے۔

زَوْجُهُمْ - زَوْجًا ماضی جمع متکلم تَزَوَّجْتُ (تَفْعِيلٌ) مصدر - هُمْ ضمیر مفعول
 جمع مذکر غائب - ہم نے ان کو بیاہ دیں - ہم ان کو بیاہ دیں گے (ماضی بعنی مستقبل) زَوْجُهُمْ
 سے مراد نکاح کرانا نہیں ہے بلکہ جوڑ لگانا مراد ہے اسی لئے بِحُورٍ بَاء کے ساتھ ذکر کیا نکاح کرنا
 مراد ہوتا تو حُورًا غینا بغیرت کے کہا جاتا - عربی میں اگر کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرانے
 کا ذکر کیا جاتا ہے تو زَوْجَتُهُ بِفُلَانَةٍ نہیں آتا بلکہ زَوْجَتُهُ فُلَانَةٌ کہا جاتا ہے قرآن مجید میں
 ہے، زَوْجُكُمَا (۲۴:۳۳) ہم نے تم سے اس (عورت) کا نکاح کر دیا
 حُورٍ حُورَاءُ کی جمع ہے نہایت گوری عورت، وہ خوبصورت عورت جس کی آنکھ کن
 سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو۔

= عَيْنٍ عَيْنَاءُ کی جمع فراخ چشم عورتیں۔

۴۴:۵۵ = يَدْعُونَ مَضَارِعَ جمع مذکر غائب - دَعْوَةٌ باب نصر، مصدر - وطلب
 کرتے ہیں یا طلب کریں گے۔

= بِكُلِّ فَكِيْمَةٍ - یعنی پھلوں میں سے جس پھل کو پسند کریں گے۔ طلب کریں گے
 = اَمْنِيْنَ - اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال - اَمْنٌ باب سمع مصدر
 محفوظ ہونا - اَمْنِيْنَ مطمئن ہونا - دل جمع - بے خوف - یعنی ان کو نہ پھلوں کے ختم ہونے کا
 کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ کسی پھل کے کھانے سے کسی مضرت کا کوئی پہلو ہوگا۔

۴۴:۵۶ = لَا يَذُوقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ - وہ اس میں موت کو نہیں چکھیں گے یعنی ان کو
 وہاں کبھی موت نہیں آئے گی البتہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ہاضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو
 آخرۃ ہے یا جنت،

= اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰی سوائے پہلی موت کے۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :-

اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰی - یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے اور فیہا کی ضمیر آخرت کی
 طرف راجع ہے (لیکن آخرت میں تو پہلی موت بھی نہیں آئے گی۔ اس لئے مجازی معنی مراد ہے۔
 کیونکہ مرتے ہی قیامت کے احوال شروع ہو جاتے ہیں۔ یا جنت کی طرف راجع ہے (لیکن جنت

میں بھی تو پہلی موت نہیں ہوگی۔ اس لئے اس صورت میں بھی مجازی معنی مراد ہوں گے ہم مرتے ہی متقی فوراً جنت کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے گویا اس کی موت ہی جنت کے اندر واقع ہوتی ہے۔
لہذا اس حیلہ کا ترجمہ ہوگا۔

بجز اس پہلی موت کے جو دنیا میں آجکی ہوگی۔

== وَقَهُمُ عَذَابَ الْجَحِيمِ : وَقَى (لفیف مفروق) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
وَقَايَةً باب ضرب مصدر - وہ بچالیکا - وہ محفوظ رکھیگا - (ماضی بمعنی مستقبل) هُمْ
ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - عَذَابَ الْجَحِيمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی وَقَى کا
جہنم کے عذاب ہے۔

۴۴: ۵۷ = فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ - فَضَلًا منصوب بوجہ مفعول لہ ہونے کے ہے۔
یعنی یہ سب عنایات (متذکرہ آیات ۵۱ تا ۵۶) اس کا فضل و احسان ہے نہ کہ بندہ کے افعال کا اثر
یہ محض آپ کے رب کا فضل و کرم ہے۔

== ذٰلِكَ - یعنی تیرے رب کا فضل و کرم کا نصیب ہو جانا ہی عظیم کامیابی ہے : یا یہ
مکروہات سے نجات اور مقاصد تک رسائی یہی بڑی کامیابی ہے :

۴۴: ۵۸ = يَسْرُنَا : كَيْسَرْنَا ماضی جمع متکلم تیسیر (تفعیل) مصدر ہم نے آسان
کر دیا۔ هُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے
== بِلِسَانِكَ : تیری زبان میں - عربی زبان میں -

== لَعَلَّهُمْ تَاكَهُ يَهُ لُوك :
== يَتَذَكَّرُونَ : مضارع جمع مذکر غائب تَذَكَّرُ (تفعیل) مصدر نصیحت پکڑتے
ہیں۔ تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

۴۴: ۵۹ = فَارْتَقِبْ : فَ جواب شرط محذوف کے لئے ہے اِی وَا لَمْ يَتَذَكَّرُوا
فَارْتَقِبْ اِی فَا نَتَّظِرْ اور اگر وہ نصیحت نہ پکڑیں تو پھر انتظار کرو، اور یہ بھی منتظر ہیں۔
یعنی آپ انتظار کریں اس عذاب کا جو ان پر نازل ہوگا۔ اور وہ آپ کے مبتلائے مصیبت
ہونے کے منتظر ہیں۔

ارْتَقِبْ فعل امر واحد مذکر حاضر - ارتقاب (افتعال) مصدر بمعنی انتظار کرنا۔

راہ دیکھنا۔

== اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ : بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ صیغہ جمع مذکر اسم فعل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(٢٥) سُورَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ (٦٥)

٢٥: ١ = حَمَّ : حروف مقطعات ہیں۔

٢٥: ٢ = تَنْزِيلُ الْكِتَابِ : تَنْزِيلٌ بروزن تفعیل مصدر ہے بمعنی اتارنا۔ نازل کرنا۔ الْكِتَابُ اُنِ الْقُرْآنِ۔ مرکب اضافی ہے، اس کتاب یعنی قرآن مجید کا اتارا جانا یا نازل کرنا یا کیا جانا۔ مِنْ اللَّهِ اُنْشُدْ کی طرف سے ہے۔

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ جو العزیز الحکیم ہے۔ العزیز غالب الحکیم حکمت والا ہے یعنی غالب اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے۔

٢٥: ٣ = اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالدَّرَجِ لَآٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ بے شک آسمانوں اور زمین میں (اللہ کی قدرت و وحدانیت کی) مومنوں کے لئے کثیر نشانیاں ہیں۔ آیت کا یہ ظاہر مطلب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خلق کو محذوف بھی قرار دیا جاتا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں مومنوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

٢٥: ٤ = وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ۔ وَاَوْعَاطِفُ حَبْلٌ كَمَا عَطَفَ خَلْقُكُمْ پَر ہے مَا مَوْصُو يَبُثُّ مضارع واحد مذکر غائب : بَثَّ (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے دابۃ جانور، چلنے والا۔ ریگنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ اسم فاعل کا صغیر مذکر اور مؤنث، دونوں کے لئے مستعمل ہے تہ وحدت کی ہے دَوَابُّ جمع ہے۔

(تمہاری) اور ان جانوروں کی پیدائش میں جن کو اللہ نے (زمین پر) پھیلا رکھا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔

٢٥: ٥ = وَاخْتَلَفَ الْيَوْمِ وَالنَّهَارِ۔ اِی وَفِی اخْتِلَافِ الْبَلِّ وَالنَّهَارِ۔ اور (اسی طرح) رات دن کے ادل بدل میں موسموں کے گھٹاؤ بڑھاؤ میں۔

= رِزْقٍ سے یہاں مراد بارش ہے کیونکہ بارش پیدائش رزق کا سبب ہے۔
= فَآخِیَابِهِ۔ فَ تَعْقِیْبِ کا ہے بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب رِزْقِ کے لئے ہے
(یعنی بارش سے)

== تَصَوَّرَ لِفِ الرِّیَاحِ - مضاف مضاف الیہ تصویف بروزن تفعیل مصدر ہے
ہواؤں کا ہیر پھیر، ہواؤں کا بدلنا۔ یعنی مختلف جہات میں چلنا۔ اور مختلف حالات میں مختلف
صورت میں چلنا۔

ان سب میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں۔

۶:۴۵ = نَشَلُوْهُمَا - نَشَلُوْا مضارع جمع متکلم ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہا
ضمیر مفعول واحد متونث غائب، یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس کا مرجع آیات
ہے: عَلَیْكَ اَپ پر۔ اَپ کو، یہ اللہ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر پڑھ کر ہم آپ کو
سناتے ہیں۔

= اَپَی - کونسی، جس، کس کس۔ کیا کیا۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی۔
= حَدِیْثٌ : بات۔

۴:۴۵ = وَیْلٌ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی، عذاب کی
شدت، وَیْلٌ اصل میں کلمہ عذاب و ہلاکت ہے: یہ مصدر ہے اور اس سے فعل
کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔ (اضواء البیان)

= اَفَاکٌ - جھوٹا۔ افک سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فَعَّال - اَلْاِفْکُ ہر اس
چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی
رُخ چھوڑ دیں مَثْوَفَکَ کہا جاتا ہے۔

اور آیت شریفہ وَالْمُؤْتَفِکَةُ اَهْوٰی (۵۳:۵۳) اور الٰہی ہوئی بستیوں کو
دے پٹکا۔ میں مَثْوَفَکَ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے
بسنے والوں کے الٹ دیا تھا۔

اور جھوٹے کو افاک اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اعتقاد حق سے باطل کی طرف
سجائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف پھرتا ہے۔
= اَثِیْمٌ بھی اَثِمٌ سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ بمعنی کشیدہ الاثم
بڑا گنہگار ہے۔ اَثِیْمٌ سے قبل حرف عطف محذوف ہے۔

مکذبین کے لئے ویل سورۃٔ مرسلات میں بھی مذکور ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (۱۵:۴۴) بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

۴۵:۸ = یَسْمَعُ اٰیَاتِ اللّٰهِ - وہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے۔ یہ افاک اَثِیْمٌ کی

تیسری صفت ہے یا یہ جملہ متانفہ ہے۔

= تَتَلَّى عَلَيْهِ يَهْلِي اَلَيْتِ اللّٰهُ سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ (آیات) اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں۔ تَتَلَّى مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ پڑھی جاتی ہیں۔ وہ تَلَاؤ کی جاتی ہیں۔ تِلَاوَةٌ باب نصر مصدر ت ل و۔ مادہ۔

= ثُمَّ۔ حرف عطف ہے مہلت کے ساتھ ترتیب کے اظہار کے لئے آتا ہے عام طور پر التراخی فی الوقت (وقت کی تاخیر کا وقفہ یعنی ترتیب میں ایک شے کا دوسری شے سے کتنے وقفہ کے بعد وقوع ہوا) کے لئے استعمال ہوتا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبہ کے لئے بھی بول لیتے ہیں۔ یہاں اس کا استعمال التراخی فی الرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ افاک ہے انیم ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اَلَيْتِ اللّٰهُ کو سُن کر بھی اپنے اعتقادات باطل پر بھی مُعْتَر ہے۔

= يُحْصِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَصْرَارُ (افعال) مصدر۔ وہ اصرار کرتا ہے وَهُ مُصْرِبٌ۔

= مُسْتَكْبِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مغرور۔ غرور کرنے والا۔ اپنے کو بڑا سمجھنے والا سرکشی کرنے والا۔ منصوب بوجہ ضمیر لُصِرْتُ سے حال ہونے کے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَإِذَا تَتَلَّى عَلَيْهِ اَلَيْتُنَا وَلِيَّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا (۳۱: ۴) اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکثر کر مذہبیر لیتا ہے گویا ان کو سنائی نہیں = كَأَن: اسل میں یہ لفظ كَأَن ہی تھا كاف حرف تشبیہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اسی کی طرح اس کا منوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ختم ہو گیا۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع۔ گویا کہ:

= لَّمْ يَسْمَعْهَا۔ لَمْ یَسْمَعُ مضارع نفی جہد یلم۔ واحد مذکر غائب۔ (گویا کہ) اس نے سنائی نہیں۔

= فَبَشِّرْهُ۔ ف سببیہ ہے۔ یعنی ف سے پہلے کا کلام بعد والے کلام کی علت ہے: بَشِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَبَشِّرُ (تفعیل) مصدر۔ بشارت۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس کو سُن کر چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہو جائیں۔ یہاں چہرے پر آثار غم پیدا کرنے والی خبر کو بطور استہزاء بشارت کہا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ تحیة بنیم ضرب وجیع

ان کا آپس کا سلام دردناک ضرب ہے، مطلب یہ کہ کارزار کی گرمی سے ان کے سلام کی ابتدا ہوتی ہے۔

۴۵: ۹ = وَإِذَا - وَأَوْعَاطُهُ ہے إِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب۔ مفاعلاتیہ بھی استعمال ہوتا ہے، بمعنی ناگہاں، اچانک۔ یکایک۔

یہاں دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق بناتا ہے :

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو فوراً مذاق بنانے لگتا ہے۔

= اِتَّخَذَهَا - اِتَّخَذَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بنالیا۔ اس نے کھڑا لیا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب شیئاً کی طرف راجع ہے (ہماری آیات میں سے کوئی حصہ) لیکن روح المعانی میں ہے۔

بادرالی الاستہزاء بالادب کلمہ اولیقتصر علی الاستہزاء بما یلغی۔ وہ اپنے استہزاء کو صرف انہیں آیات تک محدود نہیں رکھتا جن کی خبر اس تک پہنچتی ہے بلکہ تمام آیات کے استہزاء میں جلدی دکھاتا ہے۔ یعنی ساری آیات کو تختہ استہزاء بناتا ہے :

= هُزُوا: مصدر باب فتح، مادہ هزء۔ هزئ۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔

= اُولَٰئِكَ لَهُمْ - یعنی ایسے تمام جھوٹوں کے لئے۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے۔

= عَذَابٌ مُّهِينٌ - موصوف وصفہ - مُّهِينٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ اہانت آمیز، ذلیل و خوار کرنے والا۔

۴۵: ۱۰ = مِنْ وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ : ان کے آگے جہنم ہے یعنی قیامت کے روز۔

وَرَاءَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وَرَاءَ اسم بے جہت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

صاحب اضواء البیان نے بڑے وثوق سے لکھا ہے کہ اس کے معنی آگے کے ہیں

ملاحظہ ہو اضواء البیان جلد ۱، تفسیر آیت ہذا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کا استعمال تقریباً ہر جہت کے لئے ہوا ہے۔ مثلاً۔

انہ یعنی پیچھے، پس پشت۔ وَآمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ - (۸۴: ۱۰) اور جس کا

اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲۔ یعنی آگے: **مِنْ دَرَائِثِهِمْ**: (آیت ہذا)
 ۳۔ آگے پیچھے، ہر طرف سے، **وَاللَّهُ مِنْ دَرَائِثِهِمْ مُحِيطٌ** (۲۰: ۸۵) اور خدا ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

صاحب تفسیر منطہری رقم طراز ہیں:-

وَرَاءَ - کاترجمہ:- ورے بھی بے پرے بھی ہے۔ آگے بھی ہے اور پیچھے بھی۔
لَا يُغْنِي - مضارع منفی واحد مذکر غائب: **إِغْنَاءٌ** (افعال) مصدر - کام نہ آئے گا: فائدہ بھی نہیں پہنچائیگا۔ دفع نہیں کریگا۔
مَا كَسَبُوا ما موصولہ - **كَسَبُوا** ماضی جمع مذکر غائب - **كَسَبٌ** باب ضرب انہوں نے کمایا۔ ای ما کسبوا فی الدنیا۔ یعنی جو انہوں نے کمایا تھا دنیا میں۔ یعنی مال و اولاد وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

وَلَا مَا تَخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ - واو عاطفہ: اور نہ ہی کام آئیں گے وہ جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا کارساز بنا رکھا تھا۔ ما موصولہ - **أَوْلِيَاءَ** مِنْ دُونِ اللَّهِ - اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے اپنا کارساز بنا رکھا تھا اس میں وہ بت بھی شامل ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اور وہ پیرو پیشوا جن کی وہ پیروی کیا کرتے تھے۔
مَشِئًا: کچھ بھی۔ ذرہ برابر بھی۔

۴: ۱۱ = **هَذَا هُدًى**: **هَذَا** ای القرآن - یہ قرآن سراسر ہدایت ہے
عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ عَذَابٌ أَلِيمٌ موصوف و صفت، دردناک عذاب؛
رَّجْزٌ کے متعلق ضیاء القرآن میں ہے:-

سلامہ ابن منظور اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں بدترجمہ (ابو اسحق کہتے ہیں کہ رجز کا لفظ جو قرآن میں مذکور ہے۔ اس کا معنی ہے ایسا عذاب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ خیز ہو۔ اس کے جھٹکے شدید اور لگاتار ہوں؛
 آیت کا مفہوم یہ ہے کہ:-

وہ بد بخت جو ازراہ غرور و تکبر اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں شدید عذاب سے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں:-

الرَّجْزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں اور اسی سے **رَجَزَ الْبَعِیْرُ** ہے جس کے معنی ضعف کے

سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔ اور شعر کے ایک سحر کا نام بھی رَجَز ہے جس میں شعر پڑھنے سے زبان میں اضطراب سا معلوم ہوتا ہے۔ لفظ رَجَز زلزلہ کی طرح عذاب کے کنایہ ہے

بعض نے اَلِیْمُ کو اَلِیْمٌ پڑھا ہے۔ اس طرح یہ رَجَز کی صفت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا :- دردناک کپکپاہٹ کا عذاب

۱۲:۲۵ = سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب: تَسَخَّرُ (تفعیل) مصدر اس نے بس میں کر دیا۔ اس نے تابع کر دیا۔ تسخیر کے معنی بس میں کرنے اور کبھی زبردستی کسی خاص کام میں لگادینے کے ہیں۔

= لَتَجْرِي: لام تعلیل کا ہے۔ تَجْرِي: مضارع واحد مؤنث غائب: جَرِيٌّ وَجَرِيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ جاری ہے، ود چلتی ہے۔

= اَنْفَلَكَ - کشتی، کشتیاں، واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔
فِيهِ اِی فی البحر تاکہ اس (دریا۔ یا سمندر میں) کشتیاں چلیں۔ بِأَمْرِهِ اِی باذنہ اس کے حکم سے۔

= وَ لَتَبْلُغُوا -- واو عاطفہ، لام تعلیل کا۔ تَبْتَغُوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (ابتغاء رافتعال) مصدر تَبْتَغُوا اصل میں تَبْتَغُونَ تھا۔ نون اعرابی عامل لام تعلیل کے آنے سے گر گیا۔ تاکہ تم تلاش کرو، ڈھونڈو:

= مِنْ فَضْلِهِ اور تاکہ تم اس کی طرف سے عطا کردہ رزق کی تلاش کرو۔ مِنْ فَضْلِهِ اس کے فضل میں سے۔ فضل بمعنی بزرگی۔ بخشش، جمع افضال۔ فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو بطور نفع انسان کو حاصل ہو اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی، کیونکہ وہ انسان کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے۔

یہاں آیت ہذا میں فضل سے مراد وہی مال و دولت و رزق مراد ہے۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۱۰:۶۲) اور جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر پھرو چلو، اور اللہ کی روزی تلاش کرو
= وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تاکہ تم شکر ادا کرو، و لکی تشکروا النعم المترتبة علی ذلک تاکہ اس تلاش پر مبنی جو نعمتیں حاصل ہوں ان کا تم شکر بجالاؤ۔

۴۵:۱۳ = جَمِيعًا مِّنْهُ: اى هِىَ جَمِيعًا مِّنْهُ: لِیْنِ مِنْهُ خَبَرٌ هِىَ مَبْتَدَاً مَحْذُوفٌ
کی یہ سب کچھ اسی کا عطا کردہ ہے۔

یا یہ حال ہے مآ سے۔ اى سَخَّرَ هَذِهِ الْاَشْيَاءَ كَائِنَةً مِّنْهُ
= يَتَفَكَّرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب: تَفَكَّرُوا (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں
یعنی زمین و آسمان اور ان کے مابین کی جمیع اشیاء کی تخلیق کے متعلق غور کرتے ہیں تو ان پر
اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کی سلطنت کے حقائق عیاں ہوتے ہیں۔ اور
ان کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

۴۵:۱۴ = يَغْفِرُوا، امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ مَغْفِرَةً (باب ضرب) مصدر سے
یعنی کسی کا گناہ معاف کرنا۔ درگزر کرنا۔ معاف کر دیں۔ (ایمان والوں سے فرمائیجئے کہ وہ معاف
کر دیں۔ یا درگزر کر دیں۔

= لَا يَرْجُونَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب: رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ اندیشہ کرنا۔
خوف رکھنا۔ امید رکھنا۔ یقین رکھنا۔ جو امید نہیں رکھتے اور خوف نہیں رکھتے،
یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں
یا ان کو معاف کر دیا کریں جو ایام اللہ کا یقین نہیں رکھتے۔

= آيَاتِ اللَّهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آيَاتٌ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے اللہ
کے دن۔ اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سرکشوں سے انتقام لے اور ان
کی بدکرداری کے عوض ان کو عذاب دے۔ یا اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے مخصوص فضل و کرم
سے نوازے۔

ابن السکیت نے تصریح کی ہے کہ عرب ایام کو وقائع کے معنی میں استعمال کرتے ہیں
چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلان عالم بایام العرب۔ یعنی وہ عرب کے واقعات و حالات کا عالم
ہے۔ یہاں الذین لا يرجون ایام اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس پر یقین نہیں رکھتے
یا ان کو اللہ کے ان وقائع کا ڈر یا اندیشہ نہیں جب وہ اپنے نیک بندوں کو اپنے فضل و کرم
سے نوازے گا۔ اور بدکرداروں اور مجرموں کو عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کو جو ایام اللہ کا اندیشہ نہیں رکھتے معاف کر دینے میں یہ مصلحت
رکھی ہے کہ قیامت کے روز وہ اپنے بندوں کو خود انعام و اکرام دیکھا۔ اور بدکرداروں کو سزا
دے گا۔ اگر اس کے نیک بندوں نے اپنے مخالفین سے یہاں اس دنیا میں ہی بدلہ لے لیا۔

تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ نہیں لے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درگزر کرنے اور معاف کر دینے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدکرداروں کو خود سزا دے۔

يَجْزِي : مضارع واحد مذکر غائب۔ جَزَاءُ (باب ضرب) مصدر۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل ہے۔ وہ بدلہ دے گا۔

= بِمَا۔ میں تب سبب ہے اور ما موصولہ۔ بسبب اس کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

= كَانُوا يَكْسِبُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کَسَبُ (باب ضرب) مصدر وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ کیا کرتے تھے۔

۴۵: ۱۵ = اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب : اِسَاءَ (افعال) مصدر سوء مادہ۔ کام خراب کرنا۔ بگاڑنا۔ بُرا کام انجام دینا۔ بُرا کرنا۔ بُرائی کرنا جس نے بُرا کام کیا۔

یہ آیت، سابقہ آیت لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ کی تفسیر ہے۔

۴۵: ۱۶ = الْكِتَابِ۔ ای التوراة۔

= الْحُكْمَ۔ حُكْمٌ يَحْكُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہاں معنی اللہ کے احکام کا علم۔

= فَضَّلْنَاهُمْ : فَضَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تَفْضِيلٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے ان کو فضیلت عطا کی۔

= عَلَى الْعَالَمِينَ۔ عَالَمِينَ جمع عَالَمٌ کی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں ایسی مخلوق کے تعدد کی بنا پر جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ ای علی عالمی زمانہم۔ ان کے زمانے کے عالمین پر۔

= الطَّيِّبَاتِ لَذِيذِ حَلَالٍ کھانے کی چیزیں۔ جیسے مَن و سلوی وغیرہ۔

۴۵: ۱۷۔ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الدِّمْرِ۔ بَيِّنَاتٍ، کھلی ہوئی دلیلیں۔ روشن اور واضح دلیلیں بَيِّنَةٍ کی جمع۔ کھول کر بیان کی ہوئی۔ تَبَيَّنَتْ (تفعیل) مصدر سے، الدِّمْرِ سے مراد ام دین ہے۔ یعنی امر دین کی واضح دلیلیں و احکام۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان تمام امور کا علم عطا فرمادیا تھا جن کو جاننا اور ان پر عقیدہ رکھنا ضروری تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت کی نشانیاں بھی بتادی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی یقینی طور پر جانتے اور پہچانتے تھے جتنا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے۔

== بَغْيًا: تمیز۔ ضد، زیادتی، بَيْنَهُمْ: مضاف مضاف الیہ ایک دوسرے کے مابین۔ باہمی ترجمہ:- اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں روشن اور واضح احکام دیدیئے۔ پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ اس کا علم ان کو ہو چکا تھا۔ محض آپس میں ضد کی وجہ سے یعنی ان کا باہمی اختلاف دین کے احکام سے لاعلمی نہیں تھی بلکہ آپس کی ضد اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی خواہش تھی۔

== يَقْضِي مَضَائِقَ وَاحِدٌ مَضَائِقَ قَضَاءٌ مصدر باب ضرب۔ وہ فیصلہ کر دیگا۔

== يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مضاف مضاف الیہ۔ يَوْمَ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔

== فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ: فِي: بابت، متعلق۔ مَا موصولہ۔ كَانُوا يَخْتَلِفُونَ: صلہ۔ فِيهِ: (جار مجرور۔ و ضمیر امر کی طرف راجع ہے۔ جس امر میں۔

بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان جس امر دین کے متعلق وہ باہمی اختلاف رکھتے تھے اس کا فیصلہ فرما دیگا۔ یعنی جزا و سزا کی شکل میں عملی فیصلہ کر دیگا۔

== ۱۸:۲۵ ثُمَّ: تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر۔ اسی بعد از بنی اسرائیل۔

== جَعَلْنَاكَ: جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم۔ جَعَلُ: باب فتح۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے کیا۔ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ پھر ہم نے تم کو (دائم) کر دیا

== شَرِيعَةً: طریقہ، راستہ۔

المفردات میں ہے:-

الشَّرْعُ: سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ یہ اصل میں شَرَعْتُ لَهُ طَرِيقًا واضح راستہ مقرر کرنا) کا مصدر ہے اور بطور اسم کے بولا جاتا ہے، چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ و شَرْعٌ و شَرِيعَةٌ کہا جاتا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر طریقِ الہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں:- ایک دستور۔ ایک طریق۔

بعض نے کہا ہے کہ شریعت کا لفظ شریعتہ الماء سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی کے گھاٹ کے ہیں (جہاں لوگ باسانی بیٹھ کر پانی پی سکتے ہیں۔ غسل وغیرہ کر سکتے ہیں) اور شریعت کو شریعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی صحیح حقیقت پر مطلع ہونے سے سیرابی اور طہارت ہوتی ہے!

انہی معنی میں بعض حکماء کا قول ہے کہ:-

كنت اشرب فلا روى فلما عرفت الله تعالى رويت بلا شرب برىس پیتا رہا

لیکن سیر نہ ہوا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی تو بغیر پینے کے سیری حاصل ہو گئی
شَرِيعَةً میں تنوین اظہارِ عظمت کے لئے ہے :

= مِنْ الْأَمْرِ - ای من امر الدین۔

= فَاتَّبَعَهَا - ف تَقْلِيل کا ہے اِتَّبَع امر کا صغیر واحد مذکر حاضر اِتَّبَاع (افتعال) مصدر
ہا صغیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع شَرِيعَةٌ ہے۔ پس تو اس (شریعت) کی
پیروی کر۔

اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

فَاَسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (۴۳: ۴۳)
پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رکھو۔

= وَلَا تَتَّبِعْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اتباع (افتعال) مصدر۔ اور نہ پیروی کر۔

= أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - أَهْوَى ہُوَى کی جمع۔ خواہشیں، خیالات۔
مضاف، الذین اسم موصول لَا يَعْلَمُونَ صلہ موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف
مضاف الیہ مل کر مفعول ہوا لَا تَتَّبِعْ کا۔ اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔

جہلاء سے مراد بعض کے نزدیک بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں۔ بعض کے نزدیک رؤساء
قریش ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کی پیروی کر
۱۹: ۴۵ = لَنْ يَغْنُوا - مضارع منفی تاکید بَلَنْ جمع مذکر غائب۔ اغناء (افتعال) مصدر
وہ ہرگز دفع نہیں کر سکیں گے۔ ہرگز کسی کام نہ آسکیں گے : مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے
= مِنَ اللَّهِ - اللہ کے سامنے۔ اللہ کے مقابلے میں۔

= إِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ، إِنَّ حَسْرَةَ الْفَالِغِينَ
اسم فاعل جمع مذکر منصوب : اسم إِنَّ - بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ خبر تحقیق ظالم لوگ ایک
دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔

أَوْلِيَاءُ جمع وَلِي کی بمعنى دوست، ساتھی۔

= وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ - مضاف مضاف الیہ۔ المتقین اسم فاعل جمع مذکر منصوب
إِتْقَاء (افتعال) مصدر۔ متقی لوگ، پرہیزگار لوگ۔ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ۔ پرہیزگار لوگوں کا
دوست ہے۔

= ۲۰: ۴۵ = هَذَا - ای القرآن - اتباع شریعت۔

== بَصَائِرُ. بَصِيرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ دانش و بصیرت،

قرآن مجید میں بَصَائِرُ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ (۱۰۵:۶) تمہارے پاس
تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر)
دیکھا اس نے اپنا ہلکا کیا۔

۲۔ هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (۲۰۳:۴)
یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دانش و بصیرت اور مومنوں کے لئے ہدایت اور
رحمت ہے:

۳۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
بَصَائِرُ: (۱۰۲:۱۴) انہوں نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار
کے سوا اس کو کسی نے نازل نہیں کیا۔ اور وہ بھی تم لوگوں کے سمجھانے کو:

۴۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (۴۳:۲۸) اور ہم نے
پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔ جو لوگوں کے بصیرت اور ہدایت
اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

۵۔ هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ (۴۵:۲۰)
یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت
اور رحمت ہے۔ (آیت زیر نظر ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری۔

متذکرہ بالا آیات میں بَصَائِرُ، روشن دلیلوں، ظاہر نصیحتوں، دانائی اور
بصیرت کی باتوں کے لئے مستعمل ہے۔

الْبَصَرُ کے معنی آنکھ کے ہیں۔ قوتِ بینائی کو بھی بصر کہہ لیتے ہیں۔ دل کی بینائی
پر بصر اور بصیرت دونوں لفظ بولے جاتے ہیں۔ بصر کی جمع البصار اور بصیرۃ کی جمع البصار
آتی ہے جب حائرہ بصر کے ساتھ رویت قلبی بھی شامل ہو تو بصیرت ہی استعمال ہوتا ہے۔
اور اس بصیرت کو ہی دانائی۔ آگہی بھی کہا جاتا ہے۔ یاد دل کی آنکھ بھی کہہ سکتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے کہا یا بنی ہاشم تصابون فی البصار کہ اے بنی ہاشم تمہاری آنکھوں میں

نقص ہے تو انہوں نے جواب دیا و انتہم یا بنی امیہ تصابون فی بصائرکم : کہ لے
بنی امیہ اور تمہارے دل کی آنکھوں میں نقص ہے :

هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ - یہ قرآن لوگوں کے لئے روشن دلیلیں یا عقل و دانش کی باتیں
ہیں وَ هَدَىٰ ذَرْحَتَ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ : اور یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے باعث ہدایت
ورحمت ہے :

يُوقِنُونَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب (افعال) مصدر وہ یقین رکھتے ہیں
۲۱: ۴۵ = اَمَّ : اَمَّ منقطعہ ہے یل کے معنی میں آیا ہے اس کا کوئی خاص مدلول نہیں محض
ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔ یا استفہام انکاری کے
لئے ہے (یعنی ان کا یہ خیال درست نہیں ہے :

= حَسِبَ کا فاعل الَّذِينَ ہر قاعدہ کے مطابق حَسِبَ کے دو مفعول ہونے چاہئیں
یہاں صرف ایک مفعول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اَنْ نَجْعَلَهُمْ اگرچہ بظاہر ایک مفعول ہے
لیکن دو کے قائم مقام ہے نَجْعَلُ کا معنی نَصِيْرُ ہے اَمَّ اس کا مفعول اول ہے اور کالذین
اَمَّنُوا مفعول ثانی ہے۔

= سَوَاءٌ بدل ہے اور کاف مبدل منہ ہے جو یہاں مثل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔
سَوَاءٌ مصدر ہے اور مُسْتَوٍ کے معنی میں استعمال ہوا ہے مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ اس کا
فاعل ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:-

اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح اور صاف یہی ترکیب ہے۔
حَسِبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حُسْبَانُ باب حَسِبَ یَحْسِبُ مصدر ماضی و مضارع
ہر دو میں عین کلمہ پر کسرہ۔ جس کے معنی گمان کرنے اور سمجھ لینے کے ہیں حَسِبَ یَحْسِبُ ماضی
و مضارع ہر دو پر فتح) سے مصدر حُسْبَانُ آتا ہے جس کے معنی حساب و شمار (حساب کے
مطابق سزا میں ہیں۔ یہاں آیت ہذا میں اول الذکر تحریر ہے۔ کیا یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں۔
الَّذِينَ اَسْمَ موصول اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ، صلد۔ صلد اور موصول مل کر فاعل اپنے فعل
حَسِبَ کے ساتھ مل کر۔

= اجْتَرَحُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے گناہ کیا۔ انہوں نے گناہ کا ارتکاب کیا
اجْتَرَحَ (افتعال) مصدر۔ گناہ کمانا۔

== السَّيِّئَاتِ - بُرے کام، گناہ۔ سَيِّئَةٌ کی جمع۔

اَنْ تَجْعَلَهُمْ: اَنْ مصدر یہ تَجْعَلُهُمْ۔ نَجْعَلُ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ جمع متکلم۔ جَعَلَ باب فتح مصدر مضمّن ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان کو بنادیں۔ ہم ان کو کر دیں کَالَّذِينَ۔ کاف تشبیہ کا معنی مثل۔ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا پر تحلیل صرفی مفعول ثانی فعل حَسِبَ کَانَ نَزِيعُ مَعْطُوف علیہ جملہ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کا۔
سَوَاءً۔ اسم مصدر بمعنی مُسْتَوٍ برابر،

— مَجِيَا هُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جینا۔ مَجِيَا مصدر مہمی حَيَوَةٌ سے
— مَبَاتِلُهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرنّا۔ ان کی موت، مَوْتٌ سے مصدر مہمی۔ اس
جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا۔ کہ ہم بنادیں گے انہیں
ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان کا جینا ان کا
مرنا مطلب یہ کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔

== سَاءَ۔ فعل ذم ہے۔ یعنی بُرا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَوُوْهُ (باب نصر)
مصدر سے۔

== مَا يَخْكُمُونَ: مَا موصولہ۔ يَخْكُمُونَ مضارع جمع مذکر غائب حُكْمٌ باب نصر
مصدر۔ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔

۲۲: ۴۵ = بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ نیز ملاحظہ ہو ۶: ۴۵ متذکرہ بالا۔

== وَ لَتُجْزَىٰ۔ وَ اَوْ عاطفہ لام تعلیل کا۔ تُجْزَىٰ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ جَزَاءٌ
باب ضرب۔ مصدر۔ وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کو جزا دی جائے گی۔

== بِمَا كَسَبَتْ: جو کچھ اس نے کمایا۔ جو کچھ اس نے کیا۔

== لَا يُظْلَمُونَ، مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب ظَلَمَ (باب ضرب) مصدر۔ ان پر
ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ نا انصافی نہیں کی جائے گی۔

۲۳: ۴۵ = اَفْرَأَيْتَ: میں ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے
پورا کلام اس طرح تھا۔ کیا آپ اس کو ہدایت کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے دیکھ بھی لیا ہے کہ
اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

آرَآیْتَ مَعْنٰی اَخْبَرْنِیْ بِہی استعمال ہوتا ہے۔ ویسے اس جملہ کا اردو ترجمہ کیا جھلا تو نے (اس شخص کو) دیکھا ہے۔ اس کا صحیح مطلب ادا کرتا ہے۔

== اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ (جس نے) اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

اللَّهُ - مضاف مضاف الیه مل کر مفعول ثانی اپنے فعل اِ تخذ کا ہوا مضاف مضاف الیه مل کر مفعول اول اِ تخذ کا۔ ای من اِ تخذ ہوا اللہ ۔

== وَاصْلَهُ اللهُ عَلَى عِلْمٍ: اور اللہ نے اسے علی علم گمراہ کر دیا ہے۔

عَلَى عَلِمَ فاعِلٌ یا مَفْعُولٌ سے حال ہے اِی حال مِّن الفاعِلِ او المفعول۔

(رُوحُ البیان)

فاعل سے حال : اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فطری استعداد کو جانتے ہوئے اسے گمراہ کر دیا،
اور مفعول سے حال : اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا کیونکہ وہ شخص راہ ہدایت کو جانتے ہوئے بھی
گمراہی کی طرف جارہا تھا۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے۔ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (۱۷:۲۵) متذکرۃ الصدر،

== وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِمْ وَقَلْبِهِمْ اور اس (خداوند تعالیٰ) نے اس (گمراہ) کے کانوں پر مہر لگا دی۔ اس لئے وہ نصیحت نہیں سنتا۔ اور اس کے دل پر مہر لگا دی اس لئے وہ آیات پر غور نہیں کر رہا۔

وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً ۖ وَجَعَلَ بَيْنَ بَصَرَيْنِ مَثَاقِطًا ۚ
= وہ غبرت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

= فَمَنْ يَهْدِيهِ مَهْرَآيَةِ شَخْصٍ كَوَاللّٰهِ كَيْ (مگراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت دے۔
یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسے شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

== مِنْ بَعْدِ اللَّهِ۔ اسی من بعد اضلالہ (بیضادی) یعنی اللہ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد۔

== اَفَلَا تَذَكَّرُونَ ہ ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف
 پر ہے ای الّا تلاحظون فلا تذكرون کیا تم دیکھتے نہیں پھر بھی نصیحت نہیں
 کرتے،

۴۵: ۲۴ = قَانُوا۔ یعنی منکرین بعث کہتے ہیں۔

= مَا هِيَ - مَا الْحَيَاةُ - زندگی کیا ہے مَا اسْتَقْبَاهُمِہ کی صورت میں - اگر مَا نَافِعَ لِيَا

تو ترجمہ ہوگا۔ زندگی کچھ نہیں (سوائے ہماری دنیاوی زندگی کے)

== اِلَّا - مگر - سوائے - حرف استثناء -

== حَيَاتُنَا الدُّنْيَا - حَيَاتُنَا مضاف الیہ مل کر مضاف الدُّنْيَا مضاف الیہ - ہماری دنیا کی زندگی -

== نَمُوتُ - مضارع جمع متکلم - مَوْتُ باب نصر مصدر - ہم مرتے ہیں - یعنی ہم میں سے بعض مرتے ہیں -

== نَحْيَا - نخفی مضارع جمع متکلم - حَيَوٰةٌ باب سمع مصدر - ہم جیتے ہیں - یعنی ہم میں سے بعض جیتے ہیں -

نَمُوتُ اور نَحْيَا میں واو صرف عطف کے لئے ہے - ترتیب بالعقیب کے لئے نہیں ترجمہ ہوگا۔ اور وہ (منکرین بعثت روز قیامت) کہتے ہیں نہیں کوئی دوسری (زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے دیں) ہم نے زندہ رہنا اور مرنا ہے -

== مَا يُهْلِكُنَا - مضارع منفی واحد مذکر غائب، اِهْلَاكَ (افعال) مصدر - ہم کو نہیں ہلاک کرتا ہے -

== اِلَّا الدَّهْرُ - اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ -

الدَّهْرُ (زمانہ) اصل میں مدتِ عالم کو کہتے ہیں یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر اس کے اختتام کا عرصہ - چنانچہ آیت کریمہ: هَلْ اَنْتَ عَلَى الْاِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ (۱: ۷۶) بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے میں الدَّهْرُ سے یہی معنی مراد ہیں پھر (مجازاً) اس سے طویل مدت لی جاتی ہے برخلاف لفظ "زمان" کے کہ یہ مدت قلیلہ اور کثیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے -

== بِذَلِكَ: ب حرف جر ہے ذَلِكْ ان کا یہ کہنا: مَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ - مِنْ عَلِمِ اِیْ عَلٰی عِلْم - اِی مَا يَقُولُونَ ذَلِكْ مِنْ عِلْمٍ وَلٰیْقِیْنَ وَلٰكِنْ مِنْ ظَنٍّ وَتَحْمِیْنٍ وہ یہ بات علم ولیقین کی بنا پر نہیں کہہ رہے بلکہ اپنے خیال اور تخمینے کی بنا پر کہہ رہے ہیں -

== اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ان نافیہ ہے اِلَّا حرف استثناء یَظُنُّوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر - وہ گمان کرتے ہیں - وہ محض ظن سے کام لے رہے ہیں

۲۵: ۴۵ = تَتْلٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب: تِلَاۡفَةٌ (باب نصر) مصدر -

تِلَا، و، مادہ - وہ پڑھی جاتی ہے، وہ تلاوت کی جاتی ہے -

== مَا كَانَ حُجَّتُمْ : مَا نَافِيَهُ - حُجَّتُمْ - حُجَّةٌ مَنْصُوبَةٌ بِكَيْفِيَّةٍ وَهَكَذَا
خبر ہے۔ كَانَ کا اسم قولہ تعالیٰ إِلَّا أَنْ تَقَالُوا تُشَوُّا بِأَبَائِنَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ
اس ترکیب کی اور مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ (۴: ۸۳: ۲۶: ۵۶: ۲۹: ۲۹) پر
ملاحظہ فرمائیے۔

== حُجَّتُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دلیل۔ حجت کوئی ایسی بات جس سے استدلال
کر سکیں:

مشرکوں اور منکروں کے قول کو حجت صرف ان کے خیال کے اعتبار سے فرمایا ورنہ
ان کا یہ قول واقع میں کوئی حجت یعنی انکار قیامت کی دلیل نہیں ہے :
== إِلَّا حُرُوفُ اسْتِنَادٍ أَنْ مَصْدَرِيہُ اِثْتُوْا فَعْلٌ اَمْرٍ - جمع مذکر حاضر، اِثْتَانُ (باب
ضرب) مصدر۔ ات ی مادہ۔ یعنی آنا۔ ب کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی فعل متعدی۔ لانا۔ تم
لے آؤ۔ تم لاؤ۔ اِبَائِنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے باپ دادا۔
== ثُمَّ حُرُوفُ عَطْفٍ ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے استعمال ہوا ہے۔
== اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ - میں اِلٰی زائد ہے۔ یا بمعنی لام ہے۔ یعنی لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ قِيَامَتِ
کے دن۔

== لَا رَيْبَ فِيهِ - رَيْبٌ - شَكٌّ وَشِبْهٌ - رَابٌ يُرِيْبُ (باب ضرب) کا مصدر ہے
فِيهِ اِی فی یوم القیمة - فی وقوع القیمة
== وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ : لیکن اکثر لوگ چونکہ کوتاہ نظر ہیں قلیل
التفکر ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے۔

== ۲۴: ۲۵ یَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَُوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ : یَوْمَ مَفْعُولِ
فِيہ ہے یَخْسَرُ کا یَوْمَئِذٍ بدل ہے یَوْمَ سے۔ جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز
باطل پرست خسارے میں رہیں گے:

يَخْسَرُ: مضارع واحد مذکر غائب، خُسْرَانٌ (باب مع) مصدر۔ يَخْسَرُ صيغہ واحد
مذکر بمعنی جمع مذکر آیا ہے۔ وہ نقصان اٹھائیں گے۔ وہ گھانا پائیں گے:

== مُبْطِلُونَ، اسم فاعل جمع مذکر، اِبْطَالٌ (افعال) مصدر سے۔ حق کو جھٹلانے
والے۔ باطل پرست۔

== ۲۸: ۴۵ كُلُّ أُمَّةٍ : مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل تری کا ہر ایک امت

ہر ایک فقرہ۔

= جَاثِيَّةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث؛ زانو پر بیٹھنے والی۔ زانو پر گرنے والی۔
جَثْوٌ، جَثِيٌّ رباب نصر مصدر۔ یہاں جَاثِيَّةٌ جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے
جیسے جَمَاعَةٌ قَائِمَةٌ۔ جَمَاعَةٌ قَاعِدَةٌ بولتے ہیں، ج ت و، یا ج ت ی
مادہ۔ تو دیکھئے گا کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا۔ اُمْتُ سے حال ہے۔

= تَدْعِي۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب دُعَاءٌ رباب نصر مصدر۔
وہ پکاری جائے گی۔ اسے پکارا جائے گا، ضمیہ نائب فاعل اُمْتُ کی طرف راجع ہے
= کَتَبَهَا : مضاف مضاف الیہ دُعا ضمیہ واحد مؤنث غائب اُمْتُ کی طرف راجع ہے
اس کی کتاب، اس کا اعمال نامہ۔

= اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ : ای فیقال لہم : الیوم الخ
تُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَاءٌ باب ضرب مصدر تم بدلہ دیئے جاؤ گے
تم جنہا دیئے جاؤ گے، مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ جو تم کیا کرتے تھے۔

۲۹: ۲۵ = هَذَا كِتَابُنَا۔ یہ ہماری کتاب ہے، یہ ہمارا نوشتہ ہے، یعنی یہ تمہارے
اعمال نامے ہیں جو ہمارے حکم سے لکھنے والے فرشتوں نے لکھے ہیں۔

= يَنْطِقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ نَطَقَ باب ضرب مصدر۔ جو یعنی ہمارا
نوشتہ بولتا ہے۔ یا بیان کرتا ہے۔ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ۔ تمہارے بارے میں سچ بچ :

= كُنَّا نُسْنِخُ : ماضی استمراری جمع متکلم اسْتِنْسَاخٌ (استفعال) مصدر۔
نُسَخَ مادہ۔ ہم محفوظ رکھا کرتے تھے۔ نُسَخَةٌ مودہ کتاب جس سے نقل کیا جائے
اسْتِنْسَاخٌ ایک تحریر سے دوسری تحریر نقل کرنا۔ اِنْسَاخٌ (افعال) لکھوانا۔
اِنَّا كُنَّا نُسْنِخُ ہم لکھوا لیا کرتے تھے۔

۳۵: ۳۵ = اَمَّا۔ یہ حرف شرط ہے اور تفصیل اور تاکید کا حرف بھی ہے اس کے
شرط کا حرف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے جیسے کہ :
فَاَمَّا مَنْ اَدَّتْ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ (۱: ۱۷) تو
جن کے (اعمال کی) کتاب ان کے دامن ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ اپنی کتاب خوش
خوش ہو ہو کر پڑھیں گے۔ يَا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ
رَاضِيَةٍ (۱۰۱: ۶) تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے وہ دل پسند

عیش میں ہوگا۔

موجودہ آیت کا ترجمہ ہوگا:

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا (رَحْمَتِهِمْ بِمَعْنَى جَنَّتِهِمْ ہے)۔
گزشتہ آیت میں سزا اور جزا کو مجمل طور پر بیان کیا گیا اس آیت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

== ذٰلِكَ - یعنی مومنین کا رحمتِ حق میں ادخال۔

== الْفَوْزُ الْمُبِينُ - موصوف و صفت - کھلی کامیابی - صاف صاف ہر ایک آمیزش سے پاک - صریح کامیابی - الْفَوْزُ کے معنی سلطنتی کے ساتھ خیر حاصل کرنے کے ہیں۔ الْمُبِينُ: کھلی ہوئی - صاف ظاہر - صریح۔

۲۵: ۲۱ = وَ اَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا: میں واو عاطفہ ہے۔ اَمَّا حرف شرط اور جو لوگ کفر کرتے ہیں۔ جملہ شرط ہے۔ اس کے بعد جواب اَمَّا محذوف ہے۔ اِی فِیْ قَالُ لَهُمْ - اَفَلَمْ تَكُنْ اِلٰیّیْ تُثَلِّیْ عَلَیْکُمْ: میں ہنرہ استفہامیہ ہے فاء حرف عطف ہے اس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے: اِی اَکْمُ یَا تِکُمْ رُسُلِیْ فَلَکُمْ تَكُنْ اِلٰیّیْ تُثَلِّیْ عَلَیْکُمْ: کیا میرے پیغمبر تمہارے پاس نہیں آتے تھے۔ اور پھر کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں۔ اَفَلَمْ تَكُنْ اِلٰیّیْ تُثَلِّیْ عَلَیْکُمْ: میں استفہام انکاری ہے یعنی انکار نفی ہے جو مفید اثبات ہے۔ انکار کی نفی اثبات ہے۔

== فَاسْتَكْبَرْتُمْ: پھر تم رسُن کر کے تکبر کیا کرتے تھے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استکبار (استفعال) مصدر۔ مطلب یہ کہ۔ سن کر بھی تم نے ان کو ماننے اور ان پر یقین کرنے میں تکبر سے کام لیا۔

== وَ کُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ: قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ موصوف و صفت - منصوب بوجہ خبر کان - گنہگار لوگ - مجرم لوگ - جرم کرنے والے لوگ: اِی کُنْتُمْ قَوْمًا عَادِیْمِ الاجرام - تم تھے ہی ایسی قوم جن کی عادت ہی کفر و جرم کرنے کی تھی۔

۲۵: ۳۲ = وَاِذَا - واو عاطفہ اور اذا شرطیہ ہے بمعنی جب - اِذَا قِیْلَ لَا رَنِبَ فِیْہَا - جملہ شرط ہے۔ اور قُلْتُمْ مَا نَنْذِرُیْ مَا لَسَا عَہُ الخ جواب شرط

== مَا نَذَرْنِي - مضارع منفى جمع متکلم در آیه (باب ضرب) مصدر - ہم نہیں جانتے
 الدرایۃ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے - درسی مادہ
 == اِنْ لَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِنِينَ - اِنْ لَّظُنُّ - اِنْ نَافِیۃ سے
 لَظُنُّ مضارع جمع متکلم - ظَنُّ (باب نصر) مصدر - ہم خیال نہیں کرتے - اِلَّا اِسْتِثْنَاء
 متصل - ظَنًّا کی تنوین تحقیر کے لئے ہے یعنی حقیر سا گمان - خفیف سا وہم - اِنْ لَّظُنُّ اِلَّا
 ظَنًّا محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی لگتا ہے -

مُتَّقِنِينَ - اِہم فاعل جمع مذکر - اِسْتِیقَانٌ (استفعال) مصدر یقین کرنے والے
 بحالت جری - اور ہم کو یقین نہیں -

الظَّنُّ - قرآن مجید میں شک (یا وہم و گمان) کے معنی میں بھی آیا ہے اور یقین کے
 معنی میں بھی - امام راغب اصفہانی المفردات میں رقمطراز ہیں -

الظَّنُّ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنُّ کہتے ہیں۔
 جب یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے - مگر جب نسبت کمزور
 ہو تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا - یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے
 اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اِنْ
 یا اِنَّ استعمال ہوتا ہے مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو
 پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص
 ہے چنانچہ آیات اَلَّذِیْنَ یُظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّسْلِقُوْنَ اَمْرًا یَّهْمُ (۲: ۲۶) جو یقین کئے
 ہوئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں - - - - میں ظن کا لفظ علم و یقین
 کے معنی میں استعمال ہوا ہے -

اور آیت وَذَٰلِیْنَ اِذْ ذَہَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ
 (۸۷: ۲۱) اور ذالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت
 میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر قابو نہیں پاسکیں گے، میں بعض مفسرین نے کہا
 کہ یہاں ظن بمعنی وہم لینا بہتر ہے -

اور علامہ زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ :-

قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے
 اور کہاں وہم کے معنی میں ہے - دو ضابطے ہیں :-

۱:- جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد
اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک
کے معنی مراد ہیں۔

۲:- ہر وہ ظن جس کے بعد اُن خفیف ہو گا وہاں شک کے معنی ہوں گے، جیسے کہ
بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلَى اٰهْلِيهِمْ اَبَدًا
(۱۲: ۲۸) بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال میں
کبھی لوٹ کر آنے کے ہی نہیں۔

اور ہر وہ ظن کہ جس کے ساتھ اُن مشدد متصل ہو گا بمعنی یقین ہو گا۔ جیسے ارشاد
اِنِّیْ ظَنَنْتُ اِنِّیْ مُلِقٌ حِسَابِیْہٖ (۲۰: ۶۹) بلاشبہ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا
میرا حساب۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم از مولانا عبد الرشید نعمانی
۳۳: ۲۵ = بَدَا - ماضی واحد مذکر غائب بَدَا وَ بَدَا اَنْ (باب نصر) مصدر۔ کھلم کھلا
ظاہر ہو گیا۔

= سَيِّئَاتُ - جمع سَيِّئَةٍ کی۔ بُرّائیاں۔ بُرے کام۔ گناہ۔ قباہتیں۔
وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا۔ یعنی دنیا میں جو بُرے عمل انہوں نے کئے تھے
ان کی بُرائیاں یا سزا ان کے سامنے آجائے گی؛ ان پر ظاہر ہو جائے گی۔
= حَاقَ بِهِمْ - حَاقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَقِيقُ باب ضرب، مصدر
اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔
= مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ - مَا اسم موصول۔ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا
مربح مَا موصول ہے۔ مراد جزاء۔ عذاب، سزا کَانُوا يَسْتَهْزِءُونَ: ماضی استمراری
جمع مذکر غائب (استفعال) مصدر بمعنی مذاق اڑانا۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑانا
حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ، جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے
تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

۳۴: ۲۵ = وَقِيلَ - وَادْعَاظَن - قِيلَ - اِیْ قِيلَ لَهُمْ: ان سے کہا جائیگا
ماضی مجہول بمعنی مستقبل - واحد مذکر غائب قَوْلُ باب نصر مصدر
= الْیَوْمَ - آج کے دن - (مراد یوم قیامت) - الْیَوْمَ یُسْتَعْتَبُونَ مقولہ

== تَنْسَاكُمْ مَضَارِعُ جَمْعِ مَتَكَلِّمٍ لِنِسْيَانٍ (باب سَمْع) مصدر كُنْ ضمير مفعول جمع من ذكر حاضر
ہم تم کو بھول جائیں گے۔ ہم تم کو فراموش کر دیں گے۔ ہم تم کو بھولے بسرے کی طرح بالکل
بھول دیں گے۔

== كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا: لِكَ حَرْفُ تَشْبِيهِ مَا مَوْصُولٌ نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ
هَذَا اس کا صلہ۔ جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔
يَوْمِكُمْ مضاف اُضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَاءَ کا۔

یہ مصدر کی اضافت اپنے ظرف کی طرف ہے فیکون المعنی : کما نسیتم لقاء
رَبِّكُمْ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا: اس کے معنی ہیں۔ جس طرح تم نے آج کے دن اللہ تعالیٰ
کے روبرو ہونے کو بھلا رکھا تھا۔

== وَمَا وَلَكُمْ النَّارُ: وَاوْ عاطفہ مَآوَلَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَاوِی اسم
ظرف مکان۔ اَوِی (باب ضرب) مصدر۔ ٹھکانا۔ پناہ گاہ۔ رہنے کی جگہ۔ حَبَدَ مَاوَلَكُمْ النَّارُ
کا عطف الیوم پر ہے۔ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اسی طرح وَمَا لَكُمْ مِنْ نَصْرٍ
معطوف ہے جس کا عطف الیوم پر ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔
ذَٰلِكُمُ الْعَذَابُ لَكُمْ۔ تمہارا یہ عذاب :

== بِأَنكُمْ سَبَّيْتُمْ أَنْ حَرْفُ مَثْبُتٍ بِالْفِعْلِ كُمْ ضمیر جمع من ذکر حاضر۔ بے شک تم
== اتَّخَذْتُمْ: ماضی جمع من ذکر حاضر۔ اتَّخَذَ (افتعال) مصدر۔ تم نے بنا رکھا تھا۔ تم نے
اختیار کر رکھا تھا۔

== آيَاتِ اللَّهِ هُزُؤًا: آيَاتِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ مفعول فعل اتَّخَذْتُمْ کا۔ هُزُؤًا
مصدر۔ باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ یعنی۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔
ترجمہ:- یہ عذاب تم پر بدیں سبب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو تم نے ہدف مذاق
بنا رکھا تھا۔

== وَغَوَّيْتُمْ: وَاوْ عاطفہ غَوَّيْتُمْ ماضی واحد متونث غَايَب غَوَّيْتُمْ باب نصر مصدر
دھوکہ دینا۔ فریب میں مبتلا کرنا۔ كُمْ ضمیر جمع من ذکر حاضر مفعول۔ اور ضمیمہ فاعل الْحَيَاةُ
الدُّنْيَا کی طرف راجع ہے۔ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا موصوف و صفت۔ دنیوی زندگی۔

ترجمہ ہو گا۔ اور دنیوی زندگی نے تم کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ (یعنی تم دنیا کی زندگی اور
اس کی عیش سامانیوں میں ہی ڈوب گئے تھے اور آخرت کو اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب

دہی اور اپنے اعمال کی جزا و سزا کو بالکل بھول گئے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے !

بدنیاز بندہ دل بہر کہ مرد است - کہ این دنیا سراپا رنج و درد است

برو بارے بگورستان گذر کن - کہ این دنیا حریفان را چہ کرد است

= فَالْيَوْمَ : پس آج کے دن ، یعنی آج قیامت کے دن ۔

= لَا يُخْرِجُونَ مِصْرَاعَ مُنْفًى مَجْهُولٍ : جمع مذکر غائب ، اِخْوَانُج (افعال) مصدر ۔

وہ باہر نہیں نکالے جائیں گے ۔

= مِنْهَا : اسی مِنَ النَّارِ ۔

= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ : واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف الیوم پر ہے لَہُمْ ضمیر جمع مذکر

غائب تاکید و تخصیص کے لئے ہے ، لَا يُسْتَعْتَبُونَ منارۃ منافی مجہول جمع مذکر غائب ہے

اِسْتَعْتَابُ (اِسْتَفْعَالُ) مصدر ۔

ترجمہ : اور ان سے اللہ کو راضی کرنے کی خواہش نہیں کی جائے گی ۔

استعتاب (استفعال) اعتاب (مادہ ع ت ب) سے مشتق ہے اِعتَابُ (باب

افعال) متعدی ۔ بمعنی رضا مند کرنا ۔ ازالہ ناراضگی کرنا ۔ طلب اعتاب ہے ۔ سو وَلَا هُمْ

يُسْتَعْتَبُونَ کا مطلب ہوا کہ : اور ان سے (اللہ کی) ناراضگی دور کرنے کی طلب کی جائے گی

کہ اے واصلیں جہنم اللہ کے آگے عاجزی و توبہ کر کے اس کی ناراضگی کو دور کر لو ۔ کیونکہ اس

وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا ۔ عمل کا وقت بیت چکا ہوگا ۔ جزا و سزا کا وقت شروع

ہو چکا ہوگا ۔

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرِجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ میں خطاب سے

غیبت کی طرف عدول ان سے اظہار بیزاری کے لئے ہے ۔ اردو زبان اس طرز بیان سے

نا آشنا ہے ۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں :-

یہ آخری فقرہ اس انداز میں ہے جیسے کوئی آقا اپنے کچھ خادموں کو ڈانٹنے کے بعد دوسروں

سے خطاب کر کے کہتا ہے ۔ کہ اچھا اب ان نالائقوں کی پرہیزاں ۔

فاٹدہ :- اوپر مباحث روحانیہ کا ذکر کر کے سورۃ کو اگلی دو آیات میں حمد باری

تعالیٰ پر ختم کیا گیا ہے ۔

= ۳۶:۴۵ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ : لِلّٰہ میں لام اختصاص کا ہے ۔ الْحَمْدُ کو اللہ

کے ساتھ مختص کیا گیا ہے:

الْحَمْدُ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف و ثناء صرف اور صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے: الْحَمْدُ مَبْدَأُ اللَّهِ اس کی خبر۔ خبر کو تاکید کے لئے مقدم لایا گیا ہے
= رَبِّ السَّمَوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ وَاللَّهُ تَعَالَى کی صفت میں ہے۔ رَبِّ الْعَالَمِينَ ماقبل سے بدل ہے۔ لفظ رَبِّ کی تکرار تاکید کے لئے ہے رُد
۳۵: ۳۴ = وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ: واو عاطفہ ہے لہ
میں لام تخصیص و حصر کے لئے ہے اور لہ کی تقدیم نے اس میں مزید تاکید پیدا کر دی ہے
یعنی کبریائی صرف اسی ایک خدائے وحدہ لا شریک کی ہے کوئی اور اس میں شریک نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

الْكِبْرِيَاءُ اسم مصدر۔ ہر ایک کی اطاعت سے بالاتر ہونا۔ سب پر فوقیت اور بزرگی رکھنا۔ (لغات القرآن) الْعِظَمَةُ وَالْمَلِكُ (عظمت و سلطنت) ابن الاثیر۔
اس جملہ کی تشریح میں امام راعب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔
اور آسمانوں اور زمین میں اس کے لئے بڑائی ہے اور اس کا ثبوت اس حدیث قدسی سے بھی ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعِظَمَةُ اِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي فِي وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَصَمْتُهُ۔ (کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری چادر ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ مزاحم ہوگا تو میں اسے گردن توڑ دوں گا۔

اور قرآن میں ہے:-

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتَنَّا عَمَّا وَحَدَّ نَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا وَتَكُوْنُ لَكُمُ الْكِبْرِيَاءُ فِي الْاَرْضِ (۱۰: ۲۸) وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس راہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہم کو بھیرو۔ اور اس ملک میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے۔ ایک شاعر نے کہا ہے:-

مراد را رسد کبریا و منی۔ کہ ملکش قدیم است و ذالشی غنی

= الْعَزِيزُ غالب، زبردست، قوی۔ عِزَّةٌ سے فَعِيل کے وزن پر معنی فاعل کا صیغہ ہے
= الْحَكِيمُ حکمت والا۔ بروزن فَعِيل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ دونوں اللہ اسماء حسنہ میں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

حَمَّ (٢٦)

سورة الاحقاف سورة محمد،
الفتح، الحجرات، ق، الذاريات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۲۶) سُوْرَةُ الْاِحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (۲۵۶)

حَمْدٌ: تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ

۲۶: ۱ = حَمْدٌ - حروف مقطعات ہیں۔

۲۶: ۲ = ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۵ متذکرۃ الصدر۔

۲۶: ۳ = مَا خَلَقْنَا: میں مآ نانیہ ہے

= رَاٰ بِالْحَقِّ - استثنا مفرغ - بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - حق پر - بہنی برحقیت و حکمت

= وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى - موصوف و صفت - معین وقت - موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ

مضاف محذوف کا - ای بتقدیر اجل مسمی یعنی ایک معین وقت پر قرار پانا۔

اَجَلٍ وقت مقررہ - مُّسَمًّى اسم مفعول - واحد مذکر - تَسْمِیۃ (تفعیل) مصدر سے

مقرر کردہ - نامزدہ - نام لیا ہوا - (نام رکھنے سے چیز متعین ہو جاتی ہے اَجَلٍ مُّسَمًّى ایسا وقت جو

مقرر ہو چکا - جس کی مدت متعین کی جا چکی ہو - اور اَجَلٍ مُّسَمًّى معطوف ہے جس کا

عطف الحق پر ہے - مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو بہنی برحق و حکمت اور

ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا ہے۔

= وَ الَّذِیْنَ: الایۃ، جملہ حالیہ ہے۔

= عَمَّا - مرکب ہے - عن حرف جار - اور مَا موصولہ سے اُنَّذِرُوْا، ماضی کا صیغہ جمع مذکر

غائب - اُنَّذِرُوْا (اَفْعَالٌ) مصدر - وہ ڈرائے گئے - ان کو ڈر سنایا گیا - (جس چیز سے یا جس

عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا ہے وہ اسی سے اعراض کرتے ہیں - روگردانی کرتے ہیں۔

مَا مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے ای والذین کفروا معرضون عن الانذار - وہ جو کافر

ہیں وہ عذاب کے ڈرائے سے لاپرواہی برتتے ہیں۔

== مَغْرَضُونَ، اسم فاعل جمع مذکر اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے :
 قُلْ: اے قل یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

== اَرَأَيْتُمْ ہمزہ استفہامیہ، تنبیہ کے طور پر آیا ہے۔ رَأَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔
 رُؤْيَا (باب فتح) مصدر رای مادہ۔ کیا تم نے دیکھا۔ اخبرونی: یعنی مجھے بتاؤ تو یہی
 مہلاتم نے غور سے دیکھا۔ اسی طرح اَلْمُتَوَرِّ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے نہیں معلوم؟
 یا ہل تری۔ کیا تمہارا یہ خیال نہیں کہ۔

== مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ: ما موصول ہے تَدْعُونَ جمع مذکر حاضر۔
 دُعَاءُ (باب نصر) مصدر۔ تم پکارتے ہو۔ تم پوجا کرتے ہو۔
 قُلْ: فعل امر، کفار سے مندرجہ ذیل سوال پوچھنے کا ارشاد ہوا ہے،
 ا۔ ان سے پوچھئے، کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (خدا سمجھ کر) مہلاتم نے کہہ ہی ان کو
 (غور سے) دیکھا ہے۔

۱۲۔ ان سے پوچھئے: جو انہوں نے زمین سے پیدا کیا ہے مہلاتم نے بھی دکھاؤ۔
 اَرُونِيْ اٰرَآءَکُمْ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ۔ می ضمیر
 مکمل۔ تم مجھے دکھاؤ۔

مَا ذَا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذام موصول۔ یا اگر کلمہ مَا ذَا واحد لیا جائے تو ما ذَا
 استفہامیہ معنی جو ہوگا۔

۳۔ ان سے پوچھئے: اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ کیا آسمانوں (کی تخلیق) میں
 ان کا کچھ حصہ ہے؟

۴۔ ان سے پوچھئے: اٰتٰوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا، لاؤ میرے پاس کوئی
 کتاب جو اس سے پہلے (یعنی قرآن مجید سے قبل) اتری ہو جس میں من دون اللہ کی
 پوجا کرنے یا اس کو خالق و معبود ٹھہرانے کی سند ہو)

اٰتٰوْنِيْ تم میرے پاس لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰتٰاں مصدر باب
 ضرب (بصلت۔ ن وقایہ می ضمیر واحد مکمل)

۵۔ ان سے پوچھئے۔ اَوْ اَشْرَکَہٗ مِّنْ عِلْمٍ۔ اے او اب توئی بآثرۃ مِّنْ عِلْمٍ یا لاؤ
 میرے پاس کوئی (دوسرا) علمی ثبوت۔ اَشْرَکَہٗ وہ روایت یا تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو
 = اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقٰیْنِ: اگر تم سچے ہو۔ اوپر متذکرۃ الصدر عبارت جواب شرط

اور جملہ ہذا شرط۔ شرط کو مؤخر اور جواب شرط کو مقدم لایا گیا ہے
 ۴۶: ۵ = مَنْ: استفہامیہ ہے کون؟ اَصْلُ الْفِعْلِ التَّفْضِيلُ کا صیغہ ہے؛
 زیادہ بے راہ۔ زیادہ گمراہ۔ مَنْ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ
 نہیں ہے۔

مِمَّنْ: مِنْ حروف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے: يَدْعُوْهُ مَضَارِعُ وَاحِدٌ
 مذکر غائب: دَعْوَةٌ رُبَّابٍ نصر، مصدر۔ وہ پکارتا ہے۔ وہ پوجا کرتا ہے۔
 يَدْعُوْهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ صلہ ہے اپنے موصول کا اور ضمیر فاعل عائد ہے مَنْ موصول
 کی طرف۔ اور يَدْعُوْهُ کا مفعول محذوف ہے ای يَدْعُوْهُ مَعْبُوْدًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ
 ترجمہ ہوگا۔ اور کون زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے اس لہجہ سے جو اللہ کو چھوڑ کر (دوسروں) کی
 پوجا کرتا ہے۔

= مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ: مَنْ موصولہ۔ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ اس کا صلہ۔ اور اس میں
 ضمیر فاعل مَنْ اسم موصول کی طرف راجع ہے۔

لَا يَسْتَجِيبُ: مضارع منفی واحد مذکر غائب اسْتَجَابَ مصدر (باب استفعال)
 وہ جواب نہ دے سکے گا۔

= اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ای ما دامت الدنیا جب تک دنیا باقی ہے۔ قیامت
 = وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ میں هُمْ مَعْبُودَانِ باطل کی طرف راجع ہے اور هِمْ
 ضمیر جمع مذکر غائب مَعْبُودَانِ باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ حیدر حالیہ ہے:
 اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

ای اصل ممن يدعوا من دون الله اصناماً ويطلب منها ما لا
 تستطيع الى يوم القيمة وهي غافلة عما يقول لا تسمع ولا تبصرو ولا
 تبطش لانها جماد حجارة صمّة۔

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے
 اور ان سے ایسی چیز مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اور جو وہ کہہ رہا ہے اس سے
 وہ غافل ہیں۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے ہیں
 مَعْبُودَانِ باطل میں جمادات، نباتات، جانور، ستارے یا سیارے بھی ہو سکتے

ہیں جو اپنے پوجنے والوں کی پکار نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں :
اور اس میں وہ انسان اور فرشتے بھی شامل ہیں جو کہ اپنے اپنے فرائض منصبی میں مشغول و مصروف
ہیں اور ان کو ان باطل پرستوں کی پوجا اور پکار کی خبر ہی نہیں۔

== وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ - واؤ عاقلہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے حُشِرَ ماضی مجہول سیغہ
واحد مذکر غائب ، اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے۔ یعنی قیامت کے روز۔

== كَانُوا لَهُمْ اَعْدَاءٌ - کَانُوا میں ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے :
اور لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب معبودان باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے
اَعْدَاءٌ کَانُوا کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مطلب یہ کہ جب حشر کے روز لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہی معبودان اپنے پجاریوں
کو فائدہ پہنچانے کی بجائے ضرر پہنچانے کا باعث بنیں گے :
== وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ : اور معبودان باطل اپنے پجاریوں کی پوجا سے
انکار کر دیں گے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کَانُوا کی ضمیر فاعل پجاریوں کے لئے ہو اور هُمْ معبودان باطل
کے لئے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا :-

اور معبودان باطل کے پجاری قیامت کے دن اپنے باطل معبودوں کی پوجا کرنے سے
انکار کر دیں گے کہ ہم تو ان کی پوجا نہیں کیا کرتے تھے۔

۴۶: ۷۰ == وَإِذَا - اوپر ۴۶: ۶ ملاحظہ ہو۔

== تُتْلَى : مضارع واحد مؤنث غائب تِلَاوَةً باب نصر، مصدر۔ وہ پڑھی جاتی
ہے۔ اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔

== اٰیٰتُنَا بَيِّنٰتٌ : اٰیٰتُنَا مضاف ، مضاف الیہ : ہماری آیات ، بَيِّنٰتٌ جمع ہے
بَيِّنَةٌ کی۔ بمعنی روشن۔ واضح۔ کھلی ، آیات کی صفت ہے۔ ہماری روشن اور واضح
آیات۔

== لِلْحَقِّ - سچی بات کو۔ حق کی بابت۔ حق سے مراد آیات ہیں۔ کَفَرُوا کے ساتھ صراحۃً
للحق کہنے سے یہ ظاہر کرتا مقصود ہے کہ آیات حق اور سچ ہیں۔ اور یہ لوگ بلاشبہ کافر، گمراہ
اور حق کے منکر ہیں۔

== لَمَّا جَاءَهُمْ - میں مبادرت اور عدم تدبیر کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حق کی بات یعنی آیات

بنیات جوں ہی ان کو پہنچیں تو انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر غور کئے فوراً کہہ دیا کہ یہ (آیات بنیات یعنی قرآن) صریح جادو ہے۔

جاء میں ضمیر فاعل حق کی طرف راجع ہے۔

== هذا۔ اسی القرآن (الخازن، الحق

== سِحْرٌ قُبَّائِيٌّ : موصوف و صفت، کھلا جادو۔ صریح جادو۔ صاف دعوایاں جادو۔

۸:۴۶ = اَمْ لَيَقُولُنَّ افْتَرَاهُ۔ اَمْ لِبَطْرِ حَسْرَتِ اضْرَابِ استعمال ہوا ہے۔ انتقال

من حکایتہ، شناعتم السابقة الی حکایۃ ما ہوا شنع منہا۔

ان کے ایک قبیلے امر سے دوسرے کی طرف انتقال جو پہلے قبیلے امر سے بھی قبیلے تر ہے، یہ بَلُّ (حرف اضراب) کی وہ صورت ہے کہ بَلُّ سے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے مابعد کو اس حکم اور زیادہ کر دیا جاتے۔

مثلاً اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

بَلِّ قَالُوا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِّ افْتَرَاهُ بَلِّ هُوَ شَاعِرٌ (۵:۲۱) بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ خیالات پریشان ہیں بلکہ اس نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالات پریشان کہتے ہیں پھر مزید اسے افتراء بتاتے ہیں۔ پھر اس پر انتقار نہیں کرتے بلکہ (نعوذ باللہ) آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

== اِنْ افْتَرَيْتَہ میں اِنْ شرطیہ ہے اِفْتَرَيْتَ ماضی واحد متکلم اِفْتَرَاوْ (افعال)

مصدر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ معنی یہ کہ :-

اگر اس کو میں نے از خود گھڑ لیا ہے اور اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے

اَلْقَرِیُّ (باب نصر) کے معنی جھڑے کے سینے اور درست کرنے کے لئے اسے

کاٹنے کے ہیں۔ اور اِفْتَرَاوْ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں

افتراء (باب افعال) کا لفظ اصلاح و فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس

کا زیادہ تر استعمال فساد کے لئے ہی ہوتا ہے، اسی قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم

کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

== لَا تَمْلِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر مِلْکٌ (باب ضرب) تم اختیار نہیں

رکھتے ہو، مطلب یہ کہ :- اگر میں نے اس قرآن مجید کو از خود گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام

منسوب کر دیا ہے تو اس افتراء پر اللہ کی طرف سے مجھ پر جو عذاب آئے گا اس کو تم میرے اوپر سے دفع کرنے کی بالکل قدرت نہیں رکھتے۔ پھر میں کیوں ایسا کر کے اللہ کا عذاب اپنے اوپر لوں۔
 = هُوَ - اِی اللہ - اَعْلَمُ - عَلِمْتُ سے افعِل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ خوب جانتے والا ہے۔

= بِمَا تَفِيضُونَ فِيهِ : ب معنی کو، مَا موصولہ۔ تَفِيضُونَ فِيهِ اس کا سلسلہ، فیہ کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ملے۔

ترجمہ ہو گا :- وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو۔ (ضیاء القرآن)
 مَا مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فیدہ کی ضمیر الحق یا القرآن کی طرف راجع اور ترجمہ ہو گا :- وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کے باب میں بنائے ہو وہ ما جہدی وہ باتیں کیا تھیں؟ کافروں کی وحی من اللہ کے متعلق بدگوئی۔ آیات اللہ کی بابت طعن، ان کو کبھی جا دو کہنا اور کبھی من گھڑت قرار دینا۔

تَفِيضُونَ مضارع جمع مذکر حاضر افاضۃ (افعال) مصدر۔ جس کا استعمال جب باتوں کے متعلق ہوتا ہے تو باتوں میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی میں ہے۔
 تَفِيضُونَ قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرا استعمال : اِذْ تَفِيضُونَ فِيهِ (۲۶:۱۰) جب تم کسی (عمل) میں مصروف ہوتے ہو۔ (ف ی ض) مادہ فاضن الماء کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا کے ہیں۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آیا ہے مثلاً تَوَيَّأَ عَيْنَاهُ تَفِيضًا مِّنَ الدَّمْعِ (۵:۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

پانی کے اوپر سے نیچے گرانے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً اِنَّ اَفِيضًا عَلَيْنَا مِّنَ الْمَاءِ۔ کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔

اور عرفات سے واپسی کے متعلق ارشاد ہے :- فَاِذَا اَفْضُتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ (۲:۱۴۸) جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو۔

= كَفَى بِهِ۔ كَفَى ماضی واحد مذکر غائب کفایۃ (باب ضراب) مصدر کافی ہونا کفَى بِهِ۔ وہی کافی ہے۔ كَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا بطور گواہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ یعنی اس کی گواہی دوسروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔
 كَفَى بِهِ یہ فاعل کا قائم مقام ہے۔ یعنی اللہ کافی ہے شہیداً حال ہے،

== بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ : متعلق بہ یا متعلق کفی ہے :

فائدہ ۴: اللہ کی شہادت بنی کریم اور منکرین کے متعلق یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و بلاغ اور منافقین کے کذب و انکار کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔
== وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ : حمدِ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کے لئے غفور اور رحیم ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے :

۴۶: ۹۔ قُلْ - اے قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== مَا كُنْتُ بِدُعَا - بِدُعَا كُنْتُ کی خبر ہے اس نے منسوب ہے۔ بِدُعَا نیا صفت مشبہ کا صیغہ ہے اتم فاعل اور اسم مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ بعض نے اول معنی میں معنی مبدع لیا ہے یعنی نئی باتیں کہنے والا اور بعض نے دوسرے معنی میں معنی مبدع لیا ہے یعنی نیا بھیجا ہوا۔ کہ جس سے پہلے کوئی پیغمبر نہ آیا ہو۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدُعَا قَرِئَ الرُّسُلِ - اے قل لہم یا نبی اللہ: ما کنت اول رسول ارسل الی البشر بل قد ارسل اللہ قبلی جمیع الرسل الی البشر فلا وجه لا سبعا دکہ رسالتی واستنکار کما یا ما انزل اللہ ارسل قبلی رسلاً کثیراً۔

== وَمَا اَدْرِی - مضارع منفی واحد متکلم دیرایہ مرد باب ضرب مصدر میں نہیں جانتا
== مَا یَفْعَلُ بَیْ - میں ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے جو میرے ساتھ کیا جائے گا۔ اور
ما استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ یَفْعَلُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

آیت وَمَا اَدْرِی مَا یَفْعَلُ بَیْ وَلَا بَکُمْ : اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔
ابن جریر اور متعدد محققین کے مطابق یہ دنیا کے احوال کے متعلق ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ آخرت کے متعلق ہے۔

== اِنْ اَتَّبَعُ - میں ان نافیہ ہے اَتَّبَعُ مضارع صیغہ واحد متکلم ہے اِتَّبَاعُ (افتعال) مصدر۔ میں پیروی نہیں کرتا، ہوں۔ میں اتباع نہیں کرتا ہوں۔

== مَا یُوحِی - ما موصولہ۔ یُوحِی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءُ

گروہ کا اعتراض ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے اس کے جواب میں اول الذکر کا موقف ہے کہ یہ آیت مدنی ہے بعد میں مکی سورۃ میں شامل کی گئی بعض کہتے ہیں کہ آیت کا نزول اس مباحثہ کے سلسلہ میں ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے کیا تھا۔ اس صورت میں شاید سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور مثلم سے مراد ہوگی توریت؛ اور شہادت سے مراد ہوگی توریت کی وہ صراحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق اللہ نے کر دی تھی۔ توریت کے اندر وہ مضامین ہیں جو قرآن کی تصدیق کر رہے ہیں۔

مثلم میں لفظ مثل زائد ہے اور مثلم کی ضمیمہ قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ یا اگر لفظ مثل زائد نہیں ہے تو عربی کے اسلوب بیان میں مثل کا اطلاق بنفسی اسی ذات پر جائز ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ مثلك لا يفعل هذا تیرے جیسا شخص یہ فعل نہیں کرتا۔ اسی لا ینبغی لك انت ان تفعله مطلب یہ کہ تیری شان کے لائق نہیں کہ تو یہ فعل کرے۔ تو یہ فعل نہیں کرتا۔

لہذا یہاں مثلم سے مراد علیٰ هذا القرآن ہے۔ معنی ہوئے۔ و شہد شاہد من بنی اسرائیل علیٰ ان هذا القرآن وحی منزل حقاً من عند اللہ۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ بہ گواہی دے چکا ہے کہ یہ قرآن سچ سچ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

== لَا يَهْدِي، مضارع منفی واحد مذکر غائب ہدایت (باب ضرب) مصدر وہ ہدایت نہیں کرتا۔

== اَنْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ - موصوف و صفت مل کر مفعول فعل لَا يَهْدِي کا۔ ظالم لوگوں کو۔

۴۶: ۱۱ = اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا - میں اشارہ سرداران قریش، رؤسایہود اور کفار مکہ کی طرف ہے۔

== لِلَّذِيْنَ - ای فی شأنہم ان کے متعلق۔ ان کی بابت۔

== لَوْ كَانَ خَيْرًا - ای لو کان هذا الدین او هذا القرآن خیرًا۔

اگر یہ دین یا قرآن حق ہوتا، بہتر چیز ہوتا۔ خیراً خبر ہے کان کی، حملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ: جواب شرط۔ (یہ) ہم پر اس دین کی طرف بڑھنے میں سبقت نہ

لے جاتے۔

== اِذْ : جب ، اسمِ ظرفِ زمان ہے اذ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے اور کبھی تعلیل یعنی کسی چیز کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ (۴۳: ۳۹) اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جبکہ تم ظالم ہو چکے۔ یعنی تمہارے ظلم کے سبب آج تم کو نفع کچھ بھی نہیں ہو سکتا: آیت ہدایں اِذْ تعلیل کے لئے آیا ہے اِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ : کیونکہ قرآن سے ان کو ہدایت نصیب ہوئی (تو اب یہ کہیں گے)

== لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ - لَمْ يَهْتَدُوا مضارع منفی جہد بکُم۔ صیغہ جمع مذکر غائب اِهْتَدَا (رافعال) مصدر۔ انہوں نے ہدایت نہ پائی۔ یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع دین یا قرآن ہے۔

== فَسَيَقُولُونَ - فَ سببیہ ہے۔ تو یہ اب کہیں گے (یعنی پہلا کلام اس کلام کا سبب ہے اور یہ کلام ہدایت یا ب نہ ہونے کا نتیجہ ہے) ظہور عناد اور گمراہی اسی بات کے کہنے کا سبب ہے۔

== هَذَا - اِی القرآن۔

== اِفْلَکٌ قَدِیْمٌ - موصوف صفت : پُرانا جھوٹ۔

== ۴۶: ۱۲ وَ مِنْ قَبْلِهِ کِتَابٌ مُّوسٰی - وَ اَوْ حَالِیہ ہے مِنْ قَبْلِهِ خبر مقدم کِتَابِ مُّوسٰی - مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخرہ حالانکہ اس سے قبل کتابِ موسیٰ (توراة) آچکی تھی۔ (امام اور رحمت بن کر) مِنْ قَبْلِهِ میں ضمیر کا مرجع القرآن ہے،

== اِمَّا مَا دَرَسَ حَمَّتَ حَال - بصورت امام و رحمت، امام بن کر اور رحمت بن کر۔ امام امام مادہ ۴۰ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدار کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو۔ اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ اس کی جمع اِئِمَّة (افعلتہ) ہے۔

مَرَحْمَةً : رحمت بن کر۔ یعنی اس شخص کے لئے رحمت بن کر جو اس پر ایمان لایا اور اس کے احکام پر عمل کیا

== هَذَا - اِی القرآن۔

== کِتَابٌ مُّصَدِّقٌ : موصوف و صفت، مُّصَدِّقٌ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ تَصَدِّقٌ (تَفْعِلُ) مصدر سے۔ تصدیق کرنے والی۔ سچا بتانے والی، یعنی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے یا جمیع کتب سماوی جو اس سے قبل اللہ کی طرف سے اس کے فرستادہ رسولوں پر نازل ہوئیں انہی کی تصدیق کرتی ہے،
 = لِسَانًا عَرَبِيًّا۔ کِتَابٌ مُّصَدِّقٌ مِّمَّنْ کِتَابُ الَّذِیْ فِیْهِ اٰیٰتٌ لِّمَنْ یَّعْلَمُ۔ اسی حال کونہ بلسان عربی درآں حالیکہ وہ زبان عربی میں ہے جو دیگر زبانوں سے افضل ترین زبان ہے۔ بمصدق ارشاد ربانی: لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۲۶: ۱۹۴: ۱۹۵) تاکہ تم (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو فصیح عربی زبان میں۔ اور قُرْآنًا عَرَبِیًّا غَیْرِ ذِیْ عِوَجٍ (۲۸: ۳۹) یہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔
 = لَیُنْذِرَنَّ۔ لام تعلیل کا ہے یُنْذِرُ مضارع معوض (منصوب بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ وہ ڈرائے (نافرمانی کے نتیجہ بد سے) ضمیر فاعل کتاب یا اللہ یا رسول کسی کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

= اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول فعل یُنْذِرُ کا۔
 = وَبَشَرِیْ۔ داؤد عاطف، بَشَرِیْ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے اسی وَبَشَرِیْ بَشَرِیْ اور تاکہ خوشخبری دیوے (محسنین کو)

= اَلْمُحْسِنِیْنَ اِحْسَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، نیکی کرنے والے، یہاں الْمُحْسِنِیْنَ بقرابہ اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا آیا ہے۔ اول الذکر سے مراد کفار اور ثانی سے مراد مؤمنین ہیں
 = ۱۳: ۴۶ اِسْتَقَامُوْا ماضی جمع مذکر غائب، اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) مصدر۔
 وہ قائم ہے۔ وہ ثابت قدم ہے۔ استقامت کے معنی راستہ کے خط مستقیم کی طرح سیدھا ہونے کے ہیں۔ بالکل سیدھا راستہ، تشبیہ کے طور پر راہِ حق کو بھی صِرَاطِ مستقیم کہا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (۵: ۱) ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔

= فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ: یعنی مرنے کے بعد ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔

= وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ: اور نہ کسی مرغوب شے کے فوت ہونے کا ان کو غم ہوگا۔
 لَا یَحْزَنُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنٌ (باب سجع) مصدر، نہ وہ غمگین ہوں گے اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا (الم: ۳)
 = ۱۴: ۴۶ اُولَٰئِكَ: اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ مشارک الیہم وہ اصحاب ہیں جن میں مندرجہ

بالا اوصاف ہوں گے :

(۱) قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ۔

(۲) ثُمَّ اسْتَقَامُوا

== جَزَاءً : مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔ اِی یُجْزَوْنَ جَزَاءً ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

== بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ب سبب۔ کَانُوا يَعْمَلُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بسبب ان اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

۴۶: ۱۵ = وَصَّيْنَا : ماضی جمع متکلم۔ تَوْصِيَّةٌ تَفْعِيلٌ مصدر۔ ہم نے حکم دیا وصیت کا فاعل حبیب اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی فرض کرنا اور حکم دینا ہوتا ہے، وصی مادہ۔ الوصیۃ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کے ہیں وصیت کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسے وَوَصَّي بِهَا اِبْرَاهِيمُ بَلِيَّهٖ وَيَعْقُوْبُ (۱۳۲: ۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی۔ نصیحت، حق بات کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۱۰۳: ۳) اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے ہوئے۔

== اَلْاِنْسَانُ کے متعلق دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ الہ عہد کا ہے اور اس سے مراد ایک خاص انسان یعنی حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ دوسرا یہ کہ ال انسان میں الف لام جنس کا ہے خواہ آیت کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں ہی ہوا ہو۔

== بِوَالِدَيْهِ : اپنے والدین کے ساتھ۔ یعنی ماں باپ ہر دو کے ساتھ۔
== اِحْسَانًا۔ یہ وصیئنا کا مفعول ثانی ہے (ال انسان) مفعول اول ہے لہذا اِنْصَوْا اِحْسَانٌ نیکی کرنا۔ بروزن افعال مصدر ہے۔ اِحْسَانٌ دو معنوں میں آتا ہے ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے جیسا کہ اس آیت میں ہے :

دوسرے کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے لئے جیسے اَلَّذِي اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ (۳۲: ۴) جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح انجام دیا (پیدا کیا)

== حَمَلَتْہُ : حَمَلْتُ ماضی واحد مؤنث غائب : حاملہ مفعول واحد مذکر غائب اُس (عورت) نے اس (انسان) کو اٹھایا۔ یعنی پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ حَمْلٌ بوجہ، پیٹ کا

بچہ، جمال بوجھ اٹھانے والا۔ حَامِلَةٌ بوجھ اٹھانے والی۔ پیٹ میں بچہ رکھنے والی۔
 = كُرْهًا۔ تکلیف سے، ناگواری کے ساتھ برداشت کر کے۔ بحالت ناگواری، حال ہے
 = وَضَعْتُ: ماضی واحد مؤنث غائب وضع (باب فتح) مصدر کا ضمیر مفعول
 واحد مذکر غائب اس (عورت) نے اس (الانسان) کو جانا۔

= حَمْلٌ: اس کا حمل میں رہنا۔ مضاف مضاف الیہ (حمل کی مدت)
 = فَضْلٌ: مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دودھ چھڑانا۔ (پیدائش سے دودھ چھڑانے
 تک کی مدت)

= ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔ تیس مہینے۔

= حَتَّى: حرف جر ہے اور انتہاء غایت کے لئے آتا ہے۔ جب تک، یہاں تک
 اس سے قبل فعل محذوف ہے ای اِسْتَمَرَّتْ حَيَاتُہُ وہ زندہ رہا حتیٰ کہ ادھیڑ عمر کو پہنچا
 اور اس کی قوت و عقل بچتے ہو گئی۔

= اِذَا حَبٍ۔ بَلَغَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ پہنچا۔ بُلُوغٌ اور سِلَاحٌ رباب
 نصر، مصدر سے جس کے معنی انتہائی مقصد اور انتہا تک پہنچنے کے ہیں خواہ وہ
 مقصد و منتہی کوئی مقام ہو یا وقت یا کوئی اور شے۔

= اَشْدُّ: مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بَلَغَ کا۔ اَشَدُّ قوت و تمیز اور
 عقل کا بختگی کو پہنچنا۔ مکمل ہو جانا۔

مطلب یہ ہے کہ وہ جتنا رہا یہاں تک کہ جب وہ عقل و قوت کی بختگی کو پہنچ گیا۔
 اور چالیس برس کا ہو گیا۔

= رَبِّ: ای یاربّی۔ اے میرے رب، اے میرے پروردگار۔
 = اَوْزِعْنِي۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر، اِيْزَاعٌ (افعال) مصدر، جس کے معنی کسی
 چیز پر جمائے اور الہام کرنے کے ہیں۔ ن وقایہ، اور ہی ضمیر واحد متکلم کے لئے۔
 تو مجھے توفیق عطا فرما۔ تو میری قسمت میں کر دے۔

اَلْوُزْعُ کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔

المفردات میں ہے:-

وَزَعْنِي عَنْ كَذَا۔ کے معنی کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا کے ہیں۔
 رَبِّ اَوْزِعْنِي اِنْ اَشْكُرْ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ۔ اے پروردگار مجھے

توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر کئے ہیں ان کا شکر کروں۔

بعض نے اَوْزَعْنِي کے معنی اَلْهَمْنِي کئے ہیں۔ یعنی مجھے شکرگزاری کا الہام کر۔ مگر اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھے شکرگزاری کا اس قدر شیفتہ بنادے کہ میں اپنے نفس کو تیری ناشکری سے روک لوں۔

اور یَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَاُ اللّٰهِ اِلٰی النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ (۴۱: ۱۶) جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے تو سب ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔ اس میں یُوزَعُونَ سے مراد انہیں عقوبت کے طور پر روک لینا ہے۔

== اَنْ۔ مصدر یہ ہے اَشْكُرْ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ کہ میں تیرا شکر ادا کروں :

== تَرْضَاهُ۔ تَرْضٰی۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ رَضٰی (باب سمع) مصدر سے کا ضیہ واحد مذکر غائب۔ تو اس سے راضی ہو۔ تو اس کو پسند کرے۔

== اَصْلَحَ لِي۔ اَصْلَحَ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَصْلَحَ (افعال) مصدر (میرے لئے) صلاحیت پیدا کرے (میری اولاد میں) یعنی میری اولاد کو بھی توفیق خیر دے اور محل صلاحیت بنائے۔

== وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ اور بے شک میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں اس جملہ میں وَاِنِّي مُسْلِمٌ سے زیادہ انکساری ہے۔

۱۶: ۴۶ == اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ اس میں الانسان کی طرف اشارہ ہے اور جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہے کہ الانسان سے مراد جنس انسان ہے جو اوصاف بالا سے متصف ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں۔

== نَتَقَبَّلُ؛ مضارع جمع متکلم تَقَبَّلُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ ہم قبول کر لیں گے :

== اَحْسَنَ مَا عَمِلُوا؛ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :- اَحْسَنَ : فعل مباح حَسَنٌ (اچھا) تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سے ثواب نہیں ملتا اور آیت میں وہ اعمال مراد ہیں جن کا ثواب دیا جائے گا۔ اس لئے ان اعمال کو اَحْسَنُ (بہت اچھے) فرمایا۔ یا دوسروں کے اعمال سے ان کے اعمال کو بہتر قرار دے کر قبول کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس وقت صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہوگی، یعنی ہم ان کے وہ اعمال قبول کرتے ہیں جو دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے :-

ولا يلزم منه ان لا يتقبل منهم الا اعمال الحسنه بل يكون فيه اشار
الى ان كل اعمالهم احسن عند الله (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اعمال حسنہ
قبول نہیں کئے جائیں گے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ ان کے سارے اعمال اللہ کے نزدیک احسن ہیں
تفسیر جلالین میں ہے :-

أَحْسَنَ بِمَعْنَى حَسَنَ اور یہی راجح ہے، مطلب یہ کہ جو فعل ان کا اچھا ہے اس کا
بدلہ دیا جائے گا۔ اور جو سیئہ (برائے) ہے اس سے درگزر کیا جائے گا۔
= وَنَجَّأَوْزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ - نَجَّأَوْزُ : مضارع جمع متکلم شجَّأَوْزُ (تَفَاعُلُ)
مصدر۔ بمعنی درگزر کرنا۔ (نَجَّأَوْزُ کرنا) اور ہم ان کی برائیوں سے درگزر کریں گے۔
= فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ - اِی ہدیٰ فی جملۃ اصحاب الجنۃ واعدادہم۔
یعنی وہ جملہ اہل جنت ہیں سے ہوں گے ان کا شمار جنتیوں میں ہوگا
= وَعْدَ الصِّدْقِ، وَعْدَ مصدر منصوب بوجہ مفعول۔ الصِّدْقُ سچ، صداقت
مضاف مضاف الیہ۔ سچ کا وعدہ، سچا وعدہ۔ (سچی بات، یعنی نیکیوں کی جزا اور برائیوں سے درگزر)
وعد الصّدق سے قبل عبارت محذوف ہے اِی تنجزلہم وعد الصّدق
ہم نے پورا کر دیا ان کے ساتھ سچا وعدہ۔ یعنی مومنوں کے نیک کام کی جزا دیں گے اور ان کی
برائیوں سے درگزر کریں گے۔

= الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ہ جو ان سے کیا جاتا تھا۔ (دنیا میں) یہ وعد الصّدق
کی تعریف ہے۔ كَانُوا يُوعَدُونَ ہ ماضی استمراری مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب
۲۶: ۱۷ وَالَّذِي قَالَ لَوَالِدَيْهِ - آیات ۱۵-۱۶ میں بندہ مومن کا کردار ادا کیا گیا
کہ وہ اپنے رب کا اطاعت گزار اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے جن گوناگوں نعمتوں سے
اسے سرفراز کیا جاتا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے۔

اب ایسے شخص کا کردار بیان کیا جا رہا ہے جسے آخرت پر ایمان نہیں اور اپنے خالق سے
روگرداں ہے اپنے ماں باپ کا گستاخ ہے۔ انہیں بات بات پر جھڑکتا ہے اگر وہ اس
کی اصلاح احوال کے لئے کوشش کرتے ہیں تو ان کا مذاق اڑاتا ہے ان کو احمق اور
بیوقوف سمجھتا ہے (جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کے وعدہ حق یعنی حیات بعد الممات، اعمال
نیک کی جزا اور اعمال بد کی سزا بہشت اور دوزخ کی بات کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ کچھ

نہیں محض پہلے لوگوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں (تفسیر حقانی)
 وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا اتَّعِدَانِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ
 خَلَتْ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي -

الذی بمعنی الذین ہے اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے والدین کا
 نافرمان اور کج بحث ہے۔ الذی بمعنی الذین کی مثالیں کلام عرب اور قرآن مجید میں متعدد ملتی
 ہیں جیسے کہ سورۃ البقرہ میں ہے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا
 أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَدِ
 يُبْصِرُونَ ۝ (۱۷: ۲) بِنُورِهِمْ اور تَرَكَهُمْ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب
 اور يُبْصِرُونَ میں ضمیر جمع مذکر غائب سے صریحاً ثابت ہے کہ الَّذِي سے مراد
 الذین ہے۔ ایسی اور کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔

== اُفٍّ۔ ہوں۔ اصل میں اُفٍّ ہر قسم کے میل کپیل (جیسے ناخن کا تراشہ وغیرہ) کو کہتے ہیں
 اور اسی اعتبار سے کسی چیز کے متعلق گرائی اور نفرت کے اظہار کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے
 اصمعی کا بیان ہے کہ اُفٍّ کان کا میل ہے اور لُفٍّ ناخن کا۔ کسی چیز سے گھن ظاہر کرتے
 وقت اُفٍّ کہا جاتا ہے چنانچہ اس معنی میں یہ کثرت سے بولا گیا کہ ہر اذیت رساں چیز کے بارے
 میں اہل عرب اس کا استعمال کرنے لگے۔ یہ یا تو اسم فعل ہے یا اسم صوت جو تنگ دلی اور گرائی
 کو بتاتا ہے۔ افسوس ہے تم دونوں پر

اَلْعِدَانِي - تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو۔ ڈراتے ہو یا دھمکی دیتے ہو۔ لَعِدَانِ
 مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ ت اول تثنیہ کا اور دوسرا ت وقایہ کا ہے اور ی ضمیر واحد
 متکلم۔ کیا تم دونوں مجھے (اس بات پر) ڈراتے ہو کہ قبر سے دوبارہ زندہ کر کے نکالا جاؤنگا
 اس میں استفہام سوالیہ نہیں بلکہ انکاریہ تو بخیر ہے۔ اف کہنے کی وجہ کو ظاہر کر رہا ہے
 == وَقَدْ خَلَتْ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي - داؤد حالیہ ہے جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
 اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای ولم يرجع بعد ان مات۔ مرنے کے بعد کوئی
 واپس نہیں آئی

قَدْ خَلَتْ ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد
 مؤنث غائب خَلَوْ (باب نصر) مصدر۔ وہ گزر گئی۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔ گزر گئیں۔
 == الْقُرُونُ: قُرُون کی جمع۔ زمانے، صدیاں، جماعتیں۔ قومیں۔ یہاں قومیں مراد ہیں

ترجمہ :- اور حال یہ ہے کہ مجھ سے پہلے گئی قومیں مٹ گئیں اور مدت کے بعد کوئی بھی واپس نہیں آئی :

== وَ هُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ - جملہ حالیہ ہے اللہ مفعول ہے يَسْتَغِيثَانِ کا۔ يَسْتَغِيثَانِ فعل مضارع تشييد مذکر غائب، استغاثت (استفعال) مصدر فریاد کرنا۔ در آن حالیکہ وہ دونوں اللہ سے (نالائق اولاد کے کفر والحاد سے گھبرا کر) فریاد کر رہے ہوتے ہیں (کہ اللہ کرے ان کا لڑکاراہ حق اختیار کرے اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آئے)

== وَيُكَفِّرُ مضاف مضاف الیہ۔ تیری کم بختی، اسے اے کبخت، اَمِنْ، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (باب نصر) مصدر سے : تو ایمان لے آ۔ اِیْ اَمِنْ بِاللّٰهِ وَالْبَعْثِ بعد الموت۔ یعنی اللہ پر اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آ۔

وَيُكَفِّرُ اَمِنْ سے قبل و يقولان لولد هما (اور کہتے ہیں اپنے لڑکے سے) محذوف ہے۔

== اِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ - بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وعدہ سے مراد وعدۃ بعث بعد الموت ہے۔

== فَيَقُولُ - اِیْ فَيَقُولُ ذٰلِكَ الْوَلَدُ الْعَاقُ الْمُنْكَرُ لِلْبَعْثِ وہ نافرمان منکر بعث بعد الموت لڑکا جواب دیتا ہے۔

== مَا هٰذَا - ما نافیہ ہے ہذا کا اشارہ اسی بعث بعد الموت اور عذاب آخرت کی طرف ہے۔ اِیْ اِنَّ الَّذِيْ تَعِدُنِيْ اَيَاہُ مِنَ الْبَعْثِ بعد الموت۔ جس بعث بعد الموت کا تم مجھ کو ڈرا دے ہے ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

== اِلَّا اَسَاطِيرُ الْاَوَّلٰیْنَ - اِلَّا حرف استثناء مگر، سوائے اس کے کہ اَسَاطِيرُ الْاَوَّلٰیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَسَاطِرُ اسطورتہ کی جمع۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے اسطورہ کہلاتی ہے۔ یہ وعدۃ آخرت و عذاب آخرت کچھ بھی نہیں سوائے پہلے لوگوں کی من گھڑت باتوں کے۔

۴۶ : ۱۸ = اُولٰٓئِكَ - اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشاۃ البہم وہ لوگ ہیں جو نافرمان اور بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔ جن کا ذکر والذی قال لوالدیه اف لکما..... الایۃ میں اوپر مذکور ہوا ہے

== حَقٌّ ماضی واحد مذکر غائب حَقٌّ باب ضرب، نصر، مصدر کسی چیز کا ثابت ہونا۔ یقینی ہونا۔ یہاں بمعنی حق ہوا۔ ثابت ہوا۔ ثابت ہو کر رہا۔

== الْقَوْلُ۔ وهو قوله تعالى لا بليس۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ لَا مُلْتَقَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَتَّبِعُكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ (۸۵:۸۴:۸۳) حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب جہنم کو بھر دوں گا۔

== فِي أُمِّهِ۔ فِي بمعنی متعلق۔ أُمِّهِ جمع اُمِّہ کی۔ گزشتہ کافرا متوں کے بارے میں الْقَوْلُ فِي أُمِّهِ۔ وعدۂ عذاب جنّ و انس کی ان امتوں کی بابت جو ان سے قبل گزر چکیں۔

ترجمہ ہوگا:-

یہی وہ لوگ ہیں جن پر وہ وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ جو ان سے قبل جنوں اور انسانوں کی امتوں کی بابت تھا۔

== قَدْ خَلَتْ : جو گزر چکیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرہ بالا۔

== مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ۔ یہ أُمِّہ کا بیان ہے۔

== إِنَّهُمْ كَانُوا خَسِرَتَيْنِ۔ بے شک یہ خسارہ پانے والے ہیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کی طرف اُولَئِكَ میں اشارہ ہے۔

۸۶:۱۹ = وَ لِكُلِّ اِحْدٰی الْفَرِیْقَیْنِ الْمَذْكُورَیْنِ، مذکورہ بالا ہر دو فریقین میں سے ہر ایک کے لئے۔

وہ دونوں فریقین کون سے ہیں۔

۱:- فریق اول : مذکورہ فی آیت : اُولَئِكَ الَّذِیْنَ نَقَبَلُ عَنْهُمْ :

فریق دوم:- اُولَئِكَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ :

یا ۲:- فریق اول:- الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ.....

فریق دوم:- الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدِیْهِ اُفٍّ.....

== مِمَّا۔ مرکب مِنْ بیانیہ اور مَا موصولہ سے۔ اِیْ مِنَ الَّذِیْ عَمِلُوْهُ مِنَ الْخَیْرِ

وَالشَّرِّ

ترجمہ:- اور جو (اچھے یا برے) اعمال انہوں نے کئے اس کے مطابق ان میں سے ہر ایک کے لئے

درجات (مرتبے) ہوں گے :

== وَ لِيُؤَفِّيَهُمْ ذَا وَ عَاطِفٌ لَّامٌ تَعْلِيلٌ كَا - يُؤَفِّيْ مَضَارِعٌ مَنْصُوبٌ (بِوَجْهِ عِلٍّ لَّامٍ) وَ اَحَدٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ : ضَمِيرٌ فَاعِلٌ اَللّٰهُ تَعَالٰی كِي طَرَفٍ رَّابِعٌ هُوَ تَوْفِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرٌ هُمُ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ كَلَّ كَ لَمْ يَكُنْ (يَا رَجَبُ بِنْدِي اِس لَمْ يَكُنْ) وَ اِنْ كُوْرَانِ كَ اَعْمَالِ كَامٍ پُورِ پُورِ اِيْدَلْ - اَعْمَالُ لَهُمْ مَفْعُولٌ ثَانِي هُوَ يُؤَفِّيْ كَا - لِهَذَا مَنْصُوبٌ هُوَ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُونَ - جَمْلٌ حَالِيہ ہُوَ دَرِ اَلْ حَالِيكُہ اِنْ پَر ظَلَمَ نَہِيں كِيَا جَانِيكَا ، يَٰعْنِيْ نَہ كُسي كَ سَا تَہ نِيك كَام كَ ثَوَابِ مِيں كَمِي كِي جَا تَے كِي - اُوْر نہ ہرے كَام كِي سَرا مِيں زِيَادَتِي بَر تِي جَل تَے كِي :

۲۶: ۲۰ = وَ يَوْمَ : ذَا وَ عَاطِفٌ هُوَ يَوْمٌ مَفْعُولٌ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَا - اِيْ اَذْكُرُ الْيَوْمَ اُوْر يَادْكُرُوْا اِس دِن كُو جس دِن كَ - يَا مَفْعُولٌ فِيْہ ہُوْنِے كِي وَجہ سَے مَنْصُوبٌ هُوَ :
== يُعْرِضُ النَّارِ عَلَى الْكَافِرِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ - يُعْرِضُ مَضَارِعٌ مُجْهُولٌ وَ اَحَدٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ - عَرَضٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ (جَمْعُ كَ مَعْنٰی مِيں) پِش كَے جَاوِيں كَے عَلٰی النَّارِ اِيْ اِيْ عَلٰی الْجَهَنَّمَ - جس دِن كَافِرُ لُوكُ جَهَنَّمَ كَے سَا مَنے لَا تَے جَا تِيں كَے :
== اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ : اِس سَے قَبْلُ جَمْلٌ قِيلَ لَهُمْ مَحْذُوفٌ هُوَ اِنْ اِس سَے كَہَا جَا تَے كَا - طَيِّبَاتِكُمْ مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْہ - تَہا رِي لَذَت كِي چيزِيں ، تَہا رِي نَعْمَتِيں تَم لَے چكے ہُو اِنِي نَعْمَتُوں كَا لَطْفُ ،

اِس مَعْنٰی مِيں اُوْر جگہ قُرْآنِ مَجِيدِ مِيں ہُو :-

فَلَا تَعْضَلُوْهُنَّ لِتَذْهَبْنَ بِهَبْوٍ اَبْعَضٍ مَا اتَيْنَهُنَّ (۱۹: ۴) تَم اِنْ كُو اِنِے گھروں مِيں نہ رُو ك رَکھو كَہ اِس طَرَحِ تَہرُ وَ غِيْرَہ كِي كَچھ رَقْمِ اِنْ سَے وَ اِلَپس لَے لُو -
== اِسْتَمْتَعْتُمْ مَاضِي جَمْعٌ مَذَكْرٌ حَاضِرٌ اِسْتِمْتَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مَصْدَرٌ - تَم كَامِ مِيں لَا تَے - تَم نَے فَا تَہ اُٹھَا يَا - بِہَا مِيں ضَمِيرٌ وَ اَحَدٌ مَوْثُ غَائِبٌ بِطَيِّبَاتِ كِي طَرَفِ رَابِعٌ ، تَم اِنْ (نَعْمَتُوں) سَے اِنِي دُنْيَا كِي زَندگِي مِيں لَطْفُ لَے چكے ہُو -

== فَا لِيَوْمَ - اِلَپس آج كَے دِن ، اِلَپس آج -

== تَجْزَوْنَ - مَضَارِعٌ مُجْهُولٌ جَمْعٌ مَذَكْرٌ حَاضِرٌ جَزَاءٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ - تَم جِزَارِ دِيے جَاؤ كَے - تَم بَدَلِ دِيے جَاؤ كَے -

== عَذَابُ الْهُونِ : اِسْمٌ - ذِلَّتٌ ، رِسْوَالِي - خَوَارِي ، رِسْوَالِي وَ ذِلَّتٌ كَا عَذَابُ

یعنی وہ عذاب جس میں تمہاری ذلت و تحقیر ہے۔

== بِمَا۔ میں بیا سبب یہ ہے اور مَا مصدر یہ یعنی باطل طور پر بڑا بننے اور اللہ کی اطاعت خارج ہونے کی وجہ سے۔

== كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ہ ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر، اسْتَكْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ تم گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ تم تکبر کیا کرتے تھے۔

== وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ ہ اور بوجہ اس کے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔ تَفْسُقُونَ مضارع جمع مذکر حاضر فُسُوقٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی خدا کے فرمان سے باہر ہونا۔ نافرمانی کرنا۔ فسق کرنا۔

۲۶:۲۱ = وَادْكُرْ۔ وادْعَا طِفْ اذْكُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ذِكْرٌ باب نصر۔ مصدر۔ تو یاد کر۔ تو ذکر کر۔ تو ذکر کرنا۔

== اَخَا عَادٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُذْكُرْ کا۔ تو یاد کر، قوم عاد کے بھائی (ہود) کو۔ یا تو ذکر کرنا (ان کو یعنی کفار مکہ کو، خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) قوم عاد کے بھائی ہڈ کا

== اِذْ اَنْذَرْتُ قَوْمًا۔ اِذْ۔ جب۔ نَظَرْتُ زمان، اَنْذَرْتُ ماضی واحد مذکر غائب اَنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے ڈرایا۔ قَوْمًا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَنْذَرْتُ کا، جب اس نے اپنی قوم (دوالوں) کو ڈرایا۔

== بِالْاَحْقَافِ۔ ای فی الاحقاف، احقاف میں۔ یعنی جو احقاف میں رہتی تھی الاحقاف حَقْفٌ کی جمع ہے۔ حَقْفٌ ریت کے اس ٹیلے کو کہتے ہیں جو مستطیل ہو اور مرتفع ہو لیکن قدرے منحنی ہو۔ قوم عاد کا مرکزی مقام ارض احقاف ہے یہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان اور شمال میں رُبْع خالی ہے جسے صحرائے اعظم الدَّهْنَا بھی کہتے ہیں گو ”رُبْع خالی“ آبادی کے لائق نہیں تاہم اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے قابل کچھ کچھ زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضر موت و نجران تک پھیلا ہوا ہے اگرچہ اس وقت وہ بھی آباد نہیں ہے اور بحیرہ ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ تاہم قدیم زمانے میں اسی حضر موت اور نجران کے درمیانی حصہ میں ”عسادر م“ کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا۔

== وَقَدْ خَلَّتِ التُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ جملہ معترضہ ہے۔
 خَلَّتْ ملاحظہ ہو آیت ۱۷۔ متذکرہ بالا۔

التُّذُرُ جمع ہے نذیر کی۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر۔ بَيْنَ بمعنی بیچ، درمیان
 اسم ظرف مکان ہے مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ يَدَيْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف
 الیہ ہوا اپنے مضاف بَيْنِ کا۔ پھر یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور ہوئے مِنْ حَرْفِ جَا
 کے۔ لفظی معنی ہوں گے اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سے۔ یہاں بمعنی من قبلہ
 آیا ہے۔ بمعنی اس سے پہلے۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے جیسے حضرت نوح علیہ السلام
 وغیرہ۔

مِنْ خَلْفِهِ۔ خَلْفِهِ مضاف مضاف الیہ۔ مِنْ حَرْفِ جَار۔ اس کے پیچھے۔ اس کے بعد
 حضرت ہود کے بعد جیسے حضرت صالح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام
 وغیرہم۔

مطلب یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی (اپنی اپنی امتوں کو) ڈرانے والے
 گذر چکے تھے۔ اور ان کے بعد بھی گذرے،

== اَنْ لَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ۔ اَلَّا اَنْ مَفْسَرہ اور لام نہی سے مرکب ہے ؛
 اَنْ مَفْسَرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں، لفظی طور پر یا معنوی
 طور پر۔ یہاں پر عبارت یوں ہے۔

اِذْ اَنْذَرْتُمْ قَوْمَهُ بِالْاَحْقَافِ اَلَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ۔ اِنْذَارُ میں قول کے
 معنی معنوی طور پر موجود ہیں۔ جب اس نے اپنی قوم کو جوارض احقاف میں بھی یہ کہتے ہوئے ڈرایا
 کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

== اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ میں تمہارے متعلق ایک بڑے
 دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

یَوْمٍ عَظِیْمٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ عَذَابَ مضاف، مضاف
 مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَخَافُ کا۔ یعنی اگر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو گے۔
 تو مجھے تمہارے متعلق یوم عظیم کے عذاب کا ڈر ہے کہ تم اس دن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ
 جس کی مصیبت بہت بُری ہو گی۔

۲۶:۲۲ = اَجِئْتَنَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے جِئْتِ ماضی واحد مذکر حاضر۔

مجہبی (باب ضرب) مصدر ماضیہ جمع متکلم کیا تو ہمارے پاس (اس ارادے سے)
اجتہدنا میں استفہام (سوالیہ نہیں) تقریری ہے۔

== رَتَا فِکْنَا۔ لام تعلیل کا ہے تَا فِکْ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد حاضر
افکْ ر باب ضرب، مصدر سے۔

قاموس میں ہے کہ اَفَکْ باب ضرب، سَمِعَ، وِوَنُوں سے آتا ہے اور مصدر اَفَکَ الف کے
کسرہ اور فتح اور فار کے سکون اور حرکت سے جھوٹ بولنے کے معنی میں آتا ہے اور اَفَکَ
عَنْهُ یعنی حب عن کے صلہ کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے پھیرنے بدلنے، اور مراد سے
محروم کرنے کے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اِفَکْ کا استعمال براس شے کے متعلق ہوتا ہے جو اپنے اصل
رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ہواؤں کو جو اپنے اصلی رُخ چلنے کا چھوڑ دیں مَوْتَفِکَات
کہتے ہیں۔ اور اعتقاد حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے اعمال
سے بُرے اعمال کی طرف پلٹنے کے لئے اِنِّیْ یُؤْفِکُوْنَ بولا گیا ہے آیت شریفہ ہذا (آیت
۱۲۲) کافروں نے کہا کہ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیرے (میں
افاء کا استعمال ان کے اعتقاد کے اعتبار سے ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقاد باطل میں
دعوتِ توحید کو حق سے برگشتگی سمجھتے تھے۔

== بِمَا تَعِدُّنَا میں مَا موصولہ ہے تَعِدُّ واحد مذکر حاضر نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
وَعِدَّ باب ضرب، مصدر، جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے یا جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ یہاں
وعدہ کے معنی مراد ہیں۔ پس اے ہم پر عذاب کو جس کا تم ہمیں ڈرا دیتے ہو۔

== اِنْ کُنْتَ مِنَ الضَّادِّ قِیْنِ۔ اگر تم سچے ہو جلد شرط ہے۔ جواب شرط مقدم، ای
فَاتِنَا بِمَا تَعِدُّنَا۔

۴۶: ۲۳ = قَالَ۔ اِیْ قَالَ هُوَ۔

== الْعِلْمُ۔ یعنی عذاب کے وقت کا علم۔

== وَابْلَغُکُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ۔ اور میں تو جو (احکام) لے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں
پہنچا رہوں۔ اَبْلَغُکُمْ مضارع واحد متکلم تَبْلِیْغُ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر
مفعول جمع مذکر، نہ میں تم کو پہنچاتا ہوں مَا موصولہ اُرْسِلْتُ مضارع مجہول واحد متکلم ہے
اُرْسَالُ افعال، مصدر میں بھیجا گیا ہوں یہ ب کے صلہ کے ساتھ معنی جو مجھے دیکر بھیجا گیا

۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے۔

== اَرَاكُمْ - اَرَا مضارع واحد متکلم رُؤْيَا (باب فتح) مصدر۔ میں دیکھتا ہوں
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہیں دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں پاتا ہوں۔

== قَوْمًا۔ لوگ، جماعت۔

== تَجْهَلُونَ، مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر جَهْلٌ (باب سمع) مصدر سے
جس کے معنی نادان ہونے، نہ جاننے اور جہالت کرنے کے ہیں۔

جَهْلٌ کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ نفس انسانی کا علم سے غاں ہونا۔ یہ ۱۱ کے اصح معنی ہیں۔

۲۔ کسی چیز کے متعلق اس بات کا اعتقاد رکھنا جو اس میں نہ ہو۔

۳۔ کسی چیز کا اس طرح پر کرنا جس طرح کرنے کا حق نہ ہو۔ خواہ اس چیز کے متعلق صحیح اعتقاد رکھے یا غلط۔ جیسے قَوْمًا نَادٍ مَّهْمًا دینا۔

جاہل کا اکثر ذکر تو بسبیل مذمت ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بغیر مذمت کے بھی ہوتا ہے
جیسے يُحَسِبُهُمُ الْجَاهِلُ اَنْبِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ: ۲۱: ۲۷، نہ مانگنے کی وجہ سے
ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلَكِنِّي اَمَّاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ لیکن میں تم کو ایسے لوگ پاتا ہوں کہ
تم نرمی جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ کہ ایک تو توحید کو قول نہیں کرتے۔ پھر اپنے منہ سے بلا
مانگتے ہو پھر مجھ پر اس کی فرمائش کرتے ہو۔

۲۶: ۲۴ = شَكَارًا وَكَافِرًا۔ فَلَمَّا۔ پھر جب: رَأَى مَا ضَمِنَ جمع، مذکر غائب، رُؤْيَا
(باب فتح) مصدر۔ رَأَى اصل میں رَأَى لَوْ اَتَتْهَا۔ یہ متحرک ماقبل مفتوح یاہ کو الف سے
بدلا۔ اب الف اور داؤد ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا۔ رَأَى اہو گیا۔ انہوں نے
دیکھا۔ ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے۔

== عَارِضًا۔ ابر، بادل۔ عَارِضٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَارِضٌ
وہ بادل جو فضا کے غائب پھیلتا اور نمایاں ہوتا ہے۔ منسوب بوجہ حال ہونے کے۔
یا بوجہ متین ہونے کے۔

== مُسْتَقْبِلٌ اَوْ دِيْتِهِمْ: مُسْتَقْبِلٌ اسم فاعل واحد مذکر استقبال
(استفعال) مصدر۔ سامنے آنی والا۔ مضاف۔

أُودِيَتْهُمْ: مضاف مضاف الیه مل کر مضاف الیه مُسْتَقْبَل کا۔
 أُوْدِيَةِ جمع ہے وادی کی۔ ندے۔ وادیاں۔ ان کی وادیوں کی طرف بڑھتا ہوا۔ ان کی
 وادیوں کے مقابل آتا ہوا۔ دیکھا۔
 = مُطِرُونَا۔ مُطِرُ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِمْطَارُ (افعال) مصدر۔ مطر
 مادہ۔ بارش کرنے والا۔ مینہ برسانے والا۔ مضاف۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیه
 ہمارا مینہ برسانے والا۔ ہمارے لئے مینہ برسانے والا۔
 قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّطِرُنَا۔ کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے
 والا ہے۔

مُسْتَقْبَلٌ أُوْدِيَتْهُمْ: اور مُطِرُونَا ہر دو میں اضافت لفظیہ ہے (روح
 المعانی، بیضادی) اضافت مجازیہ غیر معترفہ ہے (کشاف)
 = بَلْ هُوَ سے قبل کلام مقدمہ ہے ای قَالَ هُوَ ذَبْلٌ هُوَ: قَالَ اللّٰهُ
 مَرَدًّا عَلَيْهِ (الخازن) ذَبْلٌ حرف اضراب ہے ماقبل کے البطل اور مابعد کی
 تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی حضرت ہودؑ نے اپنی سرکش قوم کے اس قول پر کہ یہ افق سے
 اُنڈتا ہوا جو بادل ہماری وادیوں کی جانب بڑھتا آرہا ہے ہمارے لئے مینہ لایا ہے
 فرمایا نہیں نہیں۔ ایسا نہیں بارش لانیوالا بادل تو کہاں، بلکہ یہ تو وہی چیز ہے جس کی تم جلدی
 مچاتے تھے۔

= مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ۔ ما موصولہ اسْتَعْجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ہے
 اسْتَعْجَالٌ (استفعال) مصدر بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب ما کی طرف راجع
 جس کے جلدی آنے کے لئے تم مسرعتے تھے۔ عجلت چاہتے تھے۔
 = رَيْحٌ۔ یہ ما باہو سے بدل ہے فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ صفت ہے
 رَيْحٌ کی یہ وہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یا یہ خبر ہے جس کا مبتدا
 محذوف ہے۔ ای هِيَ اَوْ هُوَ رَيْحٌ... الخ۔

۴۶، ۲۵ = تَدَّ مَرٌّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تَدَّ مَرٌّ (تفعیل) مصدر
 وہ ہلاک کر دیگی وہ تباہ کر دے گی۔ وہ اکھاڑ کر رکھ دے گی۔
 تَدَّ مَرٌّ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا۔ (یہ دوسری صفت ہے ریح کی)
 وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر دے گی۔

== فَأَصْبَحُوا - ای و جَاءَ قَوْمُ الرِّيحِ فَمَرَّتْهُمْ فَأَصْبَحُوا - یعنی پس آنہی آئی اور اس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا اور وہ ایسے ہو گئے کہ

ف تعقِب کا ہے اصْبَحُوا ماضی جمع مذکر غائب، وہ ہو گئے۔ انہوں نے صبح کی۔ افعال ناقصہ میں سے۔ اَصْبَحُ (افعال) مصدر سے۔

== لَا يُورَى - مضارع منفی مجہول۔ واحد مذکر غائب: نہیں دکھائی دیتا تھا۔ یہ حکایت حال ماضی ہے۔ فعل مضارع جو کسی گزشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے۔

== إِلَّا مَسَكْنُهُمْ سولے ان کے گھروں (کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)

== كَذَلِكَ - ای مثل ذلِكَ الْجَنِّ اِمَّا لَفَضِيحِ اس سخت قبیح اور ذلت آمیز سزا کی طرح۔

== نَجَزَى - مضارع جمع متکلم جزاء (باب ضرب) مصدر واسم۔ ہم بدل دیتے ہیں۔ جزا ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا بُرا۔

== الْقَوْمَ الْمَجْرُومِينَ - موصوف صفت مل کر مفعول ہے نَجَزَى کا، مجرم لوگ، گنہگار لوگ۔

== ۲۶:۲۶ = وَلَقَدْ دَاوَّ عَاطِفٌ لَّام تَاكِيْدًا - قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ اور بے شک؛

== مَلَكْنَهُمْ: ماضی جمع متکلم تمکین (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (قوم عاد) ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا۔ ہم نے ان کو اقتدار دیا۔ مَلَكْنَهُ بِمعنی آشیانہ۔ مَلَكْنَاتُ جمع مَلَكْنٌ مَكَانَةٌ (باب کرم) اس نے حاکم کے پاس عزت پائی۔ مرتبہ حاصل کیا۔ اِمُكَانٌ (افعال) با اقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ قدرت حاصل کرنا۔ تَمَكَّنْتُ (تفعیل) جماؤ عطا کرنا۔ توانا و با اقتدار بنادینا۔

== فَيَمَّا - میں مَما موصولہ ہے اور فیہ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس اسم موصول کی طرف راجع ہے اِنْ تافیہ ہے اور ہم نے ان کو ان باتوں میں قدرت دے رکھی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں

== مَا اَعْنَى عَنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ وہ ان کے ذرا کام نہ آ سکے۔

== اِذْ: ظرف زمان ہے یہاں تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے بمعنی کیونکہ۔

== قَوْلَا يَجْعَلُ دُونَ - ماضی استمراری جمع مذکر غائب جَعَلُوا وَجَعَلُوا دُونَ باب فتح مصدر ماضی انکار کرنا۔ اکیونکہ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

== حَاقٌ - ماضی واحد مذکر غائب (حَاقٌ) باب ضرب مصدر بمعنی گھیر لینا۔ نازل ہونا۔ هَذَا ضَمِيرٌ مفعول جمع مذکر غائب، حَاقٌ بِهِمْ اس (عذاب) نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔

== مَا - مَا موصولہ ہے؛

== كَانُوا يَسْتَهْزِءُونَ - ماضی استمراری جمع مذکر غائب یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے، جس کا وہ استہزا کیا کرتے تھے ۴۶: ۲۷ = وَلَقَدْ - ملاحظہ ہو۔

== مَا حَوْلَكُمْ : مَا موصولہ ہے حَوْلَكُمْ منضاف مضاف الیه، تمہارے ارد گرد : تمہارے آس پاس۔

خطاب اہل مکہ سے ہے یعنی اے اہل مکہ تمہارے آس پاس کی نئی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں مثلاً ثمود کی بستی حجر۔ قوم لوط کی بستی سدوم وغیرہ۔ بستیوں کو ہلاک کرنے سے مراد بے بستی کے بسنے والے۔

== مِنَ الْقُرَىٰ مِمَّنْ تَبْغِضُ - تمہارے آس پاس کی بعض بستیاں۔

== صَوَّرْنَا الذَّلِيلَ - صَوَّرْنَا ماضی کا صیغہ بنی مستکم تَصَوَّرْتُ (تفہیل مصدر پھیر پھیر کر سمجھانا۔ تَصَوَّرْتُ الْكَلَامَ - بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنا۔ طَرَحَ طَرَحَ سے گفتگو کا بیان کرنا۔ الذَّلِيلَ - نشانیاں۔ باتیں۔ ہم نے پھیر پھیر کر باتیں سمجھائیں۔ یعنی بار بار دلائل دیکر اسی سے تَصَوَّرْتُ الْكَلَامَ ہے۔ ہواؤں کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔ اور اسی معنی میں کلام باری تعالیٰ ہے وَصَوَّرْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ ۲۰: ۱۱۳ اور اس میں اقوالِ نبیہیں ہم نے طرح طرح کے ڈرافے بیان کر دیئے ہیں۔

== لَعَلَّ هَٰذَا يَرْجِعُونَ - تاکہ وہ باز آجائیں۔ لَعَلَّ تغلیل کے لئے یعنی اس لئے کہ...

ای لکی یرجعوا عما هم فیہ من الکفر والمعاصی الی الایمان والطاعة یعنی کفر و معاصی سے ہٹ کر ایمان و اطاعت کی طرف آجائیں۔

ضمیر فاعل جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جن کی بستیوں کو کفر و معاصی سے باز آنے پر تباہ کر دیا گیا تھا۔

۲۸:۴۶ = فَلَوْلَا اِیْ ذَهَبَ لَا۔ کیوں نہ۔ کَوْلَا کا استعمال ڈانٹنے اور توبیخ کرنے کے لئے آیا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا جَاءُوا عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءٍ (۲۴: ۱۳) یہ (افترار پر داز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لئے چار گواہ کہوں نہ لائے۔

= نَصَرَهُمُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا۔ نَصْرَ ماضی واحد مذکر غائب، (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے) نَصْرُ رباب نصر مصدر۔ انہوں نے مدد کی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اُن لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا الَّذِیْنَ اسم موصول اتَّخَذُوْا اصلہ فاعل فعل نصر کا۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا الْهَيْهَ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ متعلق الْهَيْهَ اور الْهَيْهَ مفعول ہے اتَّخَذُوْا کا۔ اور قُرْبَانًا مفعول لا فعل اتَّخَذُوْا کا۔

قُرْبَانًا۔ لِلتَّقَرُّبِ اِلٰی اللّٰهِ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا نَعْبُدُ هُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلٰی اللّٰهِ زُلْفٰی (۳۹: ۳) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں۔

ترجمہ آیت :- اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے حصول قرب کے لئے معبود بنا رکھا تھا۔ انہوں نے ان کی کیوں نہ مدد کی۔

= بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ۔ بَلْ حرف انصراف ہے مطلب یہ کہ مدد کرنا تو درکنار بلکہ وہ ان سے ناست ہو گئے۔ (ان سے کھو گئے)۔

= ضَلُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ضَلَّ وَضَلَّوْا۔ (باب ضرب) مصدر وہ گم ہو گئے۔ وہ کھو گئے۔ وہ غائب ہو گئے۔ ضلّ فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے۔ (ایما الذین اتخذوا من دون اللہ الہتہ اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن کو معبود بنا رکھا تھا)۔ عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب معبودان باطل کے پجاریوں کی طرف راجع ہے۔

= وَذٰلِكَ۔ وَاَوْعَاظُ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر۔

مشارۃ الیہ۔ را، ضلال الہتہم عنہم لان سے ان کے معبودان باطل کا غائب ہو جانا (روح المعانی)

۲۔ قولہم انہا تقربہم الی اللہ تعالیٰ وتشفع لہم عندہ : ان کا یہ قول کہ ان کے معبودان باطل اللہ کے ہاں تقرب کا باعث نہیں گئے اور اس کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ (الخازن)

۳۔ امتناع نصرة الہتم وضلا لہم عنہم اسکے معبودان باطل کا ان سے غائب ہو جانا اور ان کی امداد کو نہ پہنچنا (المدارک)

۴۔ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دینا (تفسیر)

== اِفْکُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جھوٹ۔ ای اشرفکھم ان کے جھوٹ کا اثر ان کے جھوٹ کا نتیجہ۔

== وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ: واذا عطف ما مصدریہ۔ کَانُوا يَفْتَرُونَ: ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ افتراء کیا کرتے تھے۔ ای افتراء ہم ان کی بہتان بازی کا نتیجہ۔ اِفْتَرَاءُ برون افتعال، بہتان یا دھنا۔

یہ تھا ان کے جھوٹ اور بناوٹی عقیدوں کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

(ترجمہ مودودی)

۲۶: ۲۹ = وَاِذْ: اس سے قبل اُذْ کِی الوقت، محذوف ہے: ای وَاِذْ کِی الوقت

الوقت اِذْ..... اور یاد کرو وہ وقت جب

== صَرَفْنَا: ماضی جمع متکلم صرف (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے بھیرا۔ ہم نے متوجہ کیا۔ اِلَیْكَ تیری طرف،

== نَفَرًا۔ اسم جمع ہے دس سے کم تعداد کی جماعت کو نَفَرٌ کہتے ہیں، صرف آدمیوں کے لئے بولا جاتا ہے عورتوں یا کسی دوسری مخلوق کے لئے نہیں بولا جاتا۔ ترجمہ آیت:۔ اور یاد کرو وہ وقت یا اس واقعہ کو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔

مولانا مودودی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس آیت کی تفسیر میں جو روایات حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرات حسن بصری، سعید بن جبیر، زر بن حبیش، مجاہد، عکرمہ اور دوسرے بزرگوں سے منقول ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ جنوں کی پہلی حاضری کا یہ واقعہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے لطفِ نخل میں پیش آیا تھا۔ اور ابن اسحاق، ابونعیم اصفہانی اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مایوس ہو کر مکہ معظمہ کی طرف واپس ہوئے تھے راستہ میں آپ نے نخل میں قیام کیا وہاں عشاء یا فجر یا تہجد کی نماز میں آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں

کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا وہ آپ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔
 اس کے ساتھ ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے نہ آپ نے ان کی آمد کو محسوس کیا تھا۔ بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ
 نے وحی کے ذریعے سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی تھی۔ (تفہیم القرآن جلد ۴)
 = يَسْتَمِعُونَ هَ مَعَارِعَ مَجْمَعٍ مَذْكُورٍ غَائِبٍ - اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر - بمعنى سَمِعُوا -
 يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ. اِی لاجل اِسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ - (قرآن سننے کے لئے)
 = فَلَمَّا - پس جب -

= حَضْرُوهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب اس جگہ کے لئے ہے جہاں قرآن پڑھا جا رہا تھا
 یعنی جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی۔
 = قَالُوا - ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

= اَلصُّنُوءُ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِنصَاتُ (افعال) مصدر جس کے معنی
 خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سننے کے ہیں۔ یعنی تم سب خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سُنُوا
 = فَلَمَّا - پس جب -

= قُضِيَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب، جب قرأت ختم کر دی گئی۔
 = وَلَوْ - ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر منہ پھیر کر چل دینا
 یعنی جب قرأت ختم ہو گئی تو وہ واپس اپنی قوم کی چل دیئے۔
 = مُنْذِرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - اِنذَارٌ (افعال) مصدر - ڈرانے والے۔
 بحالت نصب ای داعین لہم الی الایمان و مخوفین لہم المخالفة
 اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت دیتے ہوئے اور مخالفت کی صورت میں ڈراتے ہوئے
 منصوب بوجہ حال ہے۔

۳۰:۴۶ = يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ وَاِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيْمٍ - راہنمائی کرتا ہے حق کی
 طرف اور سیدھے راستے کی طرف۔ میں حق سے مراد صحیح عقائد ہیں اور طریق مستقیم
 سے مراد عملی احکام۔

۳۱:۲ = اَجِیْبُوْا - امر جمع مذکر حاضر - اِجَابَةٌ (افعال) مصدر تم قبول کرو۔ تم
 ان لو۔

= دَاعِيَ اللّٰهِ - مضاف مضاف الیہ - اللہ کی طرف بلانے والا۔ دَاعِيَ اسم فاعل

واحد مذکر دُعَاءُ باب نصر مصدر۔ بلائے والا، بکائے والا۔ منصوب بوجہ
أَجَبْتُمْوَا مفعول ہونے کے۔

== دَاْعُوْا اِيْہ۔ واؤ عاطفہ المِنُوْا امر جمع مذکر حاضر اِيْمَانُ (افعال) مصدر
یہ میں، ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داعی ہے اور اس پر ایمان لے آؤ۔

== يَغْفِرُ لَكُمْ۔ يَغْفِرُ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل
اللہ کی طرف راجع ہے۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا۔

== مِنْ ذُنُوْبِكُمْ۔ میں مِنْ تبتیضیہ ہے ذُنُوْبِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔
تمہارے گناہ مُذْکَر جمع ہے ذُنْبُ کی۔ تمہارے گناہوں میں سے بعض (گناہ بخش دینا
مطلب یہ کہ اللہ تمہارے وہ گناہ بخش دے گا جن کا تعلق حق اللہ سے ہوگا۔ اور حقوق
انجباد ایمان لانے سے معاف نہیں ہوتے۔

== وَ يُجْزِکُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ يُجْزِ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر واحد مذکر غائب
اِجَارَةٌ (افعال) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو بچائے گا۔

ج دوم: مادہ کے حروف ہیں۔ اَلْجَارُ دِپڑوسی، ہمسایہ، ہر وہ شخص جس کی سکو
تھا۔ دوسرے کے قرب میں ہو وہ اس کا جَارُ کہلاتا ہے۔ ہمسائے کا حق عقلاً و شرعاً
بہت بڑا سمجھا گیا ہے اسی لئے ہر وہ شخص جس کا حق بڑا ہو یا وہ کسی دوسرے کے حق
کو بڑا سمجھتا ہو اُسے اس کا جَارُ کہہ دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتِجَارَكَ فَاجِرٌ
(۶: ۹) در اگر کوئی شرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ اسی معنی میں
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ هُوَ يُجِیْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَیْہِ (۸۸: ۲۳) اور وہ پناہ
دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

== عَذَابُ الْیَمِیْنِ۔ موصوف و صفت۔ دردناک عذاب، اَلِیْمٌ بروزن فَعِلٌ
مبغنی فاعل۔ داکھ دینے والا۔ دردناک۔

== ۳۲: ۴۶۔ وَ مَنۡ، واؤ عاطفہ من شرطیہ ہے۔ مَنۡ لَا یُجِیْبُ دَاعِیَ اللّٰہِ
جملہ شرط ہے۔ اور فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ۔ جواب شرط ہے۔

== لَا یُجِیْبُ مضارع منفی واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل من شرطیہ
رجو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔

== فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ۔ اس میں ف جواب بشرط کا ہے لَيْسَ فعل ناقص واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں ہے۔ مُعْجِز اسم فاعل واحد مذکر۔ اَعْجَارُ اَفْعَالٌ مصدر۔ عاجز کرنے والا۔ تھکانے والا۔ تو وہ زمین پر خدا کو عاجز نہیں کر سکتے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینا چاہے اور وہ اس کی دسترس سے بچ نکلے۔

== اُولٰٓئِكَ : یعنی جو لوگ اللہ کے داعی کے کہنے کو نہ مانیں گے

== ضَلَّلِ ثُبَانٍ : موصوف و صفت کسلی گمراہی۔

۴۶: ۳۳ = اَوَلَمْ يَرَوْا۔ سہرہ استفہامیہ انکاریہ ہے واو حرف عطف جس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے۔ اِی اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں جانتے اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔

لَمْ يَرَوْا مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فاع) مصدر یہاں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے اِی اَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔ کیا ان کو علم نہیں۔

== اَنْ تَحْقُقَ۔ بے شک۔ یقیناً۔ حُرُفٌ تَحْقُقُ ہے اور حُرُفٌ مَثْبُتٌ بالفعل میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے

== وَلَمْ يَخْلُقْهُمْ۔ واو عاطفہ مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ واحد مذکر۔ غائب۔ عَمٰی (باب سمع) مصدر۔ عَمٰی عَمٰی ما مَنٰی، یعنی مضارع۔ عاجز ہونا کامیاب نہ ہونا۔ اَعْيَاؤُ (افعال) تھک جانا۔ تھکا دینا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اَفَعَيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (۵۰: ۱۵) کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے ہیں۔

== بِخَلْقِهِمْ میں ب سببیہ ہے یا تعلیلیہ ہے خَلْقِهِمْ مضاف مضاف الیہ وہ ان (سموات وارض) کے پیدا کرنے سے تھک نہیں گیا۔

== بِقَدْرِ۔ قَادِرٌ محل رفع میں ہے کیونکہ اَنْ کی خبر ہے۔ ب زائدہ ہے۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ کہ۔

ترجمہ ہو گا۔

کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کرے۔

یُحْيِي: مضارع منصوب بوجه عمل (أَنْ) واحد مذکر غائب: (أَحْيَاوْ) (افعال) مصدر یہاں
أَنْ مصدر کے آنے سے بمعنی مصدر بھی ہے یعنی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے
الْمَوْتِ - مَرَّتْ - واحد مَيِّتٌ -

== بَلَى - ہاں - کیوں نہیں - حرف جواب ہے (حرف ایجاب چھ ہیں - نَعَمْ، بَلَى،
أَجَلٌ، جَئِزٌ - اِنَّا اور اِی - یہ حرف تصدیق بھی کہلاتے ہیں) بَلَى کلام مخاطب کی
نفی اور اس کے ابطال کے واسطے آتا ہے -

۲۶: ۲۴ = یَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ (ملاحظہ ہو آیت ۲۰ ر
متذکرۃ الصدر)

== أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ - اس جملہ سے قبل فُيْقَالَ لَهُمْ مقدر ہے - یعنی جب
کافروں کو آگ کے سامنے لائے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ
کیا یہ حق نہیں ہے (ہذا کا اشارہ عذاب دوزخ کی طرف ہے یعنی ان سے کہا جائیگا
کیا یہ دوزخ کا عذاب حق نہیں ہے؟ امر واقعی نہیں ہے؟

== قَالُوا بَلَى وَرَبِّنَا - وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے رب کی قسم ضرور سچ اور حق ہے
واؤ قسمیہ ہے رَبَّنَا مضاف مضاف الیہ - ہمیں اپنے پروردگار کی قسم -
== قَالَ - اِی قَالَ اللَّهُ لَهُمْ -

== فَذُوقُوا - ف سببیہ ہے یعنی ف سے پہلے کا مضمون ف کے بعد والے مضمون کا
سبب ہے - دوزخ کا حق ہونا - باوجودیکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے تھے
عذاب کا مزہ چکھنے کا سبب ہوگا -

ذُوقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ذُوقْ دباب نصر مصدر - ذُوقْ و
ذَالِقَةُ مزہ - ذَالِقٌ اسم فاعل واحد مذکر مزہ چکھنے والا - ذُوقُوا کا استعمال
اہانت اور توبیخ کو ظاہر کر رہا ہے -

== بِمَا میں ب سببیہ ہے اور مَا موصولہ -

== كُنتُمْ وَكُفَرْتُمْ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر - تم کفر کیا کرتے تھے -
پس چکھو عذاب کا مزہ اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے -

۲۶: ۲۵ = فَأَصْبَحُوا - جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے یعنی
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کیجئے:

ان سے انتقام کا ارادہ نہ کیجئے کیونکہ انہیں اپنے کئے پر دوزخ کے عذاب کا تو مزہ چکھنا ہی ہوگا
 = کَمَا، ک حرف تشبیہ، مَا موصولہ، جیسا کہ (ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا)
 = اُولَآءِ الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: اُولَآءِ الْعَزْمِ مضاف مضاف الیہ عزم والے
 صاحب عزم۔ مِنْ تَبَعِیْضِہٖ پیغمبروں میں سے بعض جو اُولَآءِ الْعَزْمِ تھے۔

اُولَآءِ مَعْنٰی وَلَی۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت جرّ و نصب اُدی ہوگا۔
 اُولَآءِ الْعَزْمِ کون سے پیغمبر تھے علماء کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں اور
 تفصیلات کسی مستند تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

= وَلَا تَسْتَعْجِلْ وَاَوْعَاطُ لَا تَسْتَعْجِلْ فعل نہیں واحد مذکر حاضر، استعمال
 استفعال مصدر تو جلدی نہ کر۔ تو عملت نہ کر، لَا تَسْتَعْجِلْ کا مفعول محذوف ہے۔
 اِی لَا تَسْتَعْجِلْ لَہُمَا الْعَذَابُ اور ان کے عذاب پانے کے لئے جلدی نہ کیجئے
 = کَاٰثَمَ یَوْمَ یَرُوْنَ مَا یُوعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ
 نَّہَارٍ۔ اِی یَوْمَ یَرُوْنَ (الْعَذَابَ) مَا یُوعَدُوْنَ (یَحْسِبُوْا) کَاٰثَمَ لَمْ
 یَلْبَثُوْا (فِی الدُّنْیَا) اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّہَارٍ۔ جس دن وہ عذاب کو دیکھیں گے
 جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو خیال کریں گے جیسے کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں
 مگر دن کی فقط ایک گھڑی۔

یَوْمَ ظَرْفِیَّتِ کی وجہ سے منصوب ہے یا یہ یَرُوْنَ کا مفعول فیہ ہے مَا موصولہ
 یُوْعَدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب وَعَدٌ باب ضرب۔ مصدر یعنی جس کا ان سے وعدہ
 عذاب کیا جا رہا ہے (یحسبوا) وہ خیال کریں گے کَاٰثَمَ میں کَاَتْ حرف متاثر بفعل
 ہے ہُمُ ضمیر جمع مذکر غائب کَاَتْ کا اسم گویا وہ سب
 = لَمْ یَلْبَثُوْا۔ مضارع مجزوم نفی جہلّم جمع مذکر غائب، لَبِثٌ (باب سمع) مصدر
 وہ نہیں ٹھہرے وہ نہیں رہے۔

= بَلَّغْ۔ پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔ بَلَّغْ خبر ہے
 اس کا مبتداء محذوف اِی هٰذَا بَلَّغْ اِی هٰذَا الْقُرْآنُ بَلَّغْ مِّنْ اللّٰہِ اِلٰی خَلْقِہٖ
 یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے اس کی خلقت کی طرف رہبرین تبلیغ (پیغام پند و نصائح
 کا پہنچا دینا) ہے۔ اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلَاغًا
 لِّقَوْمٍ عَابِدِیْنَ ۝ (۱۰۶:۲۱) تحقیق عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں

(خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہے۔

بَلَّغٌ مِّنْ مَّعْنٰی تَبْلِیْغٍ اِی فَعَال مَبْنٰی فَعِیْل عربی زبان میں اکثر آیا ہے جیسے بَلَّغَهُ بَلَّغًا اِی تَبْلِیْغًا۔ کَلَّمَ مَا اِی تَكْلِیْمًا۔ طَلَّقَهَا طَلَا قًا سَرَّحَهَا سَرَّاحًا۔
 = فَهَلْ یُهْلَکُ۔ سوال انکاری ہے۔ یعنی سوائے نافرمان لوگوں کے عذاب کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا۔

هَلْ حُرُوفِ اسْتِفْہَامِ بے معنی کیا۔ یُهْلَکُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اُهْلَکُ رافعال مصدر۔

چونکہ هَلْ یہاں بطور استفہام انکاری آیا ہے لہذا ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر دیا گیا ہے
 = اَلْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ = موصوف و صفت۔ فاسق لوگ،
 صاحب تفسیر الماحدی رقم طراز ہیں۔

اَلْفٰسِقُوْنَ یہاں مراد محض گنہگار ہی نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ہونے والے کافر مراد ہیں۔ جن پر تبلیغ حق کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ فاسق کا اصطلاحی مفہوم اسے کافر سے ممتاز کرنے والا تو بہت بعد کا ہے قرآن مجید میں وہ اپنے وسیع و عمومی مفہوم میں آیا ہے۔ مطلق نافرمان کے معنی میں۔

اَلْفٰسِقُوْنَ یعنی نصیحت پذیری یا طاعت سے خارج ہو جانے والے (منظہری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ مُحَمَّدٍ ۴۷

(۳۸)

(۴۷)

۴۷: ۱ = الَّذِينَ: اسم موصول جمع مذکر: کَفَرُوا وَادَّصَدُوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ صله۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔

= وَصَدُّوا وَاذْعَاطُفَہِ صَدُّ وَا ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدُّ وُصْدُوہُ رباب نصر مصدر یعنی روکنا۔ اور صَدَّ کا مفعول محذوف ہے ای غایرہم اور دوسروں کو (خدا کے راستہ سے) روکا۔

= اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ ای اَضَلَّ اللہ اعمالہم اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب اس نے برباد کر دیا۔ اس نے گمراہ کر دیا۔ اس نے بہکایا۔ اَعْمَالُہُمْ مضاف الیہ مل کہ اَضَلَّ کا مفعول۔ اس اللہ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔
الَّذِينَ كَفَرُوا... مبتداء اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ خبر۔

۴۷: ۲ = وَالَّذِينَ اسْتَوٰا مَبْتَدَا کَفَرَعَنَّهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ خبر۔ درمیانی جملہ مِنْ رَبِّہُمْ معترضہ ہے وَ اَضْلَحَ بِاللّٰہِمْ خبر ثانی،
= مَا نَزَّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِّنْ مَّا مَوْصُوٰہِ بے نُزُلٍ عَلٰی مُحَمَّدٍ اس کا صلہ اور ایمان لانے اس پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن:

فَاٰیْدُكَ: الَّذِينَ اسْتَوٰا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اگرچہ اس میں تمام وہ امور داخل ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے خاص طور پر اس شریعت پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی (بواسطہ قرآن) ایمان لانا لازم قرار دیا۔ اس سے شریعت محمدیہ پر ایمان لانے کی عظمت کا اظہار اور اس امر کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ اس شریعت پر ایمان لانے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور اصل ایمان یہی ہے۔ تمام

ایمانیات اس میں داخل ہیں (منظری)

== وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ. (وہ عارف ہے ہوا ای القرآن، الْحَقُّ ثابت، قائم واجب، لازم، جائز۔ باطل کی ضد ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔

== كَفَرُوا. ماضی واحد مذکر غائب۔ تکفیر (تفعیل) مصدر۔ یعنی دور کرنا۔ معاف کرنا۔ ساقط کر دینا۔ گناہ مٹا دینا۔ معاف کر دینا۔ دوسرے مفعول پر عَنّ آتا ہے جیسا کہ آیت نہا میں۔ كَفَرُوا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ۔ ای کفر سیئاتہم عنہم۔ وہ ان کی برائیوں کو ان سے دور کر دے گا عنہم میں ہُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے سیئات مفعول اول۔

سَيِّئَاتِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی برائیاں۔ ان کے گناہ۔ سَيِّئَاتُ جمع سیئۃ۔ اَصْلَحَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَصْلَحَ (افعال) مصدر اس نے اصلاح کی۔ رمندی بطور فعل لازم بھی آتا ہے۔ یعنی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہو گیا۔ جیسے ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِ اِذْ اَصْلَحَ فَاِنَّهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۵۴:۶) پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک ہو جائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ رمندی کی اور مثال۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْجِدِ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيِّنَتُهُمْ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ (۱۸۲:۲) اور اگر کسی وصیت کرے والے کی طرف سے (کسی وارث کی طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر وارثوں میں صلح کرائے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

== يَا لَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول اَصْلَحَ کا۔ ان کا حال۔ وَاَصْلَحَ يَا لَهُمْ۔ تو ان کے حالات درست رکھے گا دشمنوں پر فتح عنایت کریگا۔ گناہوں سے بچنے اور طاعت الہیہ کی توفیق عطا کرے گا۔

۴:۳ = ذٰلِكَ۔ یعنی کافروں کی گمراہی اور تکفیر اور مومنوں کی اصلاح احوال۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

== يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلٰى الْبَاطِلِ عِندَ الَّذِيْ هُوَ الْحَقُّ دِيْنِ الْحَقِّ، يٰۤاَلْبَاطِلُ اِنَّكَ ضَالٌّ مُّذِلٌّ۔

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مجھ یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان فرمائے،
 ۴: ۴۰ = لَقِيتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، لِقَاءٌ لِقَیْ (باب سمع) مصدر رتم ملے۔ تم
 مقابل ہوئے۔ لِقَاءُ کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پالنے کے ہیں اور ان دونوں
 معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک
 کر لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَتُّونَ
 الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْا (۱۴۳: ۳) اور تم موت (شہادت) کے آنے
 سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے۔ یا آیت لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا۔
 (۶۲: ۱۸) ہمارے اس سفر سے ہم کو (سخت) تکان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس سفر سے
 ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔

فَإِذَا لَقِيتُمْ: پس جب ملو۔ جب تم آمنے سامنے آؤ۔ جب تمہارا مقابلہ ہو۔
 = اَلَّذِينَ كَفَرُوا: اسم موصول صلہ کے ساتھ مل کر مفعول لَقِيتُمْ کا۔
 = فَضْرَبَ الرِّقَابِ: ضرب مصدر مضاف، الرِّقَابِ جمع رَقَبَةٍ کی گردنیں
 — مضاف الیہ۔ اصل میں عبارت بھی فَاضْرِبُوا الرِّقَابَ ضَرْبًا فعل کو حذف
 کر کے اس کی جگہ مصدر کو مضاف لایا گیا ہے اور اس کی اضافت مفعول (الرِّقَابِ)
 کی طرف کردی گئی ہے۔ پھر جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ (ان کے مقابلہ میں میدان
 کارزار میں آ جاؤ) تو ان کی گردنیں اڑادو۔

= حَتَّى: انتہاء غایت کے لئے۔ یہاں تک کہ؛
 = اَتُخَنَّتُمْوَهُمْ۔ اَتُخَنَّتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اِتْخَانَ (افعال)
 مصدر، واو اشباع، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تم ان کو خوب قتل کر چکے۔
 تم ان کو خوب قتل کر چکو۔

تُخَنُّ الشَّيْءُ (باب کرم) کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہو جانا اس طرح کہ پہنے
 سے رُک جائے۔ چنانچہ اسی سے بطور استعارہ کہا جاتا ہے اَتُخَنَّتْ ضَرْبًا وَ
 اِسْتُخْفَا فَا فِيں نے اسے اتنا مارا پیٹا کہ وہ اپنے مقام سے حرکت نہ کر سکا۔ لہذا حتی
 اِذَا اَتُخَنَّتُمْوَهُمْ یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو.....

اِذَا یہاں شرطیہ ہے فَشُدُّوا الْوَتَاقَ میں و ت جواب شرط کے لئے ہے بمعنی تب۔
 شُدُّوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، شَدَّ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ تم مضبوط باندھو

شِدَّةٌ کا استعمال مضبوط باندھنے کے لئے بھی ہوتا ہے اور بدن کے بائے میں بھی اور نفس کی قوتوں سے متعلق بھی اور عذاب کے واسطے بھی۔

الْوَثَاقُ اسم۔ بندھن۔ بندش، حکم، اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔
وَلَا يُؤْتِيكَ وَثَاقًا أَحَدٌ (۲۶: ۸۹) اور نہ کوئی ولیا حکم نہ حکم دے گا۔ اور اسی مادہ وثق سے الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى (۲۵: ۶) ایسا مضبوط عقد ایمان یا وسیلہ جو ناقابل شکست ہو اور اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا مندی حاصل ہو جائے۔
فَشُدُّوا الْوَثَاقَ یعنی پھر قتل سے رک جاؤ اور گرفتار کر لو۔ اور مضبوطی کے ساتھ باندھ لو تاکہ مہاگ نہ جائیں۔

== فَإِمَّا مِّنَّا بَعْدُ۔ وث تعقیب کا ہے اِمَّا بمعنی اگر، یا، یہ اِنْ اَرِ مَا۔ کہیں اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کہیں شک کے لئے۔ کہیں ابہام کے لئے۔ کہیں اختیار دینے اور کہیں اباحت بتانے اور کہیں تفصیل بیان کرنے کے واسطے آتا ہے یہاں اختیار دینے اور اباحت بتانے کے لئے آیا ہے۔

مِنَّا مصدر ہے (باب نصر) احسان جتنا جیسے الَّذِينَ يُنْفِسُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبَعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنَاقًا لَا أَدْرِي لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (۲۶: ۲۱) جو لوگ اپنا مال خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو اس خرچ کا کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس اختیار ہے۔

یا۔ مَنَّا بل احوال قیدیوں کو آزاد کرنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں۔
بَعْدُ۔ پیچھے۔ بعد میں طرف زمان ہے تَجَلُّلٌ کی ضد ہے۔ اضافت اس کو لازمی ہے۔
جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔ یا اس پر دو زیر ہوں گے جیسے بَعْدُ بَعْدًا مِّنَّا بَعْدُ۔ قرآن مجید میں بَعْدُ نہیں آیا ہے۔

وَأَمَّا مَنَّا بَعْدُ اِیْ فَا مَا تَمْنُونَ عَلَيْهِمْ مَنَّا بَعْدُ پس اس کے بعد یا تو قیدیوں کو بلا غرض آزاد کر دو۔ اَوْ تَشَاءُ وَلَهُمْ فِدَاؤٌ۔ یا ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دو۔
== حَتَّىٰ بحسب بالام انتہا رعایت کے لئے ہے اور یہاں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ سے متعلق
== تَضَعُ مصدر۔ منصوب الوجہ عمل حَتَّىٰ، واحد مؤنث غائب۔ وَضَعُ باب
فتح مصدر۔ حَتَّىٰ کہ وہ رکھ دے، وہ ڈال دے۔ (اپنے ہتھیار)

== اَوْزَارَهَا۔ اَوْزَارُ جمع ہے وَزْرَةٌ کی معنی ہتھیار، یہاں اَوْزَارُ سے مراد ہتھیار ہیں۔ مجازاً گناہ کو بھی بوجھ کے معنوں میں لے لیتے ہیں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے اَوْزَارُ مضاف ہے مضاف منافی الیہ مل کر مفعول ہے تَضَعُ کا اور بدی وجہ اَوْزَارُ منصوب ہے۔

حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ اِذَا الْقِيَتُمُ الْكُفَّارَ فَاَضْرَبُوا عَنْهَا قَتْلًا اِذَا تَخْتَمُوهُمْ قَتْلًا فَاسْرُوهُمْ وَشَدُّوَالْوَتَاقَ اِلَى اَنْ تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ جب کفار سے تمہاری مڈ بھڑ ہو جائے تو ان کی گردنیں اڑا دو حتیٰ کہ جب خوب خوب قتل کر چکو تو ان کے باقی ماندہ افراد کو اسیر (قیدی) بنا لو اور مضبوطی سے جکڑ لو۔ حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے (یعنی دشمن ہتھیار ڈال دے اور لڑائی بند ہو جائے) اضواء البیان۔ السیر التفاسیر، تفسیر حقانی،،

== ذَلِكْ۔ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے اِیْ اِلَا مَوْذَلِكْ۔ یعنی ان کے متعلق حکم یہی ہے۔ یا اس سے قبل فعل محذوف ہے اِیْ اَفْعَلُوا بِهِمْ ذَلِكْ یعنی ان (دشمنوں کے) ساتھ ایسا ہی کرو،

== وَلَوْ لَیْشَاءُ اللّٰهُ جَمْعٌ شَرْطٌ ہے لَا تُتَصَّرُ مِنْهُمْ جواب شرط۔

لَا تُتَصَّرُ لام جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِنْتَصَارٌ (افتعال) مصدر۔ یعنی مدد طلب کرنا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس سے انتقام لینے یا اس کو سزا دینا ہے یا اس سے بدلہ لینا ہے یہاں یہی مؤخر الذکر معنی مراد ہیں یعنی اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے (خود ہی) انتقام لے لیتا یعنی تمہارے جہاد کے بغیر ہی ان کو ہلاک کر دیتا۔

== وَ لَکِنْ وَاَوْعَاطِفٌ لَکِنْ اِگرچہ حرف عطف کا کام دیتا ہے لیکن جب اپنے ماقبل کے جملہ میں پیدا شدہ ابہام کو دور کرنے کے لئے آئے اور دوسرے جملہ کے ساتھ آئے تو استدراک کا فائدہ دیتا ہے پھر یہ عاطفہ نہ ہوگا۔ اگرچہ واؤ عاطفہ کے ساتھ آ سکتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور۔

یا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَکِنْ کَانُوا هُمُ الظَّالِمِیْنَ

(۴۳: ۷۶)

مؤلف بسیط کا قول ہے۔ جب لَکِنْ واؤ کے ساتھ آئے۔ تو عطف کیلئے آتا ہے

توجہ کا عطف حملہ پر ہو جاتا ہے مثلاً صورت مذکورہ میں۔

وَلَكِنْ كَيْفَ بَعْدَ عِبَارَتِ مُقَدَّرِهِ بِنِ اِي وَلَكِنْ اَمْرُكُمْ بِالْقِتَالِ وَشُرْعَةُ
لَكُمْ لِحِكْمَةٍ هِيَ اَنْ يَسْلُوْا بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ اِي يَخْتَبِرُكُمْ مَنْ يِقَاتِلُ
مِنْكُمْ وَمَنْ لَا يِقَاتِلُ وَالْمُؤْمِنُ يَقْتُلُ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَالْكَافِرُ
يُقَاتِلُ فَيَدْخُلُ النَّارَ۔

لیکن اس نے تم کو قتال کا حکم کیا اور اسے تمہارے لئے حکمت پر مبنی ایک قانون
بنادیا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے اور تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے
کون مقاتلہ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ مومن اس مقاتلہ میں مارا جائے تو جنت میں
داخل کیا جائے گا۔ اور کافر مارا جائے تو داخل جہنم ہوگا۔

وَالَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ حِمْلُهُ شَرْطٌ اَوْ اَكْلًا حِمْلُهُ جَوَابُ شَرْطٍ هُوَ اَوْ
جَوَلُوكِ اللّٰهَ كِي رَاهٍ مِّنْ مَّائِے گئے وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا اور
لَنْ يُضِلَّ۔ مضارع منفی منصوب تاکید بَلَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب اِضْلًا
اِفْعَالٌ مصدر۔ وہ ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔ وہ ہرگز راستیگاں نہیں کرے گا۔
اَعْمَالُهُمْ مَضَاتٌ مِّنْ اِلٰهٍ مِّلْ كَرَلَنْ يُضِلَّ کا مفعول ان کے اعمال۔

۴۷: ۵ = سَيَهْدِيْهِمْ سِ مَضَارِعُ بِرَدْ اِخْلُ هُوَ كَرَا سِ مَسْتَقْبَلُ قَرِيبُ كِ
لئے خاص کر دیتا ہے يَهْدِيْ كِي ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب الذین قتلوا فی سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ
ان کو سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

وَلْيُصْلِحْ بِاللّٰهِ۔ دَاوَّ عَاطِفٌ يُصْلِحُ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مِّنْ ذَرَايَا غَائِبٍ اِصْلَاحٌ
(افعال) مصدر۔ ان کی حالت درست کر دیگا۔

۴۷: ۶ = عَرَفَهَا لَهُمْ۔ عَرَفَ مَا مَضَى وَاحِدٌ مِّنْ ذَرَايَا غَائِبٍ تَعْرِيفٌ (تفعیل)
مصدر اس نے اس سے تعارف کرا دیا۔ اس نے اس کی پہچان کرائی۔ اس نے اس
کی تعریف کی۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف راجع ہے

امام راغب لکھتے ہیں کہ عَرَفَ کے معنی خوشبودار کرنے کے بھی آتے ہیں
جنت کے بارے میں جو یہ ارشاد ہو رہا ہے عَرَفَهَا لَهُمْ اس کے بھی یہی معنی ہیں
کہ حق تعالیٰ نے جنت کو اہل جنت کے لئے خوشبودار اور مزین کر دیا ہے :

فَإِنَّكَ سَيَهْدِيهِمْ. ان کو سیدھے راستے پر چلائے گا۔

اس میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو اب کس بات کی ہدایت ہوگی؟ مختلف مفسرین نے مختلف طریقے پر اس کی تفسیر کی ہے۔
صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں!

اس کا جواب یہ ہے کہ: ہاں ہوگی! منکر و نکیر کے سوال و جواب کی۔ سعادت اور دار الخلد کے منازل طے کر کے حقیقی منزل تک پہنچنے کی، مدارک التنزیل میں بھی یہی آیا، ضیاء القرآن میں ہے:-

یعنی جنت اور رضائے الہی کی ذی شان منزل تک انہیں رسائی حاصل ہو جائے گی! راہ کی روکاؤں میں دور کر دیا جائے گی۔ فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے۔
تفسیر الماحد کی میں ہے:-

سَيَهْدِيهِمْ: یعنی ان کے منزل مقصود تک پہنچنے تک ہر قدم پر ان کی راہنمائی اور دستگیری ہوتی ہے گی۔
مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

راہنمائی کرنے سے مراد ظاہر ہے کہ اس مقام پر جنت کی طرف راہنمائی کرنا ہے۔
۴۷: ۷ = اِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ: اِنْ شرطیہ ہے تَنْصُرُوا مضارع مجزوم (لوجه عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر، اَللّٰهُ مفعول فعل تَنْصُرُوا کا۔
يَنْصُرْكُمْ جواب شرط۔ يَنْصُرْ مضارع مجزوم لوجه جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا، یعنی اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دشمنوں کے خلاف فتح دے گا اور دین و دنیا کے امور میں تمہاری مدد کرے گا۔

= وَ يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ: واو عاطفہ يُثَبِّتْ مضارع واحد مذکر غائب۔
تَثْبِيتٌ (تفعیل) مصدر۔ جمائے رکھیگا۔ ثابت قدم رکھیگا۔ اَقْدَامُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول يُثَبِّتْ کا۔ اور وہ تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

۴۸: ۸ = وَالَّذِينَ كَفَرُوا: واو عاطفہ الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر۔ كَفَرُوا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔ اور جنہوں نے کفر کیا۔ اور جو کافر ہیں:-

جملہ شرط ہے۔

== فَتَعَسَّأَلَهُمْ فِي جَوَابِ شَرْطٍ كَلَّمَ لَعَسَا مصدر (باب فتح ضرب) سے آتا ہے لغات القرآن - باب سمع سے آتا ہے - المفردات (معنی ہلاکت، خواری، گر ٹرنا، ٹھوکر لگنا - اصل میں اس سے معنی ٹھوکر کھا کر ادندھے منہ گرنا اور پھر اٹھ نہ سکانا کے ہیں -

فَتَعَسَّأَلَهُمْ - سوان کے لئے ہلاکت ہے -

مختلف عامار کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں -

۱۔ حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا ان کے لئے اللہ کی رحمت سے دوری ہے -

۲۔ ابوالعالیہ نے ترجمہ کیا ہے سقوط - یعنی مغلوبیت، گراؤٹ -

۳۔ ضحاک نے کہا - ناکامی -

۴۔ ابن زید نے کہا پر اگندگی -

۵۔ فراء نے کہا تَعَسَّأ مصدر ہے اور یہ جملہ دعائیہ ہے -

۶۔ بعض عامار نے کہا کہ اس کا معنی ہے - دنیا میں ٹھوکر کھانا آخرت میں دوزخ میں گرنا

== وَ أَضَلَّ | أَعْمَا لَهُمْ - اور وہ ان کے اعمال برباد کر دے گا -

۹:۴۷ = ذٰلِكَ: اِی الضلال والتقس - یہ بربادی اور خواری -

== بِأَنَّهُمْ فِي سَبَبٍ ہے یہ (بربادی و خواری) اس لئے کہ انہوں نے

== كَرِهُوا - ماضی جمع مذکر غائب کَرَا هَتْ (باب سمع) مصدر - انہوں نے

نا پسند کیا -

== مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا، یعنی قرآن،

== فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ - أَحْبَطَ ماضی واحد مذکر غائب - أَحْبَطَ (افعال)

مصدر - اس نے اکارت کر دیا ان کے اعمال کو،

حبط اعمال کی تین اقسام ہیں -

۱۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے کام مثلاً حُسن معاشرت، پاکیزہ

اخلاق وغیرہ آخرت میں بالکل بے نتیجہ ہیں -

۲۔ انسان میں ایمان موجود ہے لیکن جو اعمال خیر سرانجام دینے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے

اس لئے اکارت ہوئے -

۳۔ اعمال صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل اس کثرت سے گناہ کئے کہ اعمال صالحہ

بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلہ بھاری رہا۔

۴۷: ۱۰ = اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ - اُستقبام انکاری ہے فَ عَاظَمُوا عَظَمًا جملہ
محذوف پر ہے۔ ای: اَقْعَدُوا فِي اَمَاكِنِهِمْ فَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ۔ کیا وہ اپنے
گھروں میں بیٹھے رہے اور زمین میں (یا اپنے ملک میں) چلے پھرے نہیں؟
لَمْ يَسِيرُوا مضارع نفی جحد بکلم جمع مذکر غائب ضمیر فاعل کا ابا لیان مکہ کی طرف اشارہ
ہے سَیَرٌ (باب ضرب) مصدر کیا وہ چلے پھرے نہیں؟

= فَيَنْظُرُوا۔ ای فَلَمْ يَنْظُرُوا۔ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ اجملہ کا عطف جملہ
سابقہ پر ہے۔

= دَمَوْا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَدْمِيْوُ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اس نے اکھاڑا
اس نے ہلاکت ڈال دی۔ اس نے تباہی ڈال دی۔

= اَمْثَالُهَا۔ مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب عاقبتہ کے لئے ہے
یا عقوبۃ عاقبتہ کے لئے۔

یعنی کافروں (مکہ کے کافروں کی) کی غایت بھی ایسی ہی ہوگی (کیونکہ کفر جو علت ہلاکت
و بربادی ہے وہ ان میں اور ان میں مشترک ہے۔ اَمْثَالُهَا میں مشابہت صوف و قوراء
عذاب کے لحاظ سے ہے نہ کہ نوعیت عذاب کے لحاظ سے ہے۔ (الماجدی)

۴۷: ۱۱ = ذٰلِكَ: ای نصر المؤمنین وسوء عاقبة الکافرین۔ مسلمانوں کی فتح یا
اور کافروں کی زبوں حالی۔

= بِاَنَّ اللّٰهَ۔ بِ سببیت کی ہے اَنَّ حرف تحقیق ہے اور حرف مشبہ بالفعل
میں سے ہے۔ اللّٰه اسم اَنَّ اور منصوب بوجہ عمل اَنَّ ہے۔ باقی جملہ خبر ہے اَنَّ کی۔
= مَوْلٰی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ مَوْلٰی مضاف، الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اصلہ موصول مل کر مضاف
الیہ۔ ایمان والوں کا مولیٰ۔

مَوْلٰی اسم مفرد۔ مَوَالِی جمع، دوست، مددگار۔ کار ساز۔ حمایتی، آقا۔ وَلِی مَرْحَبَ
یَحْسَبُ) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر ہے اس کی جمع مَوَالِی ہے مَوْلٰی اسم فاعل
واسم مفعول ہر دو طرح مستعمل ہے نیز ملاحظہ ہو ۴۳: ۴۱۔ متذکرۃ الصدر۔

ترجمہ ہوگا:-

یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا خدا کار ساز ہے (اور کافروں کا کوئی کار ساز نہیں ہے۔)

۴: ۱۲ = یَتَمَتَّعُونَ : مضارع جمع مذکر غائب، تَمَتَّعُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں (دنیا میں) وہ مزے اڑاتے ہیں۔

= کَمَا : ک حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدر یہ سے مرکب ہے۔ جیسا کہ (کہاتے ہیں جو پائے)

= تَأْكُلُ : مضارع واحد مؤنث غائب الَّا لُغَامُ جو پائے، مولشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مولشی کو اس وقت تک اَلْغَامُ نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ ان میں اونٹ شامل نہ ہوں۔ یہ لَعْمُ کی جمع ہے۔

= مَثْوًیٰ : ظرف مکان ہے مفرد۔ مَثَاوِی جمع۔ ٹھکانہ، دراز مدت تک ٹھہرنے کا۔ قَام قیام گاہ۔ فرد گاہ۔ ثَوًی ثَثْوًی ثَوَاءً، ثَوًی (باب ضرب) مصدر، ٹھہرنا۔ قیام کرنا۔ اترنا (قیام کے لئے)

۴: ۱۳ = وَكَائِنٌ : واو عاطفہ ہے کَائِنٌ اصل میں کَائِی تھا۔ قرآنی اصطلاح میں تنوین کو بصورت نو لکھا گیا۔ کَائِنٌ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے، مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے لئے بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا۔ عموماً متیز لفظ من کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے وَكَائِنٌ مِّنْ نَّبِیِّ قَاتِلٌ مَّعَهُ رِیْبُوتٌ کَثِیْرٌ (۱۴۶: ۳) اور کثرت پیغمبروں کی معیت میں بہت سے اللہ والوں نے (کافروں سے) جہاد کیا۔ اس مثال میں کَائِنٌ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا۔ لیکن کس کی یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِّنْ نَّبِیِّ آیا۔ تو ابہام دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ وہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی کَائِنٌ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے مفرد کبھی نہیں ہوتی۔

قرآن مجید میں کَائِنٌ ہر جگہ بصورت خبر آیا ہے۔ بہت، کثرت، نیز ملاحظہ

ہو ۱۴۶: ۳۔

وَكَائِنٌ مِّنْ قَرْیَةٍ اور بہت سی بستیاں

ہی اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْ اَخْرَجْتُكَ۔ ہی ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْیَةٍ کی طرف راجع ہے اَشَدُّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر، قوی تر، قُوَّةً اسم تمیز (ازدوست قوت)، قَرْیَتِكَ تیری بستی، مضاف مضاف الیہ مل کہ موصوف الَّتِی اسم موصول واحد مؤنث اَخْرَجْتُكَ صلہ اپنے موصول کا، صلہ اور موصول مل کر،

صفت ہوتے اپنے موصوف کی۔ موصوف اور صفت مل کر مفضل علیہ۔
وہ بستیوں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے جس نے آپ کو نکال دیا تھا بڑھ چڑھ کر تھیں
قُریۃ سے مراد اہل قریہ ہیں۔ مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ پر مضاف کے
احکام جاری کر دیئے گئے۔

الَّتِي أَخْرَجْتُكَ: الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث قُریۃ کے لئے آیا ہے
اور اسی بناء پر أَخْرَجْتُ ماضی واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا ہے مراد یہاں
بستی کے رہنے والے ہیں جنہوں نے آپ کو وطن سے نکال دیا تھا۔
أَهْلَكْنَاهُمْ: أَهْلَكْنَا ماضی جمع متکلم اَهْلَاكَ افعال مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔

فَلَا نَأْصِرْ لَهُمْ۔ نَأْصِرْ منصوب بوجہ عمل لا ہے، سو کوئی ان کا مددگار
نہ ہوا۔ یہاں بستیوں کی بجائے اہل بستی مذکور ہوئے ہیں۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال
ہوا ہے۔

۴۷: ۱۴ = أَفَمَنْ كَانَ۔ سہزہ استفہام انکاری کے لئے بے ف کا غطف
جملہ مقدرہ پر ہے۔ مَنْ موصولہ ہے :

= عَلَى بَيِّنَةٍ۔ بَيِّنَةٌ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت کو بَیِّنَہ کہتے ہیں۔ خواہ دلالت
عقلی ہو یا محسوسہ۔ بَيِّنَات جملہ ہے۔

= كَمَنْ كَاف تشبیہ اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے اس شخص کی طرح جو کہ
= زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزَيَّنَّ (تفعیل) مصدر۔ وہ سنوارا گیا
اسے مزین کیا گیا۔ وہ اچھا کر کے دکھلایا گیا۔

= سَوَّءَ عَمَلِهِ۔ سَوَّءُ بُرَائٍ۔ بُرَا کام، گناہ۔ عیب۔ سَوَّءُ سَاءَ
سَوَّءُ (باب نصر) مصدر سے اسم ہے۔ مضاف، عَمَلِہ مضاف مضاف الیہ مل کر
مضاف الیہ۔ اس کے عملوں کی بُرائی۔ اس کی بد اعمالی۔

= وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ۔ وَاتَّبَعُوا ماضی جمع مذکر غائب۔
انہوں نے اتباع کیا۔ انہوں نے پیروی کی۔ أَهْوَاءُہُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر
مفعول اتَّبَعُوا کا۔ أَهْوَاءُ جمع ہے هَوًی کی۔ خواہشیں۔ اتَّبَعُوا اور
أَهْوَاءُہُمْ ہیں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ کے معنی کے اعتبار سے استعمال کی گئی ہے

مَنْ کو لفظاً واحد ہے؛ لیکن معنی یہاں بطور جمع مُراد ہے :

ترجمہ :- مہل جو لوگ اپنے رب کے واضح راستے پر ہوں۔ کیا وہ اُن اشخاص کی طرح ہو سکتے ہیں جنہیں (شیطان کی طرف سے) ان کی بد اعمالیاں اچھی کر کے دکھائی گئی ہوں اور جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی (الجواب : لَيْسُوا سَوَاءً وَلَا مُمَازِلَةً بَيْنَهُمَا أَبَدًا) وہ ہرگز یکساں نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی بھی مماثلت نہیں ہو سکتی (۴۷: ۱۵) مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ - مبتدأ فیہا اَنْهَرُ... وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ : خبر۔

کَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔ خبر جس کا مبتدأ مَحذُوف ہے ای اَمَنْ هُوَ فِي هَذَا النَّعِيمِ الْمُقِيمِ الدَّائِمِ کَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ مضاف مضاف الیہ۔ اس جنت کی مثال۔ اگر مَثَلُ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ نہیں آیا۔ تو صرف آیت ۲: ۲۱۴ میں مشبہ یعنی تشبیہی قصد مراد ہے۔ باقی آیات میں مَثَلُ کا معنی ہے صفت۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر مَثَلُ کا اطلاق اس حال یا صفت یا قصہ پر ہونے لگا جس میں کوئی عجیب ندرت اور پُر شکوہ عظمت ہو مثلاً لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْأَعْلٰی (۱۰: ۶۶) اللہ کی عجیب شان عالی ہے۔ یا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي ... (آیت زیر مطالعہ) جنت کی عجیب نادر حالت اور صفت (لغات القرآن جلد پنجم ص ۳۱۶) الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث، وُعدَ الْمُتَّقُونَ (جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے) صلہ۔ موصول وصلہ مل کر الْجَنَّةِ کی صفت۔ یہ جملہ مثبت ہے ترجمہ :- جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت (کیفیت)

یہ ہے :

= فِيْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنة ہے۔

= غَيْرِ اسِنَّ۔ اسِنَّ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ سخت بد بودار، اسِنَّ وَاُسُونُ (باب ضرب ونصر) مصدر (پانی کا سٹرا ہوا ہونا۔ بد بودار ہونا۔ غَيْرِ اسِنَّ۔ ایسا پانی جس کا مزہ اور بو کبھی نہ بگڑے :

= لَمْ يَتَغَيَّرْ۔ مضارع لَمْ تَجِدْ بَلَمْ۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب لَغَيْرُ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ کبھی نہ بگڑے :

== لَذَّةٌ صفت مشبہ کا سیغہ ہے، یعنی لذیذ۔ اس کا مذکر لَذَّاءُ ہے۔ یا یہ مصدر اور مضاف محذوف ہے ای ذات لَذَّاءُ، لذت والی۔ یا بطور مبالغہ لذیذ کو لذت فرما دیا۔ یعنی سراسر لذت ہی لذت، نہ اس کی بوناگوار ہوگی جیسے دنیوی شراب کی ہوتی ہے نہ نشہ اور خسار ہوگا۔ (تفسیر مظہری)

== شَرِبَ بِنِینَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ شَارِبٌ واحد۔ شَرِبْتُ (باب سَمِعَ) مصدر پینے والے۔

== عَسَلٌ مُصَفًّیٌّ موصوف و صفت، نہایت صاف شہد جس میں نہ موم کی آمیزش ہوگی نہ کسی اور چیز کی۔

== وَلَهُمْ فِيهِ وَادٍ عَاطِفٌ ہے۔

== كَمَنْ هُوَ، میں ك تشبیہ کا ہے مَنْ موصولہ ہے۔ كَمَنْ هُوَ میں مَنْ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے اس لئے هُوَ ضمیر مفرد راجع کر دی گئی ہے لیکن معنی کے لحاظ سے مَنْ جمع ہے اس لئے سَقُّوا کی ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

خَالِدٌ، اسم فاعل واحد مذکر۔ خُلُوذٌ باب نصر۔ مصدر۔ ہمیشہ رہنے والا۔ سدا رہنے والا۔ کیا ایسے لوگ جو سدا رہنے والی نعمتوں میں رہنے والے ہیں ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

== وَ سَقُّوا۔ میں واو حالیہ ہے۔ اور عاطفہ بھی ہو سکتی ہے۔ سَقُّوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ سَقَّى (باب ضرب) مصدر۔ ضمیر مفعول مالم لیم فاعل، جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ ان کو پلا یا جائے گا۔

== مَاءٌ حَمِيمًا موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی فعل سَقُّوا کا۔ کھولتا ہوا پانی، حَمِيمٌ سخت گرم پانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قریبی دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں کیونکہ اپنے دوست کی حمایت بہت جلدی گرمی پکڑتا ہے۔

== فَقَطَّعَ وَ عَاطِفٌ ہے۔ قَطَّعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ لَقَطِيعٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ضمیر فاعل مَاءٌ کی طرف راجع ہے۔

== اَمْعَاءُ هُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَمْعَاءُ جمع ہے مَعَى و مَعَى کی۔ یعنی آنتیں اَمْعَاءُ مفعول ہے قَطَّعَ کا۔ اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے جو کہ معنی جمع ہے۔

== کَسَمَ: مضارع واحد مذکر غائب (استمع) مصدر - وہ سنتا ہے وہ کان لگاتا ہے - یہاں لفظی طور پر ضمیر واحد مذکر استعمال ہوئی ہے لیکن معنی یہ جمع کے لئے ہے - جیسا کہ بعد کی عبارت سے ظاہر ہے مثلاً آگے چل کر ان کے لئے خَوْجُوا اور قَالُوا استعمال ہوا ہے -

== الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر -

== اُذْتُوا الْعِلْمَ: صلہ اذتوا ماضی مجہول کا سیغ جمع مذکر غائب اِيتَاءُ (افعال) مصدر - وہ دینے گئے - ان کو دیا گیا - الْعِلْمَ مفعول مالم لیس فاعلہ - ترجمہ :- قَالُوا الَّذِينَ اُذْتُوا الْعِلْمَ: تو پوچھتے ہیں اہل علم سے (ان سے جن کو علم دیا گیا)

== مَاذَا - ما حرف استفہام ہے اور ذا فصل کے لئے تاکہ ما نافیہ اور ما استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے - کیا چیز - کیا ہے :-

== قَالَ - میں ضمیر فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے - ای ماذا قال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== اِنْفَاءً اَلْاَنفُ کے اصل معنی ناک کے ہیں، مجازاً کسی شے کے سرے اور اس کے بندہ تر حصہ کو بھی اَنفُ کہتے ہیں - چنانچہ پہاڑ کی چوٹی کو اَنفُ الْجَبَلِ کہتے ہیں - حمیت و غضب اور غمت و ذلت کو بھی اَنف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے - جیسے کہ ایک شاعر نے کہا ہے :-

اِذَا غَضِبْتَ تِلْكَ الْاُنُوفُ لَمْ اَرْضِهَا -

وَلَمْ اَطْلُبِ الْعَتَبِيَّ وَلَكِنْ اَزِيدُهَا -

اور جب وہ ناراض ہوں گے تو میں انہیں راضی نہیں کروں گا بلکہ ان کی ناراضگی کو اور بڑھاؤں گا -

اور تکبر کے متعلق کہا جاتا ہے :- شَمَخَ فُلَانٌ بِاِنْفِهِ - فلاں نے ناک

چڑھائی اور تَرَبَّ اَنْفُهُ - وہ ذلیل ہوا -

اِسْتَأْنَفْتُ الشَّيْءَ کے معنی کسی شے کے سرے اور مبداء کو کپڑنے اور اس

کا آغاز کرنے کے ہیں - اور اسی سے ارشاد ہے :- مَاذَا قَالَ اِنْفَاءً انہوں نے ابھی

ابھی شروع میں کیا کہا تھا (المفردات)

== اُولَئِكَ اِسْمُ اِثْرِهِ - یہ لوگ ۔

== طَبَعَ ماضی واحد مذکر غائب ۔ ان نے مہر لگا دی ۔ اس نے بند لگا دیا ۔ اس نے چھاپ
ٹھپہ لگا دیا ۔ اس نے کندہ کر دیا ۔ طَبَعَ (باب فتح) مصدر

فَإِذْ ذَاكَ: یہ ان کفار و منافقین و منکرین اہل کتاب کا ذکر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس میں آکر بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات یا قرآن مجید کی آیات سنتے تھے مگر چونکہ
ان کا دل ان مضامین سے دور تھا جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا تھا اس لئے سب
کچھ سن کر بھی وہ کچھ نہ سنتے تھے اور باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ ابھی آپ کیا
فرمایا ہے تھے (تفہیم القرآن) یا وہ استنزال کے سوال کرتے تھے ۔

۴۷: ۱۷ = اِذْ ذَاكَ ماضی جمع مذکر غائب اِذْ ذَاكَ (افتعال) مصدر ۔ انہوں نے
ہدایت پائی ۔ اِذْ ذَاكَ کا لفظ جہاں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں امور اخرویہ میں ہدایت
پانا مراد ہے اِذْ ذَاكَ کا استعمال کبھی ہدایت طلب کرنے یا اس کے لئے کوشش کرنے
نیز کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کرنے کے متعلق بھی ہوتا ہے ۔ اس باب میں ہدایت حاصل
کرنے کے لئے اپنے اختیار سے کوشش کرنا کے معنی پائے جاتے ہیں ۔

اگرچہ لغت کے اعتبار سے ہُدًی اور ہدایت میں کوئی فرق نہیں مگر ہُدًی
کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرمانے کے لئے استعمال کیا ہے یعنی
ہدایت کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ہے اس کے لئے ہُدًی کا لفظ مخصوص
ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ اِنَّ هُدًی اللّٰہِ هُوَ الْهُدٰی (۱۱۲: ۱) فرمادیجئے
کہ خداوند تعالیٰ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے ۔

== زَادَهُمْ: ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے ۔
زَادَهُ اباب ضرب، مصدر ۔ اس نے زیادہ دیا ۔ اس نے بڑھا دیا ۔ هُمُ ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب ۔ اس نے ان کو زیادہ دیا ۔ اس نے ان کو بڑھا دیا ۔ اس نے ان کو مزید ہدایت
بخشی ۔

== وَ اَتَتْهُمْ تَقْوٰیہُمْ - اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق بخشی ۔ یا توفیق دیتا ہے
ہُمْ ضمیر مفعول ہے تَقْوٰیہُمْ مضاف منافی الیہ ۔ ان کا تقویٰ ۔
۴۷: ۱۸ = فَمَنْ يَنْظُرُوْنَ - استفہام انکاری ہے السَّاعَةِ سے مراد روز قیامت

ہے۔ بَعَثَ۔ اچانک۔ یکایک، مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۴۲: ۶۶)

پس کیا یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے،

== فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا۔ ف عاطفہ، قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے
 أَشْرَاطُهَا مضاف مضاف الیہ أَشْرَاطُ جمع ہے اس کی واحد شَرْط ہے جس کے معنی
 علامت کے ہیں۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّاعَةِ کی طرف راجع ہے قیامت
 کی نشانیاں۔

الشروط وہ مُعین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر معلق ہو اسے شرط کہتے ہیں
 وہ دوسرا امر اس کے لئے بمنزلہ علامت کے ہوتا ہے اس کی جمع شُرَاط ہے۔
 عربی میں شَرْط پولیس کو بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بھی ایسی علامت لگالتے ہیں
 جس سے ان کی پہچان ہو سکتی ہے۔

فَقَدْ جَاءَتْ أَشْرَاطُهَا۔ سو بے شک اس کی نشانیاں (وقوع میں)

آچکی ہیں۔ اشراط یا شرط کا استعمال قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں ہوا ہے۔
 == فَأَنذَرْتَهُمْ إِذَا جَاءَ تَهُمْ ذِكْرُهُمْ۔ تَعْدِيرِ کلام یوں ہے فَأَنذَرْتَهُمْ
 ذِكْرُهُمْ إِذَا جَاءَ تَهُمْ۔ ذِكْرُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدأ مؤخر۔ اَنذَرْتُ
 خبر مقدم۔ تَهُمْ متعلق خبر۔ جملہ اَنذَرْتُ ذِكْرُهُمْ جواب شرط ہے جو شرط سے
 مقدم آیا ہے۔ إِذَا جَاءَ تَهُمْ جملہ شرط مؤخر۔

ترجمہ ہوگا: توجب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوئی تو ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔

(ترجمہ و نحو از تفسیر بیان القرآن)

یعنی اگر قیامت یک لخت آگئی تو ان کی توبہ کیا ہوگی؟ ان کو توبہ واستغفار کا تو
 موقع ہی نہ ملیگا۔ جب قیامت آہی گئی تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا
 اور اس وقت توبہ واستغفار یا خدا ان کو کچھ نفع نہ دے گا۔

ذِكْرُی مصدر ہے ذِكْرٌ یَذْكُرُ دُوبَابُ نسر، بمعنی تذکر، یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا
 نصیحت۔ ذِكْرُی کثرتِ ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذِكْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے

۴۴: ۱۹ = فَأَعْلَمْتُمْ۔ پس آپ جان رکھیں۔ یا۔ یقین رکھیں۔ (ای محمد رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فَ سببیہ ہے۔ یعنی جب آپ کو مومنوں کا خوش نصیب
 ہونا اور کافروں کا بد نصیب ہونا معلوم ہو گیا ہے تو آپ کو اللہ کی وحدانیت اور

نفس کی اصلاح احوال اور اعمال کا جو علم حاصل ہو گیا ہے اس پر جے رہنے قیامت کے دن یہی علم آپ کے لئے مفید ہوگا۔

اعْلَمُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عِلْمُ باب سمع مصدر۔ توجان لے۔
 = اسْتَغْفِرُ امر واحد مذکر حاضر۔ اسْتَغْفَارُ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر۔ توبخشش مانگ۔ تو معافی مانگ۔

فَايِدَا: اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہ گناہ سے معصوم تھے کسی گناہ کا ارتکاب آپ سے ممکن ہی نہ تھا۔ لیکن بندہ کی عبادت اللہ رب العزت کی جلا و عظمت کے مقابلہ میں بہ حال قاصر ہے۔ عبادت کا حق کون ادا کر سکتا ہے اسی لئے حکم ہوا کہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے سے قاصر سمجھتے ہوئے استغفار کیجئے اور آپ کی امت کو بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔

= وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور مومنوں کے لئے بھی اور مومنات کیلئے بھی۔ الْمُؤْمِنَاتِ کا عطف مؤمنین پر ہے: اِی وَلِلْمُؤْمِنَاتِ۔

= مُتَقَلِّبُکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ تَقَلَّبُ (تَفْعُلٌ) مصدر سے۔ گھومنے پھرنے کی جگہ۔ یعنی مشاغل دنیوی میں جہاں جہاں تم گھومتے پھرتے ہو
 = مَثْوَاکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ٹھہرنے کا مقام۔ مَثْوٰی اسم ظرف مکان مَثْوٰی جمع۔ ٹھکانا۔ مدت دراز تک ٹھہرنے کا مقام۔ فرود گاہ۔ ثَوٰی یَثْوٰی (باب ضرب) ثَوَاۤءُ ثَوٰی۔ مصدر۔ متعدی بنفسہ بھی ہے اِی ثَوٰی المکان اور ثَوٰی بالِمکان۔ دونوں کا مطلب وہ اس جگہ ٹھہرا۔ ہوگا۔

مطلب: مُتَقَلِّبُکُمْ وَ مَثْوَاکُمْ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کو جانتا ہے تمہاری کوئی حالت اس سے پوشیدہ نہیں اس لئے اس سے ڈرتے رہو
 ۴۷: ۲ = وَلَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوا الْوَلَا نَزَّلَتْ سُورَةٌ۔ اِی یقول المؤمنون الصادقون حرصًا علی الجہاد لما فیہ من الثواب الجزیل
 ہلا انزلت سورۃ لیومر فیہا بالجہاد۔ اور جو سچے اور صادق ایمان والے ہیں وہ جہاد کے ثواب عظیم کے مد نظر دفور شوق سے کہتے ہیں کہ کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی جس میں صریحاً جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔

کَوْلًا تَحْضِيضًا ہے (اُبھارنے اُکسانے کے لئے) نیز ملاحظہ ہو (۲۳: ۶)
 = سُوْرَةُ الْمُحْكَمَةِ: موصوف و صفت، محکمات اسم مفعول واحد مؤنث
 محکم کی گئی۔ مضبوط کی ہوئی۔ یعنی وہ آیت جو معنی مراد پر صریح دلالت کرے۔ احکام۔
 (افعال) مصدر سے۔

= ذُكِرَ: ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ ذکر کیا گیا ہو۔ ذِکْرُ باب نصر
 مصدر۔

= فِيْهَا: میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سُوْرَةُ ہے

= الْقِتَالُ: ذِکْرُ کا مفعول مالم یسم فاعلاً۔ ای الجہاد۔

ذکر فیہا القتال۔ ای امر فیہا بالجهاد جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو

= اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: موصول وصلہ مل کر رَأَيْتَ کا مفعول۔

تو دیکھے ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے۔ مَرَضٌ سے مراد ضعف

فی الدین۔ ایمان کی کمزوری ہے۔ (نفاق کا مرض) ایسے ہی معنوں میں دوسری جگہ آیا ہے

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۱۰: ۲) ان کے دلوں میں کفر کا

مرض تھا۔ پس خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا۔ یہاں آیت زیر مطالعہ میں نفاق کا مرض

مراد ہے۔

= يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ لَظَرَ الْمَغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ جملہ حالیہ ہے

بائیں حال کہ وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو

اَلْمَغْشٰى اسم مفعول واحد مذکر۔ غَشِيَ باب سمع مصدر۔ غَشِيَ عَلَيْهِ غَشِيًا

بے ہوشی طاری ہونا۔ غشو مادہ ناقص واوی

اَلْمَغْشٰى بروزن مفعول اصل میں مَغْشُوْی تھا ماضی غَشِيَ مضارع يَغْشِي

اسم فاعل (راضی کہ تغلیل عرفی کے بعد مراضی ہوا) کی موافقت سے وَاَوْ كُوْا بِاَوْ كَمَا

تَحٰی كُوْنٰی میں مدغم کیا اور ماقبل کے ضمہ کوئی کی مناسبت سے کسرہ سے بدلا۔

مَغْشٰى ہو گیا۔ ایسے ہی رَضُوْ (ناقص واوی) باب سمع سے اسم مفعول مَرْضٰی ہو گا

اَلْمَغْشٰى بے ہوشی اس پر ہوشی طاری ہو۔

مِنَ الْمَوْتِ موت کی (غشی) موت کی (بہوشی)

= فَاَوَّلٰى لَهُمْ فِيْ طَاعَةِ وَقَوْلٍ مَّعْرُوْفٍ قَف۔ یہاں وقف کے

مندرجہ ذیل علامات کو مد نظر رکھیں۔

۵۔ یہ وقف تام کی علامت ہے۔ یہاں بات پوری ہو جاتی ہے یہاں ٹھہرنا چاہئے۔
ج۔ یہ وقف تام کی علامت ۵ برج کی علامت ہے یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔
قف۔ اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں ٹھہرنے والے کا ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

۱۔ بعض علمائے حق پر وقف کیا ہے اس صورت میں جملہ فاؤلی لہم کاربط سابقہ کلام سے ہے اس صورت میں فاؤلی لہم میں سببیہ بنے یعنی بہ سبب اس بات کے کہ جہاد کے وجوب میں حب کوئی آیت محکمہ نازل ہوئی تو منافقین جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا ان پر موت کی سی غشی کا عالم طاری ہو گیا لہذا ایسے لوگوں کے لئے اؤلی ہلاکت، بربادی ہے یہ وئیل ہلاکت و بربادی ہے افعل التفضیل کا صیغہ یعنی سخت بربادی، سخت ہلاکت بنایا گیا ہے۔ پہلے وئیل میں قلب کیا گیا یعنی عین کلمہ کو لام کلمہ اور لام کلمہ کو عین کلمہ بنایا گیا۔ وئیل ہو گیا۔ پھر افعل کے وزن پر اولی بنایا گیا۔

۲۔ لغات القرآن میں ہے :- اؤلی زیادہ لائق زیادہ مستحق، زیادہ قریب۔ ولی سے جس کے معنی بے درپے واقع ہونے کے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اس کا صمد حب لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور بربادی سے زیادہ قریب ہونے یا اس کے زیادہ مستحق ہونے کے ہوں گے۔

چنانچہ اصمعی نے اؤلی لہم کا یہ معنی لکھا ہے کہ :- معناه قاربہ مایہلکذ یعنی اس کو ہلاک کرنے والی چیز قریب ہو گئی۔

ثعلب کہتے ہیں :- لَمْ يَقُلْ أَحَدٌ فِي أَوَّلِي أَحْسَنَ مِمَّا قَالَ الزُّحْمَعِي یعنی اولی کی تحقیق میں اصمعی کا قول نہایت پسندیدہ ہے۔

بربادی و ہلاکت کے معنی میں اور جبکہ قرآن مجید میں ہے اؤلی لک فاؤلی

(۵: ۳۴) تیرے لئے بربادی ہی بربادی ہے۔
۲۔ اگر وقف ج پر کیا جائے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ تو طاعہ و قول معروف

علیحدہ جملہ ہوگا۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں

۱۔ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ: خبر ہے جس کا مبتداء محذوف ہے ای امرؤھف
طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ۔ ان کو چاہئے کہ فرمانبرداری کریں اور اچھی بات کہیں
(تفسیر حقانی، بیضاوی) یہاں قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ کو موصوف و صفت لیا گیا ہے۔

۲۔ ان کی اطاعت اور بات چیت کی حقیقت معلوم ہے۔

(طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ خبر بمیان القرآن، الماجدی، المنطہری)

۳۔ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ خَيْرٌ لَّھُمْ: طاعة وقول معروف
مبتداء خیر لہم خبر۔ فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا ان کے لئے بہتر تھا۔
(کشاف، مدارک)

۴۔ اگر وقف قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (وقف) پر کیا جائے تو عبارت ہوگی۔
فَاُولٰٓئِھِمْ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ۔

اس صورت میں بھی مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اُولٰٓئِھِمْ اَحَقُّ وَالْيَق۔ یعنی زیادہ مناسب و زیادہ صحیح۔ اس صورت میں
طَاعَةٌ مبتداء مؤخر ہوگا۔ اور یہ خبر مقدم۔ ای الطاعة اُولٰٓئِھِمْ وَالْيَق بہم
یعنی اطاعت ان کے لئے زیادہ مناسب تھی۔ (ضیاء القرآن)

۲۔ اُولٰٓئِھِمْ اَفْعَلُ التَّفْضِيل، مبتداء و (لہم) صلتہ واللام یعنی الباء و (طاع) خبر
خبر کا نہ قیل: اُولٰٓئِھِمْ من النظر الیک نظر المغشی علیہ من
الموت طاعة وقول معروف: (روح المعانی) آپ کی طرف ایسے آدمی کی
نظر سے دیکھنا جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اس سے اطاعت اور قول
معروف بہتر تھا۔ یعنی یہ ان کے لئے بہتر تھا کہ وہ ایسے حکم کی اطاعت کرتے اور اس کے
حق میں اچھے کلمات منہ سے نکالتے۔

۲۷: ۲۱ = طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ اور ملاحظہ ہو

== فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ۔ پھر جب بات پکی ہو گئی یعنی جب کفار سے جہاد کی
مہم ہو گئی۔

عَزَمَ ما ضعی وا حد مذکر غائب عَزَمَ (باب ضرب) مصدر سے ہے۔ بطور
فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ لیکن علی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کام کا پختہ ارادہ کرنا۔

فعل متعدی آتا ہے:-

== اِذَا۔ جب: اس وقت، ناگہاں، ظرفِ زمان ہے: زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَ اِذَا رَاْ اَوْ اِتِّجَارَةً اَوْ لَهْوًا اِنْ اَنْفَضُوْا اِلَيْهَا (۱۱:۶۲) اور جب انہوں نے سودا بکٹایا تماشا ہو تا دیکھا تو منتشر ہو کر اس کی طرف چل گئے۔

اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کیلئے آتا ہے جیسے وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی۔ (۱:۵۳) قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔

اِذَا اکثر و بیشتر تو شرط ہی ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آ جانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فَاِذَا هِیَ حَیَّةٌ تَلْعَلٰی (۲:۲۰) اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لّٰهُمْ۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ حبلہ شرط ہے اس کا جواب فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لّٰهُمْ جواب شرط ہے۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے (یعنی جہاد کی انتہائی رغبت کا جواب انہوں نے اظہار کیا اگر وہ اس میں سچے ثابت ہوتے) تو ان کے لئے بہتر تھا۔ اس کی مثال: اِذَا جَاءَ الشَّاءُ فَلَوْ جِئْتَنِي لَكَسَوْتُكَ۔ بعض کے نزدیک شرط کی جزا محذوف ہے اور تقدیر کلام یوں ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ كَرِهُوا۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی (یعنی جب جہاد فرض ہو گیا اس کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور مقابلہ و مقاتلہ کی بات ٹھن گئی) تو وہ حکم جہاد کو ناگوار سمجھنے لگے۔ اس صورت میں فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لّٰهُمْ۔ علیحدہ کلام ہے فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ حبلہ شرط ہے اور لَكَانَ خَيْرًا لّٰهُمْ جواب شرط ہے۔ اگر وہ اللہ سے سچے رہتے (یعنی رغبت جہاد کو سچ کر دکھاتے) تو ان کے لئے یہ الصدق (سچ کر دکھانا) بہتر ہوتا۔

صَدَقُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ صِدْقٌ (باب ضرب)

مصدر سے۔ انہوں نے سچ کر دکھایا (اگر وہ) سچ کر دکھاتے۔

== ۲۲:۲۷۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ خُطَابَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے ہے غائب سے حاضر کی طرف التفات، تشدید و توسیع کے لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں

جو اتفاق کا مرض ہے اس کی وجہ سے نہ صرف تم اللہ سے بلند بانگ دعووں میں سچے ثابت نہ ہو سکے بلکہ تم سے اس سے پست تر کردار کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم اٹھ منہ پھر گئے یا تم لوگوں کے حاکم بن گئے تو زمین میں فساد برپا کر دو گے۔ اور آلبس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے! تفہیم القرآن

ہل حرف استفہامیہ ہے۔ عسیٰ بمعنی منقریب ہے، شتاب ہے، ممکن ہے توقع ہے، اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں عسیٰ فعل جامد ہے غیر منصرف ہے اس کی گردان نہیں آتی (قرآن مجید میں عسیٰ صیغہ واحد مذکر غائب وَعَسَيْتُمْ صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے اور بس)

اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے اس کے معنی پسندیدہ بات میں "امید" کے اور نا پسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی اس آیت میں جمع ہیں عسیٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں۔ اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔

ابن فارس کا بیان ہے کہ عسیٰ قرب اور نزدیکی کے لئے آتا ہے جیسے کہ۔ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدْفٌ لَّكُمْ (۲۴: ۷۲) تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری پیٹھ پر پہنچ چکی ہو۔

اور کسان نے کہا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں قرآن مجید میں عسیٰ خبر کے لئے آیا ہے بصیغہ واحد آیا ہے جیسا کہ آیت سابقہ میں اور اس کے معنی ہوں گے عسی الامور ان یكون کذا (یعنی توقع ہے کہ معاملہ یوں ہو) اور جہاں استفہام کے لئے آیا ہے بصیغہ جمع ہوتا ہے جیسے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (آیت زیر مطالعہ) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے۔ (مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم)

عَسَيْتُمْ: توقع ہے اندیشہ ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:-

کہ اس پر حرف استفہام (یعنی ہل) کو امر متوقع کے ثبوت کے لئے داخل کیا ہے یعنی یہ بتلانا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔ پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ۔ یا تم سے متوقع ہے کہ...

(عَسَيْتُمْ اِهلِ حِجَازِ كِي لَفْت كے مطابق ہے ورنہ نبی ٲیم ضمیر كو عَسَى كے ساتھ نہیں ملائے) اس كی خبر اَنْ تَفْسِدُ وَاِنِیْ اَلْاَرْضَیْنَ وَتَقَطِّعُوْا اَرْضَ حَامِكُمْ ہے۔ شرط اِنْ تَوَلَّیْتُمْ جملہ و تنہا ہے ما بین عَسَى اور اِنْ تَفْسِدُ وَا کے۔

= تَوَلَّیْتُمْ ماضی صیغہ جمع مذكر حاضر۔ تَوَلَّى (تَفَعَّل) مصدر۔ دل ى مادہ كے حروف سے باب تَفَعَّل سے مندرجہ ذیل معانی میں آتا ہے۔

۱۔ دوستی كرنہ۔ رفیق ہونا۔ جیسے كُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّهُ مَنِ تَوَلَّاهُ فَانَّهُ یُضِلُّہُ (۴: ۲۲) جس كے بارہ میں لكھ دیا گیا ہے كہ جو بھی اسے دوست ركھے كا تو وہ اس كو گمراہ كرنے كا۔

۲۔ منہ پھیرنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض كرنہ۔ جیسے وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْہُمُ اللہُ عَذَابًا اَلِیْمًا (۴: ۹۲) اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو خدا ان كو دكھ دینے والا عذاب دے كا۔ اس معنی میں یہ اكثر عَنْ كے صلہ كے ساتھ متعدی ہو كا۔ عَنْ خواہ لفظوں میں مذكور ہو یا پوشیدہ ہو۔

۳۔ متولی ہونا۔ حاكم ہونا۔ والی ہونا۔ جیسے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تَفْسِدُ وَاِنِیْ اَلْاَرْضَیْنَ۔ (آیت ہذا زیر مطالعہ ۴: ۲۲) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ یا تم سے متوقع ہے كہ اگر تم حاكم ہو جاؤ تو ملك میں خرابی كرنے لگو۔ اور اگر عَنْ مقدر مانا جائے تو ترجمہ ہو كا۔

پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے یا تم سے متوقع ہے كہ اگر تم اسلام سے منہ موڑ گئے یا پھر گئے تو ملك میں خرابی كرنے لگو۔

= اَنْ تَفْسِدُ وَا: اَنْ مصدر یہ ہے كہ تم (دنیا میں یا ملك میں) فساد مچاؤ۔
= وَ تَقَطِّعُوْا اَرْضَ حَامِكُمْ۔ وَاذ عاطف ہے اس جملہ كا عطف جملہ سابقہ اَنْ تَفْسِدُ وَا پر ہے۔ اس آیت میں خطاب اَلَّذِیْنَ فِيْ قُلُوْبِہِم مَّرَضٌ سے ہے یہ التفات ضمائر زجر و توبيخ كی تاکید كے لئے ہے۔

تَقَطِّعُوْا مضارع صیغہ جمع مذكر حاضر ہے۔ نون اعرابی اَنْ كے عمل سے گر گیا۔
تَقَطَّیْعُ (تَفْعِلُ) مصدر۔ تم كا ٹوگے۔ تم توڑو گے۔ تم پارہ پارہ كرو گے۔ تم ٹكڑے ٹكڑے كرو گے۔ اَرْضَ حَامِكُمْ مضاف الیہ مل كر مفعول ہے تَقَطِّعُوْا كا۔ تمہارے قرابت دار۔ تمہاری قرابتیں۔ اَرْضَامِ رَحْمُ كی جمع ہے۔ رَحْمُ عورت كے پیٹ كی

وہ جگہ ہے جس میں بچ پیدا ہوتا ہے مجازاً اقربیت کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ اہل قرابت بالواسطہ یا بلاواسطہ ایک ہی جسم سے پیدا ہوتے ہیں۔

۴۷: ۲۳ = اُولَئِكَ - متذکرہ بالا مخاطبین کی طرف اشارہ ہے۔ التفات ضمائر غصہ و نفرت کے اظہار کے لئے ہے درجہ خطاب سے گراؤٹ کے طور پر حاضر کے بجائے غائب کی ضمیر کا استعمال کیا گیا ہے۔ مبتدا رہے اور اگلا الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ اس کی خبر ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

۴۷: ۲۴ = فَاصْنَهُمْ : ف عاطفہ اصنم ماضی واحد مذکر غائب اصمما (افعال) مصدر اس نے بہرہ کر دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو اُولَئِكَ کی طرف راجع ہے پھر اس نے ان کو بہرہ کر دیا کہ حق کی بات نہیں سن سکتے۔

۴۷: ۲۵ = وَاعْمَلُوا الْبُصَارَهُمْ وَادْعُوهُمْ اَعْمٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اعما (افعال) مصدر جس کے معنی نابینا کر دینے کے ہیں۔ یہاں چشم بصیرت کا کھود دینا مراد ہے الْبُصَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اعْمٰی کا مفعول۔ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ چشم حقیقت میں سے محروم ہو گئے۔

فَاٰیُّكُمْ لَا: وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوا سے لے کر آیت وَاعْمَلُوا الْبُصَارَهُمْ

آیت ۲۲ تک خطاب ایک ہی گروہ سے ہے لیکن ان کی نیت اور اعمال و افعال کے پیش نظر ان کو کبھی صیغہ غائب سے یاد کیا ہے کبھی حاضر سے یہ التفات ضمائر حسب حال ان کے اعمال و افعال کے ہے۔

اَوَّلًا عام بات ہو رہی تھی اور فرمایا کہ اہل ایمان کہتے ہیں کہ کوئی نئی سورت جہادیں بائے میں کیوں نازل نہیں ہوئی جس میں صریحاً جہاد کا حکم ہو کیونکہ مسلمان کفار کی زیادتیوں سے تنگ آ گئے تھے۔ اور ان کے جو روستم کے سلسلہ میں اینٹ کا جواب پتھر کی صورت میں ان کو دینے کا حکم نہ تھا۔ اس لئے وہ حکم الہی کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے کہ جہاد کا حکم ہو تو اپنے تن، من، دھن کی قربانی دے کر دنیا و آخرت کی نعمتیں لوٹیں۔ ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو کہ ان کے دل منافقت کی مرض میں مبتلا تھے ظاہراً وہ تو مبین صادقین سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنے شوق جہاد کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ توجب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم صریح الفاظ میں آہی گیا تو اہل ایمان نے شکر الہی بجالایا۔ لیکن منافقین کی حالت

دیکھنے کے لائق تھی ان کے حواس باختہ اور اوسان خطا ہو گئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان پر موت کی غشی کا عالم طاری ہے :

ان کی اس زبوں حالی اور زبندی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے غائب کے صیغہ سے حاضر میں التفات کر کے ان کو خطاب کر کے کہا۔ بزبولو! یہ ہے تمہارے بلند بانگ دعوؤں کی حقیقت تمہارا وہ جوش و خروش کدھر گیا۔ تمہاری وہ بڑھکیں کیا ہو گئیں تم تو ایسے ناقابل اعتبار اور جھوٹے ہو کہ تمہاری کسی بات پر بھی یقین نہیں کیا جاسکتا۔ تم سے کیا بعید ہے کہ اگر تمہیں کل کو حاکم بنا دیا جائے تو بجائے عدل و انصاف کے تم زمین میں فساد برپا کر دو۔ اور انہوں ہی کے گلے کاٹنے لگو۔ یہ خطاب صیغہ حاضر میں ان منافقین کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حقارت اور ان سے ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کیا گیا اور ان کی زجر و توبیخ کے لئے اظہار نفرت کے بعد سلسلہ کلام پر پہلے کی طرح صیغہ غائب میں شروع کر دیا گیا۔ کہ یہ منافق لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتوں، اعمال و افعال اور گفتار و کردار کی حقیقت کے مد نظر اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کی آنکھوں کو نور بصیرت سے محروم کر دیا اور ان کے کانوں کو آواز حق سننے سے عاری کر دیا کہ اپنے اعمال کی پاداش میں وہ ان نعمتوں سے استفادہ ہی نہ کر سکیں۔

۴۴: ۲۴ = اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ : آہمزہ استفہامیہ و کا عطف جملہ محذوف پر ہے لَا يَتَذَكَّرُونَ مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب تَدَّ بَرُّ تَفْعَلُ مصدر الْقُرْآنِ اسم مفعول واحد مذکر۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ (یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، قرآن کے اندر جو نصیحتیں ہیں اور تنبیہات ہیں۔ ان کو تلاش نہیں کرتے۔ اگر تفحص اور تلاش سے کام لیتے تو حق ان پر واضح ہو جاتا۔ یہ استفہام انکاری توہنجی ہے۔ (تفسیر المنطہری)

۴۴: ۲۵ = اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اَمْ حرف عطف بمعنی یا ہے یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کرتے ہیں مگر ان کے دلوں پر قفل لگنے سے کچھ سمجھ نہیں پاتے۔ یا اَمْ بمعنی بَلْ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا:

یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے نہ صرف یہ بلکہ مزید برآں ان کے دلوں پر قفل لگے ہیں۔

اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا: کی تشریح میں صاحب تفسیر منطہری قمر ازہیں

یہ استعارہ بالکنایہ ہے قلب کو خزانے سے تشبیہ دی اور ہر خزانہ کا مقفل ہونا لازم نہیں تو مناسب ضرور ہے مشبہ بہ کی مناسبات کو مشبہ کے لئے ثابت کیا ہے پھر افعال کی قلوب کی طرف اضافت کی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دلوں پر جو قفل پڑے ہیں وہ یہ مستعمل قفل نہیں ہیں بلکہ غیر معمولی تالے ہیں جو قلوب کے مناسب ہیں (یعنی غفلت کے تالے ہیں لوہے پتیل وغیرہ کے نہیں)

گویا بصورت کنایہ یا تبتائی کہ ان کے اندر استعداد ہی نہیں ہے ان کے دل نصیحت پذیر کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اگر بالفرض قرآن میں یہ غور بھی کریں تب بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔

۴۷: ۲۵ = اَرْتَدُّوا مَاضِيَ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ اَرْتَدَّ اَدْوَا فَعَالٍ مصدر۔ جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں۔ وہ لوٹ گئے۔ وہ اُلٹے پھرے۔

= اَدْبَارِهِمْ مَصَافٍ اِلَيْهِ اَدْبَارٌ جَمْعُ دُبُرٍ وَاحِدٍ۔ ان کی پیٹھیں دُبُر، پیٹھ، پشت، پچھلا حصہ۔ اَرْتَدُّوا عَلٰی اَدْبَارِهِمْ وہ پیٹھ دے کر پھر گئے۔ انہوں نے راہِ ارتداد اختیار کیا۔

= تَبَيَّنَ۔ مَاضِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ تَبَيَّنَ رَفْعٌ مصدر جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں۔ بیان کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

ایک تو خود دلالتِ حال۔ کہ صورت بہ ہیں حالتِ میرس: دوسرے آزمائش کے ذریعہ کسی چیز کا کھلنا اور واضح ہو جانا۔ خواہ آزمائش بذریعہ نطق ہو یا کتابت یا اشارہ۔

= سَوَّلَ۔ مَاضِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَسْوِيلٌ رَفْعٌ مصدر جس کے معنی نفس کا اس چیز کو کہ جس پر وہ حریص ہے مزین کرنا اور بُری کو اچھی شکل میں پیش کرنے کے ہیں۔ سَوَّلَ لَهُ الشَّيْطَانُ۔ اِی اغواء وزین لہ وَسَهَّلَ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ الشَّيْءَ۔ شیطان نے اس کو گمراہ کیا اور اس کو مزین کر کے دکھایا۔ اور کسی کام کا کرنا سہل کر دیا۔ سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ كَذَابًا اس کے نفس نے اس کو مزین کر دیا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ

لِيْ نَفْسِيْ (۲۰: ۹۶) اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بتایا تھا۔
 = وَأَمْلِيْ لَهُمْ: وَأَوْعَا طِفْ أَمْلِيْ۔ ماضی واحد مذکر غائب راء (افعا)
 مصدر۔ جس کے معنی مہلت دینے کے ہیں۔ ڈھیل دینے اور لمبی امیدیں دلانے کے
 ہیں۔ اور اس نے ان کو لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ اچھوٹی امیدوں کے خوشنما قلعے کھڑے
 کر دیئے) اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا (۲۲: ۴۸)
 اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا۔

۴۷ : ۲۶ = ذلیک : ارتداد : جس کے متعلق اوپر مذکور ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے نہ ہی املار اور نہ ہی تسویل کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ اگلا آنے والا قول ان دونوں میں سے کسی کا بھی سبب نہیں بن سکتا۔

یہ مثبت ہے اور اگلا حبلہ خبر۔

== يَا أَتَّهُمْ میں بار سببیۃ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ قَالُوا کا فاعل منافقین ہیں جو مرد ہو گئے تھے۔

مطلب یہ کہ اس ارتداد کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقین لوگ (یعنی مرتدین) کہتے ہیں
== اِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ - الَّذِيْنَ اَسْمَوْا مَوْصُوْلًا اور اگلا جملہ اس کا
صلہ۔ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سے مراد القرآن ہے مطلب یہ ہے کہ یہ منافقین مرتدین ان لوگوں
سے جن پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ناگوار گذرتا ہے۔ کہتے ہیں
ان کا رہن سہن سے مراد یہودیوں کے قبائل بنو قریظہ اور بنو نظیر ہیں جو یہ جانتے ہوئے بھی
کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برحق نازل ہوا ہے،
حسد کی آگ میں جل رہے تھے کہ یہ کلام ربانی ان میں سے کسی ایک پر کیوں نازل نہیں ہوا
== سَنُطِيعُكَ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ یہ مقولہ ہے مرتدین کا۔ سن مضارع

قرب کے لئے ہے۔ نَطِيعٌ مضارع جمع متکلم اطاعة (افعال) مصدر
= فِي بَعْضِ الْأَمْرِ۔ بعض باتوں میں مثلاً جنگ کی صورت میں مسلمانوں

کے ساتھ عدم تعاون وغیرہ۔ اس کی تشریح ارشاد الہی سے ہوتی ہے۔ اَلَّذِينَ لَا يَدْعُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا غَيْرًا ۚ وَلَا هُمْ يَدْعُونَ ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوۥا ۚ (۱۱: ۲۲) اَلَّذِينَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاٰخِوَٓاِئِهِمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنْ اٰهْلِ الْكِتٰبِ لَیۡنُ اُخْرِجُوۡنَا مِنْۢ مَّعٰکُمۡ وَ لَا تُطِیۡعُ فِیۡکُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۚ وَاِنْ قُوۡتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ (۱۱: ۵۹)، کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا۔

جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہل کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ جیل نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے۔

== وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اسْرَارَهُمْ۔ وَادْعَا لِفِ اسْوَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ اسْوَارُ بروزن افعال مصدر ہے معنی چھپانا۔ سرگوشیاں کرنا۔ کوئی بات چھپا کر کرنا۔ اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، انہوں نے سَنَطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْاَمْرِ خفیہ طور پر کہا لیکن اللہ ان کی خفیہ باتوں کو جانتا ہے اور اس نے اسے فاش کر دیا۔

الکشاف میں ہے قالوا ذلک سِرًّا فیما بینہم فاشاہ اللہ علیہم انہوں نے یہ بات خفیہ طور پر ایک دوسرے سے کہی اللہ نے اسے ان پر راز کو فاش کر دیا۔

۴۷: ۲۷ = فَکَیْفَ۔ ف ترتیب کا ہے کیف حرف استفہام۔ یہ استفہام تعجبی ہے پس تعجب ہے ان کا کیا حال ہوگا اور بچنے کی یہ کیا تدبیر کریں گے، ای کیف حالہم او حیلتم۔ فکیف خبر ہے جس کا مبتدا محذوف حالہم ہے۔

= اِذَا۔ ب۔ اسوقت۔ ظرف زمان ہے۔

= تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ۔ تَوَفَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اس نے اٹھایا اس نے قبض کیا۔ تَوَفَّی (تَفَعَّلَ) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس (فرشتوں کی جماعت) نے ان کو اٹھالیا۔ یا ان کی جانیں قبض کر لیں۔

فَکَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ۔ پس کیا حال ہوگا ان کا جس وقت فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے۔

= یَصْرِیْبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَذْبَارَهُمْ، (درآں حالیکہ وہ ان کو ان کے چہروں اور پشتوں پر ضربیں لگا رہے ہوں گے۔ جملہ الْمَلٰٓئِکَةُ سے حال ہے۔

۴۷: ۲۸ = ذٰلِکَ یہ مار پٹائی۔ یہ درگت۔

= بِاَنْهٰمْ سَبِیْہِہٖ

= مَا مَوْصُوْلَہٗ اَسْخَطَ اللّٰہَ اَسْخَطَ ماضی واحد مذکر غائب اِسْخَاطُ (رافعال) مصدر۔ جس کے معنی غصہ دلانے اور بیزار کرنے کے ہیں۔

ان کی یہ مار پٹائی اس لئے ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں اس امر کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنا تھا۔

== کَوْهُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب کَوَاهَتْ مصدر باب سَمِعَ (انہوں نے ناپسند کیا انہوں نے بُرا سمجھا۔ انہوں نے کراہت کی۔

رَضُوْا اِنَّهُ مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ اس کی رضا مندی کو۔ اس کی خوشنودی کو۔

رَضُوْا نُّ۔ رَضِيَ يَرْضِي (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے

المفردات میں ہے۔ رَضِيَ (س) رَضًا راضی ہونا۔ واضح ہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو قضائے الہی سے اس پر وارد ہو وہ اُسے خوشی سے برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر راضی ہونے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اسے اپنے اوامر بجالانے والا اور منہیات سے بچنے والا پائے۔

الرَّضْوَانُ۔ رضائے کثیر یعنی نہایت خوشنودی کو کہتے ہیں چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے اس لئے قرآن پاک میں خاص کر رضائے الہی کے لئے رضوان کا کالفظ استعمال ہوا ہے۔

رَضُوْا اِنَّهُ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

== فَاجْبِطْ اَعْمَالًا لَهُمْ ذٰلِكَ تَرْتِيبُ کے لئے ہے اَحْبَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اَجْبَطَ (افعال) مصدر سے۔ اس نے اکارت کر دیا۔ جَبِطَ عمل کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے اعمال مثلاً حَسَنِ مُّعَاشَرَتٍ، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بے نتیجہ ہیں۔

۲۔ انسان میں ایمان موجود ہے۔ لیکن اعمال خیر جو اس نے سرانجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے۔

۳۔ اعمال صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل گناہ اس کثرت سے کئے کہ اعمال صالحہ بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلہ بھاری ہو گیا۔

۴۷: ۲۹ = اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ میں آمد منقطع ہے کلام سابق سے اعراض پر دلالت کر رہا ہے۔ اور استفہام انکاری ہے مَوْضِعُ سے مراد نفاق ہے۔ کیادہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں۔

== اَنْ لَّنْ يُخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ : اَنْ مصدر یہ ہے لَنْ يُخْرِجَ مضارع منفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب اَضْغَانَهُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ اَضْغَانٌ جمع ہے ضِغْنٌ کی معنی سخت کینہ اور دل کی خفگی ۔ چپا ہوا کینہ، الاضغان (باب افعال) کپڑا یا اسلحہ وغیرہ پہن کر اس میں مستور ہو جانا۔

ترجمہ : کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ عداوتوں کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔ (ان کے دلوں کے اندر کے چھپے ہوئے کینہ کو کبھی ظاہر نہیں کر دے گا)

۴۴ : ۳۰ = لَا رَفِئَ لَكُمُّ : لام تاکید کے لئے ہے اَرْنٰیَا ماضی جمع مستکمل اَرَاءُتُمْ (افعال) معنی دکھانا کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی، ہم ان لوگوں کو آپ کو دکھاویں (یعنی اگر ہم جاہیں تو آپ کو ان لوگوں سے اچھی طرح آگاہ کر دیں اور ان کی مفصل واقفیت مہیا کر دیں۔ تاکہ آپ ان کے نشانات و علامات سے ان کو پہچان جائیں۔

== فَلَعَرَفْتَهُمْ۔ ف ترتیب کا ہے۔ لام تاکید کا۔ عَرَفْتُ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے۔ توجان لے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، اُن کو۔

== بِسِيمَاهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی۔ سِيمَا کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ یہ اصل میں دو سیمی تھا۔ واو کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ نو سومی ہو گیا۔ پھر واو ساکن اور ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واو کو سی کیا۔ سیمی ہو گیا۔ پھر علامات اور نشانات سے آپ ان کو پہچان لیں۔

== وَتَعْرِفْنَهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ۔ واو عاطفہ لام تاکید کا ہے تَعْرِفْنَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تاکید بانون لقیہ۔ مَعْرِفَةٌ (باب ضرب) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور پہچان لے گا۔

لَحْنِ الْقَوْلِ مضاف مضاف الیہ، لحن اسم مفرد۔ لہجہ۔ اندازِ آواز۔

ایک حدیث میں ہے۔ اقْرؤوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ، قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھا کرو لَحْنٌ وَلَحْنٌ وَلُحُونٌ وَلِحَانَةٌ اعراب میں غلطی کرنا لَحْنٌ فِي كَلَامِهِ۔

(باب فتح) کلام میں اعرابی غلطی کی۔ غلط بولا۔ اور باب فتح ہی سے لَحْنٌ فِي قُرْآنِهِ اس نے گا کر پڑھا۔ اس نے گفتگو میں تعریض کی، یعنی ایسی گفتگو کی کہ الفاظ بظاہر کسی دوسرے معنی پر دلالت کر رہے ہوں اور مراد کچھ اور ہو۔

تصریح چھوڑ کر بطور تعریض کلام کرنا اکثر ادباء کے نزدیک فنِ بلاغت کے لحاظ سے مستحسن اور کلام کی خوبیوں میں شمار ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے !

وَحَيْرُ الْحَدِيثِ مَا كَانَ لِحَسَنًا

(بہتر کلام وہ ہے جو تعریض میں ہو)

الْحَسَنَ النَّاسِ گانے اور پڑھنے میں سب سے فوق۔ اور الْحَسَنُ کا مطلب زیادہ واقف اور ہوشیار بھی ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے لَعَلَّ أَحَدَكُمْ الْحَسَنُ بِحُجَّتِهِ شاید تم میں سے بعض آدمی دلیل پیش کرنا زیادہ جانتے ہوں۔

آیت ہذا میں لہجہ اور انداز کلام مراد ہے (از لغات القرآن والمفردات)
 وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو اور ان نیتوں کو ان اعمال کے پیچھے کار فرما ہیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ : داؤد عاطفہ لام تاکید کے لئے نَبْلُوَنَّ مضارع معروف تاکید بالون ثقیدہ۔ صیغہ جمع متکلم بلاء مصدر باب نصر۔ ہم ضرور آزمائیں گے، ہم ضرور جانچ کریں گے تمہاری
 کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (تمہاری)

لَعَلَّكُمْ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل حتی۔ جمع متکلم۔ تاکہ ہم جان لیں۔

حتی لَعَلَّكُمْ کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :-

یعنی جس طرح وجود سے پہلے ہم کو معلوم تھا کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح امتحان کے بعد ہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا لَعَلَّكُمْ کا معنی ہے نُمَيِّز، یعنی ہم چھانٹ دیں۔ الگ الگ کر دیں۔ (علم سبب ہے اور تمیز یعنی الگ الگ کر دینا اس کا نتیجہ۔ سبب بول کر اس کی جگہ مسبب یعنی نتیجہ مراد لیا ہے)

أَخْبَارَكُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہاری خبریں۔ تمہارے احوال۔ تمہارے صحیح احوال
 نَبْلُواْ ہم تمہارے صحیح احوال کی جانچ کریں یا نَبْلُواْ بمعنی نَظَرُواْ۔ ہم تمہارے احوال کو ظاہر کر دیں۔

فَإِنَّكَ : اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم قبل از وجود ویسا ہی ہے جیسا کہ وجود کے بعد۔ لیکن جو علم قبل الوجود ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے اور امتحان کے بعد جو علم

ہوتا ہے وہ حادث بھی ہے اور اس پر احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔

== صَدُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدَّوْا وَصَدُّوْا (باب نصر) مصدر
انہوں نے روکا۔ صَدُّوْا فعل لازم، روگردانی کرنا۔ منہ موڑنا۔ صَدَّ (فعل متعدی)
== شَاقُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ شِيقَاقٌ وَ مُشَاقَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔
== الرَّسُولُ، مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے رسول کی مخالفت کی۔ وہ رسول
کے مخالف ہوئے۔ شَقَّ قَعَّ مَادَّہ۔

== مِنْ بَعْدِ مَا۔ مِنْ حرف جار، مَا موصولہ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔
== تَبَيَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَبَيَّنَ (تفعل) مصدر بمعنی ظاہر ہونا
واضح ہونا اَلْهُدٰی اسم و مصدر ہدایت، انبیاء۔ اللہ کی کتابیں، صحیفے، دلائل
قطریہ۔ براہین عقلیہ، ایمان یہ سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہادی بھی۔ یہ فعل تبیین
کافاعل ہے۔ بعد اس کے کہ کھل چکی ان پر راہ ہدایت۔
== لَنْ يَضُرَّوْا اللّٰهَ۔ لَنْ يَضُرُّوْا مضارع منصوب نفی تاکید لَنْ۔ صیغہ جمع مذکر
غائب۔ اللّٰهَ مفعول۔ یہ سب یعنی کفر کرنے والے۔ راہ ہدایت سے روکنے والے، اور
رسول کی مخالفت کرنے والے، اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

يَضُرُّوْا ضَرَّ (باب نصر) مصدر سے۔ بمعنی نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔
== وَ سَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ۔ وَ اَوْ عَاطِفٌ سے مستقبل قریب کے لئے۔
يُحْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اِحْبَاطُ (افعال) مصدر
وہ باطل کر دے گا۔ وہ بیکار کر دے گا۔ وہ ضائع کر دے گا۔

اَعْمَالَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ مل کر يُحْبِطُ کا مفعول۔ ان کے اعمال کو،
۴۷: ۳۳ = لَا تُبْطِلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِبْطَالٌ (افعال) مصدر تم ضائع
نہ کرو۔ تم باطل نہ کرو۔

۴۷: ۳۴ = وَ هُمْ كُفَّارٌ: جملہ حالیہ ہے۔ وراں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔ یعنی بحالت
کفر۔

== فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ فَ عَاطِفہ ترتیب کے لئے ہے، لَنْ يَغْفِرُ مضارع
منفی (منصوب) تاکید لَنْ۔ تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشتے گا؛

۴۷: ۳۵ = فَلَا تَرْهَنُوْا۔ فَ عَاطِفہ۔ لَا تَرْهَنُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر وَ هُنَّ

(باب ضرب) مصدر، بمعنی سستی کرنا۔ کمزور ہونا۔ بودا ہو جانا۔ تم بوفے نہ ہو جاؤ۔ تم بزدل نہ بنو۔

== وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ - السَّلَامِ - صلح۔ اسم ہے، مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور نہ صلح کے لئے پکارو۔ یعنی صلح کی استدعا مت کرو۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اِی وَلَا تَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ -

== وَانْتُمُ الْأَعْلَوْنَ - جملہ حالیہ ہے۔ الْأَعْلَوْنَ غالب۔ بلند مرتبہ۔ اَعْلَى کی جمع ہے۔ اصل میں اَعْلَیُونَ تھا۔ یہی متحرک ماقبل مفتوح۔ می کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین الف اور واؤ کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا۔ فتح کو باقی رکھا گیا۔ تاکہ وہ حذف الف پر دلالت کرے۔ (لغات القرآن)

جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔ حالانکہ تم ہی غالب ہو گے،

== وَلَنْ يَتْرُكُكُمْ دَاوُودُ عَاطِفٌ - لَنْ يَتْرُكُكُمْ مَضَارِعٌ مَنَعِي مَنْصُوبٌ تَاكِيدٌ لِمَنْ -

صیغہ واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے) وَتَرُکُ باب ضرب، مصدر بمعنی کم کرنا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال (کے اجر میں) کمی نہیں کرے گا۔ اَلْوَتْرُ اَلْوَتْرُ اَلْوَتْرُ کے معنی کینہ کے ہیں۔ اور وَتَرُتْہُ (باب ضرب) جس کے معنی ہیں کسی کو تکلیف پہنچانا یا اس کا حق کم کرنا۔

اَلشَّوْ اَلشَّوْ کسی چیز کا یکے بعد دیگرے متواتر آنا۔ جَاءُوا تَتْرًا - (وہ یکے بعد دیگرے کچھ وقفے کے بعد آئے۔

قرآن مجید میں ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (۲۳، ۲۴) پھر ہم پے درپے

پیغمبر بھیجتے رہے۔

اضواء البیان میں ہے:

رَوَّلَنَّا يَتْرُكُكُمْ: اَصْلُهُ مِنَ الْوَتْرِ وَهُوَ الْفَرْدُ - فَاصْلُ قَوْلِهِ: لَنْ

يَتْرُكُكُمْ لَنْ يَفْرُدْكُمْ وَيَجْرُدْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ بَلْ يُوْفِيْكُمْ اَيَّاهَا -

اس کی اصل الوتر سے ہے یعنی فرد (ایک فرد) ارشاد الہی لَنْ يَتْرُكُكُمْ سے مراد

کہ وہ تمہیں اکبلا نہیں چھوڑے گا اور تمہیں تمہارے اعمال (کے اجر سے) خالی ہاتھ

نہیں رکھیں گا۔ بلکہ ان کا پورا پورا اجر عطا کرے گا:

۴۷: ۳۶ = اِنَّمَا - بے شک، تحقیق - سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل

اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عملِ لفظی سے روک دیتا ہے۔
 اِنَّ حرفِ شبہ بالفعل الحیوۃ الدنیا موصوف و صفت مل کر اِنَّ کا اسم۔
 لَعِبْتُ وَلَهُوَ خَبْر اول۔ ثانی اِنَّ کی۔

اِنَّ کے عمل کی وجہ سے الحیوۃ پر نصب ہونے چاہئے تھی لیکن مَا کافہ کی وجہ سے
 اِنَّ کے عمل لفظی کو روک دیا گیا ہے۔

لَعِبْتُ اس مادہ کی اصل لُعَابُ ہے جس کے معنی منہ سے بہنے والی رال کے ہیں
 اور لَعَبٌ یَلْعَبُ لَعِبَ (باب فتح) کے معنی لعاب بہنے کے ہیں لیکن لَعِبْتُ (باب سیم)
 سے فَلَانٌ یَلْعَبُ۔ لَعِبْتُ کے معنی بغیر صحیح مقصد کے کوئی کام کرنے کے ہیں۔ چنانچہ
 اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَمَا هَذِهِ الْحَیوۃُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ (۱۲۹)
 اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اس طرح آیت ہذا اِنَّمَا الْحَیوۃُ
 الدُّنْیَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ کا ترجمہ ہوگا۔

تحقیق یہ دنیا کی زندگی بے مقصد محض کھیل اور تماشہ ہے۔

== لَهْوٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے یہ لَهْوٌ
 بِکَذَا اَوْ لَهْوِیْتُ عَنْ کَذَا سے اسم ہے جس کے معنی ہیں کسی مقصد سے ہٹ کر
 بے سود کام میں لگ جانا ہے۔ پھر ہر وہ چیز جس سے کچھ لذت اور فائدہ حاصل ہو
 اُسے بھی لہو کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا
 لَا تَخَذُ لَهُ مِنْ لَدُنَّا (۱۷: ۲۱) اگر ہم چاہتے کہ کھیل بنائیں تو ہم اپنے پاس سے
 بنا لیتے۔

محاورہ ہے اَلْهَاهُ كَذَا یعنی اسے فلاں نے اہم کام سے مشغول رکھا۔ اور
 قرآن مجید میں ہے اَلْهَکُمُ التَّکَاثُرُ (۱۰۲: ۱) لوگو تم کو کثرتِ مال و جاہ و اولاد کی
 خواہش نے غافل کر دیا ہے۔

== وَ اِنْ تُوْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے۔ یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ یُوْمِنُوْا تَتَّقُوْا
 اُجُوْرَکُمْ جواب شرط ہے۔ وَ اِنْ تُوْمِنُوْا۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان
 لاؤ گے۔ وَ تَتَّقُوْا فعل مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنَّ) جمع مذکر حاضر۔ اِتَّقَاءُ عُرَافَتُ الْعَالِ
 مصدر۔ اور اگر تم پر ہمیز کار ہو یعنی اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے رہو اور منوعات سے
 بچتے رہو۔

== یُؤْتِكُمْ أَجُورَكُمْ : اُجُورُكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یُؤْتِی کا۔ اُجُورُ جمع اُجْر کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور اتقویٰ کا اجر آخرت میں عطا فرمائے گا۔

== وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ : حملہ کا عطف قبلہ سابقہ یُؤْتِكُمْ اُجُورَكُمْ پر ہے اور اَمْوَالُكُمْ میں اضافت استغراقی ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ صدقات و خیرات کی شکل میں تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔
صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :-

اللہ تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک حقیر قلیل حصہ (یعنی چالیسواں حصہ) بلکہ اس سے بھی کم حصہ طلب کرے گا جیسے ۱۲۰ کبریوں میں سے صرف ایک کبری۔
لہذا تم کو غم نہیں کرنا چاہئے۔ ابن عیینہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ رفتارِ آیت بھی اسی مطلب کی مؤید ہے کہ چونکہ ایمان و تقویٰ کی ترغیب اور دنیوی زندگی کی مذمت سے بیوقوفوں کے دماغ میں یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں ہمارا سارا مال صرف کرنا چاہتا ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔ اللہ تمہارا سارا مال طلب نہیں کرے گا۔
۴۷: ۲۷ = اِنْ كَيْنَ لَكُمْ مَوْهًا۔ حملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ كَيْسَلْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر و او اشباع کا ہے ہا ضمیر مفعول ثانی واحد مؤنث غائب جو اموال کی طرف راجع ہے اگر وہ تم سے اُسے (یعنی مال کو) طلب کرے۔

== فَيُخْفِكُمْ : ف عاطفہ ہے يُخْفِ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ مقدرہ۔
واحد مذکر غائب اِخْفَاءُ (افعال) مصدر۔ ح ف و ما ڈہ۔

يُخْفِ اصل میں يُخْفِي تھا۔ اِنْ کے عمل سے ف ساکن ہو گیا۔ ہی اجتماع ساین سے گر گئی۔ ہی کی رعایت سے ف کو کسرہ دیا گیا۔ يُخْفِ ہو گیا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پھر تم کو مانگنے پر تنگ کرے : تم سے مانگنے پر اصرار کرے۔ تم سے مانگنے میں زیادتی کرے۔

اِخْفَاءُ کسی کام میں زیادتی کرنا۔ مثلاً اِخْفَى شَارِبَةً۔ اس نے اپنی لبوں کے بال بہت زیادہ تراشے۔ اور اِخْفَى السَّوَالِ اس نے بار بار سوال کیا۔
امام راغب لکھتے ہیں :- اصل میں یہ (یعنی اِخْفَاءُ) اِخْفَيْتِ الذَّائِبَةَ

سے ہے جس کے معنی کھوڑے یا اونٹ کو زیادہ چلا کر اس کے سُم یا پاؤں کو گھسا ہوا کر دینے کے ہیں۔

الْحَفِيُّ نیکو کار۔ نہایت مہربان۔ قرآن مجید میں ہے :-

اِنَّهٗ كَانَ لِیْ حَفِیًّا (۱۹: ۷۷) بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔
اور الْحَفِيُّ مبنی کسی چیز کا اچھی طرح جاننے والا بھی ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے۔
یَسْئَلُونَكَ کَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا (۱۸: ۷۷) یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔

== تَبْخُلُوْا جواب شرط ہے اِنْ یَسْئَلْکُمْوْہَا جملہ شرطیہ ہے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْخُلُوْنَ تھا نون عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔
تم بخل کرنے لگو۔ تم کچھ سچی کرنے لگو گے۔ مال و متاع کو اس جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہتے اس کا نام بخل ہے یہ جود کے بالمقابل ہے۔
بخل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا اور دوسرے غیر کو بھی خرچ کرنے سے روک دینا یہ اور بھی قابل مذمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے :-
الَّذِیْنَ یَبْخُلُوْنَ وَّیَا مُرُوْنَ النَّاسِ بِالْبُخْلِ (۳۷: ۳۷) جو لوگ کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ (اس میں دونوں قسم کا بخل مذکور ہے۔ آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اگر وہ تم سے تمہارے سارے مال طلب کرے اور اس پر سختی سے اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔ تم کچھ سچی کرو گے :

== وَیُخْرِجْ اَضْغَانْکُمْ وَاَوْعَاطُفْ یُخْرِجْ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے وہ نکال دیتا ہے۔ وہ ظاہر کر دیتا ہے یا کر دے گا۔ یُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط جملہ کا عطف جملہ سالبہ پر ہے

اَضْغَانْکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یُخْرِجْ کا۔ اور ایوں) وہ ظاہر کر دے تمہاری ناگوار یوں کو۔

اَضْغَانٌ جمع ضَغْنٌ کی ہے۔ صاحب تاج العروس اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

قَدْ ضَعِفَ إِلَيْهِ مَالٌ وَاشْتَقَ وَحَقْدٌ۔ اس لفظ کے تین معنی ہیں۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ کسی چیز کا شوق دل میں پیدا ہونا۔ اور کینہ و بغض۔

اس آیت میں اگر روئے سخن منافقین کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو بغض و عناد ہے جسے تم بڑی مہارت سے چھپائے ہوئے ہو وہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور اگر اس سے مراد اہل ایمان ہیں تو پھر اس سے مراد محبت ہوگی کیونکہ ہر شخص صدیق اکبر نہیں ہوا کرتا کہ اپنے محبوب کریم کے اشارہ ابرو پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے اور اس کے قدموں پر ڈھیر کر دے۔ بعض لوگوں کو مال سے محبت ہوتی ہے۔ وہ کسی حد تک قربانی کے لئے آمادہ ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو بعض لوگ دولت سے اپنے اس لگاؤ کو چھپا نہیں سکتے۔ ضغن کے یہ متعدد معانی ہیں، محل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی متعین کیا جائے گا۔ (ضیاء القرآن)

۳۸: ۲۷ = هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ۔ هَا حَرْفُ تَنْبِيْهِ ہے اَنْتُمْ مبتدأ اور هَؤُلَاءِ خبر ہے هَا تَنْبِيْہ کو مکرر تاکید کے لئے لایا گیا ہے دیکھو تم وہ لوگ ہو

۳۸: ۲۸ = تَدْعُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر دَعَاؤ (باب نصر) مصدر تم پکارے جاتے ہو تم بلائے جاتے ہو یا بلائے جاؤ گے۔

۳۸: ۲۹ = لَتَنْفِقُوا۔ لام تعلیل کے لئے ہے تَنْفِقُوا مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاق (افعال) مصدر۔ کہ تم (اپنے مال) خرچ کرو۔

۳۸: ۳۰ = فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ۔ میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں (یعنی فرض کردہ مصارف از قسم زکوٰۃ وغیرہ میں بھی بخل کرتے ہیں)

۳۸: ۳۱ = يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ۔ اِیْ يَبْخُلُ عَلٰی نَفْسِهِ۔ بَخِلَ يَبْخُلُ (باب سمع) فعل لازم۔ بخیل ہونا، کجخوس ہونا۔ بَخِلَ عَلَيْهِ، بَخِلَ عَنْهُ کسی سے بخل کرنا۔

(متعدی)

ترجمہ:- جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان سے بخل کر رہا ہوتا ہے۔

مَنْ يَبْخُلُ حَبْلَ شَرَطٍ اور فَاِذَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ جواب شرط:

== وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (کسی کا محتاج نہیں) بلکہ تم (اس کے) محتاج ہو۔ وہ غنی ہے اسے اپنی ذات کے لئے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں کچھ خرچ کرنے کے لئے تم سے کہتا ہے تو وہ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہتا ہے۔

== وَإِنْ تَتَوَلَّوْا - واو عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف وَإِنْ تَتَوَلَّوْا تَتَّقُوا پر ہے
 اِنْ شرطیہ ہے تَتَوَلَّوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) جمع مذکر حاضر ہے، تَوَلَّى (تَفْعَل) مصدر۔ تتولوا اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا تَوَلَّى کا تعدیہ جب بنفسہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، امداد کرنے اور دوسرے کام سرانجام دینے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا تعدیہ بواسطہ عن ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً تو روگردانی کرنے، منہ پھرنے اور دور ہونے کے آتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ (۶۰: ۱۳)
 لے مومنو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن سے خدا تعالیٰ غصہ ہوا ہے، میں تعدیہ بنفسہ ہے۔ اس لئے یہاں دوستی اور امداد کرنے کے معنی ہوں گے، اور باقی تین جگہ جہاں یہ صیغہ آیا ہے تعدیہ بذریعہ عن ہے جو لفظوں میں مذکور نہیں ہے۔ مقدر اور پوشیدہ ہے
 اِنْ تَتَوَلَّوْا حِمْلًا شَرَطًا ہے اور اگلا جملہ یُسْتَبَدَلُ جواب شرط
 == یُسْتَبَدَلُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط واحد مذکر غائب، استبدل (استفعال) مصدر وہ تمہاری جگہ لے آئیگا۔ تمہارے عوض بنادیکھا۔

ترجمہ :- وہ تمہارے عوض دوسری قوم لے آئیگا۔

== ثُمَّ - یہ ماقبل کے مرتبہ سے بعد کے لئے آیا ہے للتراخی فی المرتبہ۔
 ثُمَّ لَا يَكُونُ أَوْ أَشْأَلَكُمْ - پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے: (یعنی وہ ایمان و تقویٰ سے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے: بلکہ ان کی طرف رغبت رکھنے والے ہوں گے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْفَتْحِ مَكِّيَّةٌ

(۱۱۱)

(۴۸)

۴۸:۱ = اِنَّا - بے شک ہم - حرف مشبہ بالفعل ہے - اِنَّ اور ضمیر جمع منکلم ناسے مرکب ہے - تحقیق ہم -

= فَتَحْنَا: ماضی جمع منکلم فَتَحَ (باب فتح) مصدر - ہم نے کھولا - ہم نے فتح دی
الْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور بچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں اور یہ ازالہ دو قسم پر ہے -

(۱) جس کا آئینہ سے ادراک ہو سکے - جیسے فَتَحَ الْبَابَ: (اس نے دروازہ کھولا اور جیسے فَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ (۱۲: ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا -

(۲) جس کا ادراک بصیرت سے ہو - جیسے فَتَحَ الْهَيْمَ (یعنی ازالہ غم) اس کی بھی چند قسمیں ہیں -

(۱) ایک وہ جس کا تعلق دنیوی زندگی سے ہو - جیسے مال وغیرہ دے کر غم و اندوہ اور فقر و فاقہ و احتیاج کو زائل کرنا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَسُوا مَا فِي
ذِكْرِهِمْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶۱: ۴۴) پھر جب انہوں
اس نصیحت کو جو ان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا - تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے
کھول دیئے - یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی -

(ب) علوم و معارف کے دروازے کھولنا - جیسا کہ آیہ زیر مطالعہ کہ بعض نے کہا ہے
یفتح مکہ اور صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے - اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے
علوم و معارف اور ان ہدایات کے دروازے کھولنا مراد ہے جو کہ ثواب اور

مقاماتِ محمودہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

الفتح کا استعمال اور کئی معانی میں آتا ہے یہاں اتنا ہی کافی ہے۔
 = فَتَحًا مُبِينًا: موصوف و صفت مل کر فتحنا کا مفعول۔ ایک ظاہر اور کھلی
 و صریح فتح۔

۲:۲۸ = لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ۔ تاکہ اللہ آپ کو معاف کر دے۔

صاحب تفسیر ظہری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:-

”لِيَغْفِرَ“۔ یہ فتح کی علت غائی (یعنی نتیجہ اور مقصد) ہے۔ کافروں سے جہاد
 شرک کو مٹانے اور دین کو بلند کرنے کی کوشش، ناقص نفوس کو شروع میں زور
 اور قوت کے ساتھ کامل بنانا۔ (یعنی کافروں پر بزور مسلمانوں کا غالب آنا، تاکہ آئندہ
 آہستہ آہستہ اختیار کے ساتھ درجہ کمال تک پہنچ سکیں اور کمزور مسلمانوں کو ظالموں
 کے ہاتھوں سے رہا کرانا۔ ان تمام امور کا نتیجہ اور غایت مغفرت ہی ہے۔
 بعض علماء کے نزدیک لِيَغْفِرَ کلام (غایت کے لئے نہیں ہے بلکہ لام کی ہے
 جس کا ترجمہ ہے تاکہ۔ مطلب یہ ہو گا کہ آپ کے لئے مغفرت کے ساتھ تکمیل نعمت
 اور فتح ہو جائے۔

بعض کے نزدیک فَاشْكُرْ فعل محذوف ہے اور لِيَغْفِرَ کا تعلق اسی سے
 ہے یا فَاسْتَغْفِرْ محذوف ہے اور لام کا اسی سے تعلق ہے۔“

= مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ مَا موصولہ تَقَدَّمَ اس کا صلہ
 تَقَدَّمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ جو پہلے گزر چکا۔ تَقَدَّمَ (تَفْعُلُ)
 مصدر جس کے معنی اہل میں تو قدم بڑھانے کے ہیں اور اسی اعتبار سے آگے بڑھنے
 اور پہلے ہونے اور سابق میں گزرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے
 = وَمَا تَأَخَّرَ مَا موصولہ۔ تَأَخَّرَ۔ اس کا صلہ۔ تَأَخَّرَ (تَفْعُلُ) مصدر
 واحد مذکر غائب اور جو پیچھے ہوا۔ جو بعد میں ہونے والے ہیں۔
 آیت کا ترجمہ:-

تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

فائدہ ۵: پیغمبروں سے شرعی گناہ سرزد نہیں ہوتے وہ شرعی گناہوں سے معصوم

ہوتے ہیں یہاں مراد عرفانی گناہ ہیں جو اگر عوام الناس سے سرزد ہوں تو ان کو کوئی تنبیہ نہیں لیکن پیغمبروں اور ولیوں سے سرزد ہو جائیں تو فہمائش من جانب اللہ ہوتی ہے۔ اَلْیَسْرُ التَّفَاسِيرِ میں ہے۔

و هو من باب حسنات الابوار سیئات المتقین

== وَبِئْتَمَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ پر ہے۔ اور مکمل فرماتے اپنے نعمات کو آپ پر۔

ای بیتہ نعمتہ علیک باعلاء الدین وانتشارہ فی البلاد وغیر ذلک
مما افاضہ تعالیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من النعم الدینیۃ والدنیویۃ
(روح المعانی)

یعنی آپ پر اپنی نعمتیں مکمل فرمائے۔ دین کی سر بلندی اور دوزخ ممالک میں اس کے پھیل جانے سے اور اس کے علاوہ جو دینی اور دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیں رع
== وَیَهْدِیْکَ اس جملہ کا عطف بھی جملہ لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ پر ہے۔ یَهْدِیْ مَنَّا
کا صیغہ واحد مذکر غائب (مضارع منصوب بوجہ عمل لام) هِدَاۃً (باب ضرب) مصدر
لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے ہدایت کرے، یعنی تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔
== صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی یَهْدِیْ کا اور تاکہ تم کو
سیدھے راستہ پر چلائے۔

== وَیَنْصُرْکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا جملہ نہا کا عطف بھی لِيُغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ پر ہے
لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَصْرًا عَزِیْزًا موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی
نَصْرًا عَزِیْزًا۔ ایسی مدد (نصرت) کہ آپ ہمیشہ غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری
رو پذیر نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست نصرت فرمائے۔

صاحب تفسیر منطہری وَیَنْصُرْکَ اللّٰهُ کی تفسیر میں ایک شبہ اور اس کے ازالہ میں

رقطراز ہیں۔

ایک شبہ: یَنْصُرْکَ کا عطف لِيُغْفِرَ پر ہے اور مغفرت فتح پر مرتب ہے (یعنی فتح

پہلے اور مغفرت اس کے بعد ہے) خواہ اس کو جہاد اور کوشش کا نتیجہ قرار دیا جائے یا کہ
شکر اور استغفار کا سبب، بہر حال مغفرت کا ترتب فتح پر ہو گا۔ اور چونکہ یَنْصُرْکَ کا عطف

يَغْفِرَ پر ہے اس لئے ضروری ہے کہ نصرت کا ترتب بھی فتح پر ہو (یعنی فتح کے بعد نصرت کا وقوع ہو) مگر معاملہ برعکس ہے۔ نصرت فتح پر مقدم ہے کیونکہ سبب فتح نصرت ہے؛ ازالہ شبہ۔ اگر فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے تو ظاہر ہے کہ صلح تبعلیل حکم خداوندی ہوئی اور تبعلیل حکم خداوندی نزول نصرت کا سبب ہے۔ اور اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہو تو آئینہ میں فتح کا وعدہ ہوگا اور وعدہ نصرت کا سبب اور نصرت فتح پر مقدم ہے۔

== هُوَايَ اللّٰهُ -

== السكينة - تسکین، تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سکون سے بروزن فاعیلت مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزَلِيْمَتًا ہے جو عَزَمَ لِيْزَمَ کا مصدر ہے اور بطور اسم معنی ارادہ کی پختگی۔ مستقل مزاجی ہے۔ سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں :-

سکینہ وہ اطمینان اور سکون، چین، قرار ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گزرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے۔ یہ اس کے لئے زیادتی ایمان، یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے، اسی وجہ سے حق سبحانہ نے "یوم الغار" اور "یوم حنین" جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ یوم الغار کے موقع پر فرمایا :-
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتًا عَلَیْهِ (۹: ۲۶) اور یوم حنین کے موقع پر فرمایا :-
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتًا عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ (۹: ۲۶)
تفسیر منظر ہی میں ہے کہ :-

سکینہ سے مراد ہے اللہ کے حکم کی تعمیل پر ثبات اور اطمینان۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں کو اس مقام پر ثبات و اطمینان فرمایا جہاں دلوں میں تردد پیدا ہو جاتا اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں
== لِيَزِدَا دُؤًا: لام تعلیل کا ہے يَزِدَا دُؤًا مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب "اِزْدِيَا دُؤًا" (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائیں، قوی ہو جائیں۔

== اِيْمَانًا - تمیز۔ ازروئے ایمان؛ تاکہ اپنے پہلے ایمان کے ساتھ ان کے عقیدہ کا جماؤ اور دل کا اطمینان اور بڑھ جائے

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سکینہ عطا فرمانے کے بعد اپنے پہلے ایمان میں بختگی اور ثابت قدمی میں اور بڑھ جائیں۔

اسی مضمون کی اور آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً (۱) وَإِذَا قُلِّیْتَ عَلَیْہِمْ ءَایٰتُہٗ زَادَتْہُمْ اِیْمَانًا (۲:۸) اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ وغیرہ۔

فَایِدَا: تفسیر حقانی میں لَیْزَادُوا کے تحت مندرج ہے:

علماء کی ایک جماعت اس آیت سے استدلال کر کے یہ کہتی ہے کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے۔ مگر محققین جن میں امام اعظم ابوحنیفہ بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے وہ کیفیت زیادہ یا کم نہیں ہوتی پھر آیات و احادیث میں جو زیادہ ہونا آیا ہے اس سے علم الیقین و عین الیقین مراد ہے یا باعتبار اس کے کہ جس پر ایمان لایا یعنی پہلے دو باتوں پر ایمان لایا تھا پھر تیسری نازل ہوئی اس پر بھی ہوا۔ چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں بعض آثار بھی نقل کئے ہیں۔

تفسیر ماہدی کے حاشیہ میں مندرج ہے:-
لَیْزَادُوا اِیْمَانًا مَعَ اِیْمَانِہُمْ: یعنی خاص اس سکینت قلب کے پیدا ہو جانے سے اہل ایمان کے قلب میں اور زیادہ انشراح اور ان کے نور باطنی میں اور زیادہ نورانیت پیدا ہو گئی اور ایمان استدلالی و برہانی کے ساتھ ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہو گیا۔
فَیَحْصِلُ لَہُمْ الْاِیْمَانُ الْعِیَانِیُّ وَالْاِیْمَانُ الْاِسْتِدْلَالِیُّ الْبِرْہَانِیُّ (روح المعانی)
طاعت میں یہ خاصہ بھی ہے کہ ہر نئے امر طاعت سے نور ایمان میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور یہ جو ہمارے امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ الْاِیْمَانُ لَا یَزِدُّ وَلَا یَنْقُصُ: (ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی) سو اس سے ان کی مراد ذات ایمان یا نفس ایمان ہے جو قابل تجزی نہیں ہے۔ باقی اس کے اوصاف و آثار میں کمی بیشی تو روزمرہ کا مشاغل ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

صاحب تفسیر اضواء البیان رقمطراز ہیں۔

وَالْحَقُّ الَّذِی لَا شَکَّ فِیْہِ اَنَّ الْاِیْمَانَ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ کَمَا عَلِیہِ اَہْلُ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ (اور حق بات یہ ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان بڑھتا ہے

اور کم ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

بہر دو گزہ نے آیت کا ترجمہ اپنے اپنے طور پر کیا ہے۔

== وَ لِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اُوۡدُ عَاطِفٍ اُوۡدٍ ۙ وَ لِلّٰہِ مِثَاقُ النَّاسِ ۚ وَ لِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اُوۡدُ عَاطِفٍ اُوۡدٍ ۙ وَ لِلّٰہِ مِثَاقُ النَّاسِ ۚ

ہے یعنی آسمان اور زمین کے تمام لشکر اسی کے زیر فرمان ہیں۔ اسی کے تسلط میں ہیں ان آسمانوں اور زمین کے لشکر کے متعلق فرمایا وَ اٰیٰتِہٖ لَا یُحْصٰی ۚ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَہُمَا ۚ وَ لَہٗ کُلُّ شَیْءٍ حَاسِبٌ ۚ

اور اس کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّکَ اِلَّا ہُوَ (۴: ۳۱) اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اگرچہ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْہَا سے مراد سب نے فرشتے لئے ہیں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ان لشکروں میں صرف فرشتے ہی ہوں فرشتوں کے علاوہ اور بے شمار لشکر زمین و آسمان موجود ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے اور نہ ہی ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی نوعیت اور ان کا شمار ہمارے حد حساب سے باہر ہے اور ان کو صرف وہی اللہ ہی جانتا ہے۔

مطلب یہ کہ صلح حدیبیہ اس وجہ سے نہیں کی گئی تھی کہ مسلمانوں کی نفی تعداد میں کم تھی۔ یا ساز و سامان میں مسلمان کافروں سے کم تھے کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ جس کے تسلط میں ارض و سما کے بے شمار لشکر ہیں جو ہمارے علم و نظر سے بالاتر ہیں ان کو بروئے عمل لا کر وہ کفار کو تباہ و برباد کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس کے علم و حکمت کا تقاضا تھا کہ ایسے ہو۔ اس کی حکمت بھی اسی کو معلوم ہے منجملہ اس کے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے اپنے نیک بندوں کا امتحان لینا بھی مقصود ہو کہ کیسے ثابت قدم رہتے ہیں۔

عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۚ وَ لِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اُوۡدُ عَاطِفٍ اُوۡدٍ ۙ وَ لِلّٰہِ مِثَاقُ النَّاسِ ۚ

۴۸: ۵ = لَیْذِخِلَ ۙ میں لام تعلیل کا ہے یُذِخِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ اِذْخَالَ اِفْعَالٌ مصدر تاکہ وہ داخل کرے۔ اس کا تعلق لَیْزِدَادُوا سے ہے۔

اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْمُؤْمِنٰتِ ۙ مَعْطُوْنَ عَلَیْہِمْ مَّعْطُوْنٌ ۙ لِّیْذِخِلَ ۙ جَنَّتْ مَفْعُولٌ فِیْہِ اِسی فعل کا۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا اَلَا نَہْرٌ صَفَتْ جَنَّتْ کی خَلِیْدِیْنَ فِیْہَا ۙ حال ہے الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اَلْمُؤْمِنٰتِ سے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

جَنَّتِ کی طرف راجع ہے۔

== وَ يُكْفِّرُ۔ اس کا عطف لِيُبْدِ خِلَ پر ہے واو عاطفہ ہے۔ يُكْفِّرُ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام مقدرہ) واحد مذکر غائب۔ تَكْفِيرٌ (تَفْخِيلٌ) مصدر۔ وہ دور کر دے۔ وہ ساقط کر دے۔

== سَيِّئَاتِهِمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل يُكْفِرُ کا۔ ان کے گناہ۔ ان کی برائیاں۔

يُبْدِ خِلَ اور يُكْفِرُ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

تاکہ اللہ (مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ وہ ان کے گناہ دور کر دے
= ذَلِكْ۔ یہ ادخال جنت و تکفیر سیئات:

== فَوْزًا عَظِيمًا۔ موصوف و سفت مل کر کَانَ کَلِمَہ خبر: الفوز کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر یا مراد حاصل کرنے کے ہیں وَ كَانَ ذَلِكْ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی کامیابی ہے۔

الْفَاثِرُونَ۔ مراد کو پہنچنے والے۔ مراد کو پا لینے والے۔

۶: ۴۸ = وَيُعَذِّبُ: واو عاطفہ۔ يعذب کا عطف بھی يُبْدِ خِلَ پر ہے: کیونکہ یہ بھی عطاء سکینہ کی علت کا جزو ہے، جب مومنوں نے صلح حدیبیہ اور دوسرے امور میں اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو منافقوں اور مشرکوں نے اہل ایمان کے دین پر طنز کیا۔ اور مسلمانوں کو غضب آلود کر دیا۔ اور اللہ کے متعلق بدگمانی کی اور یہی سبب ہو گیا ان پر اللہ کے عذاب نازل ہونے کا)

== الْمُنْفِقِينَ: منافق کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے، دورِ خبی کرنے والے۔ یعنی زبان و عمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے

نَافِقَاءٌ وَلُفْقَةٌ گوہ کا بھٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے (تبریزی) نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورِ خبی کا نام ہے بظاہر آدمی زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی

نازیں پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اور اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرف شریعت میں منافق کہا جاتا ہے لیکن اگر عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دوزخی کی یہ بھی ایک شکل ہوتی ہے ایک دکان سے آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے۔ (شرح عقائد نسفی)

نَفَقَ الشَّيْءُ وہ چیز چلی گئی۔ کسی چیز کے چلے جانے کی مختلف صورتیں ہیں:

۱۔ ختم ہو جانا۔ کچھ باقی درہنا۔ جیسے **نَفَقَتِ الدَّارُ أَهْلُهَا**۔ روپیہ سب خرچ ہو گیا کچھ باقی نہیں بچا۔ اس کا مصدر **نَفَقَ** ہے باب سمع ہے۔

۲۔ مرجانا۔ جیسے **نَفَقَتِ الدَّابَّةُ** گھوڑا مر گیا اس کا مصدر **نَفَقَ** ہے اور باب نصر ہے۔

۳۔ چیزوں کا خوب لین دین ہونا، مال خوب کبنا، بازار کا پُر رونق ہو جانا۔ اس کا مصدر **نَفَقَ** ہے اور باب نصر ہے۔

نَفَقَةٌ خرچ۔ خرچ کی جانیوالی چیز۔ **إِنْفَاقٌ** (إِفْعَالٌ) خرچ کرنا۔ فقیر ہو جانا سب مال ختم ہو جانا۔

== **الظَّانِّاتُ بِاللَّهِ ظَنُّ السَّوْءِ**۔ یہ جملہ منافقین اور منافقات اور مشرکین و مشرکات کی تعریف ہے۔ یعنی جو اللہ کے بارے میں بڑے بڑے گمان رکھتے ہیں۔

الظَّانِّينَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے **ظَانٌّ** کی جمع ہے بحالت نصب جر **ظَنٌّ** ایک کثیر المعانی لفظ ہے ہر معنی اپنے موقع و محل کے مطابق لیا جائے گا **ظَنٌّ** بمعنی خیال۔ اُکھل، گمان، تخمینہ بات، علم، یقین، شک وغیرہ وغیرہ۔

ظَنٌّ وہ اعتقاد رائج ہے کہ جس میں اس کے خلاف پائے جانے کا احتمال ہو۔

یہ **ظَنٌّ لِّظَنٍّ** (باب نصر) سے کبھی مصدر ہو کر استعمال ہوتا ہے اور کبھی اسم ہو کر جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع **ظُنُونٌ** آتی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن

میں لکھتے ہیں۔

ظَنٌّ کے اصل معنی اعتقاد رائج کے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے **إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَنَا حُذُّوْا لِلَّهِ (۲۳۰:۲)** اگر وہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ خداوندی

ضابطوں کو قائم رکھ سکیں گے۔

اور کبھی یقین کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُوا رَبِّهِمْ** (۲۶: ۲۶) جن کو یقین ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب کے۔

ابن ابی حاتم وغیرہ نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ظن کا استعمال یقین ہی کے معنی میں ہے لیکن اس کلیہ کا بہت سی آیات میں کہ جہاں یہ معنی یقین مستعمل نہیں ہوا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے جیسا کہ پہلی ہی آیت ہے ! اور زرکشی نے بُرہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں ؟ دو ضابطے ہیں۔ (۱) جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہوئی ہے اور اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہوں گے۔

۲، ہر وہ ظن جس کے بعد اُن حقیقہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے جیسے **بَلْ ظَنَنْتُمْ أَن لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا** (۱۲: ۴۸) بلکہ تمہیں شک تھا کہ رسول اور مومنین اپنے اہل و عیال میں اب لوٹ کر بھی نہیں آئیں گے۔ اور ہر وہ ظن جہاں اس کے ساتھ اُن مشددہ متصل ہوگا وہاں معنی یقین ہوگا۔ جیسے کہ ارشاد ہے **إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَّةٍ** (۲۰: ۶۹)۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب : اور **وَلَقَدْ أَقْبَىٰ أَنَّهُ الْفِرَاقُ**۔ (۲۸: ۷۵) اور یقین جانا کہ اب آیا وقت جدائی کا۔ چنانچہ بجائے ظن کے **الْيَقَنَ أَنَّهُ الْفِرَاقُ** کی قرات بھی مروی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشددہ چونکہ تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے وہ یقین کے موقع پر آتا ہے اور حقیقہ میں چونکہ یہ بات نہیں اس لئے وہ شک کے موقع پر استعمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مشددہ کا استعمال علم میں ہوا کرتا ہے جیسے **فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** (۱۹: ۳۷) سو یقین رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے۔ اور مخففہ کا حُسنِ دگمان کرنے میں چنانچہ ارشاد ہے کہ : **وَحَسِبُوا أَن لَّا تَكُونُ فِتْنَةً** (۵: ۷۱) اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی !

راغب نے اس قاعدہ کو بیان کر کے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وَظَنُوا

أَنْ لَا مُلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ط (۱۱۸:۹)

اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اللہ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے؛
میں یہ ضابطہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہاں باوجود اَنْ خفیہ کے یقین کے معنی ہیں۔

لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں اَنْ کا اتصال مُلْجَأٌ سے ہے جو کہ اسم ہے
اور امثلہ سابقہ میں اس کا اتصال فعل سے تھا۔

اس جواب کو برہان میں نقل کر کے لکھا ہے کہ اس ضابطہ کو ہاتھ سے نہ دو
کیونکہ یہ اسرارِ قرآن میں سے ہے (ماخوذ از لغات القرآن تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ)

== ظَنُّ السَّوْعِ۔ اللہ کی بابت بہت بڑا براظن رکھنے والے۔ یا گمان رکھنے والے

مثلاً یہ کہ اللہ اپنے رسول اور اہل ایمان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم مدینے کو صحیح و سلامت نہیں لوٹیں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر آیت ۱۲ میں ہے

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ

أَبَدًا ۲: (بلکہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ پیغمبر اور ایمان والے کبھی پھر کر اپنے اہل و عیال

کی طرف نہیں آئیں گے۔

== عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْعِ۔ یہ جملہ دعائیہ ہے اور اللہ کے متعلق برا گمان رکھنے

والوں کے لئے بددعا ہے۔ انہیں پر بُری گردش پھرے۔

دَائِرَةُ مصدر ہے دَارَ يَدُورُ (باب نصر۔ دور، مادہ) کا اسم فاعل

کے وزن پر۔ یا یہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے اسی باب سے دَوَّرَانُ مصدر بھی ہے

دَارِ يَدُورُ کا۔

دَائِرَةُ خط محیط (سرکل) کو کہتے ہیں۔ یہ دَارَ يَدُورُ دَوَّرَانُ سے

ہے۔ جس کے معنی چکر کا ٹٹا کے ہیں۔ مہر مصیبت، گردشِ زمانہ کو بھی دَائِرَةُ کہا جاتا

ہے اسی مناسبت سے زمانہ کو الدَّوَارِیُّ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی گردشیں بھی

انسان پر گھومتی رہتی ہیں۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔

وَالدَّهْرُ بَالِدٌ لِّشَانِ دَوَارِیُّ ۱ کہ زمانہ انسان کو گھمار رہا ہے

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:-

نَخْشِي أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةُ (۵۲:۵) ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر

زمانہ کی گردش نہ آجائے دائرۃ کی جمع دوائر آتی ہے، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے
وَيَتَوَلَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرُ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۙ (۹۸: ۹۱) اور تمہارے
حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں انہیں پر بُری مصیبت (واقع) ہو۔ یعنی تباہی اور بربادی
انہیں ہر طرف سے اس طرح گھیر لے جیسا کہ کوئی شخص دائرہ کے اندر ہوتا ہے اور
ان کے لئے اس بربادی سے نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

= غَضِبَ اللہُ عَلَیْہُمْ۔ غَضِبَ ماضی معنی مستقبل۔ واحد مذکر غَاب۔
غَضِبْتُ رباب سمع مصدر۔ غَضِبَ عَلَیْہِ۔ غضب ناک ہونا۔ غَضِبْتُ اسم
فعل۔ سخت غصہ۔ بہت غصہ ہونا۔ انتقام کے لئے دل کے خون میں جوش آکر
گردن کی رگیں پھول جانا اور آنکھیں سرخ ہو جانا۔ گویا بدن کے اندر ایک آگ بھڑک
اُٹھنا۔ لیکن اللہ کے غضب سے مراد۔ انتقام۔ سخت عذاب دینا۔ غَضِبَ اللہُ
عَلَیْہُمْ۔ اللہ ان پر غضب ناک ہوا۔ غصہ ہو گا (الماجدی)۔

= وَ لَعَنَہُمْ۔ لَعَنَ ماضی واحد مذکر غَاب۔ لَعْنُ باب فتح مصدر۔ اس نے
لعنت کی، وہ لعنت کرے گا۔ وہ رست سے دور کر دے گا۔ ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
وہ ان کو رحمت سے دور کر دے گا۔ (ایضاً)

= وَ اَعَدَّ لَہُمْ جَہَنَّمَ۔ وَ اَوْعَاظَہُ۔ اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غَاب، اِعْدَادُ
(افعال) مصدر۔ اِعْدَادُ۔ عَدَّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں
اس اعتبار سے اِعْدَادُ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جاسکے
جَہَنَّمَ، دوزخ۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ اور اس نے ان کے لئے دوزخ تیار
کر رکھی ہے۔

= وَ سَاءَتْ مَصِیْرًا۔ سَاءَتْ ماضی واحد مؤنث غَاب، ضمیر واحد مؤنث
غَاب جہنم کے لئے ہے۔ سَوَاءُ باب نصر مصدر سے۔ وہ بُری ہے۔ مَصِیْرًا
بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔ اسم ظرف مکان۔ نوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔ اور وہ
بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

۲۸: ۷ = وَ لِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا
(ملاحظہ ہو آیت ۴ متذکرۃ الصدر) عَزِیْزًا غالب، زبردست، قوی۔ عَزَّوَجَلَّ سے
فعل کے وزن پر معنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

فَائِدَة : علامہ مودودی تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں :-

یہاں اس مضمون کو ایک دوسرے مقصد کے لئے دوہرایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۴ میں اسے اس غرض کے لئے بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلہ میں لڑنے کا کام اپنے مافوق الفطرت لشکروں سے لینے کے بجائے مومنین سے اس لئے لیا ہے کہ وہ ان کو آزمانا چاہتا ہے (جو امتحان میں ثابت قدم رہے ہوں)۔

اور یہاں اس مضمون کو دوبارہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دینا چاہے تو اس کی سرکوبی کے لئے وہ اپنے بیشمار لشکروں میں سے جس کو چاہے استعمال کر سکتا ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی تدبیروں سے اس کی سزا کو ٹال سکے۔
۴۸: ۸ = شَاهِدًا - گواہ، حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَهَادَةٌ و شُهُودٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر منصوب بوجہ حال کے ہے۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے، کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ ہوں گے۔ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے بتلا نیولے ہیں۔

= مُبَشِّرًا - خوشخبری دینے والا۔ تَبَشِيرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر اس کا اصل ماخذ لَبَشْرَةٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں کھال کی بالائی سطح۔ اور اندرونی سطح کو آدَمَہ کہتے ہیں۔ انسان کو بشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح اون یا بالوں میں چھپی ہوتی نہیں ہوتی۔ اسی سے لَبَشْرَةٌ و بُشْرٰی (یعنی مردہ و خوشخبری) ماخوذ ہے کیونکہ دل خوش کن خبر سننے سے انسان کے جسم میں خون کا دوران ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے چہرہ پر اثر پڑتا ہے اور چہرہ کی جلد چمکنے لگتی ہے پس لَبَشْرَاتٌ زَيِّدًا کے معنی ہوئے ہیں نے زید کو ایسی خوشخبری سنائی کہ جس کے سننے سے اس کے چہرہ کی کھال چمک گئی (المفردات)۔
مُبَشِّرٌ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی سے ہے اور وہ بشارت دینے والے ہیں ان کے لئے جو خدا کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ اور خدا کے امتحان میں پورے اترے۔

= سَذِيرًا - صفت مشبہ، منصوب، نکرہ، ڈرانے والا۔ نافرمانوں کو خدا کے عذاب ڈرانے والا۔ یہ بھی آپ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔ قرینہ کی وجہ سے بعض

جگہ ڈرائیوالا سے مراد پیغمبر ہے مثلاً هَذَا نَذِيرٌ مِنَ النَّذْرِ الْأُولَى (۵۶:۵۳) یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اگلے ڈرائیوالوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔

ہر گز شاہدًا۔ مَبَشِّرًا۔ نَذِيرًا۔ حال ہیں لک (ضمیر واحد مذکر حاضر) سے
 ۹:۴۸ = لَتَوْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ میں لام تعلیل کا ہے۔ یعنی آپ کا رسول بنا کر بطور شاہد، مبشر، نذیر بھیجنا بدیں وجہ تھا۔ کہ لے لو گواہ تم ایمان لاؤ تَوْمِنُوا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَيْمَانٌ (افعال) مصدر سے۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا۔ وَرَسُولِهِ اِی وَرَسُولِهِ اور اس کے رسول پر (بھی ایمان لاؤ) اس کا عطف جملہ سابقہ لَتَوْمِنُوا بِاللّٰهِ پر ہے۔

= وَتَعَزَّوْهُ، اس جملہ کا عطف بھی جملہ لَتَوْمِنُوا بِاللّٰهِ پر ہے اور اسی طرح اگلے دو جملوں کا عطف بھی اسی جملہ پر ہے۔

تَعَزَّوْهُ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا
 تَعَزَّوْهُ (تفعیل) مصدر بمعنی ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا۔ لک ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (تاکہ) تم اس کی مدد کرو۔ اس کو قوت دو۔

تعزیر کے معنی شرعی حد سے کم سزا دینے کے بھی آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ معنی بھی اول معنی ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ تعزیر دینے کا مقصد ہوتا ہے ادب سکھانا۔ اور ادب سکھانا بھی مدد کرنے میں داخل ہے گویا اس صورت میں انسان کی مدد اس طرح کی ہے کہ جو چیز اس کے لئے مفتر ہے اس سے اس کو روکا جا رہا ہے جس طرح کہ پہلی صورت میں مدد کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں اس کو نقصان پہنچائیں ان کا قلع قمع کیا جائے۔ بعض کے نزدیک یہ حروف اضداد میں سے ہے۔ اور معنی التعظیم والتعذیب ہے

ای انہ من حروف الاضداد یا قی معنی التعظیم والتعذیب : لہذا تعزیر بمعنی سزا۔ تنبیہ، سزائش، واحد متونث اور تعزیرات جمع مستعمل ہے۔
 از تعزیرات پاکستان (یعنی پاکستان میں فوجداری قانون کی سزائیں) ایک مشہور قانونی

کتاب ہے۔

= وَتُوقِّرُوْهُ۔ تُوَقِّرُوْهُ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا۔ تُوَقِّرُوْهُ (تفعیل) مصدر سے جس کے معنی تعظیم کرنا اور ادب رکھنا کے ہیں۔ لک ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اور تاکہ تم اس کی توقیر کرو، اس کا ادب کرو۔

== وَتَسْبَحُوهُ۔ اور تاکہ تم اس کی تسبیح بیان کرو، اس کی پاکی بیان کرو،
 == مَبْكُوتَةً وَأَصِيلًا: صبح کے وقت اور شام کے وقت۔ (یعنی صبح و شام ہر وقت)
 منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

فَائِدَةٌ: علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تَعَزُّرُوهُ اور تَوْقِرُوهُ میں ضمیر مفعول کا
 مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یہاں وقف تام ہے۔ اور تَسْبَحُوْا سے
 نیا سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ
 کی تسبیح کیا کرو،

اور امام لغوی اور بعض دیگر علماء اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن مفسرین کے ایک دوسرے
 گروہ نے تمام ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے ان کے نزدیک ایک ہی سلسلہ کلام
 میں ضمیروں کے دو الگ الگ مرجع قرار دینا جب کہ اس کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں
 ہے درست نہیں معلوم ہوتا۔

علامہ زمخشریؒ لکھتے ہیں الضمائر لله عز وجل (بہرہ مفعولی) ضمائر اللہ
 عز وجل کے لئے ہیں: علامہ مودودی بھی اسی زمرہ میں ہیں۔
 ۴۸: ۱۰ = يُبَايِعُونَكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَايَعَةٌ (مفاعلة) مصدر
 بیع مادہ۔ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ (جو) تیری بیعت کر رہے تھے یا کرتے ہیں
 = إِنَّمَا: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ سے مرکب ہے، بے شک، تحقیق،
 سوائے اس کے نہیں۔

= نَكَثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَكَثْتُ مصدر (باب ضرب ونصر) بمعنی (عہد)
 توڑنا۔ فسخ کرنا۔ (کبل یا سوت) ادھیڑنا۔ يَنْكَثُ عَلَى نَفْسِهِ وہ عہد کو اپنے نفس
 کے نقصان کے لئے ہی توڑتا ہے۔ یعنی اس کی عہد شکنی کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔
 اِی فلا يعود ضرر نکثہ الاعلیہ۔

= اَوْفَى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِيفَاءٌ (افعال) مصدر۔ (اور حبس)
 ایفاء وعدہ کیا۔ عہد کو پورا کیا۔ یعنی بیعت کے وعدہ پر قائم رہا۔
 = مَا عَا هَذَا عَلَيْنَا اللّٰهُ۔ اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا۔

فَائِدَةٌ: عَلَيْنَا کے اعراب کے متعلق مختلف اقوال مفسرین نے بیان

کہے ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ عَلَیْہِ۔ اس پر۔ اس کے اوپر۔ علیٰ حذف جر کا ضمیر واحد مذکر غائب مجرور
عَلِیْہِ کی ہام پر واؤ کو حذف کرنے کے بعد ضمہ اس لئے سنے دیا گیا کہ اللہ کا لفظ
پُر کر کے پڑھا جائے۔ اصل میں ضمیر ہو تھی (لغات القرآن)
۲۔ علامہ آلوسی اس کے اعراب کے متعلق دو وجوہات بتاتے ہیں۔

- ۱۔ یہ کہ اس خاص موقع پر اس ذات کی بزرگی اور جلالت شان کا اظہار مقصود تھا۔
جس کے ساتھ عبد استوار کیا جا رہا تھا۔ اس لئے عَلَیْہِ کی بجائے عَلَیْہِ مناسب تھا
۲۔ یہ کہ عَلَیْہِ میں کا دراصل ہو کی قائم مقام ہے اور اس اصلی اعراب میں
ہی تھا نہ کہ۔ لہذا یہاں اصلی اعراب کو باقی رکھنا وفائے عہد کے مضمون سے زیادہ
مناسبت رکھتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

- ۳۔ جمہور نے اسے عَلَیْہِ (ہا کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ (روح المعانی)
= فَسَيُؤْتِيهِ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ سَيُؤْتِي۔ سے مستقبل قریب کے لئے
ہے یُؤْتِي۔ مضارع واحد واحد مذکر غائب اِنْتَاء (افعال) مصدر۔ کا ضمیر واحد مذکر
غائب، وہ اس کو دیتا ہے۔ وہ اس کو عنقریب دے گا۔

- = اَجْرًا عَظِيمًا۔ موصوف و صفت، عظیم اجر، یعنی بہشت، جنت، مفعول یُؤْتِي کا
۴۸: ۱۱ = سَيَقُولُ۔ سے۔ مستقبل قریب کے لئے يَقُولُ مضارع کا صیغہ واحد
مذکر غائب۔ یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی المخلفون کے لئے۔
= اَلْمُخَلَّفُونَ۔ اسم مفعول جمع مذکر تَخْلِيْفٌ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ پیچھے رہے ہوئے
= اَلْاَعْرَابُ: گنوار، بدو۔
علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:-

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد عرب ہے اور اعراب دراصل اسی کی جمع ہے
جو صحرائیوں کا علم قرار پا گیا ہے۔

لیکن مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ اعراب بادیہ نشین
عربوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد نہیں ہے۔ جمع اعراب آتی ہے۔

قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر میں سورۃ برارۃ میں رقمطراز ہیں:-
کہ اعراب وہ ہیں جو صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے خلاف عرب کے مفہوم میں

وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستان کے باشندے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں میں بستے ہوں۔ اہل لغت کا بیان یہی ہے اور اسی بنا پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے اہل لغت کا بیان ہے کہ اہل لغت رجل عربی اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نسب عرب کی طرف ثابت ہوتا ہے اور جس طرح مجوس مجوسی اور یہود یہودی کی جمع ہے اسی طرح عرب، عربی کی جمع ہے جب کسی اعرابی سے یا عربی کہا جاتا ہے تو وہ خوشی سے بھولے نہیں سماتا لیکن اگر کسی عربی سے یا اعرابی کہہ دیا جائے تو وہ طیش میں آجاتا ایسا کیوں؟ کہ جو عرب کے شہروں کے متوطن ہیں وہ عربی ہیں اور جو بادینشین ہوں وہ اعرابی ہیں مہاجرین و انصار چونکہ سب کے سب عرب ہیں اس لئے ان کو اعراب کہنا جائز نہیں۔ (لغات القرآن)

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا۔ اعراب سے مراد قبائل عمار، مزنیہ، جہنیہ، نخعی اور اسلم کے بدوی ہیں حبیب حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ تو قریش سے لڑائی کا ڈر ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور مسلمان کمزور تھے اور ان کی شکست لازم تھی اس لئے ساتھ جانے سے انہوں نے گریز کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹال دیا۔ لیکن حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلمان صحیح طور پر لوٹ آئے تو انہوں نے ساتھ نہ جانے کی معذرت کر لی۔

== شَغَلْنَا أَهْلَنَا وَأَهْلُونَا۔ ماضی واحد مؤنث غاب۔ شَغَلَ رباب فتح مصدر مصروف و مشغول کرنا۔ دھندے میں لگائے رکھنا؛ مطلب یہ کہ ہمارے مال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول رکھا۔ اور ہمیں فرصت نہ دی۔ کیونکہ اور کوئی آدمی ان کی دیکھ بھال کرنے والا گھروں میں موجود نہ تھا۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ أَهْلُنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے مال أَهْلُونَا مضاف مضاف الیہ ہمارے اہل و عیال۔ أَهْلُوا اصل میں أَهْلُونَ تھا۔ اہل کی جمع بحالت رفع، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

== اسْتَغْفِرُ لَنَا؛ اسْتَغْفِرُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اسْتَغْفَرُ (استفعال) مصدر تو معافی مانگ۔ تو بخشش مانگ۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ ہمارے لئے

== بِالسِّنَةِ۔ ب حرف جار السِّنَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر بحرور۔ اپنی

زبانوں سے۔

= مَا لَيْسَ: ما مصدر ہے لیس فعل ناقص واحد مذکر غائب نہیں ہے۔
جو (ان کے دلوں میں) نہیں ہے۔

= قُلْ۔ اے قُلُ يَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان
کہہ دیجئے۔

= مَنْ۔ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ کون ہے؟ کوئی ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔

= يَمْلِكُ مضارع واحد مذکر غائب، مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ اختیار
رکھتا ہے۔ مِلْكٌ کے معنی زیر تصرف چیز پر ہر قسم کا کنٹرول اور ہر قسم کا عمل دخل ہو۔ اور
جبکہ قرآن مجید میں ہے قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا (۱۸۸: ۷) فرما
دیجئے۔ میں اپنے فائدے اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ شَيْئًا۔ کوئی چیز، کچھ بھی۔ اسم
مفعول واحد مذکر۔

فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ جملہ استفہام انکاری ہے کون ہے
جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ یعنی کوئی تمہیں اللہ کی مشیت
اور فیصلہ کے مقابلہ میں نہیں بچا سکتا۔ خواہ وہ فیصلہ تمہارے نفع کا ہو یا نقصان کا۔ یہ جملہ
جواب شرط ہے اور شرط سے مقدم زور کلام کے لئے لایا گیا ہے۔

(مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔ لیکن اگر مخاطب کو
زور دیکر کہنا مقصود ہو تو ہم کہیں گے کہ:- میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا اگر تم نے یہ کام کیا تو)۔
= اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا۔ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے (یا کوئی نفع پہنچانا
چاہے) یہ جملہ شرط ہے۔

ضَرًّا۔ نقصان۔ ضرر۔ مثلاً قتل، شکست، مال کی تباہی یا عیال کی ہلاکت، یا
عذابِ آخرت۔ وغیرہ۔ نفع۔ مثلاً فحیابی، مال و دولت میں اضافہ، برکت، اہل و
عیال کی خیر و عافیت، آخرت کی سُرخروئی، وغیرہ۔

= بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ اے
لیس الا مَرُّ كَمَا تَقُولُونَ: بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا: بات یوں
نہیں جس طرح تم کہتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے (حدیبیہ نہ جانے اور پیچھے رہ جانے میں)
تمہارا کیا مقصد تھا۔ (تم اصل میں مکہ والوں کے دُر کی وجہ سے اُن سے مخالفت لینے کی

ہمت نہیں رکھتے تھے۔

خَبِيرًا۔ باخبر۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر کا ہے؛
۴۸: ۱۲ = بَلْ ظَنَنْتُمْ: بَلْ حرف اِضْرَابِ ظَنَنْتُمْ ماضی جمع مذکر۔ ظَنَنْتُمْ
باب نصر مصدر سے۔ تم نے خیال کیا۔ تم نے یقین جانا۔

بات صرف یہی نہیں تھی کہ تم کو تمہارے اموال و اہل و عیال نے مشغول رکھا یا تم
اہل مکہ سے لڑنے سے کتراتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے یہ یقین بھی کر رکھا تھا
کہ رسول اور اس کے ہمراہی مومن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے۔
= اَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلٰى اٰهْلِيْهِمْ اَبَدًا۔ اَنْ مصدر
يَنْقَلِبُ مضارع منفی تاکید بَلَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال
ہوا ہے) منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ اِنْقِلَابُ (الفعال) مصدر بمعنی لوٹنا۔ وہ ہرگز نہیں
لوٹے گا: اَبَدًا ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے؛
تاکید کے لئے آیا ہے۔

= زَيْنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَزَيُّنٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ سنوارا
گیا۔ مزین کیا گیا۔ وہ اچھا دکھایا گیا۔ تَزَيُّنٌ سنوارنا۔ آراستہ کرنا۔ زینت دینا۔
= ذٰلِكَ۔ اِی ظَنُّهُمْ اَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ اِلٰى اٰهْلِيْهِمْ
اَبَدًا: ان کا یہ ظن کہ رسول اور اس کے ہمراہی مومن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں
آئیں گے:

= وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَ السَّوْءِ اور تم نے بُرے بُرے گمان کئے تھے۔
یعنی تم نے خیال کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھی مشرکوں کا لقمہ بن جا
اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بُرے بُرے گمان کر رکھے تھے
= وَ كُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا موصوف و صفت مل کر کاَن کی خبر۔

بُورًا ہلاک ہونے والے۔ بَائِرٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے والے ہیں
جو شخص حیران و پریشان ہو کہ نہ کسی کا کہنا سنے نہ کسی کی طرف متوجہ ہو ایسے شخص کے لئے عرب
بولتے ہیں رَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ اور ایسی قوم کو کہتے ہیں قَوْمٌ حَوْرٌ بُورٌ۔ پس جیسے
حَوْرٌ حَائِرٌ کی جمع ہے ایسے ہی بُورٌ بَائِرٌ کی جمع ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بُورٌ مصدر ہے اور واحد اور جمع دونوں کی صفت میں بولا

جانبے چنانچہ رَجُلٌ بُورٌ اور قَوْمٌ بُورٌ بولتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن حاشیہ میں فرماتے ہیں:-

علامہ جوہری "لفظ بُور کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الْبُورُ۔ الرجل الفاسد الہالك الذی لاحیوفیہ۔ یعنی بُور اس شخص کو کہتے ہیں جو فاسد اور تباہ حال ہو جس میں نیکی اور بھلائی چنانچہ عبداللہ بن العزیز جیب مشرف باسلام ہوئے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

یا رسول الملک ان لسانی راتق ما فتقت اذا نا بُور۔

یعنی اے مالک الملک کے رسول جب میں گمراہ اور تباہ حال تھا اس وقت میری زبان نے جو چاک کئے اب میں ان کو سینا اور رنو کرنا چاہتا ہوں،

یہ مونث کی صفت بھی واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں امراۃ بُورٌ تباہ حال عورت جمع کے لئے بھی قَوْمٌ بُورٌ ای ہلکی۔ یعنی اجرّی ہوئی قوم۔ اس کے بعد جوہری لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ بُور جمع ہے اس کا واحد بائِر ہے۔ مثل حائلٌ ومُحولٌ۔ لیکن اخفش نے اس کی تردید کی ہے۔

۴۸:۱۳ = وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ۔ مَنْ شَرَطِیْہ اور حملہ شرط ہے لَمْ یُؤْمِنْ مِصْرَع نفی جہد بلم صیغہ واحد مذکر غائب اور جو ایمان نہیں لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

= فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا۔ حملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے أَعْتَدْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم (افعال) مصدر ہم نے تیار کر رکھا، = سَعِيرًا: بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دھکتی ہوئی آگ، دوزخ سَعِیرٌ (باب فتح) مصدر سے: بمعنی (آگ یا جنگ) بھڑکانا۔

فَأُتِلَا: آیت ان مخلفین کے متعلق ہے جو ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کسی کسی بہانے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے نہیں گئے تھے، مولانا مودودی حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:-

یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صاف الفاظ میں کافرا و ایمان سے خالی قرار دیتا ہے جو اللہ اور اس کے دین کے معاملہ میں مخلص نہ ہوں اور آزمائش کا وقت آنے پر دین کی خاطر اپنی

جان اور مال اور اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنے سے جی چرا جاتیں، لیکن یہ خیال ہے کہ یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی بنا پر دنیا میں کسی شخص یا گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا جلتے بلکہ یہ وہ کفر ہے جس کی بنا پر آخرت میں وہ غیر مومن قرار پائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے بارے میں یہ نازل ہوئی تھی خارج از اسلام قرار نہیں دیا تھا اور نہ ان سے وہ معاملہ کیا جو کفار سے کیا جاتا ہے۔

۱۴:۴۸ = **لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**۔ **لِلّٰهِ** میں لام استحقاق کا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

== **لِمَنْ يَّشَاءُ**۔ یعنی کسی کی مغفرت کرنا یا کسی کو سزا دینا صرف اور صرف اس کی مشیت پر منحصر ہے اس پر نہ مغفرت واجب ہے اور نہ سزا دینا لازم ہے۔
 == **غَفُوْرًا**۔ بہت بخشنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ کان کی خبر ہونے کے ہے۔

== **رَحِيْمًا**۔ بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ **رَحْمَةً** سے بروزن **فَعِيْلٌ** مبالغہ کا صیغہ ہے۔
 ۱۵:۱۸ = **سَيَقُوْلُ**۔ مضارع واحد مذکر قاتب ایہاں جمع کے معنی میں آیا ہے، سن مستقبل قریب کے لئے ہے۔

== **الْمُخَلَّفُوْنَ**۔ ملاحظہ ہو ۴۸:۱۱۔ مراد وہ لوگ ہیں جو کبھی نہ کسی بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قافلہ کے ساتھ عمرہ کے لئے نہیں نکلے تھے جو سفر بعد میں صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔

== **اِذَا جَبَّ**۔ **اِنْطَلَقْتُمْ** ماضی (معنی مستقبل) جمع مذکر حاضر۔ **الطَّلَاق** (افتعال) مصدر۔ جب تم روانہ ہو گے۔ جب تم چلو گے۔

== **مَغَانِمَ**۔ جمع **مَغْنَمٌ** واحد، وہ چیزیں جو مفت حاصل کی جائیں دشمن سے ہو یا کسی اور سے۔ **الغنم** معنی بکریاں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے **وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرْمًا عَلَيْهِمُ شَحُوْمُهُمَا** (۶:۶) اور گائیوں اور بکریوں سے ان دونوں کی چربی ہم نے ان پر حرام کر دی تھی۔

الغنم کے اصل معنی ہیں کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا اور ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو، مال غنیمت :

قرآن مجید میں ہے۔
فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا (۸: ۶۹) جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اُسے
کھاؤ کہ تمہارے لئے حلال طیب ہے۔

مَغَانِمُ جمع مَغْنَمٌ کی۔ قرآن مجید میں ہے فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ (۴: ۹۴)
سو خدا کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

إِلَى مَغَانِمٍ۔ الی حرف جار مَغَانِمُ مجرور۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے اس کے
آخر میں کسرہ نہیں آتا۔ بجائے کسرہ کے فتح آتا ہے (سبب منع صرف جمع جو منتهی الجموع
کے وزن پر ہے جیسے مَسَاجِدُ وَمَقَاصِدُ وغیرہ)

== لَتَأْخُذْ ذَٰهًا۔ لام تعلیل کا ہے مضارع جمع مذکر حاضر انون اعرابی عمل لام سے
گر گیا ہے) أَخَذَ (باب نصر) مصدر۔ یعنی لینا۔ هَا ضَمِيرُ وَاحِدٍ مَوْثُ غَائِبٍ کا مرجع
مغانم ہے۔ تاکہ تم ان کو حاصل کرو، ان پر قبضہ کر لو

== ذَرُّوْنَا نَتَّبِعْكُمْ: یہ مقولہ سَيَقُولُ الْمُخَلْفُونَ کا

ذَرُّوْنَا۔ ذَرُّوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر وَذَرُّوا (باب سمع، فتح) مصدر۔ یعنی چھوڑ
دینا۔ نَا ضَمِيرُ مَفْعُولِ جَمْعٍ مُّسْكَمٍ۔ تم ہم کو چھوڑو۔

== نَتَّبِعْكُمْ، مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ صیغہ جمع مسکَم۔ كُمْ ضَمِيرُ مَفْعُولِ جَمْعٍ
مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر۔ ہم تمہارے پیچھے چلیں۔ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔
== يُؤَيِّدُوكَ اَنْ يُبَيِّدَ لَوْ اَكْلَامَ اللَّهِ۔ یہ جملہ حال ہے الْمُخَلْفُونَ سے
یہ چاہتے ہوئے کہ وہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

اَنْ مصدر یہ ہے يُبَيِّدُ لَوْ اَمْضَارِعٌ منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر
غائب تَبَدُّلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ کہ وہ بدل ڈالیں۔ کہ وہ بدل دیں۔

فَاِيْكَذَا: جہنہ، منزیہ اور دیگر قبائل دیہاتی جو مدینہ شریف کے مضافات میں آباد تھے اور
جنہوں نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا گذشتہ آیت میں اصل وجہ اس کی
بتا دی گئی ہے (آیت ۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور ہونے والے واقعہ سے اپنے رسول مکرم کو مطلع فرما
ہے ہیں۔ اے حبیب! عنقریب جب تم ایک دوسرے سفر جہاد پر روانہ ہونے لگو گے

جہاں کامیابی کے امکانات بالکل روشن ہیں خطرات کم اور مال غنیمت کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے یہ موقع پرست لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنے ایمانی جوش اور جذبہ جہاد کا زور شور سے کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں گے ان کا مقصد تلافی مافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموال غنیمت کے حصول کے لئے اپنے جذبات جاں نشاری کا مظاہرہ کریں گے، چنانچہ حکم ہوتا ہے

قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا..... (از صیار القرآن)

اللہ کے فرمان سے مراد یہ فرمان ہے کہ خیر کی مہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انہی لوگوں کو اجازت دی جائے گی جو حدیبیہ کی مہم پر آپ کے ساتھ گئے تھے اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے خیر کے اموال کی غنیمت انہی کے لئے مخصوص فرمائی تھی جیسا کہ اگلی آیت ۸ میں بصراحت ارشاد ہے (تفہیم القرآن)

== قُلْ: اِیْ قُلْ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)

لَنْ تَتَّبِعُونَا: مضارع نفی تاکید لَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر، ضمیر مفعول جمع متکلم ای لَا تَتَّبِعُونَا فَانْه نَفی فی معنی النہی للمبالغۃ۔ مبالغہ کے لئے نفی کو نہی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے، یا نہیں جا سکتے۔

== کَذٰلِکُمْ: کاف تشبیہ کا ذّا اسم اشارہ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے، یہ۔ یہی۔ جملہ کا مطلب ہے۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا ہے

== مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی لیکن یہاں تقدم زمانی کے لئے ہی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، یہ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہو گا۔ جیسے مِنْ بَعْدُ مِنْ قَبْلُ۔ جب مضاف الیہ موجود ہو تو پھر کسرہ کے ساتھ آ سکتا ہے مثلاً وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ..... (۲۱: ۲۵)

فَاِذْلَا: کَذٰلِکُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ: کی تشریح میں علامہ پانی

پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:-

”یعنی جیسا میں نے تم سے کہا ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے ایسا ہی وحی

غیر متلو (یعنی الہام نبوت) کے ذریعے اللہ نے پہلے ہی فرمادیا ہے کہ خیر کا مال غنیمت صرف شرکار حدیبیہ کے لئے ہے دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:-

ہر شخص کو یہ بات صاف نظر آرہی تھی کہ قریش سے صلح ہو جانے کے بعد اب خیر کے ہی نہیں بلکہ تینا اور فدک اور وادی القریٰ اور شمالی حجاز کے دوسرے یہودی بھی مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور یہ ساری بستیاں یکے پھیل کی طرح اسلامی حکومت کی گود میں آگریں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں پیشگی مطلع فرمادیا کہ اطراف مدینہ کے یہ موقع پرست لوگ ان آسان فتوحات کو دیکھ کر ان میں حصہ بنالینے آکھڑے ہوں گے مگر تم ان کو صاف جواب دیدینا کہ تمہیں ان میں حصہ لینے کا موقع ہرگز نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو خطرات کے مقابلے میں سرفروشی کے لئے آگے بڑھے تھے، (تفہیم القرآن)

== فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا: فَ تَعْقِبُكَ اَنْ تَقْبَلَ قَرِيبَ كے لئے۔ مہرود کہیں گے۔

بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے یعنی بات یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ساتھ لیجانے سے منع کر رکھا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔

== بَلْ۔ حرف اضراب، یہ مخلفین کے قول بَلْ تَحْسُدُونَنَا سے اعراض ہے مطلب یہ کہ ان کا یہ کہنا کہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (مخلفین) لوگ اصل بات کو سمجھتے ہی کم ہیں

كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ ماضی استمراری کا صیغہ ہے لیکن یہاں حال کے معنی میں مستعمل ہے لَا يَفْقَهُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فَقَهُ رباب سمع مصدر سے، الْفِقْہ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں۔ اور یہ علم سے اخص ہے۔ علم فقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے

بَلْ كَانَ لَا يَفْقَهُونَ۔ یعنی بات یہ نہیں جو اعراب کہتے ہیں (بَلْ تَحْسُدُونَا) بلکہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے کیا مفید ہے اور کیا ضرر رسان؟

(تفسیر مظہری)

== اَلْاَقْلِيْلَاط مگر مہوڑی سی سمجھ، یعنی دنیوی امور کی، مستثنیٰ منہ فقہاء ہے
 ۱۶:۴۸ = قُلْ لِلّٰہِ مُخْلِفٰتٌ اِجَابَے ضمیر غائب کے، دوبارہ مخلفین کا لفظ صراحتہ
 کے ساتھ ذکر کرنے سے مذمت میں قوت پیدا کرنا اور تخلف کی سخت ترین قباحت
 ظاہر کرنا مقصود ہے۔

== سَتَدْعُوْنَ۔ س مستقبل قریب کے لئے تَدْعُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر
 حاضر۔ دُعَاءُ (باب نصر) عنقریب تم بلائے جاؤ گے (جہاد کرنے کے لئے)
 = اَوَّلٰی بِاُسِّ شَدِیْدٍ، باس شَدِیْدٍ موصوف وصفہ مل کر مضاف الیہ
 اَوَّلٰی مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر صفت قوم کی،
 اَوَّلٰی والے (بجالت نصب وجر) اَوَّلُوْا (بجالت رفع جیسے اَوَّلُوْا الْعَزِیْمُ)
 باس۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ جنگ کی شدت، اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے
 کے ہیں مگر لڑائی اور دبدبہ کے معنی میں کثرت سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ قَوْمِ اَوَّلٰی
 باس شَدِیْدٍ، سخت جنگجو قوم، سخت لڑنے والے لوگ، سخت جنگی دبدبہ کھنے والے
 لوگ،

== تُقَاتِلُوْهُمْ : تُقَاتِلُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُقَاتَلَةٌ (مفاعلة) مصدر
 ہُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تم ان سے لڑو گے، تم ان سے جنگ کرو گے؛
 = اَوْ۔ یا۔ خواہ، یہاں تک، مگر، جبکہ، کیا۔ اگرچہ۔ یہاں بمعنی "یہاں تک کہ" ہے
 = یُسَلِّمُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر، وہ مطیع ہو جائیں گے
 مطلب یہ کہ تمہیں ان سے اس وقت تک لڑنا ہو گا کہ وہ اسلام کے مطیع ہو جائیں۔ رع
 = فَاِنْ تُطِیْعُوْا۔ و تعقیب کا ہے اِنْ شرطیہ۔ تُطِیْعُوْا جمع مذکر حاضر بحث مضاف
 اصل میں تُطِیْعُوْنَ تھا۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اِطَاعَةٌ (افعال)
 مصدر۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے، جملہ شرط ہے۔

== یُوْتِیْکُمُ اللّٰہُ اَجْرًا حَسَنًا۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یُوْتِیْ مضارع واحد
 مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اَجْرًا حَسَنًا
 موصوف وصفہ مل کر مفعول فعل یُوْتِیْ کا۔ تو اللہ تم کو اچھا بدل (یعنی جنت) عطا
 کرے گا۔

== وَاِنْ تَتَوَلَّوْا۔ وَاَوْ عطف اِنْ شرطیہ تَتَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر

تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) مصدر۔ تَتَوَلَّوْا۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنِ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تَوَلَّى کا تعدیہ اگر بنفسہ ہو تو بمعنی دوستی رکھنا یا مدد کرنا ہے۔

اور اگر تعدیہ بواسطہ عَنِ آئے خواہ لفظاً یا تقدیراً تو بمعنی روگردانی کرنا، منہ پھیرنا ہو گا۔ یہاں تعدیہ عَنِ مقدرہ سے ہے اور اگر تم روگردانی کرو گے۔
 = کَمَا۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بعد میں آنے والا جملہ اس کا صلہ ہے۔

= تَوَلَّيْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، (تَوَلَّى) مصدر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا۔ تم نے روگردانی کی۔

= مِنْ قَبْلُ: قبل ازیں۔ (یعنی حدیبیہ کو جانے کے وقت جیسے تم نے روگردانی کی تھی)
 = يُعَذِّبُكُمْ۔ مُضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، تَعَذِّيبٌ (تَفَعَّلَ) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (تو) وہ تم کو عذاب دے گا۔

= عَذَابًا أَلِيمًا: موصوف و صفت مل کر يُعَذِّبُ کا مفعول۔ دردناک عذاب

فَأَيْدَا: إِلَى قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ: اس سے کونسی قوم مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

جمہور محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس قوم کے ساتھ معاملہ کرنے میں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری تھا۔ قتال یا اسلام، یا تو ان سے جنگ کرتے رہو یا وہ اسلام لے آئیں۔ تیسری بات نہیں ہو سکتی، ان سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ یہ حکم صرف عرب کے مشرکوں اور مرتد ہو جانے والے مسلمانوں کے لئے خاص تھا۔ اہل روم اور دوسرے عجمیوں کے لئے تین صورتیں تھیں۔ جنگ یا اسلام، یا جزیہ۔

زہری اور مقاتل کا قول ہے کہ بنی حنیفہ یعنی اہل یمامہ جو مسلمہ کذاب کے ساتھی تھے مراد ہیں۔ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ اور بیضاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر ضیاء القرآن۔

۴۸: ۱۷ = اَعْمٰی: اندھا۔ عُمٰی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے بینائی دل کی جاتی ہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے

عَمَىٰ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

== حَوْجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ اصل میں تَوْحَوْجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ کے ہیں اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمَىٰ حَرْجٌ اَنْدَرُھے پر کوئی گناہ نہیں مطلب یہ کہ جو اندھا ہو (یا اسے کوئی اور صحیح عذر مانع ہو) تو اس کے لئے جہاد میں شریک نہ ہونے پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

== اَلْاَعْوَجُ۔ لنگڑا۔ عرج مادہ عَوَّجٌ (باب سمع) مصدر، بمعنی ہموار زمین پر ایسے چلنا جیسے کوئی شخص سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔ عَوَجٌ لِعَوَجٍ مستقل طور پر لنگڑا ہونا اسی مصدر سے باب نصر سے بمعنی اوپر چڑھنا آتا ہے جیسے اَلْعَوَجُ الْمَلَكَةُ وَالرُّوحُ اِلَيْهِ (۴: ۷۰) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں۔

== وَمَنْ..... وَرَسُولُهُ جملہ شرط یُدْخِلُ..... اَلَا نَهَرُ۔ جواب شرط۔

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ۔ جنت کی تعریف ہے

== وَمَنْ يَتَوَلَّ۔ واو عاطفہ۔ مَنْ يَتَوَلَّ جملہ شرط ہے يَتَوَلَّ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب تَوَلَّى (تَفَعَّل) مصدر۔ اصل میں يَتَوَلَّى تھا۔ تعدیہ بہ عَنْ مقررہ ہے اور جو روگردانی کرے گا۔ يُعَذِّبُهُ عَذَابًا اَلِيْمًا جملہ جواب شرط اس کو وہ (اللہ) دردناک عذاب دیگا۔

۴۸: ۱۸ = لَقَدْ۔ لام تاکید کا ہے قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی ہی کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال سے نزدیک بنا دیتا ہے۔ سو لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ تَحْقِيقُ اللّٰهُ راضی ہوا ہے۔

== عَنْ الْمُؤْمِنِينَ۔ یہاں مؤمنین سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو بیعت رضوان میں شامل تھے۔

== اِذْ۔ ظرف زمانہ حجب، جس وقت۔

== يَبَايِعُوْكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَايَعَةٌ (مفاعلة) مصدر، وہ بیعت کرتے ہیں۔ وہ بیعت کر رہے تھے، مضارع بمعنی ماضی۔ الْبَيْعُ کے معنی بیچنے اور شِوَاءُ کے معنی خریدنے کے ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال

ہوتے ہیں مثلاً شِراءُ بمعنی بیع۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخِيسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ
اور اس کو تھوڑی سی قیمت یعنی معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ اور حدیث شریف میں
ہے لَا يَبِيعَنَّ أَحَدُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ كَوْنِي لِنَفْسِهِ بِخَيْرٍ مِّنْ خَيْرِهِ
بِأَيْعِ السُّلْطَانِ اس نے بادشاہ کی بیعت کی۔ یعنی اس قلیل مال کے عوض جو بادشاہ
عطا کرتا ہے اس کی اطاعت کا اقرار کرنا۔ اس اقرار کو بیعت یا مبايعت کہا جاتا ہے۔
اس بیعت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِآثَ لَهُمُ
الْجَنَّةِ (۹۱: ۱۱۱) تحقیق خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں
(اور اس کے) عوض ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔

اور اسی آیت میں آگے چل کر فرمایا:-

فَاَسْتَبْشِرُوا بِلَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ (۱۱۱: ۹) تو جو سودا تم نے اس سے
کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور اس بیع کی تفصیل سورۃ نہا (الفتح) میں مذکور ہے۔
فَرَمَا لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
یقیناً رضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے

فَإِذْكَ: اس آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ... الخ کی وجہ سے اس بیعت کو بیعتِ رضوان
کہتے ہیں اس آیت سے مقصود مومنوں کی تعریف اور مدح ہے اور گزشتہ کلام سے ایفاء
بیعت پر برا نگینہ کرنا مقصود تھا۔

تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ منافی مضاف الیہ، درخت کے نیچے۔ الشجرۃ کو معرفہ
اس لئے لایا گیا ہے کہ اس سے مراد خاص درخت ہے جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی اور
جو بعد میں لوگوں میں اس قدر اہمیت پکڑ گیا کہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر کی روایت کے
مطابق لوگ اس کے پاس جا جا کر نمازیں پڑھنے لگے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔ (طبقات ابن سعد)
لیکن متعدد روایات اس کے خلاف بھی ہیں ۴۔ (تفہیم القرآن)

فَإِذْكَ صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:-

اہل علم آیت کی بلا غنت پر غور فرمائیں کہ رَضِیَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور یُبَایِعُونَ مضارع کا۔ رَضِیَ کا صیغہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ رِضا و خوشنودی کسی دولت رسیدگی مالا مال کر دیا۔ اور یُبَایِعُونَ مضارع ذکر کرنے میں لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اتنی پسند اور محبوب ہے کہ اسے ماضی کے حوالے نہیں کیا جاسکتا۔ بیعت کا وہ ایمان افروز منظر تو اب بھی نگاہوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں آپ کے جاں نثار ذوق و شوق سے دوڑے چلے آئے ہیں اور بیعت کر رہے ہیں۔ یہ سہانا منظر اور اس کی ایمان پرور یاد ہمیشہ حال ہی رہے گی۔ ماضی کی داستان نہیں بنے گی۔

== مَا فِي قُلُوبِهِمْ مَا مَوْصُولٌ هُوَ اَوْ فِي قُلُوبِهِمْ اس کا صلہ۔ یعنی یقین صبر اور وفا کے جذبات، مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْيَقِينِ وَالصَّبْرِ وَالْوَفَاءِ۔

(طبری، مجمع البیان)

== السَّيْكِنَةُ : اطمینان، تسلی خاطر۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۸: ۴۹

== اَتَاٰهُمْ اَنَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِثَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ثوب مادہ۔

ثَوْب کا اصل معنی کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں یا غور و فکر سے جو حالت مقدرہ اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں ثَابٌ فَلَانٌ اِلٰی دَارِهِ۔ فلاں اپنے گھر کو لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ اِلَیْ نَفْسِی، میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔

غور و فکر سے حالت مقدرہ مقصود تک پہنچ جانے کے اعتبار سے کپڑے کو ثَوْب کہا جاتا ہے کیونکہ سوت کاتنے سے غرض کپڑا بنتا ہوتا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالت مقصودہ کی طرف لوٹ آتا ہے، یہی معنی ثواب العمل کا ہے

الثواب۔ انسان کے عمل کی جو جزا انسان کی طرف لوٹتی ہے اُسے ثواب کہا جاتا ہے اس تصور پر کہ وہ جزا گویا میں عمل ہی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (۹۵: ۷) تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ میں جزا کو نفس عمل کو ہی قرار دیا ہے اس لئے یہاں یَوْحِزْ اَوْ لَا نہیں کہا حالانکہ مراد یہی ہے۔

گو لغوی طور پر ثواب کا لفظ خیر اور شر دونوں قسم کی جزا پر بولا جاتا ہے لیکن اکثر

اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزا پر ہے چنانچہ فرمایا ہے۔
 ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ (۱۹۵:۳۱) (یہ خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔)

ثَوَابٌ بمعنی بدلہ۔ انعام، عوض میں جو چیز پہنچے، جزا، ثواب، اَثَابَ لَهُمْ اس نے ان کو بدلہ دیا۔ اس نے ان کو عطا کیا۔ اس نے ان کو انعام دیا۔
 = فَتُحَاقَرِیْنِیَّآ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول اَثَابَ کا۔ اس فتح سے مراد فتح خیبر ہے۔ جو صفر ۶۳۰ میں ہوئی۔ ترجمہ :- اور ان کو عنقریب آنے والی فتح دی۔

۱۹:۴۸ = وَمَغَانِمَ کَثِیْرَةً۔ واو عا لطف، مغانم کثیرہ موصوف و صفت مل کر مفعول ثَائِی اَثَابَ کا۔ مَغَانِمَ پر تنوین بوجہ غیر منصرف ہونے کے نہیں آئی (ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر) منصوب بوجہ فَتَحَا قَرِیْنِیَّآ کے معطوف ہونے کے ہے اور بہت سی نعمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے (يَاْخُذُ نَهَا۔ اس میں ضمیر فاعل مومنوں کی طرف راجع ہے۔ اور هَا ضمیر واں مَوْنِث غائب مَغَانِمَ کَثِیْرَةٍ کی طرف راجع ہے) ان مغانم سے مراد خیبر کی فتح اور اس کے اموالِ غنیمت ہیں۔

اور یہ انعام صرف ان مومنوں کے لئے مخصوص تھا جو بیعت رضوان میں شریک تھے
 = عَزِیْرًا حَکِیْمًا۔ کَانَ کی خبر، زبردست، حکمت والا۔

۲۰:۴۸ = تَاْخُذُ وَنَهَا۔ تَاْخُذُ وَنَ مضارع جمع مذکر حاضر آخِذُ (باب نصر) مَصْدُ هَا ضمیر مفعول واں مَوْنِث غائب جو مغانم کی طرف راجع ہے۔

تم ان (غنیمتوں) کو لو گے۔ حاصل کرو گے۔ ان غنیمتوں کا اشارہ ان اموالِ غنیمت کی طرف اشارہ جو خیبر کے بعد دوسری فتوحات کے سلسلہ میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

= فَعَجَّلَ۔ ف ترتیب کا ہے عَجَلَ ماضی واحد مذکر غائب تعجیل (تفعیل) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے جلدی دیدی۔ عجلت بمعنی شتابی، جلدی

= هَذِهِ۔ اس سے فتح خیبر مراد ہے (تفسیر منطہری)

اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کو سعادۃ کے آغاز میں فتح مبین قرار دیا گیا ہے (تفہیم القرآن)
 هَذِهِ ای مغانم خیبر۔ (روح المعانی)

هَذِهِ کا اشارہ الیہ صلح حدیبیہ ہے۔ قالہ ابن عباس۔

عَجَلَ لَکُمُ الصَّلْحَ الْحَدِیْبِیَّةَ۔ (فیہ القرآن)

فَعَجَّلَ لَكُمْ هَذِهِ۔ پس اس نے سر دست تم کو یہ دے دی۔ (صلح حدیبیہ یا فتح خیبر اور اس کے اموال غنیمت)

= وَكَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ : واؤ عاطفہ، كَفَّ عَنْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَفَّ رُباب نصر، مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ كَفَّ عَنْ کسی کام سے، باز رکھنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ أَيْدِيَ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول كَفَّ کا۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو باز رکھا تم سے۔ یعنی مخالفین کو تم پر حملہ آور ہونے سے روکا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اہل خیبر اور ان کے حلیف بنی اسد، غطفان وغیرہ حبیب وہ اہل خیبر کی مدد کو آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب (خوف، ڈال دیا۔ اور وہ پلٹ گئے) ۲۔ مجاہد کا قول ہے کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے اہل مکہ کو کوئی معاندانہ اقدام کرنے سے روک دیا۔

۳۔ الطبری کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے حدیبیہ یا خیبر کی طرف خروج سے اگرچہ مسلمانوں کی پوزیشن مدینہ میں ظاہراً کمزور تھی لیکن یہودی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے (روح المعانی)

۴۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ قریش مکہ باوجود مسلمانوں کی جنگی حالت تشویشناک حد تک کمزور ہونے کے ان پر حملہ آور ہونے یا ان کو لڑائی میں الجھانے سے باز رہے۔

= وَ لَتَكُونَ آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ : واؤ عاطفہ، اس جملہ کا عطف محذوف پر ہے جو الکف کی علت ہے اسی فعل ما فعل من التعجیل والکف لتکون نافعة لہم وایۃ لہم۔ بعض کے نزدیک واؤ زائدہ ہے لام تعلیل کا ہے تَكُون مزارع واحد مونث غائب۔ کُون رُباب نصر، مصدر فاعل برائے التعجیل والکف ہے۔ آيۃ ثانی۔ (خدا کی) قدرت کا نمونہ، ترجمہ۔ اور اس تعجیل والکف کی غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (خدا کی) قدرت کا نمونہ بن جائے۔

= وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا : اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول يَهْدِي کا۔ اور تاکہ وہ تم کو

سیدھے راستہ پر چلائے۔

۴۸:۲۱ = وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا. وَأُخْرَى كَا عَطْفٍ فَعَجَلَكُمْ هَذِهِ فِي هَذِهِ بِرَبِّهِ اِي فَعَجَلَكُمْ هَذِهِ الْمَغَانِمُ وَمَغَانِمُ أُخْرَى يَعْنِي اَسْ نِي تَم كُونُ فُورِي طُورِ بِرَبِّهِ اِمْوَالِ غَنِيْمَتٍ عَطَاكَتْ اَوْر اِن كِي عِلَاوَه اَوْر اِمْوَالِ غَنِيْمَتٍ بِهِي هِي۔

— لَمْ تَقْدِرُوا: مضارع منفى جہد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قَدَرْتُ (باب ضرب) مصدر۔ قابو پانا۔ قبضہ قدرت میں رکھنا۔ قادر ہونا۔ عَلَيْهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائبہ کا مرجع (مغانم) اُخْرَى ہے اور دوسری غنیمتیں جو ابھی تمہارے قبضہ قدرت میں نہیں آئیں۔

ان مغانم اُخْرَى سے کونسی فتوحات و اموال غنیمت مراد ہیں اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ اس سے مراد ملک فارس و روم کے فتوحات اور اموال غنیمت ہیں (ابن عباسؓ) حسن، مقاتل،

۲۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے (قتادہ)

۳۔ اس سے مراد فتح حنین ہے (عکرمہ)

۴۔ آخرہ حاصل ہونے والی ہر فتح مراد ہے۔ (مجاہد)

— قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا۔ أَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب۔ احاطتہ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ قَدْ بِهَا۔ اِی حفظہا لکم حتی تفتحوها و منعہا من غیرکم حتی تاخذوها (الخازن) اللہ نے ان کو اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو فتح کر لو اور ان کو غیر و سے بچا رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو پا لو۔

یا احاطہ سے مراد علمی احاطہ ہے یعنی اللہ کا علم ان کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تم سے فتح کرانا چاہتا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:-

اغلب یہ ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی راستے قتادہ کی ہے اور اسی کو

ابن جریر نے ترجیح دی ہے۔

ارشاد الہی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ :

ابھی تو مکہ تمہارے قابو میں نہیں آیا ہے مگر اللہ نے اسے گھیرے میں لے لیا ہے اور حدیبیہ کی اس فتح کے نتیجے میں وہ بھی تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا (اور اس کے لئے یہ مشکل نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۸: ۲۲ = وَكُوْا. وَاَوْعَاطُفُ كُوْ شَرْطِيْہ ہے اگر، قَتَلَكُمْ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَكْفَارًا اٰہلِکُم سے لڑتے اور تم سے صلح نہ کرتے تو پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔

= كُوْا جواب شرط ہے وَكُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر پیٹھ دے کر بھاگنا اَلَا دُبَارَ جمع دُبُر کی پیٹھیں۔ پیچھے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اَلَا دُبَارَ مفعول ہے وَكُوْا۔ تو وہ پیٹھیں دے کر بھاگ جاتے۔

= لَا يَجِدُوْنَ مَضَارِعَ مَنفٰی جمع مذکر غائب وَجَدْتُ (باب ضرب) سمع مصدر پانا۔ حاصل کرنا۔ پھر وہ نہ پاتے۔

= وَلِيًّا۔ وَلِيٌّ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بمعنی محافظ۔ مددگار۔ حامی، بچا والا منصوب بوجہ مفعول۔

= نَصِيْرًا۔ صیغہ صفت، نَصْرٌ سے بچانے والا، مدد کرنے والا۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ وَلِيًّا کا مَطْلُوْف ہے :

فَاٰتِيْدًا: مطلب یہ ہے کہ حدیبیہ میں جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں روکا تھا کہ وہاں مسلمانوں کے شکست کھا جانے کا امکان تھا بلکہ اس کی مصلحت کچھ دوسری ہی تھی جسے آگے کی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے۔ (آیات ۲۴: ۲۵) اگر وہ مصلحت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس مقام پر جنگ ہو جانے دیتا تو پھر بھی یقیناً کفار ہی کو شکست ہوتی اور مکہ مکرمہ اسی وقت فتح ہو جاتا۔ (تفہیم القرآن)

۴۸: ۲۳ = سُنَّۃَ اللّٰہِ۔ اِی سُنَّۃَ اللّٰہِ سُنَّۃٌ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دستور اختیار کر رکھا ہے (سبلین، تفسیر حقانی)

= اَلَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ۔ جو قبل ازیں جاری رہا ہے (گذشتہ امتوں میں)

اور وہ طریقہ یاد دستور کیا تھا کہ اللہ اور اللہ کے اولیاء اور انبیاء ہمیشہ اللہ کے دشمنوں پر غالب ہی رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے :-

كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي (۵۸:۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی

ہے کہ بلاشبہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔ اور فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (۵:۵۶) بیشک خدا کا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ اور أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۵۸:۲۲) خوب سن لو کہ خدا ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کو ماضی

قریب بنا دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب خُلُوْذُ باب نصر مصدر وہ گزر گئی وہ گزر چکی۔

مِنْ قَبْلُ (اس سے) پہلے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۱۔ مذکورۃ الصدر

یہ اللہ کا دستور گذشتہ امتوں میں بھی جاری تھا۔

= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع منفی تاکید لمن۔ وَجُوْذُ باب ضرب مصدر۔ اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز تبدیل نہ پائے گا۔

۲۴:۴۸ = بَطْنِ مَكَّةَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَطْنُ، معنی پیٹ۔ یہاں مراد وادی مکہ۔ مکہ کے قریب، مکہ کی سرحد کے پاس ہے۔

= مِنْ بَعْدِ أَنْ أَخْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ: مِنْ حروف جر۔ أَنْ مصدر یہ۔ أَخْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ إِخْفَارُ (افعال) مصدر، یعنی کامیابی دینا۔ فستحند کرنا۔

فیروز مند کرنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو ان پر ظفر یا ب کرنے کے بعد كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ۔ ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا تھا۔

أَنْ أَخْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ۔ جملہ مضاف الیہ ہے بَعْدِ کا

= بَصِيرًا خبر ہے کان کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔

فَائِدَةٌ: صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں :- اگرچہ حدیبیہ کے مقام پر باقاعدہ

لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ لیکن کفار مکہ کے کئی جتھے اپنے بغضِ باطن سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے اسی شوریدہ سر پوری طرح مسلح ہو کر جبلِ تنعیم سے اترے۔ تاکہ بے خبری میں لشکرِ اسلام پر دھاوا بول دیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرتے، ہم نے ان کو محاصرہ میں لے لیا اور گرفتار کر لیا لیکن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ عکرمہ بن ابی جہل نے پانچ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر لشکرِ اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کا ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا لیکن وہ دم دبا کر بھاگ نکلے اور مکہ کی گلیوں میں جا کر پناہ لی۔ اس قسم کے کئی واقعات ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی صورت حال پیدا نہ ہونے دی اور کفار کو بھی یہ حسرات نہ ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور تمہیں بھی یہ حوصلہ بخشا کہ تم کو ان کی اشتعال انگیزیوں سے براہِ رختہ ہو کر ان پر حملہ نہ کر دو۔

۲۵:۴۸ = هُمْ ضَمِيرُ شَانِ، جمع مذکر غائبہ، وہ۔ وہی۔ اشارہ اہل مکہ کی طرف ہے الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر، باقی جملہ اس کا ملہ، هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنی وہ اہل مکہ ہی ہیں جنہوں نے کفر کیا۔

= وَصَدُّوكُمْ۔ واو عاطفہ، صَدُّوا ماضی جمع مذکر غائب صَدُّ وَصَدُّوْكُمْ باب نصر مصدر یعنی روکنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور انہوں نے تم کو روکا۔
= عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: عَنْ حرف جر۔ المسجد الحرام موصوف و صفت حرمت والی مسجد یعنی کعبہ، یعنی کعبہ کا طواف کرنے سے روکا۔

= وَالْهَدْيِ۔ واو عاطفہ، الْهَدْيِ منصوب، کہ اس کا عطف صَدُّوکُمْ میں ضمیر منصوب پر ہے اِی وَصَدُّوا الْهَدْيِ اسم معروف باللام، قربانی کا جانور جو ماہِ حُرْم میں حُرْم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= مَعْكُوفًا اَنْ يَبْلُغَ الْهَدْيِ مَحِلًّا۔ جملہ الہدی سے حال ہے مَعْكُوفًا بوجہ حال منصوب ہے۔ مَعْكُوفًا عطف باب ضرب و نصر، مصدر سے بمعنی روکے رکھنا۔ روکا ہوا۔ اِعْتِكَافٌ مسجد میں عبادت کے لئے بکے رہنا۔

اَنْ مصدر یہ ہے مَبْلَغٌ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب:
مَبْلُوغٌ باب نصر مصدر بمعنی پہنچنا۔ مَجْلَةٌ مضاف مضاف الیہ۔ مَجْلَتِ اسم
ظرف مکان۔ قربانی کی جگہ۔

== کَوْلًا۔ امتناعیہ ہے۔ کَوْلٌ حرفِ شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے اگر نہ ہوتے
نیز ملاحظہ ہو (۶: ۲۳) جواب کَوْلًا محذوف ہے۔ یعنی اگرنا معلوم مومن مرد اور عورتوں کا
تہاے ہاتھوں یا مال ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکہ پر حملہ کی اجازت دیدیتا۔
== لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ: نفی جہد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
غائب (رجال و نساء کے لئے۔ تغلیب المذکر علی المؤنث کی وجہ سے صیغہ جمع مذکر
لایا گیا) لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ صفت ہے رِجَالٌ و نِسَاءٌ کی۔

== اَنْ تَطُوْهُمْ اَنْ مصدر یہ تَطُوْهُمْ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی
اَنْ کے عمل سے ساقط ہو گیا۔ و طًا (باب سمع) مصدر و ط ا۔ مادہ۔ بمعنی کسی
چیز کو پاؤں تلے روندنا۔ ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رِجَالٌ و نِسَاءٌ کے لئے ہے تاکہ
تم ان کو پامال کرو گے، یا روند ڈالو گے۔

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِیَ
اَشَدُّ و طًا۔ (۳: ۶) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہمی کو) سخت پامال
کرتا ہے۔

== فَتُصِیْبُکُمْ ف سببیہ ہے تُصِیْبُ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب
اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ضمیر فاعل مَعْرُوثٌ کی طرف راجع ہے کُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر حاضر۔ اور بدیں سبب تم کو بدنامی پہنچے ان کی وجہ سے)
== مَعْرُوثٌ گناہ۔ تکلیف، دکھ، مضرت، بدی، عیب، بری بات، سختی،
(ع ر مادہ)

اِعْتَرَّ۔ (باب افعال سے) بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آنا۔ قرآن
مجید میں ہے وَ اطْعِمُوْا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ۔ (۳۶: ۲۲) اور قناعت سے
بیٹھ رہنے والوں کو اور بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آئیوں کو بھی کھلاؤ۔
== مِنْهُمْ۔ ان کی وجہ سے۔ ہُمْ کی ضمیر رجال مومنون و نسا مومنات کی طرف
راجع ہے۔

== اِخَيْرِ عِلْمٍ - اس کا تعلق یا تو اَنْ تَطُوْهُمْ سے ہے یعنی لا علمی میں تم ان کو روٹھ ڈالو گے۔ یا اس کا تعلق فَتُصْنِيْكُمْ مِنْهُمْ مَعْرَۃ سے ہے یعنی بے علمی میں ان کی پامالی کی وجہ سے تم کو گناہ پہنچ جائے۔
 == لِيَدْخُلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ لام تعلیل کا ہے علت محذوف ہے یعنی مکہ میں زبردستی داخل ہونے کی ممانعت،
 آیت کا مطلب یوں ہوگا۔

اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مکہ میں وہ تو مومن مرد اور عورتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے تمہارے ہاتھوں لا علمی میں پامال ہو جائیں گے اور ان کی طرف سے تمہیں یوں بدنامی پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں زبردستی مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدیتا۔ لیکن اس نے زبردستی داخل ہونے کی ممانعت اس لئے کر دی کہ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے (اس ادخال رحمت میں مومن مرد اور عورتوں کا پامالی سے بچ جانا۔ مسلمانوں کا مومنین کو پامال کرنے کی بدنامی سے بچ جانا اور کفار کی کثیر تعداد کا بعد میں ایمان لے آنا شامل ہے) کو؛ حرف شرط۔ اگر۔

== تَتَزَيَّلُوا مَاضِيَّ جَمْعِ مَذْكُرٍ غَائِبٍ تَزَيَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر جس کے معنی پراگندہ اور متفرق ہونے کے ہیں۔ یعنی اگر وہ ایک طرف ہوتے یا جُہدا ہو جاتے، اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ (۲۸:۱۰) تو ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے
 == لَعَذَابُنَا۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ عَذَابُنَا مَاضِيَّ جَمْعِ مُشْكَمٍ تو ہم عذاب دیتے
 == مِنْهُمْ۔ ای من اهل مکة۔ اہل مکہ میں سے جو کافر تھے ان کو دردناک عذاب دیتے۔

== عَذَابًا بَآلِيْمًا: موصوف و صفت، مفعول مطلق، دردناک عذاب۔

فَاِيْدَكَ : اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندوں کا اتنا پاس ہے کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے ساری بستی والوں کو بچا لیتا ہے گو بستی والے ان اللہ کے بندوں کو دکھ ہی کیوں نہ دیتے ہوں۔

== ۲۶:۲۸ = اِذْ ظَلَمَ زَمَانٌ ہے یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای اُذْکُرْ

اِذْ۔ وہ وقت یاد کرو جب۔

یا یہ لَعَذْبُنَا کا ظرف ہے۔ جب یعنی تو ان میں سے جو کافر تھے ہم ان کو دردناک عذاب دیتے۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی اور رسول اللہ اور ان کے صحابیوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔

ای لَعَذْبُنَا هَذَا جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ۔

حمیت الجاہلیہ (اليسر التفاسیر)

= جَعَلَ، ماضی واحد مذکر غائب، جَعَلَ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بنایا۔
اس نے کیا۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے ٹھہرایا۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ۔

جَعَلَ ایک ایسا لفظ ہے کہ تمام افعال کے لئے عام ہے یہ فَعَلَ، صَنَعَ

اور اس قسم کے تمام افعال سے اَعْمَد ہے اس کا استعمال پانچ طرح پر ہوتا ہے۔

۱۔ صَادَ۔ طَفِقَ (ہو گیا، لگا) کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس وقت متعدی نہیں ہوتا۔ جیسے جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ كَذَابًا۔ زید یوں کہنے لگا۔

۲۔ اَوْجَدَ: (اس نے ایجاد کیا۔ اس نے پیدا کیا) کی بجائے آتا ہے۔ اس صورت میں اس

کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے جیسے فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ۔

(۱: ۶) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

۳۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ جیسے فرمایا جَعَلَ لَكُمْ

مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا۔ (۱۱: ۴۲) اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے

جوڑے بنائے۔

۴۔ بمعنی تقصیر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔

جیسے فرمایا۔ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فَرِاشًا (۲۲: ۷) جس نے

تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

۵۔ کسی چیز کے متعلق کسی بات کا تجویز کرنا۔ خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال

إِنَّا بِأَذْوَدُكَ إِلَيْكَ وَجَاعِلُوكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ (۷: ۲۸) ہم اس کو

تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے مگر اسے پیغمبر بنا دیں گے۔

باطل کی مثال۔ الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ۔ (۹۱: ۱۶) یعنی قرآن کو

(کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہاں اس آیت میں بمعنی بنالیا۔ بھٹرایا ہے۔

== اَلَّذِينَ كَفَرُوا سے مراد اہل مکہ ہیں۔

== اَلْحَمِيَّةُ : کدہ۔ ضد۔ قوت غضبیہ جب جوش میں آئے اور بڑھ جائے تو حمیت کہلاتی ہے۔ خود داری جو تکبر و نخوت کی بنا پر ہو۔ الحمی (حمی مادہ) وہ حرارت جو گرم جواہر جیسے آگ، سورج وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی جو کہ بدن میں قوتِ حارہ سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ يُجْعَلُ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ (۳۵: ۹) جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا، صاحب الہر التفاسیر اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:-

ہلیۃ
ای لعد بناہم اذ جعل الذین کفروا فی قلوبہم الحمیۃ حمیۃ الجاہلیۃ
وہی الافقۃ المانعۃ من قبول الحق ولذا منعوا الرسول وَاِصحابہ
من دخول مکة وقالوا کیف یقتلون ابناءنا ویدخلون بلادنا واللات
والعزى ما دخلوها۔

رتو ہم ان کو عذاب دیتے جب کفار نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی جو تکبر و نخوت پر مبنی وہ ضد ہے جو قبول حق سے مانع ہوتی ہے اور جس کی بنا پر کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ انہوں نے ہماری اولاد کو قتل کیا ہے اور ہمارے ملک میں زبردستی گھس آئے ہیں لات اور عزی کی قسم وہ ہرگز اس میں (اپنی مکہ میں) داخل نہیں ہوں گے،

== حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ مضاف مضاف الیہ مل کر جَعَلَ کا مفعول یہ بدل ہے الحمیۃ سے۔ یعنی زمانہ جاہلیت کی سی ضد۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاَعْلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ (بصورتِ اِذُ بمعنی مفعول فعل محذوف) آیت کا ترجمہ ہو گا:-

جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اپنی سکینت نازل فرمائی (اور انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے) سکینہ کے لئے ملاحظہ ہو ۴۸: ۴ متذکرۃ الصدر۔

== الزمہم۔ الزمہ ماضی واحد مذکر غائب الزامُ افعال مصدر بمعنى لگا دینا۔ لازم کر دینا۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اس نے ان پر لازم کر دیا۔ اس نے ان پر جما دیا۔ اس نے ان کو استقامت بخشی رکلمتہ التقویٰ پر

== کلمتہ التقویٰ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی الزم کا۔ کلمتہ التقویٰ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

- ۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہد، قتادہ، ضحاک، ہکرمہ، سدی وغیرہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہے
- ۲۔ عطابن ربیع نے کہا کہ اس سے مراد ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَكَ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
- ۳۔ عطار خراسانی کے نزدیک اس سے مراد ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔

۴۔ زہری نے کہا کہ اس سے مراد ہے بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مال سب کا ایک ہی ہے (کہ کلمہ توحید مراد ہے)

کلمہ توحید ہر تقویٰ کی بنیاد اور سبب ہے، کلمہ تقویٰ سے مراد اہل تقویٰ کا کلمہ، الزمہم کلمتہ التقویٰ یعنی ان کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا اور حمیت جاہلیت کو ان سے دور کر دیا۔

== کَانُوا۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع رسول کریم اور مومنین ہیں۔
== أَحَقَّ بِهَا۔ أَحَقُّ اسم تفضیل، اور فاعل دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ بڑا حق دار زیادہ مستحق، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کلمتہ التقویٰ کی طرف راجع ہے۔
== وَأَهْلُهَا۔ عطف تفسیری ہے۔ اس کے حقدار۔ اس کے قابل۔ اس کے سزاوار۔

== عَلِيمًا۔ خبر کان۔ بڑا دانہ۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۲۷: ۲۸ = لَقَدْ۔ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور ماضی قریب کے معنی دیتا ہے :

== صدق اللہ۔ صدق ماضی واحد مذکر غائب۔ صدق (باب نصر) مصدر۔ اس نے سچ کر دکھایا۔ اس نے سچ کہا۔ صدق کا تہدیر کبھی دو مفعول کی طرف بھی ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں۔ نیز اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ (۱۵۲:۳) اور اللہ سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ۔
== بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ سچ سچ، صداقت و یقین کے ساتھ۔ بلا کذب، حق صد ہے باطل کی،

مطلب یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب اللہ تعالیٰ نے دکھایا تھا وہ سچ تھا اور وقوع کے عین مطابق۔ یعنی یہ خواب ایسے ہی عملاً وقوع پذیر ہوگا جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ درست فرمایا تھا اور خواب بالکل حقیقت کے مطابق تھا اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔
(کلام اللہ میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے مستقبل ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا قول زمانہ مستقبل کے متعلق الیسا ہی ہے جیسا کہ وہ فی الواقع ہو چکا ہے)
ترجمہ: اللہ نے سچ دکھایا ہے اپنے رسول کو خواب۔

== لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ لام تاکید کا ہے تَدْخُلَنَّ مضارع تاکید بانون تفسیر جمع مذکر حاضر، الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ہے تَدْخُلَنَّ کا۔ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں۔ (یہ وعدہ اگلے سال ذوالقعدہ ۶۸۰ میں پورا ہوا۔ یہ عمرہ عمرہ القضاء کے نام سے مشہور ہے)
لَتَدْخُلَنَّ..... الخ تفسیر منظر ہی میں ہے۔

۱۔ ابن کیسان نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا قول تھا جس کو اللہ نے نقل کیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا کہ تم لوگ کعبہ میں داخل ہو گے۔

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خواب کے فرشتہ کا قول ہو جو اللہ نے نقل کر دیا۔

۳۔ سید قطب فی ظلال القرآن میں رقمطراز ہیں۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى يُثَدِّبُ الْمُؤْمِنِينَ بِأَدَبِ الْإِيمَانِ وَهُوَ يَقُولُ لَهُمْ: لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ..... إِنَّ شَاءَ اللَّهُ...
فالدخول واقع حتم، لأن الله أخبر به۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ مؤمنین

ایمان کے ادب و آداب سکھاتے ہوئے ان سے فرماتا ہے:-
 ”تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں..... مشیت ایزدی سے“ اور داخل ہونے کا وقوعہ حتمی ہو گا۔ کیونکہ اس کی خبر دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔“
 لَتَذْخُلَنَّ سَے لے کر وَ لَا تَخَافُوْنَ تک خواب کا بیان ہے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا گیا ہے۔
 = اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کافقرہ غور طلب ہے :

ابہ اِنْ شَک کے لئے استعمال ہوتا ہے؛ اور یہ اللہ کا کلام ہے اس میں شک کا کیا دخل؟ یہاں اِنْ کا معنی اِذ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اِنْ بمعنی اِذ کا استعمال عام ہے۔ صاحب لسان لکھتے ہیں:-
 وَ تَجِئُ اِنْ بِمَعْنٰی اِذْ ضَرْبُ قَوْلِهِ: اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (۲: ۲۷۸) بمعنی اِذْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ یعنی اللہ سے ڈرو باقی سود چھوڑ دو جب کہ تم ایمان لا چکے ہو۔ اس آیت میں بھی اِنْ بمعنی اِذ ہے۔
 ۲۔ اگرچہ اِنْ شَک کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس جگہ بطور ادب اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے، لَتَذْخُلَنَّ کے محاذ سید قطب کا قول بھی مذکور ہو چکا ہے کہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کا استعمال ادب و آداب سکھانے کے لئے ہوا ہے اسی ادب کو ملحوظ رکھنے کا ایک دوسری آیت میں بھی حکم دیا گیا ہے۔ فرمان الہی ہے وَ لَا تَقُوْا لَنْ لِّشَیْءٍ اِتٰی فَاَعِلْ ذٰلِكَ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (۱۸: ۲۳۳-۲۳۴) اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر۔ یعنی اگر خدا نے چاہا تو (کر دوں گا)

۳۔ صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ کافقرہ یہاں ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس دفعہ مکہ نہ جانا اس لئے نہیں کہ کفار بہت طاقتور تھے اور مسلمان ان کی قوت سے خائف تھے تو واپس چلے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں وہ حکمتیں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے (اسی آیت میں آگے چل کر فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا سے اسی کی طرف اشارہ ہے اِنْ شَاءَ اللّٰهُ حمد معترضہ ہے

== فَتَحًا قَرِيبًا موصوف و صفت مل کر مفعول جَعَلَ کا۔ مراد اس سے فتح خیبر ہے یا صلح حدیبیہ (الخازن) پس اس نے دخول مسجد حرام سے قبل ہی ایک ایسی فتح عطا کر دی جو قریب ہے۔

۲۸:۲۸ = هُوَ بِضَمِيرِ شَان، جو اللہ کی طرف راجع ہے جملہ ما بعد اس کی تفسیر
== دَيْنُ الْحَقِّ - دینِ اسلام۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ دَيْنُ الْحَقِّ
ای دینِ الحق۔

== لِيُظْهِرَهُ لَكُمُ لَامٌ تَعْلِيلٌ کا۔ يُظْهِرُ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ اِظْهَارٌ (اَفْعَالٌ) مصدر بمعنی غالب کرنا۔ ک ضمیر واحد مذکر غائب جو دین الحق کی طرف راجع ہے۔ کہ اس (دین حق یعنی دین اسلام) کو غالب کر دے
== عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ ای علی الادیان کلہا۔ یعنی تمام (دوسرے) دینوں پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ تمام مذاہب پر غالب کر دے۔ جو مذاہب (گزشتہ زمانے میں) حق تھے۔ یعنی اللہ کی طرف سے آئے تھے ان کو منسوخ کر دینے کے لئے اور جو مذاہب باطل تھے ان کے غلط ہونے کو دلائل اور براہین سے ثابت کرنے کے لئے یا کبھی نہ کبھی کسی زمانہ میں مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا کرنے کے لئے۔

== وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ وَادَّ عَاظُهُ كَفَى مَا ضَمْنِي واحد مذکر غائب كِفَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ کفایت کے معنی اس عمل کے ہیں جس میں کسی کی حاجت روائی اور مقصد رسانی کی گئی ہو۔ اس کا استعمال متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ جیسے كَفَانِي قَلِيلٌ مِنَ الْمَالِ (مجھے تھوڑا سا مال کافی ہو گیا۔ اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ جیسے وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ۔ ۲۵:۳۳) اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مومنوں کی جنگ یا۔ اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا۔

یعنی مسلمانوں کو غزوہ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں عمومی طور پر جنگ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم ہی ایسے اسباب پیدا کر دیے جو کفار کی ہزیمت اور بے نیل و مرام واپسی کا سبب بنے۔

اور جب كَفَى لازم مستعمل ہو تو خلاف قیاس فاعل پر تاکید اتصال

اسنادی کے لئے باء کا اضافہ کیا جاتا ہے اور ایک اسم صفت فاعل سے حال کے طور پر اس عمل سے مشتق کر کے جس کے متعلق کفایت کا اثبات مقصود ہو لے آیا جاتا ہے خواہ فاعل خالق ہو یا مخلوق! جیسے کَفَى بِاللّٰهِ شَهِيدًا (آیت زیر مطالعہ ۲۸:۴۸) اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اور کَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴:۱۶) آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

شَهِيدًا ۱ فاعل (اللہ) سے حال ہے۔

مطلب یہ کہ فتح مکہ کے وعدہ حق ہونے پر۔ یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ یہ مسجد حرام میں داخلے کے وعدہ کی تاکید ہے۔ ۲۹:۴۸ = مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ مُحَمَّدٌ مَّبْتَدَا رَّسُولُ اللّٰهِ۔ اس کی خبر ہے۔

یہ جملہ مستأنف ہے۔ رَّسُولُ اللّٰهِ کے الفاظ جملہ اوصافِ جمیلہ و فضائلِ حمیدہ پر مشتمل ہے وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَىٰ كُلِّ وَصْفٍ جَمِيلٍ (ابن کثیر) = وَالَّذِينَ مَعَهُ: واو عاطفہ ہے الذین معہ صلہ موصول مل کر مبتدأ (اور وہ جو ان کے ساتھ ہیں)

= اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ۔ وہ کفار کے مقابلہ میں طاقتور اور شجاع ہیں۔ خبر مبتدأ کی۔ یہاں سے الَّذِينَ مَعَهُ (یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

اَشِدَّاءُ شَدِيدٌ کی جمع ہے۔ زور آور، بہادر، طاقت ور،

تاج العروس میں ہے۔

الشدة النجدة وثبات القلب۔ والشديد الشجاع والقوى من الرجال والجمع الاشداء۔ الشدة قوت اور دل کی محکمگی کا نام ہے اور۔۔۔۔۔ الشدید شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں اس کی جمع اَشِدَّاءُ ہے عَلَى الْكُفَّارِ۔ کافروں کے مقابلہ میں۔

= رَحِمَاءُ بَلِيَّهْمُ: رَحِمَاءُ رَحِيمٌ کی جمع۔ بڑے نرم دل۔ بڑے مہربان، یعنی آپس میں بڑے رحم دل اور مہربان ہیں۔

= تَوَلَّوْهُمْ: مضارع واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع

الَّذِينَ مَعَهُ: تَرَىٰ تُو دیکھے گا۔ تُو دیکھتا ہے۔

= رُكْعًا جمع ہے رَاكِعٌ کی ضمیر ھُمْ سے حال ہے۔ رُكُوع کی حالت میں۔ رُكُوع کرنے والے۔

= سُجَّدًا جمع ہے سَاجِدٌ کی یہ بھی ھُمْ ضمیر سے حال ہے۔ رُكُوع کی حالت میں۔ رُكُوع کرنے والے۔

مطلب یہ کہ تو ان کو اکثر رُكُوع کرتے ہوئے یا سجدہ کرتے ہوئے یعنی نماز کی حالت میں دیکھے گا۔

= يَذْتَخُونُ: مضارع جمع مذکر غائب (افتعال) مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

= فَضْلًا: اسم فعل (حالت نصب) رحمت، مغفرت، بخشش، مہربانی، فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں، اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو کہ بطور نفع آدمی کو حاصل ہو۔ اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی ہو کیونکہ وہ آدمی کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے: یہاں منصوب بوجہ يَذْتَخُونُ کے مفعول ہونے کے ہے۔

= رِضْوَانًا۔ رِضَى يَرْضَى (باب سَمِع) کا مصدر ہے رِضَا۔ کثیر یعنی بڑی رضامندی اور نہایت خوشنودی کو رِضْوَانٌ کہتے ہیں۔ چونکہ سب بڑی رِضَا اللہ کی رِضَا ہے اس قرآن مجید میں رِضْوَانٌ کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ رِضَا الہی کے لئے مخصوص ہے مطلب یہ ہے کہ۔

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے نماز پڑھنا اور اکثر رُكُوع و سجدہ کی حالت میں پایا جانا دکھانے کے لئے یا کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں ہے بلکہ خاص اللہ کے لئے اور اس کے فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

= سِيمًا ھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی علامت، ان کی نشانی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الَّذِينَ مَعَهُ کی طرف راجع ہے۔

سِيمًا اصل میں وَسْمٌ تھا۔ واؤ کو فار کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا تو سِوَمٰی ہو گیا۔ پھر واؤ کو ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا۔ تو سِیْنٰی ہو گیا۔

صحابہ کی پیشانیوں پر سیمما (نشانی - علامت) سے مراد وہ گٹا نہیں جو عام طور پر پیشانی پر نمودار ہو جاتا ہے بلکہ اس سے مراد نور باطن ہے جو اُن کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے :- **يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ** (۵۵: ۴۱) گنہگار اپنی نشانیوں سے ہی پہچانے جائیں گے اور پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔

سِيمَاهُمْ مَبْدَا - فِي وُجُوهِهِمْ اس کی خبر ہے۔

= مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرورہ مِنْ جَارِ - سجدوں کے اثر کی وجہ سے۔ **أَثَرُ** کے حقیقی معنی تو نشان اور علامت کے ہیں مجازاً نشانِ قدم کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے **فَارْتَدَّ أَعْلَىٰ أَثَرِهِمَا قَصَصًا** (۱۸: ۶۴) تو وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ - ان کے نشان بوجہ تاثیرِ سجدہ سجدہ کے ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔

= ذَٰلِكَ - اشارہ ہے ان صفات کی طرف جو اوپر مذکور ہوئیں۔ **اِشَارَةٌ إِلَىٰ مَا ذَكَرُوا مِنْ نَعْوَتِهِمُ الْجَلِيلَةِ** (روح المعانی) **ذَٰلِكَ** مبتدا ہے۔ **مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ** اس کی خبر ہے یہ اس صورت میں ہے جب آیت میں وقف التوراة پر کیا جائے ترجمہ ہو گا :- یہی ہیں ان کے صفات تورات میں۔

مَثَلُهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ **مَثَلُ** اسم مفرد ہے **أَمْثَالُ** جمع ہے۔ **مَثَلٌ وَدَقُول** ہے جو دوسرے قول کے مشابہ ہو اور ایک سے دوسرے کی حالت کھل جائے۔ گویا دوسرے کی تصویر اول کے ذریعہ سے نظر کے سامنے آ جائے۔

مَثَلُ قرآن مجید میں مختلف جگہ مختلف معانی میں آیا ہے۔

۱۔ جس جگہ **مَثَلُ** مرفوع کے بعد کَمَثَلِ بھی آیا ہے یعنی **مَثَلِ** اور **مَثَلِ** ہم دونوں مذکور ہیں تو **مَثَلُ** سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے **مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا** (۲: ۱۷)

۲۔ اگر لفظ **مَثَلُ** مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد **كَمَثَلِ** نہیں ہے تو صرف آیت **وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ** (۲: ۲۱۴) میں شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے باقی آیات میں **مَثَلُ** کا معنی صفت ہے۔

۳۔ اگر مَثَلُ منصوب ہے خواہ اس کے بعد کمثل ہے یا نہیں بہر حال مَثَلُ سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے إِنَّ مَثَلِ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ (۵۹:۳) اور وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۲۵:۱۸)

۴۔ اگر مَثَلُ مجرور مع تنوین کے ہے تو وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہو گیا ہے جیسے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (۸۹:۱۷) صرف آیت وَلَا يَأْتُوكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَ أَحْسَنَ تَفْسِيرًا (۳۳:۳۵) میں مَثَل کا معنی ہے اعتراض، سوال عجیب۔

۵۔ اگر مَثَلُ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو ہر جگہ صفت مراد ہے۔ جیسے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الذِّبْيِ اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ (۱۷:۲)

۶۔ اگر مَثَلُ مرفوع مع تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے جیسے يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَا سَمِعُوا لَهُ (۷۳:۲۲)

۷۔ اگر الْمَثَلُ معرف باللام ہو اور الیاء صرف دو جگہ ہے۔ تو مَثَل سے مراد ہے عظیم الشان صفت جیسے وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ (۶۰:۱۶)

(ماخوذ از لغات القرآن)

مَثَلُهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب الدِّين مَعَدَّ کی طرف راجع ہے ان کی صفت ان کی حالت۔ ان کا وصف۔

آیت میں معانقہ کی وجہ سے مندرجہ ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

۱۔ وقف۔ التَّوْرَةَ پر کیا جائے اس صورت میں ذَلِك مبتدا ہوگا اور مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ اس کی خبر۔ ترجمہ ہوگا۔ یہی ہیں ان کی صفات تورات میں

۲۔ التَّوْرَةَ پر وقف ہوگا تو مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ کا تعلق اگلے کَرْزِع سے ہوگا۔ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ مبتدا اور کَرْزِع۔۔۔ اس کی خبر مطلب یہ ہوگا۔ اور انجیل میں ان کی حالت یا صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی نشوونما۔ روئیدگی و بالیدگی کھیتی کے پودے کی طرح ہوگی؛

۳۔ اس کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:-

آیت میں وقف الْإِنْجِيلِ پر کیا جائے۔ تو ذَلِك مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ بِرَجُلٍ خَتَمَ بِهِكَاءُ۔ اور اس کا عطف مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ بِرَجُلٍ
مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ بِرَجُلٍ خَتَمَ بِهِكَاءُ، اور مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ بِرَجُلٍ خَتَمَ بِهِكَاءُ
ترجمہ یوں ہوگا۔

یہی ہیں ان کی صفات و اوصاف تورات میں اور انجیل میں۔

اس صورت میں جملہ کَزَرَ ع جملہ متانفہ ہوگا۔ اور اس سے قبل کلام
مذوف ہے اِی هُمْ اَوْ مَثَلُهُمْ کَزَرَ ع۔۔۔۔ الخ یعنی وہ (صحابہ) یا ان کی
حالت ایک کیفیت کی مانند ہے کہ۔۔۔۔ الخ

۱۴۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ذَلِکَ مبہم اشارہ ہو اور کَزَرَ ع اس کی تفسیر ہو
== کَزَرَ ع۔ کاف تشبیہ کا ہے زَرَ ع۔ کھیتی۔ کھیتی کرنا۔ کھیتی اُگانا۔ زَرَ ع
یَزَرَ ع۔ (باب فتح) کا مصدر۔ اس کھیتی کی مانند۔ جو فصل زمین سے اگتی ہے اسے
زَرَ ع کہتے ہیں۔

== اَخْرَج۔ اس نے نکالا۔ ماضی واحد مذکر غائب اَخْرَجُ (افعال) مصدر۔
== شَطَاة۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَخْرَجَ کا۔ شَطَاةُ دانہ کے اندر
سے جو سب سے پہلے سوئی پھوٹتی ہے اسے شَطَا کہتے ہیں۔ وَرَقَةٌ اَدَلَّ مَا یَبْدُ
(فصل کا پھلا پتہ جو نمودار ہوتا ہے۔ اس کی جمع شَطَوٌ وَاَشْطَا ہے لہٰذا ضمیر
واحد مذکر غائب زَرَ ع کی طرف راجع ہے۔

== فَا زَرَ ع۔ ف تعقیب کا ہے اَزَرَ ماضی واحد مذکر غائب مُؤَا زَرَ ع (مفاعلة)
مصدر سے۔ جس کے معنی کمر مضبوط کرنے اور قوی کرنے، معاونت کرنے کے ہیں۔ لہٰذا
ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع شَطَا ہے اور ضمیر فاعل زَرَ ع کی طرف راجع ہے
پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا۔

== فَا سْتَغْلَظَ۔ ماضی واحد مذکر غائب سْتَغْلَظُ (استفعال) مصدر
پھر وہ سوئی ہوئی۔ اَلْغِلْظَةُ (غین کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) کے معنی موٹا پایا گاڑھا
پن کے ہیں یہ رِقَّةٌ کی ضد ہے اصل میں یہ اجسام کی صفت ہے۔ لیکن کَبِیْرٌ اور
کَثِیْرٌ کی طرح بطور استعارہ اور معانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے معنی
سخت مزاجی مثلاً وَ لَیَجِدَنَّ فِیْکُمْ غِلْظَةً ۱۲۳: ۹۱ چاہئے کہ وہ تم میں سختی
محسوس کریں۔ یا معنی شدید۔ جیسے: ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ:

(۲۴:۳۱) پھر ہم ان کو عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔

اِسْتَفْلَظَ۔ کے معنی موٹا اور سخت ہونے کو تیار ہو جانا ہیں اور کبھی موٹا اور سخت ہو جانے پر بولا جاتا ہے جیسے آیتِ لہذا۔ وہ موٹی ہوئی۔ (ای شَطَاةٌ)

== فَاِسْتَوٰی۔ یہاں فار عاطفہ ہے اِسْتَوٰی ماضی واحد مذکر غائب، وہ (شَطَطٌ سوئی) سیدھی کھڑی ہوئی۔ وہ سنبھل گئی، اِسْتَوٰی کا استعمال جب علی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی استقرار (ٹھہرنا) اور ارتفاع (بلند ہونا۔ چڑھنا) کے ہوتے ہیں۔

== عَلٰی سُوْقِهِ۔ عَلٰی حرفِ جر، سُوْقِہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے تن پر۔ سُوْق جمع سَاقٌ واحد، پنڈلیاں۔ (کھیتی کی) نالیاں، اس کے تنے۔ اس کی جڑیں۔

== یُعْجِبُ الزَّرَّاعَ۔ یُعْجِبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر۔ تعجب میں ڈالتا ہے۔ پسند آتا ہے۔ بھلا لگتا ہے۔

زُرَّاعٌ جمع زَارِعٌ کی جو اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے زَرَعَ سے بمعنی کاشتکار۔ کھیتی کرنے والا۔ کسان، یہ شَطَطٌ سے حال ہے۔

اپنے کاشت کرنے والوں کو اپنی قوت، سختی، عظمت اور حُسْنِ منظرہ کی وجہ سے تعجب میں ڈالتا ہے۔ یعنی وہ اس میں اتنی خوبیاں پا کر بہت خوش ہوتے ہیں۔

فَاِذْكَ: اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا مبعوث فرمایا۔ جیسے کاشتکار بیج زمین میں بوتا ہے، بعد میں صحابہ نے حضور علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا رفتہ رفتہ تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلام ایک تناور درخت بن گیا۔

اور نہایت مضبوط ہو گیا۔ کہ مخالفت کی تیز و تند آندھیاں بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتیں۔

== لِيَغِيْظَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عروج۔ ان کی بہم جہت ترقی و استقامت، اسلام کی رات دگنی دن چوگنی ترقی اور اس کی عظمت و اشاعت اس لئے خداوند تعالیٰ نے نصیب فرمائی تاکہ صحابہ کی عزیمت خوش نصیبی اور بخت یاوری سے کفار کو غصہ اور غضب کی آگ میں جلانے۔

== يَغِيْظُ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ غِيْظٌ (باب ضرب) مصدر۔

== بِهْمُ۔ میں هِمُ ضمیر جمع مذکر غائب۔ صحابہ کرام کی طرف راجع ہے۔ اِی الذِّیْنَ مَعَهُ۔

== مِنْهُمْ۔ میں مِنْ بیا نیہ ہے تبیین کے لئے آیا ہے مُرَاد الذِّیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ ہے۔ وہ سب کے سب۔

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

فَاَجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الذَّوْثَانِ (۲۲: ۳۰) تو (سب کے سب) بتوں کی پلیدی سے بچو۔ اگر منہم میں مِنْ کو تبعیضیہ لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بعض بتوں کی پلیدی سے بچو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔

یہاں بھی اس آیت میں ۲۸۱: ۲۹ میں مِنْ تبیین کے لئے ہے اور اس سے مقصود وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا الذین امنوا و عملوا الصّٰلِحٰت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے۔

هِمُ ضمیر کا مرجع وہی ہے جو بِهْمُ میں ہے۔

== مَغْضَرَةً اور اَجْرًا عَظِيمًا موصوف و صفت مل کر مفعول ہیں فعل وَعَدَ کے۔ دونوں پر تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی مغفرت اور عظیم اجر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْحُجُرَاتِ مَدَنِيَّةٌ (۴۹)

۴۹:۱ = لَا تَقْدِّمُوا - فعل نہی - جمع مذکر حاضر، تَقْدِّمُوا (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بڑھنا۔ آگے بھیجنا۔ تم آگے مت بڑھو، تم پہل مت کرو۔

= بَيْنَ: بیچ۔ درمیان، اسم ظرف مکان۔ جب بَيْنَ کی اضافت اِیْدِیٰ یا یَدِیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ بَيْنَ - ضاف یَدِیٰ اللہ مضاف مضاف الیہ مل کر بَيْنَ کا مضاف الیہ۔ اللہ کے دونوں ہاتھوں کے سامنے۔ اللہ کے سامنے۔

= وَرَسُولِهِ - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا تَقْدِّمُوا بَيْنَ یَدِیِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ - تم اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل مت کیا کرو

فَإِذْكَ: صاحبِ ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ وہ یہ کہ لَا تَقْدِّمُوا متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں خلافِ درزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ کوئی عمل ہو کوئی قول ہو۔ زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔

نیز اگر مفعول ذکر کر دیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر ہی مبذول ہو جاتی، اس کو ذکر نہ کر کے بتا دیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لَا تَقْدِّمُوا کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہئے۔

= وَاتَّقُوا اللَّهَ - واؤ عاطفہ اتَّقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا۔ پرہیز کرنا۔ اللہ مفعول۔ تم اللہ سے ڈرو۔ تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو

۴۹:۲ = لَا تَرْفَعُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر، رَفَعَ (باب فتح) مصدر۔ تم بلند نہ کرو

تم اونچی مت کرو،

== اَصْوَاتُكُمْ - مناف - مناف الیہ - تمہاری آواز - اپنی آواز -

== فَوْقَ - اسم ظرف - اوپر - بلند -

== لَا تَجْهَرُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر، جَهْرُ (باب فتح) مصدر - الْجَهْرُ کے معنی

کسی چیز کا حاسہ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر اور نمایا ہونے کے ہیں -

چنانچہ حاسہ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ

رَأَيْتُهُ جَهْرًا میں نے اسے کھلم کھلا دیکھا - قرآن مجید میں ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً (۵۵:۲) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ

لیں - تم پر ایمان نہیں لائیں گے، اور حاسہ سمع کے سبب ظاہر ہونے یا نمایا ہونے کے

فرمایا وَإِنْ تَجْهَرُوا بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (۷:۲۰) تم پکار کر

بات کہو وہ تو چھپے ہوئے بھیید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے - کج جہر میں

کُ تشبیہ کا ہے جہر زور سے بات کرنا - دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونا

وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ: اور جس طرح آپس میں

ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (اسی طرح) ان کے رویہ زور سے نہ بولا کرو -

== اَنْ تَخْبَطَ اَعْمَالُكُمْ: اَنْ مصدر یہ ہے اور یہ جملہ ممانعت کی علت ہے

تَخْبَطَ مضارع واحد مؤنث غائب جَبَطَ (باب سمع) مصدر - جس کے معنی ٹٹنے

اور اکارت ہو جانے کے ہیں - مبادا تمہارے اعمال برباد ہو جائیں -

== وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ہ یہ جملہ حالیہ ہے فاعل تَخْبَطَ سے - اور تم کو

خبر بھی نہ ہو -

== يَغْضُونَ مضارع جمع مذکر غَابَ غَضٌّ (باب نصر) مصدر - وہ نیچی رکھتے ہیں

وہ پست رکھتے ہیں - اور جبکہ قرآن مجید میں ہے، قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغْضُوا مِنْ

الْبَصَارِ هُمْ - (۳۰:۲۴) مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں -

== اُولَئِكَ - اسم اشارہ جمع مذکر - اِی الذین یغضون اصواتہم عند

رَسُولِ اللّٰہِ - یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں

پست رکھتے ہیں -

== اِمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوٰی - اِمْتَحَنَ - ماضی واحد مذکر غائب

امتحان (افتعال) مصدر معن مادہ اس نے جابج کیا۔ اس نے آزمایا۔ آزمانے کے معنی میں اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے فَاُمْتَحِنُوْهُنَّ (۶۰: ۱۰) تو تم ان کی آزمائش کر لو۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا :-

اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمائے ہیں : ترجمہ فتح محمد جالندھری :-
انہیں لکھتے ہیں :-

اِمْتِحَانٌ (باب افتعال) سے ہے اس کے لغوی معنی ہیں چپڑے کو کھلا کرنا۔ اس مفہوم کے پیش نظر آیت کا ترجمہ ہو گا :-

ہم نے ان کے دلوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے کشادہ اور وسیع کر دیا ہے۔

۱۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں :-

جب کوئی شخص کسی چیز کا خوگر اور عادی ہو جائے اور اسے اس کی خوب مشق کرا لی جائے تو عرب کہتے ہیں امتحن فلان لا مریکذا (فلاں اس کام کا عادی یا خوگر ہو گیا) یعنی اب وہ اس امر کو بآسانی سنبھال سکتا ہے اور اس میں کسی ضعف یا کمزوری کو محسوس نہیں کرتا۔

۲۔ عربی میں ہے :-

امتحن الفضل۔ اس نے چاندی کو تپا کر صاف کیا۔

اس صورت میں ترجمہ ہو گا :-

اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ لام تخصیص کے لئے ہے۔ مَغْفِرَةٌ وَّ أَجْرٌ عَظِيمٌ کی تنوین اظہار غلطی کے لئے ہے۔ یعنی بڑی مغفرت اور بہت بڑا اجر۔

۴: ۴۹ = اِنَّ الَّذِيْنَ يُّنَادُوْكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الَّذِيْنَ اسم موصول يُّنَادُوْكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ صلہ۔ موصول الذین اسم اِنَّ۔ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ خبر اِنَّ۔

يُّنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مناداة (مفاعلة) مصدر لك ضمير مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تم کو پکارتے ہیں۔ مِنْ اَبْتَدَآئِهِ وَّرَآءِ اصل میں

مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔

یہاں آیت ہذا میں بمعنی باہر ہے اور مضاف ہے۔ الحجرات مضاف الیہ۔
الحجرات بروزن فُعْلَۃٌ حُجْرَۃٌ کی جمع ہے جیسے ظلمات جمع ہے ظُلُمَۃٌ کی اور عُرُفَاتُ جمع ہے عُرْفَۃٌ کی۔ حجرہ۔ گھر، خلوت خانہ جس کی چار دیواری ہو ترجمہ ہو گا۔

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر ناشیخ ہیں

فَائِلَہُ : صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں :-

اسلام سے پہلے خطہ عرب جہالت و ناشائستگی کا گہوارہ تھا۔ مکہ جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا ساری آبادی نوشت و خواند سے قاصر تھی۔ تہذیب و معاشرت کے آداب سے یہ لوگ بالکل کورے تھے۔ صحرائشین بدوؤں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں بھی وہ آداب سکھائے جا رہے ہیں جن کا بارگاہ رسالت میں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو سترائی نفوس پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد میں زبرقان بن بدر، عطار بن حابیب اور قیس بن عاصم ان کے سردار بھی تھے۔ دو پہر کا وقت تھا۔ سرورِ عالم اپنے حجرہ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور باہر کھڑے ہو کر آوازیں دینے لگے یا محمد اخرج عَلَیْنَا۔ حضور کا نام نامی لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آئیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے شیخی بگھاتے ہوئے کہا۔ یا محمد ان مدحنا زین وان شتمنا مشین و نحن اکرم العرب۔ یعنی ہم جس کی مدح کرتے ہیں اسے مزین کر دیتے ہیں اور جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو معیوب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔ سچے نبی نے فرمایا :-

کذبتم بل مدح اللہ تعالیٰ زین و شتمتم مشین و اکرمتم منکم یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراہیم (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اے نبی تمیم تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعثِ زینت ہے اور اس کی ہی مذمت باعثِ تحقیر ہے اور تم سے اشرف اور معزز حضرت یوسف ہیں پھر انہوں نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب عطار د بن حاجب کھڑا ہوا اور اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ثابت بن قیس کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ مکتبِ نبوت کا یہ تلمیذ ارشد جب لب کشا ہوا تو ان کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے۔

اس کے بعد ان کا شاعر دربرقان بن بدر کھڑا ہوا۔ اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسانؓ کو اشارہ فرمایا۔ حضرت حسان نے فی البدیہہ ان کے مفاخر کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ ان کافروں کا غرور خاک میں مل گیا اور اقرع کو تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور کے خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہمارا شاعر دربار رسالت کے شاعر سے کوئی مناسبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیا۔ اور وہ سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام و اکرام سے انہیں مالا مال کر دیا۔

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصین اس وفد کے سردار تھے۔
۴۹: ۵ — وَكَوَاثِمُ صَابِرٍ وَاحِشٍ تَخْرُجُ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ:
جوابِ شرط۔ واو عاطف ہے کو حرفِ شرط۔ حتیٰ حرفِ جر ہے الیٰ کی طرح انتہاء غایت کے لئے آتا ہے۔ معنی تک، جب تک، یہاں تک، یہ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اُن کے مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔
(مضارع تَخْرُجُ منصوب ہے)

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

لَنْ تَبْرَحَ عَلَيْهِ عَافِيَةٌ حَتَّىٰ يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوسَىٰ (۹۱:۲۰) جب تک حضرت موسیٰ ہمارے پاس واپس نہیں آئیں گے ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔

لَكَانَ میں لام جواب شرط کے لئے ہے۔ حَتَّانَ فعل ناقص الصَّبْرُ اسم کان محذوف خَيْرًا۔ خبر کان کی۔

ہم ضمیر جمع مذکر غائب وفد کے ارکان کی طرف راجع ہے جنہوں نے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باہر سے پکارا تھا۔

== وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور اللہ بڑا غفور اور رحیم ہے اسی لئے اُس نے تم کو سزا نہیں دی بلکہ صرف نصیحت کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے والوں اور بے ادبی کرنے والوں کو تنبیہ کر دی کیونکہ یہ بے ادب لوگ بے عقل اور جاہل ہیں۔

۶:۴۹ = اِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ۔ جملہ شرط ہے فَتَبَيَّنُوْا جَوَابِ شَرْطٍ اِنْ حَسَرْتُمْ شَرْطَہٗ فَاسِقٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ فَسُوْقٌ مصدر ضرب، مصدر۔ بدکردار۔ دوستی سے نکل جانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا۔ بدچلن۔ شریعت کی اصطلاح میں حدود شریعت سے نکل جانے والا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانے والا۔ فَسَقَتِ التُّرْكِيَّةُ عَنْ قِسْرِهَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ اسی سے فاسق بنایا گیا ہے کیونکہ وہ بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے نَبَاٍ۔ خبر۔ ایسی خبر کہ جس کے دور رس نتائج نکل سکتے ہوں (ن ب م مادہ) فَتَبَيَّنُوْا جواب شرط کے لئے ہے تَبَيَّنُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَبَيَّنٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔

== اَنْ مصدر بہ ہے۔ کہ۔ یہ کہ۔ بمعنی کَيْلًا (مبادا) کہ۔ (الیسانہ ہو) کہ

== تُصِيْبُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر حاضر، اِصَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر صوب مادہ۔ تم پہنچاؤ۔ تم ہا پڑو۔ قَوْمًا۔ قوم۔ گروہ۔ برادری۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔

== بِجَهَالَةٍ۔ جَهْلٌ يَجْهَلُ (باب سمع) کا مصدر، بمعنی نادانی، بے علمی اَنْ تُصِيْبُوْا۔ ای کیلا تصیبوا بالقتل والسببی۔ مطلب یہ کہ تم لاعلمی میں کسی گروہ کو جس کے خلاف تم کو کوئی خبر پہنچی ہو اسے قتل کرو یا کوئی دوسری گزند پہنچاؤ

فَاِيْدَكَ: یہ آیت اکثر مفسرین کے مطابق ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارہ میں

نازل ہوئی جس کو بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا گیا لیکن اُس نے اس قبیلہ کو ملے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ قبیلہ کے لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری ہیں اور اس کے قتل کرنے کے درپے ہیں جس پر قبیلہ کی سرکوبی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا کہ اس دوران بنی المصطلق کے سردار حارث بن ضارہ (اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ کے والد) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہوں نے تو ولید کو دیکھا تک ہی نہیں اس لئے ان کے انکار اور ولید کے قتل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

== قَتَصَبِحُوا۔ ف تَعْقِبُ کاپے تَصْبِحُوا مضارع جمع مذکر حاضر۔ عامل کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اَصْبَحَ (افعال) مصدر۔ افعال ناقصہ میں سے ہے پھر تم ہو جاؤ۔

== مَا فَعَلْتُمْ : ما موصولہ ہے فَعَلْتُمْ صلہ۔ جو تم نے کیا۔
== شِدِّ مِیْن۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ نکرہ۔ نادم، پشیمان، کثافت میں ہے۔

الندم ضرب من الغم وهو ان تغتم على ما وقع منك تتمنى انه لم يقع منك۔ ندامت ایک خاص قسم کا غم ہے وہ یہ کہ تو ایسی بات پر غمزدہ ہو جس کا تجھ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

۴۹: ۷ = وَاعْلَمُوا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اس کا عطف ماقبل پر ہے واو عاطفہ۔ اَعْلَمُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عَلِمَ (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ تم (اچھی طرح) ذہن نشین کر لو۔ تم خوب جان لو، اَنَّ بمعنی یقیناً۔ بے شک، رَسُوْلَ منصوب بوجہ عمل اَنَّ۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے فارجعوا الیہ واطلبوا راٰیہ۔ پس ہر امر میں اس کی طرف رجوع کرو، اور اس کی رائے طلب کرو، او قدر و احق قدر اور اس کی کماحقہ قدر کرو، (اس کی قدر اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کی ہر تدبیر کو تسلیم کیا جائے کیونکہ وہ وحی بالہام من اللہ ہے اور تمہارے لئے اس میں خیر ہی خیر ہے)

== لَوْ يُطِيعُكُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ حبلہ شرط۔ لَعَذَّبْتُمْ جواب شرط

لَوْ حَرَفَ شَرْطُ يُطِيعُ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ اِطَاعَةً اَفْعَالٍ، مصدر کُمْ ضَمِيرُ مَفْعُولِ جَمْعٍ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ۔ اگر وہ اکثر امور میں تمہاری بات مانیں لَعَنْتُمْ لام جواب شرط کا عَنَتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتُ (باب سَمِعَ) مصدر۔ بمعنی دشواری میں پڑنا۔ تم دشواری میں پڑ جاؤ۔ عَنَتُ بمعنی دشواری میں پڑنا (فیروز اللغات) دشواری میں پڑنا مصیبت سے ہلاک ہو جانا۔ گناہ کرنا۔ (المجدد مشقت، تباہی، بربادی، مجازاً زنا۔ (قاموس القرآن) معجم الوسیط میں ہے عَنَتُ فُلَانٌ: وَقَعَ فِي مَشَقَّةٍ وَشِدَّةٍ مشقت اور دشواری میں پڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹: ۱۲۸) تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئے ہیں کہ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔

أَلْعَنْتُ۔ الخطاء والزنى۔ قال تعالى: ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (۴: ۱۲۵) یہ (لوٹڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔

فَائِكَ ۵: آیت نمبر ۶ میں حکم ہوا تھا کہ اگر کوئی شریر فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاتے تو پیشتر اس کے کہ اس پر کوئی قدم اٹھایا جائے اس کی تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ تم لا علمی میں ایسی کاروائی کر گزرو جس پر بعد میں پشیمانی ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب ولید بن عقبہ کی زبانی بنی المصطلق کے مرتد ہونے کی خبر سنی تو فرط جوش میں بعض نے ان کے خلاف کاروائی کا مشورہ دیا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا مشورہ نہ مانا۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد ہی کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقع پر حالات کو ولید بن عقبہ کے بیان کے الٹ پایا اور واپس آکر دربار رسالت میں اطلاع دی۔

چنانچہ اس پر ارشاد الہی ہوتا ہے کہ جب اللہ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے اور پیچیدہ گتھی کو سلجھا سکتا ہے اور تم سے زیادہ انجام و عواقب کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے تو تمہیں اپنی صلاح یا مشورہ دینے کی بجائے اس کے حکم اور فیصلہ پر اکتفا

وصدّ قنا کہنا چاہئے کیونکہ اگر تم اپنی بات منوانے پر اصرار کرو گے تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی ایسی دشواری میں پڑ جاؤ کہ جس سے نکلنا دشوار ہو جائے (آیت ۷)

بنی مصطلق کے مسئلہ پر چونکہ صحابہ کرام کا مشورہ اور غصہ کسی ذاتی رنج یا مفاد کے لئے نہ تھا بلکہ نہ فائدہ کے دین کی حمایت کے لئے تھا اس لئے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ بنی مصطلق پر غصہ کرنے والے اور فوجی کارروائی کا مشورہ دینے والے صحابہ کرام کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں ارشاد ہوتا ہے وَلَکِنَّ اللّٰہَ...

.... الخ یعنی تم نے جو تا مل اور تحقیق خبر سے کام نہیں لیا یہ قابل ملامت نہیں ہے کیونکہ تم کو ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسوق اور عصیان سے بغض پیدا کر دیا ہے۔

== حَبَّیْ بِمَا ضَىٰ وَاحِدٌ مِّنْکُمْ غَائِبٌ تَحْبِیْبٌ (تفعیل) مصدر بمعنی دوست بنا محبوب کر دینا۔ اس نے محبت ڈال دی۔ اس نے پیارا کر دیا۔ حَبَّیْ اِلَیْکُمْ اِلَیْمَانٌ۔ اس نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب بنا دیا۔

== زَیَّنَہُ زَیْنٌ مَّا ضَىٰ وَاحِدٌ مِّنْکُمْ غَائِبٌ تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر۔ مزین کرنا۔ اس نے آراستہ کر دیا۔ اس نے زینت دی۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الایمان ہے۔

== کَرَّوْا۔ مَّا ضَىٰ وَاحِدٌ مِّنْکُمْ غَائِبٌ تَکْرِیْہ (تفعیل) مصدر۔ اس کے دوسرے مفعول پر الیٰ آنا ضروری ہے) کَرَّوْا اِلَیْکُمْ۔ اس نے تمہارے لئے ناگوار بنا دیا۔ اس نے تمہاری نظر میں مکروہ کر دیا۔ (کفر کو تمہاری نظر میں ناگوار کر دیا)

== اَلْفُسُوْۃُ وَالْعِصْیَانُ: دونوں کا عطف الکفر پر ہے۔ اَلْفُسُوْۃُ پر الف لام تعریف کے لئے ہے۔ فسوق بمعنی گناہ اور العصیان نافرمانی، گناہ حکم عدولی۔

اطاعت کی ضد ہے۔ اصل میں عَصٰی یُعْصٰی کا مصدر ہے لیکن بطور اسم یعنی حاصل مصدر کے زیادہ مستعمل ہے۔

== اَوْ کَلِیْکَ هُمْ التَّوَّاسِیْدُوْنَ: جملہ معترضہ ہے۔ اَوْ لَیْکَ اسم اشارہ مجمع مذکر مُشَارَۃً اِلَیْہ۔ وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کی محبت

بھری اور کفر و نافرمانی سے ان کو متنفر کر دیا۔ رَاشِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، رَشَدٌ و رَشْدٌ باب نصر، مصدر۔ راہ یافتہ

سجلائی پائیوالے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں :-

الرشد: الاستقامة على طريق الحق مع تصلب فيه - من الرشد وهي الصخرة - رشد طريق حق پر استقامت کو کہتے ہیں جس میں پختگی اور سختی ہو یہ رشد سے مشتق ہے جس کا معنی چٹان ہے۔

۴۹: ۸ = فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً - فَضْلًا و نِعْمَةً مفعول لہ ہیں حَبِيبٌ، زَيْنٌ، كَرَّةٌ کے۔ یعنی اللہ کی طرف سے تحبیب، تزین، کرمیہ، اس کے فضل اور نعمت کے لئے تھی۔ یعنی فضل و نعمت کی وجہ سے تھی۔ بیضاوی لکھتے ہیں:-

فضلا من الله و نعمة تعليل لكرة اوحبب وما بينهما اعتراض۔
فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً تعلیل ہے کورہ کی یا حبیب کی اور دونوں کے مابین جملہ جملہ معترضہ ہے۔

= وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ، اور اللہ مومنین کے احوال کو خوب جانتا ہے اور حکیم و مسلمانوں پر فضل و انعام (کا مصلحت شناس ہے) بتوفیق اسباب کرتا ہے۔
۴۹: ۹ = وَإِنْ طَائِفَتٌ مِّنَ الْكَافِرِينَ كَاذِبَةٌ - فَاصْلِحُوا بَيْنَهُمَا جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ۔ طَائِفَتٌ تثنیہ ہے طَائِفَةٌ کا۔ گروہ، جماعت۔ کچھ لوگ، بعض لوگ،

ایک اور ایک سے زائد سب کو کہتے ہیں۔ کَلُوفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔
= اِقْتُلُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِقْتَالَ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے قتال کیا۔ وہ آپس میں لڑ پڑے :-

= فَاصْلِحُوا۔ ف جواب شرط اَصْلِحُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَصْلَحَ (افعال) مصدر۔ تم صلح کرادو۔ تم ملاپ کرادو،

= فَإِنْ بَغَتْ۔ ف عاطفہ۔ اِنْ شرطیہ بَغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب بغی (باب ضرب) مصدر۔ اس نے سرکشی کی، اس نے بغاوت کی، وہ سرکشی کرے۔ یا بغاوت کرے۔ وہ زیادتی کرے۔

= اِحْدُہُمَا۔ ان دونوں میں سے ایک، ان دونوں میں سے کوئی ایک،
= عَلٰی الْاُخْرٰی۔ دوسرے پر۔ دوسرے کے خلاف۔ دوسرے کے مقابلہ میں
جملہ شرطیہ ہے۔

= فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِیْ: جملہ جواب شرط ہے۔ وَف جواب شرط کا ہے۔
قَاتِلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مُقَاتِلَةٌ (مفاعلتہ)، مصدر۔ تم لڑو۔
الَّتِی تَبْغِیْ (اس سے) جو زیادتی کرتا ہے۔ تَبْغِیْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث
غائب۔ بَغِیْ باب ضرب، مصدر۔

= حَتّٰی یہاں تک، انتہائے غایت کے لئے۔
= تَفِیْءٌ۔ مضارع واحد مؤنث غائب فِیْ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی اچھی حالت
کی طرف رجوع کرنا۔ پھرنا۔ وہ رجوع کرے۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹ آئے۔
یہاں تک کہ وہ پھر آئے (اللہ کے حکم کی طرف)

= فَاِنْ فَاَعَتْ فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ وَف تعقیب کا ہے۔
فَاَعَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ جملہ شرط۔ وَف جواب شرط کے لئے۔ اَصْلِحُوا
جملہ جواب شرط۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو عدل و انصاف کے ساتھ ان دونوں کے
درمیان صلح کرادو۔

= وَاقْسِطُوا۔ وَاَوْعَاظُہ۔ اقْسِطُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اقْسَاطٌ (افعال)
مصدر۔ اور انصاف سے کام لو۔ انصاف کرو،
اقْسَاطُ کے اصل معنی ہیں حقدار کا حصہ حقدار کو دینا۔ چونکہ انصاف اسی چیز کا نام
ہے اس لئے اس کے معنی انصاف کے لئے جاتے ہیں۔

قَسَطٌ (مجرد) کا معنی ہے۔ ظلم کرنا۔ نا انصافی کرنا۔ اور اس معنی میں قرآن مجید
میں آیا ہے۔

وَآَنَّا مِنَ الْمُسْلِمُوْنَ وَهِنَا الْقِسْطُوْنَ (۱۴: ۲۱)، اور یہ کہ ہم میں سے بعض
مسلمان ہیں اور بعض ظالم بے راہ، نافرمان، ہیں۔ لیکن یہاں اس آیت میں اقْسِطُوا
باب افعال سے ہے اور باب افعال کے خواص میں سے سلب ماخذ کی خاصیت بھی
ہے اس لئے اس باب سے معنی ظلم کو دور کرنا یعنی انصاف کرنا مستعمل ہے۔

= الْمُقْسِطِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بجا لت نصب، اقْسَاطٌ (افعال) مصدر

انصاف کرنے والے۔

۴۹:۱۰ = أَخَوِيكُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ أَخَوِي دوسہائی۔ کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تمہارے دوسہائی۔ تثنیہ کا صیغہ خصوصیت کے ساتھ اس لئے استعمال کیا کہ اختلاف کم سے کم دو آدمیوں میں ہی ہوتا ہے (اس سے زائد کی نفی نہیں ہوتی)۔

= وَالْتَقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو۔

= لَعَلَّكُمْ۔ شاید کہ تم۔ اس امید پر کہ تم۔ لَعَلَّ حرفِ ترجی ہے بمعنی شاید کہ۔

امید ہے کہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ، شاہانہ طرز کلام کے مطابق یہ لفظ تفصیل و تحقیق کے لئے استعمال کیا ہے (قاموس القرآن)۔

= تَرْحَمُونَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَحْمَةً (باب سمع) مصدر۔ تم پر رحم کیا جاتے۔

۴۹:۱۱ = لَا يَسْخَرُ، فعل نہیں واحد مذکر غائب سَخَرُ (باب سمع) مصدر۔ ب اور

مِنْ کے صلہ کے ساتھ۔ مذاق بنانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ (چاہئے کہ نہ تمسخر اڑائے مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا۔

= عَسَى۔ ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے۔

= اَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔ اَنْ مصدر ہے۔ يَكُنَّ مضارع جمع مؤنث غائب

كُوْنُ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہوں گی، وہ ہوں، خَيْرًا افعِل التفضیل کا صیغہ ہے

بہتر۔ بوجہ خبر یکن منصوب ہے۔ یکن میں ضمیر جمع مؤنث غائب ان عورتوں کی طرف

راجع ہے جن کا تمسخر اڑایا جا رہا ہو اور مِنْهُنَّ میں ان عورتوں کی طرف جو تمسخر اڑا رہی ہوں

= لَا تَلْمِزُوا۔ فعل نہیں جمع مذکر حاضر، لَمَزُوا (باب ضرب و نصر) مصدر۔ تم غیب

مت لگاؤ۔ تم غیب چینی مت کرو۔

الْفُسْكَمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے اشخاص کی یعنی آپس کی، ایک دوسرے

کی (غیب جوئی مت کرو) اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (۵۸:۹) اور ان میں سے بعض ایسے

بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

= وَلَا تَنَابَزُوا۔ واو عاطفہ، لَا تَنَابَزُوا۔ فعل نہیں جمع مذکر حاضر تَنَابَزُوا

(تَفَاعُلٌ) باہم چڑچڑ کرنا۔ آپس میں بُرا نام نکالنا۔ اور ایک دوسرے کو چڑانا اور

بُرے نام سے پکارنا۔ اور تم ایک دوسرے کو بُرے نام سے مت پکارو۔

== بِالْأَلْقَابِ : مضاف مضاف الیہ۔ القاب کے ساتھ۔ القاب جمع ہے لقب کی اصلی نام کے علاوہ انسان کا جو دوسرا نام ہو اسے لقب کہتے ہیں۔

ہم علمِ اصلی نام اور لقب میں فرق صرف یہ ہے کہ علم میں معنی کی رعایت نہیں ہوتی لیکن لقب میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے۔

لقب کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک وہ جو عزت و شرف کے لحاظ سے ہو جیسے بادشاہوں کے لقب ہوتے ہیں
۲۔ دوم یہ کہ بطور چڑانے کے رکھ دیا جائے۔ آیت ہذا میں دوسرے ہی قسم کے لقب مُراد ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے نام زڈالو۔

== بِلْسَى۔ بُرّا ہے۔ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ بِلْسَى اصل میں بِلْسَى تھا بروزن فَعِلَ (باب سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کی فاء کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِلْسَى ہو گیا۔

== أَلِ سَمِ الْفُسُوقِ ! موصوف و صفت۔ بُرا نام۔ عیب دار نام، مثلاً یہودی کافر، فاسق۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی بُرا ہے۔

== لَمْ يَتُبْ۔ مضارع نفی جہد یلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب تَوْبٌ (باب نصر) مصدر (اور جس نے) توبہ نہ کی : اِی من لم یَتُبْ عما نہی عنہ، اور جس نے توبہ نہ کی اس سے جس سے اس کو منع کیا گیا (تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں)۔

۱۲: ۴۹ = اجْتَنِبُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اجْتَنَابٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیز کرو تم بچو، تم اجتناب کرو۔ الْجَنْبُ اصل میں پہلو کو کہتے ہیں اس کی جمع جُنُوبٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے قِیَآ مَا وَفَعُوْذًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (۳: ۱۹۱) جو کھڑے اور بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اور اسی سے وَالصّٰحِبِ بِالْجَنْبِ (۳۶: ۴) بمعنی قریبی ساتھی۔ دوست کے ہیں۔ اور دوری کے معنی میں اسی آیت (۳۶: ۴) میں ہے الْخَبَارِ الْجَنْبِ اجنبی یعنی دور کا ہمسایہ۔

== النّٰظِقِ۔ تہمت۔ شک، اٹکل، انسان کے دل میں جو بات آئے اور اس کے صحیح اور غلط ہونے کے دونوں پہلو ہوں اُسے ظن کہتے ہیں۔ آیت ہذا میں تہمت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قاموس القرآن از قاضی زین العابدین میں ہے کہ کہیں

ظن کا استعمال تہمت کے لئے ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ
 إِثْمٌ۔ (اے ایمان والو! بہت تہمتیں لگانے سے بچو درحقیقت بعض تہمت گناہ ہے)
 اور حدیث میں آیا ہے: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ
 (تہمت لگانے سے بچو کیونکہ تہمتیں لگانا سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے)
 (نیز ملاحظہ ہو ۶:۴۸)

== كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ بہت گمان کرنے سے بچو۔ یا پرہیز کرو۔

== اِثْمٌ۔ گناہ واحد۔ اِثْمٌ جمع۔ اِثْمٌ وَاِثْمٌ (باب سمع) مصدر

گناہ کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ اِثْمٌ وہ فعل یا عمل جو ثواب سے روکنے یا بچنے رکھنے والا ہو

== وَلَا تَجَسَّسُوا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اجتنبوا پر ہے لَا تَجَسَّسُوا

فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَجَسَّسٌ تَفَعَّلٌ مصدر تم جاسوسی نہ کرو۔ تم کھوج

مت لگاؤ۔ جَسَّسٌ نسبت جَسَّس کے خاص ہے کیونکہ جَسَّس کے معنی ہیں ہر اس چیز کا

پہچاننا جو بذریعہ جَسَّس معلوم ہو سکے۔ اور جَسَّس کے معنی ہیں ایک خاص حالت کا پتہ چلانا۔

== وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ اجتنبوا پر ہے لَا

يَغْتَبِ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِغْتَابٌ (افْتَعَالٌ) مصدر۔ غیبت کرنا۔ پس پشت

بُرا کہنا۔ بَعْضُكُمْ بَعْضًا تم میں سے کا بعض، تم میں سے کوئی کسی کی۔ بَعْضُكُمْ مضاف

۔ مضاف الیہ۔ فاعل۔ بَعْضًا مفعول۔ اور تم میں سے کوئی دوسرے کی چغلی یا غیبت بھی

ذکر ہے۔

== اِيْحِبُّ الْفِ اس تنہا م انکاری ہے، يُحِبُّ مضارع واحد مذکر غائب۔

اِحْبَابٌ (افْعَالٌ) مصدر۔ کیا کوئی پسند کرتا ہے۔ یا پسند کرے گا؟ معنی نہیں کریگا

یعنی تم میں سے کوئی پسند نہیں کریگا۔

== اَنْ يَّا كُلَّ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَّا كُلُّ مضارع منصوب واحد مذکر غائب

== لَحْمٌ اَخِي۔ اخیہ مضاف مضاف الیہ مل کر (لَحْدٌ) مضاف کا مضاف الیہ

بہر مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل يَّا كُلُّ کا۔

== مَيِّتًا۔ مردہ۔ اَخٌ سے حال ہے (کیا پسند کریگا تم میں سے کوئی شخص کہ اپنے

مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ مَيِّتًا لَحْمٌ سے بھی حال ہو سکتا ہے۔

== فَاَنْتُمْ مَوَدَّةٌ۔ فَاَنْتُمْ تَرْتِيبُ مَا قَبْلَہٗ (ما بعد کی ترتیب ما قبل پر) کَوْنُہُمْ مَوَدَّةٌ جمع مذکر حاضر (یعنی مستقبل) کَوْنُہُمْ (باب سماع) مصدر ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مزج اکل، لحم یا میت ہے۔ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے۔

== وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ وَادْعَا طِفْلَہٗ جملہ محذوف ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہو اہتثلوا مَا قَبْلَ لَکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے اس کو اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو = اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔ ان حرف مشبہ بالفعل (خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتا ہے) اللہ اسم اِنَّ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ خبر۔ یہ جملہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے اس کی تعلیل ہے۔ یعنی جو اللہ سے ڈرا۔ اوامر پر عمل کیا اور نواہی سے اجتناب کیا۔ اور اپنی کوتاہی یا زیادتی سے توبہ کی توبہ شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔

۱۳:۴۹ = مِنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی۔ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے ای من آدم وحواء علیہما السلام فالکل سواء فی ذٰلک فلا وجہ للتفاخر بالنسب یعنی سب کو آدم اور حوا سے پیدا کیا۔ اس میں سب ایک برابر ہیں اور نسب میں کسی کے لئے کوئی وجہ تفاخر نہیں ہے۔

== وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗئِلَ۔ شُعُوْبٌ جمع ہے شَعْبٌ کی۔ اور شعوب وہ الجمع العظیم ہے جن کا انتساب ایک ہی اصل کی طرف ہو۔ شعبتے قبیلے پھوٹتے ہیں پھر شاخ درشاخ سلسلہ کثرت سے قلت کی طرف چلا جاتا ہے،

عرب میں قبیلہ کی اندر بھی تقسیم کثرت سے قلت کی طرف ترتیب حسب ذیل ہے: (۱) پہلے شعب، (۲) پھر قبیلہ (۳) پھر عمارہ (۴) پھر بطن (۵) پھر فخذ (۶) پھر فصیلہ۔ ابو اسامہ نے تصریح کی ہے کہ یہ طبقے انسانی خلقت کی ترتیب پر ہیں۔ شعب، سب سے عظیم تر ہے۔ شعب الراس (جہاں دماغ کے چاروں حصے جڑتے ہیں سے مشتق ہے پھر قبیلہ اپنے اجتماع کی بنا پر قبیلۃ الراس (کھوپڑی کا وہ حصہ جو شاخ درشاخ ہوتا ہے) سے پھر عمارۃ ہے جس کے معنی سینہ کے ہیں۔ پھر بطن (پیٹ) ہے پھر فخذ (ران) ہے پھر فصیلہ ہے جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔

پھر عرب کے قبیلوں کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ شعب (خریمہ) قبیلہ (کنانہ) عمارۃ (قریش) بطن (مضی) فخذ (ہاشم) فصیلہ (العباس)

== لَتَعَارَفُوا - شعوب اور قبائل وغیرہ بنانے کی علت ہے۔ یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

== اَكْرَمَكُمْ: اَكْرَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تم میں سے زیادہ با عزت۔ زیادہ معزز۔

== اَتَقٰىكُمْ: اَتَقٰى اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف، كُمْ مضاف الیہ۔ تم میں سے زیادہ متقی۔ ای ہوالذی اتقاكم۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

== عَلَیْكُمْ: ای بکھو باعمالکم تمہیں اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ خَبِیْرٌ بباطن احوالکم۔ تمہارے اندرونی حالات سے باخبر ہے۔

۴۹: ۱۴ = اَلْاَعْرَابُ: گنوار، بدو۔ اعراب وہ ہیں جو کہ صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے برخلاف لفظ عرب کے مفہوم میں وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستانِ عرب میں رہتے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں رہتے ہوں یا آبادیوں کے باشندے ہوں۔

اہل لفت کا بیان یہی ہے اور اسی پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے۔

== لَمْ تَوْمِنُوْا: مضارع نفی جہد بلم۔ تم ایمان نہیں لاتے۔

== اَسْلَمْنَا: ماضی جمع متکلم۔ ہم مسلمان ہوئے۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر۔

== لَمَّا: حرف جازم ہے۔ لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ: اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴) اس جملہ کا عطف لَمْ تَوْمِنُوْا پر ہے

== وَاِنْ تَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ: جملہ شرط ہے۔ تَطِيعُوا: مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر۔ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ دونوں مفعول ہیں تَطِيعُوا کے۔ رَسُوْلَهٗ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اللّٰه کی طرف راجع ہے۔

== لَا يَلِيْكُمْ مِنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْئًا: جملہ جواب شرط ہے۔ لَا يَلِيْكُمْ مضارع منفی مجزوم بوجہ جواب شرط، صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَلَيْتُ (باب ضرب) مصدر بمعنی حق

کم کر کے دینا۔ کام کے ثواب یا اجر میں کمی کرنا۔ ال ت مادہ۔ شَيْئًا: مفعول فعل لَا يَلْتَكُمُ کا۔ وہ تم کو کم نہ دیگا۔ وہ تمہارے حق میں کمی نہ کرے گا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیات وَمَا الْكُفْرُ مِنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (۵۲: ۲۱) اور ہم ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے: یعنی ثواب میں کمی نہ کریں گے۔ ۴۹: ۱۵ = ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا۔ ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے ہے۔ پھر ازاں بعد لَمْ يَرْتَابُوا۔ مضارع نفی جہد بلم۔ جمع مذکر غائب اِرْتَابٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں نہ پڑے۔

= جَاهِدُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا۔ جہاد کا مفعول مقدر ہے۔ مفعولہ مقدر۔ اِی الْعَدُوَّ وَالنَّفْسَ وَالْهَوٰی۔ یعنی دشمن۔ یا نفس اور خواہشات۔

= اَوْ لٰئِكَ۔ اسم اشارہ۔ جمع مذکر، جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔
= الصّٰدِقُوْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صَادِقٌ کی جمع بحالت رفع۔ صِدْقٌ سے۔ سچ بولنے والے۔ سچے مرد۔ دعوائے ایمان میں سچے۔

۴۹: ۱۶ = قُلْ۔ اِی قُلْ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= اَتَعْلَمُوْنَ اللّٰہَ: ہمزہ استفہام کے لئے۔ تَعْلَمُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تَعْلِمٌ رتفعیل۔ مصدر۔ کیا تم سکھاتے ہو۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو
= بِدِیْنِکُمْ۔ دِیْنِکُمْ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ب حرف جار۔ اپنے دین کے متعلق۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ..... عَلَیْکُمْ۔ دونوں جملے حالیہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔
۴۹: ۱۷ = یٰمُنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مَنٌ باب نصر مصدر۔ وہ احسان جتلاتے ہیں۔ وہ احسان رکھتے ہیں۔

= اَنْ اَسْلَمُوْا۔ اَنْ مصدر یہ ہے اَسْلَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب کہ وہ اسلام لائے۔ کہ وہ مسلمان ہوئے۔

= لَا تَمُتُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، مَنٌ باب نصر مصدر۔ تم احسان مت جتلاؤ تم احسان مت رکھو۔ لَا تَمُتُوْا عَلٰی اِسْلَامِکُمْ۔ اِی لَا تمنا علی باسلامکم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتلاؤ۔

== بَلْ۔ صرف اضراب ہے۔ یعنی تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی دولت بخشی، ہدایت بخشی۔
 اَنْ هَدَاكُمْ لِيْلَا يَمَانٍ۔ اَنْ مصدر یہ ہے ہدٰی ماضی واحد مذکر غائب
 هِدَاۃً (باب ضرب) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ اس نے ایمان کی طرف تمہاری رہنمائی کی۔

== اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ جملہ شرط ہے۔ جواب شرط محذوف ہے ای فللّٰہ المنۃ علیکم۔ اگر تم سچی بات کرتے ہو تو اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت بخشی۔

۷۔ شکر خدا کن کہ موفق شدی بخیر۔ زانعام وفضل او، معطل نہ گذاشت
 منت منہ کہ خدمت سلطان میکنی۔ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشت
 ترجمہ یہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے نیکی کی توفیق دی ہے
 اور اس نے تجھے اپنے انعام و احسان سے محروم نہیں رکھا۔
 یہ احسان مت خفا کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے۔
 بلکہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے۔
 ۴۹: ۱۸۔ بِصَيْرٍ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فَإِذْكَ: آیات ۱۴ تا ۱۸ میں ان بدوی قبائل کا ذکر ہے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر محض اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کی ضرب سے محفوظ رہیں گے۔ اور اسلامی فتوحات کے فوائد سے بھی متمتع ہوں گے یہ لوگ حقیقت میں سچے دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ محض زبانی اقرارِ ایمان کر کے محض مصلحت اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کر لیا تھا۔ اور ان کی اس باطنی حالت کا راز اس وقت افشا ہو جاتا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے۔ اور اپنا حق اس طرح جتاتے تھے کہ گویا انہوں نے اسلام قبول کر کے آپ پر بڑا احسان کیا ہے روایات میں متعدد قبائلی گروہوں کے اس رویہ کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً مزنیہ، جہنیہ، اسلم، الشجع، غفار وغیرہ وغیرہ۔ خاص طور پر بنی اسد بن خزیمہ کے متعلق ابن عباس اور سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں وہ مدینہ آئے

اور مالی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے بار بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم بغیر لڑے بھڑے مسلمان ہوئے ہیں۔ ہم نے اس طرح جنگ نہیں کی جس طرح فلاں فلاں قبیلوں نے جنگ کی ہے۔

اس سے ان کا صاف مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول سے جنگ نہ کرنا اور اسلام قبول کر لینا ان کا ایک احسان ہے جس کا معاوضہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے ملنا چاہئے۔ اطراف مدینہ کے بدوی گروہوں کا یہی وہ طرز عمل ہے جس پر ان آیات میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس تبصرہ کے ساتھ سورۃ توبہ کی آیات ۹ تا ۱۱۰ اور سورۃ الفتح آیات ۱۱-۱۲ کو ملا کر پڑھا جائے تو بات زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے

(تفہیم القرآن)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة ق مکیّة (۲۵)

== ق - حروف مقطعات میں سے ہے۔

== وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ واد قسمیہ ہے القرآن المجید موصوف صفت۔ جواب

قسم محدود ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں!

۱۔ انک جلتہم مُنذِرًا بالبعث۔ بے شک آپ ان کے پاس آئے ہیں ان کو حشر کے دن جی اٹھنے سے ڈرانے کے لئے۔ (ابو حیان)

۲۔ وقیل تقدیرہ: لَتُبْعَثُنَّ۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے!

۳۔ وقیل ہو: قد علمنا ما تنقص الارض منہم: ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں کو (کھا کھا کر) گھٹاتی ہے۔ (الاحفش)

۴۔ وقیل ہو: ما یلفظ من قول الاولدیہ رقیب علیہ کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے (ابن کیمان)

۵۔ اہل کوفہ کے نزدیک اگلی متصل آیت جواب قسم ہے۔ وغیرہ وغیرہ

المجید۔ صفت مشبہ معرفہ۔ مجد (باب نصر) مصدر۔ بزرگ ہونا۔ شرف ہونا۔ (ادنیوں کا) بہت چارہ والی چراگاہ میں چرنا۔ اور مجدات الابل (وسیع اور بڑے سبزہ زار میں اونٹ پہنچ گئے۔ عرب کہتے ہیں فی کل شجر نار و استمجد المرخ والعفار۔ ہر درخت میں آگ ہے لیکن مرخ اور عفار سب بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اس کے معنی میں کثرت اور وسعت کا مفہوم غالب ہے

عرف عام میں وسعت کرم اور رفت عزت کے معنی میں ہو گیا۔ الشریح الفضل ہے کثیر الخیر ہے۔ سب سے بڑھ کر بزرگ ہے۔ رفیع الشان ہے۔ اس لئے مجید ہے۔ قرآن مجید میں تمام مکارم دنیویہ و اخرویہ کو عادی ہے۔ (راغب)

۵۰:۲ = بَلْ عَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُّسَدِّدٌ مِّنْهُمْ: بَلْ حُرِفَ اَصْرَابُ

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان کی طرف اس واسطے بھیجا تھا کہ آپ حشر کے روز دوبارہ جی اٹھنے اور حساب و کتاب اور سزا و جزا کے متعلق ان کو ڈرامیں لیکن ان بد قسمت لوگوں نے صرف آپ کے ڈرامے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا بلکہ مزید برآں اس پر تعجب میں پڑ گئے کہ یہ ڈرانے والا ان میں سے کیسے آگیا۔ یہ ان کی طرح کھاتا ہے اور ان کی طرح پیتا ہے اور ان کی طرح چلتا ہے پھر یہ ہی غلط طور پر موت کے لئے قابل کیوں سمجھا گیا کیوں نہ کوئی فرشتہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا وغیرہ وغیرہ

هُنْدَرُ اسم فاعل واحد مذکر اِنْدَارُ (افعال) مصدر۔ ڈرانے والا۔

== فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ : وَ تفسیر کے لئے ہے یہ کافروں کے تعجب کا بیان ہے۔ ہذا۔ اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لئے منتخب کرنے کی طرف۔

۵۰: ۳ = عَاذًا مِّنَّا وَكُنَّا ثَرَابًا۔ اے ونبعث اذا متنا وکنا ترابا۔ کیا ہم دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے جب ہم مر گئے ہوں گے۔ اور مٹی بن چکے ہوں گے (یہ کفار کے انکار اور ان کے انکار کی دوسری وجہ تھی)

== ذَلِكْ۔ اے بعث بعد الموت

== رَجِعْ بَعِيدٌ موصوف وصفته بَعِيدٌ۔ اے بعید عن الالوهام او العادة او امکان یعنی یہ واپسی (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا) وہم و گمان سے بالاتر، خرق العادت اور ناممکنات میں سے ہے۔

۵۰: ۴ = قَدْ عَلِمْنَا: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ تحقیق ہمیں علم ہے۔ ہم جانتے ہیں۔

== مَا تَنْقُصُ الْأَرْضُ مِنْهُمْ: مَا موصول، باقی جملہ اس کا صلہ، تَنْقُصُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَقَصَ (باب نصر) مصدر۔ وہ کم کرتی ہے۔ وہ گھٹاتی ہے۔

== هُنَّ۔ اے مِنْ أَجْسَامِهِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے جسموں اور جہدوں سے۔

ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کافرون ہیں۔ یعنی ہم جانتے ہیں کہ مرنے والوں کے جسموں کو کھا کر مٹی ان کو مٹی بنا دیتی ہے تو اس کے ذرات کہاں کہاں ہیں۔ ان کو اکٹھا کرنا اور پھر زندہ کر کے اٹھانا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے۔

== كَتَبَ حَفِیْظٌ، موصوف وصفته حَفِیْظٌ۔ حَفِیْظٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ حفاظت رکھنے والا۔ اور بمعنی مفعول مَحْفُوظٌ ہے یہاں محفوظ مراد لیا گیا ہے۔ ایسی کتاب جو ہر قسم کے

دست تصرف سے باہر ہے، یہاں بمعنی لوح محفوظ ہے:

۵۰: ۵ = بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ: بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی حالت کو برقرار رکھنے ہوئے اس پر مابعد کو اور زیادہ کرنے کے لئے۔ یعنی ایک تو وہ پہلے ہی تعجب اور تردد میں تھے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے اور بعث بعد الموت سے بھی انکاری تھے۔ اب مزید یہ کہ جب نبوت اپنے صریح معجزات سے ثابت ہو چکی تو فوراً اس کی تکذیب کرنے لگے۔ معجزات سے ثابت شدہ نبوت کی تکذیب اس کے انکار سے بڑھ کر ہے جو چیز قطعی دلائل سے ثابت ہو اس کا انکار بہت ہی بعید از عقل ہے، الْحَقُّ سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب۔ جَاءَ کا ضمیر فاعل الحق کی طرف راجع ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین کافرین کے لئے ہے۔

= فَهُمْ فِي تَرْتِيبٍ کلمہ۔

= اَمْرٍ مَرِيحٍ۔ موصوف و صفت۔ مَرِيحٍ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مرجح مادہ۔ الجھی ہوئی بات، سنت الجھن۔ المرجح کے اصل معنی خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ اَمْرٍ مَرِيحٍ۔ گدڑ اور سچیدہ معاملہ غَضَبٌ مَرِيحٍ۔ بجز باہم گتھی ہوئی ٹھنی۔ اور مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (۵۵: ۱۹) اس نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں اور جگہ فرمایا: مِنْ مَّارِجٍ مَّتْنٍ نَّارٍ (۵۵: ۵) آگ کے شعلے سے۔ یہاں مَارِجٍ کے معنی آگ کے مخلوط شعلے کے ہیں جو دھوئیں سے خلط ملط ہو۔

۵۰: ۶ = اَفَلَمْ يَنْظُرُوا۔ بمنزہ استقبالیہ انکاری ہے اور ت عطف سے قبل کلام مقدرہ ہے۔

ای اَعْمُوا اَفَلَمْ يَنْظُرُوا۔ کیا وہ اندھے ہیں اور انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔

لَمْ يَنْظُرُوا۔ مضارع نفی جہد لم جمع مذکر غائب! انہوں نے نہیں دیکھا۔

= بَنَيْنَاهَا۔ بَنَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بَنَى مادہ ہا

ضمیر مفعول واحد مَنُوث غائب کا مرجع السماء ہے۔ ہم نے اس کو (کس طرح) بنایا ہے۔

= زَيَّنَّا۔ زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَزْيِينٌ تفعیل مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مَنُوث غائب

برائے السماء ہے ہم نے اس کو مزین کیا ہے، ہم نے اس کو زینت بخشی۔

= لَهَا۔ ای فیہا۔

= فُرُوجٍ، فُرُوجٍ کی جمع۔ شکاف۔ درائیں۔ سوراخ۔ اور اس میں کہیں دراڑ تک نہیں، الْفُرُوجِ

کے معنی دو چیزوں کے درمیان شکاف کے ہیں جیسے دیوار میں شکاف، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی

کشادگی۔ اداکنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (۲۴: ۳۱) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

۵۰: ۷ = وَالْأَرْضَ مَعطوف علی موضع السماء۔ اسی فلم یروا الارض اور (کیا) انہوں نے (اپنے نیچے) زمین کو نہیں دیکھا۔ (تفسیر حقانی، ج ۱)۔
 = مَدَدْنَاهَا۔ مَدَدْنَا، ماضی جمع متکلم مَدَّ (باب نصر) مصدر۔ لمبائی کے رُخ کسی چیز کے کھینچنے یا بڑھانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے مدتِ دراز کو مَدَّةً کہتے ہیں۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث عاتب الارض کی طرف راجع ہے۔ ہم نے اس کو پھیلا دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَكُنْ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۲۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔

= اَلْقَيْنَا: ماضی جمع متکلم اَلْقَاءُ (افعال) مصدر بمعنی ڈالنا۔ اَلْقَاءُ۔ باب سمع کے معنی میں کسی کے سامنے آنا۔ اسے پالینا۔ باب افعال (اَلْقَاءُ سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو مھینک دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اَلْقَيْنَا۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے رکھا۔ ہم نے رکھ دیا۔

= فِيْهَا۔ اِی فی الارض۔ زمین پر۔

= رَوَّاسِی رِس و مادہ سے رَاسِیۃ کی جمع ہے رَسَا الشَّیْءُ رُسُو (باب نصر) مصدر بمعنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اور باب افعال سے بمعنی ٹھہرانے اور استوار کر دینے کے ہیں۔ رَوَّاسِی گڑے ہوئے پہاڑ۔

یہاں پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَّاسِی کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا وَالْجِبَالُ اَرْسَالُهَا (۴۹: ۳۲) اور پہاڑوں کو (اس میں یعنی زمین میں گھاڑ کر) پھیلا دیا۔

اسی طرح معنی ثبات کے اعتبار سے پہاڑوں کو اَوْتَاکُ (وَتَدَّ کی جمع بمعنی مسج) فرمایا ہے جیسے وَالْجِبَالُ اَوْتَاکُ (۸: ۵) اور کیا ہم نے پہاڑوں کو (اس کی یعنی زمین کی) منجیں (نہیں) ٹھہرایا۔
 = اَنْبَتْنَاهَا۔ ماضی جمع متکلم اَنْبَاتٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے اگایا۔ نباتات، پودے، سبزی اگے ہوئی بوٹیاں۔

= مِنْ کُلِّ رَوْحٍ۔ ہر قسم کا سبزہ۔ یہاں رَوْح کا معنی جوڑا نہیں بلکہ نوع ہے اِی من کل

نوع من النبات / من كل صنف من اصناف النبات -

== بَهِيْمٌ - رونق - تروتازہ، شگفتہ، دل کو لہجانے والی - صفت مشبہ کا صیغہ ہے - یہ ذوج کی صفت ہے -

بَهَجَةٌ - رونق - تازگی، خوبی، خوش رنگی، فرحت، مسرت کو کہتے ہیں -

۸۵۰ = تَبَصَّرَ وَ ذَكَرَى ہر دو مفعول لہ ہیں بصیرت کے لئے اور یاد دہانی کے لئے تَبَصَّرَ -

دکھانا - سمجھانا - ہر ذرن تفعلة باب تفعیل کا مصدر ہے - تَبَصَّرَ اور تَبَصَّرَ دونوں آتے ہیں جیسے تَقْدِيْمٌ وَ تَقْدِيْمَةٌ اور تَذْكِرٌ وَ تَذْكِرَةٌ -

ذَكَرَى نصیحت کرنا - ذکر کرنا - یاد، موعظت - ہند، باب نصر سے مصدر ہے - کثرت ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے -

== بِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيْبٍ - لام حرف جار کل مجرور مضاف، عَبْدٍ مُنِيْبٍ موصوف و صفت

مل کر مضاف الیہ - کُلُّ لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں

طرح ہے تذکیر و تانیث اس میں برابر ہے - کُلُّ دو طرح کا ہوتا ہے مجموعی اور افرادی - کل افرادی

ہمیشہ نکرہ منفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے - ہر ایک، جیسے آیت زیر مطالعہ

میں بِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيْبٍ ہر اس بندے کے لئے جو بار بار اللہ کی طرف لوٹنے والا ہو - یا بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيْمٌ - عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ -

کُلُّ مجموعی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے یا اس ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے جو

معرف باللام کی طرف راجع ہوتی ہے اس وقت مجموعہ افراد پر دلالت کرتا ہے - ترجمہ ہوتا ہے سب، پورا

اول کی مثال کُلُّ الْقَوْمِ، پوری قوم، سب قوم، دوم کی مثال فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ -

(۴۲: ۳۸)

کبھی کُلُّ بمعنی بعض آتا ہے جیسے ثَّاجِعُلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءٌ (۲۱)

(۲۶۰) بعض پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو -

کُلُّ کا مضاف ہونا ضروری ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا جیسے

کُلُّ فِيْ فَلَكَ يَسْبَحُوْنَ (۳۳: ۲۱) سب (یعنی سورج، چاند، ستارے) آسمان میں (اس طرح

چلتے ہیں گویا م تیر رہے ہیں -

== مُنِيْبٌ: اسم فاعل واحد مذکر مجرور - اللہ کی طرف خصوص سے رجوع کرنے والا - اِنَابَةٌ

(افعال) مصدر - نوْبٌ مادہ - (باب نصر) مصدر سے معنی بار بار لوٹنا -

۵:۹ = مَاءٌ مُّبْرَكًا، مَاءٌ مفعول ہے نَزَّلْنَا کا۔ موصوف، مُبْرَكًا صفت مبارک کثیر النفع پانی، برکت والا پانی، مَاءٌ سے یہاں مراد بارش کا پانی ہے جو اوپر سے برستا ہے = یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب مَاءٌ کی طرف راجع ہے یعنی پھر ہم نے اس پانی سے زمین میں باغ اگائے۔

= جَنَّتِ وَحَبَّ الْحَصِيدِ۔ جَنَّتِ (جَنَّةٌ کی جمع، باغ) حَبَّ (بمعنی دانہ، غلہ اناج) دونوں فعل اَنْبَتْنَا کے مفعول ہیں۔ ہم نے اگایا۔ باغات کو، کھیتی کے غلہ کو، حَبَّ الْحَصِيدِ، حَبَّ بمعنی دانہ، غلہ وغیرہ۔ حَصِيدٌ بروزن فعیل بمعنی مفعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ کھیتی کٹی ہوئی۔ جڑ سے کٹا ہوا۔

حَبَّ الحصيد میں اضافت حَبَّ کی الحصيد کی طرف اضافت عام الی الخاص ہے جیسے حق الیقین عین الیقین میں ہے یعنی وہ غلہ جو کاٹا جاتا ہے جیسے گیہوں وغیرہ۔ مراد یہ ہے کہ جو غلہ بویا جاتا ہے پھر کاٹ کر غذائی کام میں لایا جاتا ہے۔ چونکہ غلہ کا اصل مقصد اور کامل نفع یہی ہے کہ اس کو کاٹ کر غذائی کام میں لایا جائے اس لئے حَبَّ کی الحصيد کی جانب خاص طور پر اضافت کر دی گئی ہے۔ یا مضاف الیہ کا موصوف مخذوف ہے۔ جیسے مسجد الجامع یعنی مسجد للصلوة الجامع۔ اس تاویل پر حَبَّ الحصيد کا مطلب ہوگا حَبَّ الزرع الحصيد یعنی قابلِ حصاد کھیتی کا غلہ۔

= وَالنَّخْلَ۔ اَنْبَتْنَا کا مفعول سوم۔ اور کھجور کے درخت۔ = لَبِيقَتٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مَوْنَتِ غَائِب۔ بِاِسْقَةٍ واحد لُبُوقٌ (باب نصر) مصدر (درخت کام لمبے تنے والا، اور لمبی شاخوں والا ہونا۔ النَّخْلُ لَبِيقَتٍ ای النخيل الطوال العالیا کھجوروں کے درخت جو لمبے اور اونچے چلے گئے ہوں۔

= لَهَا طَلَعٌ لَّضِيْدٌ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب النَّخْلَ کے لئے ہے طَلَعٌ طَلَعٌ طُلُوعٌ وَمَطْلَعٌ (باب نصر) کے معنی آفتاب کے طلوع ہونے کے ہیں اور طُلُوعٌ آفتاب کی مناسبت سے طلع النَّخل کا محاورہ استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی درخت خرملہ کے غلاف کے ہیں جس کے اندر اس کا خوشہ ہوتا ہے (راغب، طَلَعٌ پھل وہ جگہ جہاں سے پھل نمودار ہوتا ہے (منظہری) لَهَا طَلَعٌ ہو ثمر ہا ما دام فی وعائہ۔ یہ اس کا پھل ہے جب تک وہ اس کے گائبے میں ہے (کلمات القرآن) طَلَعٌ کھجور کے درخت کا گابھا۔ شگونہ، (فیروز اللغات) طَلَعٌ خوشہ، گابھا، گچھا۔ درخت خرما کا پہلا شگونہ جو باہر نکلتا ہے طلع کہلاتا ہے (لغات القرآن) یہ موصوف ہے اور اس کی

صفت لَضِيدٌ ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی اسم مفعول لَضِيدٌ بمعنی مَنْضُودٌ۔ نَضْبٌ باب (ضرب) مصدر۔ سامان کو ترتیب سے رکھنا؛ ڈھیر لگانا۔ ترتیب سے چننا۔ یہاں بمعنی ترتیب سے گندھا ہوا بجل۔ اس سے مراد پھلوں یا شگوفوں کی کثرت۔

صاحب الیہ التفسیر لکھتے ہیں:

ای لھا طلع منضد متراکب بعضہ فوق بعض۔ گچھے ترتیب سے ایک دوسرے پر تہ درتہ چڑھے ہوئے۔

لھا طلع لَضِيدٌ یہ جہ حال ہے النخل سے۔

۵: ۱۱ = رِزْقًا لِلْعِبَادِ: رِزْقًا مفعول لہ ہے اُنبتنا کا۔ یعنی پیدا کرنے کی اصل غرض یہ ہے
= وَاحْيَيْنَاہُ بِلَدٍّ کَ مَیِّتًا وَآوَاظِفہ ہے اس کا عطف اُنبتنا بہ پر ہے یہ میں ہضمیر
واحد مذکر غائب کا مرجع مآء ہے ای اَحْيَيْنَا بِذَلِكَ الْمَاءِ بِلَدٍّ مَیِّتًا۔ موصوف و صفت
مل کر اَحْيَيْنَا کا مفعول۔ اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ یعنی جہاں کوئی سبزہ
اور روئیدگی نہ تھی اس کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔

= كَذَلِكَ الْخُرُوجُ: مبتدا خبر۔ جیسے مَثَلُ زَيْدٍ اخُوت۔ كَذَلِكَ۔ كاف تشبیہ
واقع موقع مثل ہے۔ ذَلِکَ سے مراد اِیاءِ بِلَدٍّ مَیِّتہ ہے۔ كَذَلِكَ الْخُرُوجُ۔ یعنی ان خروج

الناس اِیاءِ من قبورہم بعد الموت کخروج النبات من الارض بعد عدمہ
موت کے بعد لوگوں کا قبروں سے زندہ نکال لانا ایسے ہی ہے جیسا کہ عدم کے بعد زمین سے سبزہ اُگادینا
۱۲: ۵۰ = قَبْلَہُمْ۔ ای قبل قولش۔ قریش کفار مکہ سے قبل۔ (راضوا القرآن)

= اصْحَابُ التَّوْحِی۔ مضاف مضاف الیہ۔ التَّوْحِی ایک کنویں کا نام ہے جو مدین کے قریب
یہ کنویں ولے کون تھے۔ اس کے متعلق مختلف مگر غیر مستند روایات ہیں خلاصہ ان سب کا یہ ہے
کہ یہ ایک قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا تھا۔
= ثَمُودٌ۔ ای قوم ثمود۔ اس قوم نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حضرت صالح اور ان کی
اونٹنی کا حال قرآن مجید میں تفصیلاً مذکور ہے قوم نے حضرت صالح کے سمجھانے کے باوجود اونٹنی کی
کوغیبی کاٹ دیں اور اس طرح عذاب الہی کے مستوجب ہوئے۔

۱۳: ۵۰ = وَعَادٌ۔ اس جملہ کا عطف بھی حملہ سابقہ پر ہے۔

عَادٌ۔ عاد نے بھی پیغمبروں کو ہٹلایا اور ان کے بھائی ہُود علیہ السلام کی نافرمانی میں ہلاک ہوئے
= اِخْوَانُ لُوطٍ: مضاف مضاف الیہ۔ حضرت لوط کے بھائی بندوں نے بھی ان کی تکذیب کی

اور اس پاداش میں ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا سب سے بڑا گناہ لواطت تھی یعنی ہم غیبتوں سے خلاف فطرت بد فعلی کرنا۔

۵۰:۱۴ = وَأَصْحَابُ الذِّكْرِ، اس کا عطف آیت نمبر ۱۲ پر ہے۔
اور اُنکے کے ہنسنے والے اور قوم تبع نے بھی حق کو جھٹلایا۔ أَصْحَابُ الذِّكْرِ معنوں میں
الیہ۔ ایک کے لوگ، ایک کے ہنسنے والے۔ یہ کم تولنے کے گناہ میں ملوث تھے اور حضرت شعیب
علیہ السلام کے پسند و نصح کی تکذیب میں دھرتے گئے اور ہلاک کر دیئے گئے۔

۵۰:۱۵ = وَقَوْمُ ثَمُودَ: معنوں میں مضاف الیہ۔ اور تبع کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تبع یمن
کے بادشاہوں میں سے ایک حمیری بادشاہ تھا۔ یہ قوم آتش پرست تھی یہ تبع بعد میں اسلام لایا
اور اپنی قوم بھی اسلام کی دعوت دی۔

۵۰:۱۶ = كُلٌّ: یعنی ہر ایک شخص نے یا ہر امت نے یا سب نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ چونکہ
ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے اس لئے كَذَّبَ الرُّسُلَ بصیغہ جمع فرمایا ہے
یا یوں کہا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ سب کے سب
توحید ہی کے منکر ہے اس لئے پیغمبروں کے منکر بدرجہ اولیٰ تھے (نیز ملاحظہ ہو ۵۰: ۸ مذكّرة الصد
۵۰:۱۷ = كَذَّبَ الرُّسُلَ - كَذَّبَ ماضی واحد مذکر غائب - تَكْذِبٌ تفعیل) مصدر جھٹلانا
الرُّسُلَ - رُسُولٌ کی جمع ہے

۵۰:۱۸ = فَحَقَّ: ف ترتیب کا۔ حَقٌّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَقٌّ (باب منرب نصر)
مصدر ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ محقق ہونا۔

۵۰:۱۹ = وَعِيدٌ - وَعِيدٌ: میرا عذاب۔ میرا وعدہ عذاب۔ جس میں ان تکذیب کرنے والے کافروں
کو مبتلا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔

فَحَقَّ وَعِيدٌ - پس پورا ہو گیا میرا عذاب کا وعدہ۔

۵۰:۲۰ = ۵۰:۱۵ = أَفَعَيَّنَا بِالْخَلْقِ الذَّوْلِ - اس میں ہمزہ انکاری ہے اور ف عاطفہ تعقیبیہ ہے
اس کا عطف آیت نمبر ۱۵ پر ہے۔ اور كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ سے آخر تک معترضہ جملے ہیں
(منظہر) نیز ملاحظہ ہو ۲۴: ۲۰:

۵۰:۲۱ = عَيَّنَا: ماضی جمع متکلم عی (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی مٹھکنے اور عاجز ہونے کے ہیں۔

ہم تھک گئے۔ ہم عاجز آ گئے۔ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے (نہیں)

۵۰:۲۲ = بَلْ - حرف انراب ہے یعنی وہ پہلی بار پیدا کرنے میں ہماری قدرت کے منکر نہیں بلکہ ہمدنی

لَبِئْسَ مَثَلُ خَلْقٍ جَدِيدٍ: یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کے بارہ میں شبہ میں ہیں۔

لَبِئْسَ اس کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور قرآن مجید میں اکثر ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَلَلْبَشَرِ لَكَبِيرٌ مَّا يَلْبِئْسُونَ (۹:۶) اور جو شبہ وہ راب کرتے ہیں اسی شبہ میں انہیں ہم بھر ڈال دیں اور وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۴۲:۲) تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔ یہاں آیت نہ ایں لَبِئْسَ یعنی شبہ اور شک ہے۔

۱۶:۵۰ = وَقَدْ وَادَّ عَاطِفٌ لَّام تَاكِيدًا - قَدْ ماضی کے ساتھ تَاكِيد کے معنی دیتا ہے

لَقَدْ بَلَّغْتُ تَحْقِيقًا، بے شک،

= مَا تَوَسَّوْا بِهِ نَفْسُهُ؛ ماموصولہ باقی جملہ اس کا صلہ تَوَسَّوْا مَضَارِعُ وَاحِد مَوْت غَائِب۔ وَسَوَّسَ عَرَفَلَهُ (مصدر جس کے معنی بری بات کے جی میں ڈالنے کے ہیں وہ وسوسہ ڈالتی ہے وہ خیال ڈالتی ہے۔ نَفْسُهُ مضاف مضاف الیہ اس کا نفس، لا ضمیر انسان کی طرف راجع ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں اس کا نفس جو وسوسے ڈالتا ہے۔

= اقْرَبُ الْيَبِ - اقْرَبُ قُرْبٍ سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ قریب زیادہ نزدیک۔ الْيَبِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

= حَبْلُ الْوَرِيدِ، مضاف مضاف الیہ حَبْلُ یعنی رستی۔ وَرِيدُ گردن کی رگ، شَرِک جس میں جان بھرتی ہے اس کے کٹنے سے موت ہے۔ چونکہ رگ بھی بہت میں رسی ہے ملتی جلتی، اس لئے شَرِک کو حَبْلُ الْوَرِيدِ کہتے ہیں۔

یہ اضافت بیانہ ہے جیسے یَوْمُ الْجُمُعَةِ۔ گلے کے دائیں بائیں دو رگیں ہیں جن کا تعلق اور اتصال دل کی رگ سے ہے ان دونوں کو ورید کہا جاتا ہے ورید کی وجہ تسمیہ یہ کہ یہ دونوں سر سے اتر کر گردن کی طرف آتی ہیں۔

۵۰:۱۸ = اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ۔

اِذْ سے قبل فعل اِذْ كَر مَحذُوف ہے۔ یعنی یاد کرو جب۔ [یا اِذْ كَرِ الْاَمْرَ اِذْ اس امر کو (بات کو یاد کرو جب) يَتَلَقَّى مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَلَقَّى تَفْعَل مصدر معنی ملاقات کرنا

سامنے سے کسی چیز کو لے لینا۔ پالینا۔ یہاں لے لینے یا پالینے سے مراد لکھ کر کسی چیز کو لے لینا یا محفوظ کر لینا ہے۔ اسی سے المتلَقَّيَاتِ اسم فاعل تثنیہ۔ دو (لکھ کر) پالینے والے۔ مراد وہ دو فرشتے جو انسان کے دائیں بائیں تعینات ہیں اس کے اقوال و افعال کو لکھنے کے لئے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب میں فرماتے ہیں کہ:-

اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ، جب لینے والے دو فرشتے جو انسان پر مقرر ہیں انسان کے عمل و قول کو لے لیتے ہیں یَتَلَقَّى کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی آدمی کے قول و عمل کو لے لیتے ہیں اور حفاظت کے ساتھ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ۔ جار مجرور کا تعلق قَعِيدٌ سے ہے اور قَعِيدٌ الْمُتَلَقِّيَانِ سے بدل ہے اور عن اليمين کے بعد قَعِيدٌ محذوف ہے یعنی ایک فرشتہ دائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے۔

(بعض کے نزدیک قعید محذوف نہیں ہے بلکہ قعید مذکور کا تعلق عن اليمين سے بھی ہے اور عن الشمال سے بھی۔ اور جو الفاظ فعل کے وزن پر آتے ہیں ان کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی، جیسے کہ آیت: وَالْمَلَكُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ۔ میں ظہیر باوجود مفسر ہونے کے الملئکۃ کی خبر ہے کیونکہ بروزن فعل ہے)

قَائِمٌ کی ضد قَاعِدٌ آتا ہے بیٹھنے والا۔ اور قعید کا معنی ہے جم کر بیٹھنے والا۔ مجاہد کہتا ہے کہ قعید کا معنی ہے گھات میں لگا ہوا۔ اِذْ يَتَلَقَّى کا تعلق اِذْ کُرُ محذوف سے ہے یا اقرب سے ہے۔ آخری صورت میں اس بات پر شبہ ہے کہ ہم تو جبل الورد سے بھی زیادہ قریب ہیں ہم کو فرشتوں کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں ہم تو ان چیزوں کو بھی جانتے ہیں جو فرشتوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں لیکن تقاضائے حکمت ہے اور قیامت کے دن فرشتوں کی شہادت پیش کر کے کافروں پر حجت قائم کرنی ہے اس لئے اعمال نامے لکھنے پر فرشتوں کو مامور کیا ہے۔

عَنِ الْيَمِينِ دَائِيں طرف کو عن الشمال بائیں جانب کو قعید صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ جم کر بیٹھنے والا، ہم نشین، نگرانی کرنے والا۔

۵۰:۱۸ = مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ: مضارع منفی واحد مذکر غائب لَفَظٌ باب ضرب مصدر وہ منہ سے نہیں نکالتا ہے: مِنْ قَوْلٍ کوئی بات لفظ مصدر متعدی بنفسہ و بواسطہ باب۔ کوئی چیز منہ سے باہر پھینکنا۔ لَفَظٌ بِالْكَلامِ، اس نے منہ سے کوئی بات نکالی۔

لَفَظٌ بات۔ تَلَفَظٌ بات کہنا۔

= لَدَيْهِ۔ لدی اسم ظرف مضاف۔ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کے پاس اس کے نزدیک۔ ضمیر کا مرجع الانسان ہے۔

= رَقِيبٌ۔ نگہبان، محافظ، فعل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

== عَتِيدٌ تَيَّارٌ عِتَادُ سے جس کے معنی ضرورت سے پہلے کسی چیز کے ذخیرہ کر لینے کے ہیں۔
 بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ اور کبھی بمعنی مفعول آتا ہے چنانچہ آیت ہذا میں یعنی فاعِل استعمال ہوا ہے
 یعنی وہ منہ سے کوئی بات نکالنے نہیں پاتا کہ اس کے پاس ایک نگینا تیار رہتا ہے (کتابت کے لئے)
 سورۃ نبا میں آگے چل کر ۵۰:۲۳ میں فرمایا وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ اور اس کا
 ساتھی (فرشتہ) کہہ گا کہ یہ اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے یہاں عتید بمعنی مفعول آیا ہے؛
 راغب لکھتے ہیں کہ۔

الْعَتِيدُ - الْمُعِدُّ وَالْمُعَدُّ عتید کے معنی ہیں تیار کرنے والا۔ تیار کردہ شدہ۔
 ۵۰:۱۹ = سَكْرَةُ الْمَوْتِ مضاف مضاف الیہ۔ سکرۃ بے ہوشی، مدہوشی، موت کی سختی
 جو آدمی پر چھا جاتی ہے۔ اور اس کی عقل کو زائل کر دیتی ہے۔
 = بِالْحَقِّ؛ ب تعدیہ کے لئے ہے بِالْحَقِّ جَاءَتْ کا مفعول یہ ہے۔ موت کی پہلے ہوش
 حقیقت لے کر آتے گی۔ دنیا کی ہر چیز بے اصل اور بے حقیقت ہے مرنے کے بعد جو احوال
 اور واقعات پیش آئیں گے وہ مبنی بر حقیقت اور محقق ثابت ہیں۔
 = ذَلِكَ؛ یعنی یہ موت اور اس کے بعد کی حقیقتیں۔ مَا مَوْصُولُهُ اگلا جملہ اس کا صلہ مِنْهُ
 میں کُضمیر واحد مذکر غائب موت کے لئے ہے۔

تَحْيِيدٌ۔ مَسَارِعٌ واحد مذکر حاضر حَيْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ کنارہ کرنا۔ مڑنا۔ کُنْتُ
 مِنْهُ تَحْيِيدٌ۔ جس سے تو کنارہ کیا کرتا تھا۔ اور بھاگا کرتا تھا۔
 یہاں خطاب مطلق انسان سے نہیں ہے بلکہ ایک فاسق و فاجر شخص سے ہے۔ حید مادہ
 ۵۰:۲۰ = وَنُفِخَ فِي الصُّورِ وَأَوْعَاظُ نَفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَفِخَ باب نصر
 مصدر۔ بھونکا گیا۔ یا بھونکا جائے گا بمعنی مستقبل) اس سے مراد نفخہ دوم ہے یعنی نفخۃ
 البعث۔ اسی معنی میں آیت وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ
 يَنْسِلُونَ (۵۱:۳۶) اور آیت وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَنَجَعْنَهُمْ جَمْعًا (۹۹:۱۸) میں
 استعمال ہوا ہے۔ اور قیامت کے دن (دوبارہ) صور بھونکا جائے گا۔

== ذَلِكَ؛ مضاف الیہ جس کا مضاف محذوف ہے ای وقت ذَلِكَ النْفَخِ اس صور
 کے بھونکنے کا وقت یوم الوعید ہوگا۔ ذَلِكَ کا اشارہ مصدر نفخ کی طرف ہے۔
 = يَوْمُ الْوَعِيدِ مضاف مضاف الیہ۔ وعید کا دن۔ عذاب کا دن۔
 ۵۰:۲۱ = مَعَهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب كُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے (ہر نفس کے ساتھ)

یہ جملہ معہا سائق و شہیدؑ حال ہے کل نفسیہ سے درآں عالیکہ ایک (فرشتہ) ہانکنے والا اور ایک فرشتہ بطور گواہ اس کے ساتھ ہوگا۔

= سائق - ہانکنے والا - اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر سَوَّقُ (باب نصر) مصدر۔
 = شہیدؑ - گواہ - یہاں اس کا استعمال بطور گواہ ہی آیا ہے۔ شرع کی اصطلاح میں شہیدؑ وہ ہے جو کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی شہید آیا ہے اس وقت اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو

۵۰:۲۲ = لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا... الجملة استئناف مبنی علی سوال نشأ مما قبلہ كانہ قیل: فماذا يكون بعد النفخ و مجئ كل نفس معہا سائق و شہید؟ فقيل يقال للكافر الغافل..... نیا جملہ ہے جو پہلے مضمون سے ایک نئے سوال پر بنی ہے جیسا کہ کہا جاوے صور پھونکنے اور ہر شخص کے بمعیت سائق و شہید (میدان قیامت میں) آنے کے بعد کیا ہوگا؟

جواب ہوگا کہ ہر کافر غافل یا شخص سے (خطاب عام ہونے کی صورت میں) یہ کہا جاوے گا۔
 لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا..... حَدِيدٌ۔

لَقَدْ تحقیق کے معنی میں ہے کُنْتَ ای کنت فی الدنیا فی غفلة من هذا
 = مِنْ هٰذَا۔ یعنی جو کچھ تو نے آج اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
 = كَشَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ كَشَفَ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے اٹھا دیا ہم نے کھول دیا۔

= عِطَاءُكَ مضاف مضاف الیہ العطاء کے اصل معنی طباق وغیرہ کی قسم کی چیز کے ہیں جو کسی چیز پر بطور سرپوش کے رکھی جائے۔ جیسا کہ عِشَاءُ لباس وغیرہ کی قسم کی چیز کو کہتے ہیں جسے کسی دوسری چیز کے اوپر ڈالا جائے۔ بطور استعارہ عطاء کا لفظ پردہ، جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ تیرا پردہ۔ تیری آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ۔

= فَبَصْرُكَ۔ ف ترتیب کا ہے۔ بَصْرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری نظر۔ تیری آنکھ۔

= الْيَوْمَ: آج۔ حَدِيدٌ تیز۔ لوہا۔ لوہے کو بھی کہتے ہیں اور تیز ہر وہ چیز جو کہ بدنام باریک ہو۔ خواہ باعتبار خلقت کے خواہ باعتبار معنی کے۔ حَدِيدٌ کہلاتی ہے اس صورت میں یہ حَدَّ لَٹ سے ہے جس کے معنی تیز ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے ترجمہ: ہم نے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے (آج تو ہر چیز اس کے اصلی تناظر میں دیکھ سکتا ہے)

فائدہ ۵: اوپر جَاءَتْ (آیات ۱۹: ۲۱) نَفَخَ (آیت ۲۰) اور كَشَفْنَا (آیت ۲۲) تمام صیغے ماضی کے ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ یہ واقعات مستقبل میں پیش آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعات یقینی ہیں ضرور پیش آئیں گے، ایسے موقع پر ماضی کا صیغہ استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ واقعات اتنے یقینی الوقوع ہیں کہ گویا ان کا وقوع ہو ہی گیا۔

۵۰: ۲۳ = وَقَالَ قَرِينُهُ وَأَوْعَاظُهُ قَرِينُهُ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ساتھی، کافضہ واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس سے لَقَدْ كُنْتَ فِي عُفْلَةٍ میں خطاب ہے۔

== قَرِينٌ: ق س ن مادہ۔ باب انتعال سے الاقتران کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَوْجَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ: (۵۳: ۴۲) یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم پلہ ہو، بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اُسے اس کا قَرِین کہا جاتا ہے اور ہم پلہ یا ہمسر کو قَرِین بھی کہتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ قَرِینُ فُلَانٍ اَوْ قَرِینُهُ فُلَانٌ اس کا ہم عمر یا ہمسر ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے اِنِّیْ تَکَانَ لِیْ قَرِینٌ (۵۱: ۳۷) کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔ آیت نہ ایں بھی قرین یعنی ساتھی ہے اس ساتھی سے کون مراد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے آیت نمبر ۲۱ میں بطور گواہ فرمایا گیا ہے وہ کہے گا کہ اس شخص کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے کچھ دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا وہ عرض کرے گا کہ شیخ جس کو میں نے اپنے قابو میں کر کے جہنم کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہے مگر سیاق و سباق سے زیادہ مناسب لکھنے والی تفسیر وہی ہے جو قتادہ اور ابن زید سے منقول ہے کہ ساتھی سے مراد بانک کر لانے والا فرشتہ ہے اور وہی عدالت الہی میں پہنچ کر عرض کرے گا کہ یہ شخص جو میری سپردگی میں تھا سرکار کی پیشانی میں حاضر ہے (تفہیم القرآن)

== هَذَا مَا لَدَتِ عَتِيدٌ، هَذَا کا اشارہ یا تو شخص کی طرف ہے یا اعمال نامہ کی طرف مَا موصوفہ معنی شے ہے لَدَتِ مضاف مضاف الیہ مل کر مَا کی صفت (میرے پاس)۔ عَتِيدٌ مَا موصوفہ کی صفت معنی تیار ہے، حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یہ جو میری سپردگی میں تھا حاضر ہے۔

۵۰: ۲۴ = اَلْقِيَانِیْ جَهَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیدٍ۔ اِی قیل الْقِیَافِی الخ۔ اَلْقِیَا فِعْلٌ امر حاضر تمثینہ مذکر (اِقَاءُ اَفْعَالٌ) مصدر۔ تم دونوں ڈال دو، کُلَّ مضاف کَفَّارٍ عَنِیدٍ موصوفہ و صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَلْقِیَا کا۔

كَفَّارٍ مِّبَالِغٍ كَاصِيفَةٍ، بَرَّكَافِرٍ عَنِيدٍ عِنَادٍ كَهْنَةٍ وَالَا۔ مخالف، ضدی۔
علامہ نانہ بن عبدالسید مطرزی نے لکھے ہیں کہ، عنید اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو جانتے پہچانتے
مٹھرائے۔ یہ عَنْوَد سے ہے جس کے معنی راستہ سے اِدھر اُدھر ہٹ جانے کے ہیں بروزن فذیل بمعنی فاعل
صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عَنْوَد ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا: (اور حکم ہوگا) ہر کا فرضہ رکھنے والے کو تم دونوں جہنم میں ڈال دو۔
الْقِيَّامِ کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ خلیل اور اخفش کہتے ہیں کہ فصحاء عرب واحد کے لئے بھی بسا اوقات تثنیہ کا صیغہ استعمال کرتے
ہیں جس طرح ایک دوست کے لئے خَلِيلِي کے بجائے خَلِيلِي (تثنیہ) عام مروج ہے۔
امرؤ القیس اپنے ایک رفیق سفر کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-

قَفَانِكَ مِنْ ذِكْرِي حَبِيبٍ وَمَنْزِلٍ

اے میرے دوست ذرا ٹھہرو تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کی منزل کو یاد کر کے کچھ آنسو بہا لیں۔
یہاں قَفْ کی بجائے قَفَاً تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ الْقِيَّامِ تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اصل میں امر تاکید بانون خفیفہ تھا وَالْقِيَّامِ
اب یہ نون بدل کر الف ہو گیا۔

۳۔ یہ خطاب صرف اس قرن سے نہیں جس نے آیت سابقہ میں هَذَا مَا لَدَيْكَ عَتِيدَ کہا تھا
بلکہ یہ حکم ان دونوں فرشتوں کے لئے ہے (سَائِقٌ وَشَهِيدٌ) جو مجرم کو عدالت میں لا کر پیش
کر سکیں گے لہذا تثنیہ کا صیغہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ یا یہ فرشتے جہنم کے داروغہ فرشتوں میں سے کوئی دو
ہیں جن کو یہ حکم دیا جائے گا۔

۴۔ مخاطب حقیقت میں کوئی ایک فرشتہ ہے لیکن بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے تثنیہ فعل مراد ہے اور
تکرار فعل برائے تاکید ہوتی ہے لہذا تکرار واحد یعنی مخاطب واحد کو بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے بھی
تاکید فعل ہو گئی۔

۵: ۲۵ = مَنَاعٍ۔ مَنَعٌ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ، بہت منع کرنے والا۔ بہت روک
رکھنے والا۔ نیکی کے کام سے یا مال کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔ لِلْخَيْرِ میں خیر سے مراد نیکی
بھی ہے اور مال بھی۔ خیر سے بہت روکنے والا۔

= مُعْتَدٍ: اسم فاعل واحد مذکر حد سے بڑھنے والا۔ اصل میں معتدی تھا۔ اعتداء (افتعال)
مصدر سے، حدود حق سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اس میں عَدُو کا مفہوم ہے دل سے اگر ایک دوسرے

کی طرف سے ہٹ جائے تو عِدْوَانُ اور عِدُوٌّ ہے اسی سے عِدُوٌّ اور مُعَادِیْ بِمعنی دشمن ہے اور ظَلَم و تعدی میں، تعدی بمعنی دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

== مُوَبِّب - اسم فاعل واحد مذکر اراۃ (افعال) مصدر - ریب مادہ - متردد بنادینے والا متردد کرنے والا، بے چین کر دینے والا۔ آیت ہذا میں بمعنی تردد (تک) کرنے والا ہے۔ قرآن میں باقی ہر جگہ بے چین کر دینے والا۔ متردد بنادینے والا ترجمہ ہوگا۔

۵۰: ۲۶ = فَالْقَبِيْذُ - کُ صمیر واحد مذکر غائب الَّذِيْ کی طرف راجع ہے

عَنِیْدٍ - مَنَالِیْ لِلْخَيْرِ - مُعْتَدٍ - مُرِیْبٍ - اور شرک سب کُلِّ کَفَّار کی تشریح میں ہے

۵۰: ۲۷ = قَالَ قَرِیْبُهُ، قرین سے مراد یہاں شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اور یہ بات بھی انداز بیان ہی سے مترشح ہوتی ہے کہ وہ شخص اور اس کا شیطان دونوں خدائی عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ حضور یہ ظالم میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسی نے آخر مجھے گمراہ کر کے چھوڑا۔ اس لئے سزا اس کو ملنی چاہئے اور شیطان جواب میں کہتا ہے کہ سرکارِ میل اس پر کوئی زور نہیں تھا۔ کہ یہ سرکش نہ بنا چاہتا ہو اور میں نے اسے زبردستی سرکش بنا دیا ہو یہ کجحت تو خود نیکی سے نفور اور بدی پر فریفتہ تھا۔ اسی لئے انبیاء کی کوئی بات اسے پسند نہ آئی اور میری ترغیبات پر یہ ہپلتا چلا گیا۔

== مَا اَطْغَيْتُهُ - ماضی منفی واحد متکلم اِطْغَاءُ (افعال) مصدر بمعنی شرارت اور سرکشی میں ڈالنا کُ صمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع وہ کافر شخص ہے، میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا تھا۔ (غوی مادہ)

== ضَلَّلَ اَبْعَدَ: موصوف و صفت، پرے درجے کی گمراہی۔

۵۰: ۲۸ = قَالَ: اٰی قَالَ اللّٰهُ - اللہ کہے گا۔

== لَا تَخْتَصِمُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر اختصام (افعال) مصدر، تم جھگڑا مت کرو

== لَدٰی - لدی اسم ظرف مضاف ی صمیر واحد متکلم مضاف الیہ - میرے سامنے، میرے روبرو۔

== وَقَدْ قَدَّ مِّنْ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ - واو حالیہ اور جملہ حالیہ ہے اور جھگڑا کرنے کی ممانعت کی علت ہے۔

قَدْ: ماضی سے پہلے تحقیق کا معنی دیتا ہے اور زمانہ کو ماضی قریب کر دیتا ہے:

قَدْ مَنَّتْ ماضی کا صیغہ واحد متکلم تَقَدَّیْمٌ تفعیل، مصدر۔ اگر تقدیم کے بعد باء آجائے تو وقت

سے پہلے کسی کام کا حکم دینے یا وقت سے پہلے اطلاع دینے کے معنی ہوتے ہیں تاکہ وقت آنے سے پہلے اطلاع پانے والا کام کر لے۔

آیت ہذا میں بھی یہی مراد ہے کہ میں نے یوم جزاء آنے سے پہلے دنیا میں ہی پیغمبروں کی نبائی اور کتابوں میں خوف آگیاں اطلاع بھیج دی تھی اور پہلے ہی حکم دیدیا تھا کہ تیاری کر لو۔
ترجمہ: میں پہلے ہی تمہارے پاس و عیدِ عذاب بھیج چکا تھا۔

اگر تقدیم کے بعد بارہ آئے تو پہلے سے کرنے، پہلے سے بھیجنے، پیش کرنے اور پہلے زمانے میں کر چکنے کے معنی ہوتے ہیں مَثَلًا يٰلَيِّتَنِي قَدْ مَتَّ لِحَيَاتِي (۲۴:۸۹) کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی) کے لئے کچھ پہلے ہی بھیج دیا ہوتا۔

۲۹:۵۰ = مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ - مَا يُبَدِّلُ مَصَارِعَ مَنْفَعٍ مُّجْهُولٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ -
تَبْدِيلُكَ (تفعیل) مصدر - بدلا نہیں جاتا (میرا حکم اٹل ہوتا ہے اور مستقل ہوتا ہے بدلا نہیں جاتا)
= يَظْلَمُ - ب حرف جار، ظَلَامٌ مجرور (ظلم کرنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن یہاں مبالغہ ظلم کی نفی مراد نہیں بلکہ نفسِ ظلم کی نفی ہے۔ آیت کا ترجمہ ہوگا۔
(اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں)

= هَلِ امْتَلَأْتُ : هَلْ حرف استفہام ہے امْتَلَأْتُ ماضی واحد مؤنث حاضر،
امْتَلَأْتُ (افتعال) مصدر بمعنی بھر جانا۔ پُر ہو جانا۔ کیا تو پُر ہو گئی ہے کیا تو بھر گئی ہے۔
= وَ تَقُولُ : تَقُولُ مضارع واحد مؤنث غائب قَوْلٌ رباب نصر، مصدر اور وہ کہے گی!

= هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ - اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اول یہ کہ هَلْ استفہام انکاری ہے هَلِ امْتَلَأْتُ کے جواب میں جہنم کہے گی کیا ابھی اور بھی ہیں میں تو یارب العزت بھر گئی ہوں میرے اندر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو بھری ہوئی نہ ہو۔ اب میرے میں اور گہنی نش نہیں ہے دوم یہ کہ یہ استفہام زیادتی کی طلب کو ظاہر کر رہا ہے، یعنی جہنم کہے گی یارب کچھ اور بھی ہے لایا جاتے میں حاضر ہوں۔

فَائِدَةٌ: بعض مفسرین اور علماء نے لکھا ہے کہ اللہ اور دوزخ کے درمیان سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ بطور تخیل و تصویر بیان کیا ہے لیکن اس بیکارتاویل کی ضرورت نہیں ہے حقیقی سوال و جواب مراد لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جلّ شأنہ انسانی اجزاء کو

جس طرح ناطق بندے کا اسی طرح دوزخ کو ناطق بنا دیگا یہ بھی اُسی کے اختیار میں ہے۔ قرآن مجید میں ہے
 وَقَالُوا الْجُلُودُ هُمُ لِمَ شَهِدُوا عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقْنَاهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
 (۲۱:۴۱) اور وہ اپنے چٹروں یعنی اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ کہیں گے
 جس خدا نے سب چیزوں کو نطق بخشا اسی نے ہم کو بھی قوت گویائی بخشی۔

۳۱:۵۰ = وَأُزْلِفَتْ: واو عاظمہ اُزْلِفَتْ ماضی مجہول جمع مَوْنُثْ غائب اِزْلَافٌ (اِفعال)
 مصدر۔ جملہ کا عطف یا تَوَلَّفَخَ فِي الصُّورِ پر ہے یا وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ... پر ہے
 جہنمیوں کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی زید و تقویٰ اور
 احکام خداوندی کی تعمیل میں گزاری۔ اِزْلَافٌ بمعنی قریب لانا۔ (جنت متقیوں کے قریب لائی
 گئی یعنی لائی جائے گی) (ماضی معنی مستقبل)

= غَيْرَ بَعِيدٍ: موصوف محذوف ہے ای غَيْرَ مَكَانٍ بَعِيدٍ۔ اَوْ غَيْرَ زَمَانٍ بَعِيدٍ:
 یہ لفظ قرب کی مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے اگرچہ اُزْلِفَتْ کا لفظ بھی قرب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ
 محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ فلاں مکان قریب ہے دور نہیں۔

۳۲:۵۰ = هَذَا: اشارة الى الجنة۔ جنت کی طرف اشارہ ہے هَذَا صیغہ مذکر الخبۃ
 مَوْنُثْ کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَلَمَّا رَأَى السَّمَاءَ بَازِعَةً
 قَالَ هَذَا رَجَبِي (۹:۶)

= مَا تُوْعِدُونَ مَا مَوْصُولُهُ تُوْعِدُونَ صله۔ معنای مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ
 (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی وعدہ کرنا۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

= اَوَّابٍ: بہت رجوع کرنے والا۔ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اَوَّابٌ (باب نصر)
 مصدر۔ بمعنی لوٹنا۔ اَبَّ اِلَى اللّٰهِ: توبہ کرنا۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ:-

اَوَّابٌ: هُوَ الَّذِي يَذْنِبُ ثُمَّ يَتُوبُ ثُمَّ يَذْنِبُ ثُمَّ يَتُوبُ: اَوَّابٌ وہ ہے
 جو گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے

حضرت ابن عباس اور عطاء نے اَوَّابٌ کا ترجمہ پاکی بیان کرنے والا کیا ہے جیسے کہ

آیت يٰحِبِّاٰلِ اَوَّيِّ (۱۰:۳۴) میں اَوَّيِّ کا ترجمہ ہے تسبیح کر، یعنی اللہ کی پاکی بیان کر
 صنعاک نے اس کا معنی بکثرت توبہ کرنے والا کیا ہے۔

یہاں اپنے تمام اقوال و افعال میں حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور
 اس کا مطیع ہونا مراد ہے۔

== حَفِیْظٌ نَّگِیْبَانِ، حفاظت کرنے والا۔ حَفِیْظٌ (باب سَمِعَ، مصدر سے بروزن فعیل) بمعنی فاعل ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ نے اپنے جن حقوق کا اس کو امین بنایا ہے ان کی حفاظت کرنے والا۔

۵۰: ۳۳ = مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ: جو بن دیکھے رَحْمَن سے ڈرتا ہے (رَحْمَن اللہ تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں سے ہے) یہ جملہ یا تو اَوَّابٌ حَفِیْظٌ سے بدل ہے یا اس کی صفت کہ اَوَّابٌ حَفِیْظٌ وہ شخص ہے جو کہ بن دیکھے خداوند تعالیٰ سے ڈرے۔

== وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ: یہ بھی اَوَّابٌ کی صفت میں ہے اور جو قلبِ منیب لے کر آیا ہے قَلْبٌ مُّنِيبٌ موصوف و صفت مُنِيب اسم فاعل واحد مذکر اِنَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تَوَبَّ مَادہ۔ اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ ہر طرف سے لوٹ کر اللہ کی طرف ٹپنے والا۔ بار بار اللہ کی طرف لوٹنے والا۔ خلوص دل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنے والا۔

۵۰: ۳۴ = اَدْخُلُوْهَا: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَدْخَالٌ (اَفْعَالٌ) مصدر۔ تم داخل ہو جاؤ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنة (آیت نمبر ۳۱) کی طرف راجع ہے۔ اَدْخُلُوْهَا سے قبل يُقَالُ لَهُمْ مَخْرُوف ہے، ان سے کہا جائے گا۔ خطاب المتقین سے جن کی صفات اوپر مذکور ہوئی ہیں۔

== وَسَلِّمْ سلامتی کے ساتھ۔ فکر و عذاب کے محفوظ اور زوالِ نعمت کے بے خطر۔ یا یہ کہ تمہارے داخلہ پر جنت کے فرشتے سلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) سے تمہارا خیر مقدم کریں گے۔

== ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ: اِیْ ذٰلِكَ یَوْمُ اِبْتِدَاءِ الْخُلُوْدِ۔ یہ بقا و خلد کی ابتداء کا دن ہو اس دن سے تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہو گے۔

۵۰: ۳۵ = مَا يَشَاءُوْنَ مَا مَوْصُوْلٌ۔ كَيْشَاءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب صلہ۔ مَشِيَّةٌ (باب فَعَّ) مصدر وہ چاہتے ہیں یا وہ چاہیں گے۔

== فِيْهَا اِیْ فِی الْجَنَّةِ۔ جنت میں۔

== وَلَدًا یُّنَا مَزِیْدًا: داوِ عاطف لَدُنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، مَزِیْدٌ زیادہ، زیادتی۔ زیادہ سے مصدر می۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ ہمارے پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

۵۰: ۳۶ = وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَوْنٍ، داوِ عاطف ہے۔ کَمْ دو طرح آتا ہے: ۱۔ سوالیہ۔ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار، کتنی تعداد کتنی دیر۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفعول منصوب

ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے کَمُ دِرْهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے قَالَ کَمُ لَبِثْتُ (۲: ۲۵۹) ای کہ زمانا لبثت۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔
۲۔ خبریہ۔ جو مقدار بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمُ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا: ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے کَمُ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا (۴: ۴) یا آیت ہذا۔ کَمُ مِّنْ قَرْيَةٍ کتنی ہی قوموں کو، بہت سی قوموں کو۔

= قَبْلَهُمْ میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مزج کفار مکہ یا قَوْمِكَ محذوف ہے؛
= قَرْيٍ ای قَوْمًا مقتربین فی زمن واحد۔ وہ لوگ جو ایک ہی زمانہ میں رہتے ہوں
قومیں۔ کَمُ مِّنْ قَرْيَةٍ بہت سی قوموں کو،
= هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ: هُمْ اَدْل سے مراد وہ قومیں جن کو اہل مکہ سے قبل ہلاک کیا گیا۔
اور هُمْ دوم سے مراد کفار مکہ ہیں۔ اَشَدُّ اَفْعَل التفخیل کا صیغہ، بہت سخت، بہت طاقتور
بہت بڑھکر۔

= بَطْشًا: از روئے طاقت و سختی و قوت، اسم تمیز ہے۔
= نَقَبُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَنْقِيبُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ بمعنی گھومنا۔ گشت لگانا۔
نَقَبَ مصدر باب نصر دیوار میں سوراخ کرنا۔ نقابة لباب نصر مصدر سے فی کے صلہ
کے ساتھ۔ گھومنا۔ چکر لگانا۔

فَنَقَبُوا فِي الْبِلَادِ۔ سار دانی الارض و طوفوا فیہا حذر الموت، موت
سے بچنے کے لئے ملکوں میں گھومتے رہے اور چکر لگاتے رہے ف تَعْقِيبُ کے لئے ہے
= هَلْ مِنْ مَّحِيصٍ: هَلْ استقامیہ انکاریہ ہے مَحِيصٍ اسم ظرف مکان۔
پناہ گاہ۔ کیا عذاب الہی سے انہیں کوئی پناہ ملی۔ ۹۔

۵۰: ۳۷ = ذَلِكَ۔ اشارہ ہے ان کے ہلاک ہونے کی طرف۔ یا جو مضمون اس سورت میں
بیان ہوا ہے اس کی طرف۔

= لَذِكْرِي۔ لام تحقیق کے لئے ہے۔ ذِکْرِي پند و نصیحت، عبرت۔
= قَلْبٌ، سے مراد یہاں قلب سلیم ہے۔ جو حقائق پر غور کرے اور صرف سطحی نظر سے نہ دیکھے
پھر غور کے بعد اس سے نصیحت پکڑے۔

= اَلْقَى السَّمْعَ۔ اَلْقَى ماضی واحد مذکر غائب اِلْقَاءُ اَفْعَالُ مصدر اس نے ڈالا۔

اَلْقَى السَّمْعَ: ای اصغی الی ما یتلی علیہ من الوحی - جو وحی اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنتا ہے، گوش ہوش سے سنتا ہے۔

== وَهُوَ شَهِيدٌ: ای حاضر بذہنہ لیفہد معاینہ اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے تاکہ اس کے معانی سمجھ سکے (ربضادی)

یہ سورت اس شخص کے لئے عبرت و موعظت ہے جس کے پاس قلب سلیم ہو یا قرآن کو بخوش قلب سنے۔ یا شہید یعنی شاہد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل اس کی گواہی دے اور تصدیق کرے۔ ظاہر قرآن سے نصیحت اندوز ہو اور اس کی تنبیہات سے اثر پذیر ہو (تفسیر مظہری)

۵۰: ۳۸ = مَا مَسَّنَا: مَا نَفَى كَلْبًا مَسَّنَا مِسَّ فَعْل مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ مَسَّ (باب نصر) مصدر سے دکھ پہنچانا۔ لاحق ہونا۔ لگ جانا۔ چھو جانا۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ اس نے ہم کو نہیں چھوا۔ وہ ہم کو نہیں پہنچا۔

== لُغُوبٌ: مصدر۔ تھکنا۔ نیز اسم مصدر۔ تھکان، لغب (باب فتح) سَمِعَ، کَرَمَ، یعنی سخت تھک گیا۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوئی۔
۵۰: ۳۹ = سَبَّحْ اَمْرًا صَيْغَةً وَاحِدَةً مَذْكُورَةً حَاضِرَةً تَسْبِيحٌ (تفعیل) مصدر۔ تو تسبیح کر، تو پا کی بیا کر، تو عبادت کر،

== بِحَمْدِ رَبِّكَ: ب حرف جار حَمْدٌ مجرور۔ مضاف رَبِّكَ مضاف الیہ مل کر حمد کا مضاف الیہ، اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی پاکی بیان کر)
== قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ: طُلُوعِ الشَّمْسِ مضاف مضاف الیہ مل کر قَبْلَ کا مضاف الیہ سورج کے طلوع سے قبل۔ قَبْلَ بوجہ ظرفیت (مفعول فیہ) منصوب ہے۔

== وَقَبْلَ الْغُرُوبِ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَسَبَّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ الْغُرُوبِ: اور تسبیح کر اپنے رب کی غروب آفتاب سے پہلے۔ ترکیب جملہ سابقہ کے مطابق۔

۵۰: ۴۰ = وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ: وَمِنَ اللَّيْلِ مفعول فیہ ہے مِنْ تَبْعِيضُهُ مِنَ اللَّيْلِ مفعول فیہ ہے فعل محذوف کا۔ ای وَسَبِّحْهُ مِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ اور رات کے کچھ وقت میں بھی اس کی پاکی بیان کر۔ پس اس کی پاکی بیان کر۔

== وَادْبَارِ السُّجُودِ: ای وَسَبِّحْهُ اَدْبَارَ السُّجُودِ۔ اَدْبَارَ فعل محذوف سبجہ کا مفعول فیہ ہے دُبُرُ کی جمع بمعنی پیٹیں۔ پیچھے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور سجدوں (نمازوں) کے بعد بھی اس کی تسبیح کر۔

فَائِدَة: آیات ۳۹: ۴۰ میں تَبِيع سے مراد نماز پڑھنا ہے تَبِيع قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے تَبِيع قبل الغروب سے مراد نماز ظہر و عصر ہے مِنَ اللَّيْلِ سے مراد نماز مغرب و عشاء ہے اور اَذْبَارَ الشُّجُود سے مراد نوافل ہیں جو فرض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

۵۰: ۴۱ = اِسْتَمِعْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتَمَاع (افتعال) مصدر۔ تَوَسَّنْ۔ تو کان لگا کر سُن، کا مفعول المِستَمِع لَمَّا (جس کو سنا جائے) محذوف ہے اِی اِسْتَمِع نداء العنادی۔ ایک منادی کرنے والے کی نداء (پکار) کو سُن، یہ خطاب عام ہے اور ہر سُننے والے کو فور سے سُننے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔

= یَوْمَ: جس دن۔ منسوب بوجہ مفعول غیر، یُنَادِ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر سے۔ وہ پکارتے گا۔ الْمُتَنَادِ اسم فاعل واحد مذکر: نداءً باب نصر۔ اصل میں یہ العنادی تھا۔ یاد کو بحالت رفع ساقط کر دیا گیا۔ منادی کرنے والا۔ نداءً کر نیوالا۔ پکارنے والا۔ ترجمہ ہوگا: (اے مخاطبین) گوشِ ہوش سے سنو، پکارنے والے کی نداء کو جس دن وہ قریب سے پکاریگا یعنی ہر ایک سُننے والا یوں محسوس کریگا اور اس طرح صاف طور پر آواز کو سُننے گا گویا پکارنے والا کسی قریب مکان سے پکار رہا ہے۔

مینظر اس دن کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور مرنے والے قبروں سے زندہ ہو کر اللہ کھڑے ہوں گے۔

۵۰: ۴۲ = یَوْمَ لَیْسَمَعُونَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ۔ یَوْمَ لَیْسَمَعُونَ بدل ہے یَوْمَ یُنَادِی سے۔ الصَّیْحَةُ۔ چیخ۔ کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔ صَیْحَةٌ بُرُوزَن فَعْلَةٌ یہ صیاح کے ایک مرتبہ وقوع میں آنے کو بتاتا ہے اور صیاح صوتِ شدید (سخت عذاب) کو کہتے ہیں۔ یہاں الصیحة سے مراد حضرت اسرافیل کی آواز یا وہ آواز جو اُن کے صور پھونکنے سے پیدا ہوگی مراد ہے۔

= بِالْحَقِّ۔ بِالْیَقِینِ: یعنی جس دن سب لوگ یقینی طور پر آوازِ حشر سُن لیں گے اور انہیں کوئی شک و شبہ نہیں رہیگا کہ یہ واقعی آوازِ حشر ہے۔

= ذَٰلِكَ۔ اِی ذَٰلِكَ الْیَوْمِ۔ وہ دن۔

= یَوْمَ الْخُرُوجِ: مضاف مضاف الیہ، (قبروں سے) باہر نکل آنے کا دن، یوم قیامت کا نام ہے۔

۵۰: ۴۳ = الْمَصِیْرُ، اسم ظرف و مصدر بھی۔ لوٹنے کی جگہ، لوٹنا۔ صَارَ یَصِیْرُ سے

۵: ۴۴ = یَوْمَ تَشَقُّ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: یہ یَوْمَ یُنَادِی سے بدل ہے وہ دن جب ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی۔ تشقق مضارع واحد مؤنث غائب تَشَقَّقُ (تفعّل) مصدر سے۔ بمعنی پھٹ جانا۔ شکافتہ ہونا۔ اصل میں تَشَقَّقُ تھا۔ ایک تار کو حذف کر دیا گیا ہے۔ وہ پھٹ جائے گی۔ یعنی زمین پھٹ جائے گی۔

سِرَاعًا۔ ہو حال من الضمیر المحرور فی قولہ: عَنْهُمْ: ای تشقق الارض عنهم فی حال كونهم مسرعین الی الداعی دھوا الملك الذی ینفخ فی الصور: یدعو الناس الی الحساب والجنواء۔ اور یہ عنہم میں ضمیر مجرور ہُم سے حال ہے۔ مطلب یہ کہ زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی۔ درآن حالیکہ وہ پکارتے والے کی طرف تیز تیز بھاگ رہے ہوں گے۔ اور وہ پکارتے والا فرشتہ ہوگا جو صور پھونکے گا۔ اور لوگوں کو حساب و کتاب اور جزاء و سزا کے لئے پکارے گا۔ (اضواء البیان)

= قیامت کے روز لوگوں کا قبروں سے نکلنا اور محشر کی طرف تیز تیز دوڑنے کے متعلق قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جیسے یَوْمَ یُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا کَاثَرُہُمْ اِلٰی نَصِیْبٍ یُّوْفِیْضُوْنَ (۴۳: ۷۰) اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح دوڑیں گے جیسے) شکاری، شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ، دوڑتے ہوئے، جلدی کرتے ہوئے سِرِیْعٍ کی جمع جو کہ سُرْعَةٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی جلدی کرنا کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

= ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا لَیْسَیْرٌ۔ ای ذٰلِكَ عَلَیْنَا حَشْرٌ لَیْسَیْرٌ: اِسْم اشارہ مراد اس کے یہ یک دم سب کا قبروں سے زندہ ہو کر نکل آنا ہے۔ عَلَیْنَا ہمارے لئے حَشْرٌ لَیْسَیْرٌ موصوف و صفت حَشْرٌ لوگوں کا اکٹھا کرنا حَشْرٌ یُحْشَرُ (باب نصر) کا مصدر ہے لَیْسَیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر لَیْسَیْرٌ مادہ۔ آسان، سہل، ترجمہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے۔

عَلَیْنَا کا ذکر لَیْسَیْرٌ سے پہلے اظہار خصوصیت کے لئے ہے حَشْرٌ اموات اسی کے لئے آسان ہو سکتا ہے جو بذاتِ خود عالم و قادر ہو۔ اور کسی کام میں مشغولیت دوسرے کاموں سے اس کو غافل نہ بنا سکے اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

۵: ۴۵ = اَعْلَمُ خُوب جَانِّی وَالَا۔ علم سے افعّل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= جَبَّارٌ۔ سرکش، جبر کرنے والا۔ زبردست دباؤ والا۔ جبر سے مبالغہ کا صیغہ خدا تعالیٰ

کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے مَا أَنْتَ عَلَيَّكُمْ بِجَبَّارٍ۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں
 = فَذَكِّرْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَنْذِيرٌ كَثِيرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو یاد دلا، تو سمجھا
 تو نصیحت کر، بِالْقُرْآنِ قرآن کے ذریعے سے۔

= مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ۔ مَنْ موصولہ یَخَافُ وَعِيدِ صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ
 مل کر مفعول تدکیر کا۔

يَخَافُ مضارع واحد مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ ڈرتا ہے۔ وَعِيدِ
 مصدر مضاف مجرور، اصل میں وَعِيدِی تھا۔ میرا عذاب، میری طرف سے ڈراوا۔

ترجمہ: آپ نصیحت کرتے رہتے اس قرآن سے ہر اس شخص کو جو میرے عذاب سے

ڈرتا ہے :-

— — — — —

— — — — —

— — — — —

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵۱) سُوْرَةُ الذَّارِیَّتِ هِکِیَّت (۶۰)

۵۱:۱ = وَالذَّارِیَّتِ ذَرُّوْا۔ واو قسمیہ ہے جملہ قسمیہ ہے۔ ذَرُّوْا باب نصر مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مونث ہے۔ ذَرُّوْا بمعنی اڑنا۔ اڑانا۔ چراگندہ کرنا۔ جدا کرنا بکھیرنا۔ الذَّارِیَّتِ ای الریاح الی تذویر التراب..... ہوائیں جو مٹی یا بادلوں وغیرہ کو ادھر ادھر اڑاتی ہیں۔ ذَرُّوْا ہوا کی صفات میں سے مشہور صفت ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذُرُّوْهُ الرِّیَّاحُ (۱۸: ۲۵) پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اٹھاتی پھرتی ہیں۔ ذَرُّوْا مفعول مطلق۔

بعض کے نزدیک الذَّارِیَّت سے مراد عورتیں یا ملائکہ اور دوسرے (سمادی یا ارضی) اسباب ہیں جو روئے زمین پر مخلوق کو پھیلاتے ہیں۔
ترجمہ ہوگا: قسم ہے بکھیرنے والیوں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں۔ یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو خاک وغیرہ اڑاتی ہیں۔

۵۱:۲ = فَالْحَمِلَتِ وِقْرًا: ف عاطفہ ہے اَلْحَمِلَتِ اٹھانے والیاں۔ الحاملۃ کی جمع ہے حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مونث ہے معطوف ہے اس کا عطف الذَّارِیَّت پر ہے، اس سے قبل واو قسمیہ قدرہ ہے وِقْرًا قائم مقام مصدر کے ہے۔ جیسے کہتے ہیں ضَرَبْنَا سَوْطًا۔ یا مفعول پر ہے۔ وِقْرًا بمعنی بوجھ۔

اضواء البیان میں ہے۔

وِقْرًا۔ ای ثَقْلًا من الماء یعنی پانی کا بوجھ: اس معنی کے لحاظ سے الحملت وِقْرًا (پانی کا بوجھ اٹھانے والیاں) سے مراد سحاب یعنی بادل ہے۔ قرآن مجید میں بادلوں کی صفت الثِّقَالُ۔ (بوجھل۔ ثقیل کی جمع) بیان فرمائی گئی ہے جیسے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳: ۱۲) اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ ترجمہ: پھر قسم ہے ان بادلوں کی جو بارش کے پانی کا بوجھ

مراد ملائکہ ہیں جو ان خدمات پر مامور ہیں

۵:۵۱ = اِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل حرف تحقیق ہے بمعنی تحقیق بے شک، یقیناً۔ مَا مَوْصُولٌ۔ تَوْعَدُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ وَعَدٌ (باب ضرب) مصدر صلد۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَصَادِقٌ لام تاکید صَادِقٌ سچا۔ صِدْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے۔ یہ آیت جواب قسم ہے۔

۵۱:۶ = وَاِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الدِّينِ اسم اِنَّ۔ لَوَاقِعٌ اِنَّ کی خبر، الدِّينَ منصوب بوجہ اسم اِنَّ۔ دَانَ يَدِينُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی جزا و سزا۔ شریعت۔ حکم مانتا۔ اطاعت کرنا۔ مگر اس کا استعمال اطاعت اور شریعت کی پابندی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور بے شک اعمال کی جزا و سزا واقع ہو کر رہے گی۔

۵۱:۷ = وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ: داؤد قسم کی ہے السَّمَاءِ منصوب بوجہ عمل داؤد قسمی موصوف ذَاتِ الْحُبُكِ مضاف مضاف الیہ مل کر نسبت السَّمَاءِ کی۔ نسیم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں: حُبُكُ جمع ہے حَبَاكُ کی جیسے مِثَالُ کی جمع مُثَلٌّ ہے بمعنی ریت کے ٹیلے کا راستہ، یَا حَبِيكَةً کی جیسے طریقت کی جمع طُرُقٌ ہے بمعنی ستاروں کے درمیان کا راستہ بیخداوی نے اس کا مطلب لیا ہے۔

ذات الطرائق والمراد اما الطرائق المحسوسة التي هي مسير الكواكب او المعقولة التي يسلكها النظار وتوصل بها الى المعارف۔ راہوں والا۔ راہوں سے مراد ہیں محسوس راستے، یعنی ستاروں کی گذرگاہ یا عقلی راستے جس پر اہل بصیرت چل کر معرفت کے مقام پر پہنچتے ہیں۔

۵۱:۸ = اِنَّكُمْ كَفَّارٌ مَّكَوْخٌ: اِنَّكُمْ کفار مکد کو خطاب ہے۔

= اِنِّیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ: لام تحقیق کے لئے۔ فِیْ حُرُوفٍ جَارِ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ موصوف وصف مل کر مجبور۔ تحقیق تم قیامت کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یا قرآن کے بارے میں مختلف اقوال کہتے ہو۔ کوئی قیامت کے آنے میں شک کرتا ہے کوئی اس کو محال خیال کرتا، کوئی اس سے بالکل انکار کرتا ہے، کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتا ہے کوئی جادوگر کہتا ہے اور کوئی دیوانہ خیال کرتا ہے۔ اور کوئی قرآن مجید کو داستانِ پارہ بتاتا ہے کوئی اسے غود ساختہ بتاتا ہے۔

۵۱:۹ = یُوَفِّكَ عَنْهُ مَنْ أَفْكَ۔ یُوَفِّكَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِفْكَ (باب ضرب)

مصدر۔ وہ پھیرا جاتا ہے وہ بھسکایا جاتا ہے۔ عَنْهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یا قرآن مجید کی طرف، مَنْ موصولہ اُفک ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پھیرا گیا۔ صاحب قاموس کہتے ہیں۔ رجل مَأْفُوكٌ مصروف عن الحق الی الباطل: یعنی جو شخص حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اسے مافوک کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب ہو گا کہ۔

جو شخص حق قبول کرنے سے منہ موڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دستگیری نہیں کرتی اور اُسے گمراہی کی ڈگر پر دوڑنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۵۱: ۱۰ = قَتَلَ الْخَرَّاصُونَ - خَرَّاصُونَ: اٹکل دوڑانے والے۔ جھوٹ بکنے والے، خَرَّاصٌ (رباب نصر) مصدر ہے: مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے خواص واحد - الخرص - پھلوں کا اندازہ لگانا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خرص کہتے ہیں۔ جو یعنی مخروص ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خَرَّاصٌ بمعنی کِذِّبٌ بھی آتا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ (۲: ۴۳) اِلَّا يَخْرُصُونَ (یہ تو صرف انگلیں دوڑاتے ہیں) میں بعض نے کہا ہے کہ يَخْرُصُونَ بمعنی یکذبون ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ چنانچہ آیت زیر مطالعہ کے معنی۔ اٹکل کرنے والے ہلاک ہوں، اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو، یا جھوٹے ہلاک ہو جائیں، آئے ہیں۔ (کفار کے لئے بد دعا ہے)

۵۱: ۱۱ = الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ - الَّذِينَ اسم موصول۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔ غَمْرَةٌ غَمْرٌ کا اصلی معنی کسی چیز کے اثر و نشان کو مٹا دینا ہے۔ کثیر بانی کو بھی غمر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنی بہنے کی جگہ کو چھپا دیتا ہے۔ جو حکم جہالت بھی جاہل کو بالکل ڈھانپ دیتی ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے اسے اوجھل کر دیتی ہے اس لئے اسے بھی غمرہ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَذَرَهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ (۵۴: ۱۳) تو ان کو ان کی غفلت میں ہی رہنے دے۔

غَمْرَات کے معنی شدائد اور سختیاں بھی ہے کیونکہ وہ بھی انسان پر ہجوم کر کے اسے بدحواس کر دیتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ (۹۳: ۶) (جب) موت کی سختیوں = سَاهُونَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ سَاهُوَ بَاب نصر) مصدر بمعنی غافل ہونا۔ سَاهُونَ بے خبر، غافل، بھولنے والے۔ سَاهُونَ اصل میں سَاهِيُونَ تھا (برونن فاعلون) سی مضمر ماقبل مکسور صمدی پر ثقیل ہوا۔ نقل کر کے ماقبل کو دیا۔ اب داؤ اور سی دو ساکن جمع ہوئے کی کو حذف کر دیا۔

امام راغب لکھتے ہیں۔ غفلت سے جو خطا ہوا اسے سہو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ انسان سے ایسی چیزیں سرزد ہوں جو اس خطا کو کھیچتی اور پیدا کرتی ہیں جیسے دیوانہ کسی انسان کو گالی دے۔ دوسرے یہ کہ اس سے ایسی چیزیں سرزد ہوں جو اس خطا کو پیدا کرتی ہیں جیسے وہ شخص جس نے شراب پی اور پھر اس سے کوئی بُرائی بغیر اس بُرائی کے ارادہ کئے ظہور میں آئی۔ تو پہلی خطا تو اس کو معاف ہے اور دوسری پر ماخوذ ہوگا۔ اور دوسری طرح کی خطا پر حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ جیسے آیت نداء۔ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ: یا۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (۵: ۱۰۷)۔ پہلی آیت کا ترجمہ۔ غفلت میں بھول رہے ہیں۔ دوسری آیت کا ترجمہ۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

۵۱: ۱۲ = يَسْكُونُ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَوَّال (باب فتح) مصدر۔ وہ پوچھتے ہیں۔ (طلب علم کے لئے نہیں بلکہ بطور استہزار)

= آيَاتٍ: کب، (متنی کے معنی کے قریب) کسی نئے کا وقت دریافت کرنے کے لئے آتے بعض لوگ اس کی اصل آئی آوانِ بمعنی کو نئے وقت بتاتے ہیں الف کو حذف کر کے واؤ کو یا رکھا گیا پھر ی کو ی میں ادغام کر دیا۔ آيَاتٍ ہو گیا۔

= يَوْمُ الدِّينِ۔ مضاف مضاف الیہ، جزا و سزا کا دن، قیامت کا دن۔

۵۱: ۱۳ = يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ۔ ای قیل لہم جواباً یقع یوم الدین یوم ہم علی النار یُفْتَنُونَ: جواباً ان سے کہا جائے گا۔ یَوْمُ الدِّین (روز جزا) اس دن واقع ہوگا (یا وہ دن ہوگا) جس دن وہ آگ پر پائے جائیں گے: یَوْمَ بوجہ مفعول فیہ منصوب ہے = یُفْتَنُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب فتنَ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی عذاب دینا دکھ دینا۔ اَزْمَاشٍ میں ڈالنا۔

عرب کہتے ہیں فتنۃ الذَّہَبِ ای اَحْرَقْتَهُ لِتُخْتَبِرَهُ یعنی جب تو سونے کو پرکھنے کے لئے آگ میں جلاتے تو کہا جاتا ہے فتنۃ الذَّہَبِ۔ آیت میں یُفْتَنُونَ اسی معنی میں مستعمل ہے یعنی جس روز انہیں آگ میں پتایا جائے گا۔

۵۱: ۱۴ = ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ: ذُوقُوا امر جمع مذکر حاضر۔ ذُوق (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو

فِتْنَتُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ فتنَ مصدر۔ اگرچہ بمعنی سونے کو آگ میں اس کا کھوٹا کھرا معلوم کرنے کے لئے گھلانا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ المصدر) اور اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت نداء میں فِتْنَتُكُمْ: تمہاری شرارت کا مزہ، یعنی عذاب کا مزہ۔ اپنے عذاب کا مزہ چکھو

هَذَا الَّذِي فِي هَذَا كَاثَرٌ عَذَابٍ (فتنہ) کی طرف اشارہ ہے۔

== کُنْتُمْ تَسْتَعْجِلُونَ : ماضی استمراری جمع مذکر جانر استعجال (استفعال) مصدر کسی چیز کا جلدی ہونے کی چاہت کرنا۔ یہ میں و ضمیر واحد مذکر غائب اس چیز کے لئے ہے جس کا جلدی ہونا وہ چاہا کرتے تھے یعنی عذاب۔

ترجمہ ہوگا۔ یہی ہے وہ جزاء و سزا جس کے لئے تم عجلہ کی مچایا کرتے تھے۔

۵۱: ۱۵ = اور پر منکرین کا مال بیان ہوا اب مومنین کے انعام و اکرام کا ذکر ہے :

== عِيُونٍ : جمع ہے عَيْنٌ کی بمعنی چشم یا چشمہ۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال ابھی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ گودہ بہت مختلف معانی میں مستعمل ہے

امام راغب کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں۔ اور دیگر معانی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں چشمہ کو جو عین کہتے ہیں وہ اسکی تشبیہ کی بنا پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطرات اشک ابلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے

۱۶: ۵۱ = اخْذَيْنِ مَا اَنْتُمْ رَاٰیْتُمْ بِجَهَنَّمَ جملہ حالیہ ہے دراصل حالیکہ وہ لے رہے ہوں گے جو ان کا پروردگار ان کو عطا کرے گا۔ اخْذَيْنِ اسم فاعل مسبقہ جمع مذکر منصوب اخْذِ بَابِ نَصْرٍ مصدر سے۔ لینے والے۔ مَا موصولہ۔ اَنْتُمْ رَاٰیْتُمْ اس کا صیغہ۔ موسول اور سلسلہ مل کر اخْذَيْنِ کا مفعول۔

== قَبْلَ ذٰلِكَ اٰیٰتِیْ الدِّیْنِ

== مَحْسِنِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر احسان (افعال) مصدر۔ فرغیہ سے زیادہ ادا کرنے والے بر قسم کی خوبی پیدا کرنے والے۔

اعمال میں احسان و دھرم کا بدلتا ہے

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا۔ اور اپنے حق سے کم لینا۔

۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی دین سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان بمعنی ۱ کے مفعول بہ الی یا بار آتا ہے جیسے اَحْسِنِ اِلٰی ذٰلِکَ زید سے کہہ دیا کر

اور بالوالدین احساناً ۶۱: ۵۱، ماں باپ اچھا سلوک کرو

اور احسان بمعنی ۲ مفعول بہ بنفسہ ہے مفعول پر کوئی حرف جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ اچھی

طرح سے وضو کر۔ یہ آیت متین کی صفت میں ہے

۵۱:۱ = کَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ : قَلِيلًا ظرفیت کی وجہ سے منصوبہ
 بمعنی تھوڑا حصہ۔ مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے ای کَانُوا یہجعون قلیلًا من الیل وہ رات
 کا تھوڑا حصہ سویا کرتے تھے۔ (یعنی رات کا اکثر حصہ جاگ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے)۔ کَانُوا
 یہجعون۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اور یہجعون مضارع جمع مذکر غائب۔ هَجَوْا
 (بلسبفتح) مصدر بمعنی رات کو سونا۔ هَاجَمُ رات کو سونے والا۔ یہ جملہ تعریف ہے العتقین کی۔
 ۵۱:۱۸۔ اَسْحَارٍ : سَحَرٌ کی جمع ہے صبح کا وقت۔ صبح کے اوقات

هُمْ ضمیر محسنین کے لئے ہے یَسْتَغْفِرُونَ، مضارع جمع مذکر غائب، استغفار (استفعال)
 مصدر وہ معافی مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی العتقین کی صفت ہے۔

۵۱:۱۹ = فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ : یہ چوتھی صفت ہے العتقین کی۔
 داؤد عاطفہ ہے۔ أَمْوَالِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مال میں، سائل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر
 سُؤَالَ (باب فتح، مصدر۔ مانگنے والا سوال کرنے والا۔

الْمَحْرُومِ : اسم مفعول واحد مذکر وہ مسلمان رشتہ دار، جس کا میراث سے حصہ نہ نکلتا ہو۔ بد نصیبی
 کی وجہ سے نادار۔ تنگ دست جس کی کمائی نہ ہو۔ سوال نہ کرنے والا۔ جیسا سے نہ مانگنے والا۔ جس کو
 جیانی سوال سے روک دیا ہو۔

مادہ حرم کے لئے روک، منع، بازداشت کا مفہوم لازم ہے۔ تمام مشتقات میں
 یہ مفہوم مشترک ہے کُرُم سے لازم اور ضَرَب سے متعدی۔ اور سَمِع سے کبھی لازم اور کبھی متعدی۔
 کتاب ہے۔

زید بن اسلم نے کہا کہ محروم سے وہ شخص مراد ہے جس کے (باعضوں کے) پھلوں پر یا کھیتی پر
 یا موشیوں کے بچوں پر کوئی (آسمانی یا زمینی) آفت آگئی ہو۔ (اور باغ کھیت یا جانور تباہ ہو گئے ہوں)
 محمد بن کعب قرظی نے بھی یہی کہا اور اس معنی کے ثبوت میں آیت اِنَّا لَمُعْرِضُونَ بَلْ نَحْنُ
 مَخْرُودُونَ۔ (۵۶: ۶۶-۶۷) پڑھی۔

۵۱:۲ = اَلْمُؤَقِّنِينَ : اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور اِيقَانُ (افعال) مصدر۔ اہل ایمان
 اہل توحید۔ اہل یقین، یقین کرنے والے۔ ی ق ن حروف مادہ۔

۵۱:۲۱ = وَفِي أَلْفُسُكُمُ دَاوُدَ عَاطِلًا : جملہ کا عطف فی الْأَرْضِ ایت پر ہے۔ اور غور
 تمہاری ذات میں بھی (اللہ کی نشانیاں ہیں)۔

= اَفَلَا تَبْصُرُونَ : اُ استفہامیہ ہے ف عاطفہ کا عطف محذوف پر ہے ای اَلَا تَنْظُرُونَ

فَلَا تَبْصُرُونَ (یعنی البصیرۃ) کیا تم نہیں دیکھتے ہو اور پھر کیا تم چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے ہو
 ۵۱: ۲۲ = وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ - اور تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ یعنی اس کی تقدیر (اس کی
 تقسیم و مقدار مقرر کرنا) اور تعین (معین کرنا۔ کوٹہ مقرر کرنا۔ الاٹ کرنا) آسمان پر ہوتی ہے۔ آسمان سے
 مراد اوپر کی جہت جس سے مقصود تقدیر و مشیت الہی ہے۔ تقدیری باتوں اور مشیتی اسباب کو آسمانی
 کہا کرتے ہیں۔ شرف و فوقیت کے لحاظ سے۔

= وَ مَا تُوعَدُونَ : وَ اَوْ عَاطِفٌ، مَا تُوعَدُونَ موصول و صلہ مل کر جملہ معطوف ہے
 جس کا عطف رِزْقُكُمْ پر ہے یعنی جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جنت و دوزخ، خیر و شر
 سب ادھر سے ہے۔

۵۱: ۲۳ = فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ : ف عطف اور ترتیب کے لئے ہے وَ اَوْ قِسْمِہ
 رَبِّ السَّمَاءِ مضاف مضاف الیہ وَ اَوْ عَاطِفٌ، الْاَرْضِ معطوف جس کا عطف السَّمَاءِ پر ہے
 پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی۔

= رَاقِعٌ میں ضمیر واحد مذکر غائب کے مرجع کی بابت مختلف اقوال ہیں۔

یہ جو کچھ اور بیان ہوا۔ یعنی قیامت، عذاب و ثواب، رزق وعدہ و عید، وغیرہ ہو سکتا ہے۔
 یا اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید۔ یا دین۔ یا جو کچھ ابتداء
 سورت سے یہاں تک مذکور ہوا۔

= لَحَقَّ : لَام تائید کا۔ حَقَّ (ای ما ذکرناہ من اول السورۃ الی ہذا الحق) جو کچھ
 ہم نے ابتداء سورۃ سے یہاں تک بیان کیا ہے سچ ہے۔

= مِثْلَ : طَرَحَ - مَا مَوْصُولَہ - اَنْتُمْ تَنْطِقُونَ - جملہ ما موصولہ کا صلہ۔ تَنْطِقُونَ
 مضارع کا صغیر جمع مذکر حاضر، نَطَقَ (باب ضرب) مصدر۔ تم بولتے ہو۔

بعینہ اسی طرح جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔ پس پروردگار آسمان و زمین کی قسم یہ بات
 ایسے ہی حق ہے جس طرح کہ تمہارا بولنا۔

۵۱: ۲۴ = هَلْ اَشْكُ - هَلْ استفہامیہ اتی ماضی واحد مذکر غائب اِشْكُ (باب
 ضرب) مصدر۔ لَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کیا تیرے پاس آئی۔ کیا تیرے پاس پہنچی۔

= حَدِيثُ ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ : حَدِيثُ بات، خبر، قصہ، مضاف ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ
 مضاف مضاف الیہ مل کر، مضاف الیہ حدیث کا۔ (حضرت) ابراہیم کے مہانوں کو خبر۔

ضَيْفِ اصل میں مصدر ہے لہذا واحد جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ مہانوں کی تعداد

زیادہ سے زیادہ گیارہ اور کم سے کم تین بتائی گئی ہے۔

== الْمُكْرَمِينَ : اسم مفعول جمع مذکر۔ كَرُمٌ (باب كَرُم) مصدر۔ بمعنی باعزت ہونا۔ شریف ہونا۔
المكرمین۔ معززین۔

۵۱:۲۵ = اِذْ۔ اسم ظرف زمان۔ جب۔

== فَقَالُوا: میں ف تعقیب کا ہے بمعنی تو۔

== سَلَامًا: مفعول مطلق ہے ای فَقَالُوا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ سَلَامًا۔ ہم آپ کو سلام عرض کرتے ہیں
== قَالَ سَلَامٌ: ای قال ابراہیم: وعلیکم سلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اُپا فرمایا
اور آپ پر بھی سلام ہو،

== قَوْمٌ مُّكَرُّونَ، موصوف و صفت مُّكَرُّونَ اسم مفعول جمع مذکر۔ نَكَرَ (باب سَمِع) مصدر۔ نا آشنا۔ غیر معروف، انجان، شناخت میں نہ آئے ہوئے۔
اس جملہ کی دو صورتیں ہیں۔

لہ
ایک یہ کہ یہ جملہ حضرت ابراہیم نے کہا دل میں کہ یہ لوگ اجنبی معلوم دیتے ہیں (لأنه عليه السلام قال في نفسه) دوم یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں سے دریافت کرنے کے لئے ان سے کہا ہو (قال لهم في التعرف انتم قوم منكرون) انہوں نے تعارف کیا کہا۔ آپ اجنبی معلوم دیتے ہیں جیسے ہم اجماع ملاقاتی سے کہہ لیتے ہیں کہ معاف کرنا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔

۵۱:۲۶ = فَرَاغَ اِلٰى اَهْلِهِ: ف عطف اور ترتیب کے لئے ہے سَلَاغَ ماضی واحد مذکر غائب۔ رَوَّغُ (باب نَصَر) مصدر بمعنی چپکے سے کسی چیز کی طرف ہونا۔ خفیہ داؤ گھات لگانا۔
یعنی وہ چپکے سے اپنے اہل خانہ کی طرف گیا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَيْمِ (۳۷:۹۱) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے گھات لگا کر ان کے بتوں کی طرف گئے۔

== فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ: ف ترتیب کی ہے۔ عِجْلٍ بچھڑا۔ گلے کا بچہ، موصوف سَمِينٍ: قرۃ، موٹا تازہ، سمین (باب سَمِع) مصدر سے بروزن فعیلین صفت مشبہ ہے اس کی جمع سمان ہے۔ صفت اپنے موصوف کی، موٹا تازہ بچھڑا لایا رکھنا ہوا

۵۱-۲۷ = فَقَرَّبَهُ اِلَيْهِمْ: ف عاطفہ ترتیب کا ہے قَرَّبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تقرب، تفعیل، مصدر پھر ان کے نزدیک کر دیا۔ یعنی ان کے قریب رکھ دیا۔ ۷ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب عجل سمین کے لئے ہے، اِكِيْهِمْ میں ھِمُ ضمیر جمع مذکر غائب

مہمانوں کے لئے ہے۔

== اَلَا تَأْكُلُوْنَ - ہمزہ استفہامیہ ہے لَا تَأْكُلُوْنَ مفارغ منفی جمع مذکر حاضر۔ اَكْلُ (باب نصر مصدر) آپ کھاتے کیوں نہیں۔

۵۱: ۲۸ == فَأَوْجَسَ : ف عاطفہ سببیہ ہے اَوْجَسَ ماضی واحد مذکر غائب، اِيجَاسٌ (افعال) مصدر بمعنی دل میں محسوس کرنا۔ قلب میں پوشیدہ آواز پانا۔ اس نے محسوس کیا۔

== خِيفَةً : خوف، ڈر، خاف یخاف کا مصدر ہے (باب فتح) بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔
== قَالُوا - یعنی مہمانوں نے کہا۔

== لَا تَخَفْ فعل ہی واحد مذکر حاضر خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ تو نہ ڈر۔ خوف مت کہا۔

== بَشَرُودُ۔ ماضی جمع مذکر غائب تبشیر (تفعیل) مصدر۔ خوش خبری دینا۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، جس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان مہمانوں نے حضرت ابراہیم کو خوشخبری دی۔

== يَغْلَامٍ عَلِيْمٍ، غلام علیم، موصوف و صفت۔ صاحب علم بیٹے کی۔

فائدہ ۴ : قبائلی زندگی میں ایک دستور تھا کہ اگر مہمان ضیافت قبول کر لیتا۔ تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے لیکن اگر وہ کھانا کھانے سے انکار کر دے تو سمجھ لیا جاتا کہ کسی بُری نیت سے یہاں آیا ہے۔ جب فرشتوں نے کھانا کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گونہ خوف، خدشہ محسوس ہونے لگا۔

مہمانوں نے صورتِ حال بھانپ لی اور میزبان کی تسلی کے لئے کہا کہ خوف مت کما ئے ہم اللہ کے فرستادہ ہیں اور حضرت لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے حضرت ابراہیم کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی خداوند کریم کی طرف سے یہ یہ فرزند ارجمند جو خدا نے عنایت فرمایا حضرت اسحق علیہ السلام تھے۔

۵۱: ۲۹ == اَقْبَلْتَ - ماضی واحد مونث غائب۔ اقبال (افعال) مصدر۔ وہ سامنے آئی وہ متوجہ ہوئی۔ اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں۔

اول یہ کہ حضرت سارہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ) قریب کسی جگہ ایسے زاویہ میں بیٹھی تھیں جہاں سے وہ مہمانوں کی نظر سے توادھل سکتی تھیں لیکن ان کی گفتگو سن رہی تھیں بیٹے کی بشارت پر وہ سامنے آئیں یا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ دوم یہ کہ وہ وہیں پاس ہی تھیں بیٹے کی بشارت پر

مہمانوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سورۃ ہود (۱۱: ۶۹ تا ۷۶) میں یہ واقعہ تفصیل سے آیا ہے آیت (۱۱: ۷۱) میں ہے وَأَمْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحَكْتُ.... اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی۔ اس صورت میں اَقْبَلْتُ فِي صَوْتَةٍ کے معنی ہوں گے وہ لگی چلانے جیسا کہ جانا ہے اقبل لیتھنی وہ مجھے گالیاں دینے لگا۔

== اِمْرَاتُهُ: اس کی عورت، اس کی زوجہ، اس کی بیوی۔ مراد اس سے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم ہیں۔

== فِي صَوْتَةٍ - ص ۱۱ مادہ - ہر دو باب نصر، مصدر صَوْتُ، باب ضرب صَوْتُ و صَوِيْرُ سے ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی انسانوں کی جماعت جو باہم مل جل رہی ہوگی یا وہ کسی تکبیلی میں بلند دینے گئے ہوں۔ لیکن یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں۔ دوسری صورت میں اس کے معنی ہیں چیخ۔ شدت الصوت، اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

سورۃ ہود (۱۱-۷۱) میں اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ وَأَمْرَاتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحَكْتُ اور اس کی بی بی (جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی۔ یہاں فِي صَوْتَةٍ آیا ہے چیختی ہوئی آئی۔ مطلب چیخ سے شدت الصوت ہے۔ یہ دونوں صورتیں متضاد نہیں ہیں۔ حضرت سارہ کو اپنی ضعیف العمری اور بانجھ پن کا شدت سے احساس تھا اس کی عمر اس وقت ۹۰ سال کی بیان ہوئی ہے جب انہوں نے بیٹے کی خوشخبری سنی۔ تو فرحت و انبساط کا احساس بھی اتنا ہی شدید تھا۔ ان دونوں حساس کی موجودگی میں مافی الضمیر کا اظہار کچھ ایسی ہی صورت میں ہو سکتا ہے جس میں ہنسی خوشی اور شدت الصوت کا آمیزہ ہو۔ لہذا یہاں فِي صَوْتَةٍ کا معنی بولتی، پکارتی جو مولانا اشرف علی تھانوی نے اختیار کیا ہے زیادہ صحیح صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں۔

صَوْتَةٍ کے معنی ہیں آواز اور چیخ کے، مگر مراد کھل کھلا کر ہنسا ہے۔

فِي صَوْتَةٍ الجار والمجرور موضع حال میں ہے۔

== فَصَلْتُ: ف عاطفہ وترتیب کے لئے ہے صَلْتُ ماضی واحد مؤنث غائب صَلْتُ دباب نصر مصدر بمعنی کوٹنا۔ زور زور سے پیٹنا۔ اس نے پیٹ لیا۔

وَجْهَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَجْهٌ چہرہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اپنا چہرہ، اور اپنا چہرہ پیٹ لیا۔

== وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ: واو عاطفہ قَالَتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ عَجُوزٌ عَقِيمٌ۔ معطوف علیہ معطوف تقدیر کلام ہے وَقَالَتْ اَنَا عَجُوزٌ وَعَقِيمٌ۔

عَجُوزٌ: بڑھیا۔ عجز الالسان: انسان کا پھیلا حصہ تشبیہ کے طور پر ہر چیز کے پھیلے حصے کو عجز کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کَاٰتٰهُمُ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۵۴: ۲۰) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔

عجز کے اصل معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونا کہ میں جبکہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے عاجز رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ القُدْرۃ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے اعجزت ان اکون مثل هذا الغراب (۵: ۳۱) مجھ سے ایسا بھی، اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کو بے کے برابر ہوتا۔

بڑھیا کو عجز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے عجز کی جمع عجاۓز اور عجوبے۔

عَقِيْمٌ (ع ق م) مادہ، العقم اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ محاورہ ہے عَقِمَتْ مَفَاصِدُ اس کے جوڑ خشک ہو گئے۔

العقیم: (بانجھ) وہ عورت جو مرد کا مادہ قبول نہ کرے چنانچہ کہا جاتا ہے عَقِمَتِ الْمَرْأَةُ او الرحماء رزت بانجھ ہو گئی یا رحم خشک ہو گیا۔

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيْمٌ: اور کہنے لگی (میں بچہ کیسے جنوں گی) ایک بڑھیا۔ دوسرے بانجھ (ہوں) قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے اِذْ اُرْسَلْنَا عَلٰیہِمْ الرِّیْحُ الْعَقِيْمُ (۵۱: ۴۱) جب بھیجی ہم نے ہوا ان پر جو خیر سے خالی تھی۔

۵۱: ۳۰ = قَالُوْا۔ یعنی مہمانوں نے کہا۔

كَذٰلِكَ۔ لَ تَشْبِيْہِہٖ كَا ذٰلِكَ اسم اشارہ، مشار الیہ: کہ تیرے ایک بیٹا ہوگا۔

كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ۔ تیرے پروردگار نے ایسے ہی فرمایا تھا۔ ہم اللہ کی جانب سے تجھے خبر دے رہے ہیں

اَلْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ: یعنی صفت میں حکیم ہے (اس کی صنعت پر حکمت ہے)

اَلْعَلِيْمُ: یعنی وہ ماضی کو بھی جانتا ہے اور مستقبل سے بھی واقف ہے۔ اس لئے اس کا قول سچا اور فعل محکم (ناقابل شکست) ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا)